TAFSEER TALEEM-UL QURAN

رشد وہدایت کی آخری آسمانی کتاب، قرآن مجید کے علوم و اسرار جاننے اور
فہم وتدبر کے لئے آسان انداز میں

شیخ الحدیث والتفسیر، ابو صالح مفتی محمد قاسم قادری عطاری مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم
هو الله الذي
لا إله إلا هو
الرحمن
الرحيم
الملك
القدوس
السلام
المؤمن
المهيمن
العزيز
الجبار
المتكبر
الخالق
البارئ
المصور
الغفار
القهار
الوهاب
الرزاق
الفتاح
العليم
القابض
الباسط
الله
الخافض
الرافع
المعز
المذل
السميع
البصير
الحكم
العدل
اللطيف
الخبير
الحليم
العظيم
الغفور
الشكور
العلي
الكبير
الحفيظ
المقيت
الحسيب
الجليل
الكريم
الرقيب
المجيب
الواسع
الحكيم
الودود
المجيد

لا اله الا الله محمد رسول الله
الباعث الشهيد الحق الوكيل القوى المتين الولى
الحميد المحصى المبدئ المعيد المحيى المميت الحى
القيوم الواجد الماجد الواحد الاحد الصمد القادر
المقتدر المقدم المؤخر الاول
الآخر الظاهر الباطن الوالى
المتعالى البر التواب المنعم المنتقم العفو الرءوف
مالك الملك ذو الجلال والاكرام الرب المقسط الجامع الغنى المغنى
المعطى المانع الضار النافع النور الهادى البديع
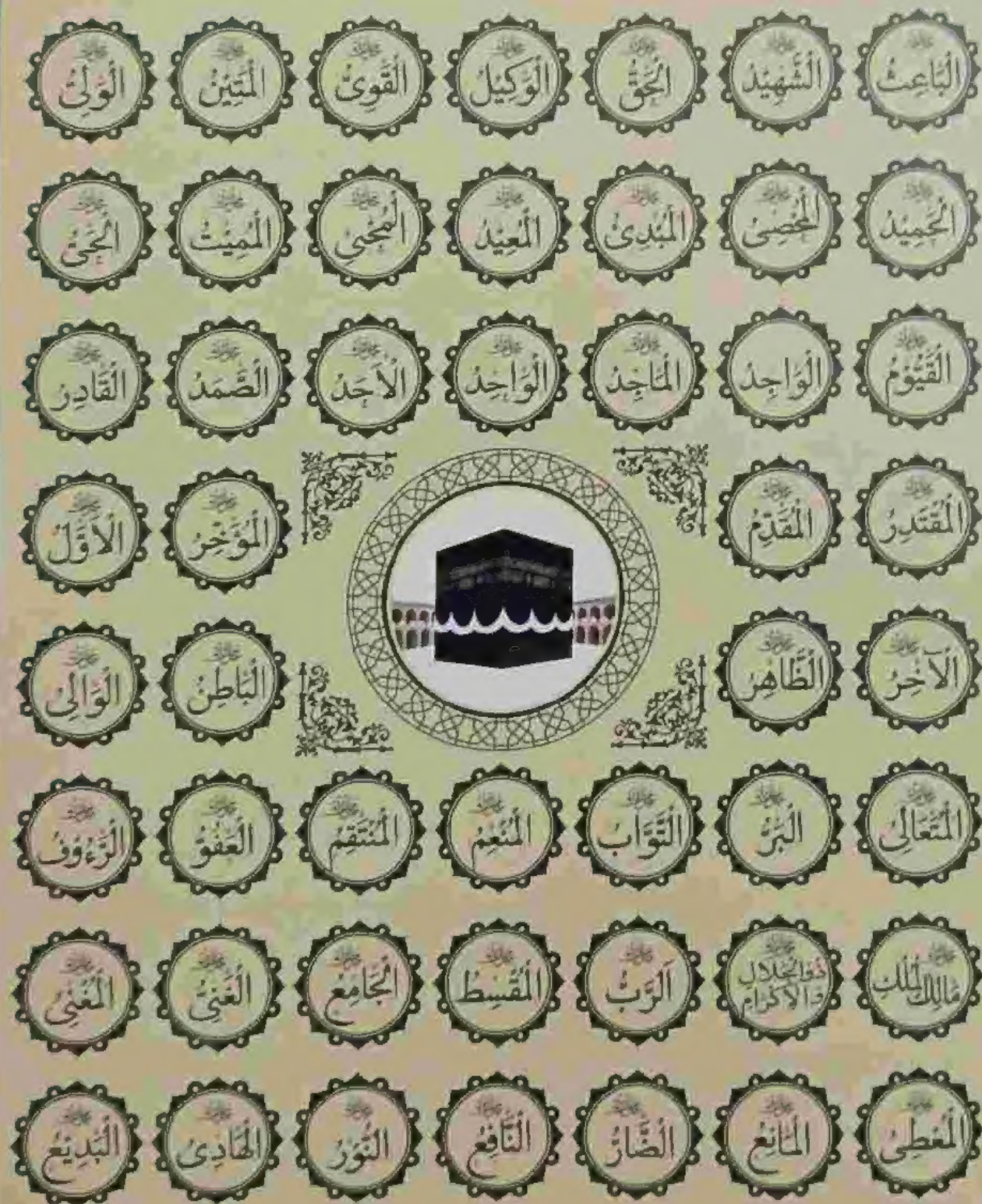
قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ

کہا: میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ موسیٰ نے کہا: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں

بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَاٙ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ

سوال کروں تو پھر مجھے ساتھی نہ رکھنا، بیشک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا ہے۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس آئے

قَرْیَةِ ﹰاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ

تو اس بستی کے باشندوں سے کھانا مانگا، انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی جو گرنا ہی چاہتی تھی

فَاَقَامَهٗؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِكَۚ

تو اس نے اسے سیدھا کر دیا، موسیٰ نے کہا: اگر تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے۔ کہا: یہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہے۔

**آیت 75** جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے فعل پر کلام فرمایا تو آپ نے ذرا زیادہ تاکید سے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام، میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔

**آیت 76** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا: اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی شے کے بارے میں سوال کروں تو پھر مجھے اپنا ساتھی نہ رکھنا؛ اگرچہ میں آپ کے ساتھ رہنے کا تقاضا کروں اور جب میں تیسری بار آپ کی مخالفت کروں تو بیشک اس صورت میں میری طرف سے آپ کے ساتھ نہ رہنے میں آپ کا عذر پورا ہو چکا۔

**آیت 77** اس گفتگو کے بعد حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام چلنے لگے یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس آئے تو ان حضرات نے اس بستی کے باشندوں سے کھانا مانگا، انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی جو گرنے والی تھی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے اسے سیدھا کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اگر آپ چاہتے تو اس دیوار کو سیدھی کرنے پر کچھ مزدوری لے لیتے کیونکہ یہ ہماری حاجت کا وقت ہے اور بستی والوں نے ہماری کچھ مہمان نوازی نہیں کی، اس لئے ایسی حالت میں ان کا کام بنانے پر اجرت لینا مناسب تھا۔ اہم بات: آیت سے معلوم ہوا کہ مہمان نوازی نہ کرنا انتہائی معیوب اور ناپسندیدہ عمل ہے اور اگر یہ عمل اجتماعی طور پر ہو تو اور بھی مذموم ہو جاتا ہے۔

**آیت 78** حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تیسری مرتبہ اپنے فعل پر کلام سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے فرمایا: یہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہے۔ اب میں جدا ہونے سے پہلے آپ کو ان باتوں کا اصل مطلب بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہ کر سکے اور اُن میں جو راز تھے ان کا اظہار کر دوں گا۔ اہم باتیں: (1) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر اپنا قریبی ساتھی یا ماتحت شخص کوئی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے اسے خود سے دور کرنے کی صورت بنتی ہو تو فوراً اسے دور نہ کر دے بلکہ ایک یا دو مرتبہ اسے معاف کر دیا جائے اور اس سے درگزر کیا جائے اور ساتھ میں مناسب تنبیہ بھی کر دی جائے تاکہ وہ اپنی کوتاہی یا غلطی پر آگاہ ہو جائے اور اگر وہ تیسری بار پھر وہی کام کرے تو اب چاہے تو اسے خود سے دور کر دے۔ (2) یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اپنے قریبی ساتھی کو خود سے دور کرے تو اسے دور کرنے کی وجہ بتا دے تاکہ اس کے پاس اعتراض کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اسے نفسیات کی دنیا میں خوش کن اختتام (Happy Ending) کہتے ہیں۔

سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ

اب میں آپ کو ان باتوں کا اصل مطلب بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہ کرسکے ○ وہ جو کشتی تھی تو وہ کچھ مسکین لوگوں کی تھی

يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ

جو دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کردوں اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح سلامت کشتی کو زبردستی چھین

غَصْبًا ﴿٧٩﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ﴿٨٠﴾

لیتا تھا○ اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ لڑکا انہیں بھی سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا○

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ

توہم نے چاہا کہ اُن کا رب اُنہیں پاکیزگی میں پہلے سے بہتر اور حسنِ سلوک اور رحمت وشفقت میں زیادہ مہربان عطا کردے○ اور بہرحال دیوار (کا جہاں تک تعلق ہے)

**آیت 79** حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے افعال کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا: وہ جو میں نے کشتی کا تختہ اکھاڑا تھا، اس سے میرا مقصد کشتی والوں کو ڈبو دینا نہیں تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کشتی دس مسکین بھائیوں کی تھی، ان میں پانچ تو اپاہج تھے جو کچھ نہیں کرسکتے تھے اور پانچ تندرست تھے جو دریا میں کام کرتے تھے اور اسی پر ان کے روزگار کا دارومدار تھا۔ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا اور انہیں واپسی میں اس کے پاس سے گزرنا تھا۔ کشتی والوں کو اس کا حال معلوم نہ تھا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر صحیح سلامت کشتی کو زبردستی چھین لیتا اور اگر عیب دار ہوتی تو چھوڑ دیتا تھا اس لئے میں نے اس کشتی کو عیب دار کردیا تاکہ وہ ان غریبوں کے لئے بچ جائے۔ اہم بات: بعض اوقات چھوٹے نقصان کے ذریعے اللہ تعالیٰ بندے کو بڑے نقصان سے بچالیتا ہے۔

**آیت 80، 81** ان دو آیات میں حضرت خضر علیہ السلام کے دوسرے فعل کی حکمت کا بیان ہے، چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لڑکا جسے میں نے قتل کیا تھا، اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ بڑا ہو کر انہیں بھی سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا اور وہ اس لڑکے کی محبت میں دین سے پھر جائیں اور گمراہ ہو جائیں گے، اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا رب عزوجل اس لڑکے سے بہتر، گناہوں اور نجاستوں سے پاک اور ستھرا اور پہلے سے زیادہ اچھا لڑکا عطا فرمائے جو والدین کے ساتھ ادب سے پیش آئے، ان سے حسنِ سلوک کرے اور ان سے دلی محبت رکھتا ہو۔ اہم باتیں: (1) حضرت خضر علیہ السلام کا یہ اندیشہ اس سبب سے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کی وجہ سے اس لڑکے کے باطنی حال کو جانتے تھے۔ (2) ہمارے زمانے میں اگر کوئی ولی کسی کے ایسے باطنی حال پر مطلع ہو جائے کہ یہ آگے جا کر کفر اختیار کرلے گا اور دوسروں کو کافر بھی بنادے گا اور اس کی موت بھی حالتِ کفر میں ہوگی تو وہ ولی اس بنا پر اسے قتل نہیں کرسکتا۔ (3) پہلے سے بہتر بچے سے متعلق مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے بدلے ایک مسلمان لڑکا عطا کیا اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹی عطا کی جو ایک نبی علیہ السلام کے نکاح میں آئی اور اس سے نبی علیہ السلام پیدا ہوئے جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے ایک اُمت کو ہدایت دی۔ درس: بندے کو اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی رہنا چاہئے کہ اسی میں بہتری ہوتی ہے۔

**آیت 82** حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے تیسرے فعل یعنی دیوار سیدھی کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دیوار کا جہاں تک

لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ

تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ

رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ یَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ

وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں (یہ سب) آپ کے رب کی رحمت سے ہے اور یہ سب کچھ میں نے اپنے حکم سے

اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ؕ۸۲ وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ ؕ

نہیں کیا۔ یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے جس پر آپ صبر نہ کرسکے ○ اور آپ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ۸۳ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَ اٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ

تم فرماؤ: میں عنقریب تمہارے سامنے اس کا ذکر پڑھ کر سناتا ہوں ○ بیشک ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا اور اسے ہر چیز کا ایک سامان عطا

ع ١٢

تعلق ہے تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں، اُن کی عقل کامل ہو جائے اور اپنا خزانہ نکالیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے اور جو کچھ میں نے کیا وہ میری اپنی مرضی سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے جس پر آپ علیہ السلام صبر نہ کرسکے۔ اہم باتیں: (1) اس سے معلوم ہوا کہ یتیموں کے ساتھ نیکی اور ایسا معاملہ کرنا چاہئے جس میں ان کا بھلا ہو۔ (2) دیوار کے نیچے موجود خزانے سے متعلق ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ اس دیوار کے نیچے سونا اور چاندی مدفون تھا۔ (ترمذی، حدیث: 3163) (3) آیت میں یتیم بچوں کے جس والد کا ذکر ہوا اس کا نام "کاشح" بیان کیا گیا ہے اور یہ ان بچوں کا آٹھویں یا دسویں پشت میں والد اور بہت پرہیزگار شخص تھا۔ (4) باپ کے تقویٰ و پرہیزگاری کے نتیجے میں اس کی اولاد در اولاد کو دنیا میں فائدہ ہوتا ہے اور باپ کا پرہیزگار ہونا آخرت میں بھی نفع دے گا۔ (5) راجح قول کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ (6) یوں تو ہر نبی علیہ السلام زندہ ہیں کہ محض وعدۂ الٰہی کی تصدیق کے لیے ایک لمحہ تک ان پر موت طاری ہوتی ہے، اِس کے بعد پھر اُنہیں حیاتِ حقیقی، حِسّی، دُنیوی عطا ہو جاتی ہے، البتہ حضرت خضر علیہ السلام پر ابھی تک ایک لمحہ کے لیے بھی موت طاری نہیں ہوئی۔

**آیت 83** سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 85 کی تفسیر میں بیان ہوا تھا کہ کفارِ مکہ نے یہودیوں کے مشورے سے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اصحاب کہف اور حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا۔ سورۂ کہف کی ابتدا میں اصحابِ کہف کا قصہ تفصیل سے بیان کر دیا گیا اور اب اس آیت سے حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتایا جا رہا ہے۔ اہم باتیں: (1) آپ رضی اللہ عنہ کا نام اسکندر اور لقب ذوالقرنین ہے۔ (2) مفسرین نے اس لقب کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں: (۱) قرن زمانے کو کہتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ چونکہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی جگہ تک پہنچے تھے اس لیے آپ کا لقب "ذوالقرنین یعنی دو زمانے والا" ہوا۔ (۲) قرن کا ایک معنی سینگ بھی ہے، آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر چونکہ دو چھوٹے ابھار سے تھے اس لیے آپ کو ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔ (3) دنیا میں چار بڑے بادشاہ ہوئے ہیں، ان میں سے دو مومن تھے، حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام۔ (4) حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ کی نبوت میں اختلاف ہے، راجح قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے۔

**آیت 84** ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ کو زمین میں اقتدار دیا اور اسے ہر چیز کا ایک سامان یا اس کے

سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ

فرمایا○ تو وہ ایک راستے کے پیچھے چلا○ یہاں تک کہ جب سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا ہوا پایا

وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ

اور اس چشمے کے پاس ہی ایک قوم کو پایا تو ہم نے فرمایا: اے ذوالقرنین! یا تو تُو انہیں سزا دے یا ان کے بارے میں بھلائی

حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾

اختیار کرو○ کہا: بہرحال جس نے ظلم کیا تو عنقریب ہم اسے سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے بہت برا عذاب دے گا○

وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ﹰ الْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ﴿٨٨﴾ؕ

اور بہرحال جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اس کو آسان کام کہیں گے○

حصول کا ایک طریقہ عطا فرمایا اور جس چیز کی مخلوق کو حاجت ہوتی ہے اور جو کچھ بادشاہوں کو ملک اور شہر فتح کرنے اور دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے میں درکار ہوتا ہے وہ سب عنایت کیا۔

**آیت 85** سبب کا عام معنیٰ ہے، وہ چیز جو مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ ہو خواہ وہ علم ہو، قدرت ہو یا آلات ہوں، تو حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے جس مقصد کا ارادہ کیا اسی کا راستہ اور اسباب اختیار فرمائے۔

**آیت 86** حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ اپنے سفر میں مغرب کی جانب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی ہے وہ سب منزلیں طے کر ڈالیں اور مغرب کی سمت میں وہاں تک پہنچے جہاں آبادی کا نام و نشان باقی نہ رہا، وہاں انہیں سورج غروب ہوتے وقت ایسا نظر آیا گویا کہ وہ سیاہ چشمہ میں ڈوب رہا ہے جیسا کہ دریائی سفر کرنے والے کو پانی میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس چشمے کے پاس ہی ایک ایسی قوم کو پایا جو شکار کئے ہوئے جانوروں کے چمڑے پہنے تھے، اس کے سوا اُن کے بدن پر اور کوئی لباس نہ تھے اور دریائی مردہ جانور اُن کی غذا تھے۔ یہ لوگ کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِلہام کے طور پر فرمایا: اے ذوالقرنین! یا تو تُو انہیں سزا دے اور اُن میں سے جو اسلام میں داخل نہ ہو اس کو قتل کر دے یا اگر وہ ایمان لائیں تو ان کے بارے میں بھلائی اختیار کر اور انہیں اَحکامِ شرع کی تعلیم دے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے یہ کلام اپنے کسی نبی علیہ السلام سے فرمایا اور انہوں نے حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ سے یہ بات کہی۔

**آیت 87، 88** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے خدائی حکم ملنے کے بعد کہا کہ جس نے کفر و شرک اختیار کیا اور میری دعوت کو ٹھکرا کر ایمان نہ لایا تو ہم اسے قتل کر دیں گے ؛ یہ تو اس کی دُنیوی سزا ہے، پھر وہ قیامت کے دن اپنے رب تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے جہنم کا بہت برا عذاب دے گا اور رہا وہ شخص جو ایمان لایا اور اس نے ایمان کے تقاضوں کے مطابق نیک عمل کیا تو اس کے لئے جزا کے طور پر بھلائی یعنی جنت ہے اور عنقریب ہم اس ایمان والے کو آسان کام کہیں گے اور اس کو ایسی چیزوں کا حکم دیں گے جو اس پر سہل ہوں دشوار نہ ہوں۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ

پھر وہ ایک راستے کے پیچھے چلا O یہاں تک کہ جب سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچا تو اسے ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتا ہوا پایا جن کے لیے ہم نے سورج

مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾

سے کوئی آڑ نہیں رکھی تھی O بات اسی طرح ہے اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے O پھر وہ ایک اور راستے کے پیچھے چلا O

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾

یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اس نے ان پہاڑوں کے آگے ایک ایسی قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے O

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ

انہوں نے کہا، اے ذوالقرنین! بیشک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد مچانے والے لوگ ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ مال مقرر

**آیت 90،89** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ پھر حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ مشرق کی طرف ایک راستے کے پیچھے چلے یہاں تک کہ جب وہ سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچے تو سورج کو ایسی قوم پر طلوع ہوتا ہوا پایا جن کے اور سورج کے درمیان اللہ تعالیٰ نے کوئی آڑ نہیں رکھی تھی یعنی اس سے آگے کوئی عمارت یا درخت جنگل وغیرہ نہ تھے۔

**آیت 91** فرمایا: بات اسی طرح ہے۔ یہاں اس کا ایک معنی یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین کی بادشاہی کی وسعت اور ان کا بلند مرتبہ جو ہم نے بیان کیا؛ ان کا معاملہ اسی طرح ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے جیسا سلوک مغربی قوم کے ساتھ کیا تھا ایسا ہی اہلِ مشرق کے ساتھ بھی کیا کیونکہ یہ لوگ بھی ان کی طرح کافر تھے، تو جو اُن میں سے ایمان لائے اُن کے ساتھ احسان کیا اور جو کفر پر اڑے رہے انہیں سزا دی۔ مزید فرمایا: اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے۔ معنی یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین کے پاس جو فوج، آلاتِ جنگ، سامانِ سلطنت، ملک داری کی قابلیت اور اُمورِ مملکت سرانجام دینے کی لیاقت وغیرہ تھی، سب ہمارے علم میں ہے۔

**آیت 93،92** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ جب مشرق و مغرب تک پہنچ گئے تو اب کی بار انہوں نے شمال کی جانب سفر شروع فرمایا اور جب اس جگہ پہنچے جہاں انسانی آبادی ختم ہو جاتی تھی تو وہاں دو بڑے عالیشان پہاڑ دیکھے جن کے اُس طرف یاجوج ماجوج کی قوم آباد تھی اور یہ دو پہاڑوں کے درمیانی راستے سے اِس طرف آکر قتل و غارت کرتی تھی؛ یہاں حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی قوم کو پایا جو کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے، کیونکہ اُن کی زبان عجیب و غریب تھی اس لئے اُن کے ساتھ اشارہ وغیرہ کی مدد سے مشقت کے ساتھ بات کی جاسکتی تھی۔

**آیت 94** ان لوگوں نے کسی ترجمان کے ذریعے یا بلا واسطہ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ سے اس طور پر گفتگو کی کہ آپ ان کا کلام سمجھ سکتے تھے۔ آپ کا ان لوگوں کی زبان کو سمجھ لینا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ جملہ اسباب میں سے ہے۔ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے یاجوج اور ماجوج کی شکایت کی کہ وہ زمین میں فساد مچانے والے لوگ ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے اس بات پر کچھ مال مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں تاکہ وہ ہم تک نہ پہنچ سکیں اور ہم ان کے شر و ایذا سے

خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ

کردیں اس بات پر کہ آپ ہمارے اوران کے درمیان ایک دیوار بنادیں ○ ذوالقرنین نے کہا: جس چیز پر مجھے میرے رب نے قابو دیا ہے وہ بہتر ہے توتم میری مدد

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

قوت کے ساتھ کرو، میں تمہارے اوران کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ بنادوں گا○ میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ یہاں تک کہ جب وہ دیوار دونوں پہاڑوں کے

الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ۭ

کناروں کے درمیان برابر کردی تو ذوالقرنین نے کہا: آگ دھنکاؤ۔ یہاں تک کہ جب اُس لوہے کو آگ کردیا تو کہا: مجھے دو تاکہ میں اس گرم لوہے پر پگھلایا ہوا تانبہ اُنڈیل دوں ○

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ

تو یاجوج وماجوج اس پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکے ○ ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت ہے

محفوظ رہیں۔ اہم بات: یاجوج اور ماجوج یافث بن حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے فسادی گروہ ہیں، اِن کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہ زمین میں فساد کرتے تھے، بہار کے موسم میں نکلتے تو کھیتیاں اور سبزے سب کھاجاتے، ان میں سے کچھ نہ چھوڑتے اور خشک چیزیں لاد کرلے جاتے تھے۔ یہ لوگ آدمیوں کو بھی کھالیتے تھے اور درندوں، وحشی جانوروں، سانپوں اور بچھوؤں تک کو کھاجاتے تھے۔

**آیت 95** حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے پاس کثیر مال اور ہر قسم کا سامان موجود ہے تم سے کچھ لینے کی حاجت نہیں، البتہ تم جسمانی قوت کے ساتھ میری مدد کرو اور جو کام میں بتاؤں وہ انجام دو، میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط رکاوٹ بنادوں گا۔

**آیت 96** ان لوگوں نے عرض کی: پھر ہمارے متعلق کیا خدمت ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس پتھر کے سائز کے لوہے کے ٹکڑے لاؤ۔ جب وہ لے آئے تو اس کے بعد ان سے بنیاد کھدوائی، جب وہ پانی تک پہنچی تو اس میں پتھر، پگھلائے ہوئے تانبے سے جمائے گئے اور لوہے کے تختے اوپر نیچے چن کر اُن کے درمیان لکڑی اور کوئلہ بھروادیا اور آگ دے دی؛ اس طرح یہ دیوار پہاڑ کی بلندی تک اونچی کر دی گئی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی، پھر اوپر سے پگھلایا ہوا تانبہ دیوار میں پلادیا گیا تو یہ سب مل کر ایک سخت جسم بن گیا۔

**آیت 97** جب حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے دیوار مکمل کرلی تو یاجوج اور ماجوج آئے اور انہوں نے اس دیوار پر چڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کی بلندی اور ملائمت کی وجہ سے اس پر نہ چڑھ سکے، پھر انہوں نے نیچے سے اس میں سوراخ کرنے کی کوشش کی تو اس دیوار کی سختی اور موٹائی کی وجہ سے اس میں سوراخ نہ کر سکے۔

**آیت 98** حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ دیوار میرے رب تعالیٰ کی رحمت اور اس کی نعمت ہے کیونکہ یہ یاجوج اور ماجوج کے نکلنے میں رکاوٹ ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا اور قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے خُروج کا وقت آپہنچے گا تو میرا رب اس دیوار کو پاش پاش کردے گا اور میرے رب نے ان کے نکلنے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ اور اس کے علاوہ ہر وعدہ سچا ہے۔ اہم بات: یاجوج اور

فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّیۡ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعۡدُ رَبِّیۡ حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَ تَرَكۡنَا بَعۡضَهُمۡ یَوۡمَئِذٍ

پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے پاش پاش کردے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے ○ اور اس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا

یَّمُوۡجُ فِیۡ بَعۡضٍ وَّ نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰهُمۡ جَمۡعًا ﴿٩٩﴾ وَّ عَرَضۡنَا جَهَنَّمَ یَوۡمَئِذٍ لِّلۡكٰفِرِیۡنَ

ایک گروہ دوسرے پر سیلاب کی طرح آئے گا اور صُور میں پھونک ماری جائے گی تو ہم سب کو جمع کرلائیں گے ○ اور ہم اس دن جہنم کافروں کے

عَرۡضَا ﴿١٠٠﴾ الَّذِیۡنَ كَانَتۡ اَعۡیُنُهُمۡ فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِیۡ وَ كَانُوۡا لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَمۡعًا ﴿١٠١﴾ ع ١١

سامنے لائیں گے ○ وہ جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور حق بات سن نہ سکتے تھے ○

اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا عِبَادِیۡ مِنۡ دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا

تو کیا کافروں نے یہ سمجھا کہ میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی بنالیں گے بیشک ہم نے کافروں کی مہمانی کیلئے

ماجوج کے نکلنے سے متعلق ترمذی شریف میں ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: یاجوج ماجوج روزانہ اس دیوار کو کھودتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب اسے توڑنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان کا سردار کہتا ہے: اب واپس چلو، باقی کل توڑلیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بہتر کردیتا ہے یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں پر بھیجنا چاہے گا تو ان کا سردار کہے گا: واپس لوٹ جاؤ، اِن شآءَاللہ! کل تم اسے توڑ ڈالو گے۔ (یہ بات) وہ اِستثناء (یعنی اِن شآءَ اللہ) کے ساتھ کہے گا۔ (دوسرے دن) جب وہ واپس آئیں گے تو اسے ویسے ہی پائیں گے جس طرح چھوڑ کر گئے تھے، چنانچہ وہ اسے توڑ کر باہر لوگوں پر نکل آئیں گے۔ (ترمذی، حدیث: 3164)

آیت 99 ارشاد فرمایا کہ جب دیوار ٹوٹ جائے گی تو اس دن ہم یاجوج اور ماجوج کو اس طرح چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر اس طرح آئے گا جس طرح پانی کی لہر ایک دوسرے پر آتی ہے اور وہ اپنی کثیر تعداد کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہوں گے اور صُور میں دوسری بار پھونک ماری جائے گی تو ہم تمام مخلوق کو عذاب وثواب کے لئے ایک جگہ جمع کرلائیں گے۔ اہم بات: یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد صُور میں پھونک مارنے کے ذکر سے ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا نکلنا قربِ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔

آیت 100 فرمایا کہ جس دن ہم تمام مخلوق کو جمع کریں گے اس دن جہنم کافروں کے سامنے لائیں گے تاکہ وہ اسے صاف دیکھیں اور اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سنیں۔ اہم بات: میدانِ محشر میں جہنم کو لانے سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔ (مسلم، حدیث: 2842)

آیت 101 کفار کے بارے میں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور وہ آیاتِ الٰہیہ اور قرآن، ہدایت و بیان، دلائلِ قدرت اور ایمان سے اندھے بنے رہے اور ان میں سے کسی چیز کو وہ نہ دیکھ سکے اور نہ ہی حق بات سن سکتے تھے۔

آیت 102 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں جیسے حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر علیہما السلام اور فرشتوں کو میرے سوا حمایتی بنالیں گے اور ان سے کچھ نفع پائیں گے؟ ان کا یہ گمان فاسد ہے، بلکہ وہ بندے انہیں اپنا دشمن سمجھتے اور ان سے بیزاری

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ

جہنم تیار کر رکھی ہے○ تم فرماؤ: کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے زیادہ ناقص عمل والے کون ہیں؟○ وہ لوگ جن کی ساری کوشش

سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی حالانکہ وہ یہ گمان کررہے ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾

رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا تو ان کے سب اعمال برباد ہوگئے پس ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے○

کا اظہار کرتے ہیں اور کافروں کا گمان فاسد ہونے کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام، اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اور ملائکہ، ایمان والوں کے مددگار ہو کر ان کی شفاعت کریں گے نہ کہ کافروں کی۔ مزید فرمایا: بیشک ہم نے کافروں کی مہمان نوازی کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے۔

**آیت 103** اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے عمل کرنے میں مشقتیں اٹھائیں اور یہ امید کرتے رہے کہ ان اعمال پر وہ فضل وعطا سے نوازے جائیں گے مگر اس کی بجائے ہلاکت و بربادی میں جا پڑے۔ حقیقت میں تو یہاں کافر مراد ہیں لیکن ویسے عمل کی بربادی کی سزا ہر اس شخص کے لئے ہے جو عبادت یا ظاہری اچھے اعمال میں محنت ومشقت تو کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ کسی ایسی چیز کا مرتکب بھی ہوتا ہے جس سے اس کا عمل مردود ہو جائے جیسے کفر یا گمراہی یا ریاکاری۔ درس: کسی کی لمبی لمبی اور ظاہری خشوع وخضوع سے بھرپور نمازیں، رقت انگیز اور درد بھری آواز میں قرآن مجید کی تلاوتیں، اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذابات سے ڈرانے والے وعظ اور نصیحتیں اور دیگر ظاہری نیک اعمال اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک اس کے عقائد درست نہ ہوں، لہٰذا بد عقیدہ اور بد مذہب شخص کی کثرتِ عبادت، تقویٰ وطہارت اور دیگر نیک نظر آنے والی چیزوں سے ہرگز متاثر نہ ہو اور نہ ہی ان چیزوں کو دیکھ کر ان کی طرف مائل ہو بلکہ ان سے ہمیشہ دور ہی رہے کہ اسی میں اس کی دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔

**آیت 104** اس سے پہلی آیت میں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے والے لوگوں کی خبر دینے کے بارے میں فرمایا اور اس آیت میں فرمایا کہ سب سے زیادہ خسارے والے وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور عمل باطل ہوگئے حالانکہ وہ اس گمان میں ہیں کہ وہ اچھا کام کررہے ہیں جو انہیں آخرت میں نفع دے گا۔ اہم بات: یہ آیتِ مبارکہ بنیادی طور پر تو کافروں کے متعلق ہے لیکن اس سے اشارتاً یہ بھی معلوم ہوا کہ بدکار سے زیادہ بدنصیب وہ ظاہری نیک ہے جو محنت مشقت اٹھا کر نیکیاں کرے مگر اس کی کوئی نیکی اس کے کام نہ آئے اور وہ اس دھوکے میں رہے کہ میں نیک ہوں؛ ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

**آیت 105** ارشاد فرمایا کہ کثیر نیک اعمال کے باوجود خسارے کا شکار ہونے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب تعالیٰ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، رسول اور قرآن پر ایمان نہ لائے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے، حساب، ثواب اور عذاب کے منکر رہے تو ان کے سب اعمال برباد ہوگئے اور انہیں قیامت کے دن ان اعمال پر کوئی ثواب نہ ملے گا۔ اہم بات: وزن قائم نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کے ظاہری نیک اعمال کی کوئی قدر وقیمت ہوگی اور نہ ہی ان میں کوئی وزن ہوگا کیونکہ نیک اعمال کی قدر وقیمت اور ان میں وزن کا دارومدار ایمان اور اخلاص پر ہے اور جب یہ لوگ ایمان اور اخلاص سے ہی خالی ہیں تو ان کے اعمال میں وزن کہاں سے ہوگا۔

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

یہ ان کا بدلہ ہے جہنم، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ہنسی مذاق بنالیا○ بیشک جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا

اور اچھے اعمال کئے ان کی مہمانی کیلئے فردوس کے باغات ہیں○ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، ان سے کوئی دوسری جگہ بدلنا

حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ

نہ چاہیں گے○ تم فرمادو: اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو جاتا تو ضرور سمندر ختم ہو جاتا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوتیں،

وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ

اگرچہ ہم اس کی مدد کیلئے اُسی سمندر جیسا اور لے آتے○ تم فرماؤ: میں (ظاہرا) تمہاری طرح ایک بشر ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے

آیت 106 ارشاد فرمایا کہ یہ جہنم ان کا بدلہ ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور جس چیز پر ایمان لانا اور جس کا اقرار کرنا ضروری تھا اس کا انکار کیا اور انہوں نے قرآنِ پاک، اللہ تعالیٰ کی دیگر کتابوں اور اس کے رسولوں کو ہنسی مذاق بنالیا۔ اہم بات: نبی کی توہین کفر اور عذابِ الٰہی کا سبب ہے۔ درس: حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یاد رکھو! علماء، انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں تو علماء کا مذاق اڑانے والے ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط اور ان جیسے دیگر کافروں کے وارث ہیں۔ (روح البیان 5/305)

آیت 107، 108 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اچھے اعمال کئے تو ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغات ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور دنیا میں انسان کیسی ہی بہتر جگہ میں ہو، وہ اس سے اور اعلیٰ و ارفع جگہ کی طلب رکھتا ہے لیکن یہ بات جنت میں نہ ہوگی کیونکہ جنتی لوگ جانتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں بہت اعلیٰ و ارفع جگہ حاصل ہے۔ اہم بات: آیت میں جنت الفردوس کا ذکر ہوا۔ حدیث پاک میں ہے: جب اللہ تعالیٰ سے مانگو تو فردوس مانگو، کیونکہ وہ جنتوں میں سب کے درمیان اور سب سے بلند ہے اور اس پر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ (بخاری، حدیث: 2790)

آیت 109 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کے کلمات لکھے جائیں اور اُن کے لئے تمام سمندروں کا پانی سیاہی بنا دیا جائے اور تمام مخلوق لکھے تو وہ کلمات ختم نہ ہوں اور یہ تمام پانی ختم ہو جائے بلکہ اس میں اتنا ہی اور ملا دیا جائے تو وہ بھی ختم ہو جائے۔

آیت 110 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو عاجزی کی تعلیم دی اور انہیں یہ کہنے کا حکم دیا کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں البتہ مجھے (تم پر) یہ خصوصیت حاصل ہے کہ میری طرف وحی آتی ہے اور وحی کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ مقام عطا کیا ہے اور مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں تو جو اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ اہم باتیں: (1) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنا امت کے لئے جائز نہیں کیونکہ بلند رتبہ ہستیاں جو کلمات عاجزی کے طور پر کہیں، انہیں دوسروں کے لئے بولنا جائز نہیں ہوتا کہ امت کو تو حکم ہے کہ القاب و صفات کے ساتھ ہی ذکر کریں۔ (2) حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا نور اور سراجِ منیر (روشن کرنے والا سورج) ہونا

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

تو جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے ○

اٰیاتھا ۹۸ — ۱۹ سُوْرَۃُ مَرْیَمَ مَکِّیَّۃٌ ۴۴ — رکوعاتھا ۶

سورۂ مریم مکیہ ہے، اس میں اٹھانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً

کٓھٰیٰعٓصٓ ○ یہ تیرے رب کی اپنے بندے زکریا پر رحمت کا ذکر ہے ○ جب اس نے اپنے رب کو آہستہ سے

بھی قرآن میں مذکور ہے اور بشر ہونا بھی قرآن میں ہے لہٰذا آپ کے بشر ہونے کا انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن تنہا بشر، بشر کی رَٹ لگانا کافروں کا طریقہ ہے جیسا کہ قرآن میں بیسیوں جگہ موجود ہے، لہٰذا جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بشریت کا ذکر کیا جائے تو آپ کو افضل البشر یا سیّد البشر کہا جائے۔(3) آیت میں مزید سمجھایا گیا کہ رب کریم سے ملاقات پر ایمان اور اس کا شوق ہے تو نیک اعمال کئے جائیں اور چھوٹے بڑے شرک سے بچا جائے۔ بڑا شرک تو کسی کو خدا کے علاوہ معبود سمجھنا ہے اور چھوٹا شرک ریاکاری ہے۔

**سورۂ مریم کا تعارف** یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عظمت، آپ کے واقعات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ مریم" رکھا گیا ہے۔ **سورۂ مریم کے مضامین:** اس سورت میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کے واقعات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کے واحد و یکتا ہونے، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قیامت کے دن مخلوق کے دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے کو ثابت کیا گیا ہے۔ قدرتِ الٰہی کی دلیل کے طور پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا بیان، حضرت زکریا علیہ السلام کی نیک بیٹے کی مانگی ہوئی دعا مقبول ہونے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں ہی منصبِ نبوت سے سرفراز کئے جانے کا ذکر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو دی جانے والی تسلی اور ان پر کئے جانے والے انعامات کا تذکرہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے عرفی باپ آزر سے بتوں کی پوجا کے بارے میں ہونے والی بحث اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹے اور پوتے کی ولادت اور ان دونوں کو نبوت ملنے کا ذکر ہے۔ حضرات موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام کے واقعات کا بیان ہے۔ منکرینِ بعثت کے انجام کا ذکر ہے۔

**آیت 1** یہ حروفِ مقطعات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور اس کے بتانے سے اس کے خاص بندے جانتے ہیں۔

**آیت 2** فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، یہ آپ کے رب تعالیٰ کی اس رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے حضرت زکریا علیہ السلام پر فرمائی۔ اہم بات: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مراد نیک اور صالح بیٹا عطا فرمانا ہے اور بیٹا عطا فرمانے کے تذکرے کو رحمتِ الٰہی کا تذکرہ فرمایا گیا ہے کیونکہ نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔

**آیت 3** فرمایا کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے آہستہ آواز میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اہم باتیں: (1) آپ علیہ السلام کے آہستہ آواز

خَفِيًّا ۝۳ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ

پکارا۝ عرض کی:اے میرے رب!بیشک میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر نے بڑھاپے کا شعلہ چمکا دیا ہے(بوڑھا ہوگیا ہوں)اور اے میرے رب!

بِدُعَآىٕكَ رَبِّ شَقِیًّا ۝۴ وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ

میں تجھے پکار کر کبھی محروم نہیں رہا۝ اور بیشک مجھے اپنے بعد اپنے رشتے داروں کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ

عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۝۵ یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۗۖ

ہے، تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث عطا فرما دے۝ جو میرا جانشین ہو اور یعقوب کی اولاد کا وارث ہو

وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ۝۶ یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ یَحْیٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ

اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ بنادے۝ اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحیٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی

میں دعا مانگنے کا سبب اخلاص ہوسکتا ہے نیز تنہا دعا عموماً آہستہ ہی کی جاتی ہے۔(2) آہستہ آواز میں دعا مانگنا دعا کے آداب میں سے ہے۔

آیت 4 حضرت زکریا علیہ السلام کے دعا مانگنے کا پورا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ آپ کی عمر شریف زیادہ ہو چکی تھی مگر اولاد نہ تھی اور اپنے رشتہ داروں میں سے بھی کوئی ایسا کامل نیک مرد نظر نہیں آتا تھا کہ جو آپ کی وفات کے بعد جانشین بن کر دین کی خدمت سر انجام دے سکے بلکہ آپ کو کچھ رشتہ داروں سے خوف تھا کہ کہیں میرے بعد یہ دین میں تبدیلیاں شروع نہ کردیں، اس وجہ سے آپ فکر مند تھے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے میرے مولیٰ! تو جانتا ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میری ہڈیاں کمزور اور سر کے بال سفید ہو چکے ہیں۔ اے میرے رب! تیری بارگاہ میں دعا کر کے میں کبھی محروم نہیں رہا، لہٰذا مجھے امید ہے کہ تو میری یہ دعا بھی قبول کرے گا۔ اہم باتیں:(1) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کے شروع میں اپنی عاجزی بیان کی جائے۔(2) پہلے جو دعا قبول ہو چکی اسے دوبارہ دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے۔(3) انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اسی لیے ان سے دعائیں کرائی جاتی ہیں۔

آیت 6،5 حضرت زکریا علیہ السلام نے یوں عرض کی: اے میرے رب! بیشک مجھے اپنے بعد اپنے رشتے داروں کی طرف سے دینی معاملات میں خرابی کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے جس سے اولاد نہیں ہو سکتی، تو مجھے اپنی بارگاہ سے کوئی ایسا وارث عطا فرما دے جو میرے علم اور آلِ یعقوب کی نبوت کا وارث ہو (یعنی اسے اس قابل بنادے کہ اس کی طرف وحی کی جائے) اور اے میرے رب! اسے ایسا بنادے کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو۔ اہم باتیں:(1) یہاں رشتہ داروں سے مراد حضرت زکریا علیہ السلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔(2) حضرت زکریا علیہ السلام کا نیک صالح بیٹے کے لیے دعا کرنا دین کے لیے تھا، نہ کہ کسی دُنیوی غرض سے۔(3) انبیاء علیہم السلام کی وراثت علم و حکمت ہی ہوتی ہے، لہٰذا آپ علیہ السلام نے دعا میں اسی وراثت کا ذکر فرمایا ہے۔(4) بیٹے کی دعا کرنا سنتِ انبیاء ہے مگر اس لئے کہ وہ توشۂ آخرت ہو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ بیٹی پیدا ہونے پر غم کرنا کفار کا طریقہ ہے۔

آیت 7 اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں، اس کا نام یحیٰ ہے اور اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی دوسرا نہ بنایا کہ اس کا نام یحیٰ رکھا گیا ہو۔ اہم باتیں:(1) حضرت زکریا علیہ

مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ

دوسرا نہ بنایا۝ عرض کی: اے میرے رب! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حالت کو

عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝

پہنچ چکا ہوں۝ فرمایا: ایسا ہی ہے۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے اوپر بہت آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۝

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝

عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے۔ فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تم بالکل تندرست ہوتے ہوئے بھی تین رات دن لوگوں سے کلام نہ کرسکو گے۝

السلام کے دعا مانگنے کے بعد فرشتوں نے انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی۔ (2) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ان کا نام لے کر پکارا، اسی طرح دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام کو بھی قرآنِ مجید میں ان کا نام لے کر پکارا گیا ہے، لیکن جہاں محمد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے وہاں حضور کے اَوصافِ جلیلہ و اَلقابِ جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یہ فضیلت عطا فرمائی کہ ان کی ولادت سے پہلے ہی ان کا نام رکھ دیا۔

**آیت 8** حضرت زکریا علیہ السلام نے جب بیٹے کی خوشخبری سنی تو عرض کی: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بھی بڑھاپے کی وجہ سے خشک لکڑی کی طرح سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ چکا ہوں۔ اہم بات: حضرت زکریا علیہ السلام کے اس طرح عرض کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کسی عدمِ یقین کا اظہار نہیں تھا بلکہ معلوم یہ کرنا تھا کہ بیٹا کس طرح عطا کیا جائے گا، کیا ہمیں دوبارہ جوانی عطا کی جائے گی یا اسی عمر میں بیٹا عطا کیا جائے گا۔

**آیت 9** حضرت زکریا علیہ السلام کی عرض کے جواب میں یہاں فرمایا گیا کہ بیٹا اسی حالت میں دیا جائے گا اور یہ میرے اوپر بہت آسان ہے کہ میں بڑھاپے کے عوارض دور کر کے آپ میں جوانوں کی سی قوت و توانائی پیدا کردوں اور آپ کی بیوی کے مرض کو دور کر کے انہیں صحت عطا کردوں کیونکہ میں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پہلے تمہیں اس وقت پیدا کر دیا جب تم کچھ بھی نہ تھے تو جو رب تعالیٰ معدوم کو موجود کرنے پر قادر ہے؛ وہ بڑھاپے میں اولاد عطا فرمانے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

**آیت 10** حضرت زکریا علیہ السلام کو جب یہ بتا دیا گیا کہ اسی عمر میں بیٹا عطا ہوگا تو آپ نے مزید عرض کی: اے میرے رب! میری بیوی کے حاملہ ہونے کی کوئی نشانی بتا دی جائے تاکہ میں اس وقت سے تیری اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنے میں مشغول ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تیری زوجہ کے حاملہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تم صحیح سالم ہونے کے باوجود اور گونگا ہونے کے بغیر تین دن رات لوگوں سے کلام نہ کر سکو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان ایام میں آپ لوگوں سے کلام کرنے پر قادر نہ ہوئے، البتہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہتے تو زبان کھل جاتی تھی۔ اہم باتیں: (1) یہ نشانی بھی بڑی دلچسپ تھی کہ ذِکْرُ اللہ کریں تو بالکل آسانی سے ہو جائے اور لوگوں سے کلام فرمانا چاہیں تو نہ کر سکیں۔ (2) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مُؤثِّرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور بقیہ اَشیاء صرف اَسبابِ ظاہری ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو آگ سے پیاس بجھے اور پانی سے آگ لگے۔ آگ کا جلانا اور پانی کا پیاس بجھانا سب اللہ تعالیٰ کے کرنے سے ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا﴿۱۱﴾ یٰیَحْیٰى

پس وہ اپنی قوم کی طرف مسجد سے باہر نکلے تو انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح وشام تسبیح کرتے رہو○ اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی کے ساتھ

خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍؕ-وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا﴿۱۲﴾ وَّ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةًؕ-وَ كَانَ تَقِیًّا﴿۱۳﴾

تھامے رکھو اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا فرمادی تھی○ اور اپنی طرف سے نرم دلی اور پاکیزگی دی اور وہ (اللہ سے) بہت زیادہ ڈرنے والا تھا○

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَیْهِ وَ لَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا﴿۱۴﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ

اور وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا اور وہ متکبر، نافرمان نہیں تھا○ اور اس پر سلامتی ہے جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ فوت ہوگا

آیت 11 ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام اس جگہ سے باہر نکلے جہاں وہ نماز ادا کیا کرتے تھے اور لوگ محراب کے پیچھے انتظار میں تھے کہ آپ ان کے لئے دروازہ کھولیں تو وہ داخل ہو کر نماز پڑھیں، جب حضرت زکریا علیہ السلام باہر آئے تو آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا اور آپ گفتگو نہیں فرماسکتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر لوگوں نے دریافت کیا: کیا حال ہے؟ آپ علیہ السلام نے انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح وشام تسبیح کرتے رہو اور عادت کے مطابق فجر وعصر کی نمازیں ادا کرتے رہو، آپ علیہ السلام نے اپنے کلام نہ کرسکنے سے جان لیا کہ آپ کی زوجہ حاملہ ہوگئی ہیں۔

آیت 12 حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد جب آپ کی عمر دو سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے یحییٰ! کتاب تورات کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو اور اس پر عمل کی بھرپور کوشش کرو اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا فرمادی تھی۔ اہم بات: چھوٹی سی عمر میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کامل عقل عطا فرمائی اور آپ کی طرف وحی کی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اور اتنی سی عمر میں فہم وفراست اور عقل ودانش کا کمال، خوارقِ عادات (یعنی انبیاءِ کرام علیہم السلام کے معجزات) میں سے ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ حاصل ہو تو اس حال میں نبوت ملنا کچھ بھی بعید نہیں، لہٰذا اس آیت میں حکم سے نبوت مراد ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

آیت 13 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی 3 صفات بیان فرمائی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف سے نرم دلی عطا کی تاکہ آپ علیہ السلام لوگوں پر مہربانی کریں اور نیک اعمال کی دعوت دیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انہیں پاکیزگی دی۔ یہاں پاکیزگی سے طاعت واخلاص یا عمل صالح مراد ہے۔ (3) وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے۔ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت گریہ وزاری کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے رخسار مبارک پر آنسوؤں سے نشان بن گئے تھے۔

آیت 14 اس آیت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مزید 3 صفات بیان کی گئی ہیں: (1) آپ علیہ السلام ماں باپ کے فرمانبردار اور ان سے اچھا سلوک کرنے والے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد والدین کی خدمت سے بڑھ کر کوئی طاعت نہیں۔ (2،3) آپ علیہ السلام تکبر کرنے والے اور اپنے رب تعالیٰ کے نافرمان نہیں بلکہ عاجزی وانکساری کرنے والے اور اپنے رب کی اطاعت کرنے والے تھے۔ اہم باتیں: (1) یہاں جبّار کے معنی متکبر کے ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جبّار وہ شخص ہوتا ہے جو غصہ میں مارے اور قتل کرے۔ (2) جبار کا لفظ جب مخلوق کیلئے آئے تو اس کا معنی متکبر ہوتا ہے۔ درس: ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، تکبر سے بچنا اور عاجزی وانکساری اختیار کرنا حکمِ الٰہی کے ساتھ ساتھ سنتِ انبیاء بھی ہے۔

آیت 15 فرمایا کہ جس دن حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اس دن ان کے لئے شیطان سے امان ہے کہ وہ عام بچوں کی طرح آپ کو نہ

وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا

اور جس دن وہ زندہ اٹھایا جائے گا○ اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب وہ اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف

مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا

ایک جگہ الگ ہوگئی○ تو ان (لوگوں) سے ادھر ایک پردہ کرلیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی (جبرئیل) بھیجا

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾

تو وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کی صورت بن گیا○ مریم بولی: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے○

چھوئے گا اور جس دن آپ وفات پائیں گے اس دن ان کے لئے عذابِ قبر سے امان ہے اور جس دن آپ کو زندہ اٹھایا جائے گا اس دن ان کے لئے قیامت کی سختی سے امان ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ پیدا ہونے، وفات پانے اور زندہ اٹھائے جانے کے یہ تینوں دن بہت وحشت ناک ہیں کیونکہ ان دنوں میں آدمی وہ دیکھتا ہے جو اِس سے پہلے اُس نے نہیں دیکھا، اس لئے ان تینوں مَواقع پر انتہائی وحشت ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اِکرام فرمایا کہ انہیں ان تینوں مواقع پر امن وسلامتی عطا فرمائی۔ اہم باتیں: (1) سلامتی تو یقیناً ہر نبی علیہ السلام کو حاصل ہے لیکن بطورِ خاص اللہ تعالیٰ کا بشارت دینا ایک جداگانہ فضیلت رکھتا ہے۔ (2) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے یوم میلاد ان پر سلام بھیجا، اسی مناسبت سے بارہ ربیع الاوّل کے دن خاتمِ اَنبیاء صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ولادت کا دن یادگار بنایا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر درود وسلام کی کثرت کی جاتی ہے۔

**آیت 16** فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ قرآنِ کریم میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ پڑھ کر ان لوگوں کو سنائیے تاکہ انہیں ان کا حال معلوم ہو، جب وہ اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف ایک جگہ الگ ہوگئی اور لوگوں سے جدا ہو کر عبادت کے لئے خَلوَت میں بیٹھیں۔ اہم باتیں: (1) مریم کے معنیٰ ہیں عابدہ، خادمہ۔ آپ رضی اللہ عنہا بچپن سے بیتُ المقدس کی خادمہ تھیں اور وہاں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتی تھیں۔ (2) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے ہے کہ قرآنِ کریم میں عورتوں میں سے صرف آپ کا نام مبارک ذکر کیا گیا ہے۔ (3) حضرت مریم رضی اللہ عنہا ولیہ اور صدیقہ ہیں، ان کے تذکرے سے ذکرِ اولیاء کی فضیلت واہمیت واضح ہوتی ہے۔

**آیت 17** جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا خَلوَت میں تشریف لے گئیں تو آپ نے اپنے اور گھر والوں کے درمیان پردہ کرلیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا تو آپ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے سامنے نوجوان، بے ریش، روشن چہرے اور پیچ دار بالوں والے آدمی کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ اہم باتیں: (1) حضرت جبریل علیہ السلام کے انسانی شکل میں آنے کی حکمت یہ تھی کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا ان کے کلام سے مانوس ہو جائیں اور ان سے خوف نہ کھائیں کیونکہ ملکوتی صورت وہیئت کی عظمت سے حضرت مریم رضی اللہ عنہا خوفزدہ ہو جاتیں اور آپ علیہ السلام کا کلام سننے پر قادر نہ ہوتیں۔ (2) حضرت جبریل علیہ السلام فرشتہ ہیں نور ہیں اور حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں ظاہر ہوئے، یہ خدا کی قدرت ہے کہ نور کو بشر کے پیکر میں بھیج دے۔

**آیت 18** جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے خلوت میں اپنے پاس ایک بے ریش نوجوان کو دیکھا تو خوفزدہ ہوگئیں اور فرمایا: میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تم میں کچھ خدا خوفی ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ اہم بات: پاکدامنی، پارسائی اور تقویٰ کی اعلیٰ علامت یہ ہے کہ غیر محرم کی خلوت سے بھی بچا جائے۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ

کہا: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں ○ مریم نے کہا: میرے لڑکا کہاں سے ہوگا؟

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ

حالانکہ مجھے تو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں اور نہ ہی میں بدکار ہوں ○ جبرئیل نے کہا: ایسا ہی ہے۔ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے اوپر بہت آسان ہے اور تا کہ

اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾

ہم اسے لوگوں کیلئے نشانی بنادیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت (بنادیں) اور یہ ایسا کام ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے ○ پھر مریم حاملہ ہوگئیں تو اسے لے کر ایک دور کی

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا

جگہ چلی گئی ○ پھر بچے کی پیدائش کا درد اسے ایک کھجور کے تنے کی طرف لے آیا تو اس نے کہا: اے کاش کہ میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور میں کوئی بھولی

آیت 19 جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا خوفزدہ ہوئیں تو اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: میں فرشتہ ہوں اور تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تا کہ میں تمہیں ایک ستھرا اور پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اللہ تعالیٰ کے بعض کاموں کو اپنی طرف منسوب کر سکتے ہیں، جیسے کسی کو بیٹا دینا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔ ایسے ہی سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جنت اور دیگر نعمتیں عطا کرنے کے واقعات احادیث میں کثرت سے مذکور ہیں اور یہ خدائی فضل و کرم اولیاءِ کرام پر بھی ہوتا ہے۔

آیت 20 حضرت جبریل علیہ السلام نے جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بیٹے کی خوشخبری دی تو آپ حیران ہوگئیں اور کہنے لگیں: کسی عورت کے ہاں اولاد ہونے کا جو ظاہری سبب ہے وہ مجھ میں پایا نہیں جارہا کیونکہ نہ تو میرا کسی سے نکاح ہوا ہے اور نہ ہی میں بدکار عورت ہوں تو پھر میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا؟ اہم بات: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی یہ حیرانی قدرتِ خداوندی پر نہ تھی بلکہ باپ کے بغیر اولاد کا ہونا خلافِ عادت تھا تو اس پر حیرت زدہ ہو جانا ایک فطری امر ہے۔

آیت 21 حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: اے مریم! اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہے کہ وہ آپ کو کسی مرد کے چھوئے بغیر ہی لڑکا عطا فرمائے اور آپ کے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بغیر باپ کے بیٹا دینا میرے اوپر بہت آسان ہے اور اس طرح بیٹا دینے میں ایک حکمت یہ ہے کہ ہم اسے لوگوں کیلئے اپنی قدرت کی نشانی بنادیں اور اُن لوگوں کے لئے اپنی طرف سے ایک رحمت بنادیں جو اِس کے دین کی پیروی کریں اور اِس پر ایمان لائیں اور یہ ایسا کام ہے جس کا اللہ تعالیٰ کے علم میں فیصلہ ہو چکا ہے جو اب رد نہیں ہو سکتا ہے۔

آیت 22 جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اطمینان ہو گیا اور انکی پریشانی جاتی رہی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ان پر دم کیا اور آپ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حاملہ ہوگئیں۔ پھر جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حمل کے آثار ظاہر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اِلہام کیا کہ وہ اسے لے کر اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر دور چلی جائیں، اس لئے وہ بیتُ اللحم میں چلی گئیں۔

آیت 23 جب ولادت کا وقت قریب آیا اور درد کی شدت زیادہ ہوئی تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کھجور کے ایک سوکھے درخت کے

مَّنۡسِيًّا ۝٢٣ فَنَادٰىهَا مِنۡ تَحۡتِهَاۤ اَلَّا تَحۡزَنِىۡ قَدۡ جَعَلَ رَبُّكِ تَحۡتَكِ سَرِيًّا ۝٢٤ وَهُزِّىۡۤ اِلَيۡكِ

بسری ہو جاتی۝ تو اسے اس کھجور کے درخت کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کھا بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بنادی ہے۝ اور کھجور کے

بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝٢٥ فَكُلِىۡ وَاشۡرَبِىۡ وَقَرِّىۡ عَيۡنًا‌ ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ

تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ، وہ تم پر عمدہ تازہ کھجوریں گرائے گا۝ تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے

مِنَ الۡبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوۡلِىۡۤ اِنِّىۡ نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمٰنِ صَوۡمًا فَلَنۡ اُكَلِّمَ الۡيَوۡمَ اِنۡسِيًّا ۝٢٦

تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ میں نے آج رحمٰن کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے تو آج ہر گز میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۝

فَاَتَتۡ بِهٖ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهٗ‌ ؕ قَالُوۡا يٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَيۡـًٔـا فَرِيًّا ۝٢٧ يٰۤاُخۡتَ هٰرُوۡنَ

پھر عیسیٰ کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں تو لوگ کہنے لگے: اے مریم! بیشک تو بہت ہی عجیب وغریب چیز لائی ہے۝ اے ہارون کی بہن!

پاس آکر بیٹھ گئیں۔ اب درد کی بھی شدت تھی اور دوسری طرف مستقبل کے معاملات بھی تھے کہ اگرچہ میں تو مطمئن ہوں مگر لوگوں کو کیسے مطمئن کروں گی چنانچہ اسی پریشانی کی شدت سے کہا: اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی یا بھولی بسری ہو جاتی تاکہ یہ تمام معاملات پیش نہ آتے۔

**آیت 24** جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے درد کی شدت سے مرنے کی تمنا کی تو اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے وادی کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے آپ کے قریب ایک نہر بنادی ہے۔ یہ نہر کا جاری ہونا اس لئے بھی تھا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو تسلی ہوتی رہے کہ ان کے رب کی کرم نوازی مسلسل ان کے ساتھ ہے۔

**آیت 25** حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ آپ جس سوکھے تنے کے نیچے بیٹھی ہیں اسے اپنی طرف حرکت دیں تو اس سے آپ پر عمدہ اور تازہ پکی ہوئی کھجوریں گریں گی۔ اہم بات: اس سے معلوم ہوا کہ حمل کی حالت میں عورت کے لئے کھجور کھانا فائدہ مند ہے۔

**آیت 26** حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے فرمایا گیا کہ آپ کھجوریں کھائیں اور پانی پئیں اور اپنے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی آنکھ ٹھنڈی رکھیں، پھر اگر آپ کسی آدمی کو دیکھیں کہ وہ آپ سے بچے کے بارے میں دریافت کرتا ہے تو اشارے سے اسے کہہ دیں کہ میں نے آج رحمٰن کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے تو آج ہر گز میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۔ اہم باتیں: (1) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو خاموش رہنے کی نذر ماننے کا اس لئے حکم دیا گیا تاکہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں اور ان کا کلام مضبوط حجت ہو جس سے تہمت زائل ہو جائے۔ (2) پہلے زمانہ میں بولنے اور کلام کرنے کا بھی روزہ ہوتا تھا البتہ ہماری شریعت میں چپ رہنے کا روزہ منسوخ ہو گیا ہے، البتہ ویسے خاموشی ایک اچھی چیز ہے۔

**آیت 27، 28** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد حضرت مریم رضی اللہ عنہا انہیں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں، جب لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو دیکھ کہ ان کی گود میں بچہ ہے تو انہیں شدید صدمہ ہوا، کیونکہ وہ

مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا

نہ تو تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی ○ اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کردیا۔ وہ بولے:

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ

ہم اس سے کیسے بات کریں؟ جو ابھی ماں کی گود میں بچہ ہے ○ بچے نے فرمایا: بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے

وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ

اور مجھے نبی بنایا ہے ○ اور اس نے مجھے مبارک بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے

صالحین کے گھرانے کے لوگ تھے۔ وہ کہنے لگے: اے مریم! بیشک تم بہت ہی عجیب و غریب چیز لائی ہو۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ عمران کوئی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں حنّہ بدکار عورت تھی تو پھر تیرے ہاں یہ بچہ کہاں سے ہوگیا؟ اہم بات: حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو ان کی قوم کے لوگوں نے ہارون کی بہن کہا، اس ہارون کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ ہارون حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بھائی کا ہی نام تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نہایت نیک و صالح شخص کا نام ہارون تھا اور اس کے تقویٰ اور پرہیزگاری سے تشبیہ دینے کے لیے آپ کو ہارون کی بہن کہا۔

آیت 29 جب لوگوں نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے تفصیل پوچھنی چاہی تو چونکہ آپ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چپ کا روزہ رکھا ہوا تھا اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے کہا: اگر کچھ پوچھنا ہے تو اس بچے سے پوچھ لو یہ جواب دے گا۔ اس پر لوگوں کو غصہ آیا اور انہوں نے کہا کہ جو بچہ ابھی پیدا ہوا ہے وہ کیسے ہم سے بات کرے گا! کیا تم ہم سے مذاق کررہی ہو؟

آیت 30 لوگوں کی گفتگو سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور سیدھے ہاتھ مبارک سے اشارہ کرکے بات کرنا شروع کی اور فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اگرچہ کلام کرکے اپنی والدہ ماجدہ سے تہمت کو دور کرنا تھا مگر آپ نے پہلے خود کو اللہ تعالیٰ کا بندہ قرار دیا تاکہ کوئی اُنہیں خدا اور خدا کا بیٹا نہ کہے کیونکہ آپ کی نسبت یہ تہمت لگائی جانے والی تھی اور یہ تہمت اللہ تعالیٰ پر لگتی تھی، اس لئے والدہ کی براءت سے پہلے اللہ تعالیٰ کے جنابِ پاک میں لگائی جانے والی تہمت کا خاتمہ فرمایا۔ (2) آیت میں جس کتاب کا ذکر ہوا اس سے انجیل مراد ہے۔ بعض مفسرین نے آیت کے معنی میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ نبوت اور کتاب ملنے کی خبر تھی جو عنقریب آپ کو ملنے والی تھی۔ (3) جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تو ان کی عفت و پاکیزگی خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیان فرمائی اور جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اٹھا، تو خود اللہ تعالیٰ نے ان کی پاک دامنی کی گواہی دی، اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں۔

آیت 31 حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے نبوت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں کے لئے نفع پہنچانے والا، خیر کی تعلیم دینے والا، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور اس کی توحید اور عبادت کی دعوت دینے والا بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اور جب تک میں زمین پر زندہ رہوں تب تک اس نے مجھے نماز کا مُکلّف ہونے، اسے قائم کرنے اور زکوٰۃ کے قابل مال ہونے کی صورت میں اس کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے مبارک ہونے کا خود اعلان فرمایا جبکہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

مَادُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۫ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ

جب تک میں زندہ رہوں○ اور (مجھے) اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے متکبر، بدنصیب نہ بنایا○ اور مجھ پر سلامتی ہو

يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ

جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن وفات پاؤں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں○ یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا۔ سچی بات جس میں

برکات کو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سینکڑوں آیات میں بیان فرمایا ہے۔(2)موت کے وقت تک شریعت کی طرف سے لازم کی گئی عبادات اور دیئے گئے احکام کی پابندی لازم ہے۔درس:اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو شیطان کے بہکاوے میں آکر لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی معرفت کے اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ اب ہم پر کوئی عبادت لازم نہیں جب سب سے مقرب ہستیوں یعنی انبیاء ورُسُل علیہم السلام سے عبادات ساقط نہیں ہوئیں بلکہ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ مقرب بندے اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے یعنی ہمارے آقا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بھی عبادات ساقط نہیں ہوئیں تو آج کل کے جاہل اور بناوٹی صوفیا کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم سے عبادات ساقط ہو چکی ہیں۔ایسے بناوٹی صوفی شریعت کے نہیں بلکہ شیطان کے پیروکار ہیں۔

**آیت 32** حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے میری والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے حق بات کے خلاف تکبر کرنے والا اور بدنصیب نہیں بنایا بلکہ عاجزی اور انکساری کرنے والا بنایا ہے۔اہم باتیں:(1)حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ بدکاری کی تہمت سے بری ہیں کیونکہ اگر وہ کوئی بدکار عورت ہوتیں تو ایک معصوم رسول کو ان کے ساتھ بھلائی کرنے اور ان کی تعظیم کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔(2)حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس سے ماں کا مرتبہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو بھی اُن سے حسنِ سلوک کا فرمایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو فطرت کے اعتبار سے ہی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا بناتا ہے۔(3)انبیاءِ کرام علیہم السلام بدعقیدگی، بدعملی، بدخلقی اور سخت دلی سے معصوم ہوتے ہیں کیونکہ بدعقیدہ اور بدعمل لوگ بدبخت ہوتے ہیں۔

**آیت 33** آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ویسا ہی کلام کیا جو گزشتہ رکوع میں حضرت یحیٰ علیہ السلام کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ میں جس دن پیدا ہوا اس دن مجھ پر سلامتی ہو، جس دن وفات پاؤں اس دن مجھ پر سلامتی ہو اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں اس دن مجھ پر سلامتی ہو۔اہم باتیں: (1) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام فرمایا تو تمام لوگ خاموش ہو گئے اور انہیں آپ کی والدہ ماجدہ کے نیک، پرہیزگار ہونے پر یقین آگیا کہ جو بچہ اس طرح کی باتیں کر رہا ہے اس کی والدہ ہمارے لگائے ہوئے الزامات سے بَری ہیں۔اس کلام کے بعد آپ خاموش ہو گئے اور دوبارہ اسی وقت کلام کیا جب دوسرے بچوں کی طرح بولنے کی عمر تک پہنچ گئے۔(2)اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام ولادت، زندگی، وفات، حشر ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے امن میں رہتے ہیں۔

**آیت 34** اِس آیت مبارکہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کے عقیدہ کی وضاحت شروع کی گئی تاکہ اس بارے میں بھی اصل حقیقت واضح ہو جائے۔یہودی تو مَعَاذَ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جادوگر، ولدُ الزِّنا کہتے تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بیٹے، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی اور بندے ہیں جیسا کہ گزشتہ آیات میں بیان کیا گیا کہ آپ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا "اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ" میں اللہ کا بندہ ہوں۔

الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤی اَمْرًا

یہ شک کر رہے ہیں○ اللہ کیلئے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے، وہ پاک ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے

فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ

تواسے صرف یہ فرماتا ہے، ''ہوجا'' تو وہ فوراُ ہوجاتا ہے○ اور عیسیٰ نے کہا بیشک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے تو اس کی عبادت کرو۔ یہ سیدھا

مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ

راستہ ہے○ پھر گروہوں کا آپس میں اختلاف ہوگیا تو کافروں کے لئے خرابی ہے ایک بڑے دن کی

عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ ۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾

حاضری سے○ اس دن کتنا سنتے اور دیکھتے ہوں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں○

اور یوں آپ علیہ السلام نے تمام باطل نظریات کا رد کر دیا۔

**آیت 35** اس آیتِ مبارکہ میں عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے، لہٰذا وہ عیسائیوں کے لگائے گئے بہتان سے پاک ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اسے صرف یہ فرماتا ہے، ''ہوجا'' تو وہ کام فوراُ ہوجاتا ہے، اور جو ایسا قادرِ مُطلق ہو اسے بیٹے کی کیا حاجت ہے اور اسے کسی کا باپ کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔

**آیت 36** اس آیت میں مذکور کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے، اس کے سوا اور کوئی رب نہیں، تو تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اللہ تعالیٰ کے جو اَحکامات میں نے تم تک پہنچائے یہ ایسا سیدھا راستہ ہے جو جنت کی طرف لے کر جاتا ہے۔

**آیت 37** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حقیقتِ حال واضح ہوجانے کے باوجود لوگوں میں ان کے متعلق کئی فرقے بن گئے حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی دودھ پینے کی عمر میں کلام کرنا اور کلام کرنے میں سب سے پہلے ہی اس اختلاف کی بیخ کنی کرنا کہ میں ایک بندہ ہوں، اور مَعَاذَ اللہ، خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہوں؛ واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور رسول ہیں تو ان گروہوں میں سے جو کافر ہیں، جب یہ قیامت کے بڑے دن حاضر ہوں گے تو ان کے لئے شدید عذاب ہے۔

**آیت 38** فرمایا کہ قیامت کے دن جب کافر ہمارے پاس حاضر ہوں گے تو اس دن خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے لیکن چونکہ انہوں نے دنیا میں حق کے دلائل کو نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی وعیدوں کو نہیں سنا تو اس دن کا دیکھنا اور سننا انہیں کچھ نفع نہ دے گا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ کلام ڈرانے کے طور پر ہے کہ اس دن (وہ اپنے بارے میں) ایسی ہولناک باتیں سنیں اور دیکھیں گے جن سے ان کے دل پھٹ جائیں گے، لیکن آج دنیا میں ظالم کھلی گمراہی میں ہیں، نہ حق دیکھتے ہیں نہ حق سنتے ہیں بلکہ بہرے اور اندھے بنے ہوئے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اِلٰہ اور معبود ٹھہراتے ہیں حالانکہ انہوں نے صراحت کے ساتھ اپنے بندہ ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٩﴾

اور انہیں پچھتاوے کے دن سے ڈراؤ جب فیصلہ کردیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور نہیں مانتے○

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٤٠﴾ ع وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ

بیشک زمین اور جو کچھ اس پر ہے سب کے وارث ہم ہوں گے اور ہماری ہی طرف انہیں لوٹایا جائے گا○ اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو

اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ

بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے○ جب اپنے باپ سے فرمایا: اے میرے باپ! تم کیوں ایسے کی عبادت کررہے ہو جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ تجھے کوئی

**آیت 39** ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ کافروں کو اس دن سے ڈرائیں جس میں لوگ حسرت کریں گے اور پچھتائیں گے اور اس دن اس طرح فیصلہ کر دیا جائے گا کہ جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں پہنچا کر موت کو بھی ذبح کر دیا جائے گا کہ اب ہر شخص ہمیشہ کیلئے اپنی جگہ رہے اور کسی کو موت نہ آئے، انہیں ایسا سخت دن درپیش ہے، حال یہ ہے کہ وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور نہ اس دن کو مانتے ہیں۔ درس: قیامت کا دن کفار کے لیے تو حسرت و پچھتاوے اور عذاب کا دن ہے ہی، بعض مسلمانوں کے لیے بھی یہ دن حسرتوں کا ہو گا کہ گناہوں سے توبہ کر کے نیک بنے ہوتے۔

**آیت 40** ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قائم ہو گی تو اس وقت سب کچھ فنا ہو جائے گا اور میری ذات کے سوا کوئی باقی رہے گا، نہ کسی کی ظاہری ملکیت باقی ہو گی (اور جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو) انہیں ہماری ہی طرف لوٹایا جائے گا اور ہم انہیں ان کے اعمال کی جزا دیں گے۔

**آیت 41** ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ اب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا حال بیان کریں کہ آپ ہمیشہ سچ بولتے تھے اور نبوت کے مرتبے پر بھی فائز تھے۔ یہاں بطورِ خاص حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا واقعہ بیان کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تمام لوگ اس بات سے واقف تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، آپ کی قوم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کتابوں کا مطالعہ وغیرہ میں مشغول نہ تھے تو جب آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے یہ واقعہ کسی کمی زیادتی کے بغیر جیسا واقع ہوا تھا ویسا ہی بیان کر دیا تو یہ غیب کی خبر ہوئی اور آپ کی نبوت کی دلیل ہوئی۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عرب کے مشرکین اپنے آپ کو مِلّتِ ابراہیمی کا پیروکار کہتے تھے، اس میں انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ اگر تم ملتِ ابراہیمی کے پیروکار ہو تو بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام تو بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے اور اس میں کسی کو شریک نہ ٹھہراتے تھے۔ اہم باتیں: (1) صدیق کا معنی ہے: اپنے قول، فعل، نیت، ظاہر، باطن، خالق و مخلوق کے معاملے میں بہت زیادہ سچے۔ (2) آپ علیہ السّلام کے سچے ہونے کے وصف کو بطورِ خاص بیان کرنے کی یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ بعض لوگوں کو چند واقعات کی وجہ سے شُبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا کلام ان مَواقع پر حقیقت کے مطابق نہیں تھا۔ ان کی تفہیم کیلئے بطورِ خاص آپ علیہ السّلام کو سچا فرمایا گیا۔ (3) اَنبیاء اور رُسُل علیہم السّلام کے بعد انسانوں میں سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اَنبیاء اور رسل علیہم السّلام کے بعد صدیقیت کے سب سے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

**آیت 42** حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے بت پرست (عُرفی) باپ آزر سے فرمایا: عبادت معبود کی انتہائی تعظیم ہے اور اس کا وہی مستحق ہے جو اوصاف و کمال والا اور نعمتیں دینے والا ہو، جبکہ تم جن بتوں کی عبادت کر رہے ہو، وہ تو سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی

عَنۡكَ شَيۡـئًا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ قَدۡ جَآءَنِىۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ يَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِىۡۤ اَهۡدِكَ صِرَاطًا

فائدہ پہنچا سکتا ہے O اے میرے باپ! بیشک میرے پاس وہ علم آیا جو تیرے پاس نہیں آیا تو تُو میری پیروی کر، میں تجھے سیدھی راہ

سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّيۡطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡۤ

دکھادوں گا O اے میرے باپ! شیطان کا بندہ نہ بن، بیشک شیطان رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے O اے میرے باپ! میں

اَخَافُ اَنۡ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ فَتَكُوۡنَ لِلشَّيۡطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنۡتَ

ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب پہنچے تو تُو شیطان کا دوست ہو جائے O بولا: کیا تو میرے معبودوں سے

تمہارے کسی کام آسکتے ہیں بلکہ اپنے بننے، ہلنے تک میں خود تمہارے محتاج ہیں تو ایسی لاچار مخلوق کی عبادت کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اہم بات: آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی باپ تھا یا نہیں؟ اس سے متعلق راجح قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی والد کا نام تارخ تھا جبکہ آزر آپ علیہ السلام کے چچا کا نام تھا اور بڑوں کی یہ عادت معروف تھی کہ وہ چچا کو باپ کہہ کر پکارتے تھے۔ نیز حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا نور پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک عورتوں کے رحموں کی طرف منتقل ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے آباؤ اَجداد سے ہیں اس لئے آپ علیہ السلام کے حقیقی والد کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہو ہی نہیں سکتے۔

**آیت 43** ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیشک میرے پاس میرے رب تعالیٰ کی طرف سے اس کی معرفت کا وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، تو تُو میرا دین قبول کر کے میری پیروی کر، میں تجھے سیدھی راہ دکھادوں گا جس سے تو اللہ تعالیٰ کے قرب کی اس منزل تک پہنچ سکے گا جو مقصود ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جس علم کا ذکر ہوا، وہ وحی کا علم، آخرت کے معاملات و ثواب و عذاب کا علم اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا علم ہے۔ (2) اپنے سے زیادہ علم اور بڑے مرتبے والے کی پیروی کرنی چاہیے، عمر سے فرق نہیں پڑتا لہٰذا اگر عمر میں چھوٹا، بڑے کو کوئی اچھی نصیحت کرے تو اس کی چھوٹی عمر کی وجہ سے نظر انداز کرنے کی بجائے بڑے کو قبول کرنا چاہیے۔

**آیت 44** ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ تم شیطان کے بندے نہ بنو اور اس کی فرمانبرداری کر کے کفر و شرک میں مبتلا نہ ہو، بیشک شیطان رحمٰن عزوجل کا بڑا نافرمان ہے۔

**آیت 45** ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر سے مزید فرمایا کہ اگر تم رحمٰن عزوجل کی نافرمانی اور شیطان کی پیروی کرتے ہوئے کفر کی حالت میں ہی مر گئے تو مجھے ڈر ہے کہ تمہیں رحمٰن عزوجل کی طرف سے کوئی عذاب پہنچے گا اور تم لعنت میں اور جہنم کے عذاب میں شیطان کے ساتھی بن جاؤ گے۔ درس: بندے کو چاہئے کہ اس کے اہلِ خانہ یا عزیز رشتہ داروں میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل میں سستی کرتے ہیں تو انہیں اچھے انداز میں نیکی کی دعوت دے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھی ڈرائے۔

**آیت 46** ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت اور ہدایت سے آزر نے نفع نہ اٹھایا اور وہ اس کے جواب میں بولا: کیا تو میرے معبودوں سے منہ پھیرتا ہے؟ اے ابراہیم! بیشک اگر تو بتوں کی مخالفت کرنے، اُنہیں برا کہنے اور اُن کے عیب بیان کرنے سے باز نہ آیا تو میں

عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَىٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ

منہ پھیرتا ہے؟ اے ابراہیم! بیشک اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر ماروں گا اور تو عرصہ دراز کیلئے مجھے چھوڑ دے ○ فرمایا: بس تجھے سلام ہے۔

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ﴿۴۷﴾ وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے معافی مانگوں گا بیشک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے ○ اور میں تم لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن (بتوں) کی تم عبادت کرتے ہو ان

وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ٘ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ

سے جدا ہوتا ہوں اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں۔ قریب ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کی وجہ سے بدبخت نہ ہوں گا ○ پھر جب ابراہیم لوگوں سے اور اللہ

تجھے پتھر ماروں گا اور تو عرصہ دراز کیلئے مجھ سے کلام کرنا چھوڑ دے تاکہ میرے ہاتھ اور زبان سے امن میں رہے۔ اہم بات: امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اندازِ نصیحت اور ان کے جواب میں آزر کا طرزِ عمل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے اس لئے بیان فرمایا تاکہ مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی اَذیتوں پر آپ کا دل ہلکا ہو اور آپ جان جائیں کہ جاہلوں کا یہ مذموم طرزِ عمل (کوئی آج کا نہیں بلکہ) عرصۂ دراز سے چلا آرہا ہے۔ (تفسیر کبیر 445/7) درس: اس میں مبلغین کے لئے نصیحت ہے کہ نیکی کی دعوت میں اگر انہیں کسی کافر یا مسلمان کی طرف سے تکلیف پہنچے تو رنجیدہ ہو کر خدمتِ دین چھوڑ نہ دیں بلکہ اُس وقت انبیاءِ کرام علیہم السلام اور ان کی قوموں کے واقعات کو یاد کریں۔

آیت 47 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کا جواب سن کر فرمایا: تجھے دور ہی سے سلام ہے۔ عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب عزوجل سے معافی مانگوں گا کہ وہ تجھے توبہ اور ایمان کی توفیق دے کر تیری مغفرت فرمادے، بیشک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ اہم بات: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے چچا آزر سے دعائے مغفرت کا کہنا اس وجہ سے تھا کہ آپ علیہ السلام کو اس کے ایمان لانے کی توقع تھی اور جب آپ پر اس کا ایمان نہ لانا واضح ہو گیا تو اس کے بعد آپ علیہ السلام آزر سے بیزار ہو گئے اور پھر کبھی اس کے لئے مغفرت کی دعا نہ کی۔ درس: حق کی طرف ہدایت دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نرم مزاج اور اچھے اَخلاق والا ہو البتہ جہاں سختی کا موقع ہو وہاں اُسی کو بروئے کار لایا جائے۔

آیت 48 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ میں بابل شہر سے شام کی طرف ہجرت کر کے تم لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو ان سے جدا ہوتا ہوں اور میں اپنے اس رب عزوجل کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا پھر آپ نے عاجزی اور اِنکساری کرتے ہوئے فرمایا: قریب ہے کہ میں اپنے رب عزوجل کی عبادت کی وجہ سے بدبخت نہ ہوں گا۔ اہم بات: کافروں، بدمذہبوں کے ساتھ نشست و برخاست سے بچنا چاہئے، جیسے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہوا کہ وہ اپنے کافر چچا سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ ہاں عالمِ دین کا تبلیغِ دین کے لئے ان سے ملنا درست ہے۔

آیت 49 ارشاد فرمایا کہ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مقدس سرزمین کی طرف ہجرت کر کے لوگوں سے اور جن بتوں کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے ان سے جدا ہو گئے تو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند حضرت اسحاق علیہ السلام اور پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام عطا کئے تاکہ وہ ان سے اُنسیت حاصل کریں اور ان سب کو ہم نے مقامِ نبوت سے سرفراز فرما کر احسان فرمایا۔

دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾ وَ وَهَبْنَا لَهُمْ

کے سوا جن (بتوں) کی وہ عبادت کرتے تھے ان سے جدا ہو گئے تو ہم نے اسے اسحاق اور (اس کے بعد) یعقوب عطا کئے اور ان سب کو ہم نے نبی بنایاO اور ہم نے انہیں

مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا ﴿۵۰﴾ وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى٘ ؗ اِنَّهٗ

اپنی رحمت عطا کی اور ان کیلئے سچی بلند شہرت رکھیO اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو، بیشک وہ

كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ﴿۵۱﴾ وَ نَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ

چنا ہوا بندہ تھا اور وہ نبی رسول تھاO اور ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے پکارا

وَ قَرَّبْنٰهُ نَجِیًّا ﴿۵۲﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا ﴿۵۳﴾

اور ہم نے اسے اپنا راز کہنے کیلئے مقرب بنایاO اور ہم نے اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون بھی دیا جو نبی تھاO

اہم باتیں:(1) حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام سے بڑے ہیں، لیکن چونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام بہت سے انبیاء علیہم السلام کے والد ہیں، اس لئے خصوصیت کے ساتھ یہاں ان کا ذکر فرمایا گیا۔(2) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف اتنی دراز ہوئی کہ آپ نے اپنے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا۔(3) جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر اپنی پسندیدہ چیز چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسے اس چیز سے بہت بہتر اور زیادہ پسندیدہ بدل عطا فرماتا ہے۔

آیت 50 ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں دنیا و آخرت کی عظیم ترین نعمت نبوت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا میں وسیع رزق اور اولاد عطا کی اور ان کیلئے سچی بلند شہرت رکھی کہ ہر دین والے مسلمان ہوں خواہ یہودی یا عیسائی سب ان کی ثناو تعریف کرتے ہیں اور مسلمانوں میں تو نمازوں کے اندر ان پر اور ان کی آل پر درود پڑھا جاتا ہے۔

آیت 51 فرمایا: اے حبیب! آپ قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پڑھئے! بیشک وہ اللہ تعالیٰ کا چنا ہوا اور برگزیدہ بندہ تھا اور نبوت و رسالت کے منصب پر فائز تھا۔ اہم بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اسی لئے ان کا ذکر حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پہلے فرمایا تاکہ دادا اور پوتے کے ذکر میں فاصلہ نہ ہو۔

آیت 52 حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدین سے آتے ہوئے طور کی اس جانب سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دائیں طرف تھی ایک درخت سے ندا دی گئی کہ اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں، تمام جہانوں کا پالنے والا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلاواسطہ کلام فرمایا اور آپ کلیمُ اللہ کے شرف سے نوازے گئے، آپ کو مرتبۂ قرب عطا فرمایا گیا، حجاب اٹھا دیئے گئے یہاں تک کہ آپ نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی اور آپ علیہ السلام کی قدر و منزلت بلند کی گئی۔ اہم بات: طور ایک پہاڑ کا نام ہے جو مصر اور مَدیَن کے درمیان ہے۔

آیت 53 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور اپنی رحمت سے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا کی۔ اہم باتیں:(1) نبوت کسبی نہیں یعنی اپنی کوشش سے کسی کو نبوت نہیں مل سکتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے ملتی ہے۔(2) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کا ایسا مقام حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا فرما دی۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی عظمت کا پتہ لگا کہ ان

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ

اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدے کا سچا تھا اور غیب کی خبریں دینے والا رسول تھا○ اور وہ اپنے

يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور وہ اپنے رب کے ہاں بڑا پسندیدہ بندہ تھا○ اور کتاب میں ادریس

اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ

کو یاد کرو بیشک وہ بہت ہی سچا نبی تھا○ اور ہم نے اسے ایک بلند مکان پر اٹھالیا○ یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا

کی دعا سے وہ نعمت ملتی ہے جو بادشاہوں کے خزانوں میں نہ ہو، تو اگر ان کی دعا سے اولاد یا دنیا کی دیگر نعمتیں مل جائیں تو کیا مشکل ہے۔ البتہ اب سلسلۂ نبوت ختم ہو چکا لہٰذا اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔

**آیت 54** یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دو وصف بیان کئے گئے، ایک یہ کہ آپ علیہ السلام وعدے کے سچے تھے اور دوسرا یہ کہ آپ علیہ السلام غیب کی خبریں دینے والے رسول تھے۔ اہم باتیں: (1) تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام وعدے کے سچے ہی ہوتے ہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا خصوصی طور پر ذکر کرنے کی وجہ آپ کا اس وصف میں بہت زیادہ ممتاز ہونا ہے۔ (2) آپ علیہ السلام کو رسول اور نبی فرمایا گیا ہے، اس میں بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی تردید کرنا مقصود تھا جو یہ سمجھتے تھے کہ نبوت صرف حضرت اسحاق علیہ السلام کے لیے ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نبی نہیں ہیں۔

**آیت 55** ارشاد فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں اور اپنی قوم جر ہم کو جن کی طرف آپ علیہ السلام مبعوث تھے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے تھے اور آپ علیہ السلام اپنی طاعت و اَعمال، صبر و اِستقلال اور اَحوال و خِصال کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی کے بڑے پسندیدہ بندے تھے۔ درس: اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دینا اللہ تعالیٰ کے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی سنت ہے لہٰذا اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دینا چاہیے تاکہ جہنم سے نجات ملنے کا سبب ہو۔

**آیت 56** ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ ہماری اس کتاب میں حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر فرمائیں، بیشک وہ بہت ہی سچے نبی تھے۔ اہم بات: حضرت ادریس علیہ السلام کا نام اخنوخ ہے اور آپ حضرت نوح علیہ السلام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ ہی پہلے رسول ہیں۔ آپ علیہ السلام کے والد حضرت شیث بن آدم علیہما السلام ہیں۔

**آیت 57** حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مکان پر اٹھانے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہاں آپ علیہ السلام کے مرتبے کی بلندی مراد ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

**آیت 58** اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم کی ابتداء سے یہاں تک مختلف اِنبیاء کرام علیہم السلام کے حالات وواقعات فرداً فرداً بیان فرمائے مگر اب تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کا مشترکہ ذکر کیا جارہا ہے جن میں حضرات ادریس، نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام شامل ہیں اور یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا منصب عطا کر کے ان پر اپنا خصوصی احسان فرمایا اور انہیں اپنی طرف ہدایت دی اور انہیں اپنے چنے ہوئے بندے بنایا۔ مزید فرمایا کہ اے لوگو! تم سے پہلے

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ

جو آدم کی اولاد میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے ہیں اور

وَاِسْرَآءِيْلَ ۫ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا

ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے ہدایت دی اور چن لیا۔ جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو یہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے

وَّبُكِيًّا ۩ ﴿٥٨﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ

گر پڑتے ہیں۔ تو ان کے بعد وہ نالائق لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی تو عنقریب وہ

يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا

جہنم کی خوفناک وادی غی سے جا ملیں گے۔ مگر جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک کام کئے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی

يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ﴿٦٠﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ

زیادتی نہیں کی جائے گی۔ ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں (داخل ہوں گے) جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے ان کے دیکھے بغیر فرمایا ہے۔ بیشک اس کا وعدہ

انبیاءِ کرام علیہم السلام نسبی شرافت میں بلند رتبہ رکھنے، نفس کے کامل ہونے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کے مقام پر فائز ہونے کے باوجود جب اپنے اوپر نازل ہونے والی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی آیتیں سنتے تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا کرتے اور سجدے کیا کرتے تھے تو تم بھی ان کی سیرت پر عمل کرو (اور جب قرآن کی آیتیں سنو تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے گریہ وزاری کیا کرو۔) اہم باتیں: (1) یہ آیتِ سجدہ ہے، اسے زبان سے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرنا اور تلاوت کرا کر سننا اور وہ بھی خصوصاً خشوع و خضوع سے یہ بہت پسندیدہ طریقے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ یا سن کر عذاب کے خوف یا دل کے ذوق کی وجہ سے گریہ وزاری کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور یہ انبیاءِ کرام علیہ السلام کی سنّت اور صالحین کا شعار ہے۔

**آیت 59** اس آیت میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کے بعد آنے والے ناخلف اور نالائق لوگوں کی دو خرابیاں بیان کی گئی ہیں۔ (1) انہوں نے نمازیں ضائع کیں۔ یعنی نماز چھوڑ دی یا وقت گزرنے کے بعد پڑھی۔ (2) اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اپنی نفسانی خواہشات اور گناہوں کو ترجیح دی۔ ان لوگوں کا انجام یہ ہے کہ انہیں عنقریب جہنم کی خوفناک وادی غی میں ڈال دیا جائے گا۔ اہم باتیں: (1) نمازوں میں غفلت گناہوں کی جڑ اور کبیرہ گناہ ہے۔ (2) غی جہنم میں ایک وادی ہے، جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے، اس میں موجود کنواں بے نمازوں، زانیوں، شرابیوں، سود خوروں اور ماں باپ کو ایذا دینے والوں کے لیے ہے۔

**آیت 60** ارشاد فرمایا کہ نمازیں ضائع کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بجائے گناہوں کو اختیار کرنے والے تو جہنم کی خوفناک وادی غی میں جائیں گے مگر جنہوں نے کفر و شرک اور دیگر گناہوں سے توبہ کر لی اور کفر کی جگہ ایمان کو اختیار کیا اور اس کے بعد نیک کام کئے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے اعمال کی جزا کم کر کے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

**آیت 61** فرمایا گیا کہ جنہوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وہ ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں داخل ہوں گے جن کا وعدہ

مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ

آنے والا ہے ○ وہ ان باغات میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے مگر سلام اور ان کیلئے اس میں صبح و شام ان کا رزق ہے ○ یہ وہ

الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا ﴿٦٣﴾ وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ

باغ ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے کریں گے جو پرہیز گار ہو ○ اور ہم فرشتے صرف آپ کے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں۔ سب

مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَ مَا بَیْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو اس کے درمیان ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے ○ آسمانوں اور

رحمٰن نے اپنے اِن بندوں سے فرمایا ہے اس حال میں کہ جنت اِن سے غائب ہے اور اِن کی نظر کے سامنے نہیں یا اس حال میں کہ وہ جنت سے غائب ہیں اور اس کا مشاہدہ نہیں کرتے اور یہ محض اس کی خبر ملنے سے ہی اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ یقینی طور پر آنے والا ہے۔

**آیت 62** اللہ تعالیٰ کے وعدہ فرمائے ہوئے باغوں کا وصف یہ ہے کہ جنتی ان میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے، البتہ وہ فرشتوں کا یا آپس میں ایک دوسرے کا سلام سنیں گے اور ان کیلئے جنت میں صبح و شام کا رزق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جنت میں انہیں دائمی طور پر رزق ملے گا کیونکہ جنت میں رات اور دن نہیں بلکہ اہلِ جنت ہمیشہ نور ہی میں رہیں گے یا اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے دن کی مقدار میں دو مرتبہ جنتی نعمتیں ان کے سامنے پیش کی جائیں گی البتہ وہ خود جس وقت جتنا چاہیں کھائیں گے، ان پر کوئی پابندی نہ ہوگی۔ درس: جنت فضول اور بیکار باتوں سے پاک ہے، لہٰذا دنیا میں بھی بیکار باتوں سے بچتے رہیں۔

**آیت 63** فرمایا کہ جس جنت کے اوصاف بیان ہوئے یہ وہ باغ ہے جو ہم اپنے ان بندوں کو عطا کریں گے جو پرہیز گار ہو۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ہم نے جنت میں کفار کے ایمان لانے کی صورت میں ان کے لئے جو مکانات تیار کئے ہیں، اُن کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اُن مکانوں کا وارث ہم اپنے پرہیز گار بندوں کو بنا دیں گے۔ اہم بات: جنت متقی اور پرہیز گار مسلمان کو ملے گی اور گناہگار مسلمانوں کو بھی جو جنت ملے گی وہ ان کے گناہوں کی معافی یا خاتمے کے بعد ہی ملے گی۔

**آیت 64** شانِ نزول: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا: اے جبریل! تم جتنا ہمارے پاس آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟ اس پر یہ آیت کریمہ اتری اور حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم فرشتے صرف آپ کے رب عزوجل کے حکم سے ہی اترتے ہیں اور تمام جگہوں کا وہی مالک ہے، ہم ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل و حرکت کرنے میں اس کے حکم و مشیئت کے تابع ہیں، وہ غفلت و نسیان سے پاک ہے، اس لئے وہ جب چاہے گا ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجے گا۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کچھ بھول جائے۔ بعض لوگ مذاق میں کسی بوڑھے یا کسی چیز کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو اسے بھول ہی گیا ہے۔ یہ کہنا صریح کفر اور ایسا کہنے والا کافر ہے۔

**آیت 65** فرمایا کہ اے حبیب! آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا مالک آپ کا رب عزوجل ہی ہے، آپ اسی کی عبادت کرتے رہیں اور اس کی عبادت پر ڈٹ جائیں، کیا آپ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہم نام جانتے ہیں؟ یعنی کسی کو اس کے ساتھ نام کی شرکت بھی نہیں اور اس کی وحدانیت اتنی ظاہر ہے کہ مشرکین نے بھی اپنے کسی باطل معبود کا نام "اللہ" نہیں رکھا۔ درس: فرمایا کہ

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ ع

زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا رب (وہی ہے) تو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ڈٹ جاؤ، کیا تم اللہ کا کوئی ہم نام جانتے ہو؟O

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ

اور آدمی کہتا ہے: کیا جب میں مرجاؤں گا تو عنقریب مجھے زندہ کرکے ضرور نکالا جائے گا؟O اور کیا آدمی کو یاد نہیں کہ ہم نے اس سے پہلے اسے پیدا کیا

مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ

حالانکہ وہ کوئی شے نہ تھاO تو تیرے رب کی قسم! ہم انہیں اور شیطانوں کو جمع کرلیں گے پھر انہیں دوزخ کے آس پاس اس حال میں حاضر

حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾

کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گےO پھر ہم ہر گروہ سے اسے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن پر سب سے زیادہ بے باک ہوگاO

اس کی عبادت پر ڈٹ جاؤ، تو خوشی و غم ہر حال میں ہمیشہ عبادت کرنی چاہیے، نیز آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت بیان کرکے عبادت کا حکم دینے میں اِس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندے کو پالنا، نعمتیں پہنچانا اور بتدریج مرتبۂ کمال تک پہنچانا بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ بندے احسان مندی کے طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

**آیت 66** اس آیت میں انسان سے مراد وہ کفار ہیں جو موت کے بعد زندہ کئے جانے کے منکر تھے جیسے اُبی بن خلف اور ولید بن مغیرہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ یہ کافر انسان مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا مذاق اور جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے کہ کیا جب میں مرجاؤں گا تو عنقریب مجھے قبر سے زندہ کرکے ضرور نکالا جائے گا؟

**آیت 67** جو مُردوں کے زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا اُس نے اِس بات پر غور نہیں کیا کہ ہم نے اسے اس وقت بنادیا جب وہ بالکل موجود ہی نہیں تھا تو جب اصلاً معدوم ہونے کے باوجود ہم اسے وجود دے سکتے ہیں تو اگر ہم مردے کو زندہ کردیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے حالانکہ اب تو اس کی اصل موجود ہے۔

**آیت 68** ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ کے رب کی قسم! ہم کافروں کو قیامت کے دن زندہ کرکے انہیں گمراہ کرنے والے شیطانوں کے ساتھ اس طرح جمع کرلیں گے کہ ہر کافر شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑا ہوگا، پھر انہیں دوزخ کے آس پاس اس حال میں حاضر کریں گے کہ عذابِ الٰہی کا مشاہدہ کرکے دہشت کے مارے کھڑا ہونا مشکل ہوجائے گا اور وہ گھٹنوں کے بل گرجائیں گے۔ اہم باتیں: (1) قیامت کے دن لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس دن کی شدت اور حساب کی سختی دیکھ کر ہر دین والا زانو کے بل گرا ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً'' ترجمہ: اور تم ہر گروہ کو زانو کے بل گرے ہوئے دیکھو گے۔ (جاثیہ: 28) اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ کافروں کو جب جہنم کے قریب حاضر کیا جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مشاہدہ کرکے گھٹنوں کے بل گرجائیں گے جیسا کہ زیرِ تفسیر آیت میں بیان ہوا، تو ان دونوں آیات میں جدا جدا احوال کا بیان ہے اس لئے ان میں کوئی تعارض نہیں۔ درس: آیت میں سب کے لئے نصیحت ہے کہ ایسے کام نہ کریں جن کی وجہ سے شیطان کو ان کا ساتھی بنادیا جائے کہ شیطان بہت برا ساتھی ہے۔

**آیت 69** فرمایا کہ کفار کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے طوق ڈال کر جہنم کے آس پاس جمع کرنے کے بعد ہم کفار کے ہر گروہ سے اسے نکالیں گے جو ان میں رحمٰن کی نافرمانی کرنے پر سب سے زیادہ بے باک ہوگا تاکہ جہنم میں سب سے پہلے اسے داخل کیا جائے۔

ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِیْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِیًّا ۝ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ

پھر ہم انہیں خوب جانتے ہیں جو آگ میں جلنے کے زیادہ لائق ہیں ۝ اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔ یہ تمہارے رب کے ذمہ پر

حَتْمًا مَّقْضِیًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا ۝ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ

حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے ۝ پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے ۝ اور جب ان کے سامنے

اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ۙ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِیًّا ۝

ہماری روشن آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں: دونوں گروہوں میں کس کا مکان بہتر اور مجلس اچھی ہے؟ ۝

**آیت 70** فرمایا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ کون سا کافر جہنم کے کس طبقہ کے لائق ہے اور کون سا کافر جہنم کے کس شدت کے عذاب کا مستحق ہے اور کسے پہلے جہنم میں پھینکا جائے گا اور کسے بعد میں۔

**آیت 71** اس آیت سے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے دو قول یہ ہیں: (1) اس آیت میں کافروں سے خطاب ہے اور جہنم پر وارد ہونے سے مراد جہنم میں داخل ہونا ہے۔ (2) اس آیت میں خطاب عام مخلوق سے ہے یعنی اس خطاب میں نیک و بد تمام لوگ داخل ہیں اور جہنم پر وارد ہونے سے نیک و بد تمام لوگوں کا جہنم میں داخل ہونا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جہنم پر وارد ہونے سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے جو کہ جہنم کے اوپر بچھایا گیا ہے۔ (البحر المحیط 6/197) مزید فرمایا کہ جہنم پر وارد ہونا اللہ تعالیٰ کا وہ حتمی فیصلہ ہے جو اس نے اپنے تمام بندوں پر لازم کیا ہے۔ نوٹ: پل صراط سے متعلق مزید تفصیلات اسی مقام پر تفسیر صراط الجنان میں ملاحظہ فرمائیں۔

**آیت 72** جہنم پر وارد ہونے سے مراد پل صراط سے گزرنا ہو تو اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ جب تمام مخلوق پل صراط سے گزرے گی اور کفار و گنہگار مسلمان جہنم میں گر رہے ہوں گے اس وقت اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان میں سے ان لوگوں کو جہنم میں گرنے سے بچالے گا جنہوں نے دنیا میں پرہیزگاری اختیار کی اور وہ کافروں کو جہنم میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دے گا۔ اہم باتیں: (1) بعض گنہگار مسلمان جو پل صراط سے جہنم میں گر جائیں گے انہیں گناہوں کی سزا پوری ہونے کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا جبکہ کافر ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔ (2) درود شریف پڑھنا، مسجد میں بکثرت حاضر ہونا اور کسی مسلمان کی پریشانی دور کرنا وہ اعمال ہیں جن کی برکت سے مسلمان کو پل صراط پر آسانی مل سکتی ہے۔

**آیت 73** اس آیت کا مُدّعا یہ ہے کہ جب آیات نازل کی جاتی ہیں تو کفار ان سے فائدہ اٹھانے کی بجائے مال و دولت اور لباس و مکان پر فخر و تکبر ظاہر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ نضر بن حارث نامی کافر نے غریب فقیر مسلمانوں سے کہا: اے مسلمانو! تم اپنی معاشی حالت پر غور کرو اور ہماری معاشی حالت دیکھو، ہم اعلیٰ قسم کی رہائش گاہوں میں رہتے، اعلیٰ قسم کے لباس پہنتے، اعلیٰ قسم کا کھانا کھاتے اور ہماری محفلیں بھی تمہاری محفلوں سے زیادہ بارونق ہیں اور تمہارا حال ہم سے انتہائی برعکس ہے، اس سے تم سمجھ جاؤ کہ اگر ہم باطل پر ہوتے تو ہمارا حال بدتر اور تمہارا حال ہم سے بہتر ہوتا۔ اہم بات: اس آیت میں کافر کی جو گفتگو بیان ہوئی ہے یہ بالکل وہی ہے جو فی زمانہ کفار اور ان سے مرعوب لبرل، سیکولر قسم کے مسلمان بھی مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کافروں کی دُنیوی اور سائنسی ایجادات میں ترقی کی مثالیں پیش کرکے مسلمانوں کے دلوں میں دینِ اسلام سے متعلق شکوک و شبہات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دنیوی عیش و عشرت کو آخرت کی بہتری یا خدا کے ہاں پسندیدہ ہونے کی دلیل بنانا کفار کا طریقہ ہے حالانکہ یہ چیزیں کبھی آخرت کا وبال بن جاتی ہیں۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ

اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں جو ساز وسامان میں اور دکھائی دینے میں ان سے زیادہ اچھے تھے ○ تم فرماؤ: جو گمراہی میں ہو

فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ

تو اسے رحمٰن خوب ڈھیل دیدے یہاں تک کہ جب وہ اس چیز کو دیکھیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا تو عذاب اور یا قیامت

فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ

تو وہ جان لیں گے کہ کس کا درجہ برا اور کس کی فوج کمزور ہے ؟○ اور ہدایت پانے والوں کی ہدایت کو اللہ اور زیادہ بڑھا دیتا ہے

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيْتَ

اور باقی رہنے والی نیک باتیں تیرے رب کے ہاں ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں ○ تو کیا تم نے اس شخص کو دیکھا

**آیت 74** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: دنیوی مال ودولت یا عزت وشہرت ہونا کسی کے حق پر ہونے کی کوئی دلیل نہیں، تم سے پہلے تم سے زیادہ مالدار لوگ آئے اور انہوں نے تم سے بھی زیادہ خوبصورت اور مضبوط رہائش گاہیں بنائیں جیسے فرعون ہامان، قارون اور ان کے ساتھی وغیرہ، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے خوبصورت اور مضبوط مکانات تباہ وبرباد کر دیے اور ان کو نشانِ عبرت بنا دیا۔ لہٰذا تم بھی غور کرو اور اپنی اصلاح کر لو کیونکہ دنیا کا مال ودولت ہونا کامیابی کے لیے کافی نہیں۔

**آیت 75** اس آیت میں کافروں کے نظریے کا ایک اور جواب دیا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ مال ودولت پر فخر کرنے والے اِن کافروں سے ارشاد فرمادیں کہ جو گمراہی میں ہو تو اسے رحمٰن عزوجل دنیا میں لمبی عمر اور زیادہ مال دے کر خوب ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب وہ گمراہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا تو دنیا میں قتل وقید کا عذاب اور یا قیامت کا دن جس میں وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو اس وقت وہ جان لیں گے کہ مسلمانوں اور کافروں میں سے کس کا درجہ برا اور کس کی فوج کمزور ہے؟

**آیت 76** ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی اور ایمان سے مشرف ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں اس پر استقامت عطا فرما کے اور مزید بصیرت وتوفیق دے کر ان کی ہدایت کو اور بڑھا دے گا اور ان کے ایمان، عمل اور یقین میں مزید اضافہ فرمادے گا۔ مزید فرمایا: کہ اے حبیب! باقی رہنے والی نیک باتیں آپ کے رب عزوجل کی بارگاہ میں ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھی ہیں جبکہ کفار کے اعمال سب نکمے اور باطل ہیں۔ اہم بات: طاعتیں، آخرت کے تمام اعمال، پنجگانہ نمازیں، اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید اور اس کا ذکر اور دیگر تمام نیک اعمال یہ سب باقیاتِ صالحات ہیں کہ مومن کے لئے باقی رہتے ہیں اور کام آتے ہیں۔

**آیت 77-80** شانِ نزول: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا زمانۂ جاہلیت میں عاص بن وائل سہمی پر قرض تھا، وہ اس کے پاس تقاضے کو گئے تو عاص نے کہا کہ میں تمہارا قرض ادا نہ کروں گا جب تک کہ تم محمد (مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم) سے پھر نہ جاؤ اور کفر اختیار نہ کرو۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ تو مرے اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھے۔ وہ کہنے لگا: کیا میں مرنے کے بعد پھر اٹھوں گا؟ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ عاص نے کہا: تو پھر مجھے چھوڑیئے یہاں تک کہ میں مر جاؤں

الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ

جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہتا ہے، مجھے ضرور مال اور اولاد دیئے جائیں گے ○ کیا اسے غیب کی اطلاع مل گئی ہے یا اس نے

عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾

رحمٰن کے پاس کوئی عہد کر رکھا ہے ؟○ ہر گز نہیں! اب ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور اسے خوب لمبا عذاب دیں گے ○

وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ

اور وہ جو چیزیں کہہ رہا ہے اس کے ہم وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا ○ اور انہوں نے اللہ کے سوا کئی اور معبود بنالیے تاکہ وہ ان کیلئے

عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا

سفارشی بن جائیں ○ ہر گز نہیں! عنقریب وہ (جھوٹے معبود) ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور وہ ان کے مخالف ہو جائیں گے ○ کیا تم نے نہ دیکھا کہ

اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں اور مجھے مال و اولاد ملے، جب ہی میں آپ کا قرض ادا کروں گا۔ اس پر یہ آیاتِ کریمہ نازل ہوئیں۔ (بخاری حدیث: 2275، مسلم حدیث: 2795) اور ان چاروں آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر میں دوبارہ زندہ ہوا تو آخرت میں مجھے ضرور مال اور اولاد دیئے جائیں گے۔ کیا اسے غیب کی اطلاع مل گئی ہے اور اُس نے لوحِ محفوظ میں دیکھ لیا ہے کہ آخرت میں اسے مال اور اولاد ملے گی یا اللہ تعالیٰ نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہوا ہے جس سے اسے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ قیامت میں بھی خوشحال ہو گا۔ ہر گز نہیں، وہ نہ تو غیب جانتا ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی عہد ہے، بلکہ یہ شخص جھوٹا اور بدکار ہے اور جو بات یہ کہہ رہا ہے اُسے ہمارے فرشتوں نے لکھ لیا ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اس کا بدلہ دیں گے اور ہم اسے مال و اولاد کے بدلے خوب لمبا عذاب دیں گے جس کا وہ مستحق ہے اور اس کی ہلاکت کے بعد مال و اولاد سب سے اس کی ملکیت اور اس کا تصرُّف اُٹھ جائے گا اور اس کے ہم وارث ہوں گے اور وہ قیامت کے دن ہمارے پاس تنہا اور خالی ہاتھ آئے گا اور آخرت میں دنیا سے زیادہ ملنا تو دور کی بات، دنیا میں جو مال اور اولاد اس کے ساتھ ہے اُس وقت وہ بھی اس کے ساتھ نہ ہو گا۔ اہم باتیں: (1) دینی عقائد اور شریعت کے احکام کا مذاق اڑانا کفار کا طریقہ ہے اور آج کل سیکولر لبرل کہلانے والے مسلمان بھی یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔ (2) مرنے کے بعد اور قیامت کے دن کفار کا مال و اولاد انہیں کچھ کام نہ آئے گا جبکہ مومن کو مرنے کے بعد راہِ خدا میں خرچ کیا ہوا مال بھی کام آئے گا اور نیک اولاد سے بھی اسے فائدہ حاصل ہو گا۔

**آیت 81، 82** ان دو آیات میں فرمایا کہ مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی بجائے بتوں کو اس امید پر اپنا معبود بنالیا کہ وہ ان کیلئے سفارشی بن جائیں اور ان کی مدد کریں لیکن ایسا ہو گا نہیں بلکہ عنقریب قیامت میں وہ بت ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور انہیں جھٹلائیں گے اور ان پر لعنت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بتوں کو بولنے کی قوت دے گا اور وہ کہیں گے: یارب! ان مشرک پجاریوں کو عذاب دے کہ انہوں نے تیرے سوا کسی اور کی عبادت کی ہے۔

**آیت 83** ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ہم نے کافروں پر شیطانوں کو چھوڑ دیا اور ان پر شیطانوں کو مُسلّط کر دیا جو انہیں طرح طرح کے وسوسے دلا کر گناہوں پر خوب ابھارتے ہیں۔ اہم باتیں: اس آیت سے چار باتیں معلوم ہوئیں (1) بدعملی کی وجہ سے انسان پر شیطان مُسلّط ہو جاتا ہے۔ (2) برا ساتھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ (3) بری باتوں کی رغبت دینا شیطان اور شیطانی لوگوں کا کام ہے۔ (4) شیطان کسی کو کفر پر مجبور نہیں کرتا بلکہ کفر پر ابھارتا ہے۔

الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾

ہم نے کافروں پر شیطان بھیجے کہ وہ انہیں خوب ابھارتے ہیں○ تو تم ان پر جلدی نہ کرو، ہم تو ان کیلئے گنتی کررہے ہیں○

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾

یاد کرو جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف مہمان بناکرلے جائیں گے○ اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانکیں گے○

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾

لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جس نے رحمٰن کے پاس عہد لے رکھا ہے○ اور کافروں نے کہا: رحمٰن نے اولاد اختیار کی ہے○

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ

بیشک تم انتہائی ناپسندیدہ بات لائے ہو○ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین بھی پھٹ جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر

وقف لازم

وقف لازم

**آیت 84** فرمایا کہ اے حبیب! آپ کافروں کی ہلاکت کی دعا کرنے میں جلدی نہ فرمائیں، ہم تو ان کے لئے گنتی کر رہے ہیں۔ اہم بات: یہاں گنتی سے جزا کے لئے اعمال کی گنتی کرنا مراد ہے، یا فنا کے لئے سانسوں کی گنتی کرنا، یا دنوں، مہینوں اور برسوں کی وہ مدت گنتی کرنا مراد ہے جو ان کے عذاب کے واسطے مقرر ہے۔ درس: اس آیت میں کلام اگرچہ کفار کے بارے میں ہے البتہ اس میں مسلمانوں کے لئے بھی یہ نصیحت ہے کہ وہ نیک اعمال کرنے میں تاخیر سے کام نہ لیں بلکہ ان میں جلدی کریں کیونکہ ان کی سانسیں بھی گنی جا رہی ہیں۔

**آیت 85** فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنی قوم کو ترغیب دینے اور ڈرانے کے طور پر وہ دن یاد دلائیں جس دن ہم پرہیزگاروں اور اطاعت شعاروں کو ان کے نہایت مہربان رب کی بارگاہ میں مہمان بنا کر جمع کریں گے۔

**آیت 86** اور کافروں کا حال یہ ہو گا کہ انہیں ان کے کفر کی وجہ سے ذلت و توہین کے ساتھ پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ اہم بات: کافروں کا دوزخ میں داخلہ انتہائی ذلت سے اور مومنوں کا جنت میں داخلہ انتہائی عزت و احترام سے ہو گا۔ درس: ایسی آیات جن میں کافروں کی کوئی سزا بیان کی گئی ہو ان میں مسلمانوں کے لئے بھی بڑی عبرت ہوتی ہے لہٰذا جب بھی اس طرح کی آیات پڑھیں یا سنیں تو اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈریں۔ اے اللہ، ہمارا ایمان سلامت رکھ اور ہمیں جہنم سے بچا، آمین۔

**آیت 87** اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہگاروں کی شفاعت کا اِذن مل چکا ہے اس کے علاوہ کوئی بندہ کسی گناہگار کی شفاعت کا مالک نہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ مجرموں میں سے کوئی اس بات کا مالک نہیں کہ اس کی شفاعت کی جائے البتہ ان میں سے جو مسلمان ہے اس کی شفاعت ہو گی۔

**آیت 88،89** ارشاد فرمایا کہ کافروں نے یہ کہا: رحمٰن نے اولاد اختیار کی ہے، بیشک تم نے یہ انتہائی سخت ناپسندیدہ بات کی ہے۔ اہم بات: اس آیت میں حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے یہودی اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے عیسائی اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہنے والے مشرکین عرب سبھی داخل ہیں۔

**آیت 90-92** ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ رحمٰن عزوجل کے لئے اولاد کا دعویٰ کرنا ایسی بے ادبی و گستاخی کا کلمہ ہے کہ اس کی وجہ سے اگر رحمٰن غضب فرمائے تو وہ تمام جہان کا نظام درہم برہم کر دے۔ رحمٰن کی شان کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے، وہ اس سے

هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾

گر پڑیں ○ کہ انہوں نے رحمن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا ○ حالانکہ رحمن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے ○

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ

آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب رحمن کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے ○ بیشک اس نے انہیں گھیر رکھا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے

عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

خوب گن رکھا ہے ○ اور ان میں ہر ایک روزِ قیامت اس کے حضور تنہا آئے گا ○ بیشک وہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ

عنقریب رحمن ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا ○ تو ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان میں ہی آسان فرمادیا تاکہ تم اس کے ذریعے متقیوں کو خوشخبری دو

پاک ہے اور اس کے لئے اولاد ہونا ممکن نہیں محال ہے کیونکہ بیٹا باپ کا جز، اس کی شبیہ و نظیر اور اس کا مددگار ہوتا ہے جبکہ رحمن عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا جز ہو یا اس کی مثل بنے یا کوئی اس کا مددگار ہو۔

آیت 93 ﴾ آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار زمین پر جن لوگوں کو اور آسمان پر جن فرشتوں کو اپنا معبود مانتے ہیں وہ سب تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے بندہ ہونے کا اقرار کرتے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے اور صرف اسے ہی سجدہ کرتے ہیں تو پھر وہ معبود کس طرح ہو سکتے ہیں؟

آیت 94 ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت نے سب کو گھیر رکھا ہے اور ہر ذی روح کے سانسوں کی، دنوں کی، اور جملہ معاملات کی تعداد اللہ تعالیٰ کے شمار میں ہے سب اس کی تدبیر و قدرت کے تحت ہیں۔

آیت 95 ﴾ فرمایا کہ قیامت کے دن ہر ایک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، مال، اولاد اور مددگار کے بغیر تنہا حاضر ہو گا۔ اللہ اکبر، اے مولا! ہم پر رحم فرمانا، آمین۔

آیت 96 ﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنا محبوب بنالے گا اور اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا۔ اہم بات: حدیث پاک میں ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو ندا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آسمانی مخلوق میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (بخاری، حدیث:3209) اس سے معلوم ہوا کہ مومنینِ صالحین و اولیائے کاملین کی مقبولیتِ عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے، نیز معلوم ہوا کہ ولی کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ لوگ اسے ولی کہیں اور اس کی طرف قدرتی طور پر دل کو رغبت ہو۔ آج اولیاء اللہ اپنے مزارات میں سو رہے ہیں اور لوگ ان کی طرف کھچے چلے جا رہے ہیں حالانکہ انہیں زائرین نے دیکھا بھی نہیں۔

آیت 97 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان عربی میں ہی آسان فرمادیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے پرہیزگار

قَوْمًا لُّدًّا ۝٩٧ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ

اور جھگڑالو لوگوں کو اس کے ذریعے ڈر سناؤ ۝ اور ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں۔ کیا اب تم ان میں کسی کو پاتے ہو

اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝٩٨

یا ان کی معمولی سی آواز بھی سنتے ہو؟ ۝

ایاتہا ١٣٥ ۝ ٢٠ سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ ٤٥ ۝ رکوعاتہا ٨

سورۂ طٰہٰ مکیہ ہے، اس میں ایک سو پینتیس آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و رضا کے حصول اور جنت کی خوشخبری دیں اور کفارِ قریش کے جھگڑالو لوگوں کو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر سنائیں۔ اہم بات: اس آیت میں عذابِ الٰہی سے ڈرنے والوں کو خوشخبری دینے اور جھگڑالو قوم کو ڈرانے کے ذریعے تبلیغ کرنے کا فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ متقی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت، رضا اور جنت کی بشارت سنا کر اور جھگڑالو قوم کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب کا ڈر سنا کر تبلیغ کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

**آیت 98** ارشاد فرمایا کہ ہم نے کفارِ قریش سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے بہت سی امتیں ہلاک کر دیں۔ کیا اب تم ان میں کسی کو پاتے ہو یا ان کی معمولی سی آواز بھی سنتے ہو؟ وہ سب نیست و نابود کر دیئے گئے اسی طرح یہ لوگ اگر وہی طریقہ اختیار کریں گے تو ان کا بھی وہی انجام ہوگا۔

**سورۂ طٰہٰ کا تعارف** یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 8 رکوع اور 135 آیتیں ہیں۔ "طٰہٰ" نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک مبارک نام ہے، اور اس سورت کی ابتداء میں آپ کو اس نام سے نداء کی گئی اس مناسبت سے اس سورت کا نام "طٰہٰ" رکھا گیا ہے۔ فضائل: (1) اللہ تعالیٰ نے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰس کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ایک ہزار سال پہلے کلام فرمایا اور جب فرشتوں نے قرآن سنا تو کہا: اُس امت کو مبارک ہو جس پر یہ کلام نازل ہوگا، ان سینوں کو مبارک ہو جن میں یہ کلام محفوظ ہوگا اور اُن زبانوں کو مبارک ہو جو یہ کلام پڑھیں گی۔ (شعب الایمان، حدیث: 2450) (2) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے اسی سورت کی ابتدائی آیات پڑھ کر پکار اٹھے کہ یہ کس قدر حسین اور عظیم کلام ہے اور اس کے بعد آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ (الروض الانف، 2/122) **مضامین:** اس سورت میں دین کے عقائد جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت، نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے وغیرہ کو مختلف دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ نیز اس میں نزولِ قرآن کا ایک مقصد، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تفصیلی واقعہ اور قرآن سے منہ پھیرنے والے کے انجام اور قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہے، مزید حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعہ کا بیان، ہدایت الٰہی سے روگردانی کرنے والے کے انجام کا ذکر اور فرمائشی معجزات طلب کرنے والے کفار کا رد ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کفار کی اَذیتوں پر صبر کرنے، اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قائم رہنے اور گھر والوں کو نماز کا حکم دینے کی تلقین کی گئی ہے۔

طٰهٰ ۚ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی ۙ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۙ تَنْزِیْلًا

طٰہٰ ○ اے حبیب! ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے نہیں نازل فرمایا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ ○ مگر یہ اس کے لئے نصیحت ہے جو ڈرتا ہے ○ اس کی

مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ؕ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ○

طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے ○ وہ بڑا مہربان ہے، اس نے عرش پر اِستواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے ○

آیت 1 ﴾ "طٰہٰ" حروفِ مُقَطَّعات میں سے ہے۔ مفسرین نے اس حرف کے مختلف معنی بھی بیان کئے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ "طٰہٰ" تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اَسماءِ مبارکہ میں سے ایک اسم ہے۔

آیت 2 ﴾ شانِ نزول: سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں بہت محنت فرماتے اور پوری رات قیام میں گزارتے یہاں تک کہ آپ کے مبارک قدم سوج جاتے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں اور ساری رات قیام کرنے کی تکلیف اٹھائیں۔ اہم بات: اس آیت مبارکہ میں سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے محبت اور شوقِ عبادت کا بیان بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے محبت اور اس کی بارگاہ میں آپ کی عظمت کا بیان بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور عبادت کے شوق میں کثرت سے عبادت کرتے اور مشقت اٹھاتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی مشقت پر آپ کی راحت کا حکم نازل فرماتا ہے۔

آیت 3 ﴾ فرمایا کہ یہ قرآن اُس کے لئے نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے کیونکہ یہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آیت 4 ﴾ فرمایا کہ یہ قرآن اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمینوں اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا اور جس نے اتنی عظیم مخلوق پیدا فرمائی وہ خالق کتنا عظیم ہوگا اور جب ایسی عظیم ذات نے قرآن مجید نازل فرمایا ہے تو یہ قرآن کتنا عظمت والا ہوگا۔ اہم بات: یہاں قرآن کریم کی عظمت بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اس کے معانی میں غور و فکر کریں اور اس کے حقائق میں تَدَبُّر کریں کہ مشاہدہ یہ ہے کہ جس پیغام کو بھیجنے والا انتہائی عظیم ہو تو اس پیغام کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور پوری توجہ سے اسے سنا جاتا ہے اور بھرپور طریقے سے اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔

آیت 5 ﴾ فرمایا کہ قرآنِ مجید نازل کرنے والے کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے اور اس نے اپنی شان کے لائق عرش پر اِستواء فرمایا ہے۔ اہم بات: حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے آکر اس آیت کا مطلب دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر کس طرح اِستواء فرمایا تو آپ نے تھوڑے سے تَوَقُّف کے بعد فرمایا: ہمیں یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر اِستواء فرمایا لیکن اس کی کیفیت کیا تھی وہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے، البتہ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں گفتگو کرنا بدعت ہے۔ (بغوی 2/137)

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝ وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝

اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی (زمین) کے نیچے ہے○ اور اگر تم بلند آواز سے بولو تو بیشک وہ آہستہ آواز کو جانتا ہے اور اسے (بھی) جو اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے○ وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ سب اچھے نام اسی کے ہیں○ اور کیا تمہارے پاس موسیٰ کی خبر آئی○ جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے فرمایا: ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے پاس اس میں سے کوئی چنگاری لے آؤں یا آگ کے پاس کوئی راستہ بتانے والا پاؤں○

وقف لازم

**آیت 6** اپنی شان میں مزید فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں وزمین میں ہے، جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی یعنی زمین کے نیچے ہے سب کا مالک بھی وہی ہے، وہی ان میں جیسے چاہے تَصَرُّف فرماتا ہے۔

**آیت 7** اس آیت کے دو الفاظ ”اَلسِّرّ“ اور ”اَخْفٰی“ کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: (1) سِر وہ ہے جسے آدمی چھپاتا ہے اور ”اس سے زیادہ پوشیدہ“ وہ ہے جسے انسان کرنے والا ہے مگر ابھی جانتا بھی نہیں اور نہ اُس سے اِس کے ارادے کا کوئی تعلق ہوا اور نہ اس کا خیال پہنچا۔ (2) بندے کا راز وہ ہے جسے بندہ بھی جانتا اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے اور ”اس سے زیادہ پوشیدہ“ ربانی اَسرار ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے بندہ نہیں جانتا۔ اہم بات: تفسیر بیضاوی میں اس آیت میں مذکور لفظ ”قول“ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعا مراد لی گئی ہے۔ ذکر و دعا میں جہر اللہ تعالیٰ کو سنانے کے لئے نہیں ہے بلکہ ذکر کو نفس میں راسخ کرنے اور نفس کو غیر کے ساتھ مشغول ہونے سے روکنے کے لئے ہے۔ (بیضاوی، 4/41) درس: اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہماری آہستہ آواز اور جو اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے اسے جانتا ہے لہٰذا ہر بندے کو چاہئے کہ وہ تمام گناہوں سے پرہیز کرے کیونکہ کوئی ہمارے گناہوں کو جانے یا نہ جانے اور کوئی انہیں دیکھے یا نہ دیکھے لیکن اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔

**آیت 8** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ حقیقی ہے اسکے سوا کوئی خدا نہیں اور اَسماء وصِفات کی کثرت اس کی ذات کو تعبیر کرنے اور اس کی مختلف شانوں کو بیان کرنے کے مختلف ذرائع ہیں۔

**آیت 9** یہاں زندگی میں اور بطورِ خاص راہِ حق میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر و تسلی کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس سفر کا واقعہ بیان فرمایا جارہا ہے جس میں آپ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت لے کر مَدیَن سے مصر کی طرف اپنی والدہ ماجدہ سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے تھے، اس سفر میں آپ علیہ السلام کے اہلِ بیت ہمراہ تھے اور آپ نے شام کے بادشاہوں کی طرف سے نقصان پہنچنے کے اندیشہ سے سڑک چھوڑ کر جنگل میں مسافت طے کرنا اختیار فرمایا۔ اس وقت زوجۂ محترمہ حاملہ تھیں، چلتے چلتے طور پہاڑ کے مغربی جانب پہنچے تو یہاں رات کے وقت زوجۂ محترمہ کو دردِ زہ شروع ہوا، سردی شدت کی تھی، اتنے میں آپ علیہ السلام کو دور سے آگ نظر آئی۔

**آیت 10** آگ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی زوجۂ محترمہ سے فرمایا: یہیں ٹھہرو، میں نے ایک جگہ آگ دیکھی ہے، شاید میں

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰىؕ ۝۱۱ اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ

پھر وہ جب آگ کے پاس آئے تو ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ ○ بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار دے بیشک تو پاک وادی

طُوًىؕ ۝۱۲ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى ۝۱۳ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا

طویٰ میں ہے ○ اور میں نے تجھے پسند کیا تو اب اسے غور سے سن جو وحی کی جاتی ہے ○ بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں

فَاعْبُدْنِیْۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۝۱۴ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰى

تو میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ ○ بیشک قیامت آنے والی ہے۔ قریب ہے کہ میں اسے چھپا رکھوں تاکہ

تمہارے پاس اس آگ میں سے کوئی چنگاری لے آؤں یا مجھے آگ کے پاس کوئی ایسا شخص مل جائے جس سے درست راستہ پوچھ کر ہم مصر کی طرف روانہ ہو سکیں۔ اہم بات: اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ کو "اہل" فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اہلِ بیت میں سے ہوتی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اَزواجِ مُطَہَّرات رضی اللہ عنہن آپ کے اہلِ بیت میں داخل ہیں۔

**آیت 12،11** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس تشریف لائے تو وہاں آپ نے ایک سرسبز درخت دیکھا جو اوپر سے نیچے تک انتہائی روشن تھا، اس وقت آپ کو ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ! بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار دے کہ اس میں عاجزی کا اظہار اور مقدس جگہ کا احترام ہے، بیشک تو اس وقت پاک وادی طویٰ میں ہے۔ اہم باتیں: (1) پاک اور مقدس جگہ پر جوتے اتار کر حاضر ہونا چاہئے کہ یہ ادب کے زیادہ قریب ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور مُناجات کرتے وقت جوتے اتار دینے چاہئیں، یونہی مقدس جگہ کا ادب و احترام کرنا چاہئے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ اسی وجہ سے انبیاءِ کرام علیہم السلام اور اولیاءِ عظام رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات اور اس سرزمین کا ادب کیا جاتا ہے جہاں وہ آرام فرما ہیں۔

**آیت 13** اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ میں نے تیری قوم میں سے تجھے نبوت و رسالت کے لئے پسند کر لیا اور تجھے اپنے ساتھ کلام کرنے کا شرف بخشا تو اسے غور سے سن جو وحی کی جاتی ہے۔ اہم بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ندا سنی اس کی کیفیت ہمارے تصور سے ماوراء ہے۔

**آیت 14** ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! بیشک میں ہی اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھو، میری یاد میں اخلاص ہو اور اس میں ریا کا دخل نہ ہو۔ آیت کے آخری حصے "اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ" کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم میری نماز قائم رکھو تاکہ میں تمہیں اپنی رحمت سے یاد فرماؤں۔ اہم باتیں: (1) ایمان کے بعد سب سے اہم فریضہ نماز ہے۔ (2) نماز کی ادائیگی اخلاص کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے ہونی چاہیے (3) نماز ادا کرنے والے بندے کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ یاد فرماتا ہے۔

**آیت 15** اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک قیامت لازمی طور پر آنے والی ہے اور قریب تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے سب سے چھپا کر رکھتا اور بندوں کو اس کے آنے کی خبر بھی نہ دیتا یعنی لوگوں کو اِس بات کا علم ہی نہ ہوتا کہ کوئی قیامت کا دن بھی ہے (اگر ایسا ہوتا تو لوگ بالکل ہی غفلت و لاعلمی میں مارے جاتے) لیکن اس کے برعکس انہیں قیامت آنے کی خبر دی گئی ہے جس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ

ہر جان کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے ○ تو قیامت پر ایمان نہ لانے والا اور اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا ہرگز تجھے اس کے ماننے سے باز نہ رکھے

فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾ وَ مَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِیَ عَصَایَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا

ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا ○ اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ ○ عرض کی: یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں

وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِیْ وَ لِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا

اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میری اس میں اور بھی کئی ضرورتیں ہیں ○ فرمایا: اے موسیٰ! اسے ڈال دو ○ تو موسیٰ نے اسے (نیچے) ڈال دیا

فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ٚ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾

تو اچانک وہ سانپ بن گیا جو دوڑ رہا تھا ○ (اللہ نے) فرمایا: اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم اسے دوبارہ اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے ○

ہو جائے کہ ہر جان کو اس کے اچھے برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اہم باتیں: (1) قیامت آنے کا وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے عام بندوں سے چھپایا ہے، بعض خواص ملائکہ و اولیاء اور خصوصاً ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قیامت آنے کا وقت بھی بتا دیا گیا ہے۔ (2) قیامت کا وقت چھپانے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ خوفزدہ رہیں گے اور گناہ چھوڑ کر نیکیاں زیادہ کریں گے اور توبہ میں مصروف رہیں گے۔

**آیت 16** یہاں آیت میں خطاب بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے اور مراد آپ علیہ السلام کی اُمت ہے۔ معنیٰ یہ ہوا کہ: اے موسیٰ علیہ السلام کے امتی! قیامت پر ایمان نہ لانے والا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اپنی خواہش کی پیروی کرنے والا ہرگز تجھے قیامت کو ماننے سے باز نہ رکھے ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

**آیت 17** فرمایا کہ اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ اس سوال کی حکمت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عصا کو دیکھ لیں اور یہ بات دل میں اچھی طرح راسخ ہو جائے کہ یہ عصا ہے تاکہ جس وقت وہ سانپ کی شکل میں ہو تو آپ کے خاطر مبارک پر کوئی پریشانی نہ ہو۔ اہم بات: سوال ہمیشہ پوچھنے والے کی لاعلمی کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ اس میں کچھ اور بھی حکمتیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا کسی موقعہ پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کسی سے کچھ پوچھنا آپ کے بے خبر ہونے کی دلیل نہیں۔

**آیت 18** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: یہ میرا عصا ہے، جب تھک جاتا ہوں تو اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے خشک درختوں سے پتے جھاڑتا ہوں اور میری کئی ضروریات میں بھی یہ میرے کام آتا ہے جیسے اس کے ذریعے توشہ اور پانی اٹھانا، مُوذی جانوروں کو دفع کرنا اور دشمنوں سے لڑائی میں کام لینا وغیرہ۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے عصا کے ان فوائد کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کے طور پر تھا۔ (2) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی عصا مبارک استعمال فرمایا کرتے تھے۔

**آیت 19-21** ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! اس عصا کو زمین پر ڈال دو تاکہ تم اس کی شان دیکھ سکو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ اچانک سانپ بن کر تیزی سے دوڑنے لگا اور اپنے راستے میں آنے والی ہر چیز کو کھانے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (طبعی طور پر) خوف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: اسے پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم اسے دوبارہ پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ یہ سنتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوف جاتا رہا حتّٰی کہ آپ

وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ

اور اپنے ہاتھ کو اپنے بازو سے ملاؤ، بغیر کسی مرض کے خوب سفید ہو کر، ایک اور معجزہ بن کر نکلے گا○ تاکہ ہم تجھے اپنی بڑی

ع مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾

بڑی نشانیاں دکھائیں○ فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہوگیا ہے○ موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے○

وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا

اور میرے لیے میرا کام آسان فرمادے○ اور میری زبان کی گرہ کھول دے○ تاکہ وہ میری بات سمجھیں○ اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے

نے اپنا دستِ مبارک اس کے منہ میں ڈال دیا اور وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو اس لئے سانپ بنایا تاکہ یہ معجزہ ہو جائے جس سے ان کی نبوت کو پہچانا جائے نیز یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے سے مشاہدہ کر لیں اور جب فرعون کے سامنے یہ عصا سانپ بنے تو آپ اسے دیکھ کر خوفزدہ نہ ہوں۔

**آیت 22** حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک اور معجزہ کے بارے میں یہاں ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! آپ اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں بازو کی بغل کے نیچے ملا کر نکالیے تو وہ ہاتھ سورج کی طرح چمکتا اور بغیر مرض کے خوب سفید ہو کر نکلے گا اور یہ عصا کے بعد آپ کی نبوت کی صداقت کی ایک اور نشانی ہے۔ اہم باتیں: (1) آپ علیہ السلام کے دستِ مبارک سے رات میں چاند اور دن میں سورج کی روشنی کی طرح نور ظاہر ہوتا تھا۔ (2) جب آپ علیہ السلام دوبارہ اپنا دستِ مبارک بغل کے نیچے رکھ کر بازو سے ملاتے تو وہ دستِ مبارک اپنی سابقہ حالت پر آجاتا تھا۔

**آیت 23** فرمایا گیا کہ اے موسیٰ! ہم نے آپ کو دو معجزات اس لئے عطا کئے تاکہ ان کے ذریعے ہم آپ کو اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں ان کا تعلق فقط زمین کے عجائبات سے ہے جبکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو بڑی نشانیاں دکھائی ہیں ان کا تعلق زمین و آسمانوں دونوں کے عجائبات سے ہے۔

**آیت 24** ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! تم ہمارے رسول ہو کر فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہو گیا، کفر میں حد سے گزر گیا اور خدائی کا دعویٰ کرنے لگا ہے۔

**آیت 25-28** ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سرکش فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تو آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور اسے رسالت کا بوجھ اٹھانے کے لئے وسیع فرما دے اور میرا وہ کام آسان فرمادے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ لوگ رسالت کی تبلیغ کے وقت میری بات سمجھیں۔ اہم بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں ایک دن فرعون نے آپ کو اٹھایا تو آپ نے اس کی داڑھی پکڑ کر منہ پر طمانچہ مار دیا، تو فرعون نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا، یہ دیکھ کر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے بادشاہ! یہ ابھی بچہ ہے اسے کیا سمجھ؟ اگر تو تجربہ کرنا چاہے تو تجربہ کرلے۔ تجربہ کے لئے ایک طشت میں آگ اور ایک طشت میں سرخ یاقوت آپ علیہ السلام کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپ نے یاقوت لینا چاہا مگر فرشتے نے آپ کا ہاتھ انگارے پر رکھ دیا اور وہ انگارہ آپ کے منہ میں دے دیا اس سے زبان مبارک جل گئی اور لکنت پیدا ہو گئی۔

**آیت 29-35** ان سات آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مزید عرض کی: میرے لیے میرے گھر والوں میں سے

مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾ وَ اَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾

ایک وزیر کر دے○ میرے بھائی ہارون کو○ اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما○ اور اسے میرے کام میں شریک کر دے○

كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۳﴾ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ

تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں○ اور بکثرت تیرا ذکر کریں○ بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے○ اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! تیرا سوال

سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اُخْرٰۤى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ

تجھے عطا کر دیا گیا○ اور بیشک ہم نے تجھ پر ایک مرتبہ اور بھی احسان فرمایا تھا○ جب ہم نے تمہاری ماں کے دل میں وہ بات ڈال دی

مَا یُوْحٰۤى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ

جو اس کے دل میں ڈالی جانی تھی○ کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دے پھر دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا

ایک وزیر کر دے جو میرا معاون ہو اور وہ میرا بھائی ہارون ہو، اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما اور اسے رسالت کی تبلیغ اور نبوت کے کام میں میرا شریک کر دے تاکہ ہم بکثرت تیری پاکی بیان کریں اور نمازوں میں اور نمازوں کے علاوہ بھی بکثرت تیرا ذکر کریں بیشک تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقام اتنا بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سے ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت جیسا عظیم منصب عطا فرما دیا۔ (2) اپنے عزیز کو اپنا جانشین بنانا حرام نہیں، اصل مدار اہلیت پر ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے قوت اور مدد حاصل کرنا نہ توکل کے خلاف ہے اور نہ توحید کے مُنافی ہے البتہ حقیقی مددگار خدا کو سمجھنا چاہیے۔

آیت 36 حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اے موسیٰ! تجھے وہ تمام چیزیں عطا کر دی گئیں جن کا تو نے ہم سے سوال کیا ہے۔

آیت 37 اس آیت میں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! ہم نے آپ کے سوال کرنے سے پہلے بھی آپ کی نگہبانی فرمائی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کے سوال کرنے کے بعد ہم آپ کی مراد آپ کو عطا نہ کریں۔

آیت 38، 39 اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جس احسان کا تذکرہ فرمایا یہاں اس کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے، چنانچہ ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ جب آپ کی ولادت کے وقت آپ کی ماں کو یہ اندیشہ ہوا کہ فرعون آپ کو قتل کر ڈالے گا تو ہم نے اس کے دل میں ڈال کر یا خواب کے ذریعے سے اِلہام کیا کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دے، پھر دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا تاکہ اسے وہ فرعون اٹھا لے جو میرا بھی دشمن ہے اور اس کا بھی دشمن ہے اور میں نے آپ پر اپنی طرف سے محبت ڈالی تاکہ آپ سے محبت کرنے لگیں اور میری حفاظت میں آپ کی پرورش کی جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایک صندوق بنایا اور آپ کو رکھ کر صندوق بند کر دیا پھر اس صندوق کو دریائے نیل میں بہا دیا۔ اس دریا سے ایک بڑی نہر نکل کر فرعون کے محل میں سے گزرتی تھی۔ فرعون اپنی بیوی آسیہ کے ساتھ نہر کے کنارے بیٹھا تھا، اس نے نہر میں صندوق آتا دیکھ کر اسے نکالنے کا حکم دیا۔ وہ صندوق نکال کر سامنے لایا گیا اور جب اسے کھولا گیا تو اس میں ایک نورانی شکل کے فرزند تھے، اسے دیکھتے ہی فرعون کے دل میں بے پناہ محبت پیدا ہوئی۔ اہم باتیں: (1) وحی صرف انبیاءِ کرام علیہم السلام کی طرف ہوتی ہے اور قرآن مجید میں جہاں بھی وحی کا

يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ۬ وَلِتُصْنَعَ

تاکہ اسے وہ اٹھالے جو میرا دشمن ہے اور اس کا (بھی) دشمن ہے اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈالی اور تاکہ میری نگاہ کے سامنے تمہاری

عَلٰى عَيْنِيْ ۝۳۹ اِذْ تَمْشِيْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ

پرورش کی جائے ۝ جب تیری بہن چلتی جارہی تھی پھر وہ کہنے لگی: کیا میں تمہیں ایسی عورت کی طرف رہنمائی کروں جو اس بچہ کی دیکھ بھال کرے

فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ۬ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ

توہم تجھے تیری ماں کے پاس پھیر لائے تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غمگین نہ ہو اور تم نے ایک آدمی کو قتل کردیا تو ہم نے تمہیں غم سے نجات دی

وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۬ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝۴۰

اور تمہیں اچھی طرح آزمایا پھر تم کئی برس مدین والوں میں رہے پھر اے موسیٰ! تم ایک مقررہ وعدے پر حاضر ہوگئے ۝

لفظ غیر نبی کے لئے آیا ہے وہاں اس سے "اِلہام کرنا" مراد ہوتا ہے۔ (2) جسے اللہ تعالیٰ اپنی محبوبیت سے نوازتا ہے تو دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ (3) ہمارے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہمیشہ مخلوق کے محبوب ہیں اور یہ محبوبیت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا معجزہ ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی پرورش کا انتظام خود فرمادیتا ہے۔

**آیت 40** اس آیت مبارکہ میں 5 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) فرمایا: جب تیری بہن چلتی جارہی تھی۔ جب آپ کی والدہ نے آپ علیہ السلام کو صندوق میں بند کرکے دریا میں ڈال دیا تھا تو اس وقت آپ علیہ السلام کی بہن صندوق کے متعلق معلوم کرنے کے لیے اس کے ساتھ چلتی رہیں یہاں تک کہ صندوق فرعون کے محل میں پہنچ گیا، وہاں فرعون اور اس کی بیوی آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس رکھ کر اپنا بیٹا بنالیا مگر جب دودھ پلانے کے لیے دائیاں حاضر کی گئیں تو آپ نے کسی بھی دائی کا دودھ قبول نہ کیا، اس پر آپ کی بہن نے کہا کہ مصر میں ایک اور دائی بھی ہے جس کا دودھ نہایت عمدہ ہے، یہ بچہ اس کا دودھ پی لے گا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کی والدہ کو بلایا گیا تو آپ نے دودھ پینا شروع کردیا، آپ علیہ السلام کو پرورش کے لیے آپ کی والدہ کے سپرد کردیا گیا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان پورا ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور غم دور ہوا۔ (2) فرمایا: اور تم نے ایک آدمی کو قتل کردیا۔ یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ ذکر کیا جارہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی قوم کے ایک کافر کو مکا مارا تو وہ مرگیا تھا۔ اس واقعہ پر آپ علیہ السلام کو فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو قتل کے غم سے نجات دی۔ (3) فرمایا: اور تمہیں اچھی طرح آزمایا۔ فُتون کا معنی ہے ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش میں مبتلا ہونا اور آپ علیہ السلام کو بہت سی آزمائشوں میں مبتلا فرمایا گیا جیسے آپ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو اس سال حمل ہوا جس سال فرعون ہر پیدا ہونے والے بچے کو ذبح کروا دیتا تھا۔ آپ علیہ السلام کو دریائے نیل میں ڈال دیا گیا۔ آپ علیہ السلام نے بچپن میں فرعون کی داڑھی کھینچی جس کی وجہ سے اس نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ آپ علیہ السلام نے موتی کے بدلے انگارہ منہ میں لے لیا۔ آپ علیہ السلام نے ظالم قبطی (فرعونی) کو تھپڑ مار کر قتل کردیا اور فرعون کے خوف سے آپ مَدْیَن کی طرف تشریف لے گئے۔ (4) فرمایا: پھر تم کئی برس مدین والوں میں رہے۔ یہاں حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین آئے اور کئی برس تک حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس اقامت فرمائی اور ان کی صاحبزادی صفوراء کے ساتھ آپ علیہ السلام کا نکاح ہوا۔ (5) فرمایا: پھر اے موسیٰ! تم ایک مقررہ وعدے پر حاضر

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾

اور میں نے تجھے خاص اپنی ذات کیلئے بنایا○ تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا○

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿٤٤﴾

دونوں فرعون کی طرف جاؤ بیشک اس نے سرکشی کی ہے○ تو تم اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے○

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ

دونوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! بیشک ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی سے پیش آئے گا○ اللہ نے فرمایا: تم ڈرو نہیں،

اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿٤٦﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا

بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں میں سن رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں○ پس تم اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں تو بنی اسرائیل کو

ہو گئے۔ یعنی اپنی عمر کے چالیسویں سال حاضر ہو گئے اور یہ وہ سال ہے کہ اس میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

**آیت 41** ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! میں نے تجھے خاص اپنی وحی اور رسالت کے لئے بنایا تاکہ تو میرے ارادے اور میری محبت کے مطابق تصرف کرے اور میری حجت پر قائم رہے۔

**آیت 42،43** ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا بھائی میرے دیئے ہوئے معجزات اور نشانیاں لے کر جاؤ اور ہر حال میں میرا ذکر کرتے رہنا، تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک اس نے رب ہونے کا دعویٰ کر کے سرکشی کی ہے۔ **اہم بات:** ذکرِ الٰہی مرغوب و مطلوب ہے اور مبلغ کو تبلیغ کے ساتھ ذکرِ الٰہی کا بھی معمول رکھنا چاہیے۔

**آیت 44** فرمایا کہ جب تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ تو اسے نرمی کے ساتھ نصیحت کرو اور تمہاری نصیحت اس امید کے ساتھ ہونی چاہیے کہ تمہیں اس پر اجر و ثواب ملے اور اس پر حجت لازم ہو جائے اور کوئی عذر باقی نہ رہے یا وہ ڈر جائے۔ **اہم باتیں:** (1) بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کے ساتھ نرمی کا حکم اس لئے تھا کہ اس نے بچپن میں حضرت موسیٰ کی خدمت کی تھی، اور ویسے بھی دین کی تبلیغ نرمی کے ساتھ کرنی چاہیے اور تبلیغ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ پیار محبت سے نصیحت کرے (2) دین کی تبلیغ کے علاوہ دیگر دینی اور دُنیوی معاملات میں بھی جہاں تک ممکن ہو نرمی سے ہی کام لینا چاہئے۔ نرمی سے کام بنتے اور سختی سے بگڑتے ہیں۔

**آیت 45** جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ وحی فرمائی تو فرعون چونکہ ایک ظالم و جابر شخص تھا اس لیے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے عرض کی: اے ہمارے رب! بیشک ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہمیں رسالت کی تبلیغ کرنے سے پہلے ہی قتل کر کے ہم پر زیادتی کرے گا یا مزید سرکشی پر اتر آئے گا۔ **اہم بات:** اسباب، موذی انسان اور موذی جانوروں سے خوف کرنا شانِ نبوت اور توکل کے خلاف نہیں۔ وہ جو کثیر آیتوں میں "لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ" فرمایا گیا ہے، وہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ ان آیات میں خوف نہ ہونے سے قیامت کے دن خوف نہ ہونا یا اس سے اُس خوف کا نہ ہونا مراد ہے جو نقصان پہنچا کر خالق سے دور کر دے۔ باقی انہیں مخلوق کی طرف سے ایذا پہنچنے کا خوف ہو سکتا ہے۔

**آیت 46** حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی عرض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم ڈرو نہیں، بیشک میں اپنی مدد کے ذریعے تمہارے ساتھ ہوں اور میں سب سن رہا ہوں اور سب دیکھ بھی رہا ہوں۔

**آیت 47،48** ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ تم ڈرو نہیں اور فرعون کے پاس جا کر کہو: ہم تیرے رب عزوجل کے بھیجے ہوئے ہیں لہٰذا تو بنی

بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ

ہمارے ساتھ بھیج دے اور انہیں تکلیف نہ دے بیشک ہم تیرے رب کی طرف سے ایک نشانی لائے ہیں اور اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی

الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا

پیروی کرے ○ بیشک ہماری طرف وحی ہوتی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے ○ فرعون بولا: اے موسیٰ! تو تم دونوں کا

يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ

رب کون ہے ؟○ موسیٰ نے فرمایا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خاص شکل و صورت دی پھر راہ دکھائی ○ فرعون بولا: پہلی قوموں کا

الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَ لَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ

کیا حال ہے ؟○ موسیٰ نے فرمایا: ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، میرا رب نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے ○ وہ جس نے تمہارے لیے

اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور ان سے مشقت کے سخت کام لے کر انہیں تکلیف نہ دے۔ بیشک ہم تیرے رب عزوجل کی طرف سے معجزات لے کر آئے ہیں جو ہماری نبوت کی صداقت کی دلیل ہیں۔ فرعون نے کہا: وہ معجزات کیا ہیں؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ روشن ہونے کا معجزہ دکھایا (اور فرمایا) جو ہدایت کی پیروی کرے اس کے لئے سلامتی ہے اور وہ عذاب سے محفوظ رہے گا۔ بیشک ہماری طرف وحی ہوتی ہے کہ عذاب اس پر ہے جو ہماری نبوت کو اور ان اَحکام کو جھٹلائے جو ہم لائے ہیں اور ہماری ہدایت سے منہ پھیرے۔

**آیت 50،49** حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہ السلام نے جب فرعون کو یہ پیغام پہنچا دیا تو وہ بولا: اے موسیٰ! تو تم دونوں کا رب کون ہے جس نے تمہیں بھیجا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ہمارا رب عزوجل وہ ہے جس نے محض اپنی رحمت سے ہر چیز کو اس کی خاص شکل و صورت دی، جیسا کہ ہاتھ کو اس کے لائق ایسی شکل دی کہ وہ کسی چیز کو پکڑ سکے، آنکھ کو اس کے موافق کہ وہ دیکھ سکے اور کان کو ایسی شکل و صورت دی کہ وہ سن سکے، پھر راہ دکھائی اور اس کی معرفت دی کہ دنیا کی زندگانی اور آخرت کی سعادت کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کو کس طرح کام میں لایا جائے۔

**آیت 51** جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے رب ہونے پر اتنی واضح دلیل دی تو فرعون گھبرا گیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توجہ بدلنے کے لیے آپ کو دوسری باتوں میں الجھانے لگا اور کہا: جو پہلی قومیں گزر چکی ہیں مثلاً قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ اور وہ بتوں کو پوجتی تھیں اور حشر کی منکر تھیں ان کا کیا ہوا؟

**آیت 52** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: پہلی قوموں کے حال کا علم میرے رب عزوجل کے پاس ایک کتاب لَوحِ محفوظ میں ہے جس میں ان کے تمام اَحوال لکھے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن انہیں ان اعمال پر جزا دی جائے گی۔ مزید فرمایا کہ میرا رب عزوجل نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ اہم بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو جواب دیا کہ اس کا علم لوحِ محفوظ میں ہے اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ کو گزشتہ قوموں کے حالات معلوم نہ تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ فرعون آپ کو تبلیغِ دین سے نہ پھیر سکے۔

**آیت 53** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ میرا رب عزوجل وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا تاکہ تمہارے لئے اس پر

الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّسَلَكَ لَكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا وَّاَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖۤ

زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لیے اس میں راستے آسان کردیئے اور آسمان سے پانی نازل فرمایا تو ہم نے اس سے

اَزۡوَاجًا مِّنۡ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوۡا وَارۡعَوۡا اَنۡعَامَكُمۡ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ﴿۵۴﴾ ع

مختلف قسم کی نباتات کے جوڑے نکالے ○ تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بیشک اس میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں ○

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدۡ اَرَيۡنٰهُ

ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے ○ اور بیشک ہم نے اس کو اپنی سب نشانیاں

اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئۡتَنَا لِتُخۡرِجَنَا مِنۡ اَرۡضِنَا بِسِحۡرِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿۵۷﴾

دکھائیں تو اس نے جھٹلایا اور نہ مانا ○ کہنے لگا: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعے ہماری سرزمین سے نکال دو ○

فَلَنَاۡتِيَنَّكَ بِسِحۡرٍ مِّثۡلِهٖ فَاجۡعَلۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكَ مَوۡعِدًا لَّا نُخۡلِفُهٗ نَحۡنُ وَلَاۤ اَنۡتَ مَكَانًا

تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کرلو جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں اور نہ تم، ایسی جگہ

زندگی بسر کرنا ممکن ہو اور تمہارے لیے اس میں راستے آسان کردیے تاکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں تمہیں آسانی ہو اور اس نے آسمان سے پانی نازل فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام تو یہاں پورا ہوگیا اب اس کلام کو مکمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اہلِ مکہ کو خطاب کرکے فرماتا ہے کہ اے اہلِ مکہ! تو ہم نے اس پانی سے مختلف قسم کی نباتات کے جوڑے نکالے جن کے رنگ، خوشبوئیں اور شکلیں مختلف ہیں۔

**آیت 54** ارشاد فرمایا کہ ہم نے جو یہ نباتات نکالی ہیں، ان میں سے تم خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ۔ بیشک زمین کو بچھونا بنانے، اس میں سفر کے لئے راستوں کو آسان کرنے، آسمان سے پانی نازل کرنے اور زمین سے مختلف اَقسام کی نباتات اگانے میں عقل رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے صانع ہونے، اس کی وحدت، اس کی عظیم قدرت اور اس کی ظاہر و باہر حکمت پر دلالت کرنے والی عظیم نشانیاں ہیں۔

**آیت 55** ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کرکے تمہیں اس سے ہی بنایا اور تمہاری موت اور دفن کے وقت اسی زمین میں تمہیں پھر لوٹائیں گے اور قیامت کے دن اسی زمین سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ اہم بات: جب کسی مسلمان کو انتقال کے بعد دفن کردیا جائے اور اس کی قبر پر تختے لگانے کے بعد مٹی دی جائے تو اس وقت مستحب یہ ہے کہ اس کے سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔ پہلی بار کہیں "مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ" دوسری بار "وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ" اور تیسری بار "وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى" کہیں۔

**آیت 56-58** ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو وہ تمام نشانیاں دکھادیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھیں تو اس نے انہیں جھٹلایا اور نہ مانا اور ان نشانیوں کو جادو بتایا اور کہنے لگا: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے ذریعے ہماری سرزمین مصر سے نکال کر خود اس پر قبضہ کرلو۔ تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے اور جادو میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان ایک مدت اور جگہ مقرر کرلو جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں اور نہ تم اور وہ جگہ ہموار ہو اور اس میں دونوں فریقین کے درمیان برابر فاصلہ ہو تاکہ لوگ آسانی کے ساتھ مقابلہ دیکھ سکیں۔

سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ

جو برابر فاصلے پر ہو○ موسیٰ نے فرمایا: تمہارے وعدے کا وقت میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کرلئے جائیں○ تو فرعون نے

فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ

پھیر کر چلا گیا تو اپنے مکر وفریب کو جمع کرنے لگا پھر آیا○ ان سے موسیٰ نے فرمایا: تمہاری خرابی ہو، تم اللہ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک

بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾

کردے گا اور بیشک وہ ناکام ہوا جس نے جھوٹ باندھا○ تو وہ اپنے معاملہ میں باہم مختلف ہوگئے اور انہوں نے چھپ کر مشورہ کیا○

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا

کہنے لگے: بیشک یہ دونوں یقیناً جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارا بہت شرف وبزرگی والا

آیت 59 ﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے جواباً فرمایا: تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور اس دن یہ بھی ہونا چاہئے کہ لوگ دن چڑھے جمع کرلئے جائیں تاکہ خوب روشنی پھیل جائے اور دیکھنے والے اطمینان کے ساتھ دیکھیں اور انہیں ہر چیز صاف نظر آئے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں جس میلے کا ذکر ہوا اس سے فرعونیوں کا وہ میلہ مراد ہے جو ان کی عید تھی۔ (2) اس دن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لئے معین فرمایا کہ یہ دن ان کی انتہائی شوکت کا دن تھا اور اسے مقرر کرنے میں اپنی قوت کے کمال کا اظہار ہے۔ فقہی مسائل: (1) شرعی ضرورت کے وقت مسلمان کو کفار کے میلے میں جانا جائز ہے۔ (2) شرعی ضرورت کے علاوہ تجارت یا کسی اور غرض سے جانے کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ میلہ کفار کا مذہبی ہے جس میں جمع ہو کر اعلانِ کفر اور شرکیہ رسمیں ادا کریں تو تجارت کی غرض سے بھی جانا ناجائز ومکروہِ تحریمی ہے اور دنیوی میلہ ہو تو جانا جائز اور بچنا بہتر جبکہ کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔

آیت 60 ﴾ جب مقابلہ کا دن طے ہوگیا تو فرعون منہ پھیر کر چلا گیا اور مقابلے کے لیے کثیر جادوگروں کو جمع کیا اور انہیں انعامات وغیرہ کا لالچ دیا، پھر شان وشوکت کے ساتھ اپنی فوج کو لے کر وعدے کے دن میدان میں پہنچ گیا۔

آیت 61 ﴾ آپ علیہ السلام نے ان جادوگروں سے فرمایا: تمہاری خرابی ہو، تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک کر کے اس پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کردے گا اور بیشک وہ ناکام ہوا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا۔

آیت 62-64 ﴾ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام سنا تو آپس میں ان کا اختلاف ہوگیا، بعض کہنے لگے کہ یہ بھی جادوگر ہیں، بعض نے کہا کہ یہ باتیں جادوگروں کی نہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے منع کررہے ہیں۔ انہوں نے چھپ کر مشورہ کیا تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہ چلے اور اس مشورے میں بعض جادوگر دوسروں سے کہنے لگے: بیشک حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام دونوں یقیناً جادوگر ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تم پر غالب آکر تمہیں تمہاری سرزمین مصر سے نکال دیں اور تمہارا بہت شرف وبزرگی والا دین لے جائیں۔ تو تم اپنے لائے ہوئے جادو کے تمام داؤ جمع کرلو پھر صف باندھ کر آجاؤ تاکہ تمہاری ہیبت زیادہ ہو اور بیشک آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب آئے گا۔

بِطَرِيۡقَتِكُمُ الۡمُثۡلٰى ۝٦٣ فَاَجۡمِعُوۡا كَيۡدَكُمۡ ثُمَّ ائۡتُوۡا صَفًّا ۚ وَقَدۡ اَفۡلَحَ الۡيَوۡمَ مَنِ اسۡتَعۡلٰى ۝٦٤ قَالُوۡا

دین لے جائیں○ تو تم اپنا داؤ جمع کرلو پھر صف باندھ کر آجاؤ اور بیشک آج وہی کامیاب ہوگا جو غالب آئے گا○ انہوں نے کہا:

يٰمُوۡسٰٓى اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِىَ وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰى ۝٦٥ قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمۡ

اے موسیٰ! یا تم (عصا پہلے) ڈالو یا ہم پہلے ڈالتے ہیں○ موسیٰ نے فرمایا: بلکہ تم ہی ڈالو تو اچانک ان کی رسیاں

وَعِصِيُّهُمۡ يُخَيَّلُ اِلَيۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰى ۝٦٦ فَاَوۡجَسَ فِىۡ نَفۡسِهٖ خِيۡفَةً مُّوۡسٰى ۝٦٧

اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کے خیال میں یوں لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں○ تو موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا○

قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰى ۝٦٨ وَاَلۡقِ مَا فِىۡ يَمِيۡنِكَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا ؕ

توہم نے فرمایا: ڈرو نہیں بیشک تم ہی غالب ہو○ اور تم بھی اسے ڈال دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے وہ ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگل جائے گا۔

اِنَّمَا صَنَعُوۡا كَيۡدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَيۡثُ اَتٰى ۝٦٩ فَاُلۡقِىَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا

بیشک جو انہوں نے بنایا ہے وہ توصرف جادوگروں کا مکروفریب ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آجائے○ تو سب جادوگر سجدے میں گرادیئے گئے،

**آیت 65** جب جادوگروں نے صف بندی کرلی تو انہوں نے کہا: اے موسیٰ! علیہ السلام آپ پہلے اپنا عصا زمین پر ڈالیں گے یا ہم پہلے اپنے سامان ڈال دیں۔ اہم بات: جادوگروں نے ادب کی وجہ سے مقابلے کی ابتداء کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رائے مبارک پر چھوڑا اور اس کی برکت سے بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان سے مشرف فرمادیا۔

**آیت 66-68** ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا: بلکہ تمہی ڈالو۔ یہ اس لئے فرمایا کہ ان کے پاس جو کچھ جادو کے مکروحیلے ہیں پہلے وہ سب ظاہر کرلیں اس کے بعد آپ علیہ السلام اپنا معجزہ دکھائیں اور معجزہ جادو کو باطل کردے تو دیکھنے والوں کو بصیرت وعبرت حاصل ہو۔ چنانچہ جادوگروں نے رسیاں لاٹھیاں وغیرہ جو سامان وہ لائے تھے سب ڈال دیا اور لوگوں کی نظر بندی کردی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ زمین سانپوں سے بھر گئی اور میلوں کے میدان میں سانپ ہی سانپ دوڑ رہے ہیں اور دیکھنے والے اس باطل نظر بندی سے مسحور ہوگئے، اور اس خدشے سے کہ بعض لوگ معجزہ دیکھنے سے پہلے ہی اس نظر بندی کے گرویدہ نہ ہو جائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں قوم کے حوالے سے خوف محسوس کیا یا طبعی وجہ سے خوف محسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: تم ڈرو نہیں بے شک تم ہی ان پر غالب آؤ گے اور تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔

**آیت 69** اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! تم بھی اپنا وہ عصا ڈال دو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگل جائے گا۔ بیشک جو انہوں نے بنایا ہے وہ تو صرف جادوگروں کا مکروفریب ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی نبی کے مقابلے میں آجائے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ جادوگروں کے تمام اژدھوں اور سانپوں کو نگل گیا یہ دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہوگیا کہ یہ معجزہ ہے جس سے جادو مقابلہ نہیں کرسکتا۔

**آیت 70** حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر جادوگر اتنی تیزی سے سجدے میں گئے پھر کہنے لگے کہ ہم حضرت ہارون علیہ السلام اور

قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ۝ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ

وہ کہنے لگے: ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے○ فرعون بولا: کیا تم اس پر ایمان لائے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بیشک وہ

لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

تمہارا بڑا ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا تو مجھے قسم ہے میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہیں کھجور کے

وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ؗ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ۝ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ

تنوں پر پھانسی دیدوں گا اور ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب زیادہ شدید اور زیادہ باقی رہنے والا ہے○ انہوں نے کہا: ہم ان روشن دلیلوں پر ہرگز

عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ

تجھے ترجیح نہ دیں گے جو ہمارے پاس آئی ہیں۔ ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم! تو تُو جو کرنے والا ہے کرلے۔ تو اس دنیا کی زندگی میں ہی

الدُّنْيَا ۝ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ

تو کرے گا○ بیشک ہم اپنے رب پر ایمان لائے تاکہ وہ ہماری خطائیں اور وہ جادو بخش دے جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے۔

آیت 71 فرعون نے جادوگروں کے ایمان لانے کا منظر دیکھ کر انہیں کہا: کیا تم میری اجازت ملنے سے پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے! بیشک وہ جادو میں تم سب سے فائق ہے اور اس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، تو مجھے قسم ہے، میں ضرور تمہارے دائیں طرف کے ہاتھ اور بائیں طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تمہیں کھجور کے تنوں پر پھانسی دوں گا اور اس وقت ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں کس کا عذاب زیادہ شدید اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ اس سے فرعون کی مراد یہ تھی کہ اس کا عذاب سخت تر ہے یا ربُّ العٰلمین کا عذاب زیادہ سخت ہے۔

آیت 72 فرعون کا یہ متکبرانہ کلمہ سن کر جادوگروں نے کہا: ہم ان روشن دلیلوں پر ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے جو ہمارے پاس آئی ہیں۔ ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم! تو جو کرنے والا ہے کرلے ہمیں اس کی کچھ پروا نہیں اور تو ہمارے ساتھ جو کچھ بھی کرے گا اس دنیا کی زندگی میں ہی تو کرے گا، اس سے آگے تو تیری کچھ مجال نہیں۔ اہم باتیں: (1) بعض مفسرین کے نزدیک یہاں روشن دلیلوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا روشن ہاتھ اور عصا مراد ہے۔ (2) جادوگروں نے مومن ہو کر فرعون سے کہہ دیا کہ جو ہو سکے تو کرلے ہمیں اس کی پروا نہیں، تو معلوم ہوا کہ مومن کے دل میں جرأت ہوتی ہے اور وہ ایمان لانے کی صورت میں مخلوق کی طرف سے اَذِیّت پہنچنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس سے واضح ہوا کہ قادیانی کا نبی ہونا تو بڑی دور کی بات وہ تو مومن بھی نہیں تھا کیونکہ وہ لوگوں سے اتنا ڈرتا تھا کہ ان کے خوف کی وجہ سے حج ہی نہ کرسکا۔

آیت 73 جادوگروں نے کہا: بیشک ہم اپنے رب تعالیٰ پر ایمان لائے تاکہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور وہ جادو بھی معاف کردے جس پر تو نے ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں مجبور کیا تھا اور خدا کا ثواب بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، یونہی اس کا عذاب زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

وَّلَا تَخْشٰی ۞ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ ۞

فرعون پکڑلے اور نہ تجھے خطرہ ہو گاO تو فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے چل پڑا تو انہیں دریا نے ڈھانپ لیا جیسا انہیں ڈھانپ لیاO

**آیت 74-76** ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک جو اپنے رب عزوجل کے حضور فرعون کی طرح کافر ہو کر آئے گا تو ضرور اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا کہ مر کر ہی اس سے چھوٹ سکے اور نہ ہی اس طرح زندہ رہے گا جس سے کچھ نفع اٹھا سکے اور جن کا ایمان پر خاتمہ ہوا ہو اور انہوں نے اپنی زندگی میں نیک عمل کئے ہوں، فرائض و نوافل اور عبادت و ریاضت بجالائی ہوں تو ان کیلئے بلند درجات ہیں اور وہ درجات ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اس کی جزا ہے جو کفر اور گناہوں سے پاک ہوا۔

**آیت 77** جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر فرعون راہ پر نہ آیا اور وہ بنی اسرائیل پر پہلے سے زیادہ ظلم و ستم کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ راتوں رات میرے بندوں کو مصر سے لے چلو اور جب آپ لوگ دریا کے کنارے پہنچیں اور فرعونی لشکر پیچھے سے آئے تو کوئی اندیشہ نہ کرنا اور ان کے لیے اپنا عصا مار کر دریا میں خشک راستہ نکال دو یعنی اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے یہ معجزہ ظاہر فرمائے گا۔ مزید فرمایا کہ تجھے ڈر نہ ہو گا کہ فرعون پکڑلے اور نہ تجھے دریا میں غرق ہونے کا خطرہ ہو گا کیونکہ خدا کی خاص مدد تمہارے ساتھ ہو گی۔

**آیت 78** حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر رات کے پہلے وقت میں بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے کر مصر سے روانہ ہو گئے تو فرعون قبطیوں کا لشکر لے کر ان کے پیچھے چل پڑا اور جب فرعون اپنے لشکر کے ساتھ دریا میں بنے ہوئے راستوں میں داخل ہو گیا تو انہیں دریا نے اس طرح ڈھانپ لیا اور اس کا پانی ان کے سروں سے اس طرح اونچا ہو گیا جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، یوں فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ فرعون کے ظلم و ستم اور دریا میں ڈوبنے سے نجات پا گئے۔ یہ خدا کی طرف سے عذاب تھا جس میں فرعون اور اس کے درباری مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔

وَ اَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَ مَا هَدٰى ﴿٧٩﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ

اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور راہ نہ دکھائی O اے بنی اسرائیل! بیشک ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی

وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ

اور تمہارے ساتھ کوہِ طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا O جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں دیا ہے

مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَ مَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾

اس میں سے کھاؤ اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ تم پر میرا غضب اتر آئے اور جس پر میرا غضب اتر آیا تو بیشک وہ گر گیا O

وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَ مَآ اَعْجَلَكَ

اور بیشک میں اس آدمی کو بہت بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر ہدایت پر رہا O اور اے موسیٰ! تجھے

عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَ عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ

اپنی قوم سے کس چیز نے جلدی میں مبتلا کر دیا؟ O عرض کی: وہ یہ میرے پیچھے ہیں اور اے میرے رب! میں نے تیری طرف اس لئے جلدی کی

**آیت 79** فرعون نے اپنی قوم کو ایسا راستہ دکھایا جس پر چل کر وہ دین اور دنیا دونوں میں نقصان اٹھا گئے کہ کفر کی وجہ سے وہ دنیا میں ہولناک عذاب میں مبتلا ہو کر مر گئے اور اب وہ آخرت کے اَبدی عذاب کا سامنا کر رہے ہیں اور فرعون نے اپنی قوم کو کبھی ایسا راستہ نہ دکھایا جس پر چل کر وہ دین اور دنیا کی بھلائیوں تک پہنچ جاتے۔ اہم بات: قوم کے دینی اور دُنیوی نقصان یا بھلائی میں قوم کے سربراہ اور حکمران کا انتہائی اہم کردار ہوتا ہے۔

**آیت 80-82** فرمایا: اے بنی اسرائیل! بیشک ہم نے تمہیں تمہارے دشمن فرعون اور اس کی قوم سے نجات دی اور ہم نے اپنے نبی علیہ السلام کے ذریعے تمہارے ساتھ کوہِ طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں تورات عطا فرمائیں گے جس پر عمل کیا جائے اور ہم نے تم پر تیہ کے میدان میں مَنّ وسَلْویٰ اتارا اور فرمایا: ہم نے جو پاکیزہ رزق تمہیں دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس میں ناشکری اور نعمت کا انکار کر کے اور ان نعمتوں کو گناہوں میں خرچ کر کے یا ایک دوسرے پر ظلم کر کے زیادتی نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب اتر آئے گا اور جس پر میرا غضب اتر آیا تو بیشک وہ جہنم میں گر گیا اور ہلاک ہوا اور بیشک میں اُس آدمی کو بہت بخشنے والا ہوں جس نے شرک سے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا پھر آخری دم تک ہدایت پر رہا۔ ان آیات میں خدائی انعامات اور امتحانات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ قوموں کو نعمتیں دے کر بھی آزماتا ہے اور مشکلوں میں ڈال کر بھی، لہٰذا نعمتوں میں شکر کا راستہ اختیار کیا جائے اور توبہ وایمان وعملِ صالح کا راستہ اختیار کر کے خدا کی بخشش اور کرم نوازی کا مستحق بنا جائے۔

**آیت 83،84** حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کر کے تورات شریف لینے کوہِ طور پر تشریف لے گئے، پھر اللہ تعالیٰ سے کلام کے شوق میں ان آدمیوں سے آگے بڑھ گئے اور انہیں پیچھے چھوڑتے ہوئے فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! تجھے اپنی قوم سے کس چیز نے جلدی میں مبتلا کر دیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ

تاکہ تو راضی ہو جائے ○ فرمایا: تو ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا ○ تو موسیٰ

مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ

اپنی قوم کی طرف غضبناک ہو کر افسوس کرتے ہوئے لوٹے (اور) فرمایا: اے میری قوم ! کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہ کیا تھا؟

اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾

کیا مدت تم پر لمبی ہو گئی تھی یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اتر آئے؟ پس تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی ہے ○

قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ

انہوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی لیکن قوم کے کچھ زیورات کے بوجھ ہم سے اٹھوائے گئے تھے

عرض کی: وہ یہ میرے پیچھے ہیں اور اے میرے رب! میں نے تیری طرف اس لئے جلدی کی تاکہ تیرے حکم کو پورا کرنے میں میری جلدی دیکھ کر تیری رضا اور زیادہ ہو۔ اہم باتیں: (1) رضائے الٰہی کے کاموں میں سرعت دکھانا خدا سے محبت کی علامت ہے۔ (2) رضائے الٰہی کی طلب زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی اسی مقصد پر زندگی گزارتے رہے۔ (3) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتایا کہ "انہوں نے خدا کی رضا چاہی" اور حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بتایا گیا کہ "خدا ان کی رضا چاہتا ہے۔" یہ کلیم و حبیب اور محب و محبوب کا فرق ہے۔

**آیت 85** اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ اے موسیٰ! ہم نے تیرے پہاڑ کی طرف آنے کے بعد تیری قوم کو ایک آزمائش میں ڈالا ہے اور سامری نے انہیں بچھڑا پوجنے کی دعوت دے کر گمراہ کر دیا ہے۔

**آیت 86** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن پورے کئے اور تورات لے کر اپنی قوم کی طرف غضبناک ہو کر لوٹے اور ان کے حال پر افسوس کرتے ہوئے فرمانے لگے: اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہ کیا تھا کہ وہ تمہیں تورات عطا فرمائے گا جس میں ہدایت اور نور ہے؟ کیا میرے تم سے جدا ہونے کی مدت تم پر لمبی ہو گئی تھی یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب اتر آئے؟ پس تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی اور بچھڑے کو پوجنے لگے حالانکہ تمہارا وعدہ تو مجھ سے میرے حکم کی اطاعت کرنے اور میرے دین پر قائم رہنے کا تھا۔ درس: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس پر ناراضی اور غصہ آنا چاہیے۔ سیکولرازم کی تعلیم باطل ہے کہ لوگ جو چاہیں کریں، کرنے دو، منہ بند کر کے خاموش بیٹھے رہو۔

**آیت 87** حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات سن کر لوگوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی، ہوا یہ تھا کہ فرعون کی قوم کے کچھ زیورات جو ہم نے ان سے عاریت کے طور پر لئے تھے انہیں ہم نے سامری کے حکم سے آگ میں ڈال دیا، پھر اسی طرح سامری نے ان زیوروں کو ڈال دیا جو اس کے پاس تھے اور اس خاک کو بھی ڈال دیا جو حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے اس نے حاصل کی تھی۔ بنی اسرائیل کا یہ کہنا باطل تھا کہ ہم نے اپنے اختیار سے یہ حرکت نہیں کی، کیونکہ اپنے اختیار

فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ

تو ہم نے ان زیورات کو ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے ڈال دیا○ تو اس نے ان لوگوں کے لیے ایک بے جان بچھڑا نکال دیا جس کی گائے جیسی آواز تھی

فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِیَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا

تو لوگ کہنے لگے: یہ تمہارا معبود ہے اور موسیٰ کا معبود ہے اور موسیٰ بھول گئے ہیں○ تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا

وَّ لَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ یٰقَوْمِ

اور ان کیلئے نہ کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ نفع کا○ اور بیشک ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا کہ اے میری قوم!

ہی سے تو سامری کو زیور دیئے تھے، خود اُڑ کر تو سامری کے پاس نہیں پہنچ گئے تھے، لہٰذا اختیار نہ ہونے کا تو کوئی معنیٰ ہی نہیں۔

**آیت 88** زیورات پگھلا کر ان سے سامری نے ایک بے جان بچھڑا بنایا اور اس میں کچھ سوراخ اس طرح رکھے کہ جب ان میں ہوا داخل ہو تو اس سے بچھڑے کی آواز کی طرح آواز پیدا ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ اَسْپِ جبریل کی خاکِ زیرِ قدم ڈالنے سے زندہ ہو کر بچھڑے کی طرح بولتا تھا۔ پھر بچھڑے سے آواز نکلتی دیکھ کر سامری اور اس کے پیروکار کہنے لگے: یہ تمہارا معبود ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا معبود ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام معبود کو بھول گئے اور اسے یہاں چھوڑ کر اس کی جستجو میں کوہِ طور پر چلے گئے ہیں۔ (مَعَاذَ اللہ) بعض مفسرین نے کہا کہ اس آیت کے آخری لفظ "نَسِیَ" کا فاعل سامری ہے اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ سامری نے بچھڑے کو معبود بنایا اور وہ اپنے ربّ کو بھول گیا یا یہ معنیٰ ہے کہ سامری یہ بھول گیا کہ جس چیز میں تبدیلیاں ہوں کہ ٹکڑے جوڑ کر بنائی جائے، کئی کرتب دکھا کر بولنے پر مجبور کیا جائے تو وہ خدا کیسے ہو سکتی ہے؟

**آیت 89** فرمایا کہ بچھڑے کو پوجنے والے کیا اس بات پر غور نہیں کرتے کہ وہ بچھڑا انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ہی وہ ان سے کسی نقصان کو دور کر سکتا ہے اور نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکتا ہے تو وہ معبود کس طرح ہو سکتا ہے؟ اہم بات: حقیقت یہ ہے کہ توحید کا ثبوت بہت اعلیٰ درجے پر ہے اور بتوں کی بے کسی بھی نہایت واضح ہے۔ اس کے باوجود شرک و بت پرستی نہایت حیرت انگیز ہے۔

**آیت 90** فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے قوم کی طرف لوٹنے سے پہلے بیشک حضرت ہارون علیہ السّلام نے لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا تھا: اے میری قوم! اس بچھڑے کے ذریعے صرف تمہاری آزمائش کی جا رہی ہے، تو تم اسے نہ پوجو اور بیشک تمہارا رب جو عبادت کا مستحق ہے وہ رحمٰن عزوجل ہے نہ کہ بچھڑا، تو میری پیروی کرو اور بچھڑے کی پوجا چھوڑ دینے میں میرے حکم کی اطاعت کرو۔ اہم بات: حضرت ہارون علیہ السّلام نے قوم کو جس ترتیب سے نصیحت فرمائی یہ وعظ و نصیحت کی عمدہ ترتیب ہے کہ سب سے پہلے انہیں باطل چیز کے بارے میں تنبیہ فرمائی کہ تمہیں بچھڑے کے ذریعے آزمایا جا رہا ہے، پھر آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی دعوت دی کہ تمہارا رب بچھڑا نہیں بلکہ تمہارا رب رحمٰن ہے، پھر انہیں نبوت کو پہچاننے کی دعوت دی کہ میں نبی ہوں اس لئے تم سامری کی بجائے میری پیروی کرو، اس کے بعد آپ نے انہیں شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا کہ میں نے تمہیں بچھڑے کی پوجا نہ کرنے کا جو حکم دیا ہے اسے پورا کرو۔ یہ وعظ و نصیحت کرنے کے معاملے میں انتہائی عمدہ ترتیب ہے اور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی سیرت

اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَ اَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا

تمہیں اس کے ذریعے صرف آزمایا جارہا ہے اور بیشک تمہارا رب رحمٰن ہے تو میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو○ بولے

لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْهِ عٰكِفِیْنَ حَتّٰى یَرْجِعَ اِلَیْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ یٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ

ہم تو اس پر جم کر بیٹھے رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ لوٹ کر نہ آجائیں○ موسیٰ نے فرمایا: اے ہارون! جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا

اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَیْتَ اَمْرِیْ ﴿۹۳﴾ قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ

تو تمہیں کس چیز نے میرے پیچھے آنے سے منع کیا تھا؟ کیا تم نے میرا حکم نہ مانا؟○○ ہارون نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی

مبارکہ میں وعظ و نصیحت کی اس ترتیب کا انتہائی اعلیٰ نمونہ موجود ہے۔

**آیت 91** حضرت ہارون علیہ السلام کی نصیحت کے جواب میں لوگوں نے کہا: ہم تو اس وقت تک بچھڑے کی پوجا کرنے پر قائم رہیں گے جب تک ہمارے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام لوٹ کر نہ آجائیں اور ہم دیکھ لیں کہ وہ بھی ہماری طرح اس کی پوجا کرتے ہیں یا نہیں اور کیا سامری نے سچ کہا ہے یا نہیں۔ اس پر حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھ بارہ ہزار وہ لوگ بھی ان سے جدا ہو گئے جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی۔ اہم بات: بنی اسرائیل کا یہ عذر نہایت فضول تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی تک ہم بچھڑے کی پوجا کریں کیونکہ جب اس سے روکنے والے حضرت ہارون علیہ السلام بھی خود نبی ہیں، پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نائب تھے اور ان کا حکم ماننے کا خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم فرمایا تھا تو اب آگے سے حیلے بہانے کرنا حیرت انگیز ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب کچھ غلط کرنا ہو تو نفس بہت سے حیلے سکھا دیتا ہے۔

**آیت 92، 93** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے تو آپ نے ان لوگوں کے شور مچانے اور باجے بجانے کی آوازیں سنیں جو بچھڑے کے گرد ناچ رہے تھے، تب آپ نے اپنے ہمراہ ستر لوگوں سے فرمایا: یہ فتنہ کی آواز ہے۔ پھر جب آپ علیہ السلام قریب پہنچے اور حضرت ہارون علیہ السلام کو دیکھا تو اپنی فطری دینی غیرت سے جوش میں آکر ان کے سر کے بال دائیں ہاتھ اور داڑھی بائیں میں پکڑلی اور فرمایا: اے ہارون! جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تمہیں کس چیز نے میرے پیچھے آکر مجھے خبر دینے سے منع کیا تھا اور جب انہوں نے تمہاری بات نہ مانی تھی تو تم مجھ سے کیوں نہیں آملے تاکہ تمہارا ان سے جدا ہونا بھی ان کے حق میں ایک سرزنش ہوتی، کیا تم نے میرا حکم نہ مانا؟

**آیت 94** حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑو بیشک مجھے ڈر تھا کہ اگر میں انہیں چھوڑ کر آپ کے پیچھے چلا گیا تو یہ گروہوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے سے لڑنے لگیں گے اور یہ دیکھ کر آپ کہیں گے کہ اے ہارون! تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور ان کے بارے میں تم نے میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔ اہم بات: قوم کی اجتماعیت بہت اچھی بات ہے لیکن خدا اور رسول کے حکم کی پیروی، شرک سے بیزاری، رضائے الٰہی کی خاطر مشرکوں، کافروں سے دور ہو جانا اور ان سے بغض رکھنا نیز ایمان پر استقامت، اس اجتماعیت پر مقدم ہے اور اسی وجہ سے تو انبیاء علیہم السلام ایک وقت تک تبلیغ کا فریضہ

وَلَا بِرَاْسِیْۚ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَیْنَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ ۝۹۴

اور میرے سر کے بال نہ پکڑو بیشک مجھے ڈر تھا کہ تم کہو گے کہ (اے ہارون!) تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا انتظار نہ کیا۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ یٰسَامِرِیُّ ۝۹۵ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ

موسیٰ نے فرمایا: اے سامری! تو تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو میں نے فرشتے کے نشان سے

اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ ۝۹۶ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَیٰوةِ

ایک مٹھی بھرلی پھر اسے ڈال دیا اور میرے نفس نے مجھے یہی اچھا کر کے دکھایا۔ موسیٰ نے فرمایا: تو تو چلا جا پس بیشک زندگی میں تیرے لئے یہ سزا ہے کہ تو کہے گا:

اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ۪ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗۚ وَانْظُرْ اِلٰۤی اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ

"نہ چھونا" اور بیشک تیرے لیے ایک وعدہ کا وقت ہے جس کی تجھ سے خلاف ورزی نہ کی جائے گی اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو سارا دن

سرانجام دے کر اپنی قوم سے ہجرت کر جاتے تھے اور قوم پر عذاب اتر آتا تھا۔ نیز مشرکین مکہ بھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے قوم کے اتفاق برقرار رکھنے اور افتراق سے بچنے کے لئے کبھی درخواستیں دیتے اور کبھی دھمکیاں اور کبھی لالچیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس اتفاق پر خدائی حکم و پیغام کو مقدم رکھ کر ہمیشہ تبلیغ فرمائی اور ان سے جدا بھی ہوئے اور ان سے جنگیں بھی کیں۔

**آیت 96،95** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا جواب سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے سامری! تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس کی وجہ بتا۔ سامری نے کہا: میں نے وہ دیکھا جو بنی اسرائیل کے لوگوں نے نہ دیکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا: میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں پہچان لیا، وہ زندگی کے گھوڑے پر سوار تھے، اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں ان کے گھوڑے کے نشانِ قدم کی خاک لے لوں تو میں نے وہاں سے ایک مٹھی بھرلی پھر اسے اُس بچھڑے میں ڈال دیا جو میں نے بنایا تھا اور میرے نفس نے مجھے یہی اچھا کر کے دکھایا اور یہ فعل میں نے اپنی ہی نفسانی خواہش کی وجہ سے کیا کوئی دوسرا اس کا باعث و محرک نہ تھا۔ درس: سامری کافر ہو گیا تھا بلکہ دوسروں کو مرتد بنانے کا سبب بنا لیکن پھر بھی یہ بات درست کہی کہ اس کا ستیاناس اس کے نفس نے ہی کیا تھا۔ لہٰذا نفس پر لگام ڈال کر ہی رکھنی چاہیے اور اس کی مخالفت ہی میں نجات ہے۔

**آیت 97** سامری کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تو یہاں سے چلتا بن اور دور ہو جا، پس بیشک زندگی میں تیرے لئے یہ سزا ہے کہ جب تجھ سے کوئی ایسا شخص ملنا چاہے جو تیرے حال سے واقف نہ ہو، تو تُو اس سے کہے گا "کوئی مجھے نہ چھوئے اور نہ میں کسی سے چھوؤں" چنانچہ لوگوں کو مکمل طور پر اس سے ملنے سے منع کر دیا گیا اور ہر ایک پر اس کے ساتھ ملاقات، بات چیت، خرید و فروخت حرام کر دی گئی اور اگر اتفاقاً کوئی اس سے چھو جاتا تو وہ اور چھونے والا دونوں شدید بخار میں مبتلا ہوتے، وہ جنگل میں یہی شور مچاتا پھرتا تھا کہ کوئی مجھے نہ چھوئے اور وہ وحشیوں اور درندوں میں زندگی کے دن انتہائی تلخی اور وحشت میں گزارتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مزید فرمایا: اے سامری! تیرے شرک اور فساد انگیزی پر دنیا کے اس عذاب کے بعد تیرے لئے آخرت میں بھی عذاب کا وعدہ ہے جس کی تجھ سے خلاف ورزی نہ کی جائے گی اور اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو سارا دن ڈٹ کر بیٹھا رہا اور اس کی عبادت پر قائم رہا، قسم ہے: ہم ضرور اسے آگ سے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہا دیں گے، چنانچہ حضرت موسیٰ

عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ

ڈٹ کر بیٹھا رہا، قسم ہے: ہم ضرور اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہائیں گے ○ تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ

سوا کوئی معبود نہیں، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے ○ (اے حبیب!) ہم تمہارے سامنے اسی طرح پہلے گزری ہوئی خبریں بیان کرتے ہیں

وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾

اور بیشک ہم نے تمہیں اپنے پاس سے ایک ذکر عطا فرمایا ○ جو اس سے منہ پھیرے گا تو بیشک وہ قیامت کے دن ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا ○

خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ

وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کیلئے بہت برا بوجھ ہوگا ○ جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور ہم اس دن مجرموں کو

الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾

اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی ○ وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کریں گے کہ تم دنیا میں صرف دس رات رہے ہو ○

علیہ السلام نے اس بچھڑے کے ساتھ ایسا ہی کیا۔ اہم بات: گمراہ اور گمراہ کن لوگوں سے دور رہنے میں عافیت اور ایمان کی سلامتی ہے۔ نیز خدا کی نافرمانی کی وجہ سے کسی سے بائیکاٹ کرنا، جائز بلکہ کئی صورتوں میں ضروری ہوتا ہے۔

**آیت 98** فرمایا کہ تمہاری عبادت اور تعظیم کا مستحق صرف وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

**آیت 99** اس سے پہلی آیات میں فرعون اور سامری کے ساتھ ہونے والا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا اور اب یہاں سے ارشاد فرمایا گیا کہ اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ کے سامنے یہ واقعات بیان کئے اسی طرح ہم آپ کے سامنے سابقہ امتوں کی خبریں اور ان کے احوال بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کی شان، آپ کی نشانیوں اور معجزات میں اضافہ ہو اور لوگ ان میں زیادہ غور و فکر کر سکیں اور بے شک ہم نے آپ کو اپنے پاس سے قرآن کریم عطا فرمایا کہ یہ ذکرِ عظیم ہے اور جو اس کی طرف متوجہ ہو اس کے لئے اس کتاب کریم میں نجات اور برکتیں ہیں اور اس کتاب میں سابقہ امتوں کے ایسے حالات کا ذکر و بیان ہے جو فکر و عبرت کے لائق ہیں۔

**آیت 100** ارشاد فرمایا کہ جو اس قرآن سے منہ پھیرے اور اس پر ایمان نہ لائے اور اس کی ہدایتوں سے فائدہ نہ اٹھائے تو وہ قیامت کے دن گناہوں کا ایک بڑا بوجھ اٹھائے گا۔

**آیت 101** فرمایا کہ وہ ہمیشہ اس گناہ کے عذاب میں رہیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کیلئے بہت برا بوجھ ہوگا۔ اہم بات: ہمیشہ عذاب میں وہ شخص رہے گا جس کا خاتمہ کفر کی حالت میں ہوا ہوگا اور جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا وہ اگرچہ کتنا ہی گنہگار ہو اسے ہمیشہ عذاب نہ ہوگا۔

**آیت 102** ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنی قوم کو وہ دن یاد دلائیں جس دن لوگوں کو محشر میں حاضر کرنے کے لئے دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا اور ہم اس دن کافروں کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں نیلی اور منہ کالے ہوں گے۔

**آیت 103** آخرت کی ہولناکیاں اور وہاں کی خوفناک منازل دیکھ کر کفار کو دُنیوی زندگی کی مدت بہت قلیل معلوم ہوگی اور وہ آپس

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ

ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جب ان میں سب سے بہتر رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک ہی دن رہے تھے○ اور آپ سے پہاڑوں کے بارے میں

عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا

سوال کرتے ہیں۔ تم فرماؤ! انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا○ تو زمین کو ہموار چٹیل میدان بنا چھوڑے گا○ تو اس میں کوئی ناہمواری

عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾ يَوْمَىٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ

دیکھے گا اور نہ اونچائی○ اس دن پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے، (لوگوں کی طرف سے) اس داعی کے لئے اِدھر اُدھر ہونا نہ ہوگا اور سب آوازیں

لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَىٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ

رحمٰن کے حضور پست ہو کر رہ جائیں گی تو تُو ہلکی سی آواز کے سوا کچھ نہ سنے گا○ اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی سوائے اس کے جسے رحمٰن نے

میں آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے کہیں گے: ہم تو دنیا میں زیادہ عرصہ نہیں رہے بلکہ صرف دس راتیں رہے ہیں۔

**آیت 104** ارشاد فرمایا کہ کفار دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کے بارے آپس میں جو آہستہ آہستہ باتیں کریں گے اسے ہم خوب جانتے ہیں۔ کچھ لوگ تو دس راتیں رہنے کا کہیں گے جبکہ ان میں سب سے بہتر رائے والا قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر کہے گا کہ تم تو صرف ایک ہی دن دنیا میں رہے تھے۔ درس: وقت اور زندگی ایک نفیس نقدی اور لطیف جوہر ہے، اسے کسی حقیر اور فانی چیز کو پانے کے لئے خرچ نہ کیا جائے بلکہ اس سے وہ چیز حاصل کرنے کی کوشش کی جائے جو انتہائی اعلیٰ اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

**آیت 105-107** شانِ نزول: قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا حال ہوگا؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے ان تین آیات میں ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ ان سے فرمادیں کہ انہیں میرا رب عزوجل ریت کے ذروں کی طرح ریزہ ریزہ کردے گا، پھر انہیں ہواؤں کے ذریعے اڑا دے گا اور پہاڑوں کے مقامات کی زمین کو ہموار چٹیل میدان بنا چھوڑے گا اور زمین اس طرح ہموار کر دی جائے گی کہ تو اس میں کوئی پستی اور اونچائی نہ دیکھے گا۔

**آیت 108** ارشاد فرمایا کہ جس دن پہاڑ ریزہ ریزہ کرکے اڑا دیئے جائیں گے اس دن لوگ قبروں سے نکلنے کے بعد پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے جو انہیں قیامت کے دن مَوقِف کی طرف بلائے گا اور ندا کرے گا: رحمٰن عزوجل کے حضور پیش ہونے کے لئے چلو، اور یہ پکارنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے۔ لوگ اس بات پر قادر نہ ہوں گے کہ وہ دائیں بائیں مڑ جائیں اور اس کے پیچھے نہ چلیں بلکہ وہ سب تیزی سے پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اور اس دن سب آوازیں رحمٰن کے حضور ہیبت و جلال کی وجہ سے پست ہو کر رہ جائیں گی اور حال یہ ہوگا کہ تو ہلکی سی آواز کے سوا کچھ نہ سنے گا اور وہ ہلکی سی آواز ایسی ہوگی کہ اس میں صرف لبوں کی جنبش ہوگی۔ یا اللہ! ہمیں قیامت کی ہولناکی کے وقت امن میں رکھنا اور ہمارے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، آمین۔

**آیت 109** ارشاد فرمایا کہ جس دن یہ ہولناک امور واقع ہوں گے اس دن شفاعت کرنے والوں میں سے کسی کی شفاعت کام نہ دے گی البتہ اس کی شفاعت کام دے گی جسے اللہ تعالیٰ نے شفاعت کرنے کی اجازت دیدی ہو اور اس کی بات پسند فرمائی ہو۔ اہم باتیں: (1) قیامت کے

الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝١٠٩ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ

اجازت دے دی ہو اور اس کی بات پسند فرمائی ہو○ وہ جانتا ہے جو کچھ ان لوگوں کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور لوگوں کا علم اسے

عِلْمًا ۝١١٠ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝١١١

نہیں گھیر سکتا○ اور تمام چہرے اُس کے حضور جھک جائیں گے جو خود زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے اور بیشک وہ شخص ناکام رہا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا○

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۝١١٢ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ

اور جو کوئی اسلام کی حالت میں کچھ نیک اعمال کرے تو اسے نہ زیادتی کا خوف ہوگا اور نہ کمی کا○ اور یونہی ہم نے اسے عربی قرآن نازل فرمایا

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝١١٣

اور اس میں مختلف انداز سے عذاب کی وعیدیں بیان کیں تاکہ لوگ ڈریں یا قرآن ان کے دل میں کچھ غور وفکر پیدا کرے○

دن مومن کے علاوہ کسی اور کی شفاعت نہ ہوگی اور شفاعت کرنے کا عظیم درجہ صرف اسے حاصل ہوگا جسے اللہ تعالیٰ اجازت عطا فرمائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہوگا۔(2) شفاعت کبریٰ یعنی سب سے بڑی شفاعت ہمارے آقا و مولا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو عطا کی جائے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں قیامت کے دن آدم علیہ السّلام کی اولاد کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر کھلے گی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔(مسلم، حدیث:2278)

**آیت 110** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بندوں کی ذات و صفات، ان کے گزشتہ اور آئندہ کے تمام اَحوال اور دنیا و آخرت کے جملہ اُمور کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے اور پوری کائنات کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتا، اس کی ذات کا اِدراک کائنات کے علوم کی رسائی سے برتر ہے، وہ اپنے اَسماء و صفات، آثارِ قدرت اور حکمت کی صورتوں سے پہچانا جاتا ہے۔

**آیت 111** ارشاد فرمایا کہ حشر کے دن تمام چہرے اس خدا کے حضور جھک جائیں گے جو خود زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ ہر فردِ مخلوق، عجز و نیاز کے ساتھ حاضر ہوگا، کسی میں سرکشی نہ رہے گی اور اللہ تعالیٰ کے قہر و حکومت کا کامل ظہور ہوگا۔ مزید فرمایا: بیشک وہ شخص ناکام رہا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے اور بیشک شرک شدید ترین ظلم ہے اور جو اس ظلم کے بوجھ تلے دبے ہوئے مُوقِفِ قیامت میں آئے گا تو اس سے بڑھ کر نامراد کون ہے۔

**آیت 112** ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اسلام کی حالت میں کچھ نیک اعمال کرے تو اسے اس بات کا خوف نہ ہوگا کہ وعدے کے مطابق وہ جس ثواب کا مستحق تھا وہ اسے نہ دے کر اس کے ساتھ زیادتی کی جائے گی اور نہ ہی اسے کم ثواب دیئے جانے کا اندیشہ ہوگا۔ اہم بات: طاعت اور نیک اعمال سب کی قبولیت ایمان کے ساتھ مشروط ہے کہ ایمان ہو تو سب نیکیاں کارآمد ہیں اور ایمان نہ ہو تو یہ سب عمل بے کار۔

**آیت 113** اس آیت میں قرآنِ مجید کی دو صفات بیان کی گئی ہیں: (1) قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل کیا گیا، تاکہ اہلِ عرب اسے سمجھ سکیں اور وہ اس بات سے واقف ہو جائیں کہ قرآن پاک کی نظم عاجز کر دینے والی ہے اور یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔(2) قرآنِ مجید میں مختلف انداز سے شرک و کفر و معصیت (گناہ) کا اِرتکاب کرنے پر عذاب کی وعیدیں بیان کی گئیں تاکہ لوگ ڈریں اور قرآن عظیم ان کے

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫

تو وہ اللہ بہت بلند ہے جو سچا بادشاہ ہے اور آپ کی طرف قرآن کی وحی کے ختم ہونے سے پہلے قرآن میں جلدی نہ کرو

وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ

اور عرض کرو: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما○ اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا کوئی

عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ع وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾

ع ۱۱ ۱۵

مضبوط ارادہ نہ پایا تھا○ اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب سجدے میں گر گئے، اس نے انکار کر دیا○

دل میں کچھ نصیحت اور غور و فکر پیدا کرے جس سے انہیں نیکیوں کی رغبت اور بدیوں سے نفرت ہو اور وہ عبرت و نصیحت حاصل کریں۔

**آیت 114** شانِ نزول: جب حضرت جبریل علیہ السلام قرآنِ کریم لے کر نازل ہوتے تو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کے ساتھ ساتھ پڑھتے اور جلدی کرتے تھے تاکہ خوب یاد ہو جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ وہ اللہ بہت بلند ہے جو سچا بادشاہ اور اصل مالک ہے اور تمام بادشاہ اس کے محتاج ہیں۔ مزید فرمایا: اے حبیب! قرآن نازل ہوتے وقت، اس کی وحی ختم ہونے سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں اور یاد کرنے کی مشقت نہ اٹھائیں کیونکہ سورۂ قیامہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو جمع کرنے اور اسے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری کرنے کا خود ذمہ لے کر آپ کی اور زیادہ تسلی فرما دی۔ مزید فرمایا: "اور عرض کرو: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو علم میں اضافے کی دعا مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ علم سے کبھی سیر نہیں ہونا چاہیے بلکہ مزید علم کی طلب میں رہنا چاہئے۔ نیز یہ بھی واضح ہوا کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا علم ہمیشہ ترقی میں ہے۔

**آیت 115** یہاں چھٹی بار ابلیس کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جس کی ایک حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے شیطان انسانوں کا بڑا پرانا دشمن ہے اس لئے ہر انسان کو چاہئے کہ وہ شیطان کی فریب کاریوں سے ہوشیار رہے اور اس کے وسوسوں سے بچنے کی تدابیر اختیار کرے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تاکیدی حکم دیا تھا کہ وہ ممنوعہ درخت کے پاس نہ جائیں لیکن یہ حکم انہیں یاد نہ رہا اور آپ علیہ السلام ممنوعہ درخت کے پاس چلے گئے البتہ اس جانے میں ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اہم باتیں: (1) حضرت آدم علیہ السلام نے جان بوجھ کر ممنوعہ درخت سے نہیں کھایا بلکہ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کا حکم یاد نہ رہنا تھا اور جو کام سہواً ہو وہ نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی مُؤاخذہ ہوتا ہے۔ (2) یہ آیتِ مبارکہ حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت کو بڑے واضح طور پر بیان کرتی ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ آدم علیہ السلام بھول گئے تھے اور ان کا نافرمانی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ (3) ہم جیسوں کے لئے بھول چوک معاف ہے مگر انبیاءِ کرام علیہم السلام پر ان کی عظمت و شان کی وجہ سے اس بنا پر بھی بعض اوقات پُرسش ہو جاتی ہے۔ (4) ہر شخص شیطان سے ہوشیار رہے کہ حضرت آدم علیہ السلام معصوم تھے پھر بھی ابلیس نے اپنی حرکت کر دکھائی، تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں۔

**آیت 116** ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! وہ وقت یاد کریں جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب فرشتے سجدے میں گر گئے اور ابلیس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ اہم بات: ہماری شریعت میں تعظیم کے طور پر غیر خدا کو سجدہ کرنا حرام اور اس سے بچنا فرض ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سجدۂ تحیت، اگلی

فَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾

توہم نے فرمایا،اے آدم! بیشک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے تو یہ ہر گز تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے ورنہ تو مشقت میں پڑ جائے گا○

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ

بیشک تیرے لیے جنت میں یہ ہے کہ نہ تو بھوکا ہو گا اور نہ ہی ننگا ہو گا○ اور یہ کہ نہ کبھی تو اس میں پیاسا ہو گا اور نہ تجھے دھوپ لگے گی○ تو شیطان نے

اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا یَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا

اسے وسوسہ ڈالا، کہنے لگا: اے آدم! کیا میں تمہیں ہمیشہ رہنے کے درخت اور ایسی بادشاہت کے متعلق بتادوں جو کبھی فنا نہ ہو گی○ تو ان دونوں نے

فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ٘ وَ عَصٰۤى

اس درخت میں سے کھالیا تو ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہو گئے اور وہ جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش

شریعتوں میں جائز تھا۔ ملائکہ نے بحکمِ الٰہی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام اور ان کی زوجہ مقدسہ اور ان کے گیارہ صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔۔۔۔ہاں ہماری شریعتِ مطہرہ نے غیر خدا کے لئے سجدۂ تحیت حرام کیا ہے اس سے بچنا فرض ہے۔(فتاویٰ رضویہ 22/417)

**آیت 117-119** ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابلیس کے انکار کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا: اے آدم! بیشک یہ ابلیس تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے، تو یہ ہر گز تم دونوں کو جنت سے نکال دیئے جانے کا سبب نہ بن جائے ورنہ تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اور اپنی غذا اور خوراک کے لئے کھیتی اگانے وغیرہ کی محنت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ بیشک تیرے لیے یہ ہے کہ تو جنت میں بھوکا نہیں ہو گا کیونکہ جنت کی تمام نعمتیں ہر وقت حاضر ہوں گی اور نہ ہی تو اس میں ننگا ہو گا کیونکہ تمام ملبوسات جنت میں موجود ہوں گے، اور تیرے لئے یہ بھی ہے کہ تو جنت میں کبھی پیاسا نہ ہو گا کیونکہ اس میں ہمیشہ کے لئے نہریں جاری ہیں اور نہ تجھے جنت میں دھوپ لگے گی کیونکہ جنت میں سورج نہیں ہے اور اہل جنت ہمیشہ رہنے والے دراز سائے میں ہوں گے، الغرض ہر طرح کا عیش و راحت جنت میں موجود ہے اور اس میں محنت اور کمائی کرنے سے بالکل امن ہے؛ لہٰذا تم شیطان کے وسوسوں سے بچ کر رہنا۔ اہم باتیں: (1) فضل و شرف والے کی فضیلت کو تسلیم نہ کرنا اور اس کی تعظیم و احترام بجالانے سے اِعراض کرنا حسد و عداوت کی دلیل ہے۔ (2) حضرت آدم علیہ السلام اسی مشہور جنت میں رکھے گئے تھے جس میں قیامت کے دن مسلمانوں کو داخل کیا جائے گا، وہ کوئی دُنیوی باغ نہ تھا کیونکہ اس باغ میں تو دھوپ بھی ہوتی ہے اور وہاں بھوک بھی لگتی ہے۔ درس: جنتی نعمتوں کی بڑی اہمیت ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ان نعمتوں کی قدر کرے اور شیطان کی پیروی کر کے ان عظیم نعمتوں سے خود کو محروم نہ کرے۔

**آیت 120** فرمایا کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ ڈالا اور کہنے لگا: اے آدم! کیا میں آپ کو ایک ایسے درخت کے بارے میں بتادوں جسے کھا کر کھانے والے کو دائمی زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور ایسی بادشاہت کے متعلق بتادوں جو کبھی فنا نہ ہو گی اور اس میں زوال نہ آئے گا۔

**آیت 121** ابلیس کے وسوسہ دلانے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا نے اس درخت میں سے کھالیا تو ان کے

اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾

واقع ہوئی توجو مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا○ پھر اس کے رب نے اسے چن لیا تو اس پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایا اور خصوصی قرب کا راستہ دکھایا○

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ

اللہ نے فرمایا: تم دونوں اکٹھے جنت سے اتر جاؤ، تمہارے بعض بعض کے دشمن ہوں گے پھر (اے اولادِ آدم) اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو

اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا

جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدبخت ہوگا○ اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگی ہے

جنتی لباس اتر گئے اور ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہو گئے اور وہ اپنا ستر چھپانے اور جسم ڈھانکنے کے لئے جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور درخت سے کھا کر حضرت آدم علیہ السلام سے اپنے رب عزوجل کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو انہوں نے اس سے جو مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا اور اس درخت کے کھانے سے انہیں دائمی زندگی نہ ملی۔ **اہم بات:** حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش کا واقع ہونا ارادے اور نیت سے نہ تھا بلکہ بھول سے تھا لہٰذا کسی شخص کے لئے تاویل کے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف نافرمانی کی نسبت کرنا جائز نہیں۔

**آیت 122** زمین پر تشریف آوری کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے توبہ و اِستغفار میں مشغول ہوئے اور جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وسیلہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرما کر ان پر اپنی رحمت سے رجوع فرمایا اور انہیں اپنے خاص قرب کا راستہ دکھایا۔

**آیت 123** حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش صادر ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم دونوں اپنی مستقبل کی اولاد سمیت اکٹھے جنت سے زمین کی طرف اتر جاؤ، تمہاری اولاد میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے، دنیا میں ایک دوسرے سے حسد اور دین میں اختلاف کریں گے، پھر اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس میری طرف سے کتاب اور رسول کی صورت میں کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ دنیا میں نہ گمراہ ہو گا اور نہ آخرت میں بدبخت ہو گا۔

**آیت 124** اس آیت میں ذکر سے مراد قرآنِ مجید پر ایمان لانا ہے یا ذکر سے مراد سیّد المرسلین، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مقدس ذات ہے تو جو ان سے پھرا، وہ خدا سے پھر گیا اور جو اِن کا ہو گیا وہ خدا کا ہو گیا۔ آیت میں ذکر سے منہ پھیرنے والوں کے لئے تنگ زندگی کی وعید ہے۔ تنگ زندگی کی چار صورتیں واضح ہیں: (1) دنیا میں تنگ زندگی، اور وہ یہ ہے کہ بندہ ہدایت کی پیروی نہ کرے، برے عمل اور حرام فعل میں مبتلا ہو کر قناعت سے محروم ہو جائے اور حرص میں گرفتار ہو جائے اور مال و اَسباب کی کثرت کے باوجود بھی اس کو دل کی فراخی اور سکون مُیَسَّر نہ ہو اور توکل کرنے والے مومن کی طرح اس کو سکون و فراغ حاصل ہی نہ ہو جسے حیاتِ طیبہ یعنی پاکیزہ زندگی کہتے ہیں۔ (2) قبر میں تنگ زندگی، یہ ہے کہ قبر میں عذاب دیا جائے۔ (3) آخرت میں تنگ زندگی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ (4) دین میں تنگ زندگی، یہ ہے کہ نیکی کی راہیں تنگ ہو جائیں، حرام کی طرف رغبت ہو اور نیکیوں سے دل دور ہو جائے۔ مزید فرمایا کہ ہم اپنے ذکر سے اعراض کرنے والے کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ﴿۱۲۵﴾

اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے ○ وہ کہے گا: اے میرے رب! تونے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھنے والا تھا؟ ○

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَاۚ وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ

اللہ فرمائے گا: اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں تو تونے انہیں بھلا دیا اور آج اسی طرح تجھے چھوڑ دیا جائے گا ○ اور ہم اس شخص کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں

مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ یُؤْمِنْۢ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ

جو حد سے بڑھے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے شدید اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے ○ تو کیا انہیں اس بات نے

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ ع ۱۳/۱۶

ہدایت نہ دی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں جن کی رہائش کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں بیشک اس میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں ○

**آیت 125، 126** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ذکرِ الٰہی سے منہ موڑنے والے کو قیامت میں اندھا اٹھایا جائے گا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! تونے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دنیا میں دیکھنے والا تھا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دنیا میں تیرے پاس میری نشانیاں آئیں لیکن تو ان پر ایمان نہ لایا اور تونے انہیں پسِ پشت ڈال کر ان سے منہ پھیر لیا، اسی طرح آج ہم تجھے آگ میں ڈال کر چھوڑ دیں گے اور تیرا حال پوچھنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اہم باتیں: (1) کافر قیامت کا پورا عرصہ اندھا نہیں رہے گا بلکہ قیامت کے بعض احوال میں اس کی بینائی نہیں ہوگی اور بعض احوال میں اسے بینائی عطا کر دی جائے گی تاکہ وہ قیامت کے ہولناک مناظر دیکھ سکے۔ (2) جیسے گناہ کا عذاب دنیا و آخرت میں پڑتا ہے یونہی نیکی کا فائدہ دونوں جہان میں ملتا ہے۔ جو مسلمان پانچوں نمازیں پابندی سے جماعت کے ساتھ ادا کرے اسے رزق میں برکت، قبر میں فراخی نصیب ہوگی اور پل صراط پر آسانی سے گزرے گا اور جو جماعت کا تارک ہوگا اس کی کمائی میں برکت نہ ہوگی، چہرے پر صالحین کے آثار نہ ہوں گے۔

**آیت 127** ارشاد فرمایا کہ ہم اس شخص کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں جو اپنے رب کی نافرمانی کرنے میں حد سے بڑھ جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب دُنیوی عذاب کے مقابلے میں سب سے شدید اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔
درس: جو عذاب سے نجات کا خواہشمند ہے، اسے چاہئے کہ وہ نیکیاں کرنے پر اور دنیوی سختیوں پر صبر کرے اور دنیا کی نفسانی خواہشات اور گناہوں سے بچتا رہے کیونکہ جنت کو مصیبتوں سے اور جہنم کو شہوتوں سے چھپایا گیا ہے۔

**آیت 128** ارشاد فرمایا کہ کیا کفارِ قریش کو اس بات نے ہدایت نہ دی کہ ہم نے ان سے پہلے رسولوں کو نہ ماننے والی کتنی قومیں ہلاک کردیں جن کی رہائش کی جگہوں میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں اور اپنے سفروں میں ان کے علاقوں سے گزرتے اور ان کی ہلاکت کے نشان دیکھتے ہیں۔ بیشک سابقہ قوموں کو عذاب کے ذریعے ہلاک کر دینے میں ان عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں جو عبرت حاصل کریں اور یہ سمجھ سکیں کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی تکذیب اور ان کی مخالفت کا انجام برا ہے۔

وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے (طے) نہ ہو چکی ہوتی اور ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور عذاب انہیں لپٹ جاتاO تو ان کی باتوں پر صبر کرو

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ

اور سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے رہو اور رات کی کچھ گھڑیوں میں اور دن کے

وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا

کناروں پر (بھی اللہ کی) پاکی بیان کرو، اس امید پر کہ تم راضی ہو جاؤO اور اے سننے والے! ہم نے مخلوق کے مختلف گروہوں کو دنیا کی زندگی کی جو تروتازگی فائدہ اٹھانے

**آیت 129** ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی امتِ دعوت کے عذاب میں قیامت تک تاخیر کی جائے گی اور سابقہ امتوں کی طرح جڑ سے اکھاڑ کر رکھ دینے والا عذاب ان پر نازل نہیں کیا جائے گا اور قیامت کے دن ان کے عذاب کی ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور عذاب انہیں دنیا ہی میں لپٹ جاتا۔ اہم بات: عذاب مؤخر کرنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ جس نے اپنے کفر و معاصی سے توبہ کرنی ہے وہ توبہ کر لے اور جو اپنے کفر و معاصی پر قائم رہنا چاہتا ہے اس کی حجت ختم ہو جائے۔

**آیت 130** ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ کو جھٹلانے والوں سے عذاب مؤخر کر کے ہم نے انہیں مہلت دی ہے، اب اگر یہ اپنے کفر پر ہی قائم رہے تو ضرور عذاب میں مبتلا ہوں گے اس لئے آپ ان کی دل آزار باتوں پر صبر کرتے رہیں یہاں تک کہ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل ہو جائے اور سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے رہو اور رات کی کچھ گھڑیوں اور دن کے کناروں پر بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے رہو اس امید پر کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و عطا اور اس کے انعام و اِکرام سے راضی ہوں اور اللہ تعالیٰ آپ کو امت کے حق میں شفیع بنا کر آپ کی شفاعت قبول فرمائے اور آپ کو راضی کرے۔ اہم باتیں: (1) یہاں سورج طلوع ہونے سے پہلے پاکی بیان کرنے سے مراد نمازِ فجر ادا کرنا ہے۔ سورج غروب ہونے سے پہلے پاکی بیان کرنے سے مراد ظہر و عصر کی نمازیں ادا کرنا ہیں جو کہ دن کے دوسرے نصف میں سورج کے زوال اور غروب کے درمیان واقع ہیں۔ رات کی کچھ گھڑیوں میں پاکی بیان کرنے سے مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھنا مراد ہے۔ دن کے کناروں میں پاکی بیان کرنے سے فجر اور مغرب کی نمازیں مراد ہیں اور یہاں تاکید کے طور پر ان نمازوں کی تکرار فرمائی گئی ہے۔ بعض مفسرین سورج غروب ہونے سے پہلے سے نمازِ عصر اور دن کے کناروں سے نمازِ ظہر مراد لیتے ہیں، ان کی توجیہ یہ ہے کہ نمازِ ظہر زوال کے بعد ہے اور اس وقت دن کے پہلے نصف اور دوسرے نصف کے کنارے ملتے ہیں اور یہاں پہلے نصف کی انتہا اور دوسرے نصف کی ابتدا ہے۔ (2) علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے بندے! اس لطف و کرم والے خطاب کو دیکھ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ربُّ العالمین کے حبیب ہیں اور ساری مخلوق سے افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یوں نہیں ارشاد فرمایا "تاکہ میں آپ سے راضی ہو جاؤں۔" بلکہ یوں ارشاد فرمایا ہے "لَعَلَّكَ تَرْضٰى" یعنی اے حبیب! تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔ اور یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا یہ فرمان بھی ملحوظ رہے کہ "میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے"۔ (تفسیر صاوی، 4/1287)

**آیت 131** اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے ہے اور اس سے مراد آپ کی امت ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے:

مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ﳔ لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿١٣١﴾

کیلئے دی ہے تا کہ ہم انہیں اس بارے میں آزمائیں تو اس کی طرف تو اپنی آنکھیں نہ پھیلا اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے ○

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَا ؕ لَا نَسْــٴَـلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی نماز پر ڈٹے رہو۔ ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے (بلکہ) ہم تجھے روزی دیں گے اور اچھا انجام پرہیز گاری

لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَ لَمْ تَاْتِهِمْ بَیِّنَةُ مَا فِی الصُّحُفِ

کے لیے ہے ○ اور کافروں نے کہا: یہ نبی اپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے ؟ اور کیا ان لوگوں کے پاس پہلی کتابوں میں مذکور

کہ اے سننے والے! ہم نے کافروں کے مختلف گروہوں جیسے یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکوں وغیرہ کو دنیا کا جو ساز و سامان فائدہ اٹھانے کیلئے دیا ہے وہ اس وجہ سے دیا ہے تاکہ ہم انہیں اس کے سبب اس طرح آزمائش میں ڈالیں کہ ان پر جتنی نعمت زیادہ ہو اتنی ہی ان کی سرکشی اور ان کا طغیان بڑھے اور وہ سزائے آخرت کے سزاوار ہوں، لہٰذا تو تعجب اور اچھائی کے طور پر اس کی طرف اپنی آنکھیں نہ پھیلا اور آخرت میں تیرے رب عزوجل کا رزق جنت اور اس کی نعمتیں سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا رزق ہے۔ درس: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں کے دُنیوی ساز و سامان، مال و دولت اور عیش و عشرت کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہیں اس لئے مومن کو چاہئے کہ وہ کفار کی ان چیزوں کو تعجب اور اچھائی کی نظر سے نہ دیکھے۔ نیز اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو فی زمانہ کفار کی دنیوی ٹیکنالوجی میں ترقی، مال و دولت اور عیش عشرت کی فراوانی دیکھ کر توان سے انتہائی مرعوب اور دینِ اسلام سے ناراض دکھائی دیتے ہیں جبکہ انہیں یہ دکھائی نہیں دیتا کہ اس ترقی اور دولت مندی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے اور اس کے احکام سے سرکشی کرنے میں کتنا آگے بڑھ چکے ہیں، کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اسی ترقی کے سبب آج کونسا گناہ ایسا ہے جو وہ نہیں کر رہے۔

**آیت 132** ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ کو نماز ادا کرنے کا حکم دیا اسی طرح آپ بھی اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیں اور خود بھی نماز ادا کرنے پر ثابت قدم رہیں۔ ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے اور اس بات کا پابند نہیں کرتے کہ ہماری مخلوق کو روزی دے یا اپنے نفس اور اپنے اہل کی روزی کا ذمہ دار ہو بلکہ ہم تجھے روزی دیں گے اور انہیں بھی، تو روزی کے غم میں نہ پڑ، بلکہ اپنے دل کو امرِ آخرت کے لئے فارغ رکھ کہ جو اللہ تعالیٰ کے کام میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کارسازی کرتا ہے اور آخرت کا اچھا انجام پرہیز گاری اختیار کرنے والوں کے لیے ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم آٹھ ماہ تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز کے وقت تشریف لاتے رہے اور فرماتے: "اَلصَّلٰوةُ رَحِمَكُمُ اللهُ، اِنَّمَا یُرِیْدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا" (ابن عساکر، 42/136) (2) اس خطاب میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت بھی داخل ہے اور آپ کے ہر امتی کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز ادا کرنے کا حکم دے اور خود بھی نماز ادا کرنے پر ثابت قدم رہے۔ درس: اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کمانا چھوڑ دے، کیونکہ کمائی کرنے کا حکم قرآن وحدیث میں بہت جگہ آیا ہے، بلکہ منشا یہ ہے کہ بندہ کمائی کی فکر میں آخرت سے غافل نہ ہو اور دنیا کمانے میں اتنا مگن نہ ہو جائے کہ حلال و حرام کی تمیز نہ کرے اور نماز، روزے، حج، زکوٰۃ سے غافل ہو جائے۔

**آیت 133** کثیر نشانیاں آجانے اور معجزات کا متواتر ظہور ہونے کے باوجود کفار ان سب سے اندھے بنے اور انہوں نے حضور پرنور

الْاُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا

بیان نہ آیا○ اور اگر ہم انہیں رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو ضرور کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول

رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا

کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی پیروی کرتے؟○ تم فرماؤ: ہر کوئی انتظار کر رہا ہے تو تم بھی انتظار کرو

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾ ع

تو عنقریب تم جان لوگے کہ سیدھے راستے والے کون تھے اور کس نے ہدایت پائی؟○

صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نسبت یہ کہہ دیا کہ آپ اپنے رب کے پاس سے کوئی ایسی ہماری مطلوبہ نشانی کیوں نہیں لاتے جو آپ کی نبوت صحیح ہونے پر دلالت کرے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا ان لوگوں کے پاس پہلی کتابوں میں مذکور قرآن اور دوعالَم کے سردار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بشارت اور آپ کی نبوت و بعثت کا ذکر نہ آیا، یہ کیسی عظیم ترین نشانیاں ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے اور کسی نشانی کو طلب کرنے کا کیا موقع ہے۔

**آیت 134** فرمایا کہ اے حبیب! اگر ہم نبی کو بھیجے بغیر کفار پر عذاب بھیج دیتے تو قیامت کے دن یہ لوگ شکایت کرتے کہ ہم میں کوئی رسول تو بھیجا ہوتا پھر اگر ہم اس کی اطاعت نہ کرتے تو عذاب کے مستحق ہوتے۔ اب انہیں اس شکایت کا بھی موقع نہیں کیونکہ اب سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لا چکے ہیں۔

**آیت 135** شانِ نزول: مشرکین نے کہا تھا کہ ہم زمانے کے حوادث اور انقلاب کا انتظار کرتے ہیں کہ کب مسلمانوں پر آئیں اور ان کا قصہ تمام ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ تم مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا انتظار کر رہے ہو اور مسلمان تمہاری عقوبت و عذاب کا انتظار کر رہے ہیں۔ عنقریب جب خدا کا حکم آئے گا اور قیامت قائم ہو گی تو تم جان لوگے کہ سیدھے راستے والے کون تھے اور کس نے ہدایت پائی؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ

لوگوں کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں ○ جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے

**سورۂ انبیاء کا تعارف** یہ سورت مکۂ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 7 رکوع اور 112 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں بکثرت انبیا مثلاً حضرت موسیٰ، عیسیٰ، ہارون، لوط، ابراہیم علیہم السلام اور بالخصوص سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "انبیاء" رکھا گیا۔ خلاصۂ مضامین: سورۂ انبیاء میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت و رسالت، قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا و سزا ملنے کے دلائل کے ساتھ قیامت قائم ہونے کی ایک علامت، قیامت قریب ہونے اور لوگوں کے حساب کی سختیوں اور دیگر چیزوں سے غافل ہونے کا ذکر، کفار کا فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے کا رد اور کثیر انبیا علیہم السلام کے واقعات کا بیان ہے۔

**آیت 1** یہ آیت ان لوگوں کے بارے نازل ہوئی جو مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو نہیں مانتے تھے جیسے کفارِ قریش، لیکن لفظ ﴿اَلنَّاسِ﴾ عام ہے جس سے تمام لوگ مراد ہیں۔ فرمایا گیا: لوگوں نے دنیا میں جو بھی عمل کئے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا ان سب کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے کہ میدانِ حشر میں ایمان و کفر، نیکی و بدی، اطاعت و معصیت، شکر و ناشکری کے متعلق سوالات ہوں گے لیکن اس سنگین معاملے کے قریب ہونے کے باوجود لوگوں کی غفلت کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے حساب اور قیامت کی شدید ہولناکیوں سے بے فکر اور اس کی تیاری سے غافل ہیں۔ اہم بات: یہاں قیامت کو ماضی کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا کیونکہ اس کا آنا یقینی ہے اور جتنے دن گزرتے جاتے ہیں آنے والا دن قریب ہوتا جاتا ہے۔ درس: یہاں اگرچہ کفار کی رَوِش کو بیان کیا گیا لیکن افسوس! مسلمانوں میں بھی قیامت کے دن اپنے اعمال کے حساب سے غفلت بہت عام ہو چکی ہے اور آج انہیں بھی جب نصیحت کی جاتی اور موت کی تکلیف، قبر کی تنگی، قیامت کی ہولناکی، حساب کی سختی اور جہنم کے دردناک عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو توبہ کی طرف آنے کا معاملہ کم ہی نظر آتا ہے۔

**آیت 2** فرمایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت آمیز کوئی ایسی آیت نازل ہوتی ہے جو اعلیٰ طریقے سے آخرت کی یاد دلائے اور غافلوں کو جاگنے کی تنبیہ کرے تو یہ غفلت ختم کرنے کی بجائے موج مستیاں اور مذاق مسخری کرتے ہوئے ہی اس نصیحت کو سنتے ہیں۔

مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ

کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں ○ ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورہ

ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ قٰلَ رَبِّيْ

کیا کہ یہ (نبی) تمہارے جیسے ایک آدمی ہی تو ہیں تو کیا تم خود دیکھنے کے باوجود جادو کے پاس جاتے ہو؟ ○ نبی نے فرمایا: میرا رب

يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۫ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ

آسمان اور زمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ○ بلکہ (کافروں نے) کہا: جھوٹے خواب ہیں

بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝

بلکہ خود اس (نبی) نے اپنی طرف سے بنالیا ہے بلکہ یہ شاعر ہیں (اگر نبی ہیں) تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے پہلے رسولوں کو بھیجا گیا تھا○

**آیت 3** ارشاد فرمایا: ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں۔ یعنی کافروں کے دل یادِ الٰہی اور آخرت کے احوال سے غافل ہیں۔ مزید فرمایا: "اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشورہ کیا" کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مقابلہ کرنے کے لئے آپس میں کئی خفیہ مشورے کئے اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس آنے سے روکنے کے لئے بہت سے الزامات اور جملے تیار کئے جن میں سے ایک یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے جیسے ایک آدمی ہی تو ہیں تو کسی اپنے جیسے سے اتنا متاثر کیوں ہوا جائے؟ اور اس کی خاطر اپنے خداؤں کو کیوں چھوڑا جائے؟ یونہی دوسرا الزام یہ تیار کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات اور قرآنی آیات تو جادو کی صورتیں ہیں تو اے لوگو! کیا تم خود دیکھنے اور جاننے کے باوجود جادو کے پاس جاتے ہو؟ کفار حقیقت اور دلائل کے میدان میں تو مقابلہ کر نہ سکتے تھے، اس لئے الزامات اور پروپیگنڈے سے مقابلے کی کوشش کرتے تھے، ایک آیت کے بعد مزید ایسے ہی پروپیگنڈے کا بیان ہے۔

**آیت 4** کفار کی سازشوں اور الزامات کی اطلاع کے بعد فرمایا گیا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کفار کی خفیہ باتوں کو جاننا تو کچھ بھی نہیں، میرے رب کی شان تو یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں ہونے والی ہر بات کو جانتا ہے خواہ وہ پوشیدہ طور پر کہی گئی ہو یا اعلانیہ، اس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی خواہ کتنے ہی پردے اور راز میں رکھی گئی ہو اور وہی سننے، جاننے والا، کفار کے اَقوال و اَفعال کی انہیں سزا دے گا۔

**آیت 5** کفار نے قرآن کی بلاغت و عظمت کا مقابلہ کرنے کی بجائے یہ کہنا شروع کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو قرآن لائے ہیں یہ منتشر قسم کے جھوٹے خواب ہیں بلکہ خود اس نبی نے اپنی طرف سے بنالیا ہے لیکن کافروں کو پھر خیال آیا کہ لوگ کہیں گے: اگر یہ کلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بنایا ہوا ہے اور تم انہیں اپنے جیسا بشر بھی کہتے ہو تو تم ایسا کلام کیوں نہیں بنا سکتے؟ اس پر یہ کہنے لگے: بلکہ یہ شاعر ہیں اور یہ کلام شعر ہے۔ اب کفار نے سمجھا کہ ان میں سے کوئی بات چلنے والی نہیں ہے تو کہنے لگے: اگر یہ نبی ہیں تو ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے پہلے رسولوں کو نشانیوں کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ اہم بات: اہلِ باطل اور جھوٹوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتے، اس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ بات کر کے خود حیران ہوتے ہیں کہ ہم نے کہہ کیا دیا ہے!!

مَاۤ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۞ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا

ان سے پہلے جو بستی ایمان نہ لائی ہم نے اسے ہلاک کر دیا تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے ؟○ اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے

نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۞ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا

جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے ○ اور ہم نے انہیں کوئی ایسے بدن نہ بنایا تھا

لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۞ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ

کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے تھے ○ پھر ہم نے اپنا وعدہ انہیں سچا کر دکھایا تو ہم نے انہیں اور جن کو چاہا نجات دی

آیت 6 کفار کی باتوں کا رد کیا گیا کہ کفارِ مکہ سے پہلے لوگوں نے بھی اپنے انبیا علیہم السلام سے نشانیوں کا مطالبہ کیا اور نشانیاں آنے کی صورت میں ایمان لانے کا عہد کیا، جب ان کے پاس مطلوبہ نشانیاں آئیں تو بھی وہ ان انبیا علیہم السلام پر ایمان نہ لائے اس سبب سے انہیں ہلاک کر دیا گیا تو کیا کفارِ مکہ نشانی دیکھ کر ایمان لے آئیں گے حالانکہ اِن کی سرکشی اُن سے بڑھی ہوئی ہے۔

آیت 7 سابقہ ایک آیت میں بیان ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بارے میں کفارِ مکہ کہتے تھے: "یہ تمہارے جیسے ایک آدمی ہی تو ہیں۔" اس کلام کا رد کرتے ہوئے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کی طرف فرشتے کو رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی اور رسول بھیجے سب انسان اور مرد ہی تھے اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرشتوں کے ذریعے احکامات وغیرہ کی وحی کی جاتی تھی، جب اللہ تعالیٰ کا دستور ہی یہ ہے نیز سابقہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کا بشری صورت میں ظہور فرمانا ان کی نبوت کے منافی نہیں تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے بشری صورت میں ظہور فرمانے پر کیا اعتراض ہے؟ کفارِ مکہ سے فرمایا گیا کہ اگر تمہیں گزشتہ زمانوں میں تشریف لانے والے رسولوں کے احوال معلوم نہیں تو تم اہلِ کتاب کے ان علما سے پوچھ لو جنہیں ان کے احوال کا علم ہے، وہ تمہیں حقیقتِ حال کی خبر دیں گے۔ اہم باتیں: (1) جہالت سے نجات کا طریقہ، عالم سے سوال کرنا ہے۔ (2) اپنی ضرورت کا مسئلہ سیکھنا فرض ہے اور یہ فرض عموماً علما سے پوچھ کر ادا ہوتا ہے، نیز مجتہدین کی تقلید بھی اسی آیت پر عمل کی ایک صورت ہے۔

آیت 8 کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایک اعتراض یہ کیا: ﴿مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ﴾ (فرقان:7) ترجمہ: اس رسول کو کیا ہوا کہ یہ کھانا بھی کھاتا ہے۔ اِس اعتراض کا جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانوں میں جتنے بھی رسول بھیجے ان کے بدن ایسے نہیں بنائے تھے جو کھانے پینے سے بے نیاز ہوں بلکہ ایسے بنائے جنہیں کھانے پینے کی حاجت ہو، یونہی وہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے نہ تھے بلکہ عمر پوری ہو جانے کے بعد ان کی بھی وفات ہوئی، جب اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہی یہ ہے تو کفارِ مکہ کا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے کھانے پینے پر اعتراض کرنا محض بے جا اور فضول ہے۔

آیت 9 ارشاد فرمایا کہ ہم نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کی طرف جو وحی کرنی تھی کر دی پھر ہم نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو نجات دینے اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرنے کا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تو ہم نے انہیں اور ان کی تصدیق کرنے والے مومنوں کو نجات دی اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کی تکذیب کر کے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔

وَ اَهۡلَكۡنَا الۡمُسۡرِفِيۡنَ ۝٩ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ كِتٰبًا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝١٠

اور حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کردیا۝ بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا چرچا ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں ؟۝

وَ كَمۡ قَصَمۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ كَانَتۡ ظَالِمَةً وَّ اَنۡشَاۡنَا بَعۡدَهَا قَوۡمًا اٰخَرِيۡنَ ۝١١ فَلَمَّاۤ

اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کردیں جو ظلم کرنے والی تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم پیدا کردی۝ تو جب

اَحَسُّوۡا بَاۡسَنَاۤ اِذَا هُمۡ مِّنۡهَا يَرۡكُضُوۡنَ ۝١٢ لَا تَرۡكُضُوۡا وَ ارۡجِعُوۡۤا اِلٰى مَاۤ اُتۡرِفۡتُمۡ

انہوں نے ہمارا عذاب پایا تو اچانک وہ اس سے بھاگنے لگے ۝ (انہیں کہا گیا کہ) بھاگو نہیں اور ان آسائشوں کی طرف لوٹ آؤ جو تمہیں

فِيۡهِ وَ مَسٰكِنِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تُسۡـَٔلُوۡنَ ۝١٣ قَالُوۡا يٰوَيۡلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ۝١٤

دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف (لوٹ آؤ) شاید تم سے سوال کیا جائے ۝ انہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی! بیشک ہم ظالم تھے ۝

**آیت 10** فرمایا کہ اے قریش کے گروہ! ہم نے تمہاری طرف ایک عظیم الشان کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارا شرف اور تمہاری عزت ہے کیونکہ وہ تمہاری زبان اور تمہاری لغت کے مطابق ہے تو تم اس سے کیسے منہ پھیر سکتے ہو حالانکہ سمجھ داری کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس کتاب کی اور نبی کی تعظیم کرو جو کتاب لائے ہیں اور اس پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ہو جاؤ۔ کیا تمہیں یہ سمجھ نہیں کہ ایمان لاکر اس عزت و کرامت اور سعادت کو حاصل کرو۔ اہم بات: آیت میں مذکور لفظ ﴿فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ﴾ کے مفسرین نے اور معنی بھی بیان کئے ہیں جیسے (1) اس میں تمہارے لئے نصیحت ہے (2) اس میں تمہارے دینی اور دُنیوی اُمور اور حاجات کا بیان ہے۔

**آیت 11** اس امت کے کفار کو کفر نہ چھوڑنے اور ایمان نہ لانے پر عذابِ الٰہی سے ڈرایا جارہا ہے، گویا فرمایا گیا: اے کافرو! تم اپنے مال و دولت کی وسعت سے دھوکا نہ کھاؤ اور اپنے اموال و اولاد پر غرور نہ کرو کیونکہ ہم نے بہت سی بستیوں کے کفار کو تباہ و برباد کردیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم پیدا کردی، جو کچھ ان کافروں کے ساتھ ہوا وہ تمہارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔

**آیت 12، 13** ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ جب ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کا عذاب پایا تو اچانک وہ اس سے بھاگنے لگے۔ اس پر فرشتے کے ذریعے ان سے کہا گیا: بھاگو نہیں اور ان آسائشوں کی طرف لوٹ آؤ جو تمہیں دی گئی تھیں اور اپنے ان مکانوں کی طرف لوٹ آؤ جن پر تم فخر کیا کرتے تھے، شاید لوگوں کی عادت کے مطابق تم سے تمہاری دنیا کے بارے میں سوال کیا جائے۔ اہم بات: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیات میں یمن کی ایک بستی کے لوگوں کا حال بیان ہوا ہے۔ اس بستی کا نام حصور یا حضور ہے۔ ان لوگوں کے کفر و سرکشی اور نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط کردیا۔ اس نے اُن کے بعض لوگوں کو قتل اور بعض کو گرفتار کیا تو وہ بستی چھوڑ کر بھاگے۔ اس پر فرشتوں نے طنز کے طور پر ان سے مذکورہ بات کہی۔

**آیت 14** جب وہ بھاگ کر نجات پانے سے مایوس ہو گئے اور انہیں عذاب نازل ہونے کا یقین ہو گیا تو انہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی! بے شک ہم ظالم تھے۔

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿١٥﴾ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ

تو یہی ان کی چیخ و پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹے ہوئے، بجھے ہوئے کردیا۔ اور ہم نے آسمان

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿١٦﴾ لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ

اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب فضول پیدا نہیں کیا۔ اگر ہم کوئی کھیل ہی اختیار کرنا چاہتے تو اپنے پاس سے ہی اختیار کرلیتے

اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٧﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ

اگر ہمیں کرنا ہوتا۔ بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں تو وہ اس کا دماغ توڑ دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے

وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾ وَ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهٗ

اور تمہارے لئے بربادی ہے ان باتوں سے جو تم کرتے ہو۔ اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کی ملک ہیں اور جو اللہ کے پاس ہیں

**آیت 15** ارشاد فرمایا: تو ان کی یہی چیخ وپکار رہی کہ ہائے ہماری بربادی! ہم ظالم تھے، یہاں تک کہ ہم نے انہیں کھیت کی طرح کٹے ہوئے کردیا کہ تلواروں سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے اور وہ بجھی ہوئی آگ کی طرح ہو گئے۔ اہم بات: یہ ان کی طرف سے اپنے گناہ کا اعتراف اور ندامت کا اظہار تھا لیکن چونکہ عذاب دیکھنے کے بعد انہوں نے گناہ کا اقرار کیا تو یہ اعتراف انہیں کام نہ آیا۔

**آیت 16** اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان عجائبات ہیں، ان سب کو فضول پیدا نہیں کیا بلکہ انہیں پیدا کرنے میں کثیر حکمتیں ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں کہ ان اَشیاء سے اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی قدرت و حکمت پر اِستدلال کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے اوصاف و کمال کی معرفت حاصل ہو، حق و باطل میں فرق ہو جائے، لوگ غور و فکر کریں، غفلت سے بیدار ہوں، نیک اعمال کریں اور آخرت میں اچھی جزا پائیں۔

**آیت 17** فرمایا کہ اگر ہم آسمان وزمین اور ان کے درمیان موجود اَشیاء کو کسی حکمت کے بغیر بے مقصد بنا کر ایسی چیز کو اختیار کرنا چاہتے جس سے کھیلا جائے تو ہم ان کی بجائے اپنے پاس سے ہی کسی چیز کو اختیار کر لیتے لیکن یہ اُلوہیت کی شان اور حکمت کے منافی ہونے کی وجہ سے ہمارے حق میں محال ہے لہٰذا ہمارا کھیل کے لئے کسی چیز کو اختیار کرنا قطعی طور پر ناممکن ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت عیسائیوں کے رد میں ہے جو خدا کے لئے بیوی اور بیٹے کے قائل تھے، تو فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ بیوی اور بیٹا اختیار کرنا چاہتا تو انسانوں میں سے نہ کرتا بلکہ اپنے پاس موجود حورِ عین اور فرشتوں میں سے کسی کو بیوی اور بیٹا بنالیتا یونہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرح انہیں لوگوں کے پاس نہ رکھتا بلکہ اپنے پاس رکھتا کیونکہ بیوی اور بیٹے والے بیوی اور بیٹے اپنے پاس رکھتے ہیں۔

**آیت 18** ارشاد فرمایا: ہماری شان یہ نہیں کہ ہم کھیل کے لئے کوئی چیز اختیار کریں بلکہ ہماری شان تو یہ ہے کہ ہم حق کو باطل پر غالب کرتے ہیں تو وہ باطل کو پورا مٹا دیتا ہے اور اسی وقت باطل مکمل طور پر ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور اے کافرو! تمہارے لئے اُن باتوں کی وجہ سے بربادی ہے جو تم اللہ تعالیٰ کی شان میں کرتے ہو اور اس کے لئے بیوی اور بچہ ٹھہراتے ہو۔

**آیت 19** آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سب اس کی ملک ہیں تو کوئی اس کی اولاد کیسے ہو سکتا ہے! اور

لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا یَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ

وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں○ رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں،

لَا یَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ یُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ

وہ سستی نہیں کرتے○ کیا انہوں نے زمین میں سے کچھ ایسے معبود بنالئے ہیں جو مردوں کو زندہ کرتے ہوں؟○ اگر آسمان وزمین میں

اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾

اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ضرور آسمان وزمین تباہ ہوجاتے تو لوگوں کی بنائی ہوئی باتوں سے اللہ پاک ہے جو عرش کا مالک ہے○

مقرب فرشتے جنہیں اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کی بارگاہ میں قرب ومنزلت کا ایک خاص مقام حاصل ہے وہ اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے ہیں اور نہ عبادت کرنے سے تھکتے ہیں۔ اہم بات: فرشتے عبادت کرتے تھکتے نہیں، البتہ اگر ہم عبادت کرتے تھک جائیں تو ہمیں آرام کرنے کا حکم ہے۔

آیت 20 ﴾ فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور اس میں وہ کسی طرح کی سستی نہیں کرتے۔ اہم باتیں: (1) فرشتوں کے لئے تسبیح ایسے ہے جیسے ہمارے لئے سانس لینا، جس طرح ہماری مصروفیات ہمیں سانس لینے سے رکاوٹ نہیں بنتیں، یونہی فرشتوں کے کام انہیں تسبیح سے مانع نہیں ہوتے۔ (2) فرشتوں کے بارے میں یہ خبر دینے سے مقصود مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کرنے پر ابھارنا اور کافروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت ترک کرنے پر شرم دلانا ہے۔

آیت 21 ﴾ ارشاد فرمایا: کیا کافروں نے زمین کے جواہر اور معدنیات جیسے سونے چاندی اور پتھر وغیرہ سے کچھ ایسے معبود بنالئے ہیں جو مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں؟ ایسا تو نہیں ہے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو خود بے جان ہو وہ کسی کو جان دے سکے! لہٰذا ان چیزوں کو معبود ٹھہرانا اور اِلٰہ قرار دینا کھلا باطل ہے۔

آیت 22 ﴾ اللہ تعالیٰ کے واحد معبود ہونے کی ایک قطعی دلیل بیان کی جارہی ہے کہ اگر آسمانوں یا زمین پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو ضرور آسمان وزمین تباہ ہوجاتے اور سارے عالَم کا نظام درہم برہم ہوجاتا کیونکہ اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو دونوں کسی شے پر متفق ہوں گے یا ان میں اختلاف ہوگا؟ اگر ایک چیز پر متفق ہوں تو لازم آئے گا کہ ایک چیز دونوں کی قدرت سے واقع ہو، یہ محال ہے اور اگر ان میں اختلاف ہو تو ایک چیز کے بارے میں دونوں کے ارادوں کی مختلف صورتیں ہوں گی: (1) دونوں کے ارادے ایک ساتھ واقع ہوں گے۔ اس صورت میں ایک ہی وقت میں وہ چیز موجود اور معدوم ہوجائے گی۔ (2) دونوں کے ارادے واقع نہ ہوں۔ اس صورت میں وہ چیز نہ موجود ہوگی نہ معدوم۔ (3) ایک کا ارادہ واقع ہو اور دوسرے کا واقع نہ ہو۔ یہ تمام صورتیں محال ہیں کیونکہ جس کی بات پوری نہ ہوگی وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ تو ثابت ہوا کہ بہر صورت ایک سے زیادہ خدا ماننے میں نظامِ کائنات کی تباہی اور فساد لازم ہے اور کائنات کا نظام انتہائی مربوط ومنظم انداز میں چلنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ خدا صرف ایک ہے جو اس نظام کو چلا رہا ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ عرش کا مالک اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں لوگوں کی بنائی ہوئی ان تمام باتوں سے پاک ہے جو اس کی شان

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۞ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ

اللہ سے اس کام کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا جو وہ کرتا ہے اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا○ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ

تم فرماؤ: تم اپنی دلیل لاؤ۔ یہ قرآن میرے ساتھ والوں کا ذکر ہے اور مجھ سے پہلوں کا تذکرہ ہے بلکہ اُن کے اکثر لوگ حق کو

الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۞ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَيْهِ

نہیں جانتے تو وہ منہ پھیرے ہوئے ہیں○ اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے رہے

کے لائق نہیں لہٰذا نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔

**آیت 23** اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان یہ ہے کہ وہ جو کام کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے پوچھ نہیں جا سکتا کیونکہ وہ حقیقی مالک ہے، جو چاہے کرے، جسے چاہے عزت دے یا ذلت دے، جسے چاہے سعادت دے یا بدبخت کرے، وہ سب کا حاکم ہے، اس کا کوئی حاکم نہیں جو اس سے پوچھ سکے جبکہ لوگوں سے ان کے کاموں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ کیونکہ سب اس کے بندے اور اس کی ملکیت ہیں اور سب پر اس کی اطاعت لازم ہے۔

**آیت 24** کفار کو ڈانٹتے ہوئے استفہام کے انداز میں فرمایا گیا کہ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں؟ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ تم اپنے اس باطل دعوے پر اپنی دلیل لاؤ مگر تم کوئی عقلی یا نقلی دلیل پیش نہیں کر سکتے کیونکہ تمام آسمانی کتابوں میں توحید کا بیان موجود ہے اور شرک کو باطل قرار دیا گیا ہے نیز عقلی دلائل بھی شرک کا رد کرتے ہیں۔ اس قرآن میں میری امت کا ذکر ہے کہ اس کو طاعت پر کیا ثواب اور معصیت پر کیا عذاب دیا جائے گا اور اس میں مجھ سے پہلے انبیا علیہم السلام کی امتوں کا تذکرہ ہے کہ دنیا میں ان کے ساتھ کیا کیا گیا اور آخرت میں کیا کیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ساتھ والوں کے ذکر سے مراد قرآنِ مجید اور پہلوں کے ذکر سے مراد تورات و انجیل ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ تم قرآن، تورات، انجیل اور تمام آسمانی کتابوں کی طرف رجوع کرو، کیا تم ان میں یہ بات پاتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کی یا اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ مزید فرمایا گیا کہ کفار کے عوام کا حال یہ ہے کہ وہ حق کو نہیں جانتے اور جہالت کی وجہ سے حق سے منہ پھیرے ہوئے ہیں جبکہ ان کے علما جان بوجھ کر عناد کی وجہ سے حق کے منکر ہیں۔

**آیت 25** ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے جس امت کی طرف کوئی رسول اور نبی بھیجا ہم اس کی طرف وحی فرماتے رہے کہ زمین و آسمان میں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو عبادت کئے جانے کا مستحق ہو تو اخلاص کے ساتھ میری عبادت کرو اور صرف مجھے ہی معبود مانو۔ اہم باتیں: (1) انبیا و رُسل علیہم السلام کو مبعوث فرمانے کی بنیادی حکمت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ثابت کرنا اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ (2) تمام انبیا علیہم السلام عقائد میں متفق ہیں، البتہ اعمال میں کئی جگہ فرق ہے۔

أَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ

کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو○ اور کافروں نے کہا: رحمٰن نے اولاد بنالی ہے۔ وہ پاک ہے، بلکہ (فرشتے) عزت والے

مُّكْرَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا

بندے ہیں○ وہ کسی بات میں اللہ سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں○ وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو

خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ

ان کے پیچھے ہے اور وہ صرف اسی کی شفاعت کرتے ہیں جسے اللہ پسند فرمائے اور وہ اس کے خوف سے ڈر رہے ہیں○ اور ان میں جو کوئی کہے

اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ ع اَوَلَمْ يَرَ

کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں○ کیا کافروں نے

**آیت 26** یہ آیت خزاعہ قبیلے کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا تھا، فرمایا گیا کہ کافروں نے کہا: رحمٰن نے فرشتوں میں سے اولاد بنالی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں بلکہ اس کے برگزیدہ اور مکرم بندے ہیں۔

**آیت 27** فرمایا کہ وہ کسی بات میں اللہ تعالیٰ سے آگے نہیں بڑھتے کہ خدا نے ابھی حکم دیا نہ ہو اور فرشتے بغیر حکم کے کام کر گزریں، بلکہ فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے اور وہ کسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے۔

**آیت 28** جو کچھ فرشتوں نے کیا اور جو کچھ وہ آئندہ کریں گے سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے یا یہ معنٰی ہے: اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ فرشتوں کی تخلیق سے پہلے کیا تھا اور ان کی تخلیق کے بعد کیا ہوگا۔ مزید فرمایا: وہ صرف اسی کی شفاعت کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے اور یہ شفاعت کے قابل لوگ صرف مومن ہیں اور فرمایا کہ فرشتے اس مقام و مرتبے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈر رہے ہیں۔ درس: فرشتے گناہوں سے معصوم ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے رہتے ہیں، ہمیں تو زیادہ فکر کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈریں اور اس کی پکڑ اور قہر سے خوف کھائیں۔

**آیت 29** بفرضِ محال فرشتوں میں سے کوئی یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا معبود ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے بھی دوسرے مجرموں کی طرح جہنم کی سزا دے گا، اس فرشتے کے اوصاف اور پسندیدہ افعال اسے جہنم کی سزا سے نہ بچا سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتا ہے جو اس کے سوا معبود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب فرشتوں کے بارے اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے تو اے مشرکو! اس بدترین عمل سے باز نہ آنے کی صورت میں تمہارا انجام کتنا دردناک ہوگا؟ اہم بات: ایک قول کے مطابق یہ بات کہ "میں اللہ کے سوا معبود ہوں" کہنے والا ابلیس ہے جو اپنی عبادت کی دعوت دیتا ہے۔ ابلیس درحقیقت جن ہے۔ چونکہ وہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اس لئے حکمی طور پر ان ہی میں شمار ہوتا تھا۔

**آیت 30** اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت اور شانِ تخلیق کا بیان ہو رہا ہے، فرمایا: کیا کافروں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ

یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں کھول دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے

شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا

بنائی تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے ؟O اور زمین میں ہم نے مضبوط لنگر ڈال دیئے تا کہ لوگوں کو لے کر حرکت نہ کرتی رہے اور ہم نے

فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا

اس میں کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ راستہ پالیں O اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ لوگ اس کی نشانیوں سے

مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ

منہ پھیرے ہوئے ہیں O اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب ایک گھیرے میں

ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں کھول دیا اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا فرمایا تو کیا مشرکین ایسا نہیں کریں گے کہ ان دلائل میں غور و فکر کریں اور اِس کے ذریعے اُس خالق کو جان لیں جس کا کوئی شریک نہیں اور شرک کا طریقہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں۔ اہم باتیں: (1) آیت میں فرمایا گیا کہ آسمان وزمین ملے ہوئے تھے، اس سے ایک مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملا ہوا تھا، ان میں جدائی پیدا کر کے انہیں کھولا گیا۔ دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ آسمان اس طور پر بند تھا کہ اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین اس طور پر بند تھی کہ اس سے نباتات پیدا نہیں ہوتی تھیں، تو آسمان کا کھولنا یہ ہے کہ اس سے بارش ہونے لگی اور زمین کا کھولنا یہ ہے کہ اس سے سبزہ پیدا ہونے لگا۔ (2) آیت میں چونکہ متعین طور پر یہ مراد نہیں کہ آسمان وزمین حقیقی طور پر ملے ہوئے تھے، اس لئے بگ بینگ کی تھیوری کو قطعیت کے ساتھ اس آیت سے ثابت نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں! احتمال ضرور موجود ہے۔ (3) ہر جاندار چیز کو پانی سے بنانے سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں: (١) اللہ تعالیٰ نے پانی کو جانداروں کی حیات کا سبب بنایا ہے (٢) ہر جاندار پانی سے پیدا کیا ہوا ہے (٣) پانی سے نطفہ مراد ہے۔

**آیت 31** اللہ تعالیٰ نے زمین میں مضبوط پہاڑ قائم کر دیئے تا کہ زمین جم جائے، ٹھہری رہے اور غیر مُتوازن حرکت نہ کرے اور لوگ اس پر آرام وسکون کے ساتھ چل سکیں اور اللہ تعالیٰ نے اس میں کشادہ راستے بنائے تا کہ لوگ اپنے سفروں میں راستہ پالیں اور جن مقامات کا ارادہ کریں وہاں تک پہنچ سکیں۔

**آیت 32** اللہ تعالیٰ نے آسمان کو ایک گرنے سے محفوظ چھت بنایا اور کافروں کا حال یہ ہے کہ وہ سورج، چاند، ستاروں، اپنے اپنے اَفلاک میں ان کی حرکتوں کی کیفیت، اپنے اپنے مَطالع سے ان کے طلوع و غروب اور ان کے احوال کے عجائبات جو عالَم کو بنانے والے کے وجود، اس کی وحدت اور قدرت و حکمت کے کمال پر دلالت کرتے ہیں، ان سب سے اِعراض کرتے ہیں اور ان دلائل سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اہم بات: ریاضی اور فلکیات کا علم اعلیٰ علوم میں سے ہے جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ بنایا جائے۔

**آیت 33** فرمایا کہ وہی اکیلا معبود ہے جس نے رات کو تاریک بنایا تا کہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن بنایا تا کہ اس میں

يَسْبَحُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ

تیر رہے ہیں○ اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لیے (دنیا میں) ہمیشہ رہنا نہ بنایا تو کیا اگر تم انتقال فرماؤ تو یہ دوسرے لوگ

الْخٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا

ہمیشہ رہیں گے ؟○ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم برائی اور بھلائی کے ذریعے تمہیں خوب آزماتے ہیں اور ہماری ہی طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ

تم لوٹائے جاؤ گے○ اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو صرف ہنسی مذاق بنا لیتے ہیں۔ کیا یہ وہ آدمی ہے

يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ

جو تمہارے خداؤں کو برا کہتا ہے اور وہ (کافر) رحمٰن ہی کی یاد سے منکر ہیں○ آدمی جلد باز بنایا گیا۔

معاش وغیرہ کے کام انجام دیں اور سورج کو پیدا کیا تا کہ وہ دن کا چراغ ہو اور چاند کو پیدا کیا تا کہ وہ رات کا چراغ ہو۔ یہ سب ایک گھیرے میں ایسے تیر رہے ہیں جس طرح تیراک پانی میں تیرتا ہے۔

**آیت 34** شانِ نزول: دشمنانِ رسول کہتے تھے کہ عنقریب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات ہو جائے گی تو یوں نئے دین کا مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ کافروں کے لئے یہ کوئی خوشی کی بات نہیں کیونکہ ہم نے دنیا میں کسی آدمی کے لئے ہیشگی نہیں رکھی۔ اے حبیب! کیا اگر آپ انتقال فرما جائیں تو یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے ؟ اور کیا انہیں موت کے پنجے سے رہائی مل جائے گی ؟ جب ایسا نہیں ہے تو پھر وہ کس بات پر خوش ہوتے ہیں۔

**آیت 35** فرمایا کہ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور ہم تمہیں راحت و تکلیف، تندرستی و بیماری، دولت مندی و ناداری، نفع و نقصان کے ذریعے آزماتے ہیں تا کہ ظاہر ہو جائے کہ صبر و شکر میں تمہارا کیا درجہ ہے اور بالآخر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہم تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دیں گے۔ اہم بات: مصیبت اور نعمت دونوں کے ذریعے بندے کو آزمایا جاتا ہے کہ وہ مصیبت پر کتنا صبر اور نعمت پر کتنا شکر کرتا ہے اور ایسے صابر و شاکر مومن کا ہر حال بہتر ہی ہے۔

**آیت 36** ان لوگوں کو جواب دیا جا رہا ہے جو مَعَاذَ اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ مسخرہ پن کرتے تھے۔ شانِ نزول: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے تو ابو جہل آپ کو دیکھ کر ہنسا اور اپنے ساتھ موجود لوگوں سے کہا: یہ بنی عبد مناف کے نبی ہیں۔ پھر وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: کیا یہ وہ آدمی ہے جو تمہارے خداؤں کو برا کہتا ہے؟ حالانکہ کفار کا اپنا حال یہ ہے کہ وہ سچے خدا رحمٰن کی یاد ہی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم رحمٰن کو جانتے ہی نہیں۔

**آیت 37** ارشاد فرمایا: "آدمی جلد باز بنایا گیا" یعنی جلد بازی کو انسان کی فطرت اور اخلاق میں پیدا کیا گیا ہے۔ شانِ نزول: نضر بن حارث نے جلد عذاب نازل کرنے کا مطالبہ کیا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اب میں تمہیں اپنی نشانیاں یعنی

سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

اب میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا تو مجھ سے جلدی نہ کرو○ اور کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا؟○

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ

اگر کافر اس وقت کو جان لیتے جب وہ اپنے چہروں سے اور اپنی پیٹھوں سے آگ کو نہ روک سکیں گے اور

لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ

نہ ان کی مدد کی جائے گی○ بلکہ وہ (قیامت) ان پر اچانک آپڑے گی تو انہیں حیران کردے گی پھر نہ وہ اسے رد کرسکیں گے اور نہ

يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

انہیں مہلت دی جائے گی○ اور بیشک تم سے اگلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو جس (عذاب) کا مذاق اڑاتے تھے اسی نے

مشرکین کو دیئے گئے عذاب کے وعدے دکھاؤں گا، ان وعدوں کا وقت قریب آگیا ہے لہٰذا انہیں چاہیے کہ وقت سے پہلے ان کا مطالبہ نہ کریں۔ چنانچہ دنیا میں بدر کے دن وہ منظر ان کی نگاہوں کے سامنے آگیا اور آخرت میں وہ جہنم کا عذاب دیکھیں گے۔ اہم باتیں: جلد بازی مذموم طریقہ ہے، یہ جلد بازی کا ہی نتیجہ ہے کہ انسان کوئی عملی قدم اٹھانے سے پہلے اس کے اچھے اور برے پہلوؤں پر غور نہیں کرپاتا اور یوں اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: بردباری اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ (ترمذی، حدیث: 2019)

**آیت 38** مشرکین نے جلدی مچاتے اور مذاق اڑاتے ہوئے کہا: اے مسلمانوں کے گروہ! اگر تم سچے ہو تو عذاب یا قیامت کا یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟

**آیت 39** فرمایا گیا کہ اگر کافر اس وقت کو جان لیتے جب وہ اپنے چہروں سے اور اپنی پیٹھوں سے دوزخ کی آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی تو وہ کفر پر قائم نہ رہتے اور عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرتے، نیز انہیں اپنے عذاب کا حقیقی علم ہو جاتا تو قیامت کا وقت نہ پوچھتے بلکہ اس کے لئے تیاری کرتے۔

**آیت 40** فرمایا کہ کفار کو اس کے آنے کا وقت معلوم نہیں بلکہ وہ قیامت ان پر اچانک آپڑے گی تو انہیں حیران کردے گی پھر نہ وہ اسے کسی حیلے سے رد کرسکیں گے اور نہ انہیں توبہ و معذرت کی مہلت دی جائے گی۔

**آیت 41** اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو مزید تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! جس طرح آپ کی قوم نے آپ کا مذاق اڑایا اسی طرح ان سے پہلے کے کفار بھی اپنے انبیاءِ کرام علیہم السلام کا مذاق اڑایا کرتے تھے تو مذاق اڑانے والوں کا مذاق انہیں کو لے بیٹھا اور وہ اپنے مذاق اڑانے کے وبال وعذاب میں گرفتار ہوئے، لہٰذا آپ رنجیدہ نہ ہوں، آپ کے ساتھ استہزا کرنے والوں کا بھی یہی انجام ہونا ہے۔

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤١﴾ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ

ان کو گھیر لیا○ تم فرماؤ: رات اور دن میں رحمٰن کے عذاب سے تمہاری کون حفاظت کرے گا؟ بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے

رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ

منہ پھیرے ہوئے ہیں○ کیا ان کے کچھ خدا ہیں جو انہیں ہم سے بچالیں گے؟ وہ اپنی ہی جانوں کی مدد نہیں کرسکتے

وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿٤٣﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ

اور نہ ہی ان کی ہماری طرف سے مدد و حفاظت کی جاتی ہے○ بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو فائدہ اٹھانے دیا یہاں تک کہ زندگی ان پر

الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾

دراز ہوگئی تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں۔ تو کیا یہ غالب ہوں گے؟○

**آیت 42** ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان مذاق اڑانے والے مغرور کافروں سے فرمائیں کہ اگر اللہ تعالیٰ رات اور دن میں تم پر اپنا عذاب نازل کرے تو اس کے عذاب سے تمہاری کون حفاظت کرے گا؟ کیا اس کے علاوہ کوئی اور ایسا ہے جو تمہیں عذاب سے محفوظ رکھ سکے؟ تو حقیقت میں یہ لوگ سراسر غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

**آیت 43** فرمایا: کیا ان کافروں کے خیال میں ہمارے سوا ان کے کچھ خدا ہیں جو انہیں ہمارے عذاب سے محفوظ رکھتے ہیں؟ ایسا تو نہیں ہے اور اگر وہ اپنے بتوں کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں تو ان بتوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی ہی جانوں کی مدد نہیں کرسکتے، اپنے پوجنے والوں کو کیا بچا سکیں گے اور نہ ان کی ہماری طرف سے مدد و حفاظت کی جاتی ہے۔

**آیت 44** فرمایا: بلکہ ہم نے ان کفار اور ان کے باپ دادا کو دنیا میں فائدہ اٹھانے دیا کہ انہیں نعمت و مہلت دی یہاں تک کہ زندگی ان پر دراز ہوگئی تو وہ اور زیادہ مغرور ہوئے اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے، تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم کفرستان کی زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں اور روز بروز مسلمانوں کو اس پر تسلط دے رہے ہیں۔ تو کیا یہ غالب ہوں گے جن کے قبضہ سے زمین نکلتی جارہی ہے یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور ان کے اَصحاب جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے فتح پر فتح پارہے ہیں؟ اہم بات: لمبی عمر، مال کی زیادتی اور زیادہ آرام عموماً غفلت اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بن جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا: (بہترین آدمی وہ ہے) جس کی عمر لمبی اور عمل اچھے ہوں۔ عرض کی: بدتر کون ہے؟ فرمایا: جس کی عمر لمبی اور عمل برے ہوں۔ (ترمذی، حدیث: 2337) درس: ابتداءِ اسلام میں مسلمان چونکہ قرآن و سنت و سیرت پر کامل طریقے سے عمل کرتے تھے تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار کے علاقوں پر غلبہ عطا فرمایا اور رفتہ رفتہ روم و ایران کی مضبوط ترین سلطنتیں مسلمانوں کے تسلط میں آگئیں۔ پھر جب مسلمان قرآن و سنت و سیرت سے دور ہوگئے تو ان کی ملی وحدت پارہ پارہ ہونے لگی، ان کے مفتوحہ علاقے کفار کے قبضے میں آنے لگے اور اسلامی سلطنت کی حدود سمٹنے لگ گئیں۔ اگر آج بھی مسلمان اپنے ماضی سے سبق نہ سیکھیں گے تو کوئی بعید نہیں کہ مسلمانوں کا رہا سہا غلبہ و اقتدار بھی ان سے چھن جائے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْیِ ۖ٘ وَ لَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَىٕنْ مَّسَّتْهُمْ

تم فرماؤ: میں تم کو صرف وحی کے ذریعے ڈراتا ہوں اور بہرے پکار کو نہیں سنتے جب انہیں ڈرایا جائے○ اور اگر انہیں

نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ

تمہارے رب کے عذاب کی ہوا چھو جائے تو ضرور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم ظالم تھے○ اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو

لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَ

رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگی تو ہم اسے لے آئیں گے اور

كَفٰى بِنَا حٰسِبِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِیَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾ۙ

ہم حساب کرنے کیلئے کافی ہیں○ اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ دیا اور روشنی اور پرہیزگاروں کیلئے نصیحت دی○

**آیت 45** ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرما دیں: عذاب لانا میرا کام نہیں بلکہ میرا کام صرف یہ ہے کہ وحی یعنی قرآنِ مجید کے ذریعے تمہیں اُس عذاب سے ڈر سناؤں جس کے آنے کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ آیت میں مزید فرمایا کہ جیسے بہروں کو آواز فائدہ نہیں دیتی کیونکہ ان میں کسی کی آواز سے نفع اٹھانے کی صلاحیت نہیں ہے اسی طرح کفار کو عذاب کی وعیدیں فائدہ نہیں دیتیں کیونکہ انہوں نے ہدایت کی بات سننے سے خود کو بہرا کیا ہوا ہے۔ اہم بات: جو وعظ سے نفع حاصل نہ کرے وہ دل کا بہرا ہے اگرچہ بظاہر اس میں سننے کی قوت موجود ہو۔

**آیت 46** ارشاد فرمایا: اگر انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا معمولی حصہ پہنچ جائے تو یہ ضرور پکاریں گے کہ ہائے ہم برباد ہوگئے، ہم ہلاک ہوگئے، بے شک ہم نبی کی بات پر توجہ نہ دے کر اور ان پر ایمان نہ لا کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔

**آیت 47** فرمایا: ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے جن کے ذریعے اعمال کا وزن کیا جائے گا تاکہ ان کی جزا دی جائے تو کسی جان پر اس کے حقوق کے معاملے میں کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر اعمال میں سے کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگی تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم ہر چیز کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اہم باتیں: (1) میزان کا معنیٰ اور اعمال کے وزن کی صورتوں نیز میزان سے متعلق مزید کلام سورۂ اعراف کی آیت 8 کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ (2) قیامت کا ایک انتہائی ہولناک مرحلہ وہ ہے جب اعمال کا وزن کیا جائے گا، یہاں کسی کے ثواب میں کمی کرکے یا کسی کے گناہوں میں اضافہ کرکے اس پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیاں کرنے اور گناہوں سے بچنے والا بنائے۔

**آیت 48** یہاں سے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے حالات بیان کیے جا رہے ہیں کہ انہوں نے کس طرح دین کی راہ میں پیش آنے والی تکلیفیں برداشت کیں تاکہ بعد میں دین کی خدمت کرنے والوں کے لئے مشعلِ راہ ہو۔ سب سے پہلے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا واقعہ بیان کیا گیا کہ ہم نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو ایسی کتاب عطا کی جو صحیح اور غلط عقائد کو الگ الگ کر دینے والی ہے اور وہ ایسی روشنی ہے جس سے نجات کی راہ معلوم ہوتی ہے اور ایسی نصیحت ہے جس سے پرہیزگار تنبیہ و نصیحت اور دینی اُمور کا علم حاصل کرتے ہیں۔

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ

وہ جو اپنے رب سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے ڈرتے ہیں○ اور یہ برکت والا ذکر ہے

اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ

جسے ہم نے نازل فرمایا ہے تو کیا تم اس کے منکر ہو؟○ اور بیشک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی اس کی سمجھداری دیدی تھی اور ہم اسے

عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ ع اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا

جانتے تھے○ یاد کرو جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: یہ مجسمے کیا ہیں جن کے آگے تم جم کر بیٹھے ہوئے ہو○ انہوں نے کہا:

وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾

ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے ہوئے پایا○ فرمایا: بیشک تم اور تمہارے باپ دادا سب کھلی گمراہی میں ہو○

اہم بات: تورات شریف حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو بلا واسطہ اور حضرت ہارون علیہ السّلام کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے واسطہ سے عطا کی گئی۔

آیت 49 پرہیزگاروں کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اس کے عذاب کا مشاہدہ نہیں کیا اور وہ قیامت کے دن ہونے والے عذاب، حساب، سوال اور اس کی دیگر ہولناکیوں سے ڈرتے ہیں اور اسی خوف کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے بچتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہی صالحین کے اوصاف اور بزرگانِ دین کا طریقہ ہے۔

آیت 50 فرمایا کہ جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر تورات نازل فرمائی اسی طرح ہم نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر برکت والا ذکر قرآنِ پاک نازل فرمایا، اس کے منافع کثیر اور اس میں بہت وسیع علوم ہیں اور ایمان لانے والوں کے لئے اس میں بڑی برکتیں ہیں تو اے اہلِ مکہ! کیا یہ سب جاننے کے باوجود تم قرآنِ مجید کے ہماری طرف سے نازل ہونے کا انکار کرتے ہو؟

آیت 51 دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا ہے، فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو ان کی ابتدائی عمر میں بالغ ہونے سے پہلے ہی ان کی دانش مندی اور نیک راہ عطا کر دی تھی اور ہم ان کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ ہدایت و نبوت کے اہل ہیں۔

آیت 52 فرمایا کہ وہ وقت یاد کریں جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے عرفی باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: درندوں پرندوں اور انسانوں کی صورتوں کے بنے ہوئے یہ مجسمے کیا ہیں جن کے آگے تم جم کر بیٹھے ہوئے ہو اور ان کی عبادت میں مشغول ہو؟

آیت 53 قوم کے پاس کوئی صحیح دلیل تو تھی نہیں، لہٰذا انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان بتوں کی پوجا کرتے ہوئے پایا لہٰذا ہم بھی اسی طرح کر رہے ہیں۔ درس: شریعت کے خلاف عقیدوں، طریقوں، رسموں کی پیروی میں اپنے باپ دادا کا عمل دلیل بنانا کافروں اور جاہلوں کا طریقہ ہے، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے۔

آیت 54 قوم کا جواب سن کر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ان سے فرمایا: تم اور تمہارے باپ دادا جنہوں نے یہ باطل طریقہ ایجاد کیا سب کھلی گمراہی میں ہو اور کسی عقل مند پر تمہارے اس طریقے کا گمراہی ہونا مخفی نہیں۔ اہم بات: حکمت عملی کے ساتھ حق بات

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

بولے: کیا تم ہمارے پاس حق لائے ہو یا یونہی کھیل رہے ہو؟○ فرمایا: بلکہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے

الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ

جس نے انہیں پیدا کیا اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں○ اور مجھے اللہ کی قسم ہے! تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے تو اس کے بعد

بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ

میں تمہارے بتوں کی بری حالت کردوں گا○ تو ابراہیم نے ان سب کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا سوائے ان کے بڑے بت کے کہ شاید وہ

بہرحال بیان کرنی چاہیے، قدرت کے باوجود محض دنیا کی خاطر حق کہنے سے خاموشی "مداہنت" ہے اور وہ منع ہے، ہاں! کہاں حکمتِ عملی کا کیا تقاضا ہے، سختی یا نرمی؟ یہ بات مبلغ کو معلوم ہونی چاہیے۔

**آیت 55،56** قوم کے نزدیک برسوں سے نسل در نسل چلے آنے والے اپنے طریقے کو گمراہی سمجھنا بہت مشکل تھا اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ یہ بات واقعی طور پر ہمیں بتا رہے ہیں یا یونہی ہنسی مذاق کے طور پر فرما رہے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رُبوبیّت کا بیان کرکے ظاہر فرمادیا کہ آپ کھیل کے طور پر کلام نہیں کر رہے بلکہ حق کا اظہار فرمارہے ہیں، چنانچہ آپ نے فرمایا: تمہاری عبادت کے مستحق یہ بناوٹی مجسمے نہیں بلکہ وہ رب ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، جس نے انہیں کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا کیا، تو پھر تم ان چیزوں کی عبادت کیسے کرتے ہو جو مخلوقات میں داخل ہیں اور میں نے تم سے جو بات کہی کہ تمہارا رب صرف وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، میں اسے دلیل کے ساتھ ثابت کرسکتا ہوں۔

**آیت 57** حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا ایک سالانہ میلہ لگتا تھا، وہ اس دن جنگل میں جاتے اور شام تک لہو و لعب میں مشغول رہتے، واپسی پر بت خانے آکر بتوں کی پوجا کرتے پھر اپنے گھروں کو جاتے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی ایک جماعت سے بتوں کے بارے میں مناظرہ کیا تو ان لوگوں نے کہا: کل ہماری عید ہے، آپ وہاں چلیں اور دیکھیں کہ ہمارے دین اور طریقے میں کیا بہار اور لطف ہے۔ جب اگلے دن آپ کو میلے میں جانے کا کہا گیا تو آپ علیہ السلام عذر بیان کرکے میلے میں نہ گئے اور وہ لوگ روانہ ہوگئے۔ جب ان کے باقی ماندہ اور کمزور لوگ جو آہستہ آہستہ جا رہے تھے، گزرے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اللہ کی قسم ہے! تم پیٹھ پھیر کر میلے کی طرف جاؤ گے تو اس کے بعد میں تمہارے بتوں کی بری حالت کردوں گا۔ آپ کی اس بات کو بعض لوگوں نے سن لیا۔

**آیت 58** لوگوں کے چلے جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بت خانے کی طرف لوٹے تو آپ نے ان سب بتوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا، البتہ ان کے بڑے بُت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں یعنی وہ اس بڑے بُت سے پوچھیں کہ ان چھوٹے بتوں کا کیا حال ہے، یہ کیوں ٹوٹے ہیں اور کلہاڑا تیری گردن پر کیسے رکھا ہے؟ یوں اُن پر اس بڑے بت کا عاجز ہونا ظاہر ہو اور انہیں ہوش آئے کہ ایسے عاجز خدا نہیں ہوسکتے یا یہ معنیٰ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کریں اور آپ کو حجت قائم کرنے کا موقع ملے۔

اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالُوْا
اس کی طرف رجوع کریں○ کہنے لگے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ بیشک وہ یقیناً ظالم ہے○ کچھ کہنے لگے:
سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ
ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے ہوئے سنا ہے جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے○ کہنے لگے: تو اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ
لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَالَ بَلْ
شاید لوگ گواہی دیں○ انہوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟○ ابراہیم نے فرمایا: بلکہ
فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا
ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں○ تو اپنے دلوں کی طرف پلٹے اور کہنے لگے:
اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۝
بیشک تم خود ہی ظالم ہو○ پھر وہ اپنے سروں کے بل اوندھے کر دیئے گئے (اور کہنے لگے کہ) تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں ہیں○

**آیت 59** جب لوگ شام کو واپس ہوئے اور بت خانے پہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ بت ٹوٹے پڑے ہیں تو کہنے لگے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ بے شک! وہ یقیناً ظالم ہے۔

**آیت 60** کچھ لوگ کہنے لگے: ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے ہوئے سنا ہے جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے، ہمارا گمان ہے کہ اسی نے ایسا کیا ہوگا۔

**آیت 61** جب یہ خبر ظالم و جابر نمرود اور اس کے وزیروں تک پہنچی تو وہ کہنے لگے: اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ، شاید لوگ گواہی دیں کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا فعل ہے یا ان سے بتوں کے بارے میں ایسا کلام سنا گیا ہے۔

**آیت 62، 63** ان دو آیات میں بیان ہوا کہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلایا گیا اور ان لوگوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ آپ نے اس بات کا تو جواب نہ دیا جبکہ انہیں عقل استعمال کرنے کی طرف متوجہ کرنے کے لئے فرمایا: ان کے اس بڑے نے اس غصے سے ایسا کیا ہوگا کہ اس کے ہوتے تم اس کے چھوٹوں کو پوجتے ہو، اس کے کندھے پر کلہاڑا ہونے سے ایسا ہی قیاس کیا جا سکتا ہے، مجھ سے کیا پوچھتے ہو! ان سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہیں تو خود بتائیں کہ ان کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ اہم بات: اس کلام سے مقصود یہ تھا کہ قوم اس بات پر غور کرے کہ جو بول نہیں سکتا، کچھ کر نہیں سکتا وہ خدا نہیں ہو سکتا اور اس کی خدائی کا اعتقاد باطل ہے۔

**آیت 64** حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام سن کر وہ غور کرنے لگے اور سمجھ گئے کہ آپ علیہ السلام حق پر ہیں اور وہ اپنے آپ سے کہنے لگے: بیشک تم خود ہی ظالم ہو جو ایسے مجبور اور بے اختیار بتوں کو پوجتے ہو، جو اپنے کاندھے سے کلہاڑا نہ ہٹا سکے وہ اپنے پجاری کو مصیبت سے کیا بچا سکے گا!!

**آیت 65** کلمۂ حق کہنے کے بعد پھر ان کی بدبختی ان کے سروں پر سوار ہوئی اور وہ کفر کی طرف پلٹ گئے اور باطل جھگڑا شروع کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگے: تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں تو ہم ان سے کیسے پوچھیں۔

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ

ابراہیم نے جواب دیا: تو کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دیتا ہے اور نہ نقصان پہنچاتا ہےO تم پر اور

لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ

اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان پر افسوس ہے۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں ؟O بولے: ان کو جلادو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿٦٩﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ

اگر تم کچھ کرنے والے ہوO ہم نے فرمایا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جاO اور انہوں نے ابراہیم کے ساتھ

**آیت 67،66** ان دو آیات میں بیان ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں جواب دیا: تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جس کا حال یہ ہے کہ اگر تم اسے پوجو تو وہ تمہیں نفع نہیں دیتا اور اگر اسے پوجنا موقوف کر دو تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچاتا۔ تم پر اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان پر افسوس ہے، تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اتنی سی بات بھی سمجھ سکو کہ یہ بت کسی طرح پوجنے کے قابل نہیں۔

**آیت 68** جب لوگ جواب سے عاجز آگئے تو کہنے لگے: اگر تم اپنے خداؤں کی کچھ مدد کرنا چاہ رہے ہو تو ان کا انتقام لے کر ان کی مدد کرو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا دو۔ قوم کا یہ نعرہ وہی جاہلانہ مشرکانہ سوچ اور طرزِ عمل ہے جس کے مناظر و مظاہر آج بھی دنیا کے کئی ملکوں میں دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔

**آیت 69** نمرود اور اس کی قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک مکان میں قید کر دیا، ایک ماہ تک پوری کوشش کر کے ہر قسم کی لکڑیاں جمع کیں اور ایک بہت بڑی آگ جلائی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باندھ کر ایک منجنیق (یعنی پتھر پھینکنے والی مشین) کے ذریعے آگ میں ڈال دیا۔ اس وقت آپ کی زبانِ مبارک پر تھا: "حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ" یعنی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی: کیا کچھ کام ہے ؟ فرمایا: تم سے نہیں۔ عرض کی: تو اپنے رب سے سوال کیجئے۔ فرمایا: اس کا میرے حال کو جاننا میرے لئے کافی ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔ چنانچہ آگ کی گرمی زائل ہو گئی اور روشنی باقی رہی، اس نے ان رسیوں کے سوا کچھ نہ جلایا جن سے آپ علیہ السلام کو باندھا گیا تھا۔ اہم بات: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سمجھا تھا کہ امتحان کے وقت دعا کرنی بھی مناسب نہیں کہ کہیں یہ بے صبری میں شمار نہ ہو، یہ انہی کا مرتبہ تھا، ہمیں بہر حال مصیبت کے وقت دعا کرنے کا حکم ہے۔

**آیت 70** ارشاد فرمایا: اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ برا سلوک کرنا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والا بنا دیا کہ ان کی مراد پوری نہ ہوئی اور ان پر مچھر بھیجے گئے جو ان کے گوشت کھا گئے اور خون پی گئے، ایک مچھر نمرود کے دماغ میں گھس گیا اور اس کی ہلاکت کا سبب ہوا۔

كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۚ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ

برا سلوک کرنا چاہا تو ہم نے انہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے بنادیا○ اور ہم نے اسے اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات عطا

بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ

فرمائی جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی○ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا فرمایا اور مزید یعقوب (پوتا) اور

كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ

ہم نے ان سب کو اپنے خاص قرب والے بنایا○ اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف

فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے○

**آیت 71** فرمایا کہ ہم نے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السّلام کو نمرود اور اس کی قوم سے نجات عطا فرمائی اور انہیں عراق سے اس سرزمین کی طرف روانہ کیا جس میں ہم نے جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی۔ اہم باتیں: (1) حضرت لوط علیہ السّلام حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بھتیجے ہیں اور آپ کے والد کا نام ہاران ہے۔ جب یہ دونوں حضرات ملکِ شام پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فلسطین کے مقام پر اور حضرت لوط علیہ السّلام نے یہاں سے ایک دن کے فاصلے پر مُؤْتَفِکَہ میں قیام فرمایا۔ (2) یہاں برکت والی سرزمین سے شام کی زمین مراد ہے اور اس کی برکت یہ ہے کہ یہاں کثرت سے انبیاءِ کرام علیہم السّلام ہوئے اور تمام جہان میں ان کے دینی برکات پہنچے اور سرسبزی و شادابی کے اعتبار سے بھی یہ خطہ دوسرے خطوں پر فائق ہے البتہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے محبوب مدینے کی بات ہی جدا ہے اور یونہی عظمتِ مکہ بھی۔

**آیت 72** حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر کی گئی مزید نعمتوں کا بیان ہورہا ہے، فرمایا کہ ہم نے انہیں حضرت اسحٰق علیہ السّلام بیٹا اور حضرت یعقوب علیہ السّلام پوتا عطا فرمائے اور ہم نے ان سب کو اپنا خاص قرب والا بنایا۔

**آیت 73** فرمایا کہ اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ بھلائی کے کاموں میں ان کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ ہمارے حکم سے لوگوں کو ہمارے دین کی طرف بلاتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے۔ اہم باتیں: (1) یہاں نماز اور زکوٰۃ کو خصوصیت سے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نماز بدنی عبادات میں سب سے افضل ہے اور زکوٰۃ مالی عبادات میں سب سے افضل۔ (2) انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو امتیوں پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے مال پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی کیونکہ ان کا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے وہ امانت ہے اور یہ اسے خرچ کرنے کے مقامات پر ہی خرچ کرتے ہیں، نیز زکوٰۃ اُس کے لئے پاکی ہے جو گناہوں کی گندگی سے پاک ہونا چاہے جبکہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام معصوم ہونے کی وجہ سے گناہوں کی گندگی سے پاک ہیں۔ لہٰذا جن آیات میں انبیاءِ کرام علیہم السّلام کو زکوٰۃ دینے کا فرمایا گیا ان سے یا تو نفس کو نامناسب صفات سے پاک رکھنا مراد ہے جو وہ ہمیشہ رکھتے ہی ہیں یا یہ مراد ہے کہ وہ اپنی امت کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیں۔

وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىٕثَ ؕ اِنَّهُمْ

اور لوط کو ہم نے قوتِ فیصلہ اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی بیشک وہ

كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ ۙ﴿۷۴﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۷۵﴾ وَ نُوْحًا

برے لوگ نافرمان تھے○ اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بیشک وہ ہمارے خاص مقربین میں سے تھا○ اور نوح کو (یاد کرو)

اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۶﴾ وَ نَصَرْنٰهُ

جب اس سے پہلے اس نے ہمیں پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی○ اور ہم نے

مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۷۷﴾

ان لوگوں کے مقابلے میں اس کی مدد کی جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی، بیشک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا○

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ

اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب وہ دونوں کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹ گئیں

**آیت 74،75** تیسرا واقعہ حضرت لوط علیہ السلام کا بیان کیا جارہا ہے، فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو ہم نے حکومت دی، انہیں ان کی شان کے لائق علم عطا کیا اور اس بستی سے نجات بخشی جہاں کے رہنے والے لواطت وغیرہ گندے کام کیا کرتے تھے کیونکہ وہ برے لوگ اور نافرمان تھے اور ہم نے انہیں اپنی خاص رحمت میں داخل فرمایا اور بے شک! وہ ہمارے خاص مقرب بندوں میں سے تھے۔
اہم باتیں: (1) بعض مفسرین کے نزدیک یہاں "حکم" سے مراد حکمت یا نبوت ہے یا لوگوں کے باہمی جھگڑوں میں حق کے مطابق فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہے۔ (2) لواطت یعنی بد فعلی گندہ، خبیث، فسق و فجور پر مشتمل شیطانی کام ہے، تمام آسمانی دینوں میں اسے حرام قطعی قرار دیا گیا ہے۔ اس کے حرام ہونے کا منکر کافر ہے اور اس خباثت میں پڑنے والے کے لئے قبر و آخرت میں شدید عذاب کی وعیدیں ہیں۔

**آیت 76،77** چوتھا واقعہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیان کیا جارہا ہے، چنانچہ ان دو آیات میں فرمایا: اے حبیب! حضرت نوح علیہ السلام کو یاد کریں جب انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام سے پہلے ہمیں پکارا اور ہم سے اپنی قوم پر عذاب نازل کرنے کی دعا کی تو ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے اور کشتی میں موجود اس کے گھر والوں کو طوفان سے اور سرکش لوگوں کے جھٹلانے سے نجات دی اور ہم نے ان لوگوں کے مقابلے میں اس کی مدد کی جنہوں نے ہماری ان آیتوں کی تکذیب کی جو حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں، بے شک! وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

**آیت 78** یہاں سے پانچواں واقعہ بیان کیا جارہا ہے جس میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر ہے، فرمایا کہ اے حبیب! آپ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا واقعہ یاد کریں جب وہ دونوں کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے۔ جب رات کے

وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ۫ وَّ سَخَّرْنَا

اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کر رہے تھے ○ ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا اور داؤد کے ساتھ

مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ

پہاڑوں اور پرندوں کو تابع بنادیا کہ وہ پہاڑ اور پرندے تسبیح کرتے اور یہ (سب) ہم ہی کرنے والے تھے ○ اور ہم نے تمہارے فائدے کیلئے

وقت کچھ لوگوں کی بکریاں کھیتی میں چھوٹ گئیں، ان کے ساتھ کوئی چرانے والا نہ تھا اور وہ کھیتی کھا گئیں۔ یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا، انہوں نے تجویز کی کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں کیونکہ بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر ہے۔ آیت میں فرمایا کہ ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

**آیت 79** ارشاد فرمایا: ہم نے وہ معاملہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا چنانچہ آپ نے یہ تجویز پیش کی کہ بکری والا کاشت کرے اور جب تک کھیتی اس حالت کو پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی تھی اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے اور کھیتی اس حالت پر پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو کھیتی اور بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کر دی جائیں۔ یہ تجویز حضرت داؤد علیہ السلام نے پسند فرمائی۔ آیت میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حکمت اور اجتہاد و احکام کے طریقوں وغیرہ کا علم عطا کیا اور پہاڑوں اور پرندوں کو حضرت داؤد علیہ السلام کا تابع بنا دیا کہ پتھر اور پرندے آپ کے ساتھ آپ کی موافقت میں تسبیح کرتے تھے اور یہ سب یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کو معاملہ سمجھا دینا، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو حکمت و حکومت دینا اور پہاڑوں، پرندوں کو حضرت داؤد علیہ السلام کا تابع بنا دینا ہمارے ہی کام تھے۔ اہم باتیں: (1) اس معاملہ میں یہ دونوں حکم اجتہادی تھے اور ان کی شریعت کے مطابق تھے۔ ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر چرانے والا ساتھ نہ ہو تو جانور جو نقصانات کرے اس کا ضمان لازم نہیں۔ (2) اِجتہاد برحق ہے اور نبی علیہ السلام بھی اجتہاد کر سکتے ہیں۔ (3) اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے مجتہد سے اپنی پوری کوشش کے بعد بھی خطا ہو جائے تو گناہ نہیں جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ جب حکم کرنے والا اجتہاد کے ساتھ حکم کرے اور اس حکم میں درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ (بخاری، حدیث: 7352)

**آیت 80** فرمایا کہ ہم نے تمہارے فائدے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک لباس یعنی زرہ بنانا سکھا دیا جسے جنگ کے وقت پہنا جائے تاکہ وہ جنگ کے دوران تمہارے جسم کو زخمی ہونے سے بچائے تو اے حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے گھر والو! تم ہماری اس نعمت پر ہمارا شکر ادا کرو۔ اہم بات: انبیاءِ کرام علیہم السلام مختلف پیشے اختیار کرتے اور ہاتھ کی کمائی سے تناوُل فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام سلائی کا کام کیا کرتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کپڑے کا، حضرت آدم علیہ السلام کاشتکاری کا، حضرت موسیٰ اور حضرت شعیب علیہما السلام بکریاں چرانے کا، حضرت صالح علیہ السلام چادر بنانے کا کام کیا کرتے تھے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اگرچہ بطورِ خاص کوئی پیشہ اختیار نہیں فرمایا لیکن آپ نے تجارت فرمائی اور کچھ دیگر کام بھی فرمائے ہیں۔

لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً

اسے ایک خاص لباس کی صنعت سکھادی تاکہ تمہیں تمہاری جنگ کی آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر ادا کروگے؟O اور تیز ہوا کو سلیمان کے لیے

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾

تابع بنادیا جو اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیںO

وَ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ يَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ كُنَّا لَهُمْ

اور کچھ جنات کو (سلیمان کے تابع کردیا) جو اس کے لیے غوطے لگاتے اور اس کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے اور ہم ان جنات کو

حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾ۙ وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ

روکے ہوئے تھےO اور ایوب کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے

آیت 81 ارشاد فرمایا: ہم نے تیز ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا تابع بنادیا اور یہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے شام کی اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے نہروں، درختوں اور پھلوں کی کثرت سے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو انسانوں اور جنوں کے ساتھ ساتھ ہوا پر بھی حکومت عطا کی تھی، اتنی عظیم الشان سلطنت کے مالک ہونے کے باوجود آپ فخر و تکبر سے انتہائی دور اور عاجزی و انکساری کے عظیم پیکر تھے۔ آپ کا فرمان ہے: مومن کے نامۂ اعمال میں ایک تسبیح اُس سے بہتر ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے کو دیا گیا کیونکہ جو کچھ اسے دیا گیا وہ چلا جائے گا جبکہ تسبیح باقی رہے گی۔ (احیاء علوم الدین، 250/3) (2) یہ کہنا شرک نہیں کہ فلاں کے حکم سے یہ کام ہوتا ہے جیسے یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ہوا چلتی تھی۔

آیت 82 اور کچھ جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کردیا جو ان کے لئے غوطے لگاتے اور سمندر کی تہ سے آپ کے لئے جواہرات نکال کر لاتے اور وہ اس کے علاوہ دوسرے کام جیسے عجیب و غریب مصنوعات تیار کرنا، عمارتیں، محل، برتن، شیشے کی چیزیں، صابن وغیرہ بنانا بھی کرتے اور ہم ان جنات کو روکے ہوئے تھے تاکہ وہ آپ کے حکم سے باہر نہ ہوں اور سرکشی و فساد نہ کریں۔ اہم بات: یہاں جنات سے کافر جنات مراد ہیں کیونکہ آیت میں "شیاطین" کا لفظ مذکور ہے اور یہ لفظ کافر جنات کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

آیت 83 ارشاد فرمایا: اور ایوب کو (یاد کرو)۔ حضرت ایوب علیہ السلام حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسنِ صورت، اولاد کی کثرت اور مال کی وسعت ہر طرح کی نعمت عطا فرمائی تھی پھر آپ کو آزمائش میں مبتلا کیا گیا چنانچہ آپ کی اولاد مکان گرنے سے دب کر مر گئی، تمام جانور جس میں ہزارہا مویشی تھے، مر گئے۔ تمام کھیتیاں اور باغات برباد ہو گئے حتیٰ کہ کچھ باقی نہ رہا، اس کے بعد آپ بیمار ہو گئے، تمام جسم شریف میں آبلے پڑ گئے اور بدن مبارک زخموں سے بھر گیا۔ اس حال میں سب لوگوں نے چھوڑ دیا، البتہ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت رحمت بنتِ افرائیم رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت کرتی رہیں۔ سالہا سال تک یہی حالت رہی، آخرکار کوئی ایسا سبب پیش آیا کہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے

الرّٰحِمِیْنَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ

بڑھ کر رحم کرنے والا ہے ○ تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو جو اس پر تکلیف تھی وہ ہم نے دور کر دی اور ہم نے اپنی طرف سے رحمت فرما کر

مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَ

اور عبادت گزاروں کو نصیحت کی خاطر ایوب کو اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کر دیئے ○ اور اسماعیل اور ادریس اور

ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿٨٥﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ

ذوالکفل کو (یاد کرو) وہ سب صبر کرنے والے تھے ○ اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے لائق

میرے رب! بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) یاد رہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو کوڑھ اور جذام کی بیماری نہیں ہوئی تھی کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام ان تمام بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں جو عوام کے نزدیک باعثِ نفرت و حقارت ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کے مقرب بندوں کو آزمائش و امتحان میں مبتلا فرماتا ہے اور ان کی آزمائش اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے بلکہ یہ ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت و قرب کی دلیل ہے۔

**آیت 84** اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور انہیں جو تکلیف تھی وہ اس طرح دور کر دی کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے حکمِ الٰہی سے زمین پر پاؤں مارا جس سے ایک چشمہ ظاہر ہوا، اس سے آپ نے غسل کیا تو ظاہر بدن کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں پھر 40 قدم چلنے کے بعد دوبارہ زمین پر پاؤں مارا اس سے بھی ایک چشمہ ظاہر ہوا جس کا پانی انتہائی سرد تھا۔ اس پانی کو پینے سے بدن کے اندر کی تمام بیماریاں دور ہو گئیں اور آپ کو اعلیٰ درجے کی صحت حاصل ہوئی۔ آیت میں فرمایا کہ ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کو اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کر دیئے اور حضرت ایوب علیہ السلام پر یہ عطا اپنی طرف سے ان پر رحمت فرمانے اور عبادت گزاروں کو نصیحت کرنے کے لئے فرمائی تاکہ وہ اس واقعہ سے آزمائشوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے کے عظیم ثواب سے باخبر ہوں اور صبر کر کے اجر و ثواب پائیں۔ اہم باتیں: (1) اکثر مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرمادیا اور آپ کو اتنی ہی اولاد اور عنایت کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زوجہ محترمہ کو دوبارہ جوانی عنایت کی اور ان کے ہاں کثیر اولاد ہوئیں۔ (2) حضرت ایوب علیہ السلام پر اِس مہربانی میں عبادت گزاروں کے لئے نصیحت ہے کہ خداوند کریم اپنے مقبول بندوں کو محروم نہیں رکھتا بلکہ انہیں ان کے عمل و صبر کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔

**آیت 85، 86** ان دو آیات میں فرمایا کہ اے حبیب! آپ حضرت اسماعیل، حضرت ادریس اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کو یاد کریں، وہ سب عبادات کی مشقتوں اور زندگی کی مشکلوں کو برداشت کرنے پر کامل صبر کرنے والے تھے اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بے شک! وہ ہمارے قربِ خاص کے لائق لوگوں میں سے ہیں۔ اہم بات: حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے ذبح کیے جانے کے وقت اور غیر آباد بیابان میں ٹھہرنے پر صبر کیا، حضرت ادریس علیہ السلام نے درس دینے پر اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام نے دن کا روزہ رکھنے، رات کو قیام کرنے اور لوگوں کی طرف سے دی گئی تکلیفوں پر صبر کیا۔

الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى

لوگوں میں سے ہیں○ اور ذوالنون کو (یاد کرو) جب وہ غضبناک ہو کر چل پڑے تو اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے تو اس نے

فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ

اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر عیب سے پاک ہے، بیشک مجھ سے بے جا ہوا○ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور

نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُــْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿٨٨﴾ وَ زَكَرِیَّاۤ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ

اسے غم سے نجات بخشی اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی نجات دیتے ہیں○ اور زکریا کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا،

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿٨٩﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۫ وَ وَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی وَ

اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے○ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا فرمایا اور

**آیت 87** حضرت یونس بن متّٰی علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، قوم کے لوگوں نے آپ کی دعوت قبول نہ کی اور کفر پر قائم رہے تو آپ علیہ السلام غضبناک ہو کر ان کے علاقے سے تشریف لے گئے اور آپ نے یہ گمان کیا کہ یہ ہجرت آپ کے لئے جائز ہے کیونکہ اس کا سبب اللہ کی خاطر اس کے منکروں کے ساتھ بغض تھا اور ایک عرصہ دراز تک آپ علیہ السلام توحید کی تبلیغ بھی فرماچکے تھے، لیکن اس سب کے باوجود آپ نے اپنی ہجرت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار نہ کیا، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں ڈال دیا، جہاں دریا کی گہرائی، رات کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی تھی، ان اندھیروں میں حضرت یونس علیہ السلام نے اس طرح دعا کی: اے میرے رب! تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور تو ہر عیب سے پاک ہے، بے شک! مجھ سے بے جا ہوا کہ میں اپنی قوم سے تیری اجازت پانے سے پہلے جدا ہو گیا۔ اہم بات: حدیث پاک میں ہے: حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جب دعا مانگی تو یہ کلمات کہے ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ جو مسلمان ان کلمات کے ساتھ کسی مقصد کے لئے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔ (ترمذی، حدیث: ٣٥١٦) ایک اور حدیث میں ہے: جو مسلمان اپنی بیماری کی حالت میں 40 مرتبہ ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ کے ساتھ دعا مانگے پھر وہ اس مرض میں فوت ہو جائے تو اسے شہید کا اجر دیا جائے گا اور اگر تندرست ہو گیا تو اس کے تمام گناہ بخشے جاچکے ہوں گے۔ (مستدرک، حدیث: 1908)

**آیت 88** فرمایا: تو ہم نے حضرت یونس علیہ السلام کی پکار سن لی اور اسے تنہائی و وحشت کے غم سے نجات بخشی اور مچھلی کو حکم دیا تو اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا کے کنارے پر پہنچا دیا اور ہم ایمان والوں کو ایسے ہی مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات دیتے ہیں جب وہ ہم سے فریاد کریں اور دعا کریں۔

**آیت 89** حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام کو یاد کرو جب اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے بے اولاد نہ چھوڑ بلکہ وارث عطا فرما اور اگر تو مجھے وارث نہ دے تو بھی کچھ غم نہیں کیونکہ تو سب سے بہتر وارث ہے یعنی اللہ تعالیٰ مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا ہے۔ اہم بات: دین کی خدمت کی نیت سے بیٹے کی دعا کرنا سنتِ نبی ہے۔

**آیت 90** ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قبول کی اور انہیں سعادت مند فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا فرمایا اور

اَصۡلَحۡنَا لَهٗ زَوۡجَهٗ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَيَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ

اس کے لیے اس کی بیوی کو قابل بنادیا۔ بیشک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں بڑی رغبت سے اور بڑے ڈر سے پکارتے تھے

وَكَانُوۡا لَنَا خٰشِعِيۡنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا

اور ہمارے حضور دل سے جھکنے والے تھے O اور اس عورت کو (یاد کرو) جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی خاص روح پھونکی

وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا

اور اسے اور اس کے بیٹے کو سارے جہان والوں کیلئے نشانی بنادیا O بیشک یہ (اسلام) تمہارا دین ہے، ایک ہی دین ہے اور میں

رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ ؕ كُلٌّ اِلَيۡنَا رٰجِعُوۡنَ ﴿۹۳﴾ ع

تمہارا رب ہوں تو تم میری عبادت کرو O اور لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ سب ہماری طرف لوٹنے والے ہیں O

حضرت زکریا علیہ السّلام کے لئے آپ کی زوجہ کا بانجھ پن ختم کر کے اسے اولاد پیدا کرنے کے قابل بنادیا۔ جن انبیاء کرام علیہم السّلام کا ذکر ہوا ان کی دعائیں اس وجہ سے قبول ہوئیں کہ وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں بڑی رغبت سے اور بڑے ڈر سے پکارتے تھے اور ہمارے حضور دل سے جھکنے والے تھے۔ اہم بات: جو شخص ایسا ہونا چاہے کہ اس کی ہر دعا مقبول ہو اسے چاہیے کہ یہ تین کام کرے: (1) نیک کام کرنے میں دیر نہ لگائے (2) خدا سے رحمت کی امید اور اس کے خوف کے درمیان رہتے ہوئے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگے (3) بارگاہِ الٰہی میں عاجزی و انکساری کا اظہار کرے۔

آیت 91 حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے، فرمایا کہ اے حبیب! اس مریم کو یاد کریں جس نے پورے طور پر اپنی پارسائی کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی خاص روح پھونکی اور اس کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو پیدا کیا اور اسے اور اس کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو سارے جہان والوں کے لئے اپنی قدرت کے کمال کی نشانی بنادیا۔ اہم بات: عورت کے لئے بہترین وصف یہ ہے کہ وہ پاک دامن رہے اور شرم و حیا اختیار کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھے، اپنے ماہِ رمضان کا روزہ رکھے، اپنی پارسائی کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ (حلیۃ الاولیاء، حدیث: 8830)

آیت 92 ارشاد فرمایا: اے لوگو! بیشک یہ اسلام تمہارا دین ہے اور یہی تمام انبیاء کرام علیہم السّلام کا دین ہے، اس کے سوا جتنے ادیان ہیں سب باطل ہیں اور سب کو اسی دینِ اسلام پر قائم رہنا لازم ہے اور میں تمہارا رب ہوں، نہ میرے سوا کوئی دوسرا رب ہے نہ میرے دین کے سوا اور کوئی دین ہے تو تم صرف میری عبادت کرو۔

آیت 93 فرمایا کہ لوگوں نے دین میں اختلاف کیا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا، نفسانی خواہشات کی پیروی کو اپنا دین بنالیا، خود بھی بکھرے اور ان کے اعمال بھی جداگانہ ہوگئے۔ انہیں خبردار کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ دنیا میں جو تمہارے جی میں آتا ہے کرلو لیکن یاد رکھو! قیامت کا دن آنے والا ہے، اس دن تم سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے، اس وقت تمہیں ہر چیز کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اہم

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾ وَ

تو جو نیک اعمال کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں ہوگی اور ہم اسے لکھنے والے ہیں○ اور

حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَ

جس بستی کو ہم نے ہلاک کردیا اس پر حرام ہے کہ لوٹ کر نہ آئیں○ یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور

هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ

وہ ہر بلندی سے تیزی سے اترتے ہوئے آئیں گے○ اور سچا وعدہ قریب آگیا تو جبھی اس وقت کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی

بات:جو اصول اور عقائد تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، انبیاو رسل کی نبوت ورسالت، تقدیر، حشرو نشر اور قیامت، انہیں دین کہتے ہیں اور تمام انبیا علیہمُ السّلام نے اسی دین کی تبلیغ کی ہے پھر لوگوں نے ان سچے عقائد کو بگاڑ کر مختلف فرقے بنالئے، خدائی کا دعویٰ، شرک، مقرب بندوں کو خدا یا خدا کی اولاد کہنا، انبیاو رسل کو جھٹلانا، قیامت کا انکار اور اسی طرح کے دیگر کفریات کو اپنا دین بنالیا۔

**آیت94** ارشاد فرمایا: تو جو نیک اعمال کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اسے اس کے عمل کا ثواب نہ دے کر محروم نہ کیا جائے گا اور ہم اس کے عمل اَعمال ناموں میں لکھ رہے ہیں جن میں کچھ کمی نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا۔ اہم باتیں:(1) مومن بندے کے نیک عمل مقبول ہیں جبکہ دو شرطیں پائی جائیں: (۱) اچھی نیت (۲) عمل کو حکم کے مطابق ادا کرنا۔ (2) بندے کے اعمال لکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کراماکاتبین کو مقرر فرمایا ہے اور ان کا لکھنا چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اس لئے یہ لکھنا اللہ تعالیٰ کا لکھنا ہے۔

**آیت95** اس آیت کے مختلف معانی ہیں: (1) بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کردیا ان کا اپنے اَعمال کی تلافی اور اپنے اَحوال کے تَدارُک کے لئے دنیا کی طرف واپس آنا ناممکن ہے۔ (2) جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کرنے کا فیصلہ کردیا ان کا شرک اور کفر سے واپس آنا محال ہے۔ (3) جس بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کردیا ان کا قیامت کے دن زندہ ہونے کی طرف نہ لوٹنا ممکن ہے یعنی وہ قطعاً قیامت کے دن لوٹ کر آئیں گے۔

**آیت96** یہاں تک کہ جب قیامت کے قریب یاجوج اور ماجوج کو روک کر رکھنے والی دیوار کو کھول دیا جائے گا اور وہ زمین کی ہر بلندی سے تیزی کے ساتھ لوگوں کی طرف اترتے ہوئے آئیں گے۔ اہم بات: یاجوج اور ماجوج سے متعلق تفصیلی کلام سورۂ کہف کی آیت94 تا 99 کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

**آیت97** جب قیامت قائم ہوگی تو اس دن کی ہولناکی اور دہشت سے کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم دنیا میں اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے کہ رسولوں کی بات نہ مانتے تھے اور انہیں جھٹلاتے تھے۔ اہم بات: اس آیت میں مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے جو قرآن وحدیث کی موجودگی کے باوجود غفلت کا شکار ہیں۔

كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۹۷ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ

رہ جائیں گی کہ ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم اس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے○ بیشک تم اور جن کی تم

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۹۸ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا

اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں۔ تم اس میں جانے والے ہو○ اگر یہ معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے

وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۹۹ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۱۰۰ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور ان سب کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے○ جہنم میں ان کی گدھے جیسی آوازیں ہوں گی اور وہ اس میں کچھ نہ سنیں گے○ بیشک جن کے لیے

سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۱۰۱ۙ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ

ہمارا بھلائی کا وعدہ پہلے سے ہوچکا ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے○ وہ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے اور وہ

**آیت 98** ارشاد فرمایا: اے مشرکو! بیشک تم اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو، سب جہنم کے ایندھن ہیں اور تم اس میں ہمیشہ کے لئے جانے والے ہو۔

**آیت 99** فرمایا کہ اگر یہ بت معبود ہوتے جیسا کہ اے مشرکو! تم گمان کرتے ہو تو یہ جہنم میں داخل نہ ہوتے اور ان بتوں اور ان کے پجاریوں، سب کو ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔

**آیت 100** ان مشرکین کی جہنم میں گدھے جیسی آوازیں ہوں گی، وہ عذاب کی شدت سے چیخیں گے اور دھاڑیں گے اور وہ جہنم کے جوش کی شدت کی وجہ سے اس میں کچھ نہ سنیں گے۔

**آیت 101** شانِ نزول: حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے کفار کے سامنے اسی سورت کی آیت 98 پڑھی جس میں ہے کہ "بے شک تم اور جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں" اس پر ایک کافر نے کہا کہ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پوجتے ہیں اور فلاں قبیلہ فرشتوں کو پوجتا ہے (مطلب یہ کہ پھر تو یہ بھی جہنم میں جائیں گے) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بیان فرمادیا کہ حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور فرشتے وہ ہیں جن کے لئے بھلائی کا وعدہ ہوچکا اور انہیں جہنم کے عذاب و تکلیف سے دور رکھا جائے گا۔ اہم باتیں: (1) حقیقت میں یہ اعتراض جہالت کا اظہار تھا کیونکہ آیت میں مَاتَعْبُدُوْنَ کا لفظ ہے اور مَا عربی زبان میں ان کے لئے بولا جاتا ہے جو ذَوِی الْعُقُول نہ ہوں، یہ جاننے کے باوجود اس نے اعتراض کیا۔ یہ اعتراض اہلِ زبان کی نگاہوں میں کھلا ہوا باطل تھا مگر مزید بیان کے لئے اس آیت میں وضاحت فرمائی گئی ہے۔ (2) بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جہنم سے دُور رکھے جانے کی فضیلت میں وہ تمام مومنین داخل ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی اور سعادت کا وعدہ پہلے سے ہوچکا ہے، یہ سب جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

**آیت 102** فرمایا کہ جب وہ جنت کی منازل میں آرام فرما ہوں گے تو وہ جہنم کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے، اس کے جوش کی آواز بھی ان تک نہ پہنچے گی اور وہ جنت میں اپنی دل پسند نعمتوں اور کرامتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ؕ

اپنی دل پسند نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے ○ انہیں سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ

هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ

یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ○ یاد کرو جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ نامۂ اعمال کو لپیٹتا

لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَیْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۱۰۴﴾

ہے، ہم اسے دوبارہ اسی طرح لوٹا دیں گے جس طرح ہم نے پہلے اسے بنایا تھا۔ یہ ہمارے اوپر ایک وعدہ ہے، بیشک ہم ضرور یہ کرنے والے ہیں ○

وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور بیشک ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے ○

**آیت 103** انہیں سب سے بڑی گھبراہٹ یعنی دوسری بار صور پھونکا جانا غمگین نہ کرے گا یا اس سے وہ وقت مراد ہے جب موت کو ذبح کر کے ندا دی جائے گی کہ اے جہنم والو! تمہیں اب موت کے بغیر جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے۔ مزید فرمایا: قبروں سے نکلتے وقت مبارک باد دیتے اور یہ کہتے ہوئے فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ تمہیں ثواب ملنے کا وہ دن ہے جس کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ اہم بات: احادیث میں مزید ایسے خوش نصیبوں کا بھی ذکر ہے جو قیامت کے دن سب سے بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہیں گے، ان میں سے پانچ یہ ہیں: (1) شہید (2) رضائے الٰہی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے (3) جس امام سے مقتدی خوش ہوں (4) روزانہ اذان دینے والا (5) اللہ تعالیٰ اور اپنے آقا کا حق ادا کرنے والا غلام۔

**آیت 104** اس آیت کا معنیٰ ہے کہ جن لوگوں سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا انہیں اس دن سب سے بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے یا معنیٰ ہے کہ یاد کرو اس دن کو جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ بندے کی موت کے وقت اس کے نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے۔ مزید فرمایا: ہم نے جیسے پہلے انسان کو عدم سے بنایا تھا ویسے ہی معدوم کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دیں گے یا یہ معنیٰ ہے کہ جیسا اسے ماں کے پیٹ سے برہنہ اور غیر ختنہ شدہ پیدا کیا تھا ایسا ہی مرنے کے بعد اُٹھائیں گے اور فرمایا: تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کرنے کی طرح دوبارہ پیدا کرنا ہمارے اوپر ایک وعدہ ہے اور اسے ہم ضرور پورا کریں گے۔ اہم باتیں: (1) ایک قول کے مطابق سجل تیسرے آسمان پر موجود اس فرشتے کا نام ہے جس تک بندوں کی موت کے بعد ان کے اعمال نامے پہنچائے جاتے ہیں اور وہ فرشتہ ان اعمال ناموں کو لپیٹ دیتا ہے۔ (2) قیامت کے دن لوگوں کا حشر ایسے ہو گا کہ ان کے بدن ننگے ہوں گے اور ان کا ختنہ نہ ہوا ہو گا، البتہ انبیاءِ کرام علیہم السلام، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاءِ کرام علیہم الرحمہ اس حال سے محفوظ ہوں گے، ان کا حشر لباس میں کیا جائے گا۔

**آیت 105** آیت میں زبور سے وہ تمام کتابیں مراد ہیں جو انبیاءِ کرام علیہم السلام پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد لوحِ محفوظ ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ لوحِ محفوظ میں لکھنے کے بعد ہم نے تمام آسمانی کتابوں میں لکھ دیا یا یہاں زبور سے وہ آسمانی کتاب مراد ہے جو حضرت داوٗد علیہ

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

بیشک اس قرآن میں عبادت کرنے والوں کیلئے کافی سامان ہے۔ اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔

قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

تم فرماؤ: مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟ پھر اگر وہ منہ پھیریں

السلام پر نازل ہوئی اور ذکر سے مراد تورات ہے اور معنی یہ ہے کہ تورات میں لکھنے کے بعد زبور میں لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ اہم بات: یہاں زمین سے مراد جنت کی زمین ہے یا کفار کی زمینیں مراد ہیں جنہیں مسلمان فتح کریں گے یا شام کی زمین مراد ہے جس کے وارث اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے ہوں گے جو اس وقت شام میں رہنے والوں کے بعد آئیں گے۔

**آیت 106** قرآنِ کریم مومن عبادت گزاروں کو ہدایت و رہبری کے لئے کافی ہے بشرطیکہ اسے محض عقل سے نہیں بلکہ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیم و تفہیم کے ماتحت سمجھا جائے۔ ایک قول کے مطابق یہاں عبادت کرنے والوں سے مراد اُمتِ محمدیہ ہے جو پانچوں نمازیں پڑھتے، رمضان کے روزے رکھتے اور حج کرتے ہیں۔

**آیت 107** ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔ اہم بات: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے خواہ وہ عالمِ ارواح ہو یا عالمِ اجسام، ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول سب کے لئے جامع رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رحمت سے تمام رسولوں، نبیوں، صدیقوں، ولیوں، فرشتوں، انسانوں، جنوں، جانوروں، پرندوں نیز مسلمانوں، کافروں، مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں سب کو حصہ ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی روحِ کائنات ہیں، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی باعثِ وجودِ کائنات ہیں، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی اصلِ عالَم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کے نور سے سارا عالَم روشن ہے۔ تمام جہانوں میں ہر خیر کی بنیاد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات ہے، ہر اچھے اخلاق و عمل میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روشن کردار کی جھلک ہے۔ علمائے کرام نے اس موضوع پر بے شمار کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور جو تمام عالَموں کے لئے رحمت ہو تو ضرور وہ تمام جہانوں سے افضل ہے۔

**آیت 108** ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ کافروں سے فرمادیں کہ معبود کے معاملے میں میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لا کر مسلمان ہو جاؤ۔

**آیت 109** فرمایا: اے حبیب! پھر اگر وہ کفار منہ پھیریں اور اسلام نہ لائیں تو آپ ان سے فرمادیں: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے متعلق جس چیز کا مجھے حکم دیا گیا میں نے تمہیں برابری کی بنیاد پر اس کے بارے میں خبردار کر دیا ہے اور رسالت کی تبلیغ کرنے اور نصیحت کرنے میں تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں کیا اور میں اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر نہیں جانتا کہ تمہیں عذاب یا قیامت کا جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے۔ اہم بات: درایت "اندازے اور قیاس سے جاننے" کو کہتے ہیں، یہاں درایت کی ہی نفی کی گئی ہے اور معنی یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر محض اپنی عقل اور قیاس سے نہیں جانتا۔" مطلق علم کی نفی یہاں مراد نہیں ہو سکتی۔

فَقُلۡ اٰذَنۡتُكُمۡ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ وَ اِنۡ اَدۡرِیۡۤ اَقَرِیۡبٌ اَمۡ بَعِیۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾

تو تم فرمادو: میں نے تمہیں برابری کی بنیاد پر خبردار کردیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تمہیں جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے؟ ○

اِنَّهٗ یَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ مِنَ الۡقَوۡلِ وَ یَعۡلَمُ مَا تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِنۡ اَدۡرِیۡ لَعَلَّهٗ

بیشک اللہ بلند آواز سے کہی گئی بات کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو ○ اور میں نہیں جانتا کہ شاید وہ تمہاری آزمائش ہو

فِتۡنَةٌ لَّكُمۡ وَ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ

اور ایک وقت تک کیلئے فائدہ دینا ہے ○ نبی نے عرض کی: اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور ہمارا رب رحمٰن ہی ہے

الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

جس سے ان باتوں کے خلاف مدد طلب کی جاتی ہے جو تم کرتے ہو ○

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 110 ﴿ مزید فرمادیں: اے کافرو! تم جو بلند آواز سے قرآنِ مجید کی آیات کو جھٹلاتے اور اسلام پر اعتراضات کرتے ہو، بیشک اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اور مسلمانوں سے جو حسد وعداوت تم چھپاتے ہو، اسے بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو وہ تمہیں اس پر جہنم کی دردناک سزا دے گا۔

آیت 111 ﴿ مزید فرمادیں: میں نہیں جانتا کہ شاید دنیا میں عذاب کو مُؤخَّر کرنا تمہاری آزمائش ہو جس سے تمہارا حال ظاہر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق موت کے وقت تک کے لئے تمہیں فائدہ دینا ہو تاکہ یہ تم پر حجت ہو جائے۔

آیت 112 ﴿ نبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی: اے میرے رب! میرے اور ان کے درمیان جو مجھے جھٹلاتے ہیں اس طرح حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے کہ میری مدد کر اور ان پر عذاب نازل فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور جنگِ بدر، جنگِ اَحزاب اور جنگِ حُنین وغیرہ میں کفار مبتلائے عذاب ہوئے۔ آیت کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ کافروں کو وعید بیان کرتے ہوئے فرمادیں کہ ہمارا رب رحمٰن ہی ہے جس سے شرک وکفر اور بے ایمان کی ان باتوں کے خلاف مدد طلب کی جاتی ہے جو تم کرتے ہو۔

سورۂ حج کا تعارف ﴿ جمہور کے نزدیک سورۂ حج کی بعض آیتیں مکی اور بعض مدنی ہیں اور یہ متعین نہیں کہ کون سی آیتیں مکی اور کون سی مدنی ہیں البتہ ایک قول یہ ہے کہ ﴿هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ﴾ سے تین آیتیں اور ایک قول کے مطابق 6 آیتیں مدنی اور باقی پوری سورت مکی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے○ جس دن تم اسے دیکھو گے

تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا

(تو یہ حالت ہوگی کہ) ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ○

اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے لیکن ہے یہ کہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہے○

اس میں 10 رکوع اور 78 آیات ہیں۔ اس سورت میں حج کے اعلانِ عام اور حج کے اَحکام کا ذکر ہے، اسی مناسبت سے اس سورۂ کا نام ”اَلْحَجّ“ رکھا گیا ہے۔ سورۂ حج کے بارے میں حدیث: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا سورۂ حج کو اس طرح بزرگی دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں! (ترمذی، حدیث: 578) نوٹ: یہاں دو سجدوں سے مراد ایک سجدۂ تلاوت اور دوسرا سجدۂ نماز ہے، خاص سجدۂ تلاوت کے اعتبار سے سورۂ حج میں صرف ایک سجدہ ہے۔ خلاصۂ مضامین: سورۂ حج میں حج کی فرضیت و مناسک، جہاد کی مشروعیت، قیامت کے ہولناک مناظر، پانچ قسم کے کفار کو ہونے والا عذاب اور مسلمانوں کو ملنے والی جزا، قرآن پاک کی عظمت و شان اور دلائل کے ساتھ دینِ اسلام کے بنیادی عقائد کا بیان کیا گیا ہے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو اس بات پر تسلی دی گئی ہے کہ وہ شیطان کی گمراہ کن باتوں سے نہ گھبرائیں۔

آیت 1 ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنے رب کے عذاب سے ڈرو اور اس کی اطاعت میں مشغول ہو جاؤ، بیشک قیامت کا زلزلہ جو قیامت کی علامات میں سے ہے اور قیامت کے قریب سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے نزدیک واقع ہوگا، بہت بڑی چیز ہے۔ اہم بات: تقویٰ اور خوفِ خدا ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کرتا ہے اور ان پر سب سے زیادہ اُبھارنے والی چیز قیامت ہے کہ قیامت کی ہولناکیاں، اس کا حساب و کتاب اور اس کے احوال پیشِ نظر ہوں گے تو آدمی گناہوں سے، کسی دوسرے کی حق تلفی اور اس پر ظلم و ستم کرنے سے بچے گا۔

آیت 2 فرمایا کہ جس دن تم قیامت کے اس زلزلے کو دیکھو گے تو یہ حالت ہوگی کہ اس کی ہیبت سے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور اس دن کی ہولناکی سے ہر حمل والی کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے لوگوں کے ہوش جاتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا شدید ہے۔ اہم باتیں: (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ان کی تلاوت فرمائی تو وہ ساری رات بہت روئے، جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے جانوروں سے زینیں نہ اتاریں اور جس جگہ ٹھہرے وہاں خیمے نصب نہ کئے اور نہ ہانڈیاں پکائیں اور وہ غمزدہ، پُرنم اور فکر مند تھے۔ جب ان ہستیوں کا یہ حال ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا تو ہمیں قیامت کی شدت، ہیبت، ہولناکی اور سختی سے تو کہیں زیادہ ڈرنا چاہیے۔ (2) قیامت سے پہلے زمین میں انتہائی شدید اور ہولناک زلزلہ آئے گا، اس کی شدت سے زمین پر موجود ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور اس کی ہیبت و ہولناکی ایسی ہوگی کہ اگر کوئی دودھ پلانے والی ہو تو اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيۡطٰنٍ مَّرِيۡدٍ ۙ﴿۳﴾ كُتِبَ عَلَيۡهِ

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چل پڑتے ہیں ○ جس پر یہ لکھ دیا گیا ہے

اَنَّهٗ مَنۡ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهۡدِيۡهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ ﴿۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ

کہ جو اس سے دوستی کرے گا تو وہ ضرور اسے گمراہ کردے گا اور اسے جہنم کے عذاب کی راہ بتائے گا ○ اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن

فِىۡ رَيۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ فَاِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ

اٹھنے کے بارے میں کچھ شک ہو تو (اس بات پر غور کرلو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر پانی کی ایک بوند سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر

مِنۡ مُّضۡغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيۡرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَـكُمۡ ؕ وَنُقِرُّ فِى الۡاَرۡحَامِ

گوشت کی بوٹی سے جس کی شکل بن چکی ہوتی ہے اور ادھوری بھی ہوتی ہے تاکہ ہم تمہارے لیے اپنی قدرت کو ظاہر فرمائیں اور ہم ماؤں کے پیٹ میں

جائے اور حمل والی ہو تو حمل ساقط ہو جائے اور لوگ ایسے نظر آئیں گے جیسے نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے۔

**آیت 3** نضر بن حارث جو بڑا ہی جھگڑالو تھا، یہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور قرآنِ مجید کو گزشتہ لوگوں کے قصے بتاتا اور موت کے بعد اٹھائے جانے کا منکر تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے بارے میں علم کے بغیر جھگڑتے ہیں، اس کی شان میں باطل باتیں کہتے ہیں اور وہ جھگڑنے اور عمومی اَحوال میں ہر سرکش شیطان کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔

اہم باتیں: (1) آیت میں سرکش شیطان سے انسانی شیاطین، ابلیس اور اس کے لشکر مراد ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں بغیر علم بحث کرنا حرام ہے۔ صرف ماہر علماءِ دین تحقیق کے لئے اس میں بحث کرسکتے ہیں اور اس میں بھی یہ شرط ہے کہ جھگڑا مقصود نہ ہو بلکہ صرف اعتراضات دور کرنا اور حق کی تحقیق کا قصد ہو۔

**آیت 4** فرمایا کہ لوحِ محفوظ میں جنات اور انسانوں کے ہر سرکش شیطان کے متعلق لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس کی اطاعت اور اس سے دوستی کرے گا تو شیطان ضرور اسے گمراہ کردے گا اور اسے جہنم کے عذاب کا راستہ بتائے گا۔ اہم بات: بدمذہبوں سے دوستی اور تعلق نہیں رکھنا چاہیے اور نہ ان کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنی چاہیے کیونکہ یہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اپنی باتوں، ظاہری عبادت و ریاضت اور دکھلاوے کی پرہیزگاری کے ذریعے دوسروں کو بھی گمراہ کردیتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: آخری زمانے میں دَجّال اور کذّاب ظاہر ہوں گے، وہ تمہارے پاس ایسی باتیں لے کر آئیں گے جنہیں تم اور تمہارے باپ دادا نے نہ سنا ہوگا تو تم ان سے دور رہنا اور انہیں دور رکھنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم، حدیث:16)

**آیت 5** یہاں ان لوگوں پر حجت قائم کی جارہی ہے جو مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کے منکر ہیں، اس کی پہلی دلیل ارشاد فرمائی کہ اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن اٹھنے کے بارے میں کچھ شک ہو تو اس بات پر غور کرلو کہ ہم نے تمہاری نسل کی اصل یعنی تمہارے جَدِّ اعلیٰ، حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، پھر ان کی تمام اولاد کو منی کے قطرے سے، پھر جمے ہوئے خون سے کہ نطفہ گاڑھا خون ہوجاتا ہے، پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی شکل بن چکی ہوتی ہے اور ادھوری بھی ہوتی ہے۔ انسان کی پیدائش کا حال اس لئے

مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى

جسے چاہتے ہیں اسے ایک مقرر مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتے ہیں پھر (عمر دیتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ وَتَرَى الْاَرْضَ

اور تم میں کوئی پہلے ہی مرجاتا ہے اور کوئی سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تاکہ (بالآخر) جاننے کے بعد کچھ نہ جانے اور تو زمین کو

هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝

مرجھایا ہوا دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ (تر و تازہ ہو کر) لہلہاتی ہے اور بڑھتی ہے اور وہ ہر قسم کا خوبصورت سبزہ اگاتی ہے ○

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ

یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور یہ کہ وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کہ وہ ہر شے پر قادر ہے ○ اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے

بیان فرمایا گیا ہے تاکہ ہم تمہارے لئے اپنی قدرت کو ظاہر فرمائیں، تم اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے کمال کو جان لو اور اپنی پیدائش کے ابتدائی حالات پر نظر کر کے سمجھ لو کہ جو قادرِ برحق، بے جان مٹی میں اتنے اِنقلاب کر کے جاندار آدمی بنا دیتا ہے وہ مرے ہوئے انسان کو زندہ کر دے تو یہ اس کی قدرت سے بعید نہیں۔ آیت میں پیدائش کے بعد کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہتے ہیں اسے ولادت کی مقررہ مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تمہیں عمر دیتے ہیں تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تمہاری عقل و قوت کامل ہو، تم میں کوئی پہلے ہی مرجاتا ہے اور کوئی سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، اس کو اتنا بڑھاپا آجاتا ہے کہ اس کی نظر کمزور، عقل ناقص اور فہم و سمجھ کم ہو جاتی ہے اور جو باتیں اسے معلوم ہوتی ہیں وہ بھول جاتا ہے۔ اب آیت میں مرنے کے بعد اٹھنے پر دوسری دلیل قائم کی جارہی ہے، ارشاد فرمایا کہ اے انسان! تو زمین کو مرجھایا ہوا اور خشک دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ تر و تازہ ہو کر لہلہاتی ہے اور بڑھتی ہے اور وہ ہر قسم کا خوبصورت سبزہ اگاتی ہے تو جو قادر و برحق رب تعالیٰ مرجھائی ہوئی زمین کو سرسبز و شاداب کر سکتا ہے وہ ان بندوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے جن کے اجزا موت کے بعد بکھر چکے ہوں۔ اہم بات: آیت میں بڑھاپے کے وقت انسان کی جو حالت بیان کی گئی اس سے انبیاءِ کرام علیہم السلام محفوظ تھے، نیز اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خاص اولیاءِ کرام کو بھی اس حال سے جدا رکھتا ہے اور ان کے علاوہ بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں اس حال سے بچا لیا جاتا ہے۔

**آیت 6** آدمی کی پیدائش کے ابتدائی حالات اور مرجھائی ہوئی خشک زمین کو سرسبز و شاداب کر دینے کے بارے میں ذکر کیا گیا تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور یہ چیزیں اس کی حکمت کی دلیلیں ہیں اور یہ بھی جان لو کہ جس طرح اس نے مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔

**آیت 7** فرمایا کہ یہ دلائل اس لئے ذکر کئے گئے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ قیامت آنے والی ہے اور اس کے آنے میں کچھ شک نہیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ان مُردوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں اور مرنے کے بعد اٹھایا جانا حق ہے۔ اہم بات: قبرے

لَا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ ۝۷ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ

اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ انہیں اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں ○ اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر علم اور

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝۸ ثَانِىَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑتا ہے ○ اس حال میں کہ وہ حق سے اپنی گردن موڑے ہوئے ہے تاکہ اللہ کی راہ سے بھٹکادے،

لَهٗ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۹ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ

اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کا عذاب چکھائیں گے ○ یہ اس کا بدلہ ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۱۰ ع وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ

اور (اس لیے) کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا ○ اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر ہو کر کرتا ہے پھر اگر اسے کوئی

ع ۸

مرادعالم برزخ ہے جو موت اور حشر کے بیچ میں ہے، نہ کہ محض وہ غار جو مُردوں کا مدفن ہو، لہٰذا جلنے والے، ڈوبنے والے وغیرہ سب قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

**آیت 8-10** ابو جہل وغیرہ کفار کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کی صفات میں جھگڑتے اور اس کی طرف ایسے اوصاف منسوب کرتے تھے جو اس کی شان کے لائق نہیں، ان کے رد میں ان تین آیات میں فرمایا گیا کہ کافروں میں کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان وصفت کے بارے میں یوں جھگڑتا ہے کہ اس کے پاس نہ تو علم ہے، نہ کوئی دلیل اور نہ کوئی روشن تحریر، اس کے باوجود اس کا انداز یہ ہے کہ اپنی بات پر اصرار کئے ہوئے اور تکبر کی بنا پر حق سے گردن موڑے ہوئے ہے تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکادے اور اس کے دین سے منحرف کردے۔ اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے آگ کا عذاب چکھائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ اس کفر و تکذیب کا بدلہ ہے جو تو نے دنیا میں کیا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا، نہ کسی کو جرم کے بغیر پکڑتا ہے اور نہ کسی اور کے جرم کے بدلے گرفت فرماتا ہے۔ اہم بات: کوئی بات علم اور سند و دلیل کے بغیر نہیں کہنی چاہیے، خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی شان میں ہرگز ایسی بات نہ کی جائے جو اس کی عظمت و شان کے لائق نہ ہو۔

**آیت 11** دیہات میں رہنے والے عربوں کی ایک جماعت جو مدینہ طیبہ آکر اسلام لاتے تھے، ان کی حالت یہ تھی کہ اگر خوب تندرست رہے، دولت بڑھی اور بیٹا ہوا تو کہتے کہ اسلام اچھا دین ہے، اس میں آکر ہمیں فائدہ ہوا اور اگر کوئی بات امید کے خلاف پیش آئی مثلاً بیمار ہو گئے یا لڑکی پیدا ہوئی یا مال کم ہو گیا تو کہتے: جب سے ہم اس دین میں داخل ہوئے ہیں ہمیں نقصان ہی ہوا، اور دین سے پھر جاتے۔ ان کے بارے میں بتایا گیا کہ انہیں ابھی دین میں ثابت قدمی حاصل ہی نہیں ہوئی اور یہ دین کے معاملے میں اس طرح شک و تردد میں رہتے ہیں جس طرح پہاڑ کے کنارے کھڑا ہوا شخص حرکت کی حالت میں ہوتا ہے، ان کا حال یہ ہے کہ اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے تو مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی آزمائش آجائے اور کسی قسم کی سختی پیش آئے تو مرتد ہو کر منہ کے بل پلٹ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ دنیا کا نقصان تو یہ ہے کہ جو ان کی امیدیں تھیں وہ پوری نہ ہوئیں اور مرتد

خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ

بھلائی پہنچے تو وہ اس پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش آجائے تو منہ کے بل پلٹ جاتا ہے۔ ایسا آدمی دنیا اور آخرت دونوں میں

ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ

نقصان اٹھاتا ہے۔ یہی کھلا نقصان ہے ○ وہ اللہ کے سوا اس (بت) کی عبادت کرتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ اسے نفع دے۔

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ

یہی دور کی گمراہی ہے ○ وہ اسے پوجتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہے بیشک وہ کیا ہی برا مولیٰ ہے اور بیشک کیا ہی برا

الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

ساتھی ہے ○ بیشک اللہ ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے

الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

نہریں رواں ہیں۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ○ جو یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اپنے نبی کی مدد نہیں فرمائے گا

ہو جانے کی وجہ سے ان کا خون مباح ہوا اور آخرت کا نقصان ہمیشہ کا عذاب ہے اور یہی کھلا نقصان ہے۔ اہم بات: نعمتیں اور آسائشیں ملنے کی صورت میں اسلام اور عبادت پر قائم رہنا اور نقصان ہونے اور مصائب و آلام کا شکار ہونے پر اسلام و عبادت سے منہ موڑ لینا منافقوں کا طریقہ ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب تک لوگ عافیت میں ہیں تب تک چھپے ہوئے ہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو ان کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے، چنانچہ جو مومن ہو تو اس کا ایمان اور جو منافق ہو تو اس کا نفاق سامنے آجاتا ہے۔ (البیان والتبیین، 3/137) ہمیں بھی اپنی حالت پر غور کرنا چاہیے۔ بندہ مومن ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔

**آیت 12** فرمایا کہ وہ لوگ مرتد ہونے کے بعد بت پرستی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے اس کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے کیونکہ وہ بے جان ہے، ایسے خداؤں کی پوجا انتہا درجے کی گمراہی ہے۔

**آیت 13** کفار بتوں سے جس نفع کی امید رکھتے ہیں وہ تو بہت دور ہے کہ ناممکن ہے جبکہ ان کا حقیقی نقصان عنقریب ضرور دیکھ لیں گے۔ بیشک وہ کیا ہی برے مولی ہیں اور بیشک کیا ہی برے ساتھی ہیں۔ اہم بات: یہاں نقصان سے مراد دنیا میں قتل اور آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے اور نفع سے مراد ان کا خیالی نفع یعنی بتوں کی شفاعت وغیرہ ہے۔

**آیت 14** یہاں سے ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کا حال اور ان کے حقیقی معبود کی شان بیان کی جا رہی ہے، ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ وہ فرماں برداروں پر انعام اور نافرمانوں پر عذاب فرماتا ہے۔ اہم بات: ایمان جنت میں داخلے اور نیک اعمال وہاں کی نعمتوں اور درجات میں اضافے کا باعث ہیں۔

**آیت 15** جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو غلبہ عطا فرما کر اور آخرت میں ان کے

فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾

تو اسے چاہیے کہ اوپر کی طرف ایک رسی دراز کرلے پھر اپنے آپ کو پھانسی دے دے پھر دیکھے کہ کیا اس کے داؤ پیچ نے وہ چیز مٹا دی جس پر اسے غصہ آتا ہے○

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ

اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو روشن آیتوں کی صورت میں نازل فرمایا اور یہ کہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے○ بیشک مسلمان اور

هَادُوْا وَ الصّٰبِئِيْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ

یہودی اور ستاروں کی پوجا کرنے والے اور عیسائی اور آگ کی پوجا کرنے والے اور مشرک بیشک اللہ ان سب میں قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

فیصلہ کردے گا بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے○ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں میں ہیں

درجے بلند فرما کر ان کی مدد نہیں فرمائے گا لیکن اس کا خیال غلط ثابت ہوتا ہے اور یوں وہ غصے میں آجاتا ہے تو اسے چاہیے کہ غصہ دلانے والی چیز کو ختم کرنے کے لئے ہر طرح کی کوشش کرلے حتی کہ چھت سے رسی باندھ کر اپنے آپ کو پھانسی دے لے پھر اس بات پر غور کرے کہ کیا اس کی کوئی تدبیر اللہ تعالیٰ کی وہ مدد روک سکتی ہے جس پر اسے غصہ آتا ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے دین کا مددگار ہے، ان کے حاسدین اور دشمنوں میں سے جو یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں مدد نہیں فرمائے گا پھر اپنا مطلب پورا نہ ہونے کی وجہ سے جل بھن گیا تو اسے چاہیے کہ کسی طرح آسمان تک پہنچ کر اس مدد کو موقوف کرادے جو اس کے غیظ و غضب کا باعث ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی کر ہی نہیں سکتا تو اس کا غضب میں آنا اور غصہ کرنا بے کار ہے۔

آیت 16 ﴾ فرمایا: اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو روشن آیتوں کی صورت میں نازل فرمایا، اس میں ایسے دلائل نازل فرمائے جن میں کچھ ابہام نہیں اور جو شخص ان میں غور کرے اس پر حق واضح ہوجائے اور دلائل خواہ کتنے ہی واضح اور روشن کیوں نہ ہوں، ہدایت اسے ہی ملتی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ **اہم بات:** قرآنِ عظیم ہدایت ملنے، ہدایت پر ثابت قدمی عطا ہونے اور ہدایت میں اضافے کا عظیم ترین ذریعہ ہے اور قرآن مجید سیکھنے میں مشغول ہونا اور اس کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرنا ہدایت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔

آیت 17 ﴾ فرمایا کہ بیشک مسلمانوں، یہودیوں، ستاروں کی پوجا کرنے والوں، عیسائیوں، آگ کے پجاریوں اور مشرکوں کے درمیان اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ کردے گا اور ان میں جو جنت کا مستحق ہوگا اسے جنت میں اور جو جہنم کا حق دار ہوگا اسے جہنم میں داخل کردے گا۔ بے شک ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے، لہٰذا اس فیصلے میں کسی کے ساتھ کوئی ظلم نہ ہوگا۔ **اہم بات:** یہ بات قطعی اور ہمارے دین و ایمان میں شامل ہے کہ دینِ اسلام ہی حق ہے اور اسے ماننے والا حق پر ہے اور تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کا دین، اسلام ہی تھا لیکن اب دینِ اسلام سے وہ دین مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لے کر آئے ہیں، لہٰذا اب آپ کے دین کے علاوہ اور کوئی دین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معتبر نہیں۔

آیت 18 ﴾ ارشاد فرمایا: اے حبیب! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج، چاند، ستارے، تمام

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ

اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور تمام پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی یہ سب اللہ کو سجدہ کرتے ہیں

مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور بہت سے لوگ وہ (بھی) ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا ہے اور جسے اللہ ذلیل کرے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، بیشک اللہ

يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴿١٨﴾ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ؗ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ

جو چاہتا ہے کرتا ہے ○ یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو کافروں کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے گئے

ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾

ہیں اور ان کے سروں پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا ○ جس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے وہ سب اور ان کی کھالیں جل جائیں گی ○

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا

اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہیں ○ جب گھٹن کے سبب اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے

پہاڑ، درخت اور چوپائے یہ سب جیسا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ویسا اسے سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے آدمی یعنی مسلمان طاعت وعبادت کا سجدہ بھی کرتے ہیں اور بہت سے وہ لوگ ہیں جن پر ان کے کفر کی وجہ سے عذاب مقرر ہو چکا ہے لیکن ان کے بھی سائے حکم الٰہی کا پابند ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ اس کی شقاوت کے سبب ذلیل کرے تو اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اہم بات: یہ آیت سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

آیت 20،19 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مومنین اور پانچوں قسم کے کفار جن کا اوپر ذکر کیا گیا، دو فریق ہیں جو اپنے رب کے دین اور اس کی ذات وصفات کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو وہ لوگ جو کافر ہیں انہیں ہر طرف سے آگ گھیر لے گی اور ان کے سروں پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا جس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں چربی وغیرہ ہے وہ سب اور ان کی کھالیں جل جائیں گی۔ اہم بات: جہنم میں کفار پر ڈالے جانے والے پانی کی کچھ کیفیت ان آیات میں بیان ہوئی اور حدیثِ پاک میں ہے: انتہائی گرم پانی ان جہنمیوں کے سر پر ڈالا جائے گا تو وہ سرایت کرتے کرتے ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا اور جو کچھ پیٹ میں ہو گا اسے کاٹ کر قدموں سے نکل جائے گا اور یہ صہر (یعنی گل جانا) ہے، پھر انہیں ویسا ہی کر دیا جائے گا (اور بار بار ان کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا۔) (ترمذی، حدیث: 2591)

آیت 21 فرمایا کہ جہنم میں کافروں کو عذاب دینے کے لئے لوہے کے گُرز ہیں جن سے انہیں مارا جائے گا۔ اہم بات: جہنمی گُرز سے متعلق حدیثِ پاک میں ہے: اگر وہ گُرز پہاڑ پر مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ (گُرز لگنے کے بعد) پھر بندے کو پہلی حالت میں لوٹا دیا جائے گا۔ (مسند امام احمد، حدیث: 11786)

آیت 22 مزید فرمایا: جب وہ کفار گھٹن کے سبب جہنم میں سے نکلنا چاہیں گے تو گرزوں سے مار کر پھر اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ

اور انہیں کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو○ بیشک اللہ ایمان والوں کو اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا

جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور جنتوں میں ان کا لباس

حَرِيْرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿٢٤﴾

ریشم ہوگا○ اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت دی گئی اور انہیں تمام تعریفوں کے لائق (اللہ) کا راستہ دکھایا گیا○

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ

بیشک جنہوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لیے

جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ

بنایا ہے، جس میں وہاں کے رہنے والوں اور دور سے آنے والوں کا حق برابر ہے اور جو اس میں ناحق کسی زیادتی کا ارادہ کرے گا

انہیں کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو جس کا جلانا انتہائی شدید ہے۔ اہم بات: جہنم کی پیدائش کا ایک مقصد یہ ہے کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کی کبریائی کا اندازہ ہو جائے اور لوگ اس سے ڈرتے رہیں اور اس کے خوف کی وجہ سے گناہوں سے باز رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی سختیاں دور فرمائے۔ آمین

آیت 23 ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں پر ہونے والے انعامات بیان کئے جا رہے ہیں، فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور نیک اعمال کرنے والوں کو ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن اور ایسے موتی پہنائے جائیں گے جن کی چمک مشرق سے مغرب تک روشن کر ڈالے گی اور جنتوں میں ان کا لباس ریشم ہو گا۔ اہم بات: ریشم پہننا دنیا میں مردوں پر حرام ہے لیکن جنت میں خدا کی رحمت سے پہنیں گے۔

آیت 24 مزید فرمایا: اور انہیں دنیا میں پاکیزہ بات یعنی کلمۂ توحید یا قرآن مجید کی ہدایت دی گئی اور انہیں تمام تعریفوں کے لائق اللہ تعالیٰ کا راستہ اور اس کا دین اسلام دکھایا گیا۔

آیت 25 شانِ نزول: جن لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا تھا، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ بے شک انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا جنہوں نے کفر کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی اطاعت سے اور اس مسجدِ حرام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لئے عبادت گاہ بنایا ہے اور اس میں وہاں کے رہنے والوں اور دور سے آنے والوں کا حق برابر ہے، البتہ اگر انہوں نے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا تو پھر معافی ہے۔ مزید حرم کی عظمت کے متعلق فرمایا گیا کہ جو اس میں ناحق کسی زیادتی کا ارادہ کرے گا تو ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔ اہم باتیں: (1) اگر یہاں مسجدِ حرام سے خاص کعبہ معظمہ مراد ہو تو معنی یہ

تُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۵﴾ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ

توہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے ○ اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا صحیح مقام بتادیا اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک

شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ وَ اَذِّنْ فِی

نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کیلئے خوب صاف ستھرا رکھو ○ اور لوگوں میں

النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿۲۷﴾

حج کا عام اعلان کردو، وہ تمہارے پاس پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر (سوار ہوکر) آئیں گے جو ہر دور کی راہ سے آتی ہیں○

ہے کہ مسجد حرام تمام لوگوں کا قبلہ ہے اور اس کی طرف منہ کرنے، حج کی ارکان کی ادائیگی اور طواف و نماز میں وہاں کے رہنے والے اور پردیسی سب برابر ہیں اور اگر مسجد حرام سے پورا حرم مراد ہو جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے تو معنیٰ یہ ہوں گے کہ حرم شریف شہری اور پردیسی سب کے لئے برابر ہے، اس میں رہنے اور ٹھہرنے کا سب کو حق حاصل ہے جبکہ کوئی کسی کو اس کے گھر سے نکالے نہیں۔ اسی لئے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کی زمینوں کو بیچنے اور ان کا کرایہ حاصل کرنے کو منع فرماتے ہیں۔
(2) مسجد حرام میں ناحق زیادتی میں وہاں شرک و بت پرستی اور ہر ممنوع قول و فعل حتی کہ خادم کو گالی دینا بھی داخل ہے۔

**آیت 26** ارشاد فرمایا: اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا صحیح مقام بتادیا۔ خانہ کعبہ کی عمارت پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بنائی، طوفانِ نوح کے وقت آسمان پر اٹھالی گئی، پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ شریف کی عمارت دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا مقام بتانے کے لئے ایک ہوا مقرر کی جس نے عین خانہ کعبہ والی جگہ کو صاف کر دیا یا اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جو خاص زمین کے اس حصے کے اوپر تھا جہاں پہلے کعبہ کی عمارت تھی، اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ شریف کی جگہ بتائی گئی اور آپ نے اس کی پرانی بنیاد پر کعبہ شریف کی عمارت تعمیر کی۔ تعمیرِ کعبہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے لئے شرک، بتوں اور ہر قسم کی نجاستوں سے خوب صاف ستھرا رکھو۔ اہم باتیں: (1) انبیاءِ کرام علیہم السلام ایک آن کے لئے بھی شرک نہیں کرتے۔ آیت میں شرک نہ کرنے سے مراد اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا یا خانہ کعبہ کی تعمیر میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے ساتھ کوئی دوسری غرض نہ ملانا ہے یا شرک نہ کرنے کا حکم آپ کے واسطے سے لوگوں کو دیا گیا۔ (2) مسجد تعمیر کرنا، اسے صاف ستھرا رکھنا اور اس کی زینت کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: مسجدیں تعمیر کرو اور ان سے کوڑا کرکٹ نکالو، پس جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا اور اس سے کوڑا کرکٹ نکالنا حور عین کے مہر ہیں۔ (معجم کبیر، حدیث: 2521)

**آیت 27** تعمیرِ کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اب لوگوں میں حج کا عام اعلان کر دو، جب آپ لوگوں میں حج کا اعلان کریں گے تو لوگ آپ کے پاس پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے جو دور کی راہ سے آتی ہیں اور کثیر سفر کرنے کی وجہ سے دبلی ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابو قبیس پہاڑ پر چڑھ کر جہان کے لوگوں کو ندا کر دی کہ بیت اللہ کا حج کرو۔ جن کی قسمت میں

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ

تاکہ وہ اپنے فوائد پر حاضر ہو جائیں اور معلوم دنوں میں اللہ کے نام کو یاد کریں اس بات پر کہ اللہ نے انہیں بے زبان مویشیوں سے

مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ

رزق دیا تو تم ان سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ○ پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل اتاریں

وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ

اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں○ حکمِ الٰہی یہ ہے اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے

حج کرنا لکھا تھا انہوں نے اپنے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے پیٹوں سے جواب دیا: ”لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ“ یعنی میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ اہم باتیں: (1) ایک قول یہ ہے کہ یہاں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خطاب ہے، چنانچہ حجۃ الوداع میں آپ نے اعلان کر دیا اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا تو حج کرو۔ (مدارک، ص736) (2) پیدل حج کرنا بہت فضیلت کا باعث ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جس نے مکہ سے پیدل حج شروع کیا حتی کہ (حج مکمل کر کے) مکہ لوٹ آیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے 700 نیکیاں حرم کی نیکیوں میں لکھے گا۔ عرض کی گئی: حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہر نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں۔ (مستدرک، حدیث:1735)

**آیت 28** فرمایا کہ لوگوں کو حج کے لئے بلائیں تاکہ وہ حج کر کے اپنے دینی اور دُنیوی دونوں طرح کے وہ فوائد حاصل کریں جو اس عبادت کے ساتھ خاص ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کو جو بے زبان مویشیوں، اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کے ذریعے رزق دیا، تو دورانِ حج یا قربانی کے دنوں میں انہیں ذبح کرتے وقت وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیں یا یہ مراد ہے کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر اور اس کی پاکی بیان کریں۔ دورِ جاہلیت میں کفار حج کے موقع پر جو جانور ذبح کرتے تھے ان کا گوشت خود نہیں کھاتے تھے، ان کا رد کرتے ہوئے آیت میں مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ تم حج کے دنوں میں جو جانور ذبح کرو اس کا گوشت خود بھی کھاؤ اور محتاج فقیروں کو بھی کھلاؤ۔ اہم بات: حج کرنے والے کو دینی فائدہ تو یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اور دُنیوی فائدہ یہ ہے کہ حج کے دنوں میں لوگ تجارت کر کے مالی نفع حاصل کرتے ہیں۔

**آیت 29** مزید فرمایا: پھر انہیں چاہیے کہ اپنا میل کچیل اتاریں، مونچھیں کتروائیں، ناخن تراشیں، بغلوں اور زیرِ ناف کے بال دور کریں اور جو منتیں انہوں نے مانی ہوں وہ پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طوافِ زیارت کریں۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو آزاد قرار دے کر اسے بڑی عظمت و شان عطا فرمائی ہے کہ کوئی ظالم و جابر شخص اس پر قبضہ نہیں کر سکتا، کوئی اس کا مالک ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، یہ لوگوں کے قبضے اور ملکیت سے آزاد ہے اور جس نے بھی اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔

**آیت 30** حکمِ الٰہی یہ ہے اور جو شخص ان چیزوں کی تعظیم کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت و حرمت عطا کی ہے تو یہ تعظیم اس کے لئے بہتر ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا اور حلال جانوروں کو شرعی طریقے سے ذبح کر کے کھا سکتے ہو لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت کرو اور اس نے جو چیز حلال فرمائی اسے حرام قرار نہ دو اور جسے حرام فرمایا ہے اسے حلال قرار نہ دو۔ پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو جن کی پوجا کرنا بدترین گندگی سے آلودہ ہونا ہے اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔ اہم باتیں: (1) اللہ

فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ

تو وہ اس کیلئے اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لیے بے زبان چوپائے حلال کئے گئے سوائے ان کے جن کا (حرام ہونا)

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ۳۰ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ

تمہارے سامنے بیان کیا جاتا ہے۔ پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو○ ایک اللہ کیلئے ہر باطل سے جدا ہو کر (اور)

غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے (بتوں سے دور رہو) اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ گویا آسمان سے گر پڑا تو اسے پرندے

اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۳۱ ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا

اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور کی جگہ پھینک دیتی ہے○ بات یونہی ہے اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ

تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں سے احکام الٰہی یا مناسکِ حج یا وہ مقامات مراد ہیں جہاں مناسکِ حج ادا کئے جاتے ہیں اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ احکام پر عمل کیا جائے، مناسکِ حج کو تمام حقوق کے ساتھ مکمل ادا کیا جائے اور ان کے مقامات کے حقوق اور ان کی عزت و حرمت کی حفاظت کی جائے۔ (2) یہاں جھوٹی بات سے مراد اپنی طرف سے چیزوں کو حلال اور حرام کہنا یا جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ اور بہتان یا دورِ جاہلیت میں تلبیہ میں ایسے الفاظ ذکر کرنا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے لئے شریک کا ذکر ہو۔

**آیت 31** ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم ایک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہر باطل سے جدا ہو کر اور شرک سے بچ کر بتوں کی گندگی سے دور رہو اور جو شرک کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو انتہائی بلندی سے زمین پر گر پڑا تو اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ پرندے اس کی بوٹی بوٹی نوچ کر لے جاتے ہیں یا پھر ہوا اس کے اعضاء کو دور کسی وادی میں پھینک دیتی ہے۔ اسی طرح جو شخص ایمان چھوڑ کر شرک کرتا ہے وہ ایمان کی بلندی سے کفر کی وادی میں گر پڑتا ہے، پھر بوٹی بوٹی لے جانے والے پرندے کی طرح نفسانی خواہشات اس کی فکروں کو منتشر کر دیتی ہیں یا ہوا کی طرح آنے والے شیطانی وسوسے اسے گمراہی کی وادی میں پھینک دیتے ہیں اور یوں وہ خود کو بدترین ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ اہم بات: ایمان ایسی عظیم چیز ہے جسے اختیار کرنے والا عزت و عظمت کی بلندیوں کو چھو لیتا ہے اور اسے چھوڑنے والا خود کو بدترین ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

**آیت 32** فرمایا کہ بات یونہی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے پرہیزگار ہونے کی علامت ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے مراد تمام عبادات یا مناسکِ حج یا وہ اونٹ اور گائے ہیں جنہیں قربانی کے لئے حرم میں بھیجا جائے اور ان کی تعظیم یہ ہے کہ تمام عبادات کا التزام کیا جائے، مناسکِ حج تمام حقوق کے ساتھ ادا کئے جائیں اور جانور فربہ، خوبصورت اور قیمتی لئے جائیں۔ (2) دل پرہیزگاری کا مرکز ہے، جب اس میں تقویٰ و پرہیزگاری جم جائے گی تو اس کا اثر دیگر اعضاء میں خود ہی ظاہر ہو گا، لہٰذا دل کی اصلاح کی طرف بھرپور توجہ دینی چاہیے۔

مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى

دلوں کی پرہیزگاری سے ہے○ تمہارے لیے ان جانوروں میں ایک مقررہ مدت تک بہت سے فائدے ہیں پھر ان کے ذبح کرنے کی جگہ

الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾ ع وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ

آزاد گھر کے پاس ہے○ اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی تاکہ وہ اس بات پر اللہ کا نام یاد کریں کہ اس نے انہیں بے زبان

مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْنَ

چوپایوں سے رزق دیا تو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو اور عاجزی کرنے والوں کیلئے خوشخبری سنادو○ وہ لوگ ہیں کہ

اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ

جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور انہیں جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کرنے والے ہیں اور نماز قائم رکھنے والے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ

اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں○ اور قربانی کے بڑی جسامت والے جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنایا۔

**آیت 33** فرمایا کہ تمہارے لئے ان جانوروں میں ان کے ذبح کے وقت تک بہت سے فائدے ہیں، جیسے ضرورت کے وقت ان پر سوار ہوسکتے ہو اور حاجت کے وقت ان کا دودھ پی سکتے ہو، پھر انہیں حرم شریف تک پہنچنا ہے جہاں وہ ذبح کئے جائیں گے۔ اہم بات: یہاں اس جانور کا ذکر ہے جو صرف حرم شریف میں ہی ذبح ہوسکتا ہے جبکہ وہ قربانی جو مال داروں پر عیدُ الاضحیٰ کے موقع پر واجب ہوتی ہے وہ ہر جگہ کی جائے گی۔

**آیت 34** گزشتہ ایمان دار اُمتوں میں سے ہر امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک قربانی مقرر فرمائی تاکہ وہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں، تو اے لوگو! تمہارا معبود ایک معبود ہے اس لئے ذبح کے وقت صرف اسی کا نام لو اور اسی کے حضور گردن جھکاؤ اور اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرو اور اے حبیب! آپ عاجزی کرنے والوں کو خوش خبری سنادیں۔ اہم باتیں: (1) جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا شرط ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے مقرر فرمادیا تھا کہ وہ اس کے لئے تَقَرُّب کے طور پر قربانی کریں اور تمام قربانیوں پر صرف اسی کا نام لیا جائے۔ (2) بارگاہِ الٰہی میں عاجزی، قیام ورکوع وسجدہ، دعا وآہ وزاری، اپنی بے بسی کا اقرار حقیقت میں شرف ہی شرف ہے اور مسلمانوں کے ساتھ عاجزی سے پیش آنا بھی سعادت ہے۔

**آیت 35** فرمایا کہ عاجزی کرنے والے وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو اس کی ہیبت وجلال سے ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف ان کے اعضاء سے ظاہر ہونے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جو مصیبت ومشقت پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں اور نماز کو اس کے اوقات میں قائم رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔

**آیت 36** اللہ تعالیٰ نے قربانی کے بڑی جسامت والے جانوروں کو مسلمانوں کے لئے اپنے دین کی نشانیوں میں سے بنایا ہے۔ تمہارے

فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا

تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے توان پر اللہ کا نام لو اس حال میں کہ ان کا ایک پاؤں بندھا ہوا ہو (اور) تین پاؤں پر کھڑے ہوں پھر جب ان کے پہلو

فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ

گر جائیں توان (کے گوشت) سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔ اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے قابو میں

تَشْكُرُوْنَ ﴿٣٦﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى

دے دیا تاکہ تم شکر ادا کرو○ اللہ کے ہاں ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، البتہ تمہاری طرف سے پرہیز گاری اس کی

مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ

بارگاہ تک پہنچتی ہے۔ اسی طرح اس نے یہ جانور تمہارے قابو میں دے دیئے تاکہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی

لئے ان میں بھلائی ہے کہ تمہیں ان سے دنیا میں کثیر نفع اور آخرت میں اجر و ثواب ملے گا توان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو اس حال میں کہ ان کا ایک پاؤں بندھا ہوا ہو اور تین پاؤں پر کھڑے ہوں پھر جب نحر کرنے کے بعد ان کے پہلو زمین پر گر جائیں اور حرکت ساکن ہو جائے تو اگر تم چاہو تو ان کے گوشت سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔ اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو انتہائی طاقتور ہونے کے باوجود ذبح کرنے اور سواری کرنے کے لئے تمہارے قابو میں دے دیا تاکہ تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا شکر ادا کرو۔ اہم باتیں: (1) اَحناف کے نزدیک بدنہ کا اِطلاق اونٹ اور گائے دونوں پر ہوتا ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدنہ کا اطلاق صرف اونٹ پر ہوتا ہے۔ (2) ان جانوروں کو مقدس مقام کی نسبت کی وجہ سے شعائر اللہ بنایا گیا، اس سے نسبت کی عظمت بھی معلوم ہوئی۔ (3) آیت میں اونٹ نحر کرنے کا طریقہ بیان فرمایا گیا ہے۔ (4) اونٹ کو نحر اور گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا سنّت ہے، اگر اس کا عکس کیا یعنی اونٹ کو ذبح اور گائے وغیرہ کو نحر کیا تو اس صورت میں بھی جانور حلال ہو گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کہ سنّت کے خلاف ہے۔ (5) عوام میں مشہور ہے کہ اونٹ کو تین جگہ سے ذبح کیا جاتا ہے، یہ غلط ہے اور یوں کرنا مکروہ ہے کہ بلا فائدہ ایذا دینا ہے۔ (6) قناعت کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو کسی سے سوال نہ کرتا ہو اور بن مانگے اسے جو مل جائے اس پر اور اپنے پاس موجود مال پر راضی ہو۔

**آیت 37** شانِ نزول: دورِ جاہلیت کے کفار اپنی قربانیوں کے خون سے کعبہ شریف کی دیواروں کو آلودہ کرتے اور اسے قرب کا سبب جانتے تھے، جب مسلمانوں نے حج کیا اور یہی کام کرنے کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہرگز نہ ان کی قربانیوں کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، البتہ تمہاری طرف سے پرہیز گاری اس کی بارگاہ تک پہنچتی ہے اور قربانی کرنے والے صرف نیت کے اِخلاص اور تقویٰ کی شرائط کی رعایت کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ جانور تمہارے قابو میں دے دیئے تاکہ اس سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت معلوم ہو کہ اس نے ان جانوروں کو تمہارے قابو میں دے دیا جنہیں لوگوں کے قابو میں دینے پر اس کے علاوہ اور کوئی قادر نہیں اور اس بات پر تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ان جانوروں کو مسخر کرنے اور ان کے ذریعے تقرب حاصل کرنے کے طریقے کی ہدایت دی اور اے حبیب! آپ ان لوگوں کو اعمال

وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ

اور نیکی کرنے والوں کو خوشخبری دے دو○ بیشک اللہ مسلمانوں سے بلائیں دور کرتا ہے۔ بیشک اللہ ہر بڑے بد دیانت، ناشکرے کو پسند نہیں

كَفُوْرٍ ۝ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝

فرماتا○ جن سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے○

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

وہ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ آدمیوں میں ایک کو

مقبول ہونے کی خوش خبری اور جنت کی بشارت دے دیں جو نیک کام کرنے میں مخلص ہیں۔ اہم بات: ہر نیک عمل میں اخلاص ضروری ہے، اس کے بغیر عمل محض ایک مشقت ہوگا اور ہر وہ عمل جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے ریاکاری اور دکھلاوا مقصود ہو وہ بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہ ہوگا۔ اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنی نیت اور عمل سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ارادہ کرے اور اس میں ریاکاری کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔

**آیت 38** مشرکوں نے حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حج کرنے سے روک دیا تھا اور جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ میں موجود تھے انہیں وہ طرح طرح کی اَذِیّتیں اور تکلیفیں دیا کرتے تھے۔ ان آیات میں سب مسلمانوں کو بشارت دی جارہی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر آنے والی بلائیں ان سے دور کر دے گا اور مشرکوں کے خلاف ان کی مدد فرمائے گا۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کفار کو پسند نہیں فرماتا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ کفر کر کے ان کی خیانت اور خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس عمل پر سزا دے گا۔ اہم باتیں: (1) علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب اگرچہ خاص ہے لیکن اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے، اس لئے مسلمان اگرچہ بلاؤں اور مصیبتوں وغیرہ سے آزمائے جائیں بالآخر عزت، نصرت اور بڑی کامیابی مسلمانوں کے لئے ہے اور یہ مصیبتیں ان کے گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ہیں۔ (صاوی، 4/1340) (2) نیک اعمال کی برکت سے یا محبوب بندوں کے طفیل اور بارہا محض اپنے کرم سے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی مسلمانوں سے بلائیں ٹالتا ہے اور آخرت میں بھی ٹالے گا جیسا کہ قرآنی آیات اور صحیح اَحادیث سے ثابت ہے۔

**آیت 39** کفارِ مکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو شدید تکلیفیں پہنچاتے رہتے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دربار میں کفار کے ظلم و ستم کی فریادیں کیا کرتے، آپ فرمایا کرتے کہ صبر کرو، مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی، تب یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ مشرکین کی طرف سے جن مسلمانوں سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں مشرکین کے ساتھ جہاد کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔ اہم بات: یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں کفار کے ساتھ جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔

**آیت 40** فرمایا کہ ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دے دی گئی جنہیں ان کے گھروں سے صرف اتنی بات پر ناحق نکال دیا گیا اور بے وطن کیا گیا کہ انہوں نے کہا: ہمارا رب صرف اللہ ہے، حالانکہ یہ کلام حق ہے اور حق پر گھروں سے نکالنا اور بے وطن کرنا قطعی طور پر

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ

دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور عبادت گاہوں اور گرجوں اور کلیساؤں اور مسجدوں کو گرادیا جاتا جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے

وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي

اور بیشک اللہ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا، بیشک اللہ ضرور قوت والا، غلبے والا ہے ۝ وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں

الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ

زمین میں اقتدار دیں تو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے قبضے میں

ناحق ہے اور اگر اللہ تعالیٰ جہاد کی اجازت دے کر اور حدود قائم فرما کر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مشرکین غالب آجاتے، کوئی دین و ملت والا ان کی سرکشی سے نہ بچ پاتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہودیوں کے کلیساؤں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں راہبوں کی عبادت گاہوں، عیسائیوں کے گرجوں اور زمانہ اسلام میں مسلمانوں کی ان مسجدوں کو گرادیا جاتا جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد فرمائے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا اور مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کو عرب کے سرکش کافر سرداروں پر غلبہ عطا فرمایا، پھر ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر پر غلبہ عنایت کیا اور ان کی سرزمین اور شہروں کا مسلمانوں کو وارث بنادیا۔ اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ضرور قوت والا غلبے والا ہے۔ اہم بات: آیت سے معلوم ہوا کہ اگر گزشتہ زمانہ میں جہاد نہ ہوئے ہوتے تو نہ یہودیوں کے عبادت خانے محفوظ رہتے اور نہ عیسائیوں کے گرجے۔ ہر زمانے میں جہاد کی ایک برکت یہ ہوئی کہ لوگوں کی عبادت گاہیں محفوظ ہو گئیں لیکن یاد رہے کہ اب غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت یوں نہیں کہ وہ ہمارے لئے کوئی مقدس جگہیں ہیں، صرف یہ ہے کہ ہم انہیں اس معاملے میں چھیڑیں گے نہیں اور نہ مسلمانوں کو حق ہوگا کہ بلاوجہ دوسروں کے عبادت خانے گرائیں۔

آیت 41 فرمایا کہ وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائیں تو ان کی سیرت ایسی پاکیزہ ہوگی کہ وہ میری تعظیم کے لئے نماز قائم رکھیں گے، زکوٰۃ دیں گے، بھلائی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے اور اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں سب کاموں کا انجام ہے۔ اہم بات: امام عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت میں خبر دی گئی ہے کہ آئندہ مہاجرین کو زمین میں تصرّف عطا فرمانے کے بعد (بھی) ان کی سیرتیں بڑی پاکیزہ رہیں گی اور وہ دین کے کاموں میں اخلاص کے ساتھ مشغول رہیں گے۔ اس میں خلفاءِ راشدین کے عدل و انصاف اور ان کے تقویٰ و پرہیزگاری کی دلیل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اِقتدار اور حکومت عطا فرمائی اور عادلانہ سیرت عطا کی۔ (مدارک، ص742) درس: حکمرانوں کی اہم ترین ذمہ داریوں میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ ایسی پاکیزہ سیرت کے حامل ہوں کہ نماز قائم رکھیں، زکوٰۃ ادا کریں اور لوگوں کو نیکی کے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور معاشرے میں اسی نماز و زکوٰۃ و امر بالمعروف کا نظام رائج کریں۔ اس آیت میں ان سیکولر لبرل نام نہاد مسلمانوں کے لئے درس ہے جو کہتے ہیں کہ ریاست کا لوگوں کے دین، عبادت، نماز وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں، معاذ اللہ۔ قرآن کی اتنی واضح آیت کے باوجود ان لوگوں کے زبان و قلم سے قرآن کے خلاف ایسی باتیں نجانے کس جرأت و بے باکی سے نکل جاتی ہیں۔

عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَ اِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾

سب کاموں کا انجام ہے ○ اور اگر یہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو بیشک ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود تکذیب کرچکے ہیں ○

وَ قَوْمُ اِبْرٰهِیْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ مَدْیَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَیْتُ لِلْكٰفِرِیْنَ ثُمَّ

اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم ○ اور مدین والے اور موسیٰ کی تکذیب کی گئی تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی پھر

اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ فَهِیَ خَاوِیَةٌ

انہیں پکڑا تو میرا عذاب کیسا ہوا؟ ○ اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے ہلاک کردیا اور وہ ظالم تھیں تو اب وہ اپنی چھتوں کے بل پر گری پڑی ہیں

عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِیْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ

اور کتنے کنویں بیکار پڑے ہوئے اور کتنے بلند و بالا مضبوط محل (ہم نے برباد کردیے) ○ تو کیا یہ لوگ زمین میں نہ چلے کہ ان کے دل ہوں

**آیت 42-44** سابقہ کافر قوموں کا اپنے اپنے رسولوں کے ساتھ طرزِ عمل بیان کر کے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے، چنانچہ ان تین آیات میں فرمایا گیا: اے حبیب! اگر یہ کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ تسلی رکھیں اور ان کی طرف سے آنے والی اذیتوں پر صبر کریں، کفار کا یہ پرانا طریقہ ہے اور سابقہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی ان کا یہی دستور رہا ہے، چنانچہ کفارِ مکہ سے پہلے حضرات نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط اور شعیب علیہم السلام کی قوم کے لوگ اپنے اپنے انبیاءِ علیہم السلام کی تکذیب کرچکے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی جھٹلایا گیا ہے، تو میں نے ان کافروں کو ڈھیل دی اور ان کے عذاب میں تاخیر کی پھر مختلف عذابوں سے انہیں ان کے کفر و سرکشی کی سزا دی تو ان پر میرا عذاب کیسا دردناک ہوا! اے حبیب! آپ کی تکذیب کرنے والوں کو چاہیے کہ پچھلوں کے انجام سے عبرت حاصل کریں، اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی بہت خوفناک ہوگا۔

**آیت 45** فرمایا کہ اور کتنی ہی بستیوں کو ہم نے برباد کردیا اور ان میں رہنے والے لوگوں کو ہلاک کردیا کیونکہ ان بستیوں میں رہنے والے کافر تھے، تو اب وہ بستیاں اپنی چھتوں کے بل پر گری پڑی ہیں اور کتنے کنویں بے کار پڑے ہیں کہ ان سے کوئی پانی بھرنے والا نہیں اور کتنے بلند و بالا محل خالی اور ویران پڑے ہیں کیونکہ ان میں رہنے والے مرچکے ہیں۔

**آیت 46** ارشاد فرمایا: کیا کفارِ مکہ نے زمین میں سفر نہیں کیا تاکہ وہ سابقہ قوموں کے حالات کا مشاہدہ کریں اور ان کے پاس ایسے دل ہوں جن سے یہ سمجھ سکیں کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے اُن قوموں کا کیا انجام ہوا؟ یا ان کے پاس ایسے کان ہوں جن سے پچھلی امتوں کے حالات، ان کا ہلاک ہونا اور ان کی بستیوں کی ویرانی کے بارے میں سنیں تاکہ عبرت حاصل ہو۔ پس بے شک کفار کی ظاہری حس باطل نہیں ہوئی، وہ ان آنکھوں سے دیکھنے کی چیزیں دیکھتے ہیں بلکہ وہ ان دلوں کے اندھے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

اہم باتیں: (1) نزولِ عذاب کے مقامات کا مشاہدہ اور عذاب یافتہ قوموں کے بارے میں سننا عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لئے بہت فائدہ مند ہے لیکن یہ فائدہ اسی صورت میں اٹھایا جاسکتا ہے جب دل سے غور و فکر بھی کیا جائے۔ (2) جس کا دل حکمت و بصیرت کی نظر سے اندھا ہو وہ تمام ظاہری اسباب ہونے کے باوجود دین کا راستہ پانے اور حق و ہدایت کی راہ چلنے سے محروم رہتا ہے۔ حضرت

يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ

جن سے یہ سمجھیں یا کان ہوں جن سے سنیں پس بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں

الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ یَوْمًا

جو سینوں میں ہیں ○ اور یہ تم سے عذاب مانگنے میں جلدی کرتے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا اور بیشک تمہارے

عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَمْلَیْتُ لَهَا وَ هِیَ ظَالِمَةٌ

رب کے ہاں ایک دن ایسا ہے جو تم لوگوں کی گنتی کے ہزار سال کے برابر ہے ○ اور کتنی ہی بستیاں ہیں جن کے ظالم ہونے کے باوجود میں نے انہیں ڈھیل

ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴۹﴾ ع ۱۲

دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے ○ تم فرمادو! اے لوگو! میں تو صرف تمہارے لیے کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں ○

سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس کا دل بصیرت سے روشن ہو وہ نفسانی خواہشات اور شہوتوں پر غالب رہتا ہے اور جب وہ دل کی بصیرت سے اندھا ہو جائے تو اس پر شہوت غالب آجاتی اور غفلت طاری ہو جاتی ہے، اس وقت اس کا بدن گناہوں میں گم ہو جاتا ہے اور وہ کسی حال میں بھی حق کے سامنے گردن نہیں جھکاتا۔ (روح البیان، 6/45)

**آیت 47** ارشاد فرمایا: اے حبیب! کفارِ مکہ جیسے نضر بن حارث وغیرہ مذاق اڑانے کے طور پر آپ سے جلدی عذاب نازل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا، وعدے کے مطابق ضرور عذاب نازل فرمائے گا۔ چنانچہ یہ وعدہ بدر میں پورا ہوا اور مذاق اڑانے والے کفار ذلت کی موت مارے گئے۔ مزید فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت میں عذاب کا ایک دن ایسا ہے جو تم لوگوں کی گنتی کے ہزار سال کے برابر ہے، تو یہ کفار کیا سمجھ کر جلدی عذاب نازل کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔
اہم بات: اس آیت اور سورۂ سجدہ کی آیت 5 میں ہے کہ قیامت کا دن لوگوں کی گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہو گا اور سورۂ معارج کی آیت 4 میں ہے کہ قیامت کے دن کی مقدار 50 ہزار سال ہے۔ ان میں مطابقت یہ ہے کہ قیامت کے دن کفار کو جن سختیوں اور ہولناکیوں کا سامنا ہو گا ان کی وجہ سے بعض کفار کو وہ دن ایک ہزار سال کے برابر لگے گا اور بعض کفار کو پچاس ہزار سال کے برابر۔

**آیت 48** کثیر بستیاں ایسی ہیں جن میں رہنے والے لوگوں کو ظالم ہونے کے باوجود میں نے ڈھیل دی اور ان سے عذاب کو مؤخر کیا، پھر مہلت ختم ہونے کے بعد میں نے انہیں پکڑ لیا اور دنیا میں ان پر عذاب نازل کیا اور آخرت میں سب کو میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے تو میں ان کے اَعمال کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کروں گا۔ دعا: اے اللہ! ہمیں نیکی کی توفیق دے، گناہوں سے بچا اور عذاب سے پناہ میں رکھ۔ آمین

**آیت 49** ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان کافروں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور عذاب سے مسلسل ڈراتے رہیں اور ان سے فرمادیں کہ مجھے واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعیدیں سنانے کے لئے بھیجا گیا ہے، تمہارا مذاق اڑانا مجھے اس سے نہیں روک سکتا۔ اہم بات: یہاں مبلغین کے لئے بڑی نصیحت ہے کہ نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کے اہم ترین فریضے کو انجام دینے کے دوران دل

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا

تو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے ○ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں

مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ

ہار جیت کے ارادے سے کوشش کرتے ہیں وہ جہنمی ہیں ○ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول اور نبی بھیجے (ہر ایک کو کبھی نہ کبھی یہ واقعہ پیش آیا کہ)

اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ

جب اس نے (اللہ کا کلام) پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملادیا تو اللہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹادیتا ہے

ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ

پھر اللہ اپنی آیتوں کو پکا کردیتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○ تاکہ شیطان کے ڈالے ہوئے کو ان لوگوں کیلئے فتنہ کردے جن کے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾

دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بیشک ظالم لوگ دور کے جھگڑے میں پڑے ہوئے ہیں○

مضبوط رکھیں، لوگوں کی طرف سے ہونے والے طعن و تشنیع اور طنز و مذاق کی وجہ سے یہ کام ترک نہ کریں۔

آیت 51،50 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے گناہوں سے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگی اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا رد کرنے اور انہیں جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ کبھی ان آیات کو جادو کہتے ہیں، کبھی شعر اور کبھی پچھلوں کے قصے اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام کے ساتھ ان کا یہ مکر چل جائے گا، وہ جہنمی ہیں۔

آیت 52 ﴾ شانِ نزول: جب سورۂ نجم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسجدِ حرام میں آیتوں کے درمیان وقفہ فرماتے ہوئے بہت آہستہ آہستہ اس کی تلاوت فرمائی تاکہ سننے والے غور بھی کرسکیں اور یاد کرنے والوں کو یاد کرنے میں مدد بھی ملے، جب آپ نے آیت ﴿وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى﴾ پڑھ کر پہلے کی طرح وقفہ فرمایا تو شیطان نے لوگوں کے کان میں اس سے ملا کر دو کلمے ایسے کہہ دیئے جن سے بتوں کی تعریف نکلتی تھی۔ اس کے بارے میں معلوم ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو رنج ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول اور نبی بھیجے ہر ایک کو کبھی نہ کبھی یہ واقعہ پیش آیا کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے کو مٹا دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو پکا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا، حکمت والا ہے۔

آیت 53 ﴾ فرمایا کہ شیطان کو لوگوں پر اپنی طرف سے کچھ ملا دینے پر قدرت دینا اس لئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے کلام کو ان لوگوں کے لئے فتنہ کر دے اور ابتلا و آزمائش بنادے جن کے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماری ہے اور جن کے دل حق قبول کرنے سے سخت ہیں اور یہ مشرکین ہیں اور بیشک مشرکین و منافقین دونوں حق کے معاملے میں دور کے جھگڑے میں پڑے ہوئے ہیں

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ

اور تاکہ جنہیں علم دیا گیا ہے وہ جان لیں کہ یہ (قرآن) تمہارے رب کے پاس سے حق ہے تو اس پر ایمان لائیں تو اس کیلئے ان کے دل

وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٤﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا

جھک جائیں اور بیشک اللہ ایمان والوں کو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہےO اور کافر اس سے ہمیشہ

فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ﴿٥٥﴾

شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر اچانک قیامت آجائے یا ان پر ایسے دن کا عذاب آئے جس میں ان کیلئے کوئی خیر نہ ہوO

الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اس دن بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ ان میں فیصلہ کردے گا تو ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے نعمتوں کے

فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٥٧﴾ ع

باغات میں ہوں گےO اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب ہےO

چنانچہ جب یہ واقعہ رونما ہوا تو مشرکین و منافقین شبہ میں پڑ گئے مگر مخلص مومنوں کو کوئی تردُّد نہ ہوا۔

**آیت 54** شیطان کو اپنی طرف سے کلمات ملا کر کہہ دینے کی قدرت دینے کی ایک حکمت یہ ہے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی آیات کا علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ انبیا کے ساتھ ایسا واقعہ ہوتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آنے سے ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور اس قرآن کا اللہ تعالیٰ کے پاس سے نازل ہونا حق ہے اور شیطان اس میں کسی طرح کا کوئی تصرُّف نہیں کر سکتا، تو وہ اس پر ایمان لانے میں ثابت قدم رہیں اور اس کے لئے ان کے دل جھک جائیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دینی اُمور میں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

**آیت 55** فرمایا کہ کافر قرآن سے یا دینِ اسلام کے بارے میں ہمیشہ شک میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر قیامت آجائے یا انہیں موت آجائے یا ان پر ایسے دن کا عذاب آئے جس میں ان کے لئے کوئی خیر نہ ہو جیسے بدر کا دن۔ اہم بات: اَزلی کافر کے لئے کوئی دلیل مفید نہیں، وہ ہمیشہ شک میں گرفتار رہے گا اور موت کے وقت یا قیامت میں یا عذاب دیکھ کر کفار ایمان قبول کر لیتے ہیں مگر وہ ایمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر نہیں۔

**آیت 56، 57** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جس کا اصلاً کوئی شریک نہیں اور وہ بادشاہی اس طرح ہے کہ اس دن کوئی شخص سلطنت کا دعویٰ بھی نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بادشاہ کا قانون نہ ہو گا ورنہ حقیقی بادشاہت تو آج بھی اس کی ہی ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس دن مسلمانوں اور کافروں کے درمیان فیصلہ کردے گا اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ ایمان لانے والے اور اچھے کام کرنے والے مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے نعمتوں کے باغات میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا ان کے لئے ان کے کفر کی وجہ سے رُسوا کر دینے والا عذاب ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ

اور وہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے پھر قتل کر دیئے گئے یا خود مر گئے تو اللہ ضرور انہیں اچھی روزی دے گا اور بیشک

اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝٥٨ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝٥٩ ذٰلِكَ ۚ

اللہ سب سے اچھا رزق دینے والا ہے ۝ وہ ضرور انہیں ایسی جگہ داخل فرمائے گا جسے وہ پسند کریں گے اور بیشک اللہ علم والا، حلم والا ہے ۝ بات یونہی ہے

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝٦٠

اور جو کسی کو ویسی ہی سزا دے جیسی اسے تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر (بھی) اس پر زیادتی کی جائے تو بیشک اللہ اس کی مدد فرمائے گا، بیشک اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے ۝

**آیت 59،58** شانِ نزول: بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمارے جو اصحاب شہید ہو گئے ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے بڑے درجے ہیں اور ہم جہادوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ رہیں گے لیکن اگر ہم آپ کے ساتھ رہے اور ہمیں شہادت کے بغیر موت آئی تو آخرت میں ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے اور اس کی رضا کے لئے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر وطن سے نکلے اور مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، پھر جنگ میں یا تو شہید کر دیئے گئے یا انہیں طبعی طور پر موت آگئی تو اللہ تعالیٰ ضرور انہیں جنت کی اچھی روزی دے گا جو کبھی ختم نہ ہو گی اور بے شک اللہ تعالیٰ سب سے اچھا رزق دینے والا ہے کیونکہ وہ بے حساب رزق دیتا ہے اور جو رزق وہ دیتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی قادر نہیں۔ وہ ضرور انہیں ایسی جگہ داخل فرمائے گا جسے وہ پسند کریں گے، وہاں ان کی ہر مراد پوری ہو گی اور کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی اور بے شک اللہ تعالیٰ ہر ایک کے احوال کو جاننے والا اور قدرت کے باوجود دشمنوں کو جلد سزا نہ دے کر حلم فرمانے والا ہے۔ اہم بات: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی نیت سے مجاہدین کے ساتھ نکلے پھر اسے طبعی طور پر موت آجائے تو اسے اور شہید دونوں کو جنت میں اچھا رزق دیا جائے گا البتہ شہید کا مرتبہ طبعی موت مرنے والے سے بڑا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی گئی: کون سا جہاد (یعنی مجاہد) افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: جس کا خون بہایا جائے اور اس کا گھوڑا زخمی کر دیا جائے۔ (ابن ماجہ، حدیث: 2794)

**آیت 60** شانِ نزول: مشرکین کی ایک جماعت محرم کے مہینے میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی، مسلمانوں نے مبارک مہینے کی حرمت کے خیال سے لڑنا نہ چاہا مگر مشرک نہ مانے اور انہوں نے لڑائی شروع کر دی، مسلمان ان کے مقابلے میں ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد فرمائی، ان مشرکین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ بات یونہی ہے اور جو مسلمان کسی ظالم کو ویسی ہی سزا دے جیسی اسے تکلیف پہنچائی گئی تھی اور بدلہ لینے میں حد سے نہ بڑھے پھر بھی اس مسلمان پر زیادتی کی جائے تو بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کے خلاف اس کی مدد فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو معاف کرنے والا اور ان کی بخشش فرمانے والا ہے۔ اہم بات: جو شخص جتنا ظلم کرے اسے اتنی ہی سزا دینا عدل و انصاف ہے لیکن ممکنہ صورت میں بدلہ لینے کی بجائے ظالم کو معاف کر دینا بہر حال بہتر اور افضل ہے کیونکہ معاف کرنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی معاملے میں اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیا خواہ آپ کو کیسی ہی تکلیف دی گئی ہو، ہاں! جب اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو اللہ تعالیٰ کے لئے (ان کا) انتقام لیا کرتے تھے۔ (بخاری، حدیث: 6853)

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝

یہ اس لیے ہے کہ اللہ رات کو دن کے حصے میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات کے حصہ میں داخل کرتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے ۝

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝

یہ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جس کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہی باطل ہے اور اس لیے کہ اللہ ہی بلندی والا، بڑائی والا ہے ۝

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝

کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے بیشک اللہ بڑا مہربان، خبردار ہے ۝

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور بیشک اللہ ہی بے نیاز، تمام تعریفوں کا مستحق ہے ۝ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے

**آیت 61** فرمایا کہ مظلوم کی مدد فرمانا اس لئے ہے کہ خدا قادر بھی ہے اور حکیم و علیم، سمیع و بصیر بھی۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے اس پر قادر ہے اور اس کی قدرت کی نشانیاں اس سے ظاہر ہیں کہ وہ کبھی دن کو بڑھاتا، رات کو کم کر دیتا ہے اور کبھی رات کو بڑھاتا، دن کو کم کر دیتا ہے، اس کے سوا کوئی اس پر قادر نہیں تو جو ایسا قدرت والا ہے وہ جس کی چاہے مدد فرمائے اور جسے چاہے غالب کرے، نیز مظلوم کی مدد فرمانا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کی باتیں سننے والا اور سب کے اعمال دیکھنے والا ہے۔ اہم بات: اس آیت میں اشارۃً فرمایا گیا کہ جیسے کبھی دن بڑے کبھی راتیں، ایسے ہی کبھی کفار کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی مومنوں کا تسلط، لہٰذا کافروں کا غلبہ دیکھ کر مسلمانوں کو دل تنگ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے اَقوال، اَعمال اور اَفعال کی اصلاح کرنے میں مشغول ہونا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے صدقے مسلمانوں کو کفار پر غلبہ اور فتح و نصرت عطا فرمائے۔

**آیت 62** یہ مدد فرمانا اس لئے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق والا ہے تو اس کا دین حق ہے اور اس کی عبادت کرنا بھی حق ہے اور مسلمانوں سے چونکہ اللہ تعالیٰ نے مدد کرنے کا سچا وعدہ فرمایا ہے لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے مستحق ہیں اور مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ باطل ہیں اور وہ عبادت کئے جانے کا کوئی حق نہیں رکھتے اور یہ مدد فرمانا اس لئے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے ہر چیز پر غالب ہے اور وہ کافروں کی منسوب کردہ ان تمام باتوں سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں اور وہی عظمت و جلال اور بڑائی والا ہے۔

**آیت 63** قدرت الٰہی کے مزید دلائل ذکر کئے جا رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ کیا تو نے نہ دیکھا کہ خشک زمین پر جب اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کا پانی نازل فرماتا ہے تو وہ نباتات سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعے زمین سے نباتات نکال کر اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اور بارش میں تاخیر ہونے کی وجہ سے جو کچھ ان کے دلوں میں آتا ہے اس سے خبردار ہے۔

**آیت 64** فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا حقیقی مالک وہی ہے اور اس ملکیت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز سے بے نیاز اور اپنے اَفعال و صفات میں تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔

**آیت 65** بندوں پر کئے گئے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر ہو رہا ہے، ارشاد فرمایا: کیا تو نے نہ دیکھا کہ جو کچھ زمین میں ہے اسے اللہ

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ

تمہارے قابو میں کردیا جو کچھ زمین میں ہے اور کشتی کو جو دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہ آسمان کو روکے ہوئے ہے

اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ

کہ کہیں زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے۔ بیشک اللہ لوگوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا، رحم فرمانے والا ہے○ اور وہی ہے جس نے

اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ

تمہیں زندگی بخشی پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا بیشک آدمی بڑا ناشکرا ہے○ ہر امت کے لیے ہم نے ایک شریعت بنادی

نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾

جس پر انہیں عمل کرنا ہے تو ہرگز وہ تم سے اس معاملہ میں جھگڑا نہ کریں اور تم اپنے رب کی طرف بلاؤ بیشک تم سیدھی راہ پر ہو○

تعالیٰ نے تمہارے قابو میں کردیا جیسے پتھر جیسی سخت ترین، لوہے جیسی انتہائی وزنی اور آگ جیسی انتہائی گرم چیز کو تمہارے اختیار میں دے دیا اور جانوروں کو بھی تمہارے لئے مسخر کردیا تاکہ تم ان کا گوشت کھا سکو، ان پر سامان وغیرہ لاد سکو، ان پر سواری کر سکو اور ان سے دیگر کام لے سکو اور وہ کشتی جو دریا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتی ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے قابو میں دے دیا اور تمہاری خاطر کشتی چلانے کے لئے ہوا اور پانی کو مسخر کردیا اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے آسمان کو روکے ہوئے ہے تاکہ وہ زمین پر گر نہ پڑے اور اس نے لوگوں کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ ختم نہ ہو جائیں، البتہ جب قیامت قائم ہو گی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان گر جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا، رحم فرمانے والا ہے کہ اس نے ان کے لئے دین و دنیا کی منفعتوں کے دروازے کھولے اور طرح طرح کے نقصانوں سے انہیں محفوظ کیا۔

**آیت 66** ارشاد فرمایا: تمہارا معبود وہی ہے جس نے تمہاری ماؤں کے رحموں میں بے جان نطفے سے پیدا فرما کر تمہیں زندگی بخشی، پھر تمہاری عمریں پوری ہونے پر وہ تمہیں موت دے گا، پھر قیامت کے دن ثواب اور عذاب کے لئے تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا، بے شک آدمی بڑا ناشکرا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتوں کے باوجود اس کی عبادت سے منہ پھیرتا ہے اور بے جان مخلوق کی پوجا کرتا ہے۔ اہم بات: یہاں بڑے ناشکرے انسان سے کافر مراد ہے اور ویسے انسانی مزاج میں بھی ناشکری غالب ہے اگرچہ فطرت انسانی عقلی طور پر شکر ادا کرنے ہی کو اچھا سمجھتی ہے۔

**آیت 67** فرمایا کہ سابقہ دین و ملت والوں میں سے ہر امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص شریعت بنائی تاکہ وہ عبادات اور دیگر معاملات میں اپنے اپنے شرعی قوانین پر عمل کریں، تو اے حبیب! آپ کے زمانے میں موجود دیگر ملتوں والے ہرگز آپ سے دین کے معاملے میں یہ گمان کرکے جھگڑا نہ کریں کہ ان لوگوں کی بھی شریعت وہی ہے جو ان کے آباؤ اجداد کی تھی، وہ شریعتیں منسوخ ہونے سے پہلے سابقہ لوگوں کی شریعتیں تھیں جبکہ اس امت کی جداگانہ اور مستقل شریعت ہے اور اب قیامت تک ہر ایک کو اسی شریعت پر عمل کرنا ہے اور اے حبیب! آپ تمام لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلائیں اور انہیں اُس پر ایمان لانے، اس کا دین قبول کرنے اور اس کی عبادت میں مشغول ہونے کی دعوت دیں، بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ اہم بات: حضرت آدم علیہ السلام کے زمانۂ مبارکہ سے

وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو فرمادو کہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو○ اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن اس بات میں فیصلہ کردے گا

كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ

جس میں تم اختلاف کر رہے ہو○ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک یہ سب

فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا

ایک کتاب میں ہے بیشک یہ اللہ پر بہت آسان ہے○ اور (مشرک) اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جن کی کوئی دلیل اللہ نے نہیں اتاری

وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

اور جن کا خود انہیں بھی کچھ علم نہیں اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں○ اور جب ان پر ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے

لے کر قرآن مجید کے نزول تک دین صرف ایک رہا یعنی اسلام، البتہ شریعتیں بہت سی ہوئیں اور ہر ایک کے شرعی احکام مختلف ہوتے رہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں پہلے پیدا ہونے والے بھائی کا بعد میں پیدا ہونے والی بہن سے نکاح جائز تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں مال کے چوتھائی حصے پر زکوٰۃ فرض تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں شراب حلال تھی۔

**آیت 69،68** ﴾ ارشاد فرمایا: اے حبیب! اگر حق ظاہر ہونے اور حجت لازم ہونے کے بعد بھی وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ ان سے وعید کے طور پر فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ان باطل کاموں کو خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو اور وہ تمہیں یہ کام کرنے کی سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن اس بات میں فیصلہ کردے گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو، اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق کیا تھا اور باطل کیا ہے۔ اہم بات: باتونی اور جھگڑالو سے مناظرہ نہیں کرنا چاہیے۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بڑا عمدہ ادب سکھایا ہے کہ جو شخص محض تعصّب اور جھگڑا کرنے کے شوق میں تم سے مناظرہ کرنا چاہے اسے کوئی جواب نہ دو اور نہ اس کے ساتھ مناظرہ کرو بلکہ اس کی تمام باتوں کے جواب میں صرف وہ بات کہہ دو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سکھائی ہے۔ (قرطبی، 3452/6)

**آیت 70** ﴾ فرمایا کہ اے بندے! کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں، وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ان چیزوں میں کفار کی باتیں اور اعمال بھی داخل ہیں، بے شک آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ایک کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور بے شک ان سب چیزوں کا علم اور تمام موجودات کو لوحِ محفوظ میں ثبت فرمانا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

**آیت 71** ﴾ کفار کی جہالت بیان فرمائی جارہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کے پاس اپنے اس فعل کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی بلکہ محض جہالت کی وجہ سے گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں اور جو کسی طرح بھی پوجے جانے کے مستحق نہیں اسے پوجتے ہیں، یہ شدید ظلم ہے اور جو شرک کرکے اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اس کا کوئی مددگار نہیں جو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچاسکے۔

**آیت 72** ﴾ کافروں کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی اور قرآنِ کریم انہیں سنایا جاتا ہے جس

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ

توتم کافروں کے چہروں میں ناپسندیدگی کے آثار دیکھو گے۔ قریب ہے کہ انہیں لپٹ جائیں جو ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے

اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ

ہیں۔ تم فرمادو: کیا میں تمہیں وہ چیز بتادوں جو تمہیں اِس سے زیادہ ناپسند ہے؟ وہ آگ ہے۔ اللہ نے کافروں سے اس کا وعدہ کیا ہے اور وہ کیا ہی

الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

بری پلٹنے کی جگہ ہے○ اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے تو اسے کان لگا کر سنو، بیشک اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو

لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ

وہ ہرگز ایک مکھی (بھی) پیدا نہیں کرسکیں گے اگرچہ سب اس کیلئے جمع ہوجائیں اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کرلے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں گے۔

میں کفروشرک کی برائی، اَحکام کا بیان اور حلال و حرام کی تفصیل ہے تو تمہیں ان کے چہروں میں ناپسندیدگی کے آثار واضح طور پر نظر آئیں گے اور غیظ و غضب سے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جو ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے ہیں انہیں لپٹ جانے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرمادیں: کیا میں تمہیں وہ چیز بتادوں جو تمہیں اُس غیظ اور ناگواری سے بھی زیادہ ناپسند ہے جو قرآنِ پاک سن کر تم میں پیدا ہوتی ہے؟ وہ جہنم کی آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے اس کا وعدہ کیا ہے اور وہ کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ ہے۔ اہم باتیں: (1) چہرہ دل کا آئینہ ہے کیونکہ دل کے آثار چہرے پر نمودار ہوتے ہیں۔ (2) حمد و نعت سن کر چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہونا مومن ہونے کی علامت اور منہ بگاڑنا کفار کا طریقہ ہے۔ (3) کیسی بدنصیبی ہے کہ آج کچھ سیکولر، لبرل مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے سامنے قرآن، دین کے احکام، سود، پردے، بے حیائی کی مذمت پر آیات پڑھی جائیں تو ان کے چہروں کی حالت و کیفیت سو فیصد وہی ہوتی ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ چہرے پر ناگواری ہوتی ہے اور ان کا دل کررہا ہوتا ہے کہ آیتیں پڑھنے والے پر حملہ کرکے اس سے لپٹ جائیں۔ العیاذ باللہ۔

آیت 73 ﴾ ایک مثال کے ذریعے بتوں کی عبادت کا باطل ہونا بیان کیا جارہا ہے، ارشاد فرمایا: اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے تو اسے کان لگا کر سنو اور اس میں خوب غور کرو، وہ مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو، ان کے عاجز و بے قدرت ہونے کا حال یہ ہے کہ وہ ہرگز ایک انتہائی چھوٹی سی چیز مکھی بھی پیدا نہیں کرسکیں گے اگرچہ سب مکھی پیدا کرنے کے لئے جمع ہوجائیں اور اگر مکھی ان سے وہ شہد و زعفران وغیرہ چھین کرلے جائے جو مشرکین بتوں کے منہ اور سروں پر ملتے ہیں تو وہ مکھی سے شہد و زعفران چھڑا نہ سکیں گے تو ایسے بے بس کو خدا بنانا اور معبود ٹھہرانا کتنا عجیب اور عقل سے دور ہے۔ کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جسے چاہا گیا۔ اہم باتیں: (1) یہاں طالب سے بُت پرست اور مطلوب سے بُت یا طالب سے مکھی اور مطلوب سے بُت یا طالب سے بُت اور مطلوب سے مکھی مراد ہے۔ (2) اس آیت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے نہیں ہے، یہ عاجز اور بے بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اجازت و قدرت سے مخلوق کو نفع پہنچانے اور ان سے نقصان دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کثیر معجزات سے ظاہر ہے۔ لہٰذا ایسی آیت کو انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرنا خارجیوں کا

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿٧٣﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿٧٤﴾

کتنا کمزور ہے چاہنے والا اور وہ جسے چاہا گیا O انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کا حق ہے، بیشک اللہ قوت والا، غلبے والا ہے O

اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿٧٥﴾

اللہ فرشتوں میں سے اور آدمیوں میں سے رسول چن لیتا ہے، بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے O

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٧٦﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ

وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں O اے ایمان

اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٧٧﴾

والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور اچھے کام کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاجاؤ O

طریقہ ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خارجیوں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے بدتر قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں یہ ان آیات کو مومنین پر چسپاں کر دیتے ہیں۔(بخاری،4/380)

**آیت 74** فرمایا کہ جنہوں نے عاجز و بے بس اور مکھی سے بھی کمزور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ویسی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کا حق ہے اور اس کی عظمت نہ پہچانی، حقیقی معبود وہی ہے جو کامل قدرت رکھے اور بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبے والا ہے۔

**آیت 75** جن کفار نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے جسے چاہے اپنا رسول بنائے، وہ فرشتوں اور انسانوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے رسالت کا منصب عطا فرما دیتا ہے، فرشتوں میں مثلاً حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام اور انسانوں میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ اہم بات: انسانوں کی ہدایت کے لئے ان میں سے ہی بعض کو منصبِ رسالت کے لئے چن لینا اللہ تعالیٰ کی قدیم عادت ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد بھی لوگوں کو رسالت کے عظیم منصب کے لئے چنتا رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے لئے جنہیں چننا تھا چن لیا اور جنہیں چن لیا وہ دائمی نبی اور رسول ہو گئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نبوت و رسالت کا منصب ختم فرما دیا ہے، لہٰذا اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک رسالت و نبوت ختم ہو گئی تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔ (ترمذی، حدیث:2279) مرزا غلام احمد قادیانی کا نبوت کا دعویٰ جھوٹا اور کفر و ارتداد ہے اور اس کے ماننے والوں کا بھی یہی حکم ہے۔

**آیت 76** اللہ تعالیٰ دنیا کے اُمور کو بھی جانتا ہے اور آخرت کے اُمور کو بھی یا یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے گزرے ہوئے اعمال کو بھی جانتا ہے اور آئندہ کے احوال کا بھی علم رکھتا ہے اور سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

**آیت 77** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو چند احکام دیئے: (1) رکوع اور سجدہ کرو یعنی نماز پڑھو (2) صرف اپنے حقیقی رب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کام کرنے کا حکم دیا ہے اور جن کاموں سے منع کیا ہے، ان سب پر عمل

وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا اس (کی راہ) میں جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں منتخب فرمایا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ

جیسے تمہارے باپ ابراہیم کے دین (میں کوئی تنگی نہ تھی)۔ اس نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلمان رکھا ہے

شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۖۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ

تاکہ رسول تم پر نگہبان و گواہ ہو اور تم دوسرے لوگوں پر گواہ ہو جاؤ تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو

وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ۟ع (۷۸)

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، وہ تمہارا دوست ہے تو کیا ہی اچھا دوست اور کیا ہی اچھا مددگار ہے ○

کرنے کی صورت میں اپنے رب کی عبادت کرو اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ رکوع، سجدہ اور دیگر نیک اعمال کو اپنے رب کی عبادت کے طور پر کرو کیونکہ عبادت کی نیت کے بغیر فقط ان افعال کو کرنا کافی نہیں (3) نیک کام کرو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان سے مراد صلہ رحمی کرنا اور دیگر اچھے اخلاق ہیں۔ (4) یہ سب کام اس امید پر کرو کہ تمہیں آخرت میں فلاح و کامیابی نصیب ہو جائے۔

اہم باتیں: (1) اخلاص کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس امید پر نیک کام کئے جائیں کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنا فضل و رحمت فرمائے گا اور اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے چھٹکارا اور جنت میں داخلہ نصیب فرمائے گا۔ یہ ذہن نہ بنایا جائے کہ ان نیک اعمال کی وجہ سے بخشش و مغفرت یقینی ہے۔ (2) اَحناف کے نزدیک اس آیت کو پڑھنے یا سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا ہے۔

**آیت 78** ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دین کے دشمنوں کے ساتھ ایسے جہاد کرو جیسے جہاد کرنے کا حق ہے کہ اس میں تمہاری نیت سچی اور خالص ہو اور تمہارا یہ عمل دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دین اور عبادت کے لئے منتخب فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی بلکہ ضرورت کے موقعوں پر تمہارے لئے سہولت کر دی جیسے سفر میں نماز قصر کرنے اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی اور پانی نہ پانے یا پانی کے نقصان پہنچانے کی حالت میں غسل اور وضو کی جگہ تیمم کی اجازت دی تو تم دین کی پیروی کرو، یہ دین ایسے آسان ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین آسان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی کتابوں میں اور اس قرآن میں دینِ اسلام کو ماننے والوں کا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ قیامت کے دن رسول تم پر نگہبان و گواہ ہو کہ انہوں نے تمہارے پاس خدا کا پیام پہنچا دیا اور تم دوسرے لوگوں پر گواہ ہو جاؤ کہ انہیں ان رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ عزت و کرامت عطا فرمائی ہے تو تم پابندی کے ساتھ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اس کے دین پر قائم رہو، وہ تمہارا مالک و ناصر ہے اور تمہارے تمام اُمور کا انتظام فرمانے والا ہے، تو وہ کتنا اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔ اہم باتیں: (1) آیت میں اللہ تعالیٰ کے دین کے دشمنوں کے ساتھ ساتھ نفس، خواہشات اور شیطان کے خلاف جہاد کرنا بھی داخل ہے۔ (2) اگرچہ گزشتہ امتوں کے ایمان لانے والے بھی مسلمان تھے لیکن امت کے نام کے طور پر یہ لفظ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو عطا کیا گیا ہے۔

اٰیاتہا ١١٨ ◆ ٢٣ سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ ٧٤ ◆ رکوعاتہا ٦

سورۂ مومنون مکیہ ہے، اس میں ایک سو اٹھارہ آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ۝۱ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ۝۲ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ

بیشک ایمان والے کامیاب ہوگئے○ جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع کرنے والے ہیں○ اور وہ جو فضول بات سے

**سورۂ مومنون کا تعارف** یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 6 رکوع اور 118 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی ابتداء میں مومنوں کی کامیابی، ان کے اوصاف اور اخروی جزاء بیان کی گئی ہے، اس مناسبت سے اسے "سورۂ مومنون" کہتے ہیں۔ مضامین: اس سورت کی ابتدا میں 7 اَوصاف کے حامل مومنوں کو اخروی کامیابی کی بشارت سنائی گئی اور انہیں ملنے والی عظیم جزا فردوس کی میراث بیان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت و قدرت پر انسان کی مختلف مراحل میں تخلیق، آسمانوں کو کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا کرنے، باغات اور نباتات کی نشوونما کے لئے آسمان کی طرف سے پانی نازل کرنے، انسان کے لئے مختلف منافع والے جانور پیدا کرنے اور سامان کی نقل و حمل اور سواری کے لئے کشتیوں کو انسان کے تابع کرنے کے ساتھ اِستدلال کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دینے کیلئے حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واقعات بیان فرمائے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف جنون اور جادو وغیرہ کی نسبت کرنے، اور آپ کی رسالت پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے کفارِ مکہ کو سرزنش کی گئی اور عذاب کی وعید سنائی گئی۔ کفار کے سامنے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر مختلف دلائل پیش کئے گئے۔ قیامت کے دن لوگوں کو سعادت مند اور بدبخت دو گروہوں میں تقسیم کر دیئے جانے کا ذکر ہے۔

**آیت 1** اس آیت میں ایمان والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو کر ہر ناپسندیدہ چیز سے نجات پا جائیں گے۔ اہم بات: سورۂ مومنون کی ابتدائی دس آیات کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر دس آیات نازل ہوئی ہیں، جس نے ان میں مذکور باتوں کو اپنایا وہ جنت میں داخل ہوگا، پھر آپ نے "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" سے لے کر دسویں آیت کے آخر تک پڑھا۔ (ترمذی، حدیث 3184) درس: ہر ایک نے موت کا کڑوا ترین ذائقہ چکھ کر اس دنیا سے کوچ کرنا ہے اور قیامت کے دن سب کو اپنے اعمال کا بدلہ پانا ہے اور جسے اس دن جہنم کے دردناک عذابات سے بچا لیا گیا اور بے مثل نعمتوں کی جگہ جنت میں داخل کر دیا گیا وہی حقیقی طور پر کامیاب ہے اور جہنم سے بچنے اور جنت میں داخلے کے لئے ایمان پر خاتمہ ضروری ہے۔

**آیت 2** ارشاد فرمایا کہ ایمان والے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، اس وقت ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا اور ان کے اَعضا ساکن ہوتے ہیں۔ اہم بات: نماز میں خشوع ظاہری بھی ہوتا ہے اور باطنی بھی، ظاہری خشوع یہ ہے کہ نماز کے آداب کی مکمل رعایت کی جائے اور باطنی خشوع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت پیشِ نظر ہو، دنیا سے توجہ ہٹی ہوئی ہو اور نماز میں دل لگا ہو۔

**آیت 3** اس آیت میں فلاح پانے والے مومنوں کا دوسرا وصف بیان کیا گیا کہ وہ ہر لہو و باطل سے بچے رہتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) لغو سے

مُعْرِضُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝

منہ پھیرنے والے ہیں ○ اور وہ جو زکوٰۃ دینے کا کام کرنے والے ہیں ○ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○

اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ

مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں پس بیشک ان پر کوئی ملامت نہیں ○ تو جو اِن کے سوا کچھ

ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝

اور چاہے تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں ○ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدے کی رعایت کرنے والے ہیں ○

مراد ہر وہ قول، فعل اور ناپسندیدہ یا مباح کام ہے جس کا مسلمان کو دینی یا دُنیوی کوئی فائدہ نہ ہو جیسے مذاق مسخری، بیہودہ گفتگو، کھیل کود وغیرہ وہ تمام کام جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، لہٰذا فضول کے مفہوم میں فضول کلام، فضول عمل، فضول دیکھنا، فضول سننا سب داخل ہیں۔ (2) مسلمان کو اپنی آخرت کی بہتری کے لئے نیک اعمال کرنے میں مصروف رہنا چاہئے۔ درس: زبان کی حفاظت و نگہداشت اور فضولیات ولغویات سے اسے باز رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ زیادہ سرکشی اور سب سے زیادہ فساد و نقصان اسی زبان سے رونما ہوتا ہے جبکہ زبان کی حفاظت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے نیک اعمال کی حفاظت ہوتی ہے اور انسان دنیا کی آفات سے محفوظ رہتا ہے۔

**آیت 4** اس آیت میں کامیابی پانے والوں کا تیسرا وصف بیان کیا گیا کہ وہ پابندی کے ساتھ اور ہمیشہ اپنے مالوں پر فرض ہونے والی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیت میں مذکور لفظ "زکوٰۃ" کا ایک معنی "تزکیۂ نفس" بھی کیا ہے یعنی ایمان والے اپنے نفس کو دنیا کی محبت وغیرہ مذموم صفات سے پاک کرنے کا کام کرتے ہیں۔ درس: اس آیت کی دوسری تفسیر یعنی تزکیۂ نفس سے معلوم ہوا کہ نفس کو مذموم صفات جیسے تکبر و ریا کاری، بغض و حسد اور دنیا کی محبت وغیرہ سے پاک کرنا اُخروی کامیابی حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ صوفیاء کرام اسی پہلو پر زیادہ زور دیتے ہیں۔

**آیت 6،5** ان دو آیات میں کامیابی حاصل کرنے والوں کا چوتھا وصف بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والے زنا اور اس کے اسباب ولوازمات وغیرہ حرام کاموں سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں البتہ اگر وہ اپنی بیویوں اور شرعی باندیوں کے ساتھ جائز طریقے سے صحبت کریں تو اس میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ درس: شرمگاہ کی شہوت کو پورا کرنا انسانی فطرت کا تقاضا اور بے شمار فوائد حاصل ہونے کا ذریعہ ہے، اگر اس تقاضے کو جائز اور شرعی طریقے سے پورا کیا جائے تو یہ دنیا میں بہت بڑی نعمت اور اخروی ثواب کے حصول کا ایک ذریعہ ہے اور اگر اسے ناجائز و حرام ذرائع سے پورا کیا جائے تو یہ دنیا میں بہت بڑی آفت اور روزِ قیامت جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب ہے۔

**آیت 7** فرمایا کہ جو بیویوں اور شرعی باندیوں کے علاوہ کسی اور ذریعے سے شہوت پوری کرنا چاہے تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں کہ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرتے ہیں۔ اہم بات: شریعت میں صرف بیویوں اور شرعی باندیوں سے جائز طریقے کے ساتھ شہوت پوری کرنے کی اجازت ہے، اس کے علاوہ شہوت پوری کرنے کی دیگر صورتیں حرام ہیں۔

**آیت 8** اس آیت میں کامیابی حاصل کرنے والے اہلِ ایمان کے مزید دو وصف بیان کئے گئے ہیں: (1) اگر ان کے پاس کوئی چیز

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ

اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں○ یہی لوگ وارث ہیں○ یہ فردوس کی میراث پائیں گے،

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے○ اور بیشک ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا○ پھر اس کو ایک مضبوط ٹھہراؤ میں

امانت رکھوائی جائے تو وہ اس میں خیانت نہیں کرتے۔(2) جس سے وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ اہم بات: امانتیں خواہ اللہ تعالیٰ کی ہوں یا مخلوق کی، اسی طرح عہد اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں یا مخلوق کے ساتھ، سب کی وفا لازم ہے۔

آیت 9 فرمایا کہ کامیابی حاصل کرنے والے وہ مومن ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور انہیں اُن کے وقتوں میں، ان کے شرائط و آداب کے ساتھ پابندی سے ادا کرتے ہیں اور فرائض و واجبات اور سُنن و نوافل سب کی نگہبانی رکھتے ہیں۔ درس: ایمان والوں کا پہلا وصف خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرنا بیان کیا گیا اور آخری وصف نمازوں کی حفاظت کرنا ذکر کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز بڑی عظیم الشان عبادت ہے اور دین میں اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ لہٰذا کوئی کیسی ہی خدمتِ خلق کی بڑی نیکی کرتا ہو، وہ نماز سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

آیت 10، 11 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جن ایمان والوں میں ماقبل آیات میں مذکور اوصاف پائے جاتے ہیں یہی لوگ کافروں کے جنتی مقامات کے وارث ہوں گے۔ یہ فردوس کی میراث پائیں گے اور وہ جنت الفردوس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ انہیں اس میں سے نکالا جائے گا اور نہ ہی وہاں انہیں موت آئے گی۔ اہم بات: حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر شخص کے دو مقام ہوتے ہیں، ایک جنت میں اور ایک جہنم میں، جب کوئی شخص مر کر (ہمیشہ کے لئے) جہنم میں داخل ہو جائے تو اہلِ جنت اس کے جنتی مقام کے وارث ہوں گے۔ یہی اس آیت "اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ" کا مقصد ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث: 4341) درس: فردوس سب سے اعلیٰ جنت ہے اور اسی کا سوال کرنے کی حدیث پاک میں ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ فرمایا: فردوس سب سے اعلیٰ اور درمیانی جنت ہے اور اس سے اوپر رحمٰن عزوجل کا عرش ہے اور اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔ (ترمذی، حدیث: 2538) دعا: اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنی نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صدقے ہمیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

آیت 12 اس آیت سے رکوع کے آخر تک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت پر چار دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ سب سے پہلے انسان کی پیدائش کے مختلف مراحل سے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا، اس کے بعد آسمانوں کی تخلیق سے، پھر پانی نازل کرنے سے اور سب سے آخر میں حیوانات کے مختلف منافع سے اپنی قدرت پر استدلال فرمایا ہے۔ اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے مختلف جگہوں سے چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔

آیت 13 اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی نسل کو ایک مضبوط ٹھہراؤ یعنی ماں کے رحم میں پانی کی بوند بنایا۔

فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ

پانی کی بوند بنایا○ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنا دیا پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنا دیا پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں

عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾ ؕ

بنا دیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر اسے ایک دوسری صورت بنا دیا تو بڑی برکت والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے○

ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾ ؕ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ

پھر اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو○ پھر تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے○ اور بیشک ہم نے تمہارے اوپر

سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَ مَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿١٧﴾ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ

سات راستے بنائے اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں○ اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی اتارا پھر اسے زمین میں

**آیت14** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ماں کے رحم میں نطفہ قرار پکڑنے کے بعد والے مَراحل بیان فرمائے، چنانچہ فرمایا کہ پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو جما ہوا خون بنا دیا، پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنا دیا، پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر اس میں روح ڈال کر اس بے جان کو جان دار کیا، بولنے، سننے اور دیکھنے کی صلاحیت عطا کی اور اسے ایک دوسری صورت بنا دیا جو مکمل انسان ہوتا ہے تو بڑی برکت والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (اس کا ابتدائی حصہ سن کر) کہا "فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ" حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "اے عمر! اسی طرح نازل ہوا ہے۔ (تفسیر کبیر،8/266) (2) انسان کے ظاہر و باطن، اس کے ہر ہر عُضْو اور ہر ہر جز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی اتنی نشانیاں موجود ہیں جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کی شرح بیان کی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی شخص انصاف کے ساتھ اپنی تخلیق کے مراحل اور اپنے جسم کی بناوٹ میں غور وفکر کرے تو اس کے پاس یہ بات ماننے کے سوا اور کوئی چارہ نہ ہوگا کہ ایسی حیرت انگیز تخلیق پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی قادر نہیں اور وہی اکیلا اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

**آیت16،15** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ تخلیق مکمل ہونے کے بعد جب تمہاری عمریں پوری ہو جائیں گی تو تمہیں ضرور موت آئے گی، پھر تم سب قیامت کے دن حساب وجزا کے لئے اٹھائے جاؤ گے۔

**آیت17** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق سے اپنی قدرت پر اِستدلال فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں، سب کے اَعمال، اَقوال اور چھپی حالتوں کو جانتے ہیں اور کوئی چیز ہم سے چھپی نہیں۔ اہم بات: سات راستوں سے مراد سات آسمان ہیں جو فرشتوں کے چڑھنے اُترنے کے راستے ہیں۔

**آیت18** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانی نازل کرنے سے اپنی قدرت پر اِستدلال فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ یعنی جتنی ہمارے علم و حکمت میں مخلوق کی حاجتوں کے لئے چاہیے اتنی بارش برسائی، پھر اسے زمین میں

فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝۱۸ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ

ٹھہرایا اور بیشک ہم اسے لے جانے پر قادر ہیں○ تو اس پانی سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے.

لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۱۹ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ

تمہارے لیے ان باغوں میں بہت سے پھل میوے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو○ اور (ہم نے) درخت (پیدا کیا) جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا،

تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝۲۰ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا

تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے○ اور بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں سمجھنے کا مقام ہے، ہم تمہیں اس میں سے پلاتے ہیں

فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۲۱ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝۲۲ ع

جو ان کے پیٹ میں ہے اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدے ہیں اور انہی سے تم کھاتے ہو○ اور ان پر اور کشتیوں پر تمہیں سوار کیا جاتا ہے○

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

ٹھہرایا اور بیشک ہم اسے لے جانے پر قادر ہیں یعنی جیسے اپنی قدرت سے پانی نازل فرمایا ایسے ہی اس پر بھی قادر ہیں کہ اس کو ختم کر دیں تو بندوں کو چاہیے کہ اس نعمت کی شکر گزاری سے حفاظت کریں۔ خاص مقدار میں پانی اتارنے میں بہت حکمت ہے۔ سارا پانی اکٹھا ہی برسا دیا جاتا تو ساری دنیا ڈوب کر ہلاک ہو جاتی۔

آیت 19 ﴿ فرمایا کہ جو پانی آسمان سے نازل فرمایا اس سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے۔ تمہارے لیے ان باغوں میں کھجوروں اور انگوروں کے علاوہ مزید بہت سے پھل میوے ہیں اور سردی گرمی وغیرہ موسموں میں ان میں سے تم کھاتے اور عیش کرتے ہو۔

آیت 20 ﴿ فرمایا کہ ہم نے زیتون کا درخت پیدا کیا جو طور سینا نامی پہاڑ سے نکلتا ہے، تیل اور کھانے والوں کے لیے سالن لے کر اگتا ہے۔ یہ اس میں عجیب صفت ہے کہ وہ تیل بھی ہے کہ تیل کے منافع اور فوائد اس سے حاصل کئے جاتے ہیں، روشنی کے لئے جلایا بھی جاتا ہے، دوا و غذا کے طریقے پر بھی کام میں لایا جاتا ہے۔

آیت 21، 22 ﴿ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے منافع سے اپنی قدرت کاملہ پر استدلال فرمایا ہے، چنانچہ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں سمجھنے کا مقام ہے جس کے ذریعے تم عبرت حاصل کر سکتے ہو، ہم تمہیں ان کے پیٹ میں موجود دودھ پلاتے ہیں اور وہ خوشگوار، طبیعت کے موافق لطیف غذا ہے اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں کہ اُن کے بال، کھال اور اُون وغیرہ سے کام لیتے ہو اور انہی میں سے تم بعض چوپایوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت بھی کھا لیتے ہو اور خشکی میں ان جانوروں پر اور دریاؤں میں کشتیوں پر تمہیں سوار کیا جاتا ہے۔

آیت 23 ﴿ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے قوم سے فرمایا: اے میری قوم! تم

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ

تو کیا تم ڈرتے نہیں ○ تو اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے

يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا

جو چاہتا ہے کہ تم پر بڑا بن جائے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ فرشتے اتارتا۔ ہم نے تو یہ اپنے پہلے باپ داداؤں میں نہیں

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ

سنی ○ یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس پر جنون (طاری) ہے تو ایک مدت تک اس کا انتظار کرو ○ نوح نے عرض کی: اے میرے رب! میری مدد فرما

بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا

کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے ○ تو ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ ہماری نگاہوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے

ایمان قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا تم اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں جو اس کے سوا اوروں کو پوجتے ہو۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے ان آیات سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے علاوہ پانچ واقعات بیان فرمائے ہیں: (1) حضرت نوح (2) حضرت ہود (3) قرونِ آخرین کا قصہ (4) حضرت موسیٰ اور ہارون (5) حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات۔

آیت 25،24 ❁ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا: یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے کہ کھاتا اور پیتا ہے، یہ چاہتا ہے کہ تم پر بڑا بن جائے اور تمہیں اپنا تابع بنا لے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ رسول بھیجے اور مخلوق پرستی کی ممانعت فرمائے تو وہ فرشتے اتار دیتا لیکن اس نے ایسا تو نہیں کیا، نیز ہم نے تو اپنے پہلے باپ داداؤں میں یہ بات نہیں سنی کہ بشر بھی رسول ہوتا ہے۔ یہ ان کی حماقت کی انتہا تھی کہ بشر کا رسول ہونا تو تسلیم نہ کیا جبکہ پتھروں کو خدا مان لیا۔ مزید انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی کہا: یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس پر جنون طاری ہے تو ایک مدت تک انتظار کر لو یہاں تک کہ اس کا جنون دور ہو جائے، ایسا ہوا تو خیر ورنہ اس کو قتل کر ڈالیں گے۔

آیت 26 ❁ جب حضرت نوح علیہ السلام کو ان لوگوں کے ایمان لانے اور ان کے ہدایت پانے کی امید نہ رہی تو آپ نے عرض کی: اے میرے رب! میری مدد فرما اور اس قوم کو ہلاک کر دے کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔

آیت 27 ❁ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم ہماری حمایت و حفاظت میں اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ پھر جب ان کی ہلاکت کا ہمارا حکم آئے اور عذاب کے آثار نمودار ہوں اور تنور ابلنے لگ جائے اور اس میں سے پانی برآمد ہو تو یہ عذاب کے شروع ہونے کی علامت ہے، تو اس وقت کشتی میں ہر طرح کے جانوروں کے جوڑے میں سے نر اور مادہ اور اپنے گھر والوں یعنی اپنی مومنہ بیوی اور ایماندار اولاد یا تمام مومنین کو داخل کر لو۔ البتہ ان میں سے

وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ

اور تنور ابل پڑے تو کشتی میں ہر جوڑے میں سے دو اور اپنے گھر والوں کو داخل کر لو سوائے ان میں سے اُن لوگوں کے جن پر بات پہلے ہی

مِنْهُمْ ۚ وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ

ہو چکی ہے اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا، یہ ضرور غرق کئے جانے والے ہیں ○ پھر جب تم اور تمہارے ساتھ والے

عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ

کشتی پر ٹھیک بیٹھ جاؤ تو تم کہنا تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی ○ اور عرض کرنا: اے میرے رب! مجھے

مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ۝

برکت والی جگہ اتار دے اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے ○ بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اور بیشک ہم ضرور آزمانے والے تھے ○

ان لوگوں کو سوار نہ کرنا جن پر بات پہلے طے ہو چکی ہے اور کلامِ ازلی میں ان پر عذاب اور ہلاکت مُعیّن ہو چکی ہے۔ ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا اور اُن کے لئے نجات طلب کرنا نہ دعا فرمانا، یہ ضرور غرق کئے جانے والے ہیں۔ **اہم بات:** ان لوگوں سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کا کنعان نامی ایک بیٹا اور ایک بیوی ہیں کہ یہ دونوں کافر تھے، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے تین فرزندوں سام، حام، یافث اور اُن کی بیویوں کو اور دوسرے مومنین کو سوار کیا، کل لوگ جو کشتی میں تھے اُن کی تعداد ایک قول کے مطابق 80 تھی نصف مرد اور نصف عورتیں۔

**آیت 28** فرمایا کہ اے نوح! جب تم اور تمہارے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ جاؤ تو اس وقت تم کہنا: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں سے نجات دی۔ **اہم بات:** حمد و ثنا کا حکم حضرت نوح علیہ السلام کو دیا گیا جبکہ امت نے اس کی پیروی کرنی تھی تو یوں سب ہی نے حمد کرنی تھی۔

**آیت 29** یعنی کشتی سے اترتے وقت یا اس میں سوار ہوتے وقت عرض کرنا کہ: اے میرے رب! مجھے برکت والی جگہ اتار دے اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کشتی میں سوار ہوتے وقت کی برکت عذاب سے نجات ہے اور کشتی سے اترتے وقت کی برکت نسل کی کثرت اور پے در پے بھلائیوں کا ملنا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ایسی برکت والی جگہ کی دعا مانگنی چاہئے جس میں بندے کے لئے دین و دنیا دونوں کی برکتیں ہوں۔

**آیت 30** فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعے میں اور اس میں جو دشمنانِ حق کے ساتھ کیا گیا ضرور نشانیاں، عبرتیں، نصیحتیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں اور بیشک ہم حضرت نوح علیہ السلام کو اس قوم میں بھیج کر اور ان کو وعظ و نصیحت پر مامور فرما کر انہیں ضرور آزمانے والے تھے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ عذاب نازل ہونے سے پہلے کون نصیحت قبول کرتا اور تصدیق و اطاعت کرتا ہے اور کون نافرمان تکذیب و مخالفت پر ڈٹا رہتا ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

پھر ان کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم پیدا کی ○ تو ہم نے ان میں ایک رسول انہیں میں سے بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو،

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا

اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ ○ اور اس کی قوم کے وہ سردار بولے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی

بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ

ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں خوشحالی عطا فرمائی (بولے:) یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے

مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

یہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے یہ پیتا ہے ○ اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کروگے جب تو تم ضرور خسارہ پانے والے ہوگے ○

آیت 31 فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے اور اس کی ہلاکت کے بعد ہم نے پھر ایک دوسری قوم پیدا کی۔ اہم بات: اس قوم سے مراد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد ہے۔

آیت 32 ہم نے قوم عاد میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جن کا نام حضرت ہود علیہ السلام ہے اور ان کی معرفت اس قوم کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں؟ تاکہ شرک چھوڑ کر ایمان قبول کرلو۔

آیت 34،33 یہاں سے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں کے شبہات بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت سن کر ان کی قوم کے وہ سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات اور وہاں کے ثواب و عذاب وغیرہ کو جھٹلایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عیش کی وسعت اور دنیا کی نعمت عطا فرمائی تھی، یہ اپنے نبی علیہ السلام کے بارے میں اپنی قوم کے لوگوں سے کہنے لگے: یہ تو تمہارے جیسے ہی ایک آدمی ہیں، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے یہ کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے یہ پیتا ہے۔ یعنی اگر یہ نبی ہوتے تو فرشتوں کی طرح کھانے پینے سے پاک ہوتے۔ ان باطن کے اندھوں نے کمالاتِ نبوت کو نہ دیکھا اور کھانے پینے کے اوصاف دیکھ کر نبی کو اپنی طرح بشر کہنے لگے۔ اسی سے انہوں نے یہ نتیجہ نکال کر کہا کہ اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی بات مان کر اس کی اطاعت کروگے جب تو تم اپنے آپ کو ذلت میں ڈال کر ضرور خسارہ پانے والے ہوگے۔ اہم باتیں: (1) ہمیشہ مالدار، سردار، دنیوی عزت والے زیادہ تر لوگ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے مخالف ہوئے۔ غُرباء و مساکین زیادہ مومن ہوئے، اب بھی یہی دیکھا جاتا ہے کہ عموماً غریب لوگ ہی دینی کام زیادہ کرتے ہیں۔ (2) نبی کو اپنے جیسا بشر کہنا اور ان کے ظاہری کھانے پینے کو دیکھنا، باطنی اَسرار کو نہ دیکھنا، ہمیشہ سے کفار کا کام رہا ہے۔ پہلی بار شیطان نے نبی کو بشر کہا، پھر ہمیشہ کفار نے ایسا کہا۔

أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُم مُّخْرَجُونَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ

کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے کہ (اس کے بعد پھر) تم نکالے جاؤ گے ○ جو وعدہ تم سے کیا جاتا ہے

لِمَا تُوعَدُونَ ﴿۳۶﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿۳۷﴾

وہ بہت دور ہے وہ بہت دور ہے ○ زندگی تو صرف ہماری دنیا کی زندگی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم اٹھائے جانے والے نہیں ہیں ○

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ

یہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم اس کا یقین کرنے والے نہیں ہیں ○ عرض کی: اے میرے رب!

انصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ ﴿۴۰﴾ فَأَخَذَتْهُمُ

میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے ○ اللہ نے فرمایا: تھوڑی دیر میں یہ پچھتانے والے ہو جائیں گے ○ تو انہیں چنگھاڑ نے

**آیت 35-38** ﴾ ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے کافر سرداروں نے حشر کے صحیح ہونے پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: کیا تمہیں یہ کہا جاتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور تمہارا گوشت پوست سب مٹی ہو جائے گا اور ہڈیاں باقی رہ جائیں گی، اس کے بعد پھر تم قبروں سے زندہ نکالے جاؤ گے؟ انہوں نے صرف اتنی بات کہنے کو کافی نہ سمجھا بلکہ مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو بہت بعید جانا اور کہا: قبروں سے نکالے جانے کا جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ بہت دور ہے، وہ بہت دور ہے۔ اُن سرداروں نے مرنے کے بعد زندہ ہونے کو بہت بعید جانا اور سمجھا کہ ایسا کبھی ہونے والا ہی نہیں اور اسی باطل خیال کی بنا پر کہنے لگے کہ زندگی تو صرف ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اس دُنیوی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں صرف اتنا ہی ہے، ہم مرتے جیتے ہیں کہ ہم میں کوئی مر جاتا اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم مرنے کے بعد اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔ یہی بات فی زمانہ دہریے کہتے ہیں۔ پھر کافر سرداروں نے حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ تو صرف ایک ایسا مرد ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے کہ اپنے آپ کو اس کا نبی بتایا اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کی خبر دی اور ہم اس کی بات کا یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

**آیت 39** ﴾ جب حضرت ہود علیہ السلام کو اُن کے ایمان لانے کی امید نہ رہی تو اُن کے خلاف دعا کی: اے میرے رب! میری مدد فرما اور انہیں ہلاک کر دے کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے اور وہ اسی پر قائم ہیں۔

**آیت 40** ﴾ حضرت ہود علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور فرمایا گیا: یہ لوگ تھوڑی دیر میں جب اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھیں گے تو یہ اپنے کفر اور تکذیب پر پچھتانے والے ہو جائیں گے۔

**آیت 41** ﴾ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کے لوگ عذاب اور ہلاکت میں گرفتار کئے گئے اور وہ ہلاک ہو کر گھاس کوڑے کی طرح ہو گئے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کرنے والے ظالم لوگوں کے لئے خدا کی رحمت سے دوری ہے۔

الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ

انہیں پکڑ لیا تو ہم نے انہیں سوکھی گھاس کوڑا بنا دیا تو ظالم لوگوں کیلئے دوری ہو۔ پھر ان کے بعد ہم نے دوسری بہت سی

قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ

قومیں پیدا کیں۔ کوئی امت اپنی مدت سے نہ پہلے جاتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں۔ پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے۔

كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا

جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے ایک کو دوسرے سے ملا دیا اور انہیں داستانیں بنا ڈالا تو

لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ ۝

ایمان نہ لانے والے دور ہوں۔ پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا۔

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۚ ۝ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ غلبہ پائے ہوئے لوگ تھے۔ تو کہنے لگے: کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر

آیت 42 ﴿ فرمایا کہ قومِ عاد کی ہلاکت کے بعد ہم نے دوسری بہت سی قومیں جیسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم وغیرہ پیدا کیں تاکہ لوگوں پر ہماری قدرت ظاہر ہو اور ہر امت جان لے کہ ہم ان سے بے نیاز ہیں، اگر وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت قبول کرتے اور ان کی اطاعت کرتے ہیں تو اس کا انہیں ہی فائدہ ہوگا۔

آیت 43 ﴿ ارشاد فرمایا کہ کوئی امت اپنی مدت سے نہ پہلے جاتی ہے اور نہ وہ لوگ اس مدت سے پیچھے رہتے ہیں، جس امت کے لئے ہلاک ہونے کا جو وقت مقرر ہے وہ ٹھیک اسی وقت ہلاک ہوگی اس میں کچھ بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔

آیت 44 ﴿ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ہم نے ایک کے بعد دوسری قوم کو پیدا کیا اسی حساب سے ہم نے ان میں لگاتار اپنے رسول بھیجے اور جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انہوں نے پہلوں کی طرح اسے جھٹلایا اور اس کی ہدایت کو نہ مانا اور اس پر ایمان نہ لائے تو ہم نے انہیں ہلاک کرکے ایک کو دوسرے سے ملا دیا اور بعد والوں کو پہلوں کی طرح ہلاک کر دیا اور انہیں داستانیں بنا ڈالا کہ بعد والے افسانے کی طرح ان کا حال بیان کیا کریں اور ان کے عذاب اور ہلاکت کا بیان عبرت کا سبب ہو تو ایمان نہ لانے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں۔

آیت 45-46 ﴿ یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں جن رسولوں علیہم السلام کا ذکر ہوا ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور روشن دلیل جیسے عصا اور روشن ہاتھ وغیرہ معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا تو فرعون اور اس کے درباریوں نے غرور والے اپنے تکبر کے باعث ایمان نہ لائے اور وہ بنی اسرائیل پر اپنے ظلم و ستم سے غلبہ پائے ہوئے لوگ تھے۔

آیت 47-48 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے انہیں ایمان کی دعوت دی تو کہنے

لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَ لَقَدْ

ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم ہماری اطاعت گزار ہے○ تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہلاک کئے جانے والوں میں سے ہوگئے○ اور بیشک

اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰیَةً وَّ اٰوَیْنٰهُمَاۤ

ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تاکہ (بنی اسرائیل) ہدایت پا جائیں○ اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو نشانی بنادیا اور انہیں ایک بلند

اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ ﴿۵۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ

رہائش کے قابل اور آنکھوں کے سامنے بہتے پانی والی سرزمین میں ٹھکانہ دیا○ اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو،

لگے: کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم بنی اسرائیل ہمارے زیرِ فرمان ہے، تو یہ کیسے گوارا ہو کہ اسی قوم کے دو آدمیوں پر ایمان لا کر اُن کے اطاعت گزار بن جائیں۔ پس یہ لوگ اپنی تکذیب پر قائم رہے یہاں تک کہ دریا میں غرق ہو کر ہلاک کئے جانے والوں میں سے ہوگئے۔

آیت 49 ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی تورات شریف عطا فرمائی تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل اس کے احکامات پر عمل کر کے سیدھے راستے کی ہدایت پا جائیں۔

آیت 50 ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی قدرت کی نشانی بنادیا۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا نشانی ہونا اس طور پر ہے کہ انہیں کسی مرد نے نہ چھوا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے پیٹ میں حمل پیدا فرما دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نشانی ہونا اس طور پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر باپ کے پیدا فرمایا، جھولے میں کلام کرنے کی طاقت دی اور ان کے دستِ اقدس سے پیدائشی اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دی اور مُردوں کو زندہ فرمایا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ ہم نے انہیں ایک بلند، ہموار، کشادہ اور پھلوں والی جگہ دی جو ان چیزوں کی وجہ سے رہائش کے قابل تھی نیز وہاں آنکھوں کے سامنے پانی بہہ رہا تھا جو خوبصورتی کی علامت بھی ہے اور قابلِ رہائش ہونے کی بھی۔ ایک قول کے مطابق اس سرزمین سے مراد بیت المقدس ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سے دمشق یا فلسطین کی سرزمین مراد ہے۔

آیت 51 ﴾ یہ حکم تمام رسولوں کو تھا البتہ بطورِ ندا مخاطب کئے جانے کے اعتبار سے بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں رسولوں سے مراد تمام رسول ہیں اور ہر ایک رسول کو اُن کے زمانے میں یہ ندا فرمائی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ رسولوں سے مراد خاص سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ پاکیزہ چیزوں سے مراد حلال چیزیں اور اچھے کام سے مراد شریعت کے احکام پر استقامت کے ساتھ عمل کرنا ہے۔

درس: اس آیت سے معلوم ہوا رزقِ حلال کھانا اور رزقِ حرام سے بچنا نہایت ہی اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے معصوم نبیوں کو بھی اسی کا حکم دیا، نیز شریعت پر عمل اور عبادت کی اہمیت بھی واضح ہوئی کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا۔ لہٰذا کوئی شخص خواہ کسی درجہ کا ہو وہ شریعت اور عبادات سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی بہت ضرورت ہے جو فقیروں کا لبادہ اوڑھ کر یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کے اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ اب ہم پر کوئی عبادت فرض نہیں رہی۔

إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝٥١ وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ۝٥٢

بیشک میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں○ اور بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے ڈرو○

فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝٥٣ فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ

تو ان کی امتوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا، ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے○ توتم انہیں ایک مدت تک

حَتَّىٰ حِينٍ ۝٥٤ أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ ۝٥٥ نُسَارِعُ لَهُمْ

ان کی گمراہی میں چھوڑ دو○ کیا یہ خیال کررہے ہیں کہ وہ جو ہم مال اور بیٹوں کے ساتھ ان کی مدد کررہے ہیں○ تو یہ ہم ان کیلئے بھلائیوں میں

**آیت 52** ﴿ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے لوگو! تم جس دین پر ہو یعنی دینِ اسلام، یہ ایک ہی دین ہے، اسی دین پر تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام اور ان پر ایمان لانے والے تھے۔ مراد یہ ہے کہ اصولی عقائد میں کسی کا اختلاف نہیں، اس اعتبار سے سب متفق ہیں، البتہ ان کی شریعتوں میں فروعی احکام اور عبادت کے طریقوں میں جو اختلاف ہے اسے دین میں اختلاف نہیں کہا جاتا۔ مزید فرمایا کہ صرف میں ہی تمہارا رب ہوں اور ربوبیت میں میرا کوئی شریک ہے ہی نہیں لہٰذا گناہ و نافرمانی اور دیگر تمام امور میں مجھ سے ڈرو۔

**آیت 53** ﴿ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہی ہے البتہ لوگوں نے اس کے ٹکڑے کردیئے کہ بت پرستی، ستارہ پرستی، آتش پرستی بھی شروع کردی یا یہ مراد ہے کہ ان انبیاءِ کرام علیہم السلام کی امتوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا جیسے یہودیوں، عیسائیوں میں فرقے بن گئے یا یوں ہوا کہ یہودیوں نے صرف اپنے دین کو مانا اور عیسائیوں نے صرف اپنے دین کو صحیح قرار دیا تو معنی یہ ہوا کہ ہر قوم نے ایک کتاب کو مضبوطی سے تھام لیا، صرف اسی پر ایمان لائے اور دیگر کتابوں کا انکار کردیا۔ ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے اور اپنے ہی آپ کو حق پر جانتا ہے اور دوسروں کو باطل پر سمجھتا ہے۔ اس طرح ان کے درمیان دینی اختلافات ہیں۔ **اہم بات:** امتیں یوں بھی ٹکڑوں میں بٹیں کہ فرقوں میں بٹ گئیں اور اپنے دین کی اپنی اپنی تشریحات بنالیں جیسے یہودیوں اور عیسائیوں میں ہوا کہ بیسیوں فرقوں میں بٹ گئے۔ دین کی یہ تفریق بھی حرام ہے۔ افسوس کہ دینِ اسلام میں بھی مذہب توڑنے والے بہت سے فرقے بن گئے جن میں ایک ہی حق ہے جو صحابہ اور سنت کی پیروی کرنے والا ہے اور اسی کو اہلِ سنت و جماعت کہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ”خبردار ہو جاؤ! تم سے پہلے اہلِ کتاب بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور عنقریب یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر فرقے تو جہنم میں جائیں گے اور ایک ہی فرقہ جنت میں جائے گا اور وہ سب سے بڑی جماعت ہے۔“

**آیت 54** ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان کفارِ مکہ کو ان کی گمراہی اور ان کی جہالت و غفلت میں ان کی موت کے وقت تک چھوڑ دیں اور ان پر جلد عذاب نازل کرنے کا مطالبہ نہ فرمائیں۔

**آیت 55 تا 56** ﴿ ان دو آیات میں کفارِ مکہ کے بارے میں فرمایا گیا: کیا وہ یہ خیال کررہے ہیں کہ ہم جو مال اور بیٹوں کے ساتھ ان کی مدد کررہے ہیں تو یہ ہم ان کیلئے بھلائیوں میں جلدی کررہے ہیں اور ہماری یہ نعمتیں ان کے اعمال کی جزاء ہیں یا ہمارے راضی ہونے کی دلیل ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ انہیں خبر ہی نہیں کہ ہم انہیں مہلت دے رہے ہیں۔ **اہم بات:** کفار کے پاس مال اور اولاد کی

فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ

جلدی کر رہے ہیں؟ بلکہ انہیں خبر نہیں○ بیشک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے خوفزدہ ہیں○ اور وہ جو

هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٨﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ

اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں○ اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ (کسی کو) شریک نہیں کرتے○ اور وہ جنہوں نے جو دیا

مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿٦٠﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ

وہ اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں○ یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں

کثرت اللہ تعالیٰ کے ان سے راضی ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ڈھیل ہے۔ فی زمانہ کفار کی دُنیوی علوم وفنون میں ترقی اور مال ودولت کی بہتات دیکھ کر بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے جبھی تو وہ اس قدر ترقی یافتہ ہیں۔ اگر انہوں نے قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھا ہوتا تو شاید ایسی باتیں ان کی زبان پر کبھی نہ آتیں۔

آیت 57-59 ﴾ ان تین آیات میں ایمان والوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ **ایک وصف یہ ہے** کہ وہ اپنے رب عزوجل کے عذاب سے خوفزدہ ہیں۔ **دوسرا وصف یہ ہے** کہ وہ اپنے رب عزوجل کی آیتوں پر ایمان لاتے اور اس کی تمام کتابوں کو مانتے ہیں۔ **تیسرا وصف یہ ہے** کہ وہ عرب کے مشرکوں کی طرح اپنے رب عزوجل کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتے۔ درس: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مومن نیکی کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے جبکہ منافق گناہ کرنے کے باوجود بے خوف رہتا ہے۔ (خازن 3 327)

آیت 60 ﴾ اس آیت میں ایمان والوں کا چوتھا وصف بیان فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ زکوٰۃ وصدقات دیتے ہیں یا جو نیک اعمال بجالاتے ہیں، اس وقت ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل اس بات سے ڈر رہے ہوتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال رد ہی نہ کر دیئے جائیں، کیونکہ انہیں یقین ہے کہ وہ اپنے رب عزوجل کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اہم باتیں: (1) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: کیا اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جو شرابیں پیتے اور چوری کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! ایسا نہیں، اس آیت میں اُن لوگوں کا بیان ہے جو روزے رکھتے، نمازیں پڑھتے، صدقے دیتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں یہ اعمال نامقبول نہ ہو جائیں۔ (ترمذی، حدیث: 3186) (2) اس آیت وحدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کرنا اور ڈرنا کمالِ ایمان کی علامت ہے۔

آیت 61 ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں کے اوصاف سابقہ آیات میں بیان ہوئے وہ بہت رغبت اور اہتمام کے ساتھ نیک اعمال کرتے اور ان میں اس لئے جلدی کرتے ہیں کہ کہیں ان کا وقت ختم نہ ہو جائے اور اس نیک عمل کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی واقع نہ ہو جائے اور وہ نیک اعمال کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مفسرین نے آیت کے اس حصے "وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ" کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ وہ اپنی نیکیوں کے اجر میں سبقت کرنے والے ہیں یعنی انہیں ان کے نیک اعمال کا اجر آخرت سے پہلے دنیا میں بھی مل جاتا ہے یا وہ نیکیوں کی وجہ سے جنتوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ لَدَیْنَا كِتٰبٌ یَّنْطِقُ

اور یہی بھلائیوں کی طرف سبقت لے جانے والے ہیں○ اور ہم کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو

بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ

حق بیان کرتی ہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا○ بلکہ کافروں کے دل اس قرآن سے غفلت میں ہیں اور کافروں کے کام ان اعمال کے علاوہ ہیں

هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا

جنہیں یہ کررہے ہیں○ یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں پکڑا تو جبھی وہ فریاد کرنے لگے○ آج فریاد

الْیَوْمَ قف اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ

نہ کرو، بیشک ہماری طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی○ بیشک میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل

**آیت 62** ﴾ سابقہ آیت میں نیک لوگوں کے جو اوصاف بیان ہوئے یہ ان کی طاقت اور وسعت سے باہر نہیں، یونہی ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم فرمائی ہے وہ ان کی طاقت سے زیادہ نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل و احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، ورنہ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے، اس بارے میں کسی کو سوال کرنے کی مجال نہیں۔ مزید فرمایا کہ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق ہی بیان کرتی ہے، اس میں ہر شخص کا عمل لکھا ہوا ہے، اور وہ لوحِ محفوظ ہے اور عمل کرنے والوں پر کوئی ظلم نہ ہوگا، نہ کسی کی نیکی گھٹائی جائے گی اور نہ بدی بڑھائی جائے گی۔

**آیت 63** ﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ کافروں کے دل اس قرآن شریف سے غفلت میں ہیں اور ان کافروں کے خبیث کام جنہیں یہ کررہے ہیں ان کاموں کے خلاف ہیں جو مذکورہ بالا آیات میں ایمان والوں کے ذکر کئے گئے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کافروں کے دل اس قرآن سے غفلت میں ہیں اور وہ اس عظیم غفلت کے علاوہ اور بھی بہت سے خبیث کام کررہے ہیں۔

**آیت 64** ﴾ اس آیت میں اعمالِ کفار کا انجام بیان کیا گیا کہ کفار اپنے اعمال پر ہی قائم رہے یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں پکڑا اور وہ بدر کے دن تلواروں سے قتل کئے گئے تو جبھی وہ فریاد کرنے لگے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس عذاب سے مراد فاقوں اور بھوک کی وہ مصیبت ہے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے ان پر مسلط کی گئی تھی اور اس قحط کی وجہ سے ان کی حالت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ وہ کتے اور مردار تک کھا گئے تھے۔

**آیت 65-67** ﴾ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کی فریاد کے جواب میں ان سے کہا گیا: آج فریاد نہ کرو، اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ بیشک ہماری طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) بیشک قرآن مجید کی آیات تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں، لیکن تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتے اور ان آیات پر ایمان نہ لاتے تھے اور تمہارا حال یہ تھا کہ تم خانہ کعبہ کی خدمت پر یہ کہتے ہوئے ڈینگیں مارتے تھے کہ ہم حرم والے ہیں اور بیتُ اللہ کے ہمسائے ہیں، ہم پر کوئی غالب نہ ہوگا، ہمیں کسی کا خوف نہیں اور کعبہ معظمہ کے گرد جمع ہو کر الٹی سیدھی باتیں ہانکتے ہوئے رات کو وہاں بیہودہ باتیں کرتے تھے اور ان

تَنۡكِصُوۡنَ ﴿٦٦﴾ مُسۡتَكۡبِرِيۡنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهۡجُرُوۡنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمۡ يَدَّبَّرُوا الۡقَوۡلَ

الٹے پلٹتے تھے ○ خانہ کعبہ کی خدمت پر ڈینگیں مارتے، رات کو اس کے پاس بیٹھ کر بیہودہ باتیں بکتے (حق کو) چھوڑتے ہوئے ○ کیا انہوں نے قرآن میں غور وفکر نہیں کیا؟

اَمۡ جَآءَهُمۡ مَّا لَمۡ يَاۡتِ اٰبَآءَهُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿٦٨﴾ اَمۡ لَمۡ يَعۡرِفُوۡا رَسُوۡلَهُمۡ فَهُمۡ لَهٗ

یا کیا ان کے پاس وہ آیا جو ان کے باپ دادا کے پاس نہ آیا تھا؟ ○ یا کیا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں ہے؟ تو وہ اس کا

مُنۡكِرُوۡنَ ﴿٦٩﴾ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلۡ جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَاَكۡثَرُهُمۡ لِلۡحَقِّ

انکار کررہے ہیں ○ یا وہ کہتے ہیں کہ اس رسول پر جنون طاری ہے بلکہ وہ تو ان کے پاس حق کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور ان کافروں میں اکثر حق کو

كٰرِهُوۡنَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ ؕ

ناپسند کرنے والے ہیں ○ اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے

باتوں میں اکثر قرآن پاک پر طعن کرنا، اسے جادو اور شعر کہنا، اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے جا باتیں کہنا ہوتا تھا اور تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مومنوں اور قرآن کریم کو چھوڑے ہوئے تھے۔

**آیت 68** اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے حق کی پیروی سے اعراض کرنے کے سبب کفار مکہ کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا: کیا انہوں نے قرآن میں غور نہیں کیا اور اس کے اعجاز پر نظر نہیں ڈالی جس سے انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ کلام حق ہے، اس کی تصدیق لازم ہے اور کیا ان کے پاس وہ چیز آئی ہے جو ان کے باپ دادا کے پاس نہ آئی تھی۔ یعنی رسول کا تشریف لانا ایسی نرالی بات نہیں ہے جو کبھی پہلے زمانے میں ہوئی ہی نہ ہو۔ تمہارے پاس یہ عذر کرنے کا موقع بھی نہیں ہے کیونکہ پہلی امتوں میں رسول آچکے ہیں اور خدا کی کتابیں نازل ہو چکی ہیں اور یہ تمہیں معلوم ہے۔

**آیت 69** کفار مکہ سے مزید فرمایا کہ کیا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف کے جملہ احوال کو نہ دیکھا اور آپ کے عالی نسب، صدق وامانت، وفور عقل، حسن اخلاق، کمال حلم، وفا وکرم اور مروت وغیرہ پاکیزہ اخلاق، اچھی صفات اور بغیر کسی سے سیکھے آپ کے علم میں کامل اور تمام جہان سے زیادہ علم رکھنے اور فائق ہونے کو نہ جانا، کیا ایسا ہے؟ حقیقت میں یہ بات تو نہیں بلکہ وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے اوصاف وکمالات کو خوب جانتے ہیں اور آپ کی برگزیدہ صفات شہرۂ آفاق ہیں، پھر بھی وہ بلاوجہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کر رہے ہیں۔

**آیت 70** مزید فرمایا کہ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس رسول پر جنون طاری ہے، یہ بھی سراسر غلط اور باطل ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا دانا اور کامل عقل والا شخص ان کے دیکھنے میں نہیں آیا، لہٰذا اس ہستی کو جنون نہیں بلکہ یہ سچے رسول ہیں جو ان کے پاس حق یعنی قرآن کریم کے ساتھ تشریف لائے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دینی احکام کے بیان پر مشتمل ہے لیکن اس کے باوجود کافروں کا انہیں برا کہنا اس لئے ہے کہ ان کافروں میں اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔

**آیت 71** فرمایا کہ اگر قرآن شریف ان کی خواہشات اور نظریات کے مطابق نازل ہوتا اس طرح کہ اس میں وہ مضامین مذکور ہوتے

بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ اَمْ تَسْــٴَـلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ

بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی نصیحت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں ۝ کیا تم ان سے کچھ اجرت مانگتے ہو؟ تو تمہارے

رَبِّكَ خَیْرٌ ۖۗ وَّ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ وَ اِنَّ

رب کا اجر سب سے بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ۝ اور بیشک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو ۝ اور بیشک

الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ۝ وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ

جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ ضرور سیدھی راہ سے کترائے ہوئے ہیں ۝ اور اگر ہم ان پر رحم فرماتے اور جو مصیبت ان پر پڑی تھی

جن کی کفار خواہش کرتے ہیں تو تمام عالم کا نظام درہم برہم ہو جاتا کیونکہ قرآن سچی کتاب ہے اور اس میں اگر یہ مضامین مذکور ہوتے تو حقیقت میں بھی ایسا ہی ہوتا اور جب ایک سے زیادہ خدا ہوں تو ہر خدا کا حکم دوسرے کے مخالف ہوتا یونہی سب کے ارادے کا ایک ہی وقت میں پورا ہونا محال ہے اور یوں کائنات کا نظام تباہ ہو کر رہ جاتا لیکن ہم تو ان کے پاس قرآن لائے ہیں اور ہم یہ قرآن حقیقت میں ان کی تباہی کا ذریعہ بنا کر نہیں لائے بلکہ ہم تو اسے ان کے پاس قرآن کی صورت میں نصیحت لائے ہیں، مگر وہ تو اپنی نصیحت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ ایک دوسری تفسیر یہ ہے کہ ذکر بمعنی شہرت، چرچا ہے تو معنی یہ ہوا کہ ہم تو اسے ان کے پاس قرآن کی صورت میں ان کی عزت وشہرت کا ذریعہ لائے ہیں کہ یہ اس پر عمل کرکے عزت وشہرت دونوں کماسکتے ہیں لیکن وہ تو اپنی عزت وشہرت ہی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

**آیت 72** ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! کیا آپ انہیں ہدایت کرنے اور راہِ حق بتانے پر کچھ اجرت مانگتے ہو؟ ایسا بھی تو نہیں تو یہ بات آپ کے کمالِ اخلاص کی دلیل ہے جو انہیں سمجھنی چاہیے۔ اے حبیب! آپ کا اجر تو آپ کے رب کے پاس ہے جو سب سے بہترین اجر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے اور اس کا آپ پر فضلِ عظیم ہے اور جو نعمتیں اس نے آپ کو عطا فرمائیں وہ بہت کثیر اور اعلیٰ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ان کی کیا پرواہ؟ پھر جب وہ آپ کے اوصاف وکمالات سے واقف بھی ہیں، قرآن پاک کا اعجاز بھی ان کی نگاہوں کے سامنے ہے اور آپ ان سے ہدایت وارشاد کا کوئی اجر وعوض بھی طلب نہیں فرماتے تو اب انہیں ایمان لانے میں کیا عذر رہا۔

**آیت 73** ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! بیشک آپ انہیں سیدھی راہ یعنی دینِ اسلام کی طرف بلاتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ آپ کی دعوت قبول کریں اور اسلام میں داخل ہوں۔

**آیت 74** ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! بیشک جو لوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء ملنے پر ایمان نہیں لاتے وہ ضرور دینِ حق سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

**آیت 75** ﴿ شانِ نزول: جب قریش سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعا سے سات برس کے قحط میں مبتلا ہوئے اور ان کی حالت بہت ابتر ہوئی تو ابوسفیان نے اُن کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور قرابت کی، آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم سے اس قحط کو دور فرمادے۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعا کی اور انہوں نے اس بلا سے رہائی پائی اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور سات سالہ قحط سالی کی جو

مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ لَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا

وہ ٹال دیتے تو یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے ضرور ڈھیٹ پن کرتے ○ اور بیشک ہم نے انہیں عذاب میں گرفتار کردیا تو وہ نہ تب اپنے رب

لِرَبِّهِمْ وَ مَا یَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیْدٍ اِذَا هُمْ فِیْهِ

حضور جھکے اور نہ ہی (اب) عاجزی کررہے ہیں ○ یہاں تک کہ جب ہم ان پر کسی سخت عذاب والا دروازہ کھولتے ہیں تو اس وقت وہ اس میں

مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ ع وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾

ناامید پڑے ہوتے ہیں ○ اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو ○

وَ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ

اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا ○ اور وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے

مصیبت ان اہل مکہ پر پڑی ہے وہ ٹال بھی دیں تو پھر وہ اپنے کفر و عناد اور سرکشی کی طرف لوٹ جائیں گے اور ان کی یہ خوشامد و چاپلوسی جاتی رہے گی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مومنین کی عداوت اور تکبر جو اُن کا پہلا طریقہ تھا، یہ وہی اختیار کریں گے۔

آیت 76 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ہم نے انہیں بھوک کے عذاب میں گرفتار کردیا تو وہ پھر بھی نہ اس وقت اپنے رب عزوجل کے حضور جھکے ہیں اور نہ ہی وہ آئندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنا بڑی بدبختی کی دلیل ہے۔

آیت 77 ﴿ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب ہم ان پر موت کے وقت یا قیامت کے دن کسی سخت عذاب والا دروازہ کھولیں گے تو اس وقت وہ اس عذاب میں ہر بھلائی سے ناامید پڑے ہوں گے۔

آیت 78 ﴿ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے خطاب فرمایا اور اس سے مقصود اہلِ ایمان کو نعمتیں یاد دلانا جبکہ کفار کو اس بات پر سختی سے تنبیہ کرنا ہے کہ انہوں نے ان نعمتوں کو ان کے مصرف میں استعمال نہیں کیا کیونکہ کان ہدایت کی بات سننے کے لئے بنائے گئے ہیں اور آنکھیں اس لئے پیدا کی گئی ہیں کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صفات کے کمال پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا مشاہدہ کیا جائے اور دلوں کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی صنعتوں میں غور و فکر کیا جائے تو جس نے ان نعمتوں کو ان کے مصرف میں استعمال نہ کیا تو وہ ناشکرا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے سنو، دیکھو اور سمجھو اور دینی، دُنْیوی منافع حاصل کرو۔ اے لوگو! تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو کیونکہ تم نے ان نعمتوں کی قدر نہ جانی اور کانوں، آنکھوں اور دلوں سے اللہ تعالیٰ کی آیات سننے، دیکھنے، سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے اور حقیقی طور پر نعمتیں عطا فرمانے والے کا حق پہچان کر شکر گزار بننے کا نفع نہ اٹھایا۔

آیت 79 ﴿ ارشاد فرمایا کہ وہی رب ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور نسل بڑھا کر تمہیں زمین میں پھیلایا اور تم اپنے پھیلاؤ کے باوجود قیامت کے دن اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے نہ کہ کسی اور کی طرف، تو تم کیوں اس پر ایمان نہیں لاتے اور اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

آیت 80 ﴿ ارشاد فرمایا کہ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، رات اور دن کا تبدیل ہونا اسی کے اختیار میں ہے، ان میں سے ہر

وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِؕ-اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾

رات اور دن کا تبدیل ہونا اسی کے اختیار میں ہے۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں ؟○ بلکہ انہوں نے وہی بات کہی جو پہلے والے کہتے تھے○

قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ

انہوں نے کہا تھا: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا پھر ہم اٹھائے جائیں گے ؟○ بیشک ہمیں اور ہم سے پہلے

وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ

ہمارے باپ دادا کو یہ وعدہ دیا گیا، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی داستانیں ہیں○ تم فرماؤ: زمین اور جو کچھ اس میں ہے

وَ مَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِؕ-قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ

وہ سب کس کا ہے؟ اگر تم جانتے ہو○ اب کہیں گے کہ اللہ کا۔ تم فرماؤ: تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟○ تم فرماؤ: ساتوں

رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۸۶﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِؕ-قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾

آسمانوں کا مالک اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ ○ اب کہیں گے: یہ سب اللہ ہی کا ہے۔ تم فرماؤ: تو کیا تم ڈرتے نہیں ؟○

ایک کا دوسرے کے بعد آنا سب اس کی قدرت کے نشان ہیں، تو کیا تم سمجھتے نہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل ہے کہ وہ تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کرنے پر قادر ہے۔

**آیت 81-83** ﴾ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ سمجھے نہیں بلکہ انہوں نے وہی بات کہہ دی جو ان سے پہلے والے کفار کہتے تھے کہ جب ہم مر جائیں گے اور اس کے بعد مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے؟ بیشک ہمیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جانے کا وعدہ دیا گیا اور ہمارے باپ دادا نے تو اس کی کوئی حقیقت نہ دیکھی تو ہمیں کہاں سے نظر آئے گی، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی داستانیں ہیں جن کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔

**آیت 84** ﴾ کفار کی اس بات کا رد فرمانے اور ان پر حجت قائم فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب کس کا ہے؟ اگر تم جانتے ہو تو مجھے بتاؤ کہ ان کا خالق اور مالک کون ہے؟

**آیت 85** ﴾ فرمایا کہ اس سوال کے جواب میں عنقریب کافر کہیں گے: ان کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی جواب ہی نہیں اور مشرکین اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں، جب وہ یہ جواب دیں تو ان سے کہو کہ پھر تم کیوں غور نہیں کرتے کہ جس نے زمین کو اور اس کی کائنات کو ابتداءً پیدا کیا وہ ضرور مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

**آیت 86، 87** ﴾ اس آیت میں کفار سے دوسرا سوال کیا گیا کہ تم بتاؤ: ساتوں آسمانوں کا اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ کافر جواب میں کہیں گے: یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ تو آپ ان سے فرمائیں کہ پھر تم غیرُاللہ کی عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے اور اس کے مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونے کا انکار کرنے سے کیوں نہیں ڈرتے اور اس کے عذاب سے خوف کیوں نہیں کھاتے۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

تم فرماؤ: ہر چیز کی ملکیت کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی، اگر تمہیں علم ہے۔

سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝٨٩ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

اب کہیں گے: یہ (ملکیت) اللہ ہی کیلئے ہے۔ تم فرماؤ: تو پھر جادو کے فریب میں پڑے ہو؟ بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا

اللہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق لے جاتا اور ضرور ان میں سے ایک دوسرے

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝٩١ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى

پر بڑائی اور غلبہ چاہتا۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ (وہ اللہ) ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کا جاننے والا ہے تو وہ اس سے بلند ہے

**آیت 88، 89** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ ان کفار سے فرمائیں: اگر تمہیں علم ہے تو مجھے اس بات کا جواب دو کہ ہر چیز کی ملکیت کس کے ہاتھ میں ہے اور ہر چیز پر حقیقی قدرت و اختیار کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی۔ کفار آپ کے سوال کے جواب میں کہیں گے: یہ ملکیت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ آپ ان سے فرمائیں: تو پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو؟ یعنی کس شیطانی دھوکے میں ہو کہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر حق کو باطل سمجھ رہے ہو؟ جب تم اقرار کرتے ہو کہ حقیقی قدرت اسی کی ہے اور اس کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا تو دوسرے کی عبادت قطعاً باطل ہے۔

**آیت 90** فرمایا کہ مشرکین خدا کے لئے اولاد اور شریک ماننے کا جو جھوٹا عقیدہ رکھتے ہیں، حقیقت ہرگز ویسے نہیں ہے بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے کہ اللہ تعالیٰ کی نہ اولاد ہو سکتی ہے نہ اس کا شریک، یہ دونوں باتیں محال ہیں اور وہ بیشک جھوٹے ہیں جو اس کیلئے شریک اور اولاد ٹھہراتے ہیں۔

**آیت 91** فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بچہ اختیار نہیں کیا، وہ اس سے پاک ہے کیونکہ اولاد ہم جنس ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جنس سے پاک ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔ اگر بالفرض کوئی دوسرا خدا ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر معبود اپنی مخلوق لے جاتا اور اسے دوسرے کے تحت تصرف نہ چھوڑتا اور ضرور ان میں سے ایک دوسرے پر بڑائی و غلبہ چاہتا اور دوسرے پر اپنی برتری اور اپنا غلبہ پسند کرتا کیونکہ ایک دوسرے کے مقابل حکومتیں اسی چیز کا تقاضا کرتی ہیں اور ایسی صورت میں کائنات کے نظام کی تباہی یقینی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو خدا ہونا باطل ہے، خدا ایک ہی ہے اور ہر چیز اسی کے تحت تصرف ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان شرکیہ باتوں سے پاک ہے جو یہ کفار بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد ہے۔

**آیت 92** فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ مخلوق سے پوشیدہ اور مخلوق پر ظاہر ہر بات کو جاننے والا ہے تو ایسا علم والا خدا ان بتوں کا شریک کیسے ہو سکتا ہے جو چھپی ہوئی کوئی بات تک نہیں جانتے اور نہ ہی ظاہر کی باتوں کی انہیں خبر ہے یعنی مکمل بے خبر ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ اس شرک سے بلند و بالا ہے جو یہ مشرک کرتے ہیں۔

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ

جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ تم عرض کرو: اے میرے رب! اگر تو مجھے وہ دکھادے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو اے میرے رب! مجھے ان

فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَ اِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ

ظالموں میں (شامل) نہ کرنا۔ اور بیشک ہم اس پر قادر ہیں کہ تمہیں وہ دکھادیں جس کا ہم انہیں وعدہ دے رہے ہیں۔ سب سے اچھی بھلائی سے

هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ

برائی کو دفع کرو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ کررہے ہیں۔ اور تم عرض کرو: اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ

**آیت 94،93** ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ارشاد فرمایا: اے حبیب! تم یوں دعا کرو کہ اے میرے رب! اگر تو مجھے وہ عذاب دکھادے جس کا (دنیا میں) ان کافروں سے وعدہ کیا جاتا ہے تو اے میرے رب! مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کرنا اور ان کا ساتھی نہ بنانا۔ **اہم بات:** یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کفار کا ساتھی نہ بنائے گا، اس کے باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اس طرح دعا فرمانا، عاجزی اور بندگی کے اظہار کے طور پر ہے۔ اسی طرح انبیاء معصومین علیہم السلام استغفار کیا کرتے ہیں حالانکہ انہیں اپنی مغفرت اور اکرام خداوندی کا علم یقینی ہوتا ہے، یہ سب تواضع اور اظہار بندگی کے طور پر ہے۔

**آیت 95** کفار عذاب کا انکار کرتے اور مذاق اڑاتے تھے، انہیں بتایا گیا کہ اگر تم غور کرو تو سمجھ لوگے کہ اللہ تعالیٰ اس وعدے کو پورا کرنے پر قادر ہے اور جہاں تک کفار کے عذاب میں تاخیر ہورہی ہے تو یہ مہلت ہے اور اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ ان میں سے جو ایمان لانے والے ہیں وہ ایمان لے آئیں اور جن کی نسلیں ایمان لانے والی ہیں ان سے وہ نسلیں پیدا ہولیں۔

**آیت 96** فرمایا کہ سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو۔ مفسرین نے اس خوبصورت جملے کے کثیر معنی بیان فرمائے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں۔ (1) توحید جو کہ سب سے اعلیٰ بھلائی ہے اس سے شرک کی برائی کو دفع فرمائیں۔ (2) طاعت و تقویٰ کو رواج دے کر معصیت اور گناہ کی برائی دفع کیجئے۔ (3) اپنے مکارم اخلاق سے خطاکاروں پر اس طرح عفو و رحمت فرمائیں جس سے دین میں کوئی سستی نہ ہو۔ مزید فرمایا: ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ کفار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف کررہے ہیں، آپ ان کا معاملہ ہم پہ چھوڑدیں، ہم انہیں اس کی سزا دیں گے۔ **اہم بات:** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اور آپ کے ذریعے آپ کی امت کی کتنی پیاری تربیت فرمائی ہے، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ میں برائی کو بھلائی کے ساتھ ٹالنے کی بے شمار مثالیں موجود ہیں مثلاً اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے شخص وحشی کو معاف کردیا۔ اگر تمام مسلمان اس آیت مبارکہ میں دیئے گئے حکم پر عمل پیرا ہوجائیں تو کوئی بعید نہیں کہ ہمارے معاشرے میں امن و سکون کا دور دورہ ہوجائے۔

**آیت 98،97** ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مزید دو دعائیں تعلیم فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: یوں دعا کرو: اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں جن سے وہ لوگوں کو فریب دے کر معاصی اور

الشَّیٰطِیۡنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوۡذُ بِکَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ

مانگتا ہوں ○ اور اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ شیطان میرے پاس آئیں ○ یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آتی ہے

قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِیۡمَا تَرَکۡتُ کَلَّا ؕ اِنَّهَا کَلِمَةٌ

تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے ○ جس دنیا کو میں نے چھوڑ دیا ہے شاید اب میں اس میں کچھ نیک عمل کرلوں۔ ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہے

هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ

جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک رکاوٹ ہے اس دن تک جس دن وہ اٹھائے جائیں گے ○ تو جب صُور میں پھونک ماری جائے گی

گناہوں میں مبتلا کرتے ہیں اور اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ شیطان میرے پاس آئیں۔ اہم بات: رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اگرچہ معصوم ہیں لیکن چونکہ شیطان سے حفاظت انتہائی اہم چیز ہے اس لئے آپ کو یہ دعا مانگنے کا حکم دیا گیا اور اس سے مقصود سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کو تعلیم دینا ہے کہ وہ شیطان اور اس کے وسوسوں سے پناہ مانگتے رہا کریں۔

آیت 100،99 ﴿ ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ کافر اپنی موت کے وقت تک تو اپنے کفر و سرکشی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرنے پر ڈٹا رہتا ہے اور جب اس کی موت کا وقت آتا ہے اور جہنم میں اس کا مقام اسے دکھایا جاتا ہے اور جنت کا وہ مقام بھی دکھایا جاتا ہے جو ایمان لانے کی صورت میں اسے ملتا، تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے دنیا کی طرف واپس لوٹا دے، شاید اب میں اس دنیا میں کچھ نیک عمل کرلوں جسے میں نے چھوڑ دیا ہے اور نیک اعمال بجالا کر اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا تدارک کروں۔ اس پر اس سے فرمایا جائے گا: ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہے جو وہ حسرت و ندامت سے کہہ رہا ہے، یہ ہونے والی نہیں اور اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ مزید فرمایا: ان کے آگے ایک رکاوٹ ہے جو انہیں دنیا کی طرف واپس ہونے سے مانع ہے اور وہ موت ہے کہ قانونِ الٰہی یہی ہے کہ جو مر گیا وہ دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹایا جائے گا۔ اہم بات: انبیاء و اولیاء کا قدرتِ الٰہی اور اذنِ الٰہی سے مُردوں کو زندہ کرنا اس آیت کے مُنافی نہیں کہ آیت میں عمومی قانون بیان کیا گیا ہے جبکہ انبیاء و اولیاء کا زندہ کرنا قدرتِ الٰہی کا اِظہار ہے۔ درس: مسلمان بھی دنیا میں لوٹائے جانے کی تمنا کریں گے تاکہ کوتاہیوں کا ازالہ اور نیکیوں میں اضافہ کرسکیں لیکن بہر حال کسی کو بھی دوبارہ مہلت نہیں ملے گی، لہٰذا ابھی جو توبہ و عبادت و اطاعت کرنی ہے کرلیں۔

آیت 101 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو لوگوں کے درمیان کوئی رشتے نہ رہیں گے جن پر وہ دنیا میں فخر کیا کرتے تھے اور ان میں آپس کے نسبی تعلقات منقطع ہو جائیں گے اور رشتے داری کی محبتیں باقی نہ رہیں گی اور یہ حال ہوگا کہ آدمی اپنے بھائیوں، ماں باپ، بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا اور اس وقت نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے جیسا کہ دنیا میں پوچھتے تھے کیونکہ ہر ایک اپنے ہی حال میں مبتلا ہوگا، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا اور حساب کے بعد لوگ ایک دوسرے کا حال دریافت کریں گے۔ اہم باتیں: (1) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس آیت میں پہلی مرتبہ صور میں پھونک مارنا مراد ہے جسے پہلا نفخہ کہتے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے مراد دوسری مرتبہ صور میں پھونک مارنا

فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱۰۱ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ

تو نہ ان کے درمیان رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے ۝ تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۲ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ

کامیاب ہونے والے ہوں گے ۝ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو یہ وہی ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا، (وہ) ہمیشہ دوزخ میں

خٰلِدُوْنَ ۝۱۰۳ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ۝۱۰۴ اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ

رہیں گے ۝ ان کے چہروں کو آگ جلادے گی اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے ۝ کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟

فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۰۵ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ۝۱۰۶

تو تم انہیں جھٹلاتے تھے ۝ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے ۝

رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝۱۰۷ قَالَ اخْسَـٴُـوْا فِیْهَا

اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے ۝ اللہ فرمائے گا: دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو

ے جسے دوسرا اٹھو کہتے ہیں۔(خازن، 3/332) (2) اس حکم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب داخل نہیں، آپ کا نسب قیامت کے دن مومن سادات کو کام آئے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میرے نسبی اور سسرالی رشتے کے علاوہ ہر نسبی اور سسرالی رشتہ منقطع ہو جائے گا۔(معجم الاوسط، حدیث: 4132)

آیت 103-102 ❁ ان دو آیات کا معنی یہ ہے کہ جس کے عقائد درست اور اعمال نیک ہوں گے تو اس کے اعمال کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وزن ہو گا اور یہی لوگ اپنا مقصد و مطلوب کو پا کر کامیاب ہوں گے اور جن کے عقائد غلط اور اعمال نیک نہ ہوں گے، ان کے اعمال کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی وزن نہ ہو گا اور ان سے مراد کفار ہیں، انہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

آیت 105-104 ❁ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے بدبختوں کا حال یہ ہو گا کہ جہنم کی آگ ان کے چہرے کو جلادے گی اور جہنم میں ان کے دونوں ہونٹ سکڑ کر دانتوں سے دور ہو جائیں گے اور ان سے فرمایا جائے گا: کیا دنیا میں تمہارے سامنے میرے قرآن کی آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟ ضرور پڑھی جاتی تھیں، لیکن تم انہیں سن کر میرے عذاب سے ڈرنے کی بجائے انہیں جھٹلاتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔ دعا: اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے اس دردناک عذاب سے پناہ عطا فرمائے۔

آیت 108-106 ❁ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈانٹ سن کر کفار کہیں گے: ہم اپنے اختیار سے لذتوں اور نفسانی خواہشات کی تکمیل میں مصروف ہوئے اور یہ چیز ہم پر ایسی غالب آئی کہ ہم اس برے انجام تک پہنچ گئے اور انہی لذتوں کی وجہ سے ہم لوگ حق سے گمراہ ہوئے تھے اور ہم نے تیرے نبی کو جھٹلا دیا اور تیری نافرمانیاں کیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں دوزخ سے نکال دے، اس کے بعد اگر ہم نے دوبارہ ویسے ہی کام کئے تو بیشک ہم اپنی جانوں پر ظلم کرنے میں حد سے بڑھنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿١٠٨﴾ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا

اور مجھ سے بات نہ کرو۔ بیشک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے

وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ

اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔ تو تم نے انہیں مذاق بنالیا یہاں تک کہ ان لوگوں کا مذاق اڑانے نے

ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ﴿١١٠﴾ إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ

تمہیں میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔ بیشک آج میں نے ان کے صبر کا انہیں یہ بدلہ دیا کہ وہی

هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿١١١﴾ قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا

کامیاب ہیں۔ اللہ فرمائے گا: تم زمین میں سالوں کی گنتی کے اعتبار سے کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ وہ کہیں گے: ہم ایک دن رہے

أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ﴿١١٣﴾ قَالَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ

یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ ٹھہرے ہیں تو گننے والوں سے دریافت فرما۔ فرمائے گا: تم بہت تھوڑا ہی ٹھہرے ہو، اگر تم

دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو کیونکہ یہ سوال کرنے کی جگہ نہیں اور مجھ سے جہنم سے نکال کر دنیا میں لوٹا دینے کی بات نہ کرو کیونکہ اب ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان سلامت رکھے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے ہمیں جہنم کے خوفناک عذاب سے محفوظ فرمائے۔

آیت 109 - 111 ﴿ شانِ نزول: بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیتیں ان کفار قریش کے بارے میں نازل ہوئیں جو حضرت بلال، حضرت عمار، حضرت صہیب، حضرت خباب اور ان جیسے دیگر فقراء صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! تمہارا حال یہ تھا کہ جب دنیا میں میرے مومن بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا: "اے ہمارے رب! ہم تجھ پر ایمان لائے اور ہم نے تیری اور جو کچھ تیری طرف سے آیا اس کی تصدیق کی، تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور ہمیں جہنم سے نجات دے کر اور جنت میں داخل فرما کر ہم پر اپنا احسان فرما اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے کیونکہ تیری رحمت ہی تمام رحمتوں کا منبع ہے۔" تو اے کافرو، تم نے انہیں مذاق بنالیا یہاں تک کہ ان لوگوں کا مذاق اڑانے نے تمہیں میری یاد بھلا دی اور تمہیں میرے عذاب کا خوف نہ رہا اور تم ان سے ہنسا کرتے اور ان کا بہت مذاق اڑایا کرتے تھے۔ بیشک آج میں نے انہیں تمہاری اذیتوں اور مذاق اڑانے پر صبر کرنے کا یہ بدلہ دیا کہ وہی ہمیشہ کے لئے جنت کی نعمتیں پا کر کامیاب ہیں۔

آیت 112-114 ﴿ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار سے فرمائے گا: تم دنیا میں اور قبر میں سالوں کی گنتی کے اعتبار سے کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ کافر اس سوال کے جواب میں کہیں گے: ہم ایک دن رہے یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ اس دن کی دہشت اور عذاب کی ہیبت سے کافروں کو اپنے دنیا میں رہنے کی مدت یاد نہ رہے گی اور انہیں شک ہو جائے گا، اسی لئے کہیں

تَعْلَمُوْنَ ۞ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۞ فَتَعٰلَى اللّٰهُ

جانتے ○ تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے ؟ ○ تو وہ اللہ بہت بلندی والا ہے

الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۞ وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ

جو سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عزت والے عرش کا مالک ہے ○ اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے

لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۞ وَ قُلْ

جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہی ہے، بیشک کافر فلاح نہیں پائیں گے ○ اور تم عرض کرو،

رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۞ ع

اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے ○

گے: اے اللہ! تو ان فرشتوں سے دریافت فرما جنہیں تو نے بندوں کی عمریں اور ان کے اعمال لکھنے پر مامور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کفار کو جواب دے گا: اگر تمہیں دنیا میں رہنے کی مدت معلوم ہوتی تو تم جان لیتے کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا میں بہت ہی تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہو۔

آیت 115 ﴾ کفار کو مزید فرمایا کہ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار اور بے مقصد ہی پیدا کیا ہوا ہے اور کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ ایسا نہیں بلکہ ہم نے تمہیں عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور پھر تمہارے اعمال کے حساب کے لئے آخرت میں تمہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ درس: زندگی کا اصلی مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ ہمیں آزاد نہیں چھوڑا گیا کہ نہ ہم پر شریعت کے احکام لاگو ہوں اور نہ ہمیں مرنے کے بعد اٹھ کر اعمال کا حساب لیا جائے اور نہ اعمال کی جزا دی جائے، نہیں نہیں، بلکہ شریعت کے احکام کی پیروی ہم پر لازم ہے اور اس کا قیامت میں حساب بھی دینا ہے۔

آیت 116 ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں مخلوق کی مماثلت سے پاک ہے، وہی سچا بادشاہ ہے اور ہر چیز اسی کی ملکیت اور اسی کی بادشاہی میں داخل ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ تمام چیزیں اسی کی ملکیت ہیں اور جو ملکیت ہو وہ معبود نہیں ہو سکتی اور وہ اس عرش کا مالک ہے جو عزت والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا فیضان یہیں سے تقسیم ہوتا ہے اور ہر مخلوق میں اس کی رحمت و کرم کے آثار یہیں سے بٹتے ہیں۔

آیت 117 ﴾ ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے جس کی عبادت کرنے پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہی ہے اور وہی اسے اس عمل کی سزا دے گا، بیشک کافر حساب کی سختی اور عذاب سے چھٹکارا نہیں پائیں گے اور انہیں کوئی سعادت نصیب نہ ہو گی۔

آیت 118 ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب، سید المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو استغفار کرنے کا حکم دیا تاکہ امت اس میں آپ کی پیروی کرے۔ اہم بات: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن میں ستر مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝

یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس کے احکام فرض کیے اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل فرمائیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۪ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ

جو زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ہو تو ان میں ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر

**سورۂ نور کا تعارف** یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں (9) رکوع اور (64) آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 35 اور 40 میں بکثرت لفظ "نور" ذکر کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اسے "سورۂ نور" کہتے ہیں۔ فضیلت: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے مردوں کو سورۂ مائدہ سکھاؤ اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔ (شعب الایمان، حدیث: 2428) مضامین: اس سورت میں بنیادی طور پر پردہ، شرم و حیاء اور عفت و عصمت کے احکام بیان کئے گئے ہیں، مزید اس میں زنا کی شرعی سزا، پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے اور اسے چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکنے والے کی شرعی سزا اور لعان کے احکام کا بیان ہے۔ اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کی طرف سے لگائی جانے والی جھوٹی تہمت کا واقعہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان کا بیان ہے۔ اجتماعی زندگی گزارنے کے اصول بتائے گئے اور کفار کے اعمال کی مثال بیان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے وجود اور وحدانیت پر دلائل دیئے گئے۔ منافقوں اور سچے مومنوں کے اوصاف کا بیان ہوا۔ نیک مسلمانوں سے زمینی خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا گیا۔ تین اوقات میں غلاموں اور بچوں کے گھروں میں داخل ہونے کے احکام بیان کئے گئے۔ معذور مسلمانوں سے جہاد کے حکم میں تخفیف کی گئی۔ قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے گھروں سے اجازت کے بغیر کھانے کا حکم بیان کیا گیا اور بارگاہِ رسالت کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔

**آیت 1** ارشاد فرمایا کہ یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس میں موجود احکام مسلمانوں پر فرض کئے اور ان پر عمل کرنا بندوں پر لازم کیا اور ہم نے اس میں ضروری احکام اور اپنی وحدانیت کے دلائل پر مشتمل روشن آیتیں نازل فرمائیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

**آیت 2** اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے حدود اور احکام کا بیان شروع فرمایا، سب سے پہلے زنا کی حد بیان فرمائی اور حکام سے خطاب فرمایا کہ جس مرد یا عورت سے زنا سرزد ہو تو اس کی حد یہ ہے کہ اسے سو کوڑے لگاؤ۔ پھر فرمایا: **تمہیں ان پر کوئی ترس نہ آئے۔** اس کا معنی یہ ہے کہ ایمان والوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں انتہائی سخت ہوں اور اس کی نافذ کردہ حدود کو قائم کرنے میں کسی طرح کی نرمی سے کام نہ لیں کہ کہیں اس کی وجہ سے حد نافذ کرنا ہی چھوڑ دیں یا اس میں تخفیف کرنا شروع کر دیں۔ آخر میں فرمایا:

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ

یمان رکھتے ہو تو تمہیں اللہ کے دین میں ان پر کوئی ترس نہ آئے اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ

موجود ہو○ زنا کرنے والا مرد بدکار عورت یا مشرکہ سے ہی نکاح کرے گا اور بدکار عورت سے زانی یا مشرک ہی

اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت **مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہو۔** یعنی جب زنا کرنے والوں پر حد قائم کی جارہی ہو تو اس وقت مسلمانوں کا ایک گروہ وہاں موجود ہو تاکہ زنا کی سزا دیکھ کر انہیں عبرت حاصل ہو اور وہ اس برے فعل سے باز رہیں۔ اہم باتیں: (1) حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے اور اس سے مقصود لوگوں کو اس کام سے باز رکھنا ہے جس کی یہ سزا ہے۔ (2) آیت میں بیان کی گئی زنا کی حد آزاد، غیر محصن کی ہے۔ (3) محصن وہ آزاد مسلمان ہے جو مکلف ہو اور نکاح صحیح کے ساتھ خواہ ایک ہی مرتبہ اپنی بیوی سے صحبت کر چکا ہو، ایسا آدمی اگر زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے ایک بات بھی نہ ہو تو وہ غیر محصن ہے اور زنا کرنے پر اسے سو کوڑے مارے جائیں گے۔ درس: (1) زنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے اور قرآن مجید وحدیث میں اس کی بہت شدید مذمت کی گئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔ (بنی اسرائیل:32) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (۱) جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل کر سر پر سائبان کی طرح ہو جاتا ہے اور جب اس فعل سے جدا ہوتا ہے تو اس کی طرف ایمان لوٹ آتا ہے۔ (ترمذی، حدیث:2634) (۲) اسلامی سزاؤں کا نفاذ مسلم حکمرانوں پر فرض ہے۔ آج کے اصحاب اقتدار کو قرآنی احکام سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے کہ جو حدود الٰہی کو قائم کرنے کی بجائے الٹا ان میں تبدیلیاں کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

آیت 3 ﴿ شان نزول: مہاجرین میں سے بعض بالکل نادار تھے، نہ ان کے پاس کچھ مال تھا نہ ان کا کوئی عزیز قریب تھا اور بدکار مشرکہ عورتیں مالدار تھیں، یہ دیکھ کر کسی مہاجر کو خیال آیا کہ اگر ان سے نکاح کر لیا جائے تو ان کی دولت کام آئے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے اس کی اجازت چاہی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انہیں روک دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ زنا کرنے والا مرد بدکار عورت یا مشرکہ سے ہی نکاح کرنا پسند کرے گا اور بدکار عورت سے زانی یا مشرک ہی نکاح کرنا پسند کرے گا کیونکہ خبیث کا میلان خبیث ہی کی طرف ہوتا ہے، نیکوں کو خبیثوں کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ اس آیت کا ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ فاسق وفاجر شخص نیک اور پارسا عورت سے نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے جیسی فاسقہ فاجرہ عورت سے نکاح کرنا پسند کرتا ہے اسی طرح فاسقہ فاجرہ عورت نیک اور پارسا مرد سے نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتی بلکہ وہ اپنے جیسے فاسق وفاجر مرد سے ہی نکاح کرنا پسند کرتی ہے اور بدکاروں سے نکاح کرنا ایمان والوں پر حرام ہے۔ اہم بات: ابتدائے اسلام میں زانیہ عورت سے نکاح کرنا حرام تھا بعد میں اسی سورت کی آیت 32 سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ درس: بد عقیدہ اور بری عادات وکردار والے لوگوں کا ساتھی بننے اور انہیں اپنا ساتھی بنانے سے بچنا چاہئے کیونکہ ایک طبیعت دوسری طبیعت سے اثر لیتی ہے اور جتنے قریبی ساتھی شوہر اور بیوی ہوتے ہیں اتنے کوئی اور نہیں ہوتے، لہٰذا جسے اپنے دین وایمان کی فکر ہے اسے چاہئے کہ وہ بدمذہب مرد یا عورت سے ہرگز ہرگز شادی نہ کرے، یونہی

اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا

نکاح کرے گا اور یہ ایمان والوں پر حرام ہے۔ اور جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر

بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ

چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

فاسق ہیں۔ مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کریں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ

اور وہ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے علاوہ گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ

برے کردار والے مرد یا عورت سے شادی کرنے سے بھی بچے۔

آیت 4 ﴾ اس آیت میں پاکدامن اجنبی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والوں کی سزا کا بیان ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ ایسے نہ لائیں جنہوں نے ان کے زنا کا معائنہ کیا ہو تو ان میں سے ہر ایک کو اسی کوڑے لگاؤ اور کسی چیز میں ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے کی وجہ سے وہی فاسق ہیں۔ اہم بات: آیت میں مُحْصَنات کا لفظ (یعنی صرف عورتوں پر تہمت لگانے کا بیان) مخصوص واقعہ کے سبب سے وارد ہوا یا اس لئے کہ عورتوں کو تہمت لگانا بکثرت واقع ہوتا ہے ورنہ مردوں پر تہمت لگانے پر بھی سزا ہے۔ فقہی مسائل: (1) جو شخص کسی پارسا مرد یا عورت کو زنا کی تہمت لگائے اور اس پر چار معائنہ کے گواہ پیش نہ کر سکے تو اس پر 80 کوڑوں کی حد واجب ہو جاتی ہے۔ پارسا سے مراد وہ ہیں جو مسلمان، مکلف، آزاد اور زنا سے پاک ہوں۔ (2) ایسے لوگ جو زنا کی تہمت میں سزا یاب ہوں اور ان پر حد جاری ہو چکی ہو ان کی گواہی کبھی مقبول نہیں ہوتی۔ (3) حد قذف یعنی زنا کی تہمت لگانے کی سزا مطالبہ پر مشروط ہے، جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ مطالبہ نہ کرے تو قاضی پر حد قائم کرنا لازم نہیں۔

آیت 5 ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تہمت لگانے والا اگر سزا پانے کے بعد توبہ کرلے اور اپنے احوال و افعال کو درست کرلے تو اب وہ فاسق نہ رہے گا۔ اہم بات: توبہ کے بعد بھی تہمت لگانے والے کی گواہی قبول نہ ہوگی کیونکہ گواہی سے متعلق مطلقاً ارشاد ہو چکا ہے کہ ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔

آیت 6-10 ﴾ شانِ نزول: ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔ عرض کی: یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنی عورت پر کسی مرد کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈنے جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ پھر انہوں نے کہا: قسم ہے اس کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! بیشک میں سچا ہوں اور خدا کوئی ایسا حکم نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بچادے۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام اترے اور یہ

اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۟ وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ

اللہ کے نام کے ساتھ چار بار گواہی دے کہ بیشک وہ سچا ہے ○ اور پانچویں گواہی یہ ہو کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ

مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۟ وَ یَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ

جھوٹوں میں سے ہو○ اور عورت سے سزا کو یہ بات دور کرے گی کہ وہ اللہ کے نام کے ساتھ چار بار گواہی دے کہ بیشک مرد

الْكٰذِبِیْنَ ۙ۟ وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۟ وَ لَوْ لَا فَضْلُ

جھوٹوں میں سے ہے ○ اور پانچویں بار یوں کہ عورت پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچوں میں سے ہو○ اور اگر اللہ کا

اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِیْمٌ ۟ ع اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ

فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا، حکمت والا ہے (تو وہ تمہارے راز کھول دیتا)○ بیشک جو لوگ بڑا بہتان لائے ہیں

5 آیتیں نازل ہوئیں۔ پہلی 4 آیات میں بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کا جو حکم بیان ہوا اسے شریعت کی اصطلاح میں "لعان" کہتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اگر مرد و عورت دونوں گواہی دینے کی اہلیت رکھتے ہوں اور عورت اس پر مطالبہ کرے تو مرد پر لعان واجب ہو جاتا ہے اگر وہ لعان سے انکار کر دے تو اسے اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ لعان کرے یا اپنے جھوٹ کا اقرار کر لے۔ اگر جھوٹ کا اقرار کرے تو اس کو حد قذف لگائی جائے گی جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے اور اگر لعان کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ وہ اس عورت پر زنا کا الزام لگانے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو اگر میں یہ الزام لگانے میں جھوٹا ہوں۔ اتنا کرنے کے بعد مرد پر سے حد قذف ساقط ہو جائے گی اور عورت پر لعان واجب ہوگا۔ وہ انکار کرے گی تو قید کی جائے گی یہاں تک کہ لعان منظور کرے یا شوہر کے الزام لگانے کی تصدیق کرے۔ اگر تصدیق کی تو عورت پر زنا کی حد لگائی جائے گی اور اگر لعان کرنا چاہے تو اسے بھی چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ مرد اس پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا ہوگا کہ اگر مرد اس الزام لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب ہو۔ اتنا کہنے کے بعد عورت سے زنا کی حد ساقط ہو جائے گی اور لعان کے بعد قاضی کے جدائی کروا دینے سے میاں بیوی میں جدائی واقع ہوگی، بغیر قاضی کے نہیں اور یہ جدائی طلاقِ بائنہ ہوگی۔ آخری آیت میں فرمایا کہ اے تہمت لگانے والے مردو! اور تہمت لگائی گئی عورتو! اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول فرمانے والا اور اپنے تمام افعال و احکام میں حکمت والا نہ ہوتا تو وہ تمہارے راز کھول دیتا اور اس کے بعد تمہارا حال بیان سے باہر ہوتا۔

آیت 11 ﴿ شانِ نزول: یہ آیت اور اس کے بعد والی چند آیتیں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہوئیں جن میں آپ کی عفت و عصمت کی گواہی خود ربُّ العالمین نے دی اور آپ پر تہمت لگانے والے منافقین کو سزا کا مژدہ سنایا۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مسلمانو! بیشک جو لوگ میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زوجہ مطہرہ پر تہمت کا بڑا بہتان لائے ہیں وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اور اے بہتان سے بچنے والو! تم اس بہتان کو اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ بہتان سے بچنا تمہارے لیے بہتر

عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ

وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔ تم اس بہتان کو اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کیلئے وہ گناہ ہے جو

مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ

اس نے کمایا اور ان میں سے وہ شخص جس نے اس بہتان کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا اس کے لیے بڑا عذاب ہے○ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بہتان سنا

ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس پر جزا دے گا اور اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان اور ان کی براءت ظاہر فرمائے گا اور ان بہتان لگانے والوں میں سے ہر شخص کے لئے اس کے عمل کے مطابق گناہ ہے کہ کسی نے طوفان اُٹھایا، کسی نے بہتان اٹھانے والے کی زبانی موافقت کی، کوئی ہنس دیا، کسی نے خاموشی کے ساتھ سن ہی لیا، الغرض جس نے جو کیا اس کا بدلہ پائے گا اور ان بہتان لگانے والوں میں سے وہ شخص جس نے اس بہتان کا سب سے بڑا حصہ اٹھایا کہ اپنے دل سے یہ طوفان گڑھا اور اس کو مشہور کرتا پھرا اس کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں بڑے بہتان سے مراد اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا ہے۔ اس کا واقعہ کچھ یوں ہوا کہ 5 ہجری میں غزوہ بنی مُصْطَلِق سے واپسی کے وقت قافلہ مدینہ منورہ کے قریب ایک پڑاؤ پر ٹھہرا، تو اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ضرورت کے لئے کسی گوشے میں تشریف لے گئیں، وہاں آپ کا ہار ٹوٹ گیا تو اس کی تلاش میں مصروف ہو گئیں۔ اُدھر قافلے والوں نے آپ کا محمل شریف اونٹ پر کس دیا اور انہیں یہی خیال رہا کہ اُمُّ المؤمنین رضی اللہ عنہا اس میں ہیں، اس کے بعد قافلہ وہاں سے کوچ کر گیا۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واپس تشریف لائیں تو قافلہ وہاں سے جا چکا تھا۔ آپ اس خیال سے وہیں قافلے کی جگہ پر بیٹھ گئیں کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس آئے گا۔ عام طور پر معمول یہ تھا کہ قافلے کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کے لئے ایک صاحب رہا کرتے تھے، اس موقع پر حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اس کام پر مامور تھے۔ جب وہ اس جگہ پر آئے اور انہوں نے آپ کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ" پکارا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کپڑے سے پردہ کر لیا۔ انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی اور آپ اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچ گئیں۔ اس وقت سیاہ باطن منافقین نے غلط باتیں پھیلائیں اور آپ کی شان میں بدگوئی شروع کر دی، بعض مسلمان بھی ان کے فریب میں آگئے اور ان کی زبان سے بھی کوئی بیجا کلمہ سرزد ہوا۔ اسی دوران اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں اور ایک ماہ تک بیمار رہیں، بیماری کے عرصے میں انہیں اطلاع نہ ہوئی کہ ان کے بارے میں منافقین کیا کہہ رہے ہیں۔ ایک روز حضرت اُمِّ مِسْطَح رضی اللہ عنہا سے انہیں یہ خبر معلوم ہوئی۔ اس سے آپ کا مرض اور بڑھ گیا اور اس صدمے میں اس طرح روئیں کہ آپ کے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ ایک لمحہ کے لئے نیند آتی تھی، اس حال میں دو عالَم کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور حضرت اُمُّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی پاکی میں یہ آیتیں اتریں اور آپ کا شرف و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑھایا کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں آپ کی طہارت و فضیلت بیان فرمائی۔ (2) بہتان کا بڑا حصہ اٹھانے والے سے مراد عبد اللہ بن اُبی بن سلول منافق ہے۔

آیت 12 ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بہتان سنا تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتیں اپنے لوگوں پر نیک گمان کرتے کیونکہ مسلمان کو یہی حکم ہے کہ وہ مسلمان کے ساتھ نیک گمان کرے

ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًاۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ۝ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ

تو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اپنے لوگوں پر نیک گمان کرتے اور کہتے: یہ کھلا بہتان ہے۝ اس پر چار گواہ

بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۝ وَ لَوْ لَا فَضْلُ

کیوں نہ لائے تو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۝ اور اگر دنیا اور

اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۝

آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو جس معاملے میں تم پڑ گئے تھے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۝

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ

جب تم ایسی بات ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی

بدگمانی ممنوع ہے۔ نیز لوگ سن کر کہتے کہ یہ کھلا بہتان ہے، بالکل جھوٹ ہے اور بے حقیقت ہے۔ اہم بات: رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم و معاذ اللہ اس معاملہ میں ہرگز کوئی بدگمانی نہیں ہوئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ مومنین سے فرماتا ہے کہ تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بدگمانی کرتے۔ درس: اچھا گمان رکھنے میں خیر ہے اور بدگمانی میں عموماً شر ہی ہوتا ہے۔ اپنے شوہر، بیوی، دوستوں وغیرہ کے متعلق اچھا گمان رکھنے میں نجات ہے۔

آیت 13 ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہتان لگانے والوں سے فرمایا کہ وہ اپنے بہتان پر گواہ کیوں نہ لائے جو اس کی گواہی دیتے اور جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

آیت 14 ﴾ بہتان لگانے والوں سے مزید فرمایا کہ اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی، جس میں سے توبہ کے لئے مہلت دینا بھی ہے اور آخرت میں عفو و مغفرت فرمانا بھی تو جس بہتان میں تم پڑے تھے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حرمت و حرم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معمولی نہیں ہے۔

آیت 15 ﴾ ارشاد فرمایا کہ یہ بڑا عذاب اس وقت پہنچ جاتا جب تم اس بہتان کو ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے ہلکا سا معاملہ سمجھتے اور خیال کرتے تھے کہ اس میں بڑا گناہ نہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جرم عظیم تھا۔ اہم بات: بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گناہ اور معصیت صادر ہوئی مگر وہ اس پر قائم نہ رہے بلکہ انہیں توبہ کی توفیق ملی، لہٰذا یہ درست ہے کہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ترجمہ: اور ان سب سے اللہ نے سب سے اچھی چیز (جنت) کا وعدہ فرمالیا ہے۔ (حدید: 10) اور فرمایا: ترجمہ: ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں۔ (توبہ: 100) اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ فاسق سے راضی نہیں ہوتا اور نہ اس سے جنت کا وعدہ فرماتا ہے۔

هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ

سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا تھا○ اور کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اسے سنا تھا تو تم کہہ دیتے کہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ یہ بات کہیں

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ

(اے اللہ!) تو پاک ہے، یہ بڑا بہتان ہے○ اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ دوبارہ کبھی اس طرح کی بات کی طرف نہ لوٹنا اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ

ایمان والے ہو○ اور اللہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے○ بیشک جو لوگ چاہتے ہیں

آیت 16 ﴾ ارشاد فرمایا کہ جب تم نے بہتان سنا تھا تو اس وقت یہ کیوں نہ ہوا کہ تم کہہ دیتے: ہمارے لئے درست نہیں کہ یہ بہتان والی بات کہیں کیونکہ یہ درست ہو ہی نہیں سکتی۔ اہم باتیں: (1) کسی نبی علیہ السلام کی بیوی کافرہ تو ہو سکتی ہے لیکن بدکار ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ انبیاء علیہم السلام قابلِ نفرت چیزوں سے پاک ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ عورت کی بدکاری قابلِ نفرت چیز ہے۔ (2) اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی تہمت کا بہتان ہونا بالکل ظاہر تھا۔ اسی لئے بہتان نہ کہنے والوں اور توقف کرنے والوں پر عتاب ہوا، البتہ چونکہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا معاملہ تھا اس لئے آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ (3) آپ کی خاموشی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملے کو نہ جاننے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ وحی کے انتظار کی وجہ سے تھی کیونکہ اگر آپ اپنے علم کی بناء پر اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت کی خبر دیتے تو منافق کہتے کہ آپ نے اپنے اہلِ بیت کی طرفداری کی۔ اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے بلکہ خود اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بھی لوگوں سے نہ کہا کہ میں بے قصور ہوں؛ حالانکہ انہیں تو اپنی پاکدامنی یقین کے ساتھ معلوم تھی۔ درس: جس کے سامنے کسی مسلمان پر کوئی بہتان باندھا جا رہا ہو اور کسی مسلمان پر بہتان تراشی کر کے اسے ذلیل کیا جا رہا ہو تو اسے چاہئے کہ خاموش نہ رہے بلکہ بہتان لگانے والوں کا رد کرے اور انہیں اس سے منع کرے اور جس مسلمان پر بہتان لگایا جا رہا ہے اس کی عزت کا دفاع کرے۔

آیت 17 ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سابقہ آیات میں مذکور کلام سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا کتنا بڑا گناہ ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس جرم کی وجہ سے حد لگے گی، دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے نصیحت فرماتا ہے تاکہ اگر تم ایمان والے ہو تو اپنی زندگی میں اس جیسے عمل کی طرف کبھی بھی نہ لوٹو۔ اہم بات: اس حکم میں وہ شخص تو داخل ہی ہے جو ایسی بات کہے اور وہ بھی داخل ہے جو ایسی بات سنے اور اس کا رد نہ کرے۔

آیت 18 ﴾ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شرعی احکام اور اچھے آداب پر دلالت کرنے والی آیتیں صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم ان کے ذریعے نصیحت حاصل کرو اور ادب سیکھو اور اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے سب حالات کا علم رکھنے والا اور اپنے تمام افعال و تدابیر میں حکمت والا ہے تو پھر اس بات کا سچا ہونا کیسے ممکن ہے جو اس عظیم ہستی کی حرمت کے بارے میں کہی گئی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور اسے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا تاکہ وہ حق کی طرف ان کی رہنمائی کریں اور انہیں (گناہ کی آلودگی سے) خوب پاکیزہ فرما دیں اور انہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دیں۔

آیت 19 ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے کلام یا عمل سے چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے جیسے بدکاری

اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ

کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے

وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۱۹ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۰ ع

اور تم نہیں جانتے ○ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ نہایت مہربان، رحم فرمانے والا ہے (تو اس عذاب کا مزہ چکھتے) ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ

اے ایمان والو! شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو اور جو شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہے تو بیشک شیطان تو

کے کام یا بے حیائی کی باتیں یا گندے بہتان یا باطل و حرام الزامات یا مسلمانوں کے دین و ایمان اور عملی و معاشرتی زندگی کو تباہ کرنے والی خبریں عام ہو جائیں تو اشاعت فاحشہ کے مرتکب لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز اور باطن کے احوال جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اہم باتیں: (1) اشاعت سے مراد تشہیر کرنا اور ظاہر کرنا ہے جبکہ فاحشہ سے وہ تمام اقوال اور افعال مراد ہیں جن کی قباحت بہت زیادہ ہے اور یہاں آیت میں اصل مراد زنا ہے۔ (2) (بہتان مراد ہونے کی صورت میں) دنیا کے عذاب سے مراد حد قائم کرنا ہے اور آخرت کے عذاب سے مراد یہ ہے کہ اگر توبہ کئے بغیر مر گئے تو آخرت میں دوزخ ہے۔ درس: اشاعت فاحشہ کے اصل معنیٰ میں بہت وسعت ہے اور دیگر بہت سی چیزیں اشاعت فحشہ میں داخل ہیں، جیسے کسی پر لگائے گئے بہتان کو عام کرنا، کسی کے خفیہ عیب پر مطلع ہونے کے بعد اسے پھیلانا، ایسی کتابیں، اخبارات، ناول، رسائل اور ڈائجسٹ وغیرہ لکھنا، شائع کرنا جن سے شہوانی جذبات متحرک ہوں، فحش تصاویر اور وڈیوز بنانا، بیچنا، انہیں دیکھنے کے ذرائع مہیا کرنا، ایسے اشتہارات اور سائن بورڈ بنانا، لگانا، لگوانا جن میں جاذبیت اور کشش پیدا کرنے کے لئے جنسی عریانیت کا سہارا لیا گیا ہو۔ یہ سب کام حرام اور جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

آیت 20 ❁ ارشاد فرمایا کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان، رحم فرمانے والا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اس حرکت کا مزہ چکھاتا اور اس کا عذاب تمہیں مہلت نہ دیتا۔

آیت 21 ❁ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اپنے اعمال اور افعال میں شیطان کے طریقوں پر نہ چلو اور جو شیطان کے طریقوں کی پیروی کرتا ہے تو بیشک شیطان تو بے حیائی اور بُری بات ہی کا حکم دے گا، تم اس کے وسوسوں میں نہ پڑو اور بہتان اُٹھانے والوں کی باتوں پر کان نہ لگاؤ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاکیزہ نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کو توبہ اور حسن عمل کی توفیق نہ دیتا اور عفو و مغفرت نہ فرماتا البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کی توبہ قبول فرما کر اسے گناہوں کی گندگی سے پاکیزہ فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کا منکر شیطان کا پیروکار ہے۔ (2) وہ تمام طریقے شیطان کے ہیں جن پر بے حیائی اور بُری بات ہونے کا اطلاق ہوتا ہے، جیسے زنا کی تہمت لگانا، گالی دینا وغیرہ۔ (3) گناہ کی گندگی سے پاکیزگی کے لئے اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و رحمت سے بندے کو عبادت اور اسباب کی توفیق دیتا ہے لیکن بندے کے لئے وسیلہ ضروری ہے۔ سب سے بڑا وسیلہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو

يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ

بے حیائی اور بُری بات ہی کا حکم دے گا اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی شخص بھی کبھی پاکیزہ نہ ہوتا

وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ

البتہ اللہ پاکیزہ فرما دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے ○ اور تم میں فضیلت والے اور (مالی) گنجائش والے یہ قسم نہ کھائیں

اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ

کہ وہ رشتے داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مال) نہ دیں گے اور انہیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں،

اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ

کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش فرما دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ بیشک وہ جو انجان، پاکدامن،

بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت دیں یعنی کامل مرشد۔(4) حقیقی تزکیہ یہ ہے کہ گناہوں کے میل سے پاک کرنے کے بعد دل کو اغیار کے تعلقات سے پاک کر دیا جائے اور ہر کوئی اس تزکیہ کی اہلیت نہیں رکھتا بلکہ جسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اسی کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔

آیت 22 ﴾ شانِ نزول: یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کے بیٹے تھے، نادار تھے، مہاجر تھے، بدری تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ان کا خرچ اٹھاتے تھے مگر چونکہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ انہوں نے موافقت کی تھی اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں جو دین میں فضیلت اور منزلت والے اور مال و ثروت میں گنجائش والے ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتے داروں، مسکینوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو اپنے مال سے نہ دیں گے اور ان فضیلت والوں کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرما دے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ جب یہ آیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پڑھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: بیشک میری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کرے اور میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو کبھی موقوف نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے اسے دوبارہ جاری فرما دیا۔ اہم باتیں: (1) جو شخص کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھائے پھر معلوم ہو کہ اس کا کرنا ہی بہتر ہے تو اسے چاہیے کہ اس کام کو کرلے لیکن اسے قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ (2) اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی اور اس سے آپ کی بلند شان اور مرتبہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُولُو الفضل فرمایا۔ (3) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور دیگر انبیاء و رُسُل علیہم السلام کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

آیت 23 ﴾ اس آیت سے تہمت لگانے والے منافقین کی سزا بیان کی گئی ہے، آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ عورتیں جو بدکاری اور فسق و فجور کو جانتی بھی نہیں اور برا خیال ان کے دل میں بھی نہیں گزرتا اور وہ پاکدامن اور ایمان والی ہیں، ایسی پاکیزہ عورتوں پر بدکاری کا

الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾ یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ

ایمان والی عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے ○ جس دن ان کے خلاف

اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ یَوْمَىٕذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ

ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے ○ اس دن اللہ انہیں ان کی پوری سچی سزا دے گا

وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِۚ

اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق ہے ○ گندی عورتیں گندے مردوں کیلئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کیلئے ہیں

وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِۚ اُولٰٓىٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں۔ وہ ان باتوں سے بری ہیں جو لوگ کہہ رہے ہیں۔ ان (پاکیزہ لوگوں) کے لیے بخشش

بہتان لگانے والوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ اہم بات: آیت میں جو وعید ذکر کی گئی یہ عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق کے حق میں ہے۔ (خازن 3، 345) آیت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے لیکن معنی اور حکم سب کو عام ہے۔

آیت 24 ❁ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ان کے خلاف ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اہم بات: زبانوں کا گواہی دینا تو ان کے مونہوں پر مہریں لگائے جانے سے پہلے ہوگا اور اس کے بعد مونہوں پر مہریں لگادی جائیں گی جس سے زبانیں بند ہو جائیں گے اور اعضاء بولنے لگیں گے اور دنیا میں جو عمل کئے تھے وہ ان کی خبر دیں گے۔

آیت 25 ❁ منافقین کی سزا کے بیان میں ہی ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں ان کی پوری سچی سزا دے گا جس کے وہ قانونی طور پر مستحق ہیں اور وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی صریح حق ہے یعنی موجود، ظاہر ہے، اسی کی قدرت سے ہر چیز کا وجود ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ کفار دنیا میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں شک کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں انہیں ان کے اعمال کی جزا دے کر ان وعدوں کا حق ہونا ظاہر فرما دے گا۔

آیت 26 ❁ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ گندے کے لئے گندہ لائق ہے، گندی عورت گندے مرد کے لئے اور گندہ مرد گندی عورت کے لئے اور گندہ آدمی گندی باتوں کے درپے ہوتا ہے اور گندی باتیں گندے آدمی کا وطیرہ ہوتی ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں۔ وہ پاک مرد اور عورتیں جن میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ ہیں، ان باتوں سے بری ہیں جو یہ تہمت لگانے والے کہہ رہے ہیں۔ ان پاکیزہ لوگوں کے لیے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کمال فضل و شرف ثابت ہوا کہ وہ طیبہ اور پاک پیدا کی گئیں اور قرآن کریم میں ان کی پاکی کا بیان فرمایا گیا اور انہیں مغفرت اور رزقِ کریم کا وعدہ دیا گیا۔ (2) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے فضائل عطا فرمائے، مثلاً بعض اوقات ایسی حالت میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ آپ کے لحاف میں ہوتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے

وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا

اور عزت کی روزی ہے۔ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو

وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا

اور ان میں رہنے والوں پر سلام نہ کرلو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت مان لو۔ پھر اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ

فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ

تو بھی ان میں داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ دیدی جائے اور اگر تمہیں کہا جائے "واپس لوٹ جاؤ" تو تم واپس لوٹ جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے

مغفرت و رزق کریم کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہا ہی کا حجرۂ شریف حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آرام گاہ بنا۔

آیت 27 اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے گھروں میں جانے کے آداب اور احکام بیان فرمائے ہیں۔ شانِ نزول: حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انصار کی ایک عورت نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسولَ اللہ! اپنے گھر میں میری حالت کچھ اس طرح کی ہوتی ہے کہ میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے اس حالت میں دیکھے، چاہے وہ میرے والد یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اور میری اسی حالت میں گھر میں مردوں کا آنا جانا رہتا ہے تو میں کیا کروں؟ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ اور ارشاد فرمایا گیا: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ کسی اور کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور ان میں رہنے والوں پر سلام نہ کرلو، یہ تمہارے لیے اجازت کے بغیر داخل ہونے سے بہتر ہے تاکہ تم یہ نصیحت مان لو اور اس پر عمل کرو۔ اہم باتیں: (1) غیر کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے سُبْحَانَ اللہ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یا اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہے، یا کھنکارے جس سے مکان والوں کو معلوم ہو جائے کہ کوئی آنا چاہتا ہے، یا یہ کہے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ (2) غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں غیر رہتا ہو خواہ وہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔ (3) غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحبِ مکان سے پہلے ہی ملاقات ہو جائے تو پہلے سلام کرے پھر اجازت چاہے اور اگر وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت لے اور اس طرح کہے: السلام علیکم، کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ (4) اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔

آیت 28 فرمایا گیا کہ اگر مکان میں اجازت دینے والا موجود نہ ہو تو بھی ان میں داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ دیدی جائے کیونکہ غیر کی مِلک میں تصرّف کرنے کے لئے اس کی رضامندی ضروری ہے اور اگر مکان میں اجازت دینے والا موجود ہو اور وہ تمہیں کہے کہ "واپس لوٹ جاؤ" تو تم واپس لوٹ جاؤ اور اجازت طلب کرنے میں اصرار اور منت سماجت نہ کرو اور اجازت نہ ملنے کی صورت میں تمہارا لوٹ جانا تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ کام ہے کیونکہ بعض اوقات لوگ اس حال میں ہوتے ہیں کہ اس وقت وہ کسی کا اپنے پاس آنا پسند نہیں کرتے۔ اہم باتیں: (1) کسی کا دروازہ بہت زور سے بجانا اور شدید آواز سے چیخنا خاص کر علماء اور بزرگوں کے دروازوں پر ایسا کرنا اور ان کو زور سے پکارنا مکروہ اور خلافِ ادب ہے۔ (2) درمیانے انداز میں دروازہ بجائیں اور آواز دینے کی ضرورت ہو تو درمیانی آواز سے پکاریں۔ (3) جس کے گھر پہ بیل لگی ہو تو ایسا نہ کریں کہ دروازہ کھلنے تک بٹن پر ہاتھ رکھ کر ہی کھڑے ہو جائیں بلکہ ایک بار بٹن دبا کر کچھ دیر انتظار

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا

اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔ اس بارے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی رہائش نہیں جن میں

مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

تمہیں نفع اٹھانے کا اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ ان کے کاموں سے خبردار ہے۔ اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ

کریں، نہ کھلے تو دوسری اور تیسری بار تک بجا لیں، اگر پھر بھی جواب نہ ملے تو کسی شدید مجبوری اور ضرورت کے بغیر چوتھی بار نہ بجائیں بلکہ واپس چلے جائیں اور کسی دوسرے وقت میں ملاقات کریں۔(4) تین مرتبہ تک دروازہ یا گھنٹی بجانے کی اجازت ہے، کوئی واجب نہیں بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک یا دو مرتبہ دروازہ بجانے پر اگر کوئی دروازہ نہ کھولے تو واپس چلے جائیں۔(5) جب کسی کا دروازہ بجائیں اور اندر سے پوچھا جائے کہ کون ہے تو اس کے جواب میں یہ نہ کہیں کہ میں ہوں، بلکہ اپنا نام بتائیں تاکہ پوچھنے والا آپ کو پہچان سکے۔ دینِ اسلام نے ہمیں زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں زندگی کے آداب اور دوسروں کی سہولت کا خیال رکھنا سکھایا ہے۔

آیت 29 شانِ نزول: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اوپر والی آیت نازل ہونے کے بعد دریافت کیا تھا کہ مکہ و مدینہ کے درمیان اور شام کے راستے میں جو مسافر خانے بنے ہوئے ہیں کیا ان میں داخل ہونے کے لئے بھی اجازت لینا ضروری ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اس بارے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی رہائش نہیں جیسے سرائے اور مسافر خانے وغیرہ کہ اس میں جانے کے لئے اجازت حاصل کرنے کی حاجت نہیں اور ان سے تمہیں نفع اٹھانے کا اختیار ہے۔ حقیقت میں اس سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں شرعاً و عرفاً اجازت لے کر جانے کی حاجت نہیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو یعنی جو کہیں چوری وغیرہ کی نیت سے یا عورتوں کو جھانکنے کے لئے جائیں تو اللہ تعالیٰ ایسوں کو خوب جانتا ہے۔

آیت 30 اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے مسلمان مردوں کو دو حکم دیئے گئے ہیں۔(1) وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور جس چیز کو دیکھنا جائز نہیں اس پر نظر نہ ڈالیں۔(2) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یعنی بدکاری اور حرام سے بچیں نیز پوشیدہ اعضاء کو چھپائیں اور پردے کا اہتمام رکھیں۔ مزید فرمایا کہ نگاہوں کو جھکا کر رکھنا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنا مردوں کے لیے بہت پاکیزہ طریقہ اور کام ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ان کے کاموں سے خبردار ہے۔ درس:(1) مسلمان مردوں کو اپنی نظریں نیچی رکھنے کا حکم ہے۔ حدیث میں فرمایا: ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ کرو (یعنی اگر اچانک بلا قصد کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا لے اور دوبارہ نظر نہ کرے) کہ پہلی نظر جائز ہے اور دوسری نظر جائز نہیں۔(ابوداؤد، حدیث:2149)(2) اللہ تعالیٰ مردوں کے خیالات، افعال اور نظریں گھمانے کے انداز سے خبردار ہے، وہ آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے۔

آیت 31 اس آیت میں مسلمان عورتوں کو 6 احکام دیئے گئے ہیں:(1) وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور غیر مردوں کو نہ دیکھیں۔

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا

وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (بدن کا حصہ) خود ہی ظاہر ہے

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ

اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا

اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ

شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں

**(2) اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔** اس سے مراد یہ ہے کہ زنا سے بچیں۔ **(3) اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (بدن کا حصہ) خود ہی ظاہر ہے۔** تفسیر مدارک میں ہے: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے بدن کے ان اعضا کو ظاہر نہ کریں جہاں زینت کرتی ہیں جیسے سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں، البتہ بدن کے وہ اعضا جو عام طور پر ظاہر ہوتے ہیں جیسے چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں، انہیں چھپانے میں چونکہ مشقت واضح ہے اس لئے ان اعضا کو ظاہر کرنے میں حرج نہیں۔ (لیکن فی زمانہ چہرہ بھی چھپایا جائے گا) (مدارک: 777) شوہر اور محرم کے سوا کسی اور کے لئے اس کے کسی حصہ کو بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور علاج وغیرہ کی ضرورت سے بقدرِ ضرورت جائز ہے۔ (تفسیرات احمدیہ، ص562) **(4) وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔** یعنی مسلمان عورتیں اپنے دوپٹوں کے ذریعے اپنے بالوں، گردن، پہنے ہوئے زیور اور سینے وغیرہ کو ڈھانپ کر رکھیں۔ **(5) اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر۔** جن کے سامنے عورت اپنی پوشیدہ زینت کے اعضا مثلاً سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں وغیرہ ظاہر کرسکتی ہے۔ وہ مرد و عورت یہ ہیں (۱) شوہر۔ (۲) باپ۔ اس کے حکم میں دادا پردادا وغیرہ تمام اصول شامل ہیں۔ (۳) شوہروں کے باپ یعنی سسر کہ وہ بھی محرم ہو جاتے ہیں۔ (۴) اپنے بیٹے۔ انہیں کے حکم میں ان کی اولاد بھی داخل ہے۔ (۵) شوہروں کے بیٹے کہ وہ بھی محرم ہوگئے۔ (۶) سگے بھائی۔ (۷) سگے بھتیجے۔ (۸) سگے بھانجے۔ انہیں کے حکم میں چچا ماموں وغیرہ تمام محارم داخل ہیں۔ (۹) مسلمان عورتوں کے سامنے۔ غیر مسلم عورتوں کے سامنے کھولنا منع ہے۔ (۱۰) اپنی ملکیت میں موجود کنیزوں کے سامنے۔ ان پر اپنا سنگار ظاہر کرنا ممنوع نہیں اور غلام ان کے حکم میں نہیں، اس کو اپنی مالکہ کی زینت کی جگہوں کو دیکھنا جائز نہیں۔ (۱۱) مردوں میں سے وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں مثلاً ایسے بوڑھے ہوں جنہیں اصلاً شہوت باقی نہیں رہی ہو اور وہ نیک ہوں۔ (۱۲) وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں، وہ ابھی ناسمجھ نابالغ ہیں۔ **(6) زمین پر اپنے پاؤں زور سے نہ ماریں۔** یعنی عورتیں چلنے پھرنے میں پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار نہ سنی جائے۔ اسی لئے چاہیے کہ عورتیں بجنے والے جھانجھن نہ پہنیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اے مسلمانو! جن باتوں کا تمہیں حکم دیا گیا اور جن سے منع کیا گیا، اگر ان میں بشری تقاضے کی بنا پر تم سے کوئی تقصیر واقع ہو جائے تو تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس امید پر توبہ کرلو کہ تم فلاح پا جاؤ۔ اہم باتیں: **(1) عورت کا اجنبی مرد کی طرف نظر** کرنے کا وہی حکم ہے، جو مرد کا مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ عورت کو یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ اس کی

اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ

یا اپنی (مسلمان) عورتوں یا اپنی کنیزوں پر جو ان کی ملکیت ہوں یا مردوں میں سے وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں یا وہ بچے

الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ

جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر اپنے پاؤں اس لئے زور سے نہ ماریں کہ ان کی اس زینت کا پتہ چل جائے جو انہوں نے

زِیْنَتِهِنَّؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ

چھپائی ہوئی ہے اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ○ اور تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں

وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْؕ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ

اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کردو۔ اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا

صرف نظر کرنے سے شہوت پیدا نہیں ہوگی اور اگر اس کا شبہ بھی ہو تو ہرگز نظر نہ کرے۔ (2) شوہر کے علاوہ دیگر محارم کے سامنے بھی عورت اپنے بناؤ سنگار کے اعضاء اس وقت ظاہر کرسکتی ہے جب ان میں سے کسی کو بری خواہش کا اندیشہ نہ ہو، اگر ایسا اندیشہ ہو تو ظاہر کرنا ناجائز ہے۔ درس: موجودہ دور میں میڈیا وغیرہ سے لوگوں کا یہ ذہن بنانے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے کہ عورت بھی ایک انسان اور آزاد ی اس کا بھی حق ہے، اسے پردہ کروانا اس کی آزادی اور روشن خیالی کے برخلاف اور جبر کی قید ہے حالانکہ پردہ تو عورت کی آزادی کا ضامن اور اس کی عزت و ناموس کا محافظ ہے، اسی میں عورت کی عزت و وقار ہے۔ جن ممالک میں عورت کی بے پردگی کو رواج دیا گیا وہاں کا معاشرہ بگڑ گیا اور خاندانی نظام تباہ ہو کر رہ گیا، شادیوں کی ناکامی اور طلاقوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا اور یہ سب تباہی عورت کو بے پردہ کرنے کا ہی نتیجہ ہے۔

آیت 32 اس آیت میں عزت و ناموس کی حفاظت کا ایک طریقہ بیان کیا ہے، کہ تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں، کنوارے یا غیر کنوارے (یعنی شادی شدہ تھے لیکن پھر طلاق یا ایک کی موت ہوگئی) اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کردو۔ اگر نکاح کرنے والے فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا۔ اس غناء سے مراد قناعت ہے یا اس سے مراد کفایت ہے کہ ایک کا کھانا دو کے لئے کافی ہو جائے۔ یا اس سے شوہر اور بیوی کے دو رزقوں کا جمع ہو جانا یا نکاح کی برکت سے فراخی حاصل ہونا مراد ہے۔ اہم باتیں: (1) نکاح کرنے کا شرعی حکم یہ ہے کہ جب نہ شہوت کا زیادہ غلبہ ہو اور نہ ہی بھی نہ ہو، مہر اور نان نفقہ پر قدرت رکھتا ہو تو نکاح سنّت مؤکدہ ہے۔ زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہے اور حقوقِ زوجیت پورے کرنے پر قادر ہے تو نکاح واجب اور اگر زنا میں پڑنے کا یقین ہو تو نکاح کرنا فرض ہے۔ زوجیت کے حقوق پورے نہ کرسکنے کا اندیشہ ہو تو نکاح مکروہ اور حقوق پورے نہ کرسکنے کا یقین ہو تو حرام ہے۔ (2) نکاح کی برکت سے تنگدستی دور ہو جاتی اور فراخ دستی حاصل ہوتی ہے۔ (3) نکاح کی وجہ سے آدمی میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی تندہی سے کوشش کرتا ہے جس سے رزق کے دروازے کھل جاتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى یُغْنِیَهُمُ اللّٰهُ

اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے ○ اور جو لوگ نکاح کرنے کی طاقت نہیں پاتے انہیں چاہیے کہ پاکدامنی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے

مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ

فضل سے غنی کردے اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں تو تم انہیں (یہ معاہدہ) لکھ دو اگر تم ان میں

خَیْرًا ۖۗ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ

کچھ بھلائی جانو اور تم ان کی اللہ کے اس مال سے مدد کرو جو اس نے تمہیں دیا ہے اور تم دنیوی زندگی کا مال طلب کرنے کیلئے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر

تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَمَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ

مجبور نہ کرو (خصوصاً) اگر وہ خود (بھی) بچنا چاہتی ہوں اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

بہت بخشنے والا، مہربان ہے ○ اور بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اور تم سے پہلے لوگوں کا حال اور ڈر والوں کے لیے

**آیت 33** ﴾ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ مہر اور نان نفقہ میسر نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو انہیں چاہیے کہ حرام کاری سے بچے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار کردے اور وہ مہر و نان نفقہ ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔ مزید فرمایا: اور جو مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں۔ آیت کے اس حصے سے غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں چند احکام بیان ہوئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام اور لونڈی مخصوص مقدار میں مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں تو انہیں اس کا معاہدہ لکھ دینا مستحب ہے، اس طرح کی آزادی کو شریعت کی اصطلاح میں کتابت اور ایسا معاہدہ کرنے والے غلام کو مکاتب کہتے ہیں جبکہ جو مال دینا طے پائے اسے بدل کتابت کہتے ہیں۔ مزید فرمایا: اور تم اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔ شانِ نزول: عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق مال حاصل کرنے کے لئے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا، ان کنیزوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کی شکایت کی، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم مال کے لالچ میں کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو خصوصاً اگر وہ خود بھی بچنا چاہتی ہوں اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بہت بخشنے والا، مہربان ہے اور اس کا وبال گناہ پر مجبور کرنے والے پر ہے۔ اہم باتیں: (1) اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہ کر سکے گا تو نکاح کرنا مکروہ ہے اور اگر ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام ہے مگر نکاح کر لیا تو نکاح بہرحال ہو جائے گا۔ (2) جو لوگ کسی وجہ سے نکاح کی استطاعت نہیں رکھتے تو انہیں چاہئے کہ کثرت سے روزے رکھیں۔ (3) باندیاں یا دیگر عورتیں راضی ہوں تب بھی بدکاری حرام اور جرم ہی ہے لیکن جب وہ بھی راضی نہ ہو تو دوگنا حرام ہو جاتا ہے کہ ایک بدکاری ہوئی اور دوسرا کسی کو اس پر مجبور کرنا۔

**آیت 34** ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے تین اوصاف بیان فرمائے ہیں: (1) قرآن پاک کی آیتیں روشن اور مفصل ہیں۔

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ ع

نصیحت نازل فرمائی ○ اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ ہے،

اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ

وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ ہے جو زیتون کے برکت والے درخت سے روشن ہوتا ہے

لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي

جو نہ مشرق والا ہے اور نہ مغرب والا ہے۔ قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور ہے، اللہ اپنے

اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾ ۙ

نور کی راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے○

(2) ان میں سابقہ لوگوں کی مثالیں ہیں۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ جس طرح تورات اور انجیل میں حدود قائم کرنے کے احکام دیئے گئے اسی طرح قرآن مجید میں بھی دیئے گئے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ سابقہ امتوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے جن پر عذاب نازل ہوا ان کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ (3) متقین کے لئے نصیحت ہے۔ اہم بات: یہاں متقین کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا کہ قرآن کی نصیحت سے یہی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ درس: تلاوتِ قرآن کو زندگی کا معمول بنانا چاہیے کیونکہ قرآن مجید نصیحت کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اس کی برکت سے دلوں کی سختی دور ہوتی، دلوں پر چڑھا ہوا گناہوں کا زنگ ختم ہو جاتا اور خوفِ خدا سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔

آیت 35 ﴿ ارشاد فرمایا: اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ نور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ آیت کے اس حصے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا ہادی اور منور فرمانے والا ہے تو زمین و آسمان والے اس کے نور سے حق کی راہ اور گمراہی سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: اس کے نور کی مثال۔ اللہ تعالیٰ کے نور سے مراد اس کی طرف سے مخلوق کو ملنے والی ہدایت ہے یا نور سے مراد سیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا مؤمن کے دل کی وہ نورانیت مراد ہے جس سے وہ ہدایت پاتا ہے یا نور سے مراد قرآن ہے۔
آیت میں بیان کی گئی مثال کے متعدد معانی میں سے دو معنی یہ ہیں: (1) نور سے مراد ہدایت ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت نہایت واضح، روشن، اور صاف ہے جیسے کوئی نہایت روشن چراغ ہو جو موتی کی طرح چمکدار ستارے جیسے شفاف فانوس میں رکھا ہوا ہو اور اس کی روشنی کے لئے صاف ستھرے زیتون کا تیل ڈالا گیا ہو۔ گویا تیل بھی اعلیٰ قسم کا ہے اور فانوس بھی چمکدار اور شفاف ہے تو اس میں رکھے ہوئے چراغ کی روشنی بہت واضح اور نمایاں ہو گی۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی ہدایت اپنے منبع اور ظہور کے اعتبار سے بہت واضح ہے۔ (2) یہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی مثال ہے۔ تفصیل یوں ہے کہ روشندان (یعنی طاق) تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ شریف ہے اور فانوس، قلبِ مبارک اور چراغ، نبوت ہے جو کہ شجرِ نبوت سے روشن ہے اور اس نورِ محمدی کی روشنی کمالِ ظہور میں اس مرتبہ پر ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نبی ہونے کا بیان بھی نہ فرمائیں جب بھی خلق پر ظاہر ہو جائے۔ اس مثال کی تشریح میں اس کے علاوہ اور بھی بہت اقوال ہیں۔ اہم بات: زیتون کا درخت انتہائی برکت والا ہے کیونکہ اس میں بہت سارے

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۙ

ان گھروں میں ہے جن کی تعظیم کرنے اور ان میں اللہ کا نام ذکر کئے جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے، ان میں صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں ○

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۪ۙ

وہ مرد جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے سے غافل نہیں کرتی

یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ۙ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا

وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گے ○ تاکہ اللہ انہیں ان کے بہتر کاموں کا بدلہ دے

فوائد ہیں، جیسے اس کا روغن جس کو زیت کہتے ہیں انتہائی صاف اور پاکیزہ روشنی دیتا ہے۔ سر میں لگانے اور سالن کے طور پر استعمال کرنے میں بہت مفید ہے۔ زیتون کے درخت کے پتے نہیں گرتے۔ یہ درخت نہ سرد ملک میں واقع ہے نہ گرم ملک میں بلکہ ان کے درمیان ملک شام ہے کہ نہ اسے گرمی سے نقصان پہنچے نہ سردی سے اور وہ نہایت عمدہ واعلیٰ ہے اور اس کے پھل انتہائی مُعتدل ہیں۔

آیت 36 ﴾ اس آیت کا تعلق اس سے پہلے والی آیت کے ساتھ ہے اور معنی یہ ہے کہ نورِ الٰہی کی مثال اس طاق کی طرح ہے جو ان گھروں میں روشنی دے رہا ہے جنہیں بنانے، ان کی تعظیم و تطہیر کرنے اور ان میں اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کئے جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ان گھروں سے مسجدیں مراد ہیں کہ نورِ ہدایت اور نورِ محمدی کی شعاعیں علم وہدایت وعبادت کی صورت میں مسجدوں میں جگمگاتی ہیں۔ مزید فرمایا: ان گھروں (مسجدوں) میں صبح وشام بندگانِ خدا، اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ تسبیح سے مراد نمازیں ہیں، صبح کی تسبیح سے فجر اور شام سے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔

آیت 37 ﴾ اس آیت میں نور سے ہدایت حاصل کرنے والوں کے چند ظاہری وباطنی اعمال ذکر فرمائے گئے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ نور سے ہدایت حاصل کرنے والے وہ مرد ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے قلبی، لسانی ذکر اور نماز کے اوقات پر مسجدوں کی حاضری سے، نماز قائم کرنے اور انہیں وقت پر ادا کرنے سے اور زکوۃ کو وقت پر دینے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی۔ یعنی وہ فرمانبردار بندے جو ذکر وطاعت میں نہایت مُستعد اور عبادت کی ادائیگی میں سرگرم رہتے ہیں، اس حُسنِ عمل کے باوجود وہ اس دن سے خائف رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہ ہو سکا۔ آیت میں قیامت کے دن کی ہولناکی بیان فرمائی کہ شدتِ خوف اور اضطراب سے دل اُلٹ کر گلے تک چڑھ جائیں گے، نہ باہر نکلیں نہ نیچے اتریں اور آنکھیں اوپر چڑھ جائیں گی یا اس کے یہ معنی ہیں کہ کفار کے دل کفر وشک سے ایمان ویقین کی طرف پلٹ جائیں گے اور آنکھوں سے پردے اُٹھ جائیں گے۔ اہم بات: اس آیت میں بطورِ خاص مردوں کا ذکر اس لئے ہوا کہ عورتوں پر جمعہ یا جماعت کے ساتھ دیگر نمازوں کی ادائیگی کے لئے مسجد میں حاضر ہونا لازم نہیں۔ عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔ نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک نماز کی اہمیت عملی طور پر تجارت، کاروبار اور دوکانداری سے بڑھ کر تھی اسی لئے یہ اقامت کی آواز سنتے ہی سب کچھ بند کرکے نماز کے لئے حاضر ہو جاتے تھے۔

آیت 38 ﴾ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان نیک کاموں میں اس لئے مشغول ہوتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بہتر اعمال

وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝٣٨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ

اور اپنے فضل سے انہیں مزید عطا فرمائے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ اور کافروں کے اعمال ایسے ہیں

كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْــٴًـــا

جیسے کسی بیابان میں دھوپ میں پانی کی طرح چمکنے والی ریت ہو، پیاسا آدمی اسے پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا

وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝٣٩ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ

اور وہ اللہ کو اپنے قریب پائے گا تو اللہ اسے اس کا پورا حساب دے گا اور اللہ جلد حساب کرلینے والا ہے۔ یا جیسے کسی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں

يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ

جس کے اوپر سے ایک موج نے ڈھانپ لیا ہو، اس موج پر ایک اور موج ہو، (پھر) اس (دوسری) موج پر بادل ہوں۔ اندھیرے ہی اندھیرے ہیں ایک کے اوپر دوسرا اندھیرا ہے

کا ثواب عطا کرے اور صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مزید بھی عطا کرے اگرچہ پہلی جز بھی فضل ربی ہی ہے لیکن یہ فضل پر فضل ہوگا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

آیت 39 ﴾ ایمان والوں کے حالات کے بعد اس آیت سے کافروں کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ آخرت میں شدید خسارے کا شکار ہوں گے اور دنیا میں بھی وہ طرح طرح کی تاریکیوں میں ہیں۔ اسی سلسلے میں یہاں ذکر کی گئی مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ظاہری اچھے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بیابان میں دھوپ میں پانی کی طرح چمکنے والی ریت ہو، پیاسا آدمی اسے پانی سمجھ کر اس کی تلاش میں چلا اور جب وہاں پہنچتا ہے تو پانی کا نام و نشان نہیں ہوتا جس سے وہ سخت مایوس ہو جاتا ہے۔ یہی حال کافر کا ہے کہ وہ اپنے خیال میں نیکیاں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا ثواب پائے گا، لیکن جب میدان قیامت میں پہنچے گا تو اسے کوئی ثواب نہیں ملے گا بلکہ عذاب عظیم میں گرفتار ہوگا اور اس وقت اس کی حسرت اور اس کا غم اس پیاس سے بہت زیادہ ہوگا۔ درس: کافر کی نیکیوں کفر کی وجہ سے برباد ہو جاتی ہیں اور مسلمان کی نیکیاں ریاکاری سے تباہ ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ایمان و اخلاص پر بہت توجہ دینی چاہیے۔

آیت 40 ﴾ اس آیت میں کفار کے برے اعمال کی مثال بیان کی گئی کہ وہ اعمال ایسے ہوں گے جیسے کسی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جس کو اوپر سے ایک موج نے ڈھانپ لیا ہو، اس موج پر ایک دوسری موج ہو، پھر اس دوسری موج پر بادل ہوں، اندھیرے ہی اندھیرے ہیں کہ ایک اندھیرا دریا کی گہرائی کا، اس پر ایک اور اندھیرا تہہ بہ تہ موجوں کا، اس پر مزید اندھیرا بادلوں کی گھری ہوئی گھٹا کا، ان اندھیروں میں شدت کا یہ عالم کہ ان تاریکیوں میں ڈوبا شخص اگر اپنا ہاتھ نکالے تو اسے اپنا ہاتھ بھی دکھائی دیتا معلوم نہ ہو حالانکہ اپنا ہاتھ انتہائی قریب اور اپنے جسم کا جزو ہے، جب وہ بھی نظر نہ آئے تو اور دوسری چیز کیا نظر آئے گی۔ ایسا ہی کفار کا حال ہے **کہ وہ تین اندھیروں یعنی باطل اعتقاد، ناحق قول اور قبیح عمل کی تاریکیوں میں گرفتار ہیں۔ آخر میں فرمایا: جس کیلئے اللہ نور نہ بنائے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔** یعنی جسے اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے نور سے ہدایت نہ دینا چاہے تو اسے اصلاً کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور اللہ تعالیٰ کسی کو مجبور کرکے ہدایت نہیں دیتا بلکہ جو خود اپنی مرضی سے ہدایت اختیار نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا۔

ع اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۠

کہ جب کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے اپنا ہاتھ بھی دکھائی دیتا معلوم نہ ہو اور جس کیلئے اللہ نور نہ بنائے اس کے لیے کوئی نور نہیں ۝

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ

کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب اور پرندے (اپنے) پر پھیلائے ہوئے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں سب کو اپنی نماز

وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ

اور اپنی تسبیح معلوم ہے اور اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے ۝ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ ہی کی طرف

الْمَصِيْرُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى

لوٹنا ہے ۝ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نرمی کے ساتھ بادل کو چلاتا ہے پھر انہیں آپس میں ملا دیتا ہے پھر انہیں تہہ در تہہ کر دیتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ

الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ

اس کے درمیان میں سے بارش نکلتی ہے اور وہ آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے اس پر انہیں

آیت 41 ﴿ یہاں سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان ہے کہ اے حبیب! کیا تم نے نہ دیکھا، جانا؟ مراد یہ کہ آپ کو وحی خداوندی کے ذریعے اس چیز کا یقینی علم حاصل ہے کہ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام مخلوق اور ان کے درمیان پرندے اپنے پَر پھیلائے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کررہے ہیں کہ اللہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان جلیل کے لائق نہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی نماز اور اپنی تسبیح جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نماز و تسبیح کا جسے جو طریقہ سکھایا اسی کے مطابق وہ عمل کرتا ہے اگرچہ ہمیں وہ طریقہ دکھائی نہ دے یا سمجھ نہ آئے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے اور وہی انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 42 ﴿ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کسی اور کے لئے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کیونکہ وہی ان کا خالق ہے اور وہی ان میں ہر طرح کا تصرّف فرمانے کی قدرت رکھتا ہے اور مخلوق کو فنا ہونے کے بعد جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو سب نے صرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی لوٹنا ہے لہٰذا اسی قوت والے مالک کی عبادت کی جائے اور زبان و دل سے اسی کی تسبیح کی جائے۔

آیت 43 ﴿ آیت میں عقلمند کے لئے دعوتِ فکر ہے کہ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جس سرزمین اور جن شہروں کی طرف چاہے نرمی کے ساتھ بادل کو چلاتا ہے، پھر انہیں آپس میں ملا دیتا ہے اور ان کے جدا جدا ٹکڑوں کو یکجا کر دیتا ہے، پھر انہیں تہ در تہ کر دیتا ہے، تو تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان میں سے بارش نکلتی ہے اور اللہ تعالیٰ آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے اس پر ڈال دیتا ہے اور جس کے جان و مال کو چاہتا ہے ان سے ہلاک و تباہ کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے اولوں کو پھیر دیتا ہے اور اس کے جان و مال کو محفوظ رکھتا ہے، قریب ہے کہ اس بادل کی بجلی کی چمک آنکھوں کے نور کو لے جائے اور روشنی کی تیزی سے آنکھوں کو بیکار کر دے۔ یہ سب کسی قادر و حکیم کی قدرت کے بغیر ممکن نہیں اور وہ قدرت و حکمت والا ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ

ڈال دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے انہیں پھیر دیتا ہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھیں لے جائے ○ اللہ رات اور دن کو

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ

تبدیل فرماتا ہے، بیشک اس میں آنکھ والوں کیلئے سمجھنے کا مقام ہے ○ اور اللہ نے زمین پر چلنے والا ہر جاندار پانی سے بنایا

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ

تو ان میں کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے۔

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٥﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ

اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے ○ بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائیں

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٦﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ

اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے ○ اور (منافقین) کہتے ہیں: ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے

آیت 44 ﴾ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ رات اور دن کو تبدیل فرماتا ہے اس طرح کہ رات کے بعد دن لاتا اور دن کے بعد رات لاتا ہے۔ بیشک بادلوں کو چلانے، بارش، اولے برسانے، بادلوں سے بجلی ظاہر کرنے اور دن رات کو تبدیل کرنے میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت اور وحدانیت پر واضح دلائل موجود ہیں۔

آیت 45 ﴾ آسمانوں اور زمین کے احوال سے خدا کی عظمت پر دلالت کے بعد اس آیت سے جانداروں کے احوال سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت بیان کی جارہی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانداروں کی تمام اجناس کو پانی کی جنس سے پیدا کیا اور پانی ان سب کی اصل ہے پھر بھی یہ ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہیں۔ یہ تنوّع کائنات کے خالق کے علم و حکمت اور قدرت کے کمال کی دلیل ہے کہ اس نے پانی جیسی چیز سے ایسی عجیب مخلوق پیدا فرمادی۔ مزید فرمایا کہ ان جانداروں میں کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے جیسا کہ سانپ، مچھلی اور بہت سے کیڑے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے جیسا کہ آدمی اور پرندے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے جیسا کہ چوپائے اور درندے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے تو کچھ بھی اس کے لئے مشکل نہیں۔

آیت 46 ﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں یعنی قرآن کریم نازل فرمایا جس میں ہدایت و احکام اور حلال و حرام کا واضح بیان ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے اور سیدھی راہ جس پر چلنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی نعمت میسر ہو، وہ دین اسلام ہے۔

آیت 47 ﴾ اس آیت میں منافقوں کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور ہم

وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۞ وَ اِذَا دُعُوْۤا

اور ہم نے اطاعت کی پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے اور (حقیقت میں) وہ مسلمان نہیں ہیں ○ اور جب انہیں اللہ اور اس کے

اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۞ وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ

رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ فرمادے تو اسی وقت ان میں سے ایک فریق منہ پھیرنے لگتا ہے ○ اور اگر فیصلہ ان کے

الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ؕ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ

ہو جائے تو اس کی طرف خوشی خوشی جلدی سے آتے ہیں ○ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا انہیں شک ہے؟ یا کیا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ

نے ان کی اطاعت کی، پھر ان میں سے ایک گروہ اس اقرار کے بعد پھر جاتا ہے اور اپنے قول کی پابندی نہیں کرتا اور حقیقت میں وہ مسلمان نہیں، بلکہ منافق ہیں کیونکہ ان کے دل ان کی زبانوں کے موافق نہیں۔

آیت ۴۸ ﴿ شانِ نزول: بشر نامی منافق کا زمین کے معاملے میں ایک یہودی سے جھگڑا تھا، یہودی جانتا تھا کہ اس معاملہ میں وہ سچا ہے اور اسے یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق و عدل کا فیصلہ فرماتے ہیں، اس لئے اس نے خواہش کی کہ اس مقدمے کا فیصلہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرایا جائے۔ لیکن منافق جانتا تھا کہ وہ باطل پر ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدل و انصاف میں کسی کی رعایت نہیں فرماتے، اس لئے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ پر تو راضی نہ ہوا اور کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ کروانے کا اصرار کیا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہنے لگا کہ وہ ہم پر ظلم کریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ ان منافقوں کا حال یہ ہے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کردیں تو اسی وقت ان میں سے ایک فریق یہ بات قبول کرنے سے منہ پھیرنے لگتا ہے۔ اہم بات: بارگاہِ مصطفیٰ، بارگاہِ خدا ہے کیونکہ ان لوگوں کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بلایا گیا تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ و رسول کی طرف بلایا گیا۔

آیت ۴۹ ﴿ اس آیت میں کفار و منافقین کا حال بیان کیا گیا کہ وہ بارہا تجربہ کرچکے تھے اور انہیں کامل یقین تھا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ سراسر حق اور عدل و انصاف پر مبنی ہوتا ہے اس لئے ان میں جو سچا ہوتا وہ تو خواہش کرتا تھا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا فیصلہ فرمائیں جبکہ جھوٹا آدمی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ سے ڈرتا اور گھبراتا تھا۔

آیت ۵۰ ﴿ اس آیت میں منافقین کے اعراض کی قباحت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیا ان کے دلوں میں کفر و منافقت کی بیماری ہے؟ یا انہیں ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں شک ہے؟ یا کیا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر ظلم کریں گے؟ ایسا ہرگز نہیں ہے، کیونکہ یہ وہ خوب جانتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ حق و قانون کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اور کوئی بددیانت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدالت سے غلط فیصلہ کروانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے وہ آپ کے فیصلہ سے اعراض کرتے ہیں اور وہ حق سے اعراض کرنے کی بنا پر خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔

اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗؕ بَلْ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۠(۵۰) اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا

اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے؟ بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں ○ مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف

اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَاؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(۵۱)

بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ فرمادے تو وہ عرض کریں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ○

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ(۵۲) وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس (کی نافرمانی) سے ڈرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں ○ اور انہوں نے پوری کوشش سے

جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىٕنْ اَمَرْتَهُمْ لَیَخْرُجُنَّؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْاۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌؕ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ کی قسمیں کھائیں کہ اگر آپ انہیں حکم دیں گے تو وہ ضرور نکلیں گے۔ تم فرماؤ: قسمیں نہ کھاؤ، شریعت کے مطابق اطاعت ہونی چاہیے، بیشک اللہ

**آیت 51** ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شریعت کا ادب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کو ایسا ہونا چاہئے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بلایا جائے تاکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکامات کے مطابق فیصلہ فرمادیں تو وہ عرض کریں: ہم نے بلاوا سنا اور اسے قبول کرکے اطاعت کی اور جو ان صفات کے حامل ہیں وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ... تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل مبارک وحی کے نور سے روشن اور کائنات کی کامل ترین عقل ہے لہٰذا اس کے مقابلے میں کسی دوسری عقل کا اعتبار نہیں۔

**آیت 52** ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اور سنتوں میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے اور ماضی میں اللہ تعالیٰ کی ہونے والی نافرمانیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور آئندہ کے لئے پرہیز گاری اختیار کرے تو ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں۔ اہم بات: یہ آیت مبارکہ بہت ہی خوبصورت ہے کہ اس کے الفاظ اگرچہ کم ہیں لیکن اُخروی کامیابی کی بنیاد بتادی گئی۔

**آیت 53** ﴿ اس آیت سے دوبارہ منافقین کا تذکرہ شروع کیا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ منافقین رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو پسند نہیں کرتے تو وہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہنے لگے: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنے گھروں سے، اپنے مالوں اور اپنی عورتوں کے پاس سے نکل جائیں تو ہم ضرور نکل جائیں گے اور اگر آپ ہمیں جہاد کرنے کا حکم دیں تو ہم جہاد کریں گے، جب ہمارا یہ حال ہے تو ہم آپ کے حکم سے کیسے راضی نہ ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرمائیں کہ تم قسمیں نہ کھاؤ، تمہیں اس کی بجائے شریعت کے مطابق اطاعت کرنی چاہیے، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے تمام پوشیدہ اعمال سے خبردار ہے، وہ تمہیں ضرور رسوا کرے گا اور تمہاری منافقت کی سزا دے گا۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے قول کو اپنے عمل سے سچا کرکے دکھانا چاہیے، صرف قسموں سے سچا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ بارگاہِ خداوندی میں عمل دیکھے جاتے ہیں نہ کہ محض زبانی دعوے۔

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

تمہارے اعمال سے خبردار ہے ○ تم فرماؤ: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمے وہی تبلیغ ہے

عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا

جس کی ذمے داری کا بوجھ ان پر رکھا گیا ہے اور تم پر وہ (اطاعت) لازم ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا ہے اور اگر تم رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور

عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

رسول کے ذمے صرف صاف صاف تبلیغ کردینا لازم ہے ○ اللہ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ

کہ ضرور ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو خلافت دی ہے اور ضرور ضرور ان کے لیے ان کے اس دین کو جمادے گا

الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ

جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ضرور ان کے خوف کے بعد ان (کی حالت) کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک

آیت 54 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان قسمیں کھانے والوں سے فرمادیں: تم سچے دل اور سچی نیت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاعت کرو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ پھیرو گے تو اس میں ان کا نہیں بلکہ تمہارا اپنا ہی نقصان ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمے صرف دین کی تبلیغ اور احکام الٰہی کا پہنچا دینا ہے اور وہ اپنے فرض سے عہدہ برآ ہوچکے اور تم پر ان کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے۔ اگر اس سے روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضی کا تمہیں ہی سامنا کرنا پڑے گا اور اگر فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمے صرف صاف صاف تبلیغ کردینا لازم ہے، تمہاری ہدایت ان کے ذمہ داری نہیں۔

آیت 55 ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دوسرے گروہ یعنی مخلص مومنوں کا ذکر فرمایا ہے۔ شانِ نزول: مکہ مکرمہ میں کفار کی طرف سے تکالیف کے بعد مدینہ منورہ میں بھی کفار کی طرف سے دشمنی اور حملے کا خطرہ رہتا۔ اس پر ایک روز ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کبھی ایسا بھی زمانہ آئے گا کہ ہمیں امن میسر ہو اور ہتھیاروں کے بوجھ سے ہم سبکدوش ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان اور اچھے اعمال والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں انبیاء کرام علیہم السلام کو خلافت دی ہے اور جیسے مصر و شام کے جابر کافروں کو ہلاک کرکے بنی اسرائیل کو خلافت دی اور اللہ تعالیٰ ضرور ان کے لیے دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب فرمادے گا اور ضرور ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور سرزمینِ عرب سے کفار مٹا دیئے گئے، مسلمانوں کا تسلط ہوا، مشرق و مغرب کے ممالک اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فتح فرمائے، قیصر و کسریٰ کے ممالک اور خزائن ان کے قبضہ میں آئے اور پوری دنیا پر ان کا رعب چھا گیا۔ آخر میں فرمایا کہ جو اس وعدے کے بعد نعمت

شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ

ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں ○ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو

وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ

اور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جائے ○ ہرگز کافروں کو یہ خیال نہ کرنا کہ وہ ہمیں زمین میں عاجز کرنے والے ہیں

وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے اور بیشک وہ کیا ہی بری لوٹنے کی جگہ ہے ○ اے ایمان والو! تمہارے غلام اور تم میں سے جو بالغ عمر کو

وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ

نہیں پہنچے، انہیں چاہیے کہ تین اوقات میں، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے

ع ۲

ناشکری کرے گا تو وہی فاسق ہیں کیونکہ انہوں نے اہم ترین نعمت کی ناشکری کی اور اسے حقیر سمجھنے پر دلیر ہوئے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد ہونے والے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ ان کے زمانے میں عظیم فتوحات ہوئیں اور کسریٰ وغیرہ بادشاہوں کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور امن، قوت و شوکت اور دین کا غلبہ حاصل ہوا۔ (2) اس نعمت کی سب سے پہلی جو ناشکری ہوئی وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا ہے۔

آیت 56 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! نماز کو اس کے ارکان و شرائط کے ساتھ قائم رکھو، اسے ضائع نہ کرو اور جو زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائی ہے اسے ادا کرو اور احکامات و ممنوعات میں اپنے رب عزوجل کے حبیب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور تمہیں عذاب سے محفوظ رکھا جائے۔

آیت 57 ﴾ فرمایا کہ ان کفار کا زمین میں امن سے رہنا اس وجہ سے نہیں کہ وہ رب کے قابو سے باہر ہیں بلکہ یہ رب تعالیٰ کی مہلت ہے لہٰذا ان کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ یہ ہماری پکڑ سے بھاگ کر زمین میں ہمیں عاجز کر دیں گے، ان کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور بیشک وہ کیا ہی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

آیت 58 ﴾ شان نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری غلام مدلج بن عمرو کو دوپہر کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا، وہ غلام اجازت لئے بغیر ویسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مکان میں چلا گیا، اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بے تکلف اپنے دولت سرائے میں تشریف فرما تھے۔ غلام کے اچانک چلے آنے سے آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش غلاموں کو اجازت لے کر مکانوں میں داخل ہونے کا حکم ہوتا۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں غلاموں، باندیوں اور بلوغت کے قریب پہنچنے والے بچوں کو تین اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا حکم دیا گیا۔ وہ تین اوقات یہ ہیں: (1) فجر کی نماز سے پہلے۔ کیونکہ یہ خواب گاہوں سے اٹھنے اور شب خوابی کا لباس اتار کر بیداری کے کپڑے پہننے کا وقت ہے۔ (2) دوپہر کے وقت۔ جب لوگ قیلولہ کرنے کے لئے اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیتے اور تہبند باندھ لیتے ہیں۔ (3) نماز عشاء کے بعد۔ کیونکہ یہ بیداری کی

مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ

ہو اور نماز عشاء کے بعد (گھر میں داخلے سے پہلے) تم سے اجازت لیں۔ یہ تین اوقات تمہاری شرم کے ہیں۔ ان تین اوقات کے بعد تم پر اور ان پر

جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ

کچھ گناہ نہیں۔ وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں۔ اللہ تمہارے لئے یونہی آیات بیان کرتا ہے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ

اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○ اور جب تم میں سے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ بھی (گھر میں داخل ہونے سے پہلے) اسی طرح اجازت مانگیں جیسے

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ

ان سے پہلے (بالغ ہونے والوں) نے اجازت مانگی۔ اللہ تم سے اپنی آیتیں یونہی بیان فرماتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○ اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی

النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ

وہ بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی کوئی خواہش نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے اوپر کے کپڑے اتار رکھیں جبکہ زینت کو ظاہر نہ

حالت میں پہنا ہوا لباس اُتارنے اور سوتے وقت کا لباس پہننے کا نام ہے۔ یہ تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں خلوت و تنہائی ہوتی ہے، بدن چھپانے کا بہت اہتمام نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ بدن کا کوئی حصہ کھل جائے جس کے ظاہر ہونے سے شرم آتی ہے، لہٰذا ان اوقات میں غلام اور بچے بھی بے اجازت داخل نہ ہوں اور اُن کے علاوہ جوان بالغ لوگ تمام اوقات میں اجازت حاصل کریں، وہ کسی وقت بھی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ ان تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں غلام اور بچے بے اجازت داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ کام اور خدمت کیلئے ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں تو اُن پر ہر وقت اجازت طلب کرنا لازم ہونے میں حرج پیدا ہوگا اور شریعت میں حرج کو دور کیا گیا ہے۔ اہم بات: لڑکے اور لڑکی میں جب بلوغت کے آثار ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر بلوغت کے آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے۔

آیت ۵۹ ﴿ ارشاد فرمایا: جب تمہارے یا قریبی رشتہ داروں کے چھوٹے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ بھی تمام اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اسی طرح اجازت مانگیں جیسے ان سے پہلے بڑے مردوں نے اجازت مانگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے شرعی احکام اسی طرح بیان فرماتا ہے جیسے اس نے لڑکوں کے اجازت طلب کرنے کا حکم بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ مخلوق کی تمام مصلحتوں کو جانتا ہے اور وہ اپنی مخلوق کے معاملات کی تدبیر فرمانے میں حکمت والا ہے۔ اہم بات: باپ یا بھائی اگر بیٹیوں یا بہنوں کو جگانے کیلئے کمرے میں جائیں تو کمرے کے باہر سے آواز دیں اور جگائیں کہ بلا اجازت اندر جانا نامناسب ہے کیونکہ حالت نیند میں بعض اوقات بدن سے کپڑے ہٹ جاتے ہیں۔

آیت ۶۰ ﴿ اس آیت میں بوڑھی عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ ایسی بوڑھی عورتیں جن کی عمر زیادہ ہو چکی ہو اور ان سے اولاد پید

بِزِيْنَةٍ ؕ وَ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ

کرتی ہوں اور ان کا اس سے بھی بچنا ان کے لیے سب سے بہتر ہے اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے○ اندھے

وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ

اور لنگڑے اور بیمار پر کوئی پابندی نہیں اور تم پر بھی کوئی پابندی نہیں کہ تم کھاؤ اپنی اولاد کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

یا اپنے باپ دادا کے گھروں یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے

اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ

گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اس گھر سے جس کی چابیاں تمہارے

ہونے کی امید نہ رہی ہو اور عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے انہیں نکاح کی کوئی خواہش نہ ہو تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے اوپر کے کپڑے یعنی اضافی چادر وغیرہ اتار کر رکھ دیں جبکہ وہ اپنی زینت کی جگہوں مثلاً بال، سینہ اور پنڈلی وغیرہ کو ظاہر نہ کر رہی ہوں اور ان بوڑھی عورتوں کا اس سے بھی بچنا اور اضافی چادر وغیرہ پہنے رہنا ان کے لیے سب سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔

اہم بات: یہ حکم ایسی بوڑھی عورتوں کے لئے ہے جنہیں دیکھنے سے مردوں کو بری خواہش نہ آئے، اگر بڑھاپے کے باوجود عورت کا اتنا حسن وجمال قائم ہے کہ اسے دیکھنے سے بری خواہش آتی ہو تو وہ اس آیت کے حکم میں داخل نہیں۔

آیت 61 ﴿ شانِ نزول: (1) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ جہاد کو جاتے تو اپنے مکانوں کی چابیاں نابیناؤں، بیماروں اور اپاہجوں کو دے جاتے جو ان عذروں کے باعث جہاد میں نہ جاسکتے اور انہیں اجازت دیتے کہ ان کے مکانوں سے کھانے کی چیزیں لے کر کھائیں۔ لیکن وہ لوگ اس خیال سے اسے گوارا نہ کرتے کہ شاید یہ اُن کو دل سے پسند نہ ہو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس کی اجازت دی گئی۔ (2) اندھے، اپاہج اور بیمار لوگ تندرستوں کے ساتھ کھانے سے بچتے کہ کہیں کسی کو نفرت نہ ہو، اس آیت میں انہیں تندرستوں کے ساتھ کھانے کی اجازت دی گئی۔ (3) جب کبھی اندھے، نابینا اور اپاہج کسی مسلمان کے پاس جاتے اور اس کے پاس ان کے کھلانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو وہ انہیں کسی رشتہ دار کے یہاں کھلانے کے لئے لے جاتا، یہ بات ان لوگوں کو گوارا نہ ہوتی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مزید فرمایا: اور تم پر بھی کوئی پابندی نہیں۔ آیت کے اس حصے سے گیارہ مقامات ایسے بتائے گئے جہاں سے کھانا مباح ہے۔ (۱) اپنی اولاد کے گھروں سے، کیونکہ اولاد کا گھر اپنا ہی گھر ہے، اسی طرح شوہر کے لئے بیوی کا اور بیوی کے لئے شوہر کا گھر بھی اپنا ہی گھر ہے۔ (۲) اپنے باپ کے گھروں سے۔ (۳) اپنی ماں کے گھر سے۔ (۴) اپنے بھائیوں کے گھروں سے۔ (۵) اپنی بہنوں کے گھروں سے۔ (۶) اپنے چچاؤں کے گھروں سے۔ (۷) اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے۔ (۸) اپنے ماموؤں کے گھروں سے۔ (۹) اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔ (۱۰) اس گھر سے جس کی چابیاں تمہارے قبضہ میں ہیں۔ اس سے مراد آدمی کا وکیل اور اس کے معاملات کے انتظامات پر مامور شخص ہے۔ (۱۱) اپنے

مَفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِیْقِكُمْؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًاؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا

قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے گھر سے۔ تم پر کوئی پابندی نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ پھر جب گھروں میں داخل

فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةًؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ

تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، (یہ) ملتے وقت کی اچھی دعا ہے، اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ (کلمہ ہے) اللہ یونہی اپنی آیات تمہارے لئے بیان فرماتا

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۠ ۚع اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ

تاکہ تم سمجھو ○ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور جب کسی ایسے کام پر رسول کے ساتھ ہوں جو انہیں

عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ

(رسول اللہ کی بارگاہ میں) جمع کرنے والا ہو تو اس وقت تک نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں۔ بیشک وہ جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو

دوست کے گھر سے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان سب لوگوں کے گھر کھانا، کھانا جائز ہے خواہ وہ موجود ہوں یا نہ ہوں لیکن یہ اجازت اس صورت میں جب کہ وہ اس پر رضامند ہوں اور اگر وہ اس پر رضامند نہ ہوں تو اگرچہ وہ واضح طور پر اجازت دے دیں تب بھی ان کا کھانا، کھانا مکروہ ہے اور فی زمانہ تو یہی سمجھ آتا ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اور اجازت کے بغیر بالکل نہ کھائے کیونکہ ہمارے زمانے کے حالات میں مادیت پرستی بہت بڑھ چکی ہے۔ مزید فرمایا: تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ شانِ نزول: قبیلہ بنی لیث بن عمرو کے لوگ تنہا بغیر مہمان کے کھانا نہ کھاتے تھے کبھی کبھی مہمان نہ ملتا تو صبح سے شام تک کھانا لئے بیٹھے رہتے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ تم پر کوئی پابندی نہیں۔ مزید ارشاد فرمایا کہ پھر جب گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، یہ ملتے وقت کی اچھی دعا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے مبارک پاکیزہ کلمہ ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یونہی احکام پر مشتمل اپنی آیات تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ تم انہیں سمجھو اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کر کے دنیا و آخرت میں سعادت حاصل کرو۔ اہم باتیں: (1) جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل خانہ کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔ (2) اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سلام پیش کر دے۔ درس: (1) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بڑے مہمان نواز ہوا کرتے تھے اور ان کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی مہمان نوازی کرنی چاہئے۔ (2) کھانا مل کر کھانا چاہئے کہ اس سے برکت ہوتی ہے۔

آیت 62 ﴾ ارشاد فرمایا کہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور جب کسی ایسے کام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جمع کرنے والا ہو جیسے کہ جہاد، جنگی تدبیر، جمعہ، عیدین، مشورہ اور ہر اجتماع جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، تو اس وقت تک نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں یا وہ خود انہیں اجازت نہ دے دیں۔ بیشک وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگتے ہیں؛ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں، ان کا اجازت چاہنا فرمانبرداری کا نشان اور صحتِ ایمان کی دلیل ہے۔ پھر اے محبوب! جب وہ اپنے کسی کام

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر (اے محبوب!) جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے (جانے کی) اجازت مانگیں تو ان میں جسے تم چاہو

مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٢﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ

اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ (اے لوگو!) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ

بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ

بنالو جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو پکارتا ہے، بیشک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے کسی چیز کی آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾

تو رسول کے حکم کی مخالفت کرنے والے اس بات سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچے یا انہیں دردناک عذاب پہنچے ○

کے لیے آپ سے جانے کی اجازت مانگیں تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اہم باتیں: (1) حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مجلس پاک کا ادب یہ ہے کہ وہاں سے اجازت کے بغیر نہ جائیں، اسی لئے اب بھی روضۂ مطہرہ پر حاضری دینے والے رخصت ہوتے وقت الوداعی سلام عرض کرتے ہوئے اجازت طلب کرتے ہیں۔ (2) اس آیت سے دربارِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ادب بھی معلوم ہوا کہ آئیں بھی اجازت لے کر اور جائیں بھی اذن حاصل کرکے۔ اساتذہ ومشائخ اور دینی پیشواؤں کی مجلس سے بھی اجازت کے بغیر نہ جانا چاہیے۔ (3) سلطانِ کونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دربار کے آداب خود رب تعالیٰ سکھاتا ہے بلکہ اسی نے ادب کے قوانین بنائے۔ (4) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت برحق ہے کہ رب تعالیٰ نے انہیں شفاعت کا حکم دیا ہے۔

آیت 63 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اے لوگو! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پکارنے کو آپس میں ایسا معمولی نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہ سننے والے کی مرضی ہوتی ہے کہ سنے یا نہ سنے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا معاملہ دوسروں سے بلند ہے کہ جب وہ کسی کو پکاریں تو اس پر جواب دینا اور عمل کرنا واجب اور ادب سے حاضر ہونا لازم ہو جاتا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اے لوگو! میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام لے کر نہ پکارو بلکہ تعظیم، تکریم، توقیر، نرم آواز کے ساتھ اور عاجزی وانکساری سے انہیں اس طرح کے الفاظ کے ساتھ پکارو: یَارَسُوْلَ اللّٰہ، یَانَبِیَّ اللّٰہ، یَاحَبِیْبَ اللّٰہ، یَااِمَامَ الْمُرْسَلِیْنَ، یَارَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، یَاخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔ مزید فرمایا: **بیشک اللہ جانتا ہے جو تم میں سے کسی چیز کی آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں۔** شانِ نزول: منافقین پر مسجد میں ٹھہر کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خطبے کا سننا گراں ہوتا تھا تو وہ چپکے چپکے، آہستہ آہستہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی آڑ لے کر سرکتے سرکتے مسجد سے نکل جاتے تھے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے کسی چیز کی آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم سے اعراض کرنے والے اور ان کی اجازت کے بغیر چلے جانے والے اس بات سے ڈریں کہ انہیں دنیا میں تکلیف، قتل، زلزلے، ہولناک

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

سُن لو! بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، بیشک وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو (جانتا ہے) جس میں لوگ اس کی طرف پھیرے جائیں گے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے ○

۲۵ سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ ۴۲ — آیاتہا ۷۷ — رکوعاتہا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حوادث، ظالم بادشاہ کا مسلط ہونا یا دل کا سخت ہو کر معرفت الٰہی سے محروم رہنا وغیرہ کوئی مصیبت پہنچے یا انہیں آخرت میں دردناک عذاب پہنچے۔ اہم باتیں: (1) تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی انہیں ایسے الفاظ کے ساتھ ندا کرنا جائز نہیں جن میں ادب و تعظیم نہ ہو، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو "یا محمد" کہہ کر پکارنے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا اگر کسی نعت وغیرہ میں اس طرح لکھا ہوا ہے تو اسے تبدیل کر دینا چاہیے۔ (2) جس نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حقیر سمجھا وہ کافر ہے اور دنیا و آخرت میں ملعون ہے۔

**آیت 64** ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و شان بیان کرتے ہوئے فرمایا: سن لو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، بیشک وہ تمہارے ہر اس حال کو جانتا ہے جس پر تم ہو یعنی ایمان پر ہو یا نفاق پر اور وہ اس دن کو جانتا ہے جس میں لوگ اس کی طرف جزا کے لئے پھیرے جائیں گے اور وہ دن روزِ قیامت ہے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ چھپا بُرا عمل انہوں نے کیا اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے، اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔

**سورۂ فرقان کا تعارف** ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اس میں 6 رکوع اور 77 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ "الفرقان" مذکور ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ فرقان" رکھا گیا ہے۔ مضامین: اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا اور عظمت و شان کا بیان ہوا۔ قرآنِ پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کفار کے اعتراضات ذکر اور ان کا رد ہے۔ قیامت کے دن کو جھٹلانے والے کافروں کی ہولناک سزا بیان کی گئی۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، کفار کے اعمال ضائع جانے اور شرک کرنے کی وجہ سے ان کے نادم ہونے کو بیان کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تسلی کے لئے انبیاء علیہم السلام کی قوموں کے واقعات بیان کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی مختلف مصنوعات سے اس کی وحدانیت اور قدرت پر دلائل قائم کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے اور اس کی راہ میں تکلیفیں برداشت کرنے والے مومنین کی تعریف بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا ہے کہ جھٹلانے والوں پر عنقریب عذاب نازل ہوگا۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَاۙ ۝۱ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ

وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سنانے والا ہو ○ وہ جس کے لیے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ

اور زمین کی بادشاہت ہے اور اس نے نہ اولاد اختیار فرمائی اور نہ اس کی سلطنت میں کوئی اس کا شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ۝۲ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ

پھر اسے ٹھیک اندازے پر رکھا ○ اور لوگوں نے اس کے سوا ایسے معبود بنالئے جو کسی شے کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود انہیں بنایا جاتا ہے

وَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ۝۳

اور وہ اپنے لئے کسی نقصان اور نفع کے مالک نہیں ہیں اور نہ وہ (کسی کی) موت اور زندگی کے اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں ○

آیت 1 ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے خاص بندے اور اپنے حبیب، انبیاء کے سردار، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر حق اور باطل کے درمیان فرق کردینے والا قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ اس کے ذریعے تمام جہان والوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر اس کے عذاب کا ڈر سنانے والے ہوں۔ ... آیت کے اس حصے "لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا" میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام ہونے کا بیان ہے کہ آپ ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے، خواہ جن ہوں یا بشر، فرشتے ہوں یا دیگر مخلوقات، سب آپ کے اُمتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو عالَم کہتے ہیں اور اس میں یہ سب داخل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا: "اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً" یعنی میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم، حدیث:1167)

آیت 2 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں: (1) آسمانوں اور زمین کی بادشاہت خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار نہ فرمائی۔ اس میں ان یہودیوں اور عیسائیوں کا رد ہے جو حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، معاذ اللہ۔ (3) اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس میں بت پرستوں کا رد ہے جو بتوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ (4) ہر چیز کو صرف اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ (5) ہر چیز کو اس کے حال کے مطابق ٹھیک اندازے پر رکھا۔

آیت 3 اس آیت کا معنی یہ ہے جو معبود، خالق، مالک اور قادر ہونے میں یکتا ہے، بت پرست اس کی عبادت کرنے پر بتوں کی عبادت کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں حالانکہ وہ بت ایسے عاجز اور بے قدرت ہیں کہ کسی شے کو پیدا ہی نہیں کرسکتے بلکہ خود انہیں بنایا جاتا ہے اور وہ اپنے آپ سے کوئی ضرر دور کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ ہی خود کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں، کسی کو موت اور زندگی دینے کے مالک ہیں نہ کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ اہم بات: یہ آیت بتوں کے بارے میں ہے، اسے انبیاء کرام علیہم السلام یا اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم پر چسپاں کرنا خارجیوں کا طریقہ ہے کہ نبیوں ولیوں کا بطورِ معجزہ و کرامت مدد کرنا تو مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ

اور کافروں نے کہا: یہ قرآن تو صرف ایک بڑا جھوٹ ہے جو انہوں نے خود بنالیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے (بھی) ان کی مدد کی ہے

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ

تو بیشک وہ (کافر) ظلم اور جھوٹ پر آگئے ہیں ۝ اور کافروں نے کہا: (یہ قرآن) پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس (نبی) نے کسی سے لکھوالی ہیں تو یہ ان پر

بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا

صبح و شام پڑھی جاتی ہیں ۝ تم فرماؤ: اسے تو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ بات جانتا ہے، بیشک وہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ۝ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

مہربان ہے ۝ اور کافروں نے کہا: اس رسول کو کیا ہوا؟ کہ یہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے، اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہ

آیت 4 ﴾ یہاں سے کفار کے اعتراضات کا ذکر ہے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نضر بن حارث اور اس کے ساتھیوں نے قرآن کریم کے بارے میں کہا: یہ قرآن تو صرف ایک بڑا جھوٹ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود بنالیا ہے اور اس پر یہودیوں اور عداس و یسار وغیرہ اہل کتاب نے بھی ان کی مدد کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں ارشاد فرمایا: وہ یعنی نضر بن حارث وغیرہ مشرکین جو یہ بے ہودہ بات کہہ رہے ہیں، یہ ظلم اور جھوٹ پر آگئے ہیں۔

آیت 5 ﴾ فرمایا گیا کہ وہی مشرکین قرآن کریم کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ رستم، اسفند یار وغیرہ کے قصوں کی طرح پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی سے لکھوائی ہیں، کیونکہ کسی سے پڑھے ہوئے نہ ہونے کی وجہ سے یہ خود لکھ نہیں سکتے، اس لئے دوسروں سے لکھوالی ہیں، پھر یہی کہانیاں ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں تاکہ سُن سُن کر انہیں یاد ہو جائیں اور جب آپ کو یاد ہو جاتی ہیں تو وہی کہانیاں ہمیں سنا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔

آیت 6 ﴾ اللہ تعالیٰ نے کفار کارد کرتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! آپ ان کفار سے فرما دیں کہ اس قرآن کو تو اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر بات جانتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اس خدا کا کلام، قرآن کریم غیب کی خبروں پر مشتمل ہے اور کافر قرآن اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق باطل باتیں کرکے عذاب کے مستحق ہیں لیکن اللہ تعالیٰ عذاب دینے کی قدرت کے باوجود مہربانی کرتے ہوئے فوری عذاب نازل نہیں فرماتا بلکہ توبہ کے لئے مہلت دیتا ہے تاکہ یہ توبہ کر سکیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 7 ﴾ اس آیت میں کافروں کا ایک مزید اعتراض مذکور ہے کہ کفار قریش نے کعبہ شریف کے نزدیک جمع ہو کر یہ کہا: اس رسول کو کیا ہوا کہ یہ ہماری طرح کھانا بھی کھاتا ہے اور ہماری طرح رزق کی تلاش میں بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبی ہوتے تو نہ کھاتے، نہ بازاروں میں چلتے اور یہ بھی نہ ہوتا تو ان کی طرف ان کی تائید کیلئے کوئی فرشتہ کیوں نہ اُتار دیا گیا جو ان کے ساتھ ہوتا اور لوگوں کو ان کی اطاعت کا کہتا اور نافرمانی سے ڈراتا نیز ان کی تصدیق کرتا اور ان کی نبوت کی گواہی دیتا۔

مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًاۙ۝ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَاؕ

اتار دیا جاتا جو اس کے ساتھ (لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا؟ یا اس کی طرف کوئی (غیبی) خزانہ ڈال دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے یہ کھاتا؟

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ

اور ظالموں نے کہا: تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا۝ اے حبیب! دیکھو تمہارے لئے کیسی مثالیں بیان کر رہے ہیں

فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۠۝ تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ ع

تو یہ گمراہ ہوگئے ہیں کہ اب انہیں کسی راہ کی طاقت نہیں۝ وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لیے اس سے بہتر بنادے،

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ وَ يَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَ اَعْتَدْنَا

وہ جنت جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور تمہارے لئے بلند و بالا محلات بنادے۝ بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا ہے اور ہم نے قیامت کو

آیت ۸ ﴿ اس آیت میں کفارِ قریش کی مزید باتیں بیان کی گئیں کہ انہوں نے کہا: ان کی طرف آسمان سے کوئی خزانہ ڈال دیا جاتا اور یہ معاش کے حصول سے بے نیاز ہو جاتے، اور اگر انہیں کوئی خزانہ نہیں ملنا تھا تو کم از کم ان کا کوئی باغ تو ہوتا جس میں سے یہ مالداروں کی طرح کھاتے اور ان ظالموں نے مسلمانوں سے کہا: تم ایک ایسے مرد کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو ہے اور معاذ اللہ ان کی عقل ٹھکانے پر نہیں ہے۔

آیت ۹ ﴿ اس سے اوپر والی آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بیان کی گئی کفار کی بیہودہ باتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے حبیب! آپ دیکھیں کہ یہ کفار آپ کے بارے میں کیسی عجیب و غریب باتیں کر رہے ہیں۔ یہ لوگ آپ کی شان سے جاہل ہیں کہ انہوں نے جادو کے زیرِ اثر کہا حالانکہ آپ کے اقوال و اعمال سب گواہ ہیں کہ آپ کامل عقل اور دانش رکھتے ہیں جبکہ جادو کا مارا شخص تو عقل سے بہت دور کی نہیں سکتا۔ یہ کفار اپنی اسی واضح جہالت کی وجہ سے ہدایت کی راہ کی طاقت ہی نہیں رکھتے۔

آیت ۱۰ ﴿ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ اگر چاہے تو اے حبیب! تمہارے لیے کافروں کے ان بیان کردہ خزانوں اور باغات سے بہتر چیزیں عطا فرما دے اور دنیا میں ایسے باغات بنادے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور تمہارے لئے بلند و بالا محلات بنادے لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ اپنی مشیت اور بندوں کی مصلحت کے مطابق ان کے معاملات کی تدبیر فرماتا ہے اس لئے اس پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام اتنا بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کو دنیا کی بڑی سے بڑی نعمتیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ آسائشیں عطا فرما دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دنیا کی زیب و زینت اور اس کی آسائشوں کو پسند نہیں فرمایا اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دنیا میں فقر کو ہی ترجیح دی ہے۔

آیت ۱۱ ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! ان کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں ہی نہیں کیں بلکہ انہوں نے قیامت کو بھی جھٹلایا ہے اور ہم نے قیامت کو جھٹلانے والوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۚ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ۝

جھٹلانے والوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جب وہ آگ انہیں دور کی جگہ سے دیکھے گی تو کافر اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سنیں گے۔

وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ؕ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا

اور جب انہیں اس آگ کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں میں جکڑ کر ڈالا جائے گا تو وہاں موت مانگیں گے۔ (فرمایا جائے گا) آج ایک موت

وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ

نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو۔ تم فرماؤ: کیا یہ (عذاب جہنم) بہتر ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کا باغ جس کا ڈرنے والوں کو وعدہ دیا گیا ہے،

كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ۝ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ

وہ باغ ان کے لئے بدلہ اور لوٹنے کی جگہ ہے۔ جنتیوں کیلئے جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں گے، وہاں ہمیشہ رہیں گے، یہ تمہارے رب کے ذمہ کرم پر

آیت 12 ﴿ ارشاد فرمایا کہ جب وہ بھڑکتی ہوئی آگ انہیں دور کی جگہ سے دیکھے گی تو اس قدر جوش مارے گی کہ کافر اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سنیں گے۔ اہم باتیں: (1) دور کی جگہ سے مراد ایک برس کی راہ ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک سو برس کی راہ مراد ہے۔ (2) آگ کا دیکھنا کچھ بعید نہیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو حیات، عقل اور دیکھنے کی صلاحیت عطا فرمادے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس سے جہنم میں مامور فرشتوں کا دیکھنا مراد ہے۔

آیت 14،13 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کفار کو اس آگ کی تنگ جگہ میں جو انتہائی کرب و بے چینی پیدا کرنے والی ہو، زنجیروں میں جکڑ کر اس طرح ڈالا جائے گا کہ ان کے ہاتھ گردنوں سے ملا کر باندھ دیئے گئے ہوں، یا اس طرح کہ ہر ہر کافر اپنے اپنے شیطان کے ساتھ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو، تو وہ وہاں موت مانگیں گے اور "وَاثُبُوْرَاهُ، وَاثُبُوْرَاهُ" یعنی ہائے! اے موت آجا، کا شور مچائیں گے اور اس وقت ان سے فرمایا جائے گا: آج ایک موت نہ مانگو بلکہ بہت سی موتیں مانگو کیونکہ تم طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کئے جاؤ گے۔

آیت 15 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرمائیں: کیا جہنم کا عذاب اور اس کی ہولناکیاں جن کا ذکر کیا گیا، یہ بہتر ہیں یا وہ ہمیشہ رہنے کا باغ جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے، وہ باغ ان کے اعمال کا بدلہ اور لوٹنے کی جگہ ہے۔

آیت 16 ﴿ فرمایا کہ جنتیوں کے لئے جنت میں ان کے مرتبے کے مطابق ہر وہ نعمت اور لذت ہوگی جو وہ چاہیں گے اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ مزید فرمایا: یہ تمہارے رب کے ذمہ کرم پر مانگا ہوا وعدہ ہے۔ مانگے ہوئے وعدے سے مراد یہ ہے کہ وہ وعدہ مانگنے کے لائق ہے یا اس سے مراد وہ وعدہ ہے جو مومنین نے دنیا میں یہ عرض کر کے مانگا: "رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً" یعنی اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما۔ یا یہ عرض کر کے مانگا: "رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ" یعنی اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔

وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ

ہے جو وعدہ ہے○ اور جس دن وہ انہیں اور جن (بتوں) کی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان کو جمع فرمائے گا تو (ان بتوں سے) فرمائے گا: کیا میرے ان

عِبَادِیْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَاۤ اَنْ

بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی راستے سے بھٹکے تھے؟○ وہ عرض کریں گے: (اے اللہ!) تو پاک ہے، ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں تھا کہ

نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ

ہم تیرے سوا کسی اور کو مددگار بنائیں لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو فائدہ اٹھانے دیا یہاں تک کہ انہوں نے (تیری) یاد کو بھلا دیا

وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِیْعُوْنَ صَرْفًا

اور یہ لوگ ہلاک ہونے والے ہی تھے○ تو بیشک ان (جھوٹے معبودوں) نے تمہاری بات کو جھٹلا دیا تو اب تم نہ عذاب پھیرنے کی طاقت رکھو گے

وَّ لَا نَصْرًا ۚ وَ مَنْ یَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِیْرًا ﴿۱۹﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

اور نہ اپنی مدد کر سکو گے اور تم میں جو ظالم ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے○ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے

**آیت 17** ارشاد فرمایا کہ جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین اور ان کے باطل معبودوں کو جن کی یہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے، جمع کرے گا تو ان معبودوں سے فرمائے گا: کیا میرے بندوں کو تم نے گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی ہدایت کے راستے سے بھٹکے تھے؟ اللہ تعالیٰ حقیقت حال کا جاننے والا ہے اس سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ اس سوال: (1) یہ سوال مشرکین کو ذلیل کرنے کے لئے ہے تا کہ ان کے معبود انہیں جھٹلائیں تو ان کی حسرت وذلت اور زیادہ ہو۔ (2) باطل معبودوں سے عام معبود مراد ہیں چاہے وہ ذَوِی الْعُقُول ہوں جیسے جنات وشیاطین یا غیر ذَوِی الْعُقُول جیسے بت کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی بولنے کی قوت دے گا۔

**آیت 18** فرمایا کہ وہ باطل معبود عرض کریں گے: اے اللہ! تو اس سے پاک ہے کہ کوئی تیرا شریک ہو، خود ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کسی اور کو مددگار بنائیں تو کیا ہم کسی دوسرے کو تیرے غیر کو معبود بنانے کا حکم دے سکتے تھے؟ ہم تیرے بندے ہیں، لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو دنیا سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا اور انہیں اموال، اولاد، لمبی عمر، صحت و سلامتی عنایت کی یہاں تک کہ یہ غفلت میں پڑے اور انہوں نے تیری یاد کو بھلا دیا اور تیری نعمتوں کو یاد کرنا اور تیری آیتوں میں غور وتدبر کرنا چھوڑ دیا اور انہوں نے اپنے برے اختیار کی وجہ سے ہدایت کے اسباب کو گمراہی اور سرکشی کا ذریعہ بنا لیا اور یہ لوگ تیری ازلی قضا میں ہلاک ہونے والے ہی تھے۔

**آیت 19** جب کفار کے باطل معبود جواب دے لیں گے تو اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرمائے گا: اے مشرکو! تم نے اپنے معبودوں کو خدا کہا اور انہوں نے تمہیں جھوٹا کر دیا، اب یہ بت نہ تمہاری مدد کر سکیں گے، نہ ہم کریں گے اور نہ تم ایک دوسرے کی مدد کر سکو گے۔ تم میں جو ظالم یعنی کافر اور کافر گر ہے ہم اسے جہنم کا بڑا عذاب چکھائیں گے۔

**آیت 20** اس آیت میں کفار کے اس طعن کا جواب دیا گیا ہے جو انہوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کیا تھا کہ وہ بازاروں میں

اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ یَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِؕ-وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةًؕ

سب یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا

اَتَصْبِرُوْنَۚ-وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِیْرًا۠(۲۰)

ع

اور (اے لوگو!) کیا تم صبر کروگے؟ اور (اے محبوب!) تمہارا رب خوب دیکھنے والا ہے○

چلتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں، یہاں بتایا گیا کہ یہ امور نبوت کے منافی نہیں بلکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی زندگی کا حصے تھے لہٰذا یہ اعتراض محض جہالت اور عناد پر مبنی ہے۔ مزید فرمایا: اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کیلئے آزمائش بنایا۔ شانِ نزول: (1) امیر لوگ غریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر یہ خیال کرتے کہ یہ ہم سے پہلے اسلام لا چکے اس لئے انہیں ہم پر ایک فضیلت رہے گی۔ اس خیال سے وہ اسلام قبول کرنے سے باز رہتے اور امیروں کے لئے غریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آزمائش بن جاتے۔ (2) یہ آیت ابوجہل، ولید بن عقبہ، عاص بن وائل سہمی اور نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی، ان لوگوں نے غریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر پہلے سے اسلام لائے ہیں تو غرور سے کہا: ہم بھی اسلام لے آئیں تو انہیں جیسے ہو جائیں گے تو ہم میں اور ان میں فرق کیا رہ جائے گا۔ (3) یہ آیت مسلمان فقراء کی آزمائش میں نازل ہوئی جن کا کفار قریش مذاق اڑایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی کرنے والے یہ لوگ ہیں جو ہمارے غلام اور اراذل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور ان مومنین سے فرمایا: کیا تم اس فقر و شدت پر اور کفار کی اس بدگوئی پر صبر کروگے اور اے حبیب! تمہارا رب عزوجل اس کو خوب دیکھنے والا ہے جو صبر کرے اور اس کو بھی جو بے صبری کرے۔ درس: دنیا کا مال نہ ہونا اور غربت کا شکار ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے، ایسے موقع پر صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑنا چاہئے۔ (2) اپنے سے کم حیثیت والے کی طرف دیکھو اور جو تم سے زیادہ حیثیت کا ہے اس کی طرف نہ دیکھو کیونکہ یہ عمل اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم (اپنے اوپر) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو۔ (مسلم، حدیث:7430)

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا

اور جو لوگ ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے انہوں نے کہا: ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب کو کیوں نہیں دیکھتے؟

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ

بیشک انہوں نے اپنے دلوں میں تکبر کیا ہے اور انہوں نے بہت بڑی سرکشی کی ہے○ یاد کرو جس دن لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے

لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ

اس دن مجرموں کے لئے کوئی خوشخبری نہ ہوگی اور وہ کہیں گے: (یا اللہ! ہمارے درمیان) کوئی روکی ہوئی آڑ کردے○ اور انہوں نے جو کوئی عمل

اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

کیا ہوگا ہم اس کی طرف قصد کرکے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح بنا دیں گے جو روشندان کی دھوپ میں نظر آتے ہیں○ جنت والے

آیت 21 آیت کا خلاصہ یہ ہے: کفار جو کہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر نشر کو نہیں مانتے، اسی لئے وہ قیامت کے دن والی ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے رسول بنا کر یا رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت و رسالت کے گواہ بنا کر ہم پر فرشتے کیوں نہ اتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب کو اعلانیہ کیوں نہیں دیکھتے جو ہمیں خود بتا دے کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کے رسول ہیں؟ فرمایا: بیشک انہوں نے اپنے دلوں میں تکبر کیا اور ان کا تکبر انتہا کو پہنچ گیا ہے اور انہوں نے بہت بڑی سرکشی کی۔ معجزات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی فرشتوں کے اپنے اوپر اترنے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا سوال کر رہے ہیں۔

آیت 22 فرمایا کہ لوگ اپنی موت کے وقت روح نکالنے والے فرشتوں کو اس حال میں دیکھیں گے یا قیامت کے دن عذاب دینے پر مامور فرشتوں کو اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ ان سے کہہ رہے ہوں گے "اس دن مجرموں کیلئے کوئی خوشخبری نہ ہوگی۔" مزید فرمایا اور وہ کہیں گے: (یا اللہ! ہمارے درمیان) کوئی روکی ہوئی آڑ کر دے۔ اس جملے کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے دن کفار جب فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ فرشتوں سے پناہ چاہتے ہوئے کہیں گے: اے اللہ! ہمارے اور ان فرشتوں کے درمیان کوئی روکی ہوئی آڑ کر دے۔ آیت میں مجرموں سے مراد کفار ہیں۔

آیت 23 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار نے کفر کی حالت میں جو کوئی ظاہری اچھے عمل کیے ہوں گے جیسے صدقہ، صلہ رحمی، مہمان نوازی وغیرہ، اللہ تعالیٰ ان کی طرف قصد کرکے روشندان کی دھوپ میں نظر آنے والے باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح انہیں بے وقعت بنا دے گا۔ مراد یہ ہے کہ وہ اعمال باطل کر دیئے جائیں گے، ان کا کچھ کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اعمال کی مقبولیت کے لئے ایمان شرط ہے اور وہ انہیں میسر نہ تھا۔ آج کل مسلمان کہلانے والے سیکولر لبرل لوگ کافروں کے اعمال، خدمت خلق، سائنسی ایجادات پر بہت پیار کرتے ہیں اور اپنے مضامین اور کالموں میں بار بار لکھتے ہیں کہ کیا ایسے عظیم لوگ جہنم میں جائیں گے۔ ان سب کو جواب ہے کہ جس خدا نے جنت اور جہنم پیدا کی ہے اور جس کا علم و حکمت لامتناہی ہے اس کا فیصلہ اس آیت میں پڑھ لیں کہ کیا ہے؟

آیت 24 آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت والے یعنی مومنین قیامت کے دن ان مغرور، متکبر مشرکوں کے مقابلے میں ٹھکانے کے اعتبار

يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ

اس دن ٹھکانے کے اعتبار سے بہتر اور آرام کے اعتبار سے سب سے اچھے ہوں گے○ اور جس دن آسمان بادلوں سمیت

وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

پھٹ جائے گا اور فرشتے پوری طرح اتارے جائیں گے○ اس دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہوگی اور کافروں پر وہ

عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ

بڑا سخت دن ہوگا○ اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا، کہے گا: اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ

سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ

راستہ اختیار کیا ہوتا○ ہائے میری بربادی! اے کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا○ بیشک اس نے میرے پاس نصیحت

سے بہتر اور آرام کے اعتبار سے سب سے اچھے ہوں گے۔

آیت 25 ﴿ اس آیت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (جب قیامت قائم ہوگی تو اس دن پہلے آسمانِ دنیا پھٹے گا اور وہاں کے رہنے والے فرشتے زمین پر اتریں گے اور ان کی تعداد زمین کے جن و انس سب سے زیادہ ہوگی، پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اور وہاں کے رہنے والے فرشتے اتریں گے، وہ آسمان دنیا کے رہنے والوں سے اور جن و انس سب سے زیادہ ہیں، اسی طرح آسمان پھٹتے جائیں گے اور ہر آسمان والوں کی تعداد اپنے ماتحتوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ ساتواں آسمان پھٹے گا، پھر کروبین (یعنی فرشتوں کے سردار) اتریں گے، پھر عرش اٹھانے والے فرشتے اتریں گے۔ (خازن، 3 / 270)

آیت 26 ﴿ فرمایا کہ قیامت کے دن سچی بادشاہی رحمٰن عزوجل کی ہوگی اور اس دن اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بادشاہ نہ ہوگا اور وہ دن کافروں پر بڑا سخت اور انتہائی شدید ہوگا۔

آیت 27 ﴿ شانِ نزول: عقبہ بن ابی معیط، اُبَی بن خلف کا گہرا دوست تھا، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشاد فرمانے سے اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت دی اور اس کے بعد اُبَی بن خلف کے زور ڈالنے سے پھر مرتد ہو گیا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ جس دن ظالم حسرت و ندامت کی وجہ سے اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا: اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ جنت و نجات کا راستہ اختیار کیا ہوتا، ان کی پیروی کیا کرتا اور ان کی ہدایت کو قبول کیا ہوتا۔

آیت 28، 29 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن کافر کہے گا: ہائے میری بربادی! اے کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا جس نے مجھے گمراہ کر دیا۔ بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس نصیحت آ جانے کے بعد مجھے اس نصیحت یعنی قرآن اور ایمان سے بہکا دیا اور شیطان کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ انسان کو مصیبت کے وقت بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے اور جب انسان پر بلا و عذاب نازل ہوتا ہے تو اس وقت اس سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ درس: اس سے معلوم ہوا کہ بد مذہبوں اور برے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، انہیں اپنا دوست بنانا اور ان سے محبت کرنا دنیا اور آخرت میں انتہائی نقصان دہ ہے۔ اس لئے دہریوں، کافروں،

الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ

آجانے کے بعد مجھے اس سے بہکا دیا اور شیطان انسان کو مصیبت کے وقت بے مدد چھوڑ دینے والا ہے○ اور رسول نے عرض کی:

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا

اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل بنا لیا ہے○ اور ہم نے اسی طرح ہر نبی کے لیے مجرموں کو دشمن

مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ

بنا دیا تھا اور ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لیے تمہارا رب کافی ہے○ اور کافروں نے کہا: ان پر سارا قرآن ایک ہی مرتبہ

عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ

کیوں نہیں اتار دیا گیا؟ (ہم نے) یونہی (اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا) تاکہ اس کے ساتھ ہم تمہارے دل کو مضبوط کریں

بے دینوں، دین دشمنوں، بدمذہبوں اور برے دوستوں کی دوستی اور ان کی صحبت اختیار کرنے سے بچنا بہت ضروری ہے۔

آیت 30 ﴿ جب کفار کے اعتراضات اور طعن، تشنیع حد سے زیادہ ہوگئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب عزوجل، میری قوم نے اس قرآن کو ایک چھوڑ دینے کے قابل چیز بنا لیا ہے کہ کسی نے اس کو جادو کہا، کسی نے شعر اور یہ لوگ قرآن مجید پر ایمان لانے سے محروم رہے۔ اس آیت میں چھوڑنے سے اصل مراد تو اس پر ایمان نہ لانا ہے۔ لیکن چھوڑنے کی اس کے علاوہ بھی صورتیں ہیں لہٰذا مسلمان کا حال ایسا نہیں ہونا چاہئے جس سے کہ اس نے قرآن مجید کو چھوڑ رکھا ہے، بلکہ اسے چاہئے کہ روزانہ تلاوتِ قرآن کرے، قرآن مجید کی آیات کو سمجھنے کی کوشش کرے نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو احکامات پر عمل کرے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان سے باز رہے تاکہ وہ قرآن مجید کو عملی طور پر چھوڑ رکھنے والے لوگوں میں شامل نہ ہو۔

آیت 31 ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ غم نہ کریں کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ کافروں کا یہی معمول رہا ہے، تو جس طرح گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کفار کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرتے رہے، اسی طرح آپ بھی صبر فرمائیں اور آپ کی تسلی کیلئے یہی بات کافی ہے کہ دین و دنیا کی مصلحتوں کی طرف ہدایت دینے اور دشمنوں کے خلاف مدد کرنے کیلئے آپ کا رب عزوجل کافی ہے۔ اہم بات: اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ ہر نبی اور ولی کا کوئی دشمن ہوتا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے اور ان کے شرف و مقام کو ظاہر فرماتا ہے۔

آیت 32 ﴿ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے والے کفار نے کہا: اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ گمان ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو آپ ہمارے پاس سارا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں لے کر آئے جیسے گزشتہ انبیاء پر ان کی کتب نازل ہوئیں۔ کفار کا یہ اعتراض بالکل فضول ہے کیونکہ قرآن کریم کا عاجز کر دینے والا ہونا ہر حال میں یکساں ہے، چاہے وہ ایک ہی مرتبہ نازل ہو یا تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہو بلکہ قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہونے میں اس کے معجزہ ہونے کی بڑی دلیل ہے کہ اس طرح

وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾

اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا○ اور وہ آپ کے پاس کوئی بھی مثال لے آئیں، ہم آپ کے پاس حق اور بہتر بیان لے آئیں گے○

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ ع

وہ جنہیں ان کے چہروں کے بل جہنم کی طرف ہانکا جائے گا ان کا ٹھکانہ سب سے بدتر اور وہ سب سے زیادہ گمراہ ہیں○

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو وزیر بنایا○ تو ہم نے فرمایا: تم دونوں اس قوم

یہ آیت کا مقابلہ کرنے سے کفار کا عاجز ہونا ظاہر ہو رہا ہے۔ مزید فرمایا: تاکہ اس کے ساتھ ہم تمہارے دل کو مضبوط کریں۔ آیت کے اس حصے میں قرآن پاک کو بتدریج نازل فرمانے کی حکمت ظاہر فرمائی کہ اے حبیب! ہم نے اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے نازل کیا تاکہ اس کے ذریعے آپ کے دل کو مضبوط کریں اور پیام کا سلسلہ جاری رہنے سے آپ کے قلب مبارک کو مسلسل طاقت و حوصلہ ملتا رہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی فائدہ ہے کہ قرآن پاک کو حفظ کرنا آسان ہو۔ مزید فرمایا: اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔ آیت کے اس حصے کا ایک معنی یہ ہے کہ ہم نے قرآن پاک کو حضرت جبریل علیہ السلام کی زبان سے تھوڑا تھوڑا کر کے تئیس برس کی مدت میں پڑھا۔ اس میں ہمارے لئے بھی درس ہے کہ قرآن مجید ترتیل سے یعنی ٹھہر ٹھہر کر، اطمینان کے ساتھ پڑھیں۔

**آیت 33** ✽ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! یہ مشرکین آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دین کے خلاف یا آپ کی نبوت پر جو بھی اعتراض قائم کریں گے ہم اس کا انتہائی نفیس جواب دیں گے۔ اگر کوئی شخص اس کا مشاہدہ کرنا چاہے تو قرآن مجید میں مذکور کافروں کے اعتراضات اور رب تعالیٰ کی طرف سے ان کے جوابات کا مطالعہ کر لے، حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔

**آیت 34** ✽ فرمایا کہ قیامت کے دن جن لوگوں کو ان کے چہروں کے بل جہنم کی طرف ہانکا جائے گا، ان کا ٹھکانہ سب سے بدتر اور وہ سب سے زیادہ صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ دعا: اللہ تعالیٰ ہمیں برے خاتمے، برے حشر سے بچائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے ایمان بھی سلامت رکھے اور قیامت میں بھی سلامتی دے۔

**آیت 35** ✽ فرمایا گیا کہ اے حبیب! ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے انہیں جھٹلایا گیا اور انہیں جو معجزات عطا کئے ان کا انکار کیا گیا، بیشک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی اور اس کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے ذریعے ہم نے اس کا بازو مضبوط کیا لیکن اس کے باوجود ان کی مخالفت کی گئی۔ یہاں سے مذکورہ واقعات انبیاء میں تبلیغ دین کے کاموں میں ہمت و حوصلہ بڑھانا مقصود ہے۔

**آیت 36** ✽ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے ارشاد فرمایا: تم دونوں قوم فرعون کی طرف جاؤ، ان لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے۔ چنانچہ وہ دونوں حضرات ان کی طرف گئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا اور اپنی رسالت کی تبلیغ کی، لیکن ان بدبختوں نے جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مکمل طور پر تباہ کر دیا۔

اِلَى الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًا ۳۶ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا

کی طرف جاؤ جس نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے تو ہم نے انہیں مکمل طور پر تباہ کردیا ○ اور نوح کی قوم کو جب انہوں نے رسولوں کو

الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةًؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ۳۷

جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کردیا اور انہیں لوگوں کے لیے نشانی بنادیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے○

وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا ۳۸ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ٘

اور عاد اور ثمود اور کنویں والے اور ان کے درمیان کی بہت سی قومیں (ہم نے ہلاک کردیں)۔○ اور ہم نے ہر قوم کیلئے مثالیں بیان فرمائیں

وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا ۳۹ وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْیَةِ الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِؕ اَفَلَمْ یَكُوْنُوْا

اور ہم نے سب کو مکمل طور پر تباہ کردیا○ اور بیشک یہ اس بستی پر ہو آئے ہیں جس پر بری بارش کی گئی تو کیا یہ اس بستی کو نہیں

**آیت 37** ✽ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو بھی ہلاک کردیا، جب انہوں نے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کردیا اور ہم نے انہیں لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بنادیا تاکہ بعد والوں کے لئے عبرت ہوں اور ہم نے کفر و تکذیب میں حد سے بڑھنے والے ظالموں کے لیے دنیا کے عذاب کے علاوہ آخرت میں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اہم بات: یہاں رسولوں سے مراد حضرت نوح، حضرت ادریس اور حضرت شیث علیہم السلام ہیں یا یہ بات ہے کہ ایک رسول علیہ السلام کی تکذیب تمام رسولوں علیہم السلام کی تکذیب ہے تو جب انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تو گویا سب رسولوں علیہم السلام کو جھٹلایا۔

**آیت 38** ✽ فرمایا کہ ہم نے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کو بھی ہلاک کردیا اور کنوئیں والوں کو ہلاک کردیا۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی جو بت پرستی کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا لیکن قوم اپنی بت پرستی پر ڈٹی رہی۔ ان لوگوں کے مکان ایک کنوئیں کے گرد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کیا اور یہ تمام قوم اپنے مکانوں سمیت اس کنوئیں کے ساتھ زمین میں دھنس گئی۔ کنویں والوں کے بارے میں اس کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں۔ مزید ارشاد فرمایا کہ قوم عاد و ثمود اور کنوئیں والوں کے درمیان میں بہت سی امتیں ہیں جنہیں انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کرنے کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کردیا۔

**آیت 39** ✽ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ہر قوم کو سمجھانے کیلئے مثالیں بیان فرمائیں، حجتیں قائم کیں کسی قوم کو سمجھائے، خدائی پیغام پہنچائے اور عذاب الٰہی سے ڈر سنائے بغیر ہلاک نہ کیا لیکن ان سب کے باوجود جب انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا تو ہم نے سب کو مکمل طور پر تباہ کردیا۔

**آیت 40** ✽ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ شام کی طرف اپنے تجارتی سفروں میں بارہا اس بستی سے گزر چکے ہیں جس پر پتھروں کی بارش کی گئی تھی تو کیا کفارِ مکہ سفر کے دوران اس بستی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے تھے تاکہ ان کے انجام سے عبرت پکڑتے اور ایمان لاتے، بلکہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ یہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے قائل ہی نہیں۔ اہم بات: اس آیت میں جس بستی پر پتھروں کی بارش ہونے کا ذکر ہوا اس سے مراد "سدوم" نامی بستی ہے جو کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی پانچ بستیوں میں

يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝ وَإِذَا رَأَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ

دیکھتے تھے بلکہ یہ مرنے کے بعد اٹھنے کی امید نہیں رکھتے تھے ۝ اور جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو صرف مذاق بناتے ہیں

إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝ إِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا

(اور کہتے ہیں کہ) کیا یہ وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ ۝ (اور کہتے ہیں کہ) قریب تھا کہ اگر ہم اپنے معبودوں پر ڈٹے نہ رہتے

لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ

تو یہ (رسول) ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتے اور (اللہ فرماتا ہے کہ) عنقریب یہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ کون

سَبِيلًا ۝ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝

گمراہ تھا؟ ۝ کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے تو کیا تم اس پر نگہبان ہو؟ ۝

سب سے بڑی بستی تھی اسی لئے صرف اس کا ذکر کیا ورنہ مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ پانچوں بستیوں کو ہلاک کر دیا گیا سب سے چھوٹی بستی کے لوگ بدکاری نہیں کرتے تھے تو انہیں نجات ملی اور بقیہ چار بستیاں اپنی بد عملی کے باعث آسمان سے پتھر برسا کر ہلاک کر دی گئیں۔ حقیقت میں چار یا پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں لیکن یہاں صرف ایک کا ذکر اس لئے ہے کہ قریش کا تجارتی سفروں کے درمیان جس بستی سے گزر ہوتا تھا وہ یہی تھی۔

**آیت 41** ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! جن مشرکین کے سامنے آپ نے سابقہ قوموں کے واقعات بیان فرمائے ہیں یہ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق بناتے ہوئے کہتے ہیں: کیا یہ وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے!

**آیت 42** ﴿ اس آیت میں فرمایا کہ وہ مشرکین مزید یہ کہتے ہیں: اگر ہم اپنے ان معبودوں پر ڈٹے نہ رہتے اور ان کی عبادت پر ثابت قدم نہ رہتے تو قریب تھا کہ یہ نبی ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتے۔ کفار کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جلد ہی جب یہ لوگ آخرت کا عذاب دیکھیں گے تو اس وقت جان لیں گے کہ کون گمراہ تھا۔ مراد یہ ہے کہ بہکے ہوئے تم خود ہو اور آخرت میں یہ تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تم نے جو بہکانے کی نسبت کی ہے وہ بے بنیاد اور باطل ہے۔

**آیت 43** ﴿ کفار من پسند چیزوں کو معبود بنا لیتے تھے۔ جب کوئی پتھر دیکھتے جو پہلے سے زیادہ خوبصورت ہوتا تو پہلے والے کو چھوڑ کر اسی کو خدا بنا لیا جیسے آج بھی مشرکین میں بتوں کی خریداری میں ہوتا ہے کہ کسی دکان میں زیادہ خوب صورت بت نظر آیا تو اسے خرید لیتے اور پہلے بت کو گھر سے باہر نکال دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ زمانہ رسالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدید خواہش تھی کہ کفار اسلام قبول کر لیں اور یہ خواہش کئی مرتبہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شفقت کی کثرت کی وجہ سے تکلیف دہ ہوتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا اور اپنے نفس کی خواہش کو پوجنے لگا اور اسی کا فرمانبردار ہو گیا، وہ ہدایت کس طرح قبول کرے گا یعنی جس نے خود کو اس حد تک گرا لیا ہے کہ جس کی خواہش ہی اس کے لئے معبود بنی ہوئی ہے اور اس سے کسی صورت دو چار ہو کر تیار ہی نہیں تو ایسوں کے بارے میں اتنا زیادہ فکر کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر اس بات کے نگہبان اور ذمہ دار نہیں ہو کہ انہیں خواہش پرستی سے روک کر ہی چھوڑو۔ آپ کا کام خدا کا پیغام پہنچانا ہے اور وہ ذمہ داری آپ

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ

یا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ان میں اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو صرف جانوروں کی طرح ہیں بلکہ

هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ

ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں۔ اے حبیب! کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ اس نے سائے کو کیسا دراز کیا؟ اور اگر وہ چاہتا تو اسے

سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾

ٹھہرا ہوا بنا دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا۔ پھر ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹ لیا۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾

اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھنے کے لیے بنایا۔

نے پوری کر دی، لہٰذا ان کے متعلق اس قدر رنج و غم کرنے کی حاجت نہیں۔ اہم بات: آیت میں کفار کی خواہشِ نفس کا ذکر ہوا، نفسانی خواہشات میں ڈوبے رہنا بہت تباہ کن ہے، ہر گناہ کی بنیاد اور جڑ یہی نفس اور اس کی لذات و خواہشات ہوتی ہیں۔ عقل مغلوب اور خواہش غالب ہونے کے نتیجے میں آدمی نفس کا غلام بن جاتا ہے اور پھر شیطان اس کے گلے میں لگام ڈال کر جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے۔

آیت 44 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! وہ مشرکین اپنی شدت عناد کی وجہ سے نہ آپ کی بات سنتے ہیں، نہ دلائل کو سمجھتے ہیں، یہ تو صرف جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں کیونکہ چوپائے بھی اپنے رب عزوجل کی تسبیح کرتے ہیں اور جو انہیں کھانے کو دے اس کے فرمانبردار رہتے ہیں اور احسان کرنے والے کو پہچانتے اور تکلیف دینے والے سے گھبراتے ہیں، نفع دینے والی چیز کی طلب کرتے، نقصان دینے والی چیز سے بچتے ہیں تو یہ کفار ان سے بھی بدتر ہیں کہ نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، نہ اس کے احسان کو پہچانتے ہیں، نہ شیطان جیسے دشمن کی ضرر رسانی کو سمجھتے ہیں، نہ ثواب جیسی عظیم نفع والی چیز کے طالب ہیں، نہ عذاب جیسی سخت نقصان دہ اور ہلاکت میں مبتلا کرنے والی چیز سے بچتے ہیں۔

آیت 45،46 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! کیا آپ نے اپنے رب عزوجل کو نہ دیکھا کہ اس کی صنعت و قدرت کیسی عجیب ہے، اس نے سائے کو صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کیسا دراز کیا کہ اس وقت ساری روئے زمین میں سایہ ہی سایہ ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سائے کو ایک ہی حالت پر ٹھہرا ہوا بنا دیتا کہ سورج طلوع ہونے سے بھی سایہ زائل نہ ہوتا۔ مزید فرمایا کہ ہم نے سورج کو سائے پر دلیل بنایا کیونکہ اگر سورج نہ ہوتا تو سائے کا پتہ ہی نہ چلتا۔ پھر مزید فرمایا کہ ہم نے آہستہ آہستہ اسے اپنی طرف سمیٹ لیا کہ طلوع کے بعد سورج جتنا اونچا ہوتا گیا اتنا ہی سایہ سمٹتا گیا۔ اہم بات: اس سے معلوم ہوا کہ اشیاء کی طبعی تاثیریں بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ تاثیریں ختم ہو جائیں۔

آیت 47 خدا تعالیٰ کی قدرت اور بندوں پر اس کی نعمت کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے اپنی تاریکی سے سب چیزوں کو ڈھانپ دینے والا پردہ اور نیند کو تمہارے بدنوں کے لئے راحت کا وقت بنایا اور دن کو نیند سے اٹھنے کے لیے بنایا تاکہ تم دن میں روزی تلاش کرو۔ اہم بات: یہ آیت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے اور اس آیت میں مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے کیونکہ رات کی تاریکی سے سب چیزوں کو ڈھانپ دینے میں بے شمار دینی اور دنیوی فوائد ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجا جو خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا

طَهُوْرًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿٤٩﴾

پانی اتارا۔ تاکہ ہم اس کے ذریعے کسی مردہ شہر کو زندہ کریں اور وہ پانی اپنی مخلوق میں سے جانوروں اور بہت سے لوگوں کو پلائیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾ وَلَوْ

اور بیشک ہم نے لوگوں میں بارش کے پھیرے رکھے تاکہ وہ یاد رکھیں تو بہت سے لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ اور ماننے سے انکار کردیا۔ اور اگر

شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ

ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈر سنانے والا بھیج دیتے۔ تو آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیں اور اس قرآن کے ذریعے ان کے ساتھ

**آیت 49,48** ﴿ ان دو آیات میں بھی خدا تعالیٰ کی قدرت اور بندوں پر اس کی نعمت کا بیان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ معبود صرف وہی ہے جس نے بارش ہونے سے پہلے ہواؤں کو بھیجا جو بارش آنے کی خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں اور ہم نے آسمان کی طرف سے پانی اتارا جو کہ حدث و نجاست سے پاک کرنے والا ہے تاکہ ہم اس پانی کے ذریعے خشکی سے بے جان ہو جانے والی سرزمین کو سرسبز و شاداب کر کے زندہ کردیں اور وہ پانی اپنی مخلوق میں سے جانوروں اور بہت سے لوگوں کو پلائیں۔ دعا: اے اللہ، ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

**آیت 50** ﴿ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ بیشک ہم نے لوگوں میں بارش کے پھیرے رکھے کہ کبھی کسی شہر میں بارش ہو کبھی کسی میں، کبھی کہیں زیادہ ہو اور کبھی کہیں حکمت کے تقاضے کے مطابق مختلف طور پر ہو تاکہ لوگ ہمارے اس احسان کو یاد رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و نعمت میں غور کریں لیکن بہت سے لوگوں نے اس احسان کی ناشکری کرنے کے سوا کچھ اور ماننے سے انکار کردیا کیونکہ وہ بارش کے نزول کو صرف ظاہری اسباب کی طرف منسوب کرنے لگ گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کو یاد نہ کیا۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ملنے کو صرف مادی اسباب کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے یوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اصلاً اس کی نسبت نہ ہو کہ یہ بھی بعض اوقات ایک قسم کی ناشکری ہے اور جب بھی بارش ہو، اللہ تعالیٰ کی نعمت و قدرت کے طور پر اسے یاد کریں۔

**آیت 51** ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! اگر ہم چاہتے تو پہلے زمانے کی طرح ہر بستی اور شہر میں ایک جدا جدا ڈر سنانے والا بھیج دیتے لیکن ہم نے تمام بستیوں کو ڈر سنانے کا بوجھ آپ ہی پر رکھا تاکہ آپ تمام جہان کے رسول ہو کر سب رسولوں علیہم السلام کی فضیلتوں کے جامع ہوں اور نبوت آپ پر ختم ہو کہ آپ کے بعد پھر کوئی نبی نہ ہو۔

**آیت 52** ﴿ کفار قریش حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے کہ آپ ہمارے آباؤ اجداد کا دین اختیار کریں، ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیں گے اور آپ کے لئے ایک عظیم خزانہ جمع کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیں تاکہ ان پر اچھی طرح ظاہر ہو جائے کہ ان چیزوں کی طرف آپ کو کوئی رغبت نہیں ہے۔ مزید فرمایا: اور اس قرآن کے ذریعے ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں۔ یعنی ان کے سامنے قرآن پاک میں موجود وعظ، نصیحت اور زجر و توبیخ پر مشتمل آیات کی تلاوت کرکے

جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ

بڑا جہاد کریں○ اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا (ان میں) یہ (ایک) میٹھا نہایت شیریں ہے اور یہ (ایک) کھاری نہایت تلخ ہے

وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا

اور ان کے بیچ میں اس نے ایک پردہ اور رکی ہوئی آڑ بنادی○ اور وہی ہے جس نے آدمی کو پانی سے بنایا پھر اس کے (نسلی) رشتے

وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ

اور سسرالی رشتے بنادیے اور تمہارا رب بڑی قدرت والا ہے○ اور (مشرک) اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نفع دیں

وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾

اور نہ نقصان پہنچائیں اور کافر اپنے رب کے مقابلے میں (شیطان کا) مددگار ہے○ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا○

و انبیاء کرام علیہم السلام اور انہیں جھٹلانے والی امتوں کے حالات بیان کر کے ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں۔ اس بات سے اس طور پر پوری دنیا میں دین کی دعوت عام کرنا جہادِ کبیر ہے نیز تبلیغ دین اور خدمتِ اسلام میں قرآن مجید سے فائدہ اٹھانا بہت پسندیدہ اور مطلوب ہے۔

آیت 53 ﴾ ارشاد فرمایا: اللہ وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، ان میں سے ایک (کا پانی) میٹھا نہایت شیریں ہے اور دوسرے کا کھاری نہایت تلخ ہے اور دونوں کے بیچ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے نظر نہ آنے والا ایک پردہ اور روکی ہوئی آڑ بنادی تاکہ ایک کا پانی دوسرے میں مل نہ سکے اور نہ کوئی کسی کے ذائقہ کو بدل سکے، جیسے دجلہ دریائے شور میں میلوں تک بہتا چلا جاتا ہے اور اس کے ذائقہ میں کوئی تغیر نہیں آتا اور دنیا میں جہاں بھی دریا، سمندر ملتے ہیں وہاں ایسا ہی منظر ہے۔ عجب شانِ الٰہی ہے۔

آیت 54 ﴾ قدرتِ خداوندی اور نعمتِ الٰہی کی ایک اور جہت کا بیان ہے، فرمایا: اللہ وہی ہے جس نے پانی یعنی نطفہ سے گوشت، ہڈیوں، پٹھوں، رگوں اور خون سے مرکب، اچھی صورت پر آدمی کو بنایا، پھر اس کے نسلی رشتے اور سسرالی رشتے بنادیے تاکہ اس کی نسل چلے اور تمہارا رب عزوجل بڑی قدرت والا ہے کہ اس نے ایک نطفہ سے مختلف اعضاء والے، جدا جدا طبیعتوں والے، طرح طرح کے خلق والے اور مذکر و مؤنث دو قسم کے انسان پیدا کئے، تو جو ان سب کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔

آیت 55 ﴾ ارشاد فرمایا: یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو عبادت کرنے کی صورت میں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور ان کی عبادت چھوڑ دینے کی صورت میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے مزید فرمایا کہ کافر اپنے رب عزوجل کے مقابلے میں شیطان کا مددگار ہے کیونکہ بت پرستی کرنا شیطان کو مدد دینا ہے اور شیطان چاہتا ہے کہ خدا کی بجائے اس کی اطاعت کی جائے۔

آیت 56 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ کو ایمان و طاعت پر جنت کی خوشخبری دینے والا اور کفر و معصیت پر جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ دین کی تبلیغ کی دعوت کے لئے جنت و جہنم کا ذکر سنتِ الٰہی اور سنتِ نبوی ہے اور خوشخبری اور وعیدوں کا بیان دلوں میں جلد اثر کرتا ہے۔ اسی لئے رنگ برنگے فلسفے بیان کرنے والے اتنے لوگوں کو عبادت کی طرف متوجہ نہ کر سکے جتنا جنت و جہنم کا [illegible] والوں نے کیا۔

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝٥٧ وَتَوَكَّلْ

تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا لیکن جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے ۝ اور اس زندہ

عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝٥٨

پر بھروسہ کرو جو کبھی نہ مرے گا اور اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے وہی کافی ہے ۝

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ

جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

فرمایا کہ اے حبیب! ان مشرکوں سے فرمادیں کہ میں دین کی تبلیغ پر تم سے کوئی دنیاوی اجرت نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرا اجر و صلہ وہ شخص ہے جو ہدایت قبول کرکے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے یعنی ایمانداروں کا ایمان لانا اور ان کا طاعت الٰہی میں مشغول ہونا ہی میرا اجر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر جزاء عطا فرمائے گا اور ہدایت پانے والوں کے نیک اعمال کا ثواب بھی ہدایت پہنچانے والے کو ملے گا۔

کافروں کی دشمنیوں، مخالفتوں اور سازشوں کے مقابلے میں فرمایا کہ اے حبیب! آپ اس دائمی زندہ خدا پر بھروسہ کریں جو کبھی نہ مرے گا جبکہ بت تو ہیں ہی بے جان مردہ، اور آپ خدا کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کریں اور اپنے تمام بندوں کے تمام گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے وہی کافی ہے، کسی کا گناہ اس سے چھپ نہیں سکتا۔ : توکل کا معنی ہے کہ اسباب اختیار کرکے بھروسہ صرف خدا پر رکھنا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب اختیار کرتے ہوئے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی لیکن غارِ ثور میں جب کفار بالکل قریب آگئے تو فرمایا، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

پچھلی آیات میں زندہ و باقی خدا پر بھروسہ رکھنے کا فرمایا تھا، اب اسی رب عظیم کی مزید قدرت و عظمت کا بیان ہے، فرمایا کہ اللہ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ چھ دن کی مقدار میں بنائے، کیونکہ اس وقت رات، دن اور سورج تو تھے ہی نہیں اور اتنی مقدار میں پیدا کرنا لوگوں کو آہستگی اور اطمینان کی تعلیم دینے کے لئے ہے۔ مزید فرمایا: پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ استواء اور اس طرح کی جو چیزیں قرآن پاک کی آیات میں ذکر ہوئی ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت کے درپے نہیں ہوتے، ان کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ مزید فرمایا: تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ۔ اس آیت میں یا تو یہ مراد ہے کہ خدا کی عظمت کے بارے میں خود علیم و خبیر خدا ہی سے پوچھ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کسی ایسے شخص سے دریافت کرو جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہو۔ اس کا مصداق قرآن و حدیث کا گہرا علم رکھنے والے علمائے حق ہیں اور اہل خبر میں وہ اہل باطن، اولیاء کرام، صوفیاء عظام بھی داخل ہیں کہ عبادت و ریاضت سے جن کے قلوب پر معرفت الٰہی کے دروازے کھل گئے۔

اَلرَّحْمٰنُ فَسْــٴَـلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝٥٩ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا

وہ نہایت رحم فرمانے والا ہے تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھ ○ اور جب ان سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں:

وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝٦٠ تَبٰرَكَ الَّذِيْ

اور رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تم ہمیں کہہ رہے ہو؟ اور اس حکم نے ان کی نفرت کو اور بڑھا دیا ○ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے

جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ۝٦١ وَ هُوَ الَّذِيْ

آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ اور روشن کرنے والا چاند بنایا ○ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو

جَعَلَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝٦٢

ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا (یہ) اس کیلئے (نشانی) ہے جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے یا جو (اللہ کا) شکر ادا کرنا چاہتا ہے ○

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ

اور رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں

آیت 60 ﴿ فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے فرمائیں کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں: رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تم ہمیں کہہ رہے ہو۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ رحمٰن کو جانتے نہیں۔ [illegible] اگر رحمٰن کو نہیں جانتے تھے تو انہیں اپنی جہالت کا ازالہ کرنا چاہیے تھا نہ کہ رحمٰن کا انکار۔ مزید فرمایا کہ مشرکوں کو سجدہ کرنے کا حکم دینا ان کے لئے اور زیادہ ایمان سے دوری کا باعث ہوا۔ [illegible] یہ آیت آیتِ سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ لازم ہے۔

آیت 61 ﴿ ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان برجوں میں سورج اور روشن کرنے والا چاند بنایا۔ [illegible] برجوں سے سات سیاروں کے سورج چاند کی منزلیں مراد ہیں یا فرشتوں کے آسمانوں پر پہرہ دینے کی جگہیں ہیں۔

آیت 62 ﴿ فرمایا اللہ وہی ہے جس نے رات اور دن میں ایسا نظام قائم فرمایا کہ جب رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور جب دن آتا ہے تو رات چلی جاتی ہے اور اس نے کوئی دن ایسا نہیں بنایا جس کے لئے رات نہ ہو اور کوئی رات ایسی نہیں بنائی جس کے لئے دن نہ ہو، یہ عظیم الشان نظام اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے کمال کی دلیل ہے۔ مزید فرمایا کہ رات اور دن کی تبدیلی میں اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت پر دلیل موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کر کے نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے، نیز جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہتا ہے۔ [illegible] کائنات کی وسعت میں سائنس دانوں کی نظر صرف اس کے نظام پر ہوتی ہے اور مومن کی نظر نظام کے ساتھ اس کے بنانے والے عظیم خدا پر بھی ہوتی ہے۔

آیت 63 ﴿ ارشاد فرمایا کہ کامل ایمان والوں کا اپنے نفس کے ساتھ معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ اطمینان اور وقار کے ساتھ، عاجزانہ شان سے زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔ متکبرانہ طریقے پر جوتے کھٹکھٹاتے، پاؤں زور سے مارتے اور اتراتے ہوئے نہیں چلتے کہ اس سے شریعت نے منع فرمایا ہے اور دوسروں کے ساتھ پیش آنے میں ان کا حال یہ ہے کہ جب جاہل ان سے بات کرتے اور کوئی ناگوار کلمہ یا بے ادبی و تہذیب کے خلاف بات کہتے ہیں تو کہتے ہیں "بس سلام" اس سے مراد متارکت کا سلام ہے یعنی جاہلوں کے

قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

تو کہتے ہیں "بس سلام"○ اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں○ اور وہ جو عرض کرتے ہیں:

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا

اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بیشک اس کا عذاب گلے کا پھندا ہے○ بیشک وہ بہت ہی بری ٹھہرنے

وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ

اور قیام کرنے کی جگہ ہے○ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان

ساتھ جھگڑا کرنے کی بجائے منہ پھیر لیتے ہیں یا اس کے یہ معنی ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو درست ہو اور اس میں ایذا اور گناہ سے سلامتی ہو۔ درس:(1) قرآن میں آداب زندگی کا بھی بیان ہے اور احادیث طیبہ میں تو ہزاروں آداب کا بیان ہے۔ کاش کہ ہم مہذب اور شائستہ بن جائیں۔ (۲) مومن کو آہستہ، سکون واطمینان اور وقار کے ساتھ چلنا چاہئے۔ (۳) اکثر حالات میں جاہلوں کا موثر جواب خاموشی اور بحث سے اجتناب کرنا ہوتا ہے۔

آیت 64 ❀ ارشاد فرمایا کہ کامل ایمان والوں کی خلوت وتنہائی کا حال یہ ہے کہ ان کی رات اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے چہروں کے بل سجدہ کرتے اور اپنے قدموں پر قیام کرتے ہوئے گزرتی ہے۔ اہم بات: جو عبادت جس وقت کرنا فرض ہے اسے اسی وقت ہی کیا جائے گا البتہ نفلی عبادت رات میں کرنا دن کے مقابلے میں زیادہ فائدہ مند ہے، اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ رات میں عبادت کرنا دن کے مقابلے میں زبان اور دل کے درمیان زیادہ موافقت کا سبب ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس وقت قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور سمجھنے میں زیادہ دل جمعی حاصل ہوتی ہے درس: رات میں کچھ نہ کچھ نفلی عبادت کی عادت ضرور بنانی چاہیے۔ اس سے کامل ایمان والوں کے اوصاف پیدا ہوں گے اور آخرت کے لئے نیکیوں کا کچھ ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔

آیت 65-66 ❀ اس آیت میں کامل ایمان والوں کی ایک دعا کا بیان فرمایا کہ وہ اپنی نمازوں کے بعد اور عام اوقات میں یوں عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے جو کہ انتہائی شدید دردناک ہے، بیشک اس کا عذاب گلے کا پھندا اور کافروں سے جدا نہ ہونے والا ہے، بیشک جہنم بہت ہی بری ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔ اہم باتیں:(1) اپنی عبادت وریاضت پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اس کی خفیہ تدبیر سے خوفزدہ رہنا چاہئے کہ یہ کامل ایمان والوں کا طریقہ ہے۔ (2) کامل ایمان والے مخلوق کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور عبادت الٰہی میں خوب کوشش کرنے کے باوجود عذاب الٰہی سے بہت ڈرتے ہیں اور اپنے اوپر سے عذاب پھیر دیئے جانے کی گریہ وزاری کے ساتھ التجائیں کرتے ہیں۔

آیت 67 ❀ یہاں کامل ایمان والوں کے خرچ کرنے کا حال ذکر فرمایا جارہا ہے کہ وہ اسراف اور تنگی دونوں مذموم طریقوں سے بچتے ہوئے اعتدال سے رہتے ہیں۔ اہم بات:(1) اسراف، معصیت میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں اور تنگی کرنے سے مراد یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے حقوق ادا کرنے میں کمی کرے۔

قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ

اعتدال سے رہتے ہیں۝ اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے

الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾

جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا وہ سزا پائے گا۝

یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ

اس کے لئے قیامت کے دن عذاب بڑھادیا جائے گا اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۝ مگر جو توبہ کرے

وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ

غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

بخشنے والا مہربان ہے۝ اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف ایسی ہی رجوع کرتا ہے جیسا کرنا چاہیے تھا۝

آیت68 ﴿ کامل ایمان والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ فضیلت والے اعمال سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ قبیح اور برے کاموں سے بھی بچتے ہیں جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے، شرک سے بری اور بیزار ہیں، اور وہ اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے، یونہی وہ بدکاری نہیں کرتے اور جو شخص بھی ان کاموں میں سے کوئی کام کرے گا تو وہ اس کی سزا پائے گا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا اور زنا کرنا بہت بڑے گناہ ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب بیعت لیتے تو بطورِ خاص یہ تین گناہ یعنی شرک، کسی کو ناحق قتل اور زنا نہ کرنے پر بیعت لیا کرتے تھے۔

آیت69 ﴿ فرمایا کہ جو شخص شرک، ناحق قتل اور بدکاری وغیرہ گناہوں کا مرتکب ہوگا تو وہ قیامت کے دن شرک کے عذاب میں بھی گرفتار ہوگا اور اس کے ساتھ دیگر گناہوں کے عذاب میں بھی مبتلا ہوگا اور یوں اس کا عذاب بڑھادیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس دگنے عذاب میں ذلت سے رہے گا۔

آیت70 ﴿ فرمایا کہ جو شخص شرک، ناحق قتل، زنا اور دیگر کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے اور توبہ کے بعد نیک کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اہم بات: برائیوں کو نیکیوں سے بدلنے کے کئی معانی ہیں (1) ایک یہ کہ برائی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے نیکی کرنے کی توفیق دے گا۔ (2) ایک معنی یہ ہے کہ برائیوں کو توبہ سے مٹادے گا اور ان کی جگہ ایمان و طاعت وغیرہ نیکیاں لکھ دے گا۔

آیت71 ﴿ فرمایا کہ جو شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسا ہی رجوع کرتا ہے جیسا کرنا چاہیے تھا کیونکہ ایسا رجوع اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے، گناہوں کو مٹانے والا ہے اور ثواب حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ درست حقیقی اور سچی توبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہ کا اقرار کرتے، اس پر ندامت و شرمندگی کا اظہار کرتے اور آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی طلب کرے۔ ایسی توبہ ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۞ وَالَّذِيْنَ

اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی بیہودہ بات کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالتے ہوئے گزر جاتے ہیں ○ اور وہ کہ

اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۞ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے ○ اور وہ جو عرض کرتے ہیں:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۞

اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا ○

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۙ۞

انہیں ان کے صبر کے سبب جنت کا سب سے اونچا درجہ انعام میں دیا جائے گا اور اس بلند درجے میں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا ○

آیت 72 ﴾ فرمایا کہ رحمٰن کے بندے گواہی دیتے ہوئے جھوٹ نہیں بولتے اور وہ جھوٹوں کی مجلس سے علیحدہ رہتے ہیں، ان کے ساتھ میل جول نہیں رکھتے اور جب وہ کسی لغو و فضول اور باطل کام میں مصروف لوگوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی باعزت اور عمدہ طریقے سے وہاں سے گزر جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو لہو و باطل سے ملوث نہیں ہونے دیتے۔ مسلمان کو جھوٹ بولنے سے تعلق نہ رکھنا ضروری اور اہم وصف ہے۔ یونہی فضولیات سے بچنا بھی بہت مفید ہے۔

آیت 73 ﴾ فرمایا کہ جب بندگانِ خدا کو ان کے رب کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر غفلت کے ساتھ بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے کہ نہ سوچیں نہ سمجھیں بلکہ توجہ سے سنتے اور چشمِ بصیرت سے دیکھتے ہیں اور اس نصیحت سے ہدایت حاصل کرتے اور بیان کردہ احکام پر عمل کرتے ہیں۔ مراد یہ کہ جب قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائی جائیں، اطاعت کی ترغیب دی جائے اور اس کے غضب و عذاب سے ڈرایا جائے، تو ہم تمہیں بے توجہی سے نہ سنیں بلکہ دل و جان سے سنیں اور عمل کریں۔

آیت 74 ﴾ فرمایا کہ رحمٰن کے بندے یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں بیویاں اور اولاد نیک، صالح، متقی عطا فرما تاکہ ان کے اچھے عمل اور نیکیاں دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش ہوں اور ہمیں ایسا پرہیزگار، عبادت گزار اور خدا پرست بنا کہ ہم پرہیزگاروں کی پیشوائی کے قابل ہوں اور وہ دینی امور میں ہماری اقتدا کریں۔ اہم بات: نیک اور پرہیزگار بیوی اور اولاد مومن کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے لیکن اس ٹھنڈک اور خوشی کے لئے دعا کے ساتھ باقاعدہ تربیت کرنا بھی ضروری ہے۔ بغیر تربیت کے گھر کی راحت بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گھر کا سکون عطا فرمائے۔

آیت 75 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بندگانِ رحمٰن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ڈٹے رہنے، گناہوں سے بچنے، کفار کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرنے، استقامت کے ساتھ عبادات کرنے اور فقر و فاقہ پر صبر کرتے رہنے کے سبب جنت کا سب سے اونچا درجہ انعام میں دیا جائے گا اور بلند درجے میں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ یہ استقبال یوں ہوگا کہ فرشتے دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کی تعظیم و تکریم کریں گے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ وہ اس بلند درجے میں ہمیشہ رہیں گے، وہ کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔ دعا: اے اللہ، ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہمیں نیک اعمال اور جنت کی یہ عزت عطا فرما۔ آمین

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۝ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ ۚ

ہمیشہ اس میں رہیں گے، کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور قیام کرنے کی جگہ ہے۔ تم فرماؤ: میرا رب تمہاری کوئی قدر نہیں فرمائے گا اگر تم اس کی عبادت نہ کرو

فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝

تو تم نے تو جھٹلایا تو اب عذاب (تم پر) ہمیشہ رہے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

طٰسٓمّٓ۔ یہ ظاہر کرنے والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ (اے حبیب!) کہیں آپ اپنی جان کو ختم نہ کردو اس غم میں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

آیت 77 ﴿ فرمایا کہ اہلِ مکہ سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی اطاعت اور عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، اگر تم نے میرے رب عزوجل کی عبادت نہ کی تو وہ تمہاری کوئی قدر نہیں فرمائے گا اور یہ قدر ہو بھی کیسے جبکہ تم نے اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اس کی کتاب کو جھٹلایا ہے تو اب تم پر دنیا میں ہلاکت کے بعد آخرت کا دائمی عذاب ہوگا۔

سورۂ شعراء کا تعارف ﴿ یہ سورت آخری چار آیتوں کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 11 رکوع اور 227 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 224 سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف شاعری کرنے والے مشرکین کی مذمت بیان کی گئی ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ شعراء" رکھا گیا۔ فضیلت: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے زبور کی جگہ طواسین (یعنی وہ سورتیں جن کے شروع میں "طٰسٓمّٓ" ہے) اور حوامیم (یعنی وہ سورتیں جن کے شروع میں حٰمٓ ہے) کے مابین سورتیں عطا فرمائیں۔ (کنز العمال، حدیث: 2578) مضامین: اس سورت کی ابتداء میں قرآن پاک کی عظمت و شان اور ہدایت کے معاملے میں اس کا ہدف بیان کیا گیا۔ نباتات کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال کیا گیا۔ کفار کو نصیحت کرنے کے لئے پچھلے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کے واقعات بیان کئے گئے۔ نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو جنت کی بشارت دی گئی اور آخرت کا انکار کرنے والے کافروں کو برے عذاب کی وعید سنائی گئی۔ اس بات کو ثابت کیا گیا کہ قرآن مجید شیطانوں کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کوئی شاعر یا کاہن نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے عظیم رسول ہیں جو اس کے احکام اپنے خاندان والوں اور پوری امت تک پہنچاتے ہیں۔

آیت 1 ﴿ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے، اور اس کی مراد اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

آیت 2 ﴿ اس کا معنی یہ ہے کہ اس سورت کی آیتیں اس قرآن کی آیتیں ہیں جس کا معجزہ، کلامِ الٰہی اور حق و باطل میں فرق ہونا ظاہر ہے۔

آیت 3 ﴿ شانِ نزول: رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اہلِ مکہ ایمان سے محرومی کا بہت دکھ تھا، اس پر تسلی کے لئے فرمایا کہ اے حبیب!

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ

اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتاریں تو ان کے بڑے بڑے سردار اس نشانی کے آگے جھکے رہ جائیں○ اور ان کے

مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا

رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں○ تو بیشک انہوں نے جھٹلایا

فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا

تو اب ان پر اس کی خبریں آئیں گی جس کا یہ مذاق اڑاتے تھے○ کیا انہوں نے زمین کی طرف نہ دیکھا کہ ہم نے

فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اس میں کتنی قسموں کے اچھے جوڑے اگائے○ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اوران میں اکثر ایمان والے نہیں○

کافروں کے ایمان نہ لانے پر اس قدر غم نہ کریں کہ آپ کی جان ہی چلی جائے کیونکہ آپ کی ذمہ داری تو پیغام خداوندی پہنچانا ہے جو آپ نے پورا کر دیا، منوانا آپ کا کام نہیں۔ اہم بات: اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے خدا کی محبت کے ثبوت کے ساتھ نبی رحمت، شفیع امت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخلوق پر رحمت و شفقت کا بھی اظہار ہے۔ درس: مبلغ میں شفقت کا جذبہ ہونا سنت نبوی ہے اور شفقت، نیکی کی دعوت میں بہت مفید ہے، البتہ اس میں اتنی فکر مند ہونا منع ہے کہ اپنی جان یا صحت کو نقصان پہنچے۔

**آیت 4** ❁ مزید فرمایا: اے حبیب! آپ ان کے ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں۔ اگر ہم چاہتے کہ یہ ایمان لے کر ہی آئیں تو ہم ضرور ان پر ایسی نشانی اتار دیتے جس کی وجہ سے ان کے بڑے بڑے بھی اس نشانی کے سامنے جھک جاتے، لیکن ہمیں ان کی شقاوت معلوم ہے، اس لئے ہم ان کے سامنے ایسی کوئی نشانی نہیں اتارتے۔

**آیت 5** ❁ فرمایا: کفار کی روش یہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نئی نصیحت اور وحی نازل ہوتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے اور انکار کرتے ہیں۔ درس: کوئی نصیحت تبھی اثر کرتی ہے جب توجہ سے سنی جائے ورنہ پوری کتاب بھی پڑھ کر سنا دیں، سننے والے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

**آیت 6** ❁ فرمایا: اے حبیب! آپ قرآن لے کر ان مشرکوں کے پاس تشریف لائے ہیں جسے انہوں نے جادو، شعر اور پہلے لوگوں کی کہانیاں کہہ کر جھٹلا دیا تو عنقریب جب انہیں عذاب پہنچے گا خواہ دنیا میں قتل کے ذریعے یا آخرت میں جہنم کا عذاب، تب انہیں پتہ چلے گا کہ قرآن اور رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جھٹلانے کا یہ انجام ہے۔

**آیت 7** ❁ فرمایا: قرآن کو جھٹلانے والوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس خدا کا یہ کلام ہے اس کے افعال کس قدر شان دار، حکمت پر مبنی اور کامل ہیں، اس کا کلام بھی ایسے ہی شان دار اور کامل ہے۔ کیا ان لوگوں نے زمین کے عجائبات نہیں دیکھے کہ ہم نے اس میں کتنی قسموں کی نباتات کے اچھے جوڑے اگائے۔

**آیت 8** ❁ اس آیت سے دوسرا استدلال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جو قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر ہیں ان کیلئے زمین میں مختلف قسموں کی بہترین اور نفع بخش چیزوں کی پیدائش میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ قیامت میں لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جا سکتا ہے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٩﴾ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ

اور بیشک تمہارا رب ہی یقیناً بہت عزت والا، مہربان ہے ○ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے موسیٰ کو ندا فرمائی کہ ظالم لوگوں کے پاس

الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿١١﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿١٢﴾

جاؤ ○ جو فرعون کی قوم ہے۔ کیا وہ نہیں ڈریں گے؟ ○ عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے ○

وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ

اور میرا سینہ تنگ ہوگا اور میری زبان نہیں چلتی تو تُو ہارون کو بھی رسول بنا دے ○ اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے

فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿١٤﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ

تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں ○ (اللہ نے) فرمایا: ہرگز نہیں، تم دونوں ہمارے معجزات لے کر جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں،

کیونکہ جو رب تعالیٰ مردہ زمین سے ایسی بہترین نباتات پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ اس بات سے عاجز نہیں کہ مردوں کے بکھرے ہوئے اجزاء جمع کرکے قبروں سے انہیں زندہ اٹھائے، لیکن ان میں سے اکثر قیامت کے دن اٹھائے جانے پر ایمان نہیں لاتے۔

آیت 9 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! تمہارا رب ہی یقینی طور پر عزت والا ہے، وہی غالب اور کافروں کو سزا دینے پر قدرت والا ہے اور وہی بہت بڑا مہربان ہے اور اس نے اپنی رحمت سے مشرکوں کی فوری گرفت نہیں فرمائی۔

آیت 11،10 ﴾ کافروں کے انبیاء کو جھٹلانے کی پرانی روش اور انبیاء کرام علیہم السلام کے ہمت و حوصلے کا بیان شروع ہوا ہے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی راہ استقامت کی روشن مثال قائم فرمائیں، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! وہ وقت یاد کریں جب تمہارے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا فرمائی کہ اے موسیٰ! تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے کفر اور گناہ کرکے اپنی جانوں پر بھی ظلم کیا ہے اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر اور انہیں ایذائیں پہنچا کر ان پر بھی ظلم کیا ہے، وہ فرعون کی قوم ہے۔ کیا وہ فرعونی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈریں گے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اور اس کی فرمانبرداری کرکے خود کو عذاب سے نہ بچائیں گے؟

آیت 12-14 ﴾ اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے اور ان کے جھٹلانے سے میرا سینہ تنگ ہوگا اور مجھے گفتگو کرنے میں بھی کچھ اپنی زبان کی وجہ سے تکلف ہوتا ہے تو تو میرے بھائی ہارون کو بھی رسول بنا دے تاکہ وہ رسالت کی تبلیغ میں میری مدد کریں اور ان فرعونیوں کا مجھ پر قتل کا ایک الزام ہے کہ میرے قبطی مارا تھا تو مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر میں گیا تو کہیں وہ مجھے رسالت کی ادائیگی سے پہلے ہی اس کے بدلے میں قتل نہ کر دیں جبکہ حضرت ہارون پر ان کا کوئی الزام نہیں۔

آیت 15 ﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! وہ تمہیں ہرگز قتل نہیں کر سکیں گے اور تم دونوں (موسیٰ و ہارون علیہما السلام) میرے دیئے ہوئے معجزات لے کر جاؤ، ہم اپنی مدد و نصرت کے ذریعے تمہارے ساتھ ہیں اور جو تم کہو اور جو تمہیں جواب دیا جائے اسے خوب سننے والے ہیں۔

مُّسْتَمِعُوْنَ ۝ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَنْ

خوب سننے والے ہیں۝ تو فرعون کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو: بیشک ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۝

اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۝ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّ لَبِثْتَ فِیْنَا

تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۝ (فرعون نے) کہا: کیا ہم نے تمہیں اپنے ہاں بچپن میں نہ پالا؟ اور تم نے ہمارے یہاں

مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ۝ وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝

اپنی عمر کے کئی سال گزارے۝ اور تم نے اپنا وہ کام کیا جو تم نے کیا اور تم شکریہ ادا کرنے والوں میں سے نہیں ہو۝

قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ۝ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ

موسیٰ نے فرمایا: میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جبکہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی۝ پھر جب میں نے تم لوگوں سے ڈر محسوس کیا تو میں تمہارے پاس سے نکل گیا

**آیت 17،16** حکم الٰہی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کی طرف روانہ ہوئے، مصر میں پہنچ کر اپنے مکان میں داخل ہوئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام وہیں تھے، آپ نے انہیں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر فرعون کی طرف بھیجا ہے اور آپ کو بھی رسول بنایا ہے کہ فرعون کو خدا کی طرف دعوت دو۔ یہ سن کر آپ علیہ السلام کی والدہ صاحبہ گھبرائیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگیں: فرعون تمہیں قتل کرنے کے لئے تمہاری تلاش میں ہے، جب تم اس کے پاس جاؤ گے تو وہ تمہیں قتل کر دے گا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام حکم خداوندی کے مطابق حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر فرعون کے پاس پہنچے اور اسے واضح الفاظ میں فرمادیا کہ بیشک ہم دونوں اس عظیم خدا کے رسول ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ تم ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دو تاکہ وہ غلامی کی زندگی سے نجات پاکر آزادی کے ساتھ خدا کی بندگی کر سکیں۔ فرعون نے آپ علیہ السلام کو پہچان لیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسی کے گھر میں پلے بڑھے تھے۔

**آیت 18** ❊ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان لیا تو احسان جتاتے ہوئے آپ سے کہا: کیا ہم نے تمہیں اپنے شاہی محل میں بچپن میں نہ پالا؟ اور تم نے ہمارے محل میں اپنی عمر کے کئی سال گزارے۔ اہم بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے محل میں تیس سال گزارے تھے اس کے فرزند کے طور پر مشہور تھے۔

**آیت 19** ❊ فرعون نے مزید یہ کہا کہ اے موسیٰ! تم نے ہمارے احسانات کے باوجود ہماری قوم قبطی کے ایک شخص کو قتل کیا اور تم شکریہ ادا کرنے والوں میں سے نہیں ہو کیونکہ تم نے ہماری نعمت کی شکر گزاری نہ کی اور ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔

**آیت 21، 20** ❊ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا: میں نے قبطی والا وہ کام اس وقت کیا تھا جب میں نہ جانتا تھا کہ گھونسہ مارنے سے وہ شخص مر جائے گا کیونکہ میرا مارنا ادب سکھانے کیلئے تھا نہ کہ قتل کرنے کیلئے۔ پھر جب میں نے تم لوگوں سے ڈر محسوس کیا کہ اس کے بدلے تم مجھے قتل کر دو گے تو میں تمہارے پاس سے مدین شہر کی طرف نکل گیا اور مدین سے مصر آتے وقت کوہِ طور کے پاس مجھے میرے رب نے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں شامل کر دیا۔ اہم بات: یہاں حکم سے نبوت یا علم مراد ہے۔

فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا

تو میرے رب نے مجھے حکمت عطا فرمائی اور مجھے رسولوں میں سے کر دیا۔ اور یہ کون سی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان

عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾

جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا کر رکھا۔ فرعون نے کہا: اور سارے جہان کا رب کیا چیز ہے؟

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾

موسیٰ نے فرمایا: آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے وہ سب کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ

(فرعون نے) اپنے آس پاس والوں سے کہا: کیا تم غور سے نہیں سن رہے؟ موسیٰ نے فرمایا: وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا

**آیت 22** ♦ فرعون نے جو احسان جتایا تھا اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اس میں تیرا کیا احسان ہے کہ تم نے میری تربیت کی اور بچپن میں مجھے اپنے پاس رکھا، کیونکہ میرا تجھ تک پہنچنے کا سبب تو یہی ہوا کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا اور ان کی اولادوں کو قتل کیا، تیرے اس عظیم ظلم کی وجہ سے میرے والدین میری پرورش نہ کرسکے اور مجھے دریا میں ڈالنے پر مجبور ہوئے، اگر تو ایسا نہ کرتا تو میں اپنے والدین کے پاس ہی رہتا، اس لئے یہ بات کیا اس قابل ہے کہ اس کا احسان جتایا جائے؟

**آیت 23** ♦ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس تقریر سے فرعون لاجواب ہو گیا اور اپنے مظالم کی کوئی تاویل نہ کرسکا، لہٰذا اس نے اسلوبِ کلام بدل دیا اور یہ گفتگو چھوڑ کر دوسری بات شروع کردی کہ سارے جہان کا رب کیا چیز ہے جس کے تم اپنے آپ کو رسول بتاتے ہو؟

**آیت 24** ♦ بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کا سوال چیز کی جنس کے بارے میں تھا اور اللہ تعالیٰ چونکہ جنس اور ماہیت سے پاک ہے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے افعال اور اس کی قدرت کے وہ آثار ذکر فرمائے جن کی مثل لانے سے مخلوق عاجز ہے، چنانچہ فرمایا کہ سارے جہان کا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے، ان سب کو پیدا کرنے والا ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو تو میری اس بات کا یقین کرلو کیونکہ اگر تم لوگ اشیاء کو دلیل سے جاننے کی صلاحیت رکھتے ہو تو ان چیزوں کی پیدائش اس کے وجود کی کافی دلیل ہے کہ آسمان و زمین کی تخلیق، اس کے خالق کے وجود کی قطعی دلیل ہے۔ اہم بات: ایقان اس علم کو کہتے ہیں جو استدلال سے حاصل ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ کی شان میں مُوقِن نہیں کہا جاتا۔ درس: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب سے معلوم ہوا کہ ہر شخص سے اس کے لائق گفتگو کرنی چاہیے۔ یہ نہیں کہ جو کسی نے کہہ دیا، بہر صورت اسی بات ہی کا جواب دیا جائے۔

**آیت 26،25** ♦ فرعون نے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے قوم کے سرداروں سے کہا: کیا تم غور سے نہیں سنتے؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رب العالمین کی ماہیت پوچھی ہے اور یہ اس کے جواب میں اس کے افعال اور آثار بتا رہا ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک فرعون کا یہ کہنا اس معنی میں تھا کہ وہ لوگ آسمان اور زمین کو قدیم یعنی ہمیشہ سے موجود سمجھتے تھے جیسا کہ آج کے دہریے بھی اس کے قریب قریب عقیدہ رکھتے ہیں۔ تو فرعون کا مطلب یہ تھا کہ جب یہ چیزیں قدیم ہیں تو ان کے لئے رب کی کیا

الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ

رب ہے۔ (فرعون نے) کہا: بیشک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔ موسیٰ نے فرمایا:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَ

وہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اگر تمہیں عقل ہو۔ (فرعون نے) کہا: (اے موسیٰ!)

لَىٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ اَوَ لَوْ جِئْتُكَ

اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا۔ موسیٰ نے فرمایا: کیا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز

بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿٣١﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ

لے آؤں۔ (فرعون نے) کہا: (اے موسیٰ!) اگر تم سچوں میں سے ہو تو وہ نشانی لے آؤ۔ تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو اچانک وہ بالکل

حاجت ہے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان چیزوں سے استدلال پیش کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی جن کا حادث ہونا اور جن کا فنا ہو جانا ان کے مشاہدہ میں آچکا تھا، چنانچہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: سنو! تم لوگ اپنے آپ کے بارے میں جانتے ہو کہ پیدا ہوئے ہو اور اپنے باپ دادا کے بارے میں جانتے ہو کہ وہ فنا ہو گئے تو تمہاری اپنی پیدائش اور تمہارے باپ دادا کے فنا ہو جانے میں اس رب تعالیٰ کے وجود کا ثبوت موجود ہے جو پیدا کرنے والا اور فنا کر دینے والا ہے۔

آیت 28، 27 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب سن کر فرعون نے کہا: بیشک تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے کہ یہ سوال ہی نہیں سمجھ سکا تو اس کا جواب کیا دے گا یا آسمان و زمین تو چونکہ فرعونیوں کے نزدیک ہمیشہ سے ہیں تو اس کی پیدائش کی بات کرنا دیوانگی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی اس تمام احمقانہ گفتگو کے باوجود پھر مزید بیان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: سارے جہان کا رب وہ ہے جو مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے، اگر تمہیں عقل ہو تو جو بات میں نے بیان کی اس سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال کر سکتے ہو کیونکہ مشرق سے سورج کا طلوع کرنا اور مغرب میں غروب ہو جانا اور سال کی فصلوں میں ایک معین حساب پر چلنا اور ہواؤں اور بارشوں وغیرہ کے نظام یہ سب اس کے وجود و قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔

آیت 29 ﴿ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب سن کر فرعون حیران رہ گیا اور اس کے پاس قدرت الٰہی کے آثار کا انکار کی کوئی صورت باقی نہ رہی، لہٰذا جواب کی بجائے دھمکی پر اتر آیا اور کہا: اے موسیٰ! علیہ السلام، اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا۔

آیت 31، 30 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا: کیا تو مجھے قید کرے گا اگرچہ میں تیرے پاس کوئی معجزہ لے کر آؤں جو اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور میری رسالت کی دلیل ہو۔ اس پر فرعون نے کہا: اے موسیٰ! اگر تم سچوں میں سے ہو تو وہ نشانی لے آؤ۔

آیت 33، 32 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون کے نشانی طلب کرنے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ

ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ ع

واضح ایک بہت بڑا سانپ ہو گیا ○ اور اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں جگمگانے لگا ○ (فرعون نے) اپنے اردگرد موجود سرداروں سے کہا:

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿٣٥﴾

بیشک یہ بڑے علم والا جادوگر ہے ○ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے تو (اب) تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ ○

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٣٦﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿٣٧﴾

انہوں نے کہا: اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دو اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجو ○ وہ تمہارے پاس ہر بڑے علم والے جادوگر کو لے آئیں گے ○

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٣٨﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿٣٩﴾

تو جادوگروں کو ایک مقرر دن کے وعدے پر جمع کر لیا گیا ○ اور لوگوں سے کہا گیا: کیا تم جمع ہو گے؟ ○

لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ

امید ہے کہ ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ غالب ہو جائیں ○ پھر جب جادوگر آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا:

فوراً ایک بہت بڑا سانپ بن گیا پھر آپ علیہ السلام نے اس کو اپنے دست مبارک میں لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ پھر مزید مطالبے پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ فوراً لوگوں کے سامنے روشن ہو گیا۔

**آیت 35،34** ﴾ دو معجزات دیکھ کر فرعون کو سمجھ تو آ گیا کہ موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور فرعون جھوٹا لیکن تکبر اور اقتدار کا نشہ ہمیشہ حق بات ماننے میں رکاوٹ بنتا ہے، چنانچہ اسے توبہ کرنے کی بجائے مقابلہ کرنے کی سوجھی اور اپنے اردگرد موجود سرداروں سے مشورہ مانگتے ہوئے کہنے لگا: بیشک موسیٰ علیہ السلام بڑے علم والا جادوگر ہے، یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے تو اب تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ **اہم بات:** اس زمانے میں چونکہ جادو کا بہت رواج تھا اس لئے فرعون نے خیال کیا کہ یہ بات چل جائے گی اور اس کی قوم کے لوگ اس دھوکے میں آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متنفر ہو کر ان کی بات قبول نہ کریں گے۔

**آیت 37،36** ﴾ فرعون کے مشورہ طلب کرنے پر سرداروں نے اس سے کہا کہ تم موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو مہلت دو اور اس دوران مختلف شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے والے اپنے ہرکارے بھیجو، وہ تمہارے پاس بڑے پہنچے ہوئے، علم والے جادوگروں کو لے آئیں، جو اپنے جادو سے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں گے اور موسیٰ علیہ السلام کو شکست دے کر نبوت کا انکار ثابت اور فرعون کی شان بلند کر دیں گے۔

**آیت 40-38** ﴾ جادوگروں کو فرعونیوں کی عید کے دن جمع کر لیا گیا اور مقابلے کے لئے چاشت کا وقت مقرر کیا گیا اور فرعون کی جانب سے لوگوں سے کہا گیا: کیا تم بھی جمع ہو گے تاکہ دیکھو کہ دونوں فریق کیا کرتے ہیں اور ان میں سے کون غالب آتا ہے۔ امید ہے کہ ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ **اہم بات:** کہنے والوں کے جملوں کا مقصد جادوگروں کی پیروی نہیں بلکہ لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے روکنا تھا۔

**آیت 42،41** ﴾ جب جادوگر فرعون کے پاس آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا: اگر ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب ہو گئے تو کیا

اَىِٕنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٢﴾

کیا ہمارے لئے کوئی معاوضہ بھی ہے اگر ہم غالب ہوگئے○ (فرعون نے) کہا: ہاں اور اس وقت تم میرے نہایت قریبی لوگوں میں سے ہوجاؤ گے○

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِیَّهُمْ وَ قَالُوْا

موسیٰ نے ان سے فرمایا: تم ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو○ تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں (زمین پر) ڈال دیں اور کہنے لگے:

بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ

فرعون کی عزت کی قسم! بیشک ہم ہی غالب ہوں گے○ تو موسیٰ نے اپنا عصا (زمین پر) ڈالا تو جبھی وہ ان کی جعلسازیوں کو

مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٤٧﴾

نگلنے لگا○ تو جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے○ انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا رب ہے○

رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ

جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے○ فرعون نے کہا: کیا تم اس پر ایمان لے آئے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ بیشک یہ (موسیٰ)

ہمارے لئے کوئی معاوضہ بھی ہے؟ فرعون نے کہا: اس وقت تم میرے نہایت قریبی لوگوں میں سے ہوجاؤ گے اور تمہیں خاص اعزاز دیئے جائیں گے۔ گویا فرعون نے کہا کہ مال تو کوئی چیز نہیں، تم میرے قریبی لوگوں میں سے ہوجاؤ گے تو سب کچھ ہی تمہارا ہوگا۔

درس: انبیاء کرام بھی بارگاہِ الٰہی میں کچھ اور مانگنے کی بجائے خدا کا قرب مانگتے ہیں کہ جسے قرب مل گیا تو سب کچھ مل گیا۔

**آیت 43، 44** ❁ فرعون سے معاوضے کا وعدہ لینے کے بعد جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: کیا آپ پہلے اپنا عصا ڈالیں گے یا ہمیں اجازت ہے کہ ہم اپنی چیزیں پیش کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: پہلے تم اپنا وہ سامان زمین پر ڈال لو جو تم نے ڈالنا ہے۔ چنانچہ جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈال دیں اور کہنے لگے: فرعون کی عزت کی قسم! بیشک ہم ہی موسیٰ پر غالب ہوں گے۔

**آیت 45-48** ❁ جب جادوگروں نے رسیاں ڈالیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ فوراً بہت بڑا سانپ بن کر ان رسیوں اور لاٹھیوں کو نگلنے لگا جو جادو کی وجہ سے اژدھے بن کر دوڑتے نظر آرہے تھے، جب وہ ان سب کو نگل گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے اپنے دستِ مبارک میں لیا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔ جادوگروں نے جب یہ منظر دیکھا تو انہیں یقین ہوگیا کہ یہ جادو نہیں ہے اور وہ بے اختیار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوگئے پھر جادوگروں نے سچے دل سے کہا: ہم اس پر ایمان لائے جو سارے جہان کا رب ہے، جو موسیٰ وہارون علیہما السلام کا رب ہے۔

**آیت 49** ❁ جب جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو فرعون نے ان سے کہا: کیا تم میری اجازت کے بغیر ہی اس پر ایمان لے آئے۔ بیشک موسیٰ تمہارا بڑا استاد ہے، جس نے تمہیں جادو سکھایا، اسی لئے وہ تم پر غالب آگئے اور تم نے آپس میں مل کر میرے خلاف سازش کی اور میرے ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش کی۔ مجھے قسم ہے! عنقریب میں ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور

لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ

تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا تو جلد تم جان جاؤ گے۔ مجھے قسم ہے بیشک میں ضرور ضرور تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری

مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَۚ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ٘ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَۚ ﴿۵۰﴾

طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تم سب کو پھانسی دوں گا ○ جادوگروں نے کہا: کچھ نقصان نہیں، بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں ○

اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَؕ ﴿۵۱﴾ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى

ہم اس بات کی لالچ کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے اس بنا پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں ○ اور ہم نے موسیٰ کی طرف

مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآىٕنِ حٰشِرِيْنَۚ ﴿۵۳﴾

وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چلو، بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا ○ تو فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیجے ○

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَۙ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآىٕظُوْنَۙ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَؕ ﴿۵۶﴾

(اور کہا) بیشک یہ لوگ ایک تھوڑی سی جماعت ہیں ○ اور بیشک یہ ہمیں غصہ دلانے والے ہیں ○ اور بیشک ہم سب ہوشیار ہیں ○

دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا اور تم سب کو پھانسی دے دوں گا۔ اہم بات: فرعون کی اس سیاسی منافقانہ تقریر کا ایک مقصد یہ تھا کہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ جادوگروں پر حق ظاہر ہو گیا اس لئے وہ ایمان لے آئے اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ باقی عوام ڈر جائیں اور جادوگروں کو دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئیں۔

آیت 51،50 ﴿ فرعون کی دھمکی سن کر ان جادوگروں نے جو ابھی ایمان لائے تھے کہا: خدا کے نام پر جان قربان کرنا کوئی نقصان کا سودا نہیں، ہم ایمان کے ساتھ اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں اور ہمیں تو اس بات کی لالچ ہے کہ فرعون کی رعایا میں سے یا اس مجمع کے حاضرین میں سے سب سے پہلے ایمان لانے کی صدقے ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے۔ اہم بات: اس واقعہ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کئی سال تک وہاں ٹھہرے رہے اور فرعون کی قوم کو حق کی دعوت دیتے رہے، لیکن ان کی سرکشی بڑھتی گئی۔

آیت 52 ﴿ جب ایک عرصے تک حق کی دعوت دینے اور پے درپے نشانیاں دکھانے کے باوجود فرعونی ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات بنی اسرائیل کو مصر سے لے چلو، بیشک فرعون اور اس کے لشکر تمہارا پیچھا کریں گے اور وہ لوگ تمہارے پیچھے پیچھے دریا میں داخل ہو جائیں گے، اس کے بعد ہم تمہیں نجات دیں گے اور فرعون کو اس کے لشکر کے ساتھ دریا میں غرق کر دیں گے۔

آیت 53-56 ﴿ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات مصر سے نکل گئے اور جب فرعون نے ان کے مصر سے نکلنے کی خبر سنی تو اس نے لشکر جمع کرنے کے لئے شہروں میں قاصد بھیجے۔ جب لشکر جمع ہو گئے تو ان کی کثرت و قوت کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی تعداد تھوڑی معلوم ہونے لگی، چنانچہ فرعون نے بنی اسرائیل کے بارے میں کہا: یہ لوگ ایک تھوڑی سی جماعت ہیں اور یقیناً یہ لوگ ہماری مخالفت اور ہماری اجازت کے بغیر ہماری سرزمین سے نکل کر ہمیں غصہ دلا رہے ہیں، اور یہ لوگ بے سروسامان ہیں جبکہ ہم سب بلا شبہ ہتھیاروں سے لیس اور ہوشیار ہیں۔

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ ؕ

توہم نے انہیں (فرعون اور اس کی قوم کو) باغوں اور چشموں (کی زمین) سے باہر نکالا○ اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے○ ہم نے ایسا ہی کیا

وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ

اور بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنادیا○ تو دن نکلنے کے وقت فرعونیوں نے ان کا تعاقب کیا○ پھر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا

قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾

تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: بیشک ہمیں پالیا گیا○ موسیٰ نے فرمایا: ہرگز نہیں، بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ابھی مجھے راستہ دکھادے گا○

فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ

تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنا عصا مارو تو اچانک وہ دریا پھٹ گیا تو ہر راستہ بڑے پہاڑ

الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾

جیسا ہوگیا○ اور وہاں ہم دوسروں کو قریب لے آئے○ اور ہم نے موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو بچالیا○

**آیت 57-59** ﴾ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو باغوں اور چشموں کی سرزمین مصر سے اور سونے چاندی کے خزانوں اور عمدہ مکانوں سے باہر نکالا تاکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل تک پہنچیں، پھر فرعونیوں کے غرق ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعونیوں کی سرزمین اور خزانوں کا وارث بنادیا۔

**آیت 60-62** ﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت نکلے تھے لیکن جیسے ہی سورج طلوع ہوا، فرعون نے اپنے لشکر سمیت بنی اسرائیل کا تعاقب کیا اور جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا اور تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا: بیشک اب وہ ہم پر قابو پالیں گے، اور نہ ہمارے پاس بھاگنے کی کوئی جگہ ہے کیونکہ آگے دریا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ خدا پر توکل اور اس کے وعدے پر پورا بھروسہ تھا اس لئے آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا بیشک میرے ساتھ میرا رب عزوجل ہے اور وہ مجھے بچنے کا راستہ دکھادے گا۔

**آیت 63** ﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ اپنا عصا دریا پر مارو، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر عصا مارا تو اچانک وہ دریا بارہ راستوں میں تقسیم ہو کر پھٹ گیا، ہر راستہ بڑے پہاڑ جیسا ہوگیا اور ان کے درمیان خشک راستے بن گئے جن پر چل کر بنی اسرائیل دریا سے پار ہوگئے۔

**آیت 64-66** ﴾ فرمایا کہ ہم فرعون اور اس کے لشکر کو بنی اسرائیل کے قریب لے آئے، یہاں تک کہ وہ بنی اسرائیل کے راستوں پر چل پڑے جو ان کے لئے دریا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِنَّ

پھر دوسروں کو غرق کردیا○ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان (فرعونیوں) میں اکثر مسلمان نہ تھے○ اور بیشک

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾ ع وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ

تمہارا رب وہی غالب، مہربان ہے○ اور ان کے سامنے ابراہیم کی خبر پڑھو○ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا:

مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ

تم کس کی عبادت کرتے ہو؟○ انہوں نے کہا: ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں پھر ان کے سامنے جم کر بیٹھے رہتے ہیں○ فرمایا: جب تم پکارتے ہو

اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ لا اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾

تو کیا وہ تمہاری سنتے ہیں؟○ یا تمہیں کوئی نفع یا نقصان دیتے ہیں؟○ انہوں نے کہا: بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے○

تمام ساتھیوں دریا سے سلامت نکال کر بچالیا اور جب تمام بنی اسرائیل دریا سے پار گزر گئے اور ان کے پیچھے تمام فرعونی دریا کے اندر آگئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا مل گیا یوں فرعون اپنی قوم کے ساتھ غرق ہوگیا۔

آیت 67 ❁ فرمایا گیا کہ دریا میں جو کچھ واقع ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ضرور نشانی ہے اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے اور فرعونیوں میں سے اکثر مسلمان نہ تھے۔ بلکہ ان میں سے صرف تین حضرات ایمان لائے۔ (1) فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا۔ (2) حزقیل۔ انہیں آل فرعون کا مومن کہتے ہیں یہ اپنا ایمان چھپائے رہتے تھے اور فرعون کے چچازاد تھے۔ (3) مریم۔ یہ ایک بوڑھی خاتون تھیں۔

آیت 68 ❁ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! بیشک تمہارا رب عزوجل ہی سب پر غالب ہے اور مومنوں پر مہربان ہے۔

آیت 70,69 ❁ یہاں سے نیا واقعہ شروع ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اے حبیب! کفارِ مکہ کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کرو کہ جب انہوں نے اپنے چچا آزر اور اپنی قوم سے فرمایا: تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ اہم باتیں: (1) یہ سوال فرمانا اس لئے تھا تاکہ انہیں دکھا دیں کہ جن چیزوں کو وہ لوگ پوجتے ہیں وہ کسی طرح بھی عبادت کے مستحق نہیں۔ (2) آیت میں باپ کے لفظ سے مراد چچا ہے جو عرف ورواج کے طور پر باپ کہلاتا تھا جیسے ہمارے عرف میں بھی تایا کو بڑے بابا یا بڑے ابو کہا جاتا ہے۔

آیت 71 ❁ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کرنے پر قوم نے جواب دیا: ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں، اس کے بعد فخریہ انداز میں کہنے لگے کہ ہم ان کے سامنے سارا دن جم کر بیٹھے رہتے ہیں۔

آیت 74-72 ❁ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: جب تم ان بتوں کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ یا تمہیں عبادت کرنے پر کوئی نفع یا عبادت نہ کرنے پر کوئی نقصان دیتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بت اگرچہ سننے دیکھنے اور نفع و نقصان دینے سے محروم ہیں لیکن ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے، اس لئے ہم ان کی پیروی میں بتوں کو پوجتے ہیں۔

قَالَ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾

ابراہیم نے فرمایا: کیا تم نے ان (بتوں) کے بارے میں غور کیا جن کی تم اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد عبادت کرتے رہے ہیں؟○○

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿۷۸﴾ وَ الَّذِیْ

بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے سارے جہانوں کے پالنے والے کے○ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے ہدایت دیتا ہے○ اور وہ جو

هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ

مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے○ اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے○ اور وہ جو مجھے وفات دے گا پھر

یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾ وَ الَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓــٴَـتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا

مجھے زندہ کرے گا○ اور وہ جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری خطائیں بخش دے گا○ اے میرے رب! مجھے حکمت عطا کر

**آیت 75، 76** ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا: جن بتوں کی تم عبادت کر رہے ہو اور جن کی تمہارے پہلے آباؤ اجداد عبادت کرتے رہے ہیں، کیا تم نے ان کے بارے میں غور کیا؟ کیونکہ اگر تم تحقیقی طور پر ان سے متعلق غور کرو تو جان جاؤ گے کہ جن بتوں کی تم عبادت کر رہے ہو ان کی عبادت کرنا پرانی گمراہی اور باطل کام ہے اور کوئی باطل کام پرانا ہو جائے، یونہی اس باطل کام کو کرنے والے تھوڑے ہوں یا زیادہ، اس سے اس کام کے باطل ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ وہ باطل کام باطل ہی رہتا ہے۔ درس: کافروں کے جواب کو پڑھ کر آج کے مسلمانوں کو بھی اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہئے جو غمی خوشی کے موقع پر شریعت کے خلاف رسمیں پوری کرنے پر یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بڑے بوڑھے عرصہ دراز سے یہ رسم و کام کرتے چلے آ رہے ہیں، اس لئے ہم کر رہے ہیں۔ معاذ اللہ

**آیت 77-82** ﴾ ان پانچ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مزید فرمایا: بیشک وہ سب بت میرے دشمن ہیں، مجھے کسی صورت پسند نہیں کہ میں یا کوئی دوسرا ان کی عبادت کرے، البتہ پروردگارِ عالم وہ ہستی ہے جو میرا رب عزوجل ہے، میں صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں کیونکہ وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کی صفات یہ ہیں کہ اس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہ میری رہنمائی کرتا ہے اور مجھے ہدایت پر رکھتا ہے اور وہی رازق ہے جو مجھے کھلاتا، پلاتا ہے اور وہی شافی ہے کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہی مجھے وفات دے گا، پھر آخرت میں مجھے زندہ کرے گا کیونکہ موت اور زندگی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہی خدا ہے جس سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن وہ میری خطائیں بخش دے گا۔ اہم باتیں: (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو بیان کرنا اپنی قوم پر حجت قائم کرنے کے لئے ہے کہ معبود صرف وہی ہو سکتا ہے جس کی یہ صفات ہوں۔ (2) آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خطاؤں کی بخشش کی امید بیان کی۔ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں، ان سے گناہ صادر نہیں ہوتے۔ ان کا استغفار کرنا در اصل اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کا اظہار ہے اور اس سے امت کو استغفار کی تعلیم دینا مقصود ہے۔

**آیت 83-85** ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے بعد دعا مانگی: اے میرے رب! مجھے حکم عطا کر اور مجھے ان سے ملا دے جو تیرے خاص قرب کے لائق بندے ہیں اور میرے بعد آنے والی امتوں میں میری اچھی شہرت رکھ دے اور مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جنہیں تو اپنے فضل و کرم سے چین کے باغوں اور نعمت کی جنت کا وارث بنائے گا۔ اہم باتیں:

وَ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اجْعَلْنِیْ

اور مجھے ان سے ملادے جو تیرے خاص قرب کے لائق بندے ہیں○ اور بعد والوں میں میری اچھی شہرت رکھ دے○ اور مجھے ان میں

مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾ وَ اغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَا تُخْزِنِیْ

سے کردے جو چین کے باغوں کے وارث ہیں○ اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے○ اور مجھے اس دن رسوانہ کرنا

یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ

جس دن سب اٹھائے جائیں گے○ جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے○ مگر وہ جو اللہ کے حضور سلامت

بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۹۰﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ﴿۹۱﴾

دل کے ساتھ حاضر ہوگا○ اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی○ اور دوزخ گمراہوں کے لیے ظاہر کردی جائے گی○

(1) آیت میں مذکور "حکم" سے مراد علم و حکمت ہے اور قرب کے لائق خاص بندوں سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ (2) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہاں تک کی تمام دعائیں قبول ہوئیں۔ (3) انبیاء کرام علیہم السلام اور اکابر بزرگانِ دین کی طلب جنت کی دعائیں حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار اور ملاقات کے لئے تھیں۔ درس: اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن جنت ملنے کی دعا کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور یہی ہمارے آقا کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت ہے۔

آیت 86 ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا یہ مانگی کہ اے میرے رب! میرے باپ کو توبہ و ایمان کی توفیق عطا کر کے بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں آیت میں باپ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر ہے حقیقی والد مراد نہیں ہیں۔ (2) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا اس لئے فرمائی کہ آپ کے باپ نے جدا ہوتے وقت آپ علیہ السلام سے ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا۔ جب آپ علیہ السلام پر ظاہر ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے اور اس کا وعدہ جھوٹا تھا تو آپ علیہ السلام اس سے بیزار ہو گئے۔

آیت 87-89 ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا یہ مانگی: اے میرے رب! مجھے قیامت کے اس دن رسوا نہ کرنا جس دن سب لوگوں کو اٹھایا جائے گا اور اس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے البتہ اس دن جو اللہ تعالیٰ کے حضور کفر، شرک اور نفاق سے سلامت دل کے ساتھ حاضر ہوگا تو اسے راہِ خدا میں خرچ کیا ہوا مال بھی نفع دے گا اور اس کی نیک اولاد بھی اسے نفع دے گی۔ اہم باتیں: (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں قیامت کے دن کی رسوائی سے جو پناہ مانگی یہ دعا بھی لوگوں کی تعلیم کے لئے ہے کہ خود انبیاء علیہم السلام کا بروزِ قیامت بلند مقامات پر فائز ہونا تو قطعیات میں سے ہے۔ (2) کافر و مشرک جو مال نیک کاموں میں خرچ کرے گا آخرت میں وہ جہنم کے عذاب سے نجات دلانے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے میں اس کے کوئی کام نہ آئے گا البتہ مسلمان جو مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا اور جو نیک اولاد چھوڑ کر مرے گا وہ مال اور وہ اولاد اس کے کام آئے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مسلمان کو اس کے صدقات و خیرات کا ثواب عطا فرمائے گا۔

آیت 91،90 ﴾ قیامت کے دن جنت سعادت مندوں کے مقام سے قریب کر دی جائے گی، وہ جنت کی طرف دیکھیں گے اور اس میں موجود طرح طرح کی عظیم الشان نعمتوں کا مشاہدہ کریں گے جبکہ گمراہ ہو جانے والے بدبختوں پر جہنم ظاہر کر دی جائے گی، وہ اس میں موجود طرح طرح کے ہولناک احوال کو دیکھیں گے اور انہیں اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ وہ کسی صورت اس سے چھٹکارا نہ پا سکیں گے۔

وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٩٣﴾

اور ان سے کہا جائے گا: وہ (بت) کہاں ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے؟ کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا بدلہ لے سکتے ہیں؟

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿٩٥﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا

تو انہیں اور گمراہوں کو اور ابلیس کے سارے لشکروں کو جہنم میں اوندھے کردیا جائے گا○○ وہ گمراہ کہیں گے اس حال میں کہ وہ جہنم میں

يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٩٦﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾

باہم جھگڑ رہے ہوں گے○ خدا کی قسم، بیشک ہم کھلی گمراہی میں تھے○ جب ہم تمہیں تمام جہانوں کے پروردگار کے برابر قرار دیتے تھے○

وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا

اور ہمیں مجرموں نے ہی گمراہ کیا○ تو اب ہمارے لئے کوئی سفارشی نہیں○ اور نہ ہی کوئی غم خوار دوست ہے○ تو اگر کسی طرح ہمارے لئے

{آیت 92، 93} کافروں کو ان کے کفر و شرک پر ڈانٹتے ہوئے سختی سے کہا جائے گا: تمہارے وہ معبود کہاں ہیں جن کی دنیا میں تم اللہ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا کر تمہاری مدد کریں گے یا وہ اپنے دوزخ میں ڈالے جانے کا بدلہ لے سکتے ہیں؟ سن لو! وہ ہرگز ایسا نہیں کرسکتے۔

{آیت 94، 95} ان دو آیات میں فرمایا کہ بت اور ان کے پجاری اور ابلیس کے سارے لشکر سب اوندھے کرکے جہنم میں ڈال دیے جائیں گے۔ اہم باتیں: (1) بت جہنم میں عذاب پانے کے لئے نہیں بلکہ اپنے پجاریوں کو عذاب دینے کے لئے ڈالے جائیں گے۔ (2) ابلیس کے لشکروں سے مراد اس کی پیروی کرنے والے ہیں چاہے وہ جن ہوں یا انسان اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ابلیس کے لشکروں سے اس کی ذُرِّیَّت (اولاد) مراد ہے۔

{آیت 96-102} ان سات آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان گمراہوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو وہ جہنم میں اپنے جھوٹے معبودوں سے جھگڑتے ہوئے کہیں گے: خدا کی قسم، بیشک ہم اس وقت کھلی گمراہی میں تھے جب ہم تمہیں عبادت کا مستحق ہونے میں تمام جہانوں کے پروردگار کے برابر قرار دیتے تھے حالانکہ تم اس کی انتہائی عاجز مخلوق تھے اور ہمیں مجرموں یعنی شیطان، اس کے لشکروں، ہمارے کافر سرداروں نے ہی گمراہ کیا اور اب یہ حال ہے کہ ہمارے لئے کوئی سفارشی نہیں جیسے کہ مومنین کے لئے انبیاءِ کرام علیہم السلام، اولیاء، فرشتے اور مومنین شفاعت کرنے والے ہیں، اور نہ ہی ایمان والوں کی طرح ہمارا کوئی غم خوار دوست ہے جو اس مشکل ترین وقت میں ہمارے کام آئے، پس اگر کسی طرح ہمیں ایک مرتبہ دنیا کی طرف لوٹ کر جانا نصیب ہو جائے تو ہم ضرور مسلمان ہو جائیں گے۔ اہم بات: غم خوار دوست نہ ہونے کی بات کفار اس وقت کہیں گے جب دیکھیں گے کہ انبیاء علیہم السلام، اولیاء رحمۃ اللہ علیہم، فرشتے اور صالحین ایمان داروں کی شفاعت کر رہے ہیں اور ان کی دوستیاں کام آرہی ہیں۔ درس: قیامت کے دن نیک مسلمانوں کی دوستی مسلمانوں کے کام آئے گی اور وہ قیامت کے ہولناک دن میں مسلمانوں کی شفاعت کریں گے۔ لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ وہ نیک اور پرہیزگار مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے۔

كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾

ایک مرتبہ لوٹ کر جانا ہوتا تو ہم مسلمان ہو جاتے○ بیشک اس بیان میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان والے نہ تھے○

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ﹰالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ

اور بیشک تمہارا رب وہی عزت والا مہربان ہے○ نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا○ جب ان سے ان کے ہم قوم

نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾

نوح نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟○ بیشک میں تمہارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں○ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو○

وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے○ تو اللہ سے ڈرو

آیت 103 ﴾ فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ جو واقعہ بیان کیا گیا اس میں ان سب کے لئے عبرت کی نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اوروں کی عبادت کرتے ہیں۔

آیت 104 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! بیشک تمہارا رب ہی عزت اور غلبے والا ہے اور وہی توبہ کرنے والوں کو بخش کر اور کافروں کو مہلت دے کر مہربانی فرمانے والا ہے۔

آیت 105 ﴾ فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ چونکہ تمام رسولوں علیہم السلام کا دین ایک ہے اور ہر ایک نبی لوگوں کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں اس لئے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلانا تمام پیغمبروں علیہم السلام کو جھٹلانا ہے۔

آیت 106 - 108 ﴾ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں تاکہ کفر اور گناہوں کو ترک کر دو۔ بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے ایک ایسا رسول ہوں جس کی امانت داری تم میں مشہور ہے اور جو دُنیوی کاموں پر امین ہے، وہ وحی اور رسالت پر بھی امین ہو گا۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو میں تمہیں ایمان اور اللہ تعالیٰ کی طاعت کے بارے میں حکم دیتا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔ اہم بات: حضرت نوح علیہ السلام کی امانت داری آپ کی قوم کو اسی طرح تسلیم تھی جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت داری پر عرب کو اتفاق تھا اور تمام انبیاء علیہم السلام سچے اور امانت دار تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے نبوت کا دعویٰ جھوٹا ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ پیسے کا لالچی اور جھوٹی پیشین گوئیاں دیتا رہتا تھا۔

آیت 109، 110 ﴾ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: میں رسالت کی ادائیگی پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمہ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب عزوجل ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

وَاَطِيْعُوْنِ ۝ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝١١١ قَالَ وَمَا عِلْمِیْ

اور میری اطاعت کرو ○ (قوم نے) کہا: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی گھٹیا لوگوں نے کی ہے ○ نوح نے فرمایا: مجھے

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١١٢ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۝١١٣ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ

ان کے کاموں کا علم نہیں ○ ان کا حساب تو میرے رب ہی (کے ذمہ) پر ہے اگر تمہیں شعور ہو ○ اور میں مسلمانوں کو دور

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١١٤ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝١١٥ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ

کرنے والا نہیں ○ میں تو صرف صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں ○ قوم نے کہا: اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور تم سنگسار

النصف

مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝١١٦ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ۝١١٧ فَافْتَحْ بَيْنِیْ وَبَيْنَهُمْ

کئے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے ○ نوح نے عرض کی: اے میرے رب! بیشک میری قوم نے مجھے جھٹلایا ○ تو مجھ میں اور ان میں

**آیت 111** ﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے جواب دیا: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی ہماری قوم کے صرف گھٹیا لوگوں نے کی ہے۔ اہم باتیں: (1) یہ بات کافروں نے تکبر کے طور پر کہی تھی کیونکہ انہیں غریبوں کے پاس بیٹھنا گوارا نہ تھا اور اس میں وہ اپنی سرشان سمجھتے تھے، اس لئے ایمان جیسی نعمت سے محروم رہے۔ (2) کمینے اور گھٹیا لوگوں سے ان کی مراد غریب اور پیشہ ور لوگ تھے اور انہیں رذیل اور کمین کہنا یہ کفار کا متکبرانہ فعل تھا ورنہ درحقیقت صنعت اور دنیوی پیشہ ایسی چیز نہیں ہے جس سے آدمی دین میں ذلیل ہو جائے۔

**آیت 112، 113** ﴾ ان دو آیات کی ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: جن لوگوں نے میری پیروی کی ہے مجھے ان کے کاموں کا علم نہیں اور نہ ہی مجھے اس سے کوئی غرض ہے کہ وہ کیا پیشہ کرتے ہیں؟ میری ذمہ داری تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے اور وہ میں نے پوری کر دی ہے۔ اگر تم ان کے گھٹیا پیشوں کو جانتے ہو تو اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کا حساب تو میرے رب عزوجل ہی کے ذمہ پر ہے، وہی انہیں جزا دے گا، تو نہ تم انہیں عیب لگاؤ اور نہ پیشوں کے باعث ان سے عار کرو۔

**آیت 114، 115** ﴾ قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات سن کر کہا کہ پھر آپ کمینوں کو اپنی مجلس سے نکال دیجئے تاکہ ہم آپ کے پاس آئیں اور آپ کی بات مانیں۔ اس کے جواب میں آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ میری شان نہیں کہ میں تمہاری ایسی خواہشوں کو پورا کروں اور تمہارے ایمان کے لالچ میں غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے نکال دوں۔ میری ذمہ داری تمہیں صحیح دلیل کے ساتھ صاف صاف ڈر سنانا ہے جس سے حق و باطل میں امتیاز ہو جائے۔ درس: آیت سے معلوم ہوا کہ غریبوں فقیروں کے ساتھ بیٹھنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔

**آیت 116** ﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا: اے نوح! علیہ السلام، اگر تم دعوت دینے اور ڈر سنانے سے باز نہ آئے تو ضرور تم سنگسار کئے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

**آیت 117، 118** ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! بیشک میری قوم نے تیری وحی و رسالت میں مجھے جھٹلایا ہے، پس تو مجھ میں اور ان میں وہ فیصلہ کر دے جس کا ہم میں سے جو کوئی حق دار ہے اور مجھے

فَحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾

پورا فیصلہ کردے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔ تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھ والوں کو بھری ہوئی کشتی میں بچا لیا۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾

پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۲﴾ كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ

اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے۔ عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے ہم قوم ہود نے

هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾

فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو ان کافروں کی اذیتوں سے نجات دے۔

آیت 119، 120 ✽ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور اس نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ والوں، انسانوں، پرندوں اور جانوروں سے بھری ہوئی کشتی میں سوار کر کے طوفان سے بچا لیا اور انہیں نجات دینے کے بعد باقی لوگوں کو طوفان میں غرق کر دیا۔

آیت 121 ✽ فرمایا کہ حق سے تکبر کرنے اور غریب مسلمانوں کو حقیر جاننے والوں کی ہلاکت اور مومنوں کی نجات میں بعد والوں کے لئے نصیحت و عبرت کی نشانی ہے اور ان کی قوم کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔ اہم بات: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سے مسلمان ہونے والے مرد و عورت کی تعداد 80 تھی۔

آیت 122 ✽ فرمایا کہ اے حبیب! بیشک تمہارا رب ہی کافروں کو سزا دینے میں غلبے والا اور ان سے عذاب کو مؤخر کر کے مہربانی فرمانے والا ہے۔

آیت 123 ✽ فرمایا گیا کہ عاد نے اپنے رسول حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلا کر تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ اہم بات: "عاد" ایک قبیلہ ہے اور دراصل یہ ایک شخص کا نام تھا جس کی اولاد سے یہ قبیلہ تھا۔

آیت 124 - 126 ✽ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم "عاد" نے انہیں اس وقت جھٹلایا جب آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم جس کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے ہو کیا اس پر تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں۔ بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ایسا رسول ہوں جس کی امانت داری تم میں مشہور ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی وحی کا امین ہوں تو تم مجھے جھٹلانے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میں جو حکم دوں اس میں میری اطاعت کرو۔ درس: انبیاء علیہم السلام ہمیشہ سچے اور امانت دار ہوتے ہیں اور ان کے پیغام میں ہمیشہ تقویٰ، خدا خوفی اور اطاعت کا درس ہوتا ہے۔ ہر نبی علیہ السلام نے عمل کا درس دیا، کبھی بے عملی کی طرف نہیں بلایا۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً

اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے ○ کیا تم ہر بلند جگہ پر ایک نشان بناتے ہو

تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿١٣٠﴾

(راہگیروں کا) مذاق اڑاتے ہو ○ اور مضبوط محل بناتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے ○ اور جب کسی کو پکڑتے ہو تو بڑی بیدردی سے پکڑتے ہو ○

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمَدَّكُمْ

تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جو تمہیں معلوم ہیں ○ اس نے

بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾

جانوروں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی ○ اور باغوں اور چشموں سے ○ بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ○

**آیت 127** ❊ حضرت ہود علیہ السلام نے قوم سے فرمایا: میں رسالت کی ادائیگی پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمہ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے کیونکہ اسی نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ درس: بغیر معاوضے کی دین کی خدمت سنت انبیاء ہے اور ایسی خدمت و تبلیغ کا اثر بھی زیادہ ہوتا ہے۔

**آیت 128** ❊ اس قوم کا معمول یہ تھا کہ انہوں نے سر راہ بلند عمارتیں بنائی تھیں، وہاں بیٹھ کر راہ چلنے والوں کو پریشان کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس پر حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم راہگیروں کا مذاق اڑانے کے لئے ہر بلند جگہ پر ایک نشان بناتے ہو تاکہ اس پر چڑھ کر گزرنے والوں سے مذاق مسخری کرو۔ درس: حضرت ہود علیہ السلام کی کافر قوم کی خبیث روش کے نظارے ہمارے آج کے معاشرے میں بھی پائے جاتے ہیں، جیسے چوراہوں یا گلیوں میں دو فرلانگ قسم کے لڑکے کھڑے ہو کر گزرنے والوں کو تنگ کرتے، مذاق اڑاتے، گزرنے والی خواتین پر آوازیں کستے، راتوں کو گلی محلوں میں کرکٹ یا کوئی اور کھیل کھیل کر، شور مچا کر اہل محلہ کو پریشان کرتے ہیں۔ تنگ کرنے اور مذاق اڑانے کی حرکتیں کالجوں، یونیورسٹیوں میں بھی عام ہیں۔

**آیت 129 - 131** ❊ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تم اس امید پر مضبوط محل بناتے ہو کہ تم ہمیشہ رہو گے اور کبھی مرو گے نہیں اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بیدردی کے ساتھ تلوار سے قتل کر کے اور کوڑے مار کر انتہائی بے رحمی سے گرفت کرتے ہو، تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور ان کاموں کو چھوڑ دو اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے اور عدل و انصاف وغیرہ کی دعوت دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔ درس: مضبوط محل موت سے بچا نہیں سکتے۔

**آیت 132 - 135** ❊ حضرت ہود علیہ السلام نے قوم سے مزید فرمایا: اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان نعمتوں سے مدد کی جنہیں تم جانتے ہو، جیسے اس نے جانوروں اور بیٹوں، باغوں اور چشموں سے تمہاری مدد کی، اگر تم نے میری نافرمانی کر کے ان نعمتوں کی ناشکری کی اور کفر و شرک کے راستے پر رہے تو بیشک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ درس: خدا کی نعمتوں کا شکر بہت ضروری ہے، یہ خدا کا ہم پر حق ہے۔ ہر چھوٹی بڑی نعمت پر شکر ادا کرنے کی عادت بنائیں اور اپنے بچوں کو بھی سکھائیں۔

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

قوم نے کہا: ہمارے اوپر برابر ہے کہ آپ ہمیں نصیحت کریں یا آپ نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ وہ تو صرف

خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

پہلے لوگوں کی بنائی ہوئی جھوٹی باتیں ہیں۔ اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کردیا،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾ ع

بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا مہربان ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾

قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے ہم قوم صالح نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟

آیت 136 ﴿ قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحتوں کا جواب یہ دیا: آپ ہمیں نصیحت کریں یا آپ نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہوں، ہمارے لئے دونوں چیزیں برابر ہیں، ہم کسی طرح آپ کی دعوت قبول نہیں کریں گے۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ نصیحت قبول کرنا مسلمان کا کام ہے جبکہ نہ ماننا کافر کا کام ہے مگر افسوس یہ کافرانہ عادت اب مسلمانوں میں بھی کم نہیں کہ عملی طور پر نصیحت کا اثر بہت ہی کم لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

آیت 137 ﴿ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ قوم نے کہا: جن چیزوں کا آپ نے خوف دلایا یہ پہلے لوگوں کی باتیں ہیں، وہ ایسی ہی باتیں کہتے تھے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم ان باتوں کا اعتبار نہیں کرتے اور انہیں جھوٹ جانتے ہیں۔

آیت 138 ﴿ قوم نے مزید یہ کہا: ہمارے اعمال اور ہماری عادات پر دنیا میں ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا اور نہ مرنے کے بعد ہمیں اٹھنا ہے اور نہ آخرت میں حساب دینا ہے۔

آیت 139 ﴿ فرمایا کہ قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں ہوا کے عذاب سے ہلاک کردیا۔ بیشک قوم عاد کی ہلاکت میں ضرور عبرت کی نشانی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والوں کا انجام دردناک ہے اور قوم عاد کے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے جو بچالئے گئے۔

آیت 140 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! جو شخص نصیحت قبول نہ کرے اور متکبروں جیسے اعمال کرے تو بیشک آپ کا رب عزوجل ہی اس پر اور سب پر غالب ہے اور نافرمانوں کو سزا دینے والا ہے اور جو ایمان لائے اس پر مہربان ہے۔

آیت 141، 142 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کو اس وقت جھٹلا کر انہیں اور ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا جب انہوں نے قوم ثمود سے فرمایا: کیا تم شرک کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے نہیں۔

اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ

بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں ○ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِیْنَ ﴿۱۴۶﴾

میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے ○ کیا تم یہاں (دنیا) کی نعمتوں میں امن و امان کی حالت میں چھوڑ دیئے جاؤ گے ○

فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ

باغوں اور چشموں میں ○ اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم و نازک ہوتا ہے ○ اور تم بڑی مہارت دکھاتے ہوئے پہاڑوں سے

بُیُوْتًا فٰرِهِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَ لَا تُطِیْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِیْنَ

گھر تراشتے ہو ○ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ○ اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو ○ وہ جو

آیت 143، 144 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود سے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں اس کے حکم کی خلاف ورزی کرنے پر اس کے عذاب سے ڈراؤں اور جس رسالت کے ساتھ اس نے مجھے تمہاری طرف بھیجا میں اس پر امین ہوں، تو اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میری اطاعت کر کے اپنے رب عزوجل کے حکم پر عمل کرو۔ اہم بات: حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے اسرار الہیہ اور لوگوں کی عزت، مال آبرو وغیرہ سب کے امین (امانت دار) ہوتے ہیں۔ خیانت اور نبوت جمع نہیں ہو سکتیں۔ ہمارے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہل مکہ بچپن شریف سے محمد امین پکارتے تھے۔

آیت 145 ﴾ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے پر تم سے کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمہ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب عزوجل ہے۔

آیت 146-148 ﴾ حضرت صالح علیہ السلام نے مزید نصیحت کرتے ہوئے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ تم دنیا کی نعمتوں جیسے کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم و نازک ہوتا ہے، امن و امان کی حالت میں چھوڑ دیئے جاؤ گے کہ یہ نعمتیں تم سے کبھی زائل نہ ہوں گی، تم پر کبھی عذاب نہ آئے گا اور تمہیں کبھی موت نہ آئے گی۔ تمہارا یہ گمان غلط ہے اور ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ درس: نعمتوں کی فراوانی اکثر غفلت کا سبب بنتی ہے اور نعمتوں میں ڈوبا شخص عموماً موت و قبر و آخرت کے متعلق نہیں سوچتا حالانکہ موت کی فکر اور آخرت کی یاد دلوں کا زنگ اتارنے اور غفلت دور کرنے میں بہت موثر ہے۔

آیت 149-152 ﴾ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا: تم بڑی مہارت دکھاتے ہوئے، اپنی صنعت پر غرور کرتے اور اتراتے ہوئے پہاڑوں میں سے گھر تراشتے ہو اور ان گھروں کو بنانے سے تمہارا مقصد رہائش اختیار کرنا نہیں بلکہ صرف اپنی مہارت پر غرور کرنا ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میری اطاعت کرتے ہوئے وہ اعمال کرو جن کا تمہیں دنیا اور آخرت میں فائدہ ہو اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو۔ حد سے بڑھنے والے وہ ہیں جو کفر، ظلم اور دیگر گناہوں کے ساتھ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور ایمان لا کر، عدل قائم کرکے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہو کر صلاح نہیں کرتے۔ اہم بات: بعض مفسرین نے کہا کہ مُسْرِفِیْنَ سے مراد وہ نو

يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَآ اَنْتَ

زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔ قوم نے کہا: تم ان میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے۔ تم تو

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ

ہم جیسے ہی ایک آدمی ہو، اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ۔ صالح نے فرمایا: یہ ایک اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پینے کی باری ہے

وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥٦﴾

اور ایک معین دن تمہارے پینے کی باری ہے۔ اور تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ نہ چھونا ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ

تو انہوں نے اس کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں پھر صبح کو پچھتاتے رہ گئے۔ تو انہیں عذاب نے پکڑ لیا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے

مختصر تفسیر: جنہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا۔ درس: (1) اوپر سے لے کر یہاں تک سب انبیاء علیہم السلام کے پیغام میں تقویٰ اور اطاعت کا درس ضرور موجود ہے۔ (2) نافرمانوں کی صحبت اور پیروی خسارہ ہی خسارہ ہے۔

آیت 153، 154 ❁ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحتوں کے جواب میں کہا: تم ان میں سے ہو جن پر بکثرت جادو ہوا ہے اور (معاذ اللہ) تم تو ہم جیسے ہی ایک آدمی ہو کہ جیسے ہم کھاتے پیتے ہیں اسی طرح تم بھی کھاتے پیتے ہو، اگر تم رسالت کے دعوے میں سچے ہو تو کوئی نشانی لے کر آؤ۔

آیت 155، 156 ❁ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے مطالبے پر فرمایا: یہ ایک اونٹنی ہے، ایک دن اس کے پینے کی باری ہے، اور ایک معین دن تمہارے پینے کی باری ہے اور تم اس اونٹنی کو برائی کے ساتھ نہ چھونا اور اسے مارنا نہیں، ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔ اہم بات: یہ اونٹنی قوم کے معجزہ طلب کرنے پر ان کی خواہش کے مطابق حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے پتھر سے نکلی تھی۔

آیت 157 ❁ ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے سمجھانے کے باوجود اس اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں تو صبح کو پچھتاتے رہ گئے۔ اہم بات: پاؤں کی رگیں کاٹنے والے شخص کا نام قدار تھا اور چونکہ لوگ اس کے اس فعل سے راضی تھے اس لئے پاؤں کی رگیں کاٹنے کی نسبت ان سب کی طرف کی گئی اور ان کا پچھتانا پاؤں کی رگیں کاٹ دینے پر عذاب نازل ہونے کے خوف سے تھا نہ کہ معصیت پر توبہ کرتے ہوئے نادم ہوئے تھے یا وہ عذاب دیکھ کر نادم ہوئے تھے اور ایسے وقت کی ندامت کا کوئی فائدہ نہیں۔

آیت 158 ❁ فرمایا کہ جس عذاب کی انہیں خبر دی گئی تھی اس نے انہیں پکڑ لیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ قوم ثمود پر آنے والے عذاب میں ضرور عبرت کی نشانی ہے حضرت صالح علیہ السلام کی انتہائی تبلیغ کے باوجود بہت تھوڑے لوگ ان پر ایمان لائے؛ تو اے پیارے حبیب! آپ پر سارے عرب والے ایمان نہ لائیں تو آپ غم نہ فرمائیں، کہ وہ خود ہی بدنصیب ہیں۔

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ

اور ان کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔ اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے۔ لوط کی قوم نے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾

رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے ہم قوم لوط نے فرمایا: کیا تم نہیں ڈرتے؟۔ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى

تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ

رب العلمین کے ذمے ہے۔ کیا تم لوگوں میں سے مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔ اور اپنی بیویوں کو چھوڑتے ہو جو تمہارے لیے

رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ

تمہارے رب نے بنائی ہیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔ انہوں نے کہا: اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو ضرور

آیت 159 ❁ فرمایا کہ اے حبیب! بیشک آپ کا رب عزوجل ہی کافروں پر عذاب نازل کرنے میں غلبے والا اور ایمان لانے والوں کو نجات دے کر ان پر مہربانی فرمانے والا ہے۔

آیت 160 - 164 ❁ ان پانچ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے اس وقت آپ کو جھٹلا کر تمام رسولوں کو جھٹلایا جب آپ نے ان سے فرمایا: اے میری قوم! کیا تم شرک اور دیگر گناہوں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے، بیشک میں تمہارے رب عزوجل کی طرف سے تمہارے لیے اس کی وحی اور رسالت پر امانتدار رسول ہوں تو تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو جھٹلا کر اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے ڈرو اور جو میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔ اور میں اس تبلیغ اور تعلیم پر تم سے کچھ اجرت اور دُنیوی منافع کا مطالبہ نہیں کرتا، میرا اجر و ثواب تو صرف ربُّ العٰلمین کے ذمہ کرم پر ہے۔

آیت 165 ❁ کیا اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے پورے جہان میں تمہیں مرد ہی ملے اور پوری دنیا میں تم ہی ایسے ہو جو کثیر عورتیں موجود ہوتے ہوئے اس قبیح فعل میں ملوث ہو رہے ہو۔ مروی ہے کہ اس قوم کو یہ خبیث عمل شیطان نے سکھایا تھا۔

آیت 166 ❁ حضرت لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا: تمہارے لیے تمہارے رب عزوجل نے جو بیویاں بنائی ہیں، کیا تم ان کو چھوڑ کر مردوں سے بدفعلی جیسی حرام اور خبیث چیز میں مبتلا ہوتے ہو بلکہ تم لوگ اس خبیث عمل کی وجہ سے حد سے بڑھنے والے ہو۔ اہم بات: بیوی سے جماع کرنا بھی صرف اسی جگہ حلال ہے جہاں کی شریعت نے اجازت دی ہے اور اس سے بدفعلی کرنا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح مردوں سے بدفعلی کرنا حرام ہے۔

آیت 167 ❁ نصیحت کے جواب میں ان لوگوں نے کہا: اے لوط! اگر تم نصیحت کرنے اور اس فعل کو برا کہنے سے باز نہ آئے تو ضرور تم شہر سے نکال دیئے جاؤ گے اور تمہیں یہاں رہنے نہ دیا جائے گا۔

مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ

نکال دیے جاؤ گے ○ لوط نے فرمایا: میں تمہارے کام سے شدید نفرت کرنے والوں میں سے ہوں ○ اے میرے رب! مجھے

وَ اَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا

اور میرے گھر والوں کو ان کے اعمال سے محفوظ رکھ ○ تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی ○ مگر ایک بڑھیا

فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ

جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی ○ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کردیا ○ اور ہم نے ان پر ایک خاص بارش برسائی تو ڈرائے

مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَ اِنَّ

جانے والوں کی بارش کتنی بری تھی ○ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے ○ اور بیشک

آیت 168 ﴾ حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے فرمایا: میں تمہارے کام سے شدید نفرت کرنے والوں میں سے ہوں۔

آیت 169 ﴾ حضرت لوط علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے اعمال پر آنے والے عذاب سے محفوظ رکھ۔

آیت 170، 171 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام، ان کی بیٹیوں اور ان تمام لوگوں کو جو آپ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے عذاب سے نجات بخشی لیکن ایک بڑھیا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی اسے نجات نہ بخشی۔ اہم بات: یہ بڑھیا حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی تھی، یہ چونکہ اپنی قوم کے فعل پر راضی تھی، اور جو گناہ پر راضی ہو وہ بھی گناہ کرنے والے کے حکم میں ہوتا ہے اسی لئے وہ بڑھیا عذاب میں گرفتار ہوئی۔

آیت 172، 173 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات دینے کے بعد دوسروں کو اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیاں الٹ کر ہلاک کر دیا اور ان پر پتھروں یا گندھک اور آگ کی خاص بارش برسائی تو جنہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا اور وہ ایمان نہ لائے، ان پر کی جانے والی یہ بارش کتنی بری تھی۔

آیت 174 ﴾ فرمایا کہ جو کچھ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے ساتھ کیا گیا، اس میں ان کے بعد والوں کے لئے ضرور عبرت کی نشانی ہے کہ وہ ان جیسا گندا کام نہ کریں اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم میں سے بھی بہت تھوڑے لوگ ہی آپ پر ایمان لائے تھے، لہٰذا اے حبیب! آپ کم لوگوں کے ایمان لانے پر غمزدہ نہ ہوں۔

آیت 175 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! بیشک آپ کا رب ہی دشمنوں پر قہر فرمانے میں غالب ہے اور وہی تنبیہ اور نصیحت سے پہلے عذاب نازل نہ فرما کر مہربانی فرمانے والا ہے۔

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ

تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے○ ایکہ (جنگل) والوں نے رسولوں کو جھٹلایا○ جب ان سے شعیب نے

شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾

فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟○ بیشک میں تمہارے لیے امانتدار رسول ہوں○ تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو○

وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ

اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے○ (اے لوگو!) ناپ پورا

وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

اور ناپ تول کو گھٹانے والوں میں سے نہ ہوجاؤ○ اور بالکل درست ترازو سے تولو○ اور لوگوں کو ان کی چیزیں

اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ

کم کرکے نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو○ اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی مخلوق

الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾ وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

کو پیدا کیا○ قوم نے کہا: (اے شعیب!) تم تو ان میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے○ تم تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہی ہو

**آیت 176** ﴿ فرمایا کہ جنگل والوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلا کر تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ اہم بات: اس آیت میں جس جنگل کا ذکر ہوا یہ مدین شہر کے قریب تھا اور اس میں بہت سے درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اہلِ مدین کی طرح اُن جنگل والوں کی طرف بھی مبعوث فرمایا۔

**آیت 177 - 179** ﴿ حضرت شعیب علیہ السلام نے جنگل والوں سے فرمایا: کیا تم کفر و شرک پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے! بیشک میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی وحی اور رسالت پر امانت دار رسول ہوں تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میں تمہیں جو حکم دے رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔

**آیت 180** ﴿ سب انبیاء کرام علیہم السلام رسالت کی تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں لیتے تھے، لہٰذا آپ نے بھی فرمایا کہ میں اس تبلیغ پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر و ثواب تو اسی کے ذمۂ کرم پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

**آیت 181 - 184** ﴿ ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنا، لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے دینا اور لوٹ مار کرکے کھیتیاں تباہ کرکے زمین میں فساد پھیلانا ان لوگوں کی عادت تھی اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں ان کاموں سے منع فرمایا اور ناپ تول پورا کرنے کا حکم دیا اور اس کے بعد خالق کائنات کے عذاب سے ڈرایا۔ اہم بات: انبیاء علیہم السلام صرف عقائد و عبادات کی تعلیم دینے نہیں آتے بلکہ اعلیٰ اخلاق، سیاسیات، معاملات کی درستی کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔

**آیت 185 - 187** ﴿ لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت سن کر کہا: اے شعیب! تم تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو ہوا ہے

وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾

اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں○ تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچے ہو○

قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ

شعیب نے فرمایا: میرا رب تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے○ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا

اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾

بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا○ بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے○

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٩١﴾ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾ ع

اور بیشک تمہارا رب ہی غلبے والا، مہربان ہے○ اور بیشک یہ قرآن ربُّ العالمین کا اتارا ہوا ہے○

اور تم ہمارے جیسے ایک آدمی ہی ہو اور تم نے جو نبوت کا دعویٰ کیا بیشک ہم تمہیں اس میں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر تم نبوت کے دعوے میں سچے ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ عذاب کی صورت میں ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے۔ اہم بات: نبوت کا انکار کرنے والے انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں عمومی طور پر یہی کہا کرتے تھے حالانکہ انبیاء علیہم السلام بشر یعنی انسان ہی ہوتے ہیں لیکن بہترین انسان، ان کے روحانی مدارج اور قلبی معارف تک غیر نبی کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خدا نے نور بھی فرمایا ہے۔

آیت 188 ﴿ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان لوگوں کو جواب دیا: میرا رب عزوجل تمہارے اعمال کو اور جس عذاب کے تم مستحق ہو اسے خوب جانتا ہے، وہ اگر چاہے گا تو آسمان کا کوئی ٹکڑا تم پر گرا دے گا۔

آیت 189 ﴿ ارشاد فرمایا کہ جنگل والوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تو انہیں شامیانے کے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا جو کہ اس طرح ہوا کہ انہیں شدید گرمی پہنچی، ہوا بند ہوئی اور سات دن گرمی کے عذاب میں گرفتار رہے۔ تہ خانوں میں جاتے وہاں اور زیادہ گرمی پاتے۔ اس کے بعد ایک بادل آیا سب اس کے نیچے آکے جمع ہو گئے تو اس سے آگ برسی اور سب جل گئے۔

آیت 190 ﴿ فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام اور جنگل والوں کا جو یہ واقعہ بیان کیا گیا اس میں عقلمندوں کے لئے ضرور عبرت کی نشانی ہے اور ان جنگل والوں کے اکثر لوگ مسلمان نہ تھے۔

آیت 191 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا رب عزوجل ہی غالب اور اس کی ایک دلیل انبیاء کرام علیہم السلام کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمانا ہے اور بیشک آپ کا رب عزوجل ہی لوگوں کو مہلت دے کر مہربانی فرمانے والا ہے۔

آیت 192 ﴿ ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن سب جہانوں کے رب تعالیٰ کا اتارا ہوا ہے کسی شاعر، جادوگر یا کاہن کا کلام نہیں جیسا کہ اے کفار تم گمان کرتے ہو۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾

اسے روح الامین لے کر نازل ہوئے ○ تمہارے دل پر تاکہ تم ڈر سنانے والوں میں سے ہو جاؤ ○ روشن عربی زبان میں ○

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾

اور بیشک اس کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے ○ اور کیا یہ بات ان کے لیے نشانی نہ تھی کہ اس نبی کو بنی اسرائیل کے علماء جانتے تھے ○

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾

اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی شخص پر اتارتے ○ پھر وہ ان کے سامنے قرآن کو پڑھتا جب بھی وہ اس پر ایمان لانے والے نہ تھے ○

**آیت 193، 194** ﴾ قرآن پاک کو روح الامین یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر نازل ہوئے اور انہوں نے آپ کے سامنے اس قرآن کی تلاوت کی، یہاں تک کہ آپ نے اسے اپنے دل میں یاد کر لیا کیونکہ دل ہی کسی چیز کو یاد رکھنے اور اسے محفوظ رکھنے کا مقام ہے، تو آپ اسے محفوظ رکھیں اور سمجھیں اور نہ بھولیں۔ اہم باتیں: (۱) حضرت جبرئیل علیہ السلام کو روح کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام روح سے پیدا کئے گئے ہیں اور روح قلب وحیات یعنی وحی پہنچانے کی ذمہ داری آپ کے پاس تھی۔ (۲) دل کی تخصیص اس لئے ہے کہ درحقیقت وہی مخاطب ہے اور تمیز، عقل اور اختیار کا مقام بھی وہی ہے، تمام اعضاء اس کے آگے مسخّر اور اطاعت گزار ہیں۔ عقیدہ: قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو عربی الفاظ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام پر نازل فرمایا اور انہیں ان الفاظ پر امین بنایا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان الفاظ کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قلبِ اطہر پر نازل کیا۔

**آیت 195، 196** ﴾ فرمایا کہ قرآن پاک کو عربی زبان میں نازل کیا جس کے معنی ظاہر اور الفاظ اپنے معنی پر دلالت واضح ہے تاکہ عرب کے رہنے والوں اور کفار قریش کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم اس کلام کو کس طرح قبول کریں جسے ہم سمجھ ہی نہیں سکتے اور مزید فرمایا کہ قرآن پاک کا ذکر یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ اہم بات: اس آیت سے عربی زبان کی دیگر زبانوں پر فضیلت بھی ثابت ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے کسی اور زبان میں نہیں۔

**آیت 197** ﴾ فرمایا کہ یہ بات کفار مکہ کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت و رسالت کی صداقت پر نشانی نہ تھی کہ اس نبی کو بنی اسرائیل کے علماء اپنی کتابوں سے جانتے ہیں اور لوگوں کو ان کی خبریں دیتے ہیں۔

**آیت 198، 199** ﴾ ان دو آیات کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے یہ قرآن کریم ایک فصیح، بلیغ اور عربی نبی پر اتارا جس کی فصاحت سب اہل عرب مانتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم کی مثل ایک سورت بنانے سے بھی پوری دنیا عاجز ہے۔ اگر بالفرض یہ قرآن کسی غیر عربی شخص پر نازل کیا جاتا جو عربی کی مہارت نہ رکھتا اور اس کے باوجود وہ ایسا عاجز کر دینے والا قرآن پڑھ کر سناتا جب بھی لوگ اسی طرح کفر کرتے کیونکہ ان کے کفر و انکار کا سبب کوئی معقول دلیل نہیں بلکہ فضول کی کٹ حجتی اور دشمنی ہے۔ درس: حق بات سے دشمنی پال لینا اسے قبول کرنے کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ ایسے شخص کے اعتراضات کے جتنے بھی تسلی بخش جوابات دیئے جائیں وہ بے فائدہ ہی رہتے ہیں۔ ایسی عقل دشمنی انسان ہونے کے منافی اور انسانیت کی توہین ہے۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾

یونہی ہم نے مجرموں کے دلوں میں اس قرآن کے جھٹلانے کو داخل کر دیا ہے ○ وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں ○

فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ اَفَبِعَذَابِنَا

تو وہ (عذاب) اچانک ان پر آجائے گا اور انہیں خبر (بھی) نہ ہوگی ○ پھر کہیں گے: کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی؟ ○ تو کیا ہمارے عذاب کو

يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾

جلدی مانگتے ہیں؟ ○ بھلا دیکھو تو کہ اگر ہم کچھ سال انہیں فائدہ اٹھانے دیں ○ پھر ان پر وہ (عذاب) آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا ○

مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿٢٠٧﴾ وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٨﴾ مع

تو کیا وہ سامان ان کے کام آئے گا جس سے انہیں فائدہ اٹھانے (کا موقع) دیا گیا تھا ○ اور ہم نے جو بستی بھی ہلاک کی اس کیلئے ڈر سنانے والے تھے ○

**آیت 200** ﴾ فرمایا کہ ہم نے اسی طرح ان کافروں کے دلوں میں اس قرآن کے جھٹلانے کو داخل کر دیا ہے جن کا کفر اختیار کرنا اور اس پر مصر رہنا ہمارے علم میں ہے، تو وہ کسی حال میں وہ کفر سے پلٹنے والے نہیں۔ اہم بات: معلوم ہوا کہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، بندے افعال کے کاسب یعنی اپنے اختیار سے کرنے والے ہیں۔

**آیت 201 - 203** ﴾ فرمایا: کفارِ مکہ قرآن پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ ان پر اچانک عذاب آجائے گا اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی تاکہ ہم ایمان لے آئیں؟ ان سے کہا جائے گا: اب تم سے عذاب مؤخر ہوگا اور نہ تمہیں کوئی مہلت ملے گی۔

**آیت 204** ﴾ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفار کو اس عذاب کی خبر دی تو وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگے: یہ عذاب کب آئے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا وہ ہمارا عذاب جلدی مانگتے ہیں؟ مراد یہ ہے کہ عذاب دیکھ کر کفار کا حال تو یہ ہوگا کہ وہ مہلت مانگیں گے جبکہ دنیا میں عذاب آنے کی جلدی مچا رہے ہیں۔ درس: اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت کا سوال کرنا چاہیے۔ غصے یا مذاق میں بھی بربادی کی دعا نہیں کرنی چاہیے۔

**آیت 205 - 207** ﴾ کفار سمجھتے تھے کہ انہیں کوئی عذاب نہیں ہوگا اور وہ طویل عرصے تک امن و سلامتی کے ساتھ دنیا کے مزے لوٹتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی سمجھ کے مطابق اگر انہیں لمبے عرصے تک دنیا میں جینے کا موقع مل جائے، پھر وہ عذاب آجائے جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا تو اس وقت ان کی لمبی عمر اور عیش و عشرت انہیں کیا فائدہ دے گی یعنی لمبی زندگی کے بعد بھی اگر دائمی ہولناک عذاب میں پڑنا ہے تو ایسی لمبی زندگی کا کیا فائدہ۔ درس: ان آیات میں اگرچہ کفار کے بارے میں بیان ہوا لیکن مسلمانوں کو بھی عبرت حاصل کرنی چاہئے جو دنیا اور اس کی آسائشوں کے حصول میں تو مگن ہیں لیکن خدا کی عبادت و اطاعت سے غافل ہیں۔ دنیا کی محبت اور عبادت سے غفلت کہیں آخرت تباہ نہ کر دے۔

**آیت 208، 209** ﴾ فرمایا: ہم پہلے ظالم لوگوں کے پاس ڈر سنانے والے بھیج کر ان پر حجت قائم کر دیتے ہیں، اس کے بعد بھی جو لوگ نصیحت قبول نہیں کرتے ان پر عذاب نازل کر دیتے ہیں تاکہ ان کی ہلاکت دوسروں کے لئے عبرت ہو اور وہ ان جیسی نافرمانی کرنے

ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۲۰۹ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝۲۱۰ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ

نصیحت کرنے کے لیے اور ہم ظالم نہ تھے ○ اور (اس قرآن) کو لے کر شیطان نہ اترے ○ اور نہ ہی وہ اس قابل ہے

وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝۲۱۱ ؕ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝۲۱۲ ؕ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

اور نہ وہ (اس کی) طاقت رکھتے ہیں ○ وہ تو سننے کی جگہ سے دور کردیے گئے ہیں ○ تو اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کی عبادت نہ کر

فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝۲۱۳ ۚ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝۲۱۴ ۙ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ

ورنہ تو عذاب والوں میں سے ہوجائے گا ○ اور اے محبوب! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ ○ اور اپنے پیروکار مسلمانوں کے لیے

لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۱۵ ۚ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۲۱۶ ۚ

اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ ○ پھر اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرماؤ میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں ○

سے بچ جائیں۔ مزید فرمایا کہ ہر طرح سے سمجھا کر حجت قائم کردینے کے بعد راہِ راست پر نہ آنے کی صورت میں کافروں پر عذاب نازل کرکے ہلاک کردینا ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی سرکشی سے خود عذاب کا مستحق بنالیا۔

**آیت 210-212** ﴾ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے اور نہ ہی وہ اس قابل تھے کہ قرآن لے کر آئیں اور یہ ان کی طاقت سے باہر ہے۔ وہ تو فرشتوں کا کلام سننے کی جگہ یعنی آسمان سے شہابوں کے ذریعے دور کردیے جاتے ہیں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف جو وحی ہوتی ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے محفوظ کردیا ہے۔ جب تک کہ فرشتہ اس کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں پہنچا نہ دے اس سے پہلے شیاطین اس کو نہیں سن سکتے۔

**آیت 213** ﴾ اس آیت میں ہر سننے والے سے خطاب فرمایا گیا۔ (اے مخاطب!) جب کافروں کا حال تو نے جان لیا تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے معبود کی عبادت نہ کرنا، اگر تو نے ایسا کیا تو عذاب پانے والوں میں سے ہوجائے گا۔

**آیت 214** ﴾ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قریبی رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں، چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں اعلانیہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور خدا کا خوف دلایا۔ درس: جیسے دنیا میں اپنے رشتہ داروں کی فکر پہلے کرتے ہیں ایسے ہی ان کی آخرت کی فکر بھی دوسروں سے پہلے کرنی چاہیے کہ ان کا قریبی تعلق ہے۔

**آیت 215، 216** ﴾ فرمایا: اے حبیب، جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں، ان پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لطف و کرم فرمائیں اور جو لوگ آپ کا حکم نہ مانیں تو آپ ان سے اور ان کے اعمال سے بیزاری کا اظہار کردیں۔ درس: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم صحابہ کرام سے بہت شفقت، نرمی اور عاجزی کا سلوک فرماتے تھے اور بہترین قائد کی یہی نشانی ہوتی ہے۔

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ

اور اس پر بھروسہ کرو جو عزت والا، رحم فرمانے والا ہے۔ جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور نمازیوں میں تمہارے

فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۲۲۰﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۲۱﴾

دورہ فرمانے کو (دیکھتا ہے)۔ بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ کیا میں تمہیں بتادوں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟

تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ﴿۲۲۲﴾ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَآءُ

شیطان بڑے بہتان باندھنے والے، گناہگار پر اترتے ہیں۔ شیطان اپنی سنی ہوئی باتیں (ان پر) ڈالتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔ اور شاعروں کی

آیت 217، 218 ✽ فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد فرما دیں جو کہ اپنے دشمنوں کو مغلوب کرنے اور اپنے محبوب بندوں کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ اس خدا پر بھروسہ کریں جو آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ آدھی رات کے وقت تہجد کے لئے یا دعا کے لئے کھڑے ہوتے ہیں بلکہ ہر مقام پر آپ کو دیکھتا ہے۔ توکل کا معنی یہ ہے کہ آدمی اپنا کام اس کے سپرد کر دے جو اس کے کام کا مالک اور اسے نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

آیت 219 ✽ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ اپنے تہجد پڑھنے والے اصحاب کے حالات ملاحظہ فرمانے کے لئے رات کے وقت دورہ فرماتے ہیں یا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ امام بن کر نماز پڑھاتے ہیں اور قیام، رکوع، سجود اور قعدہ کی حالت میں ہوتے ہیں۔

آیت 220 ✽ فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت 221 - 223 ✽ بعض مشرکین یہ کہتے تھے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر (معاذ اللہ) شیطان اترتے ہیں۔ اُن کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مشرکین! کیا میں تمہیں بتادوں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ یہ فرمانے کے بعد بتایا کہ شیطان بڑے بہتان باندھنے والے، گناہگار اور کاہنوں پر اترتے ہیں اور شیطان فرشتوں سے سنی ہوئی باتیں ان کاہنوں کے سامنے ذکر کرتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں کیونکہ وہ فرشتوں سے سنی ہوئی باتوں میں اپنی طرف سے بہت سی جھوٹی باتیں ملا دیتے ہیں۔ اہم بات: بڑے بہتان باندھنے والوں میں نبوت کے جھوٹے دعوے دار شامل ہیں جیسے مسیلمہ کذاب اور مرزا قادیانی۔ خصوصاً مرزا قادیانی کی کتابوں میں جتنی گندی اور گندی گالیاں ہیں اس سے تو عین الیقین ہو جاتا ہے کہ اس پر شیطان ہی اترتا تھا کہ سچے نبی علیہ السلام کی زبان تو بہت پاکیزہ ہوتی ہے۔ قادیانی جیسی گندی زبان تو کسی جھوٹے نبی ہی کی ہو سکتی ہے۔

آیت 224 ✽ شانِ نزول: کچھ کافر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف شعر بناتے اور کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان سے ان اشعار کو نقل کرتے تھے۔ اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی گئی ہے کہ شاعروں کی ان کے اشعار میں پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں کہ ان اشعار کو پڑھتے ہیں، رواج دیتے ہیں حالانکہ وہ اشعار جھوٹے اور باطل ہوتے ہیں۔ درس: شاعروں کا جھوٹے اور باطل اشعار لکھنا، انہیں پڑھنا، دوسروں کو سنانا اور انہیں معاشرے میں رائج کرنا گمراہ لوگوں کا کام ہے اور شاعروں میں باطل، فضول اور ہزلیات کی ہمیشہ کثرت ہوتی ہے بلکہ فی زمانہ تو ان میں دین بیزار لوگوں کی زیادتی ہے۔

يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ع

پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں ○ کیا تم نے نہ دیکھا کہ شاعر ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں ○ اور یہ کہ وہ ایسی بات کہتے ہیں جو کرتے نہیں ○ مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے ○

آیت 225 ﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ عرب کے شاعر کلام اور فن کی ہر قسم میں شعر کہتے ہیں، کبھی وہ اشعار کی صورت میں کسی کی تعریف کرتے ہیں اور کبھی کسی کی برائی بیان کرتے ہیں۔ ان کے اشعار میں اکثر بے حیائی کی باتیں، گالی گلوچ، لعن طعن، بہتان اور بہتان تراشی، فخر و تکبر کا اظہار، حسد، وغیرہ مذموم چیزیں ہوتی ہیں۔ آج کے شعراء میں یہ بھی برائیاں عام ہیں۔

آیت 226 ﴾ یہاں شاعروں کے قول اور عمل میں تضاد بیان کیا گیا کہ وہ اپنے اشعار میں سخاوت کی تعریف بیان کرتے اور اس کی ترغیب دیتے ہیں لیکن خود سخاوت کرنے سے اعراض کرتے ہیں اور بخل کی مذمت بیان کرتے ہیں جبکہ خود انتہائی کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔ یہ بھی آج کے شعراء میں کثرت سے دیکھی جانے والی بری صفت ہے۔

آیت 227 ﴾ اس آیت میں اچھے اور بامقصد لکھنے والے مسلمان شاعروں کا استثناء فرمایا گیا کیونکہ ان کے کلام میں کافر شاعروں کی طرح مذموم باتیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ اشعار کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد، حضور پرنور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی نعت، اور وعظ و نصیحت لکھتے ہیں۔ مزید فرمایا: **اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا۔** یعنی صالحین کیلئے شاعری اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن کرنے سے غفلت کا سبب نہ بن سکی بلکہ ان لوگوں نے جب شعر کہے تبھی تو ان میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی توحید بیان کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی نعت، صحابۂ کرام اور امت کے نیک لوگوں کی تعریف بیان کی۔ مزید فرمایا: **اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا۔** یعنی اگر ان کے اشعار میں کسی کی برائی بیان بھی ہوئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار نے مسلمانوں کی اور ان کے پیشواؤں کی جھوٹی برائی بیان کرکے ان پر ظلم کیا تو ان حضرات نے شعروں کے ذریعے اس ظلم کا بدلہ لیا اور کافروں کو اشعار کی صورت میں ان کی بدگوئیوں کے جواب دیئے، لہٰذا وہ مذموم نہیں ہیں بلکہ وہ اس پر اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔ جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ آخر میں فرمایا: **اور عنقریب ظالم جان لیں گے۔** یعنی جن مشرکین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی جھوٹی برائیاں بیان کی ہیں حالانکہ ان کی شان تو یہ ہے کہ وہ پاک ہیں اور پاک کرنے والے ہیں تو یہ مشرکین عنقریب مرنے کے بعد جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ اہم بات: اشعار فی نفسہ برے نہیں کیونکہ وہ ایک کلام ہے، اگر اشعار اچھے ہیں تو وہ اچھا کلام ہے اور برے اشعار ہیں تو وہ برا کلام ہے۔ درس: حمد و نعت، وعظ و نصیحت اور زہد و ادب وغیرہ پر مشتمل شاعری کی اردو میں بہترین مثال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا کلام بنام "حدائقِ بخشش" ہے، جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اچھی شاعری کے تمام پہلو انتہائی احسن انداز میں بیان کئے ہیں۔ فارسی میں مولانا روم، شیخ فرید الدین عطار، حضرت عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہم اچھی شاعری کی بہترین مثالیں ہیں۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۱﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ

طس، یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں ○ ایمان والوں کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے ○ وہ جو

**سورۂ نمل کا تعارف** ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 7 رکوع اور 93 آیتیں ہیں۔ نَمل کا معنی ہے چیونٹی، اور اس سورت کی آیت نمبر 18 میں ایک چیونٹی کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ نمل" رکھا گیا۔ مضامین: اس کی ابتداء میں قرآن پاک کے اوصاف بیان کئے گئے، نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو جنت کی بشارت دی گئی اور آخرت کا انکار کرنے والوں کو آخرت میں سب سے بڑے نقصان اور برے عذاب کی وعید سنائی گئی۔ مزید اس میں یہ پانچ واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ۔ (2) حضرت سلیمان علیہ السلام اور چیونٹی کا واقعہ۔ (3) حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ بلقیس کا واقعہ۔ (4) حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ (5) حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دلائل بیان کئے گئے کہ اس نے زمین و آسمان اور بحر و بر کو پیدا کیا، زمین کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے کا انسان کو الہام کیا، خشکی اور تری کی تاریکیوں میں انسان کو راہ دکھائی اور اسے کثیر رزق عطا کیا۔ یہ بتایا گیا کہ قیامت کی ہولناکیاں اچانک آجائیں گی، نیز اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت اور دن اور رات کے آنے جانے سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر استدلال کیا گیا۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حشر و نشر کا انکار کرنے والے مشرکین کا رد کیا گیا۔ قیامت کی چند علامات بیان کی گئیں جیسے دَآبَّةُ الْاَرْضِ کا نکلنا، پہاڑوں کا اڑنا اور صور میں پھونک مار دی جانا وغیرہ۔ قیامت کے دن لوگوں کی دو اقسام اور ان کی جزاء بیان کی گئی ہے۔

**آیت 1** ﴿ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ سورت قرآن اور روشن کتاب یعنی لوحِ محفوظ کی آیتیں ہیں جو حق اور باطل میں امتیاز کرتی ہے۔ اہم بات: یہاں روشن کتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے اور لوحِ محفوظ کی آیات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن زمین پر تشریف لانے سے پہلے لوحِ محفوظ پر لکھا گیا یا روشن کتاب سے مراد بھی قرآن پاک ہی ہے۔

**آیت 2، 3** ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن ان لوگوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں، فرض نمازیں ہمیشہ پڑھتے ہیں اور نماز کی شرائط و آداب اور جملہ حقوق کی حفاظت کرتے ہیں اور جب ان کے مال پر زکوٰۃ فرض ہو جائے تو خوش دلی سے وہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں○ بیشک وہ لوگ جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ

آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے برے اعمال ان کی نگاہ میں خوشنما بنا دیئے ہیں تو وہ بھٹک رہے ہیں○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے

سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ

برا عذاب ہے اور یہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں○ اور (اے محبوب!) بیشک آپ کو قرآن سکھایا جاتا ہے

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ

حکمت والے، علم والے کی طرف سے○ (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی گھر والی سے کہا: میں نے ایک آگ دیکھی ہے (تو میں جاتا ہوں اور)

سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهَا

عنقریب میں تمہارے پاس اس کی کوئی خبر لاتا ہوں یا کوئی چمکتی ہوئی چنگاری لاؤں گا تاکہ تم گرمی حاصل کرو○ پھر جب موسیٰ آگ کے پاس آئے

آیت 5، 4 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ہم نے ان کے برے اعمال ان کی نگاہ میں خوشنما بنا دیئے ہیں کہ وہ اپنی برائیوں کو خواہشات کی وجہ سے بھلائی جانتے ہیں، پس وہ اپنی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے دنیا میں قتل اور گرفتاری کا برا عذاب ہے اور یہی آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں کہ ان کا انجام دائمی عذاب ہے۔ دنیا: برائی شروع میں بری لگتی ہے لیکن بار بار کرنے سے وہی معمولی سی محسوس ہوتی ہے اور دلوں پر زنگ چڑھ جائے تو برائی اچھی لگنے لگتی ہے۔

آیت 6 ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ اپنی طرف سے قرآن مجید کی آیات نہیں بناتے بلکہ آپ کو رب تعالیٰ کی طرف سے قرآن سکھایا جاتا ہے جو حکمت اور علم والا ہے، لہٰذا کفار کا یہ اعتراض باطل ہے کہ آپ اپنی طرف سے قرآن پاک کی آیتیں بناتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) حضرت جبریل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے استاد نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے سیکھا ہے جبکہ حضرت جبریل علیہ السلام قاصد بن کر حاضر ہوتے رہے۔ (2) حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرح قرآن کوئی نہیں سمجھ سکتا کیونکہ سب لوگ مخلوق سے قرآن سیکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خالق سے سیکھا۔

آیت 7 تا 12 ﴿ ان 6 آیات میں بیان کئے گئے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر کی طرف جا رہے تھے، دورانِ سفر یوں ہوا کہ رات کے وقت کافی اندھیرا اور برف باری ہونے کی وجہ سے سخت سردی تھی، آپ علیہ السلام راستہ بھی بھول گئے تھے اور اسی رات آپ کی زوجہ مطہرہ کو دردِ زہ (یعنی بچے کی ولادت کا درد) بھی شروع ہو گیا۔ اسی حال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دور سے ایک روشنی ملاحظہ فرمائی۔ آپ نے اپنی اہلیہ سے کہا: میں نے ایک آگ دیکھی ہے، یہیں ٹھہرو، میں اس طرف جاتا ہوں اور تھوڑی دیر میں راستے کی کوئی خبر لاتا ہوں یا اس میں سے کوئی چمکتی ہوئی چنگاری لے آؤں گا تاکہ تم اس سے گرمی حاصل کرو اور سردی کی تکلیف سے

نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ

تو انہیں ندا کی گئی کہ اس (موسیٰ) کو جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے اور جو اس (آگ) کے آس پاس (فرشتے) ہیں انہیں برکت دی گئی اور اللہ پاک ہے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ۙ وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ

جو سارے جہانوں کا رب ہے ○ اے موسیٰ! بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں جو عزت والا حکمت والا ہے ○ اور اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫

تو جب آپ نے اسے لہراتے ہوئے دیکھا گویا وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ (ہم نے فرمایا) اے موسیٰ! ڈرو نہیں،

اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ۖ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ

بیشک میری بارگاہ میں رسول ڈرتے نہیں ○ لیکن جس شخص نے کوئی زیادتی کی پھر برائی کے بعد (اپنے عمل کو) نیکی سے بدل دیا

فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫

تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں ○ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا،

فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝

(یہ بھی) فرعون اور اس کی قوم کی طرف نو نشانیوں میں سے ہے، بیشک وہ (فرعونی) نافرمان لوگ تھے ○

{ نُوْدِيَ: ندا کی گئی۔} جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس آئے تو انہیں ندا کی گئی: اس موسیٰ کو برکت دی گئی جو اس آگ کی جگہ میں ہے اور جو اس کے آس پاس فرشتے ہیں انہیں برکت دی گئی اور اللہ تعالیٰ پاک ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں جو عزت والا حکمت والا ہے اور اپنا عصا زمین پر ڈال دو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا ڈال دیا تو وہ سانپ بن گیا۔ جب آپ نے اسے لہراتے ہوئے دیکھا تو خوف کی وجہ سے پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! ڈرو نہیں، بیشک میری بارگاہ میں سانپ یا کسی اور چیز سے رسول ڈرتے نہیں، جب میں انہیں امن دوں تو پھر کسی چیز کا کیا اندیشہ ہے، لیکن جس شخص نے کوئی زیادتی کی اس کو ڈر ہوگا یہاں تک کہ وہ اس سے توبہ کر لے اور برائی کے بعد اپنے عمل کو نیکی سے بدل دے تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں، توبہ قبول فرماتا ہوں اور بخش دیتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسری نشانی دکھائی گئی اور فرمایا گیا: اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر باہر نکالو تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ آپ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ چمک رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ بھی فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجتے وقت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نو نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، بیشک وہ فرعونی نافرمان لوگ ہیں اور کفر و سرکشی میں حد سے بڑھ چکے ہیں۔ اہم بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو نشانیاں عطا کی گئیں وہ یہ ہیں: (۱) عصا۔ (۲) ید بیضا۔ (۳) بولنے میں دقت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک میں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دور فرما دیا۔ (۴) دریا کا پھٹنا اور اس میں رستے بننا۔ (۵) طوفان۔ (۶) ٹڈی۔ (۷) گھن۔ (۸) مینڈک۔ (۹) خون۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا

پھر جب ان کے پاس آنکھیں کھولنے والی ہماری نشانیاں آئیں تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے۔ اور انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ

وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے دلوں کو ان نشانیوں کا یقین آچکا تھا تو دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ اور بیشک ہم نے

دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥﴾

داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا اور دونوں نے کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ

اور سلیمان داؤد کے جانشین بنے اور فرمایا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا

**آیت 14،13** ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرعونیوں کے پاس آنکھیں کھول دینے والی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں یوں آئیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے پاس تشریف لا کر ان نشانیوں کو ظاہر فرمایا تو وہ کہنے لگے: ہم جو دیکھ رہے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے۔ انہوں نے صرف ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان معجزات کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل و دماغ ان نشانیوں کا یقین کر چکے تھے لیکن اس کے باوجود اپنی زبانوں سے انکار کرتے رہے۔ تو دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا کہ وہ لوگ دریا میں غرق کر کے ہلاک کر دیئے گئے۔

**آیت 15** ﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو فقہ اور سیاست کا علم دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو چوپایوں اور پرندوں کی بولی کا علم دیا۔ دونوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں نبوت و ملک عطا فرما کر، جن و انس اور شیاطین کو ہمارے لئے مسخر کر کے اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر ہمیں فضیلت بخشی۔ درس: اس آیت میں اہل علم کے لئے ترغیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو نعمت عطا کی اس پر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور عاجزی و انکساری کا اظہار کریں اور یہ ذہن میں رکھیں کہ اگرچہ انہیں کثیر لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے لیکن بہت سے بندوں کو ان پر بھی فضیلت حاصل ہے کہ ہر علم والے کے اوپر اس سے بڑھ کر علم والا موجود ہے۔

**آیت 16** ﴾ فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے جانشین بنے اور لوگوں سے فرمایا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور دنیا و آخرت کی بکثرت نعمتیں ہمیں عطا کی گئی ہیں، بیشک یہی اللہ تعالیٰ کا کھلا فضل ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں آیت میں وراثت سے، نبوت، علم اور ملک میں جانشینی مراد ہے مال کی وراثت مراد نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے مال کی وراثت نہیں ہوتی بلکہ اسے صدقہ کیا جاتا ہے۔ (2) حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نہایت وسیع سلطنت عطا فرمائی۔ جن و انس، شیطان، پرندے، چوپائے، درندے سب پر آپ علیہ السلام کی حکومت تھی اور ہر ایک شے کی زبان آپ کو عطا فرمائی اور آپ کے زمانے میں عجیب و غریب صنعتیں ایجاد ہوئیں۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ۞ وَ حُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّيْرِ

بیشک یہی (اللہ کا) کھلا فضل ہے ○ اور سلیمان کے لیے جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے اس کے لشکر جمع کر دیئے گئے

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۞ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا

تو وہ روکے جاتے تھے ○ یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر آئے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں

مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۞ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا

داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں ○ تو سلیمان اس کی بات پر مسکرا کر ہنس پڑے

وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ

اور عرض کی: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا

آیت 17 ﴿ اس آیت کا ایک مفہوم یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مختلف مقامات سے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکروں کو جمع کر دیا گیا اور اس لشکر کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان کا انتظام کرنے کے لئے اگلوں کو آگے بڑھنے سے روکا جاتا تاکہ سب جمع ہو جائیں، اس کے بعد انہیں چلایا جاتا تھا۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے اس کے لشکر جمع کر دیئے گئے تو وہ پہلے ایک جگہ ترتیب سے روکے جاتے تھے پھر انہیں کہیں روانہ کیا جاتا تھا۔

آیت 18 ﴿ اس آیت سے حضرت سلیمان علیہ السلام اور چیونٹی کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکروں کے ساتھ طائف یا شام میں اس وادی پر سے گزرے جہاں چیونٹیاں بکثرت تھیں۔ جب چیونٹیوں کی ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کو دیکھا تو وہ کہنے لگی: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں۔ ملکہ نے یہ اس لئے کہا کہ وہ جانتی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہیں، عدل کرنے والے ہیں، ظلم و زیادتی آپ علیہ السلام کی شان نہیں ہے۔ اس لئے اگر آپ کے لشکر سے چیونٹیاں کچلی جائیں گی تو بے خبری ہی میں کچلی جائیں گی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی یہ بات تین میل سے سن لی اور ہوا ہر شخص کا کلام آپ کی مبارک سماعت تک پہنچاتی تھی۔ یہ سننے کے بعد جب آپ علیہ السلام چیونٹیوں کی وادی کے قریب پہنچے تو آپ نے اپنے لشکروں کو ٹھہرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے گھروں میں داخل ہو گئیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ سفر ہوا پر نہ تھا بلکہ پیدل اور سواریوں پر تھا۔

آیت 19 ﴿ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ چیونٹی کی بات سنی تو آپ علیہ السلام اس کے چیونٹیوں کی حفاظت، ان کی ضروریات کی مدد اور چیونٹیوں کو سمجھانے پر تعجب سے مسکرا کر ہنس پڑے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ملنے پر اس کی حمد کرتے ہوئے عرض کی: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے نبوت، ملک اور علم عطا فرما کر مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور مجھے توفیق دے کہ میں بقیہ زندگی میں بھی وہ نیک کام کروں جس پر تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں کے زمرے میں شامل کر جو تیرے خاص قرب کے لائق ہیں۔ اہم باتیں: (1) انبیاء کرام علیہم السلام کا ہنسنا تبسم ہی ہوتا ہے وہ حضرات

وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ۝۱۹

اور (مجھے توفیق دے) کہ میں وہ نیک کام کروں جس پر تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے خاص قرب کے لائق ہیں۔

وَ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَا لِیَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ٘ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىٕبِیْنَ ۝۲۰ لَاُعَذِّبَنَّهٗ

اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا یا وہ واقعی غیر حاضروں میں سے ہے۔ میں ضرور ضرور اسے

عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَاۡاَذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝۲۱ فَمَكَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ

سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا یا وہ کوئی واضح دلیل میرے پاس لائے۔ تو ہدہد کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہرا اور آکر عرض کی:

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ۝۲۲ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً

کہ میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہ دیکھی اور میں ملک سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت دیکھی

تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ۝۲۳ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا

جو لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا ایک بہت بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا

قہقہہ مار کر نہیں ہنستے۔ (2) خاص قرب کے لائق بندوں سے مراد انبیاء و مرسلین علیہم السلام ہیں اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم بھی اپنے مرتبے کے مطابق مقربین ہیں۔

آیت 21،20 ﴾ یہاں سے ایک اور واقعہ بیان کیا جا رہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک جگہ پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا: مجھے ہدہد کیوں یہاں نظر نہیں آ رہا۔ اس کے یہاں سامنے نظر نہ آنے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ وہ یہاں سے حقیقتاً غیر حاضر ہے۔ میں غیر حاضری کی وجہ سے اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر دوں گا یا پھر وہ اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول دلیل میرے پاس لائے جس سے اس کی معذوری ظاہر ہو۔ اہم باتیں: (1) ہدہد میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ زمین کے اندر موجود پانی بھی دیکھ لیتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب کہیں اترے تو آپ علیہ السلام کو پانی کی حاجت ہوئی لیکن نہ ملا۔ ہدہد کو دیکھا گیا تا کہ وہ پانی کے بارے میں بتائے لیکن وہ موجود نہ تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں ہدہد کو یہاں موجود نہیں پاتا۔ (2) سخت سزا سے مراد اس کے پر اکھاڑ دینا یا اس کو غیر جانوروں کے ساتھ قید کرنے وغیرہ کی صورت میں سزا دینا ہے۔ (3) ہدہد کو مصلحت کے مطابق سزا دینا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے حلال تھا کیونکہ جب پرندے آپ علیہ السلام کے لئے مسخر کر دیئے گئے تھے تو تادیب و سیاست اس تسخیر کا تقاضا ہے کہ اس کے بغیر تسخیر مکمل نہیں ہوتی۔

آیت 22-26 ﴾ ان پانچ آیات میں اس واقعے کا جو حصہ بیان ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہدہد زیادہ دیر تک غیر حاضر نہ رہا بلکہ جلدی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہو گیا اور معافی طلب کر کے عرض کرنے لگا: میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو آپ علیہ السلام نے نہ دیکھی اور میں یمن کے ایک علاقے سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جس کا نام بلقیس ہے، وہ لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر اس چیز میں سے وافر حصہ ملا ہے جو بادشاہوں کے لئے شایان ہوتا ہے اور اس کا

يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ

اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں اچھے بنا دیئے تو انہیں سیدھی راہ سے روک دیا

فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝٢٤ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

تو وہ سیدھا راستہ نہیں پاتے ○ (شیطان نے انہیں روک دیا) تاکہ وہ اس اللہ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں کو نکالتا ہے

وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ۝٢٥ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝٢٦ ۩

اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے ○ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے ○

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٢٧ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ

سلیمان نے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے ○ میرا یہ فرمان لے جاؤ اور اسے ان کی طرف ڈال دو

ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ۝٢٨ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ۝٢٩

پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ○ عورت نے کہا: اے سردارو! بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے ○

ایک بہت بڑا تخت ہے جس کی لمبائی 80 گز، چوڑائی 40 گز اور اونچائی 30 گز ہے۔ وہ تخت سونے اور چاندی کا بنا ہوا ہے اور اس میں جواہرات لگے ہوئے ہیں۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کی بجائے سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا ہے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں اچھے بنا دیئے اور انہیں سیدھی راہ سے روک دیا ہے، اس لئے وہ سیدھا راستہ یعنی حق اور دین اسلام کا راستہ نہیں پاتے۔ شیطان نے انہیں روک دیا تاکہ وہ اس اللہ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں یعنی بارش اور نباتات کو نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ اہم باتیں: (1) ہدہد کی گفتگو کے آخری حصے کا تعلق ان علوم سے ہے جو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے حاصل کئے تھے۔ (2) آیت 25 اور 26 میں سورج کی عبادت کرنے والوں بلکہ ان تمام باطل پرستوں کا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی پوجتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ عبادت کا مستحق صرف وہی ہے جو کائنات ارضی و سماوی پر قدرت رکھتا ہو اور جمیع معلومات کا عالم ہو، جو ایسا نہیں وہ کسی طرح عبادت کا مستحق نہیں۔ (3) آیت 25 اور 26 پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

آیت 27-31 ﴿ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو سچا ہے یا جھوٹا؟ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مکتوب لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اللہ کے بندے سلیمان بن داؤد کی جانب سے شہر سبا کی ملکہ بلقیس کی طرف۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس پر سلام جو ہدایت قبول کرے۔ (اس کے بعد مدعا یہ ہے کہ) تم مجھ پر بلندی نہ چاہو اور میری بارگاہ میں اطاعت گزار ہو کر حاضر ہو جاؤ۔ اس خط پر آپ علیہ السلام نے اپنی مہر لگائی اور ہدہد سے فرمایا: میرا یہ فرمان لے جاؤ اور ان کے پاس رکھ کر الگ [illegible] دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ ہدہد وہ خط لے کر بلقیس کے پاس پہنچا، اس وقت بلقیس کے گرد اس کے امراء اور وزراء کا مجمع [illegible] ہدہد نے وہ مکتوب بلقیس کی گود میں ڈال دیا۔ ملکہ بلقیس اس مکتوب پر مہر دیکھ کر کہنے لگی: اے سردارو! مجھے ایک معزز خط موصول ہوا

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ

بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا ہے○ یہ کہ میرے مقابلے میں بلندی نہ چاہو

وَ اْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ

اور میرے پاس فرمانبردار بنتے ہوئے حاضر ہو جاؤ○ ملکہ نے کہا: اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے رائے دو میں کسی معاملے میں

قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ

کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو○ انہوں نے کہا: ہم قوت والے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں

وَّ الْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَا ذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا

اور اختیار تو تمہارے ہی پاس ہے تو تم غور کرلو کہ تم کیا حکم دیتی ہو؟○ اس نے کہا: بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں

قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کردیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور وہ ایسا ہی کرتے ہیں○

ہے۔ بلقیس نے اس خط کو عزت والا اس لئے کہا کہ اس پر مہر لگی ہوئی تھی، اس سے اس نے جانا کہ مکتوب بھیجنے والا جلیل القدر بادشاہ ہے یا اس لئے عزت والا کہا کہ اس مکتوب کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے تھی۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ مکتوب کس کی طرف سے آیا ہے، چنانچہ اس نے کہا: بیشک وہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور اس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا ہے۔ میرے حکم کی تعمیل کرو اور تکبر نہ کرو جیسا کہ بعض بادشاہ کیا کرتے ہیں اور میرے پاس فرماں بردار بن کر حاضر ہو جاؤ۔

آیت 33،32 ﴿ مکتوب کا مضمون سنا کر بلقیس اپنی مملکت کے وزراء کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا: اے سردارو! اس معاملے میں مجھے رائے دو، کیونکہ میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔ سرداروں نے کہا: ہم قوت والے اور سخت جنگجو ہیں۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اگر ملکہ کی رائے جنگ کی ہو تو ہم لوگ اس کے لئے تیار ہیں کیونکہ ہم بہادر اور شجاع ہیں، قوت و توانائی والے ہیں، کثیر فوجیں رکھتے ہیں اور جنگ آزما ہیں۔ سرداروں نے مزید کہا: صلح یا لڑائی کا اختیار تو آپ ہی پاس ہے، لہٰذا آپ ہی غور کرلیں کہ کیا حکم دینا ہے؟ ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ اس جواب میں انہوں نے یہ اشارہ کیا کہ ان کی رائے جنگ کی ہے یا اس جواب سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ہم جنگی لوگ ہیں، رائے اور مشورہ دینا ہمارا کام نہیں، ملکہ خود صاحبِ عقل اور صاحبِ تدبیر ہے، ہم بہر حال اس کی اطاعت کریں گے۔

آیت 34 ﴿ جب بلقیس نے دیکھا کہ یہ لوگ جنگ کی طرف مائل ہیں تو اس نے انہیں ان کی رائے کی خطا پر آگاہ کیا اور جنگ کے نتائج سامنے رکھتے ہوئے کہا: جب بادشاہ کسی بستی میں اپنی قوت اور طاقت سے داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو قتل کرکے، قیدی بنا کر اور ان کی توہین کرکے انہیں ذلیل کر دیتے ہیں یہی بادشاہوں کا طریقہ ہے۔ ملکہ بلقیس چونکہ بادشاہوں کی عادت جانتی تھی اس لئے اس نے یہ کہا اور اس کی مراد یہ تھی کہ جنگ مناسب نہیں ہے، اس میں ملک اور اہلِ ملک کی تباہی و بربادی کا خطرہ ہے۔

وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ

اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں؟ پھر جب قاصد سلیمان کے پاس آیا

سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ٘ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْۚ بَلْ

تو سلیمان نے فرمایا: کیا تم مال کے ذریعے میری مدد کرتے ہو؟ تو اللہ نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے بلکہ

اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا

تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو۔ ان لوگوں کی طرف لوٹ جاؤ تو ضرور ہم ان پر ایسے لشکر لائیں گے جن کے مقابلے کی انہیں طاقت نہ ہوگی

آیت 35 ﴾ سرداروں کے سامنے جنگ کے نتائج رکھنے کے بعد ملکہ بلقیس نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں سلیمان علیہ السلام اور ان کی قوم کی طرف ایک تحفہ بھیجوں اور پھر دیکھوں کہ ہمارے قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں؟ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بادشاہ ہیں یا نبی، کیونکہ بادشاہ عزت و احترام کے ساتھ ہدیہ قبول کرتے ہیں، تو اگر سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہیں تو ہدیہ قبول کر لیں گے اور اگر نبی ہیں تو ہدیہ قبول نہ کریں گے اور اس کے علاوہ اور کسی بات سے راضی نہ ہوں گے کہ ہم اُن کے دین کی پیروی کریں۔ اہم بات: ملکہ نے اپنے قاصد کو ایک خط دے کر روانہ کیا اور اس کے ساتھ غلام، باندیاں، سونے کی اینٹیں، جواہرات لگے ہوئے تاج اور مشک و عنبر وغیرہ روانہ کئے۔ ہد ہد یہ دیکھ کر چل دیا اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تمام حالات کی خبر پہنچا دی۔ آپ علیہ السلام نے حکم دیا کہ سونے چاندی کی اینٹیں بنا کر نو فرسنگ (یعنی 27 میل) کے میدان میں بچھا دی جائیں اور اس کے اردگرد سونے چاندی سے بلند دیوار بنا دی جائے اور خشکی و تری کے خوب صورت جانور اور جنات کے بچے میدان کے دائیں بائیں حاضر کئے جائیں۔

آیت 36 ﴾ جب بلقیس کا قاصد تحائف لے کر آیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے فرمایا: کیا تم مال کے ذریعے میری مدد کرتے ہو؟ مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے علم، نبوت اور بادشاہت کی صورت میں عطا فرما رکھا ہے وہ اس دُنیوی مال و اسباب سے بہتر ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے، بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو یعنی تم فخر کرنے والے لوگ ہو، مالِ دنیا کی وجہ سے ایک دوسرے پر بڑائی جتاتے ہو اور ایک دوسرے کے تحفے پر خوش ہوتے ہو، مجھے نہ دنیا سے خوشی ہوتی ہے نہ اس کی حاجت۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا کثیر عطا فرمایا کہ اُتنا اوروں کو نہ دیا اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے دین اور نبوت سے بھی مشرف کیا۔

آیت 37 ﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وفد کے امیر سے فرمایا: یہ ہدیئے لے کر ان لوگوں کی طرف لوٹ جاؤ جنہوں نے یہ بھیجے ہیں اور میرا فیصلہ اور جواب یہ ہے کہ اگر وہ میرے پاس مسلمان ہو کر حاضر نہ ہوئے تو ہم ضرور ان کی طرف ایسے لشکروں کے ساتھ آئیں گے جن کے مقابلے کی انہیں طاقت نہیں اور ہم ضرور انہیں ان کے شہر "سبا" سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ رُسوا ہوں گے۔ اہم بات: جب قاصد ہدیئے لے کر بلقیس کے پاس واپس گئے اور تمام واقعات سنائے تو اس نے کہا: بیشک وہ نبی ہیں اور ہمیں ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں، پھر بلقیس نے اپنا تخت اپنے محفوظ ترین محل میں حفاظت سے رکھ دیا اور خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف روانگی کا انتظام کرنے لگی تاکہ دیکھے کہ آپ علیہ السلام اسے کیا فرماتے ہیں، چنانچہ وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر آپ علیہ السلام سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئی۔

وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ

اور ضرور ہم ان کو اس شہر سے ذلیل کرکے نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے ۝ سلیمان نے فرمایا: اے درباریو! تم میں کون ہے جو

یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا

ان کے میرے پاس فرمانبردار ہوکر آنے سے پہلے اس کا تخت میرے پاس لے آئے ۝ ایک بڑا خبیث جن بولا: میں

اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَۚ وَ اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ﴿۳۹﴾

وہ تخت آپ کی خدمت میں آپ کے اس مقام سے کھڑے ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا اور میں بیشک اس پر قوت رکھنے والا امانتدار ہوں ۝

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَؕ

اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا (چنانچہ)

**آیت 38** ﴾ جب بلقیس اتنا قریب پہنچ گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے صرف ایک فرسنگ (یعنی تین میل) کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اے درباریو! تم میں سے کون ہے جو ان لوگوں کے میرے پاس فرمانبردار ہوکر آنے سے پہلے بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے۔ (اہم بات) تخت منگوانے سے آپ علیہ السلام کا مقصود یہ تھا کہ اس کا تخت حاضر کرکے اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ دکھادیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ بلقیس کے آنے سے پہلے اس تخت کی وضع بدل دیں اور اس سے اس کی عقل کا امتحان فرمائیں کہ وہ اپنا تخت پہچان سکتی ہے یا نہیں۔

**آیت 39** ﴾ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بات سن کر ایک بڑا طاقتور خبیث جن بولا: میں وہ تخت آپ علیہ السلام کی خدمت میں آپ کے اس مقام سے کھڑے ہونے سے پہلے حاضر کردوں گا جہاں آپ علیہ السلام فیصلے کرنے کے لئے تشریف فرماہیں اور میں بیشک اس تخت کو اٹھانے پر قوت رکھنے والا اور اس میں لگے ہوئے جواہرات وغیرہ پر امانت دار ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں اس سے جلدی چاہتا ہوں۔

**آیت 40** ﴾ آیت میں فرمایا: کتاب کا علم رکھنے والے نے عرض کی۔ کتاب کا علم رکھنے والے سے مراد حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم جانتے تھے۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے اور جمہور مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے۔ جب حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں اس تخت کو آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اگر تم نے ایسا کرلیا تو تم سب سے زیادہ جلدی اس تخت کو لانے والے ہوگے۔ حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ نے جب اسمِ اعظم کے ذریعے دعا مانگی تو اسی وقت تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے نمودار ہوگیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: اس قدر جلد تخت کا میرے پاس آجانا مجھ پر میرے رب عزوجل کے فضل کی وجہ سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس کے انعامات پر شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی شکر کرتا ہے کیونکہ اس شکر کا نفع خود اس شکر گزار کو ہی ملے گا اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب عزوجل مخلوق کے شکر کا محتاج نہیں اور دائمی طور پر

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ

پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں

اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ۝٤٠

یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ ہے، کرم فرمانے والا ہے ○

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ۝٤١

حضرت سلیمان نے حکم دیا: اس ملکہ کیلئے اس کے تخت کو تبدیل کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے یا راہ نہ پانے والوں میں سے ہوتی ہے ○

فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا

پھر جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب دیا: گویا یہ وہی ہے اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی

کرم فرمانے والا ہے۔ اہم بات: اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم سے کرامات کا ظاہر ہونا عقلی طور پر ممکن اور نقلی دلائل سے ثابت ہے۔ عقلی طور پر ممکن اس لئے ہے کہ ولی سے کرامت ظاہر کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے محال نہیں بلکہ یہ چیز ممکنات میں سے ہے اور کرامات اولیاء پر قرآن و حدیث میں دلائل موجود ہیں جیسے مذکورہ بالا آیت میں موجود حضرت آصف بن برخیا کا تخت لانے والا واقعہ، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم کے پھل آنے والا واقعہ، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے کھجور کے سوکھے ہوئے تنے کو ہلانے پر پکی ہوئی عمدہ اور تازہ کھجوریں گرنے والا واقعہ اور اصحاب کہف رضی اللہ عنہم کا غار میں سینکڑوں سال تک سوئے رہنے والا واقعہ ولی سے کرامات ظاہر ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بے شمار کرامتوں کا ظہور بھی ولی سے کرامت ظاہر ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ درس: بندے کو جو نعمت اور صلاحیت ملے اس پر اسے خود پسندی کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی اس طرح کا اظہار کرنا چاہئے کیونکہ خود پسندی انتہائی مذموم عمل ہے لہٰذا نعمت ملنے پر اپنی ذات پر فخر کی بجائے اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف منسوب کرنا چاہئے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور نیک بزرگوں کا طریقہ ہے اور یہ ذہن میں رکھیں کہ خدا چاہے تو یہ نعمت چھن بھی سکتی ہے۔

**آیت 42،41** ﴿ تخت آجانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے خادموں کو حکم دیا کہ ملکہ بلقیس کے آنے سے پہلے اس کے تخت کی شکل وصورت کو تبدیل کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ وہ اپنا تخت دیکھنے کے بعد اسے پہچان پاتی ہے یا نہیں؟ جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی تو اس وقت تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے موجود تھا۔ ملکہ سے کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے جواب دیا: گویا یہ وہی ہے۔ اس جواب سے بلقیس کی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ پھر ملکہ سے کہا گیا کہ یہ تیرا ہی تخت ہے۔ تمہیں دروازے بند کرنے، انہیں تالے لگانے اور پہرے دار مقرر کرنے سے کیا فائدہ ہوا؟ سب دیکھ کر ملکہ بلقیس نے کہا: ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ علیہ السلام کی نبوت صحیح ہونے کی خبر اس واقعہ سے پہلے ہُد ہُد کے واقعہ سے اور وفد کے امیر سے مل چکی ہے اور ہم نے آپ علیہ السلام کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کی۔

وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٤٣﴾

اور ہم فرمانبردار ہوئے ○ اور اسے اس چیز نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی۔ بیشک وہ کافر قوم میں سے تھی○

قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ

اس سے کہا گیا: صحن میں داخل ہو جاؤ تو جب اس نے اس صحن کو دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھی اور اپنی پنڈلیوں سے (کپڑا) اٹھا دیا، سلیمان نے فرمایا

اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۬ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ

یہ تو شیشوں سے جڑا ہوا ایک ملائم صحن ہے۔ اس نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ

مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٤﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا

اس اللہ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو سارے جہان کا رب ہے○ اور بیشک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ (اے لوگو!)

**آیت 43** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرنے سے یا اسلام قبول کرنے کی طرف سبقت کرنے سے سورج کی پوجا نے روک رکھا تھا اور بلقیس کا تعلق اس قوم سے تھا جو سورج کی پجاری تھی اور وہ چونکہ انہیں میں پلی بڑھی تھی اس لئے اسے صرف سورج کی عبادت کرنا ہی آتا تھا۔

**آیت 44** تخت میں تبدیلی کر کے ملکہ بلقیس کی عقل کا امتحان لینے کے بعد اس سے کہا گیا کہ تم صحن میں آجاؤ۔ وہ صحن شفاف شیشے کا بنا ہوا تھا اور اس کے نیچے پانی جاری تھا جس میں مچھلیاں تیر رہی تھیں اور اس صحن کے وسط میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت تھا جس پر آپ جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ جب ملکہ نے اس صحن کو دیکھا تو وہ سمجھی کہ یہ گہرا پانی ہے، اس لئے اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کر لیا تا کہ پانی میں چل کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے فرمایا: یہ پانی نہیں بلکہ یہ تو شیشوں سے جڑا ہوا ایک ملائم صحن ہے۔ یہ سن کر بلقیس نے اپنی پنڈلیاں چھپالیں اور یہ عجوبہ دیکھ کر اسے بہت تعجب ہوا اور اس نے یقین کر لیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملک اور حکومت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ان عجائبات سے بلقیس نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت پر استدلال کیا ہے۔ اب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو بلقیس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! میں نے تیری عبادت کی بجائے سورج کی عبادت کر کے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اس اللہ عزوجل کے حضور گردن رکھتی ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔ یوں ملکہ بلقیس نے اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ اہم بات: (۱) شیشے کے بنے صحن والے واقعے سے یہ سمجھانا بھی مقصود ہو سکتا ہے کہ اشیاء جیسے نظر آئیں حقیقت میں ویسے ہونا ضروری نہیں لہٰذا سورج کی پوجا کو ملکہ بلقیس جیسے درست سمجھتی آرہی تھی وہ حقیقت میں ویسی درست نہیں بلکہ مکمل طور پر خلافِ حقیقت و خلافِ حق تھی۔ (۲) تبلیغ اسلام اور نیکی کی دعوت کے لئے شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے منفرد دلنشین انداز اختیار کئے جا سکتے ہیں۔

**آیت 45** یہاں سے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اور اس واقعے کی بعض تفصیلات اس سے پہلے سورۂ اعراف، سورۂ ہود، اور سورۂ شعراء میں گزر چکی ہیں۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کی طرف ان کے ہم قوم حضرت صالح علیہ السلام کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ تو ایک گروہ

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ

اللہ کی عبادت کرو تو اسی وقت وہ جھگڑا کرتے ہوئے دو گروہ بن گئے۝ صالح نے فرمایا: اے میری قوم! بھلائی سے پہلے برائی کی جلدی

قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ

کیوں کرتے ہو؟ تم اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے؟ ہو سکتا ہے تم پر رحم کیا جائے۝ انہوں نے کہا: ہم نے تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے

مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ۝ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ

برا شگون لیا۔ صالح نے فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم ایک ایسی قوم ہو کہ تمہیں آزمایا جارہا ہے۝ اور شہر میں

سعادت مندی اختیار کرتے ہوئے حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور ان میں سے ہر گروہ اپنے آپ کو ہی حق پر کہتا تھا اور یہی بات ان کا باہمی جھگڑا تھا جس میں اہل ایمان حق پر اور جنت کی طرف بلا رہے تھے جبکہ کفار باطل پر اور جہنم کی طرف بلانے والے تھے۔

آیت 46 ﴾ جب کافر گروہ نے کہا کہ اے صالح! علیہ السلام، اگر تم رسولوں میں سے ہو تو ہمیں جس عذاب سے دھمکاتے ہو اسے لے آؤ۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: عافیت اور رحمت سے پہلے مصیبت اور عذاب کی جلدی کیوں کرتے ہو؟ تم عذاب نازل ہونے سے پہلے اپنے کفر سے توبہ کر کے اور ایمان لا کر اللہ تعالیٰ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے؟ ہو سکتا ہے کہ تم پر رحم کیا جائے اور دنیا میں عذاب نہ کیا جائے۔

آیت 47 ﴾ جب حضرت صالح علیہ السلام کو ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تو ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا، اس کی وجہ سے بارش رک گئی، یوں وہ لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے اور بھوکے مرنے لگے۔ ان مصائب کو انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی تشریف آوری کی طرف منسوب کیا اور آپ کی آمد کو بدشگونی سمجھتے ہوئے کہا کہ (معاذ اللہ) ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تمہیں جو بھلائی اور برائی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور وہ تمہاری تقدیر میں لکھی ہوئی ہے۔ یعنی تمہارے پاس جو بدشگونی آئی یہ تمہارے کفر کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے۔ مزید فرمایا: بلکہ تم ایک ایسی قوم ہو کہ تمہیں آزمایا جارہا ہے۔ اس کا ایک معنی تو یہی ہے کہ تم ایسی قوم ہو جنہیں آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم ایسی قوم ہو جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب میں مبتلا ہوئی ہے۔ درس: بندے کو پہنچنے والی مصیبتیں اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں اور کوئی مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں آتی اور مصیبت آنے کا عمومی سبب بندے کے اپنے برے اعمال ہیں اور جب ایسا ہے تو کسی چیز یا شخص سے بدشگونی لینا اور اپنے اوپر آنے والی مصیبت کو کسی کی نحوست جاننا درست نہیں، یہ مشرکوں کا طریقہ ہے۔ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو مصیبتوں اور پریشانیوں کو دوسروں کی نحوست قرار دیتے ہیں اور دوسروں کو طعنے مار کر اور نحوست کا الزام دے کر ان کی دل آزاری کرتے ہیں۔ کسی کا دل دکھانا، سخت حرام ہے۔

آیت 48 ﴾ یہاں شہر سے مراد قوم ثمود کا شہر ہے جس کا نام حجر تھا۔ اس قوم کے اشرافیہ میں سے نو شخص تھے جو زمین میں اللہ تعالیٰ کی

تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ

نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے○ انہوں نے آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر

لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ

ہم رات کے وقت ضرور صالح اور اس کے گھر والوں پر چھاپا ماریں گے پھر اس کے وارث سے کہیں گے کہ اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَانْظُرْ

اور بیشک ہم سچے ہیں○ اور انہوں نے سازش کی اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی اور وہ غافل رہے○ تو دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥١﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ

ان کی سازش کا کیسا انجام ہوا؟ ہم نے انہیں اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر دیا○ تو یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب

نافرمانی کر کے فساد کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اپنی اصلاح نہ کرتے تھے۔ ان کا سردار قدار بن سالف تھا اور یہی وہ لوگ ہیں جو حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹنے پر متفق ہوئے تھے۔

آیت 49 ﴿ جب ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کی رگیں کاٹ دیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں بتایا اور اس عذاب کی علامت بھی بیان کر دی۔ اس کے بعد ان نو اشخاص نے آپس میں اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ ہم ضرور رات کے وقت چھاپا مار کر حضرت صالح علیہ السلام، اُن کی اولاد اور ان پر ایمان لانے والوں کو قتل کر دیں گے، پھر ان کے اس وارث سے جسے ان کے خون کا بدلہ طلب کرنے کا حق ہو گا کہیں گے کہ اس گھر والوں کے قتل کے وقت ہم حاضر نہ تھے اس لئے ہمیں معلوم نہیں کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے اور بیشک ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔

آیت 50 ﴿ اس کا معنی یہ ہے کہ ان لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں پر شب خون مارنے کی سازش تیار کی اور ہم نے ان کی سازش کی سزا یہ دی کہ ان کے عذاب میں جلدی فرمائی اور وہ ہماری خفیہ تدبیر سے غافل رہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا حافظ و ناصر ہے اور انہیں لوگوں کے خفیہ شر سے بچاتا ہے۔

آیت 51 ﴿ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات حضرت صالح علیہ السلام کے مکان کی حفاظت کے لئے فرشتے بھیج دیئے۔ جب وہ نو شخص ہتھیار باندھ کر اور تلواریں کھینچ کر حضرت صالح علیہ السلام کے دروازے پر آئے تو فرشتوں نے انہیں پتھر مارے۔ وہ پتھر ان لوگوں کو لگتے تھے لیکن مارنے والے نظر نہ آتے تھے۔ اس طرح ان نو کو ہلاک کیا اور ان کے علاوہ ساری قوم کو اللہ تعالیٰ نے ہولناک آواز سے ہلاک کر دیا۔ اہم بات: حضرت صالح علیہ السلام کے دروازے پر ان نو شخصوں کے مرنے سے متعلق اور روایات بھی ہیں۔

آیت 52 ﴿ ارشاد فرمایا کہ قوم ثمود کی ہلاکت کے بعد ان کے گھر ویران پڑے ہیں اور اب ان گھروں میں اس قوم کا کوئی شخص بھی موجود نہیں اور ان کا یہ انجام اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے اور اس کے رسول کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہوا اور

بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ویران پڑے ہیں، بیشک اس میں جاننے والوں کیلئے (عبرت کی) نشانی ہے○ اور ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو ایمان لائے

وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾

اور ڈرتے تھے○ اور لوط کو یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ تم دیکھ رہے ہو○

اَىٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو بلکہ تم جاہل لوگ ہو○

قوم ثمود کے واقعہ میں ان لوگوں کے لئے عبرت کی نشانی موجود ہے جو علم رکھتے ہیں، لہٰذا اگر اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمہاری قوم کے کفار تمہیں جھٹلانے سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی قوم ثمود جیسا ہو سکتا ہے۔

آیت 53 ﴾ فرمایا کہ جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے اور وہ خدا کے خوف سے کفر و شرک اور گناہوں سے بچتے تھے، ہم نے انہیں عذاب سے بچالیا۔ اہم بات: تفاسیر میں منقول ہے کہ ان لوگوں کی تعداد چار ہزار تھی اور حقیقی تعداد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 54 ﴾ یہاں سے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ آیت میں ذکر کئے گئے حضرت لوط علیہ السلام نے جو قوم سے فرمایا، اس کا ایک معنی یہ ہے کہ کیا تم بدکاری پر اتر آئے ہو حالانکہ تم اس فعل کی قباحت جانتے ہو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کیا تم بے حیائی پر اتر آئے ہو اور تم ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو کر اعلانیہ بدفعلی کا ارتکاب کرتے ہو جیسے فی زمانہ کفار کے ممالک میں اعلانیہ بے حیائی عام ہو چکی ہے۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ تم اپنے سے پہلے نافرمانی کرنے والوں کی تباہی اور ان کے عذاب کے آثار دیکھتے ہو پھر بھی اس بد عملی میں مبتلا ہو۔

آیت 55 ﴾ حضرت لوط علیہ السلام نے مزید فرمایا: کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت پوری کرنے کیلئے جاتے ہو حالانکہ مردوں کے فطری تقاضے کی تسکین کے لئے عورتیں بنائی گئی ہیں، مردوں کے لئے مرد اور عورتوں کے لئے عورتیں نہیں بنائی گئیں، لہٰذا یہ فعل حکمت الٰہی کی مخالفت ہے، بلکہ تم جاہل لوگ ہو جو ایسا کام کرتے ہو اور تمہیں اپنے اس فعل کے برے انجام کا اندازہ نہیں۔ درس: مردوں کے فطری تقاضے یعنی مخصوص خواہش پوری کرنے کا درست ذریعہ عورت ہے جو فی زمانہ شرعی نکاح کی صورت میں ہے۔ نکاح کے ذریعے فطری تقاضا پورا کرنا بے شمار فوائد کا حامل ہے، جیسے نسل انسانی کی بقا، خاندانی نظام قائم رہنا، معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی کا خاتمہ ہو کر ایک پاکیزہ معاشرے کا ترتیب پانا وغیرہ۔ جب سے لوگوں نے فطرت سے بغاوت کرتے ہوئے معاشرے میں ہم جنس پرستی کو فروغ دینا شروع کیا، ملکی سطح پر اس کے جواز کے قانون پاس کرنا شروع کئے، فحاشی، عریانی اور بے حیائی کو عام کیا، عورتوں میں پردے کی ذہنیت ختم کر کے بے لگام آزادی کی سوچ پیدا کی، بدکاری کو آسان سے آسان تر کیا حتّٰی کہ بچوں کو اسکولوں میں اس کی باقاعدہ تربیت دینے کا نظام قائم کیا تب سے ان لوگوں کا حال جانوروں سے بھی بدتر ہوتا جا رہا ہے، خاندانی نظام تباہ، رشتوں کا تقدس ختم، ایک دوسرے کا ہمدرد بننے کی سوچ جاتی رہی، مہلک امراض پیدا ہونا شروع ہو گئے اور اب کئی مغربی ممالک میں آوازیں اٹھنا شروع ہو گئی ہیں کہ فطرت سے بغاوت کے موجودہ طریقے کو ختم کیا جائے۔ اے کاش! مسلمان بھی ہوش کے ناخن لیں اور ان تباہ کن فطری بغاوت سے باز رہیں۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ

تو اس کی قوم کا اس کے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ کہنے لگے کہ لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال دو

اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا

بیشک یہ ایسے لوگ ہیں جو بڑے پاک صاف بنتے ہیں○ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت کو، ہم نے

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٥٨﴾ قُلِ

پیچھے رہ جانے والوں میں سے مقرر کر دیا تھا○ اور ہم نے ان پر ایک بارش برسائی تو ڈرائے جانے والوں کی بارش کتنی بری تھی○ تم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور ان بندوں پر سلام ہو جنہیں اللہ نے چن لیا ہے۔ کیا اللہ بہتر یا ان کے خود ساختہ شریک؟○

**آیت 56** قوم لوط کا یہ قول بدباطنی کی انتہا ہے کہ اپنی خبیث حرکتوں کو برا سمجھنے اور ان سے باز آنے کی بجائے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بستی سے نکالنے کا کہہ رہے اور ان کا مذاق اڑا رہے ہیں کہ یہ بڑے پاکباز بنتے پھرتے ہیں۔ یہ بالکل وہی جواب ہے جو آج کے سیکولر، لبرل لوگوں میں عام ہے کہ فساق و فجار تو اپنے افعال پر فخر کرتے ہیں جبکہ مذہب، مذہبی لوگوں اور ان کے مذہبی افعال کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور حیا کی بات کو جھوٹا تقویٰ قرار دیتے ہیں۔

**آیت 58،57** ان دو آیات میں عذاب سے نجات پانے والوں اور قوم لوط پر نازل ہونے والے عذاب کی کیفیت کا بیان ہے کہ ان پر آسمان سے پتھر برسے اور سب ہلاک ہو گئے جن میں حضرت لوط علیہ السلام کی کافرہ بیوی شامل تھی۔ صرف حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیاں اور مومنین نے نجات پائی۔

**آیت 59** آخر میں فرمایا: کیا اللہ بہتر یا ان کے خود ساختہ شریک؟ اس کا معنی یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ بہتر ہے یا بتوں کی عبادت کرنے والے کے لئے بت بہتر ہیں۔ بیشک جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس نے خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ ہی بہتر ہے کیونکہ وہ انہیں عذاب اور ہلاکت سے بچاتا ہے جبکہ عذاب نازل ہونے کے وقت بت اپنے عبادت گزاروں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اس لئے بتوں کو پوجنا اور معبود ماننا انتہائی بے جا ہے۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءًۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىٕقَ

یا وہ بہتر ہے جس نے آسمان و زمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس پانی سے بارونق

ذَاتَ بَهْجَةٍۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَاؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ بَلْ هُمْ

باغ اگائے۔ تمہارے لئے ممکن نہ تھا کہ تم ان (باغوں) کے درخت اگا دیتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (ہرگز نہیں،) بلکہ وہ

قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَؕ(۶۰) اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا

لوگ شریک ٹھہراتے ہیں ○ یا وہ بہتر ہے جس نے رہائش کیلئے زمین بنائی اور اس کے درمیان میں نہریں بنائیں اور اس کے لئے

رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًاؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَؕ(۶۱)

لنگر بنائے اور دو سمندروں کے درمیان آڑ رکھی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ ان میں اکثر جاہل ہیں ○

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِؕ ءَاِلٰهٌ

یا وہ بہتر جو مجبور کی فریاد سنتا ہے جب وہ اسے پکارے اور برائی ٹال دیتا ہے اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ

آیت 60 ﴿ اس آیت اور اس کے بعد والی 5 آیات کی ابتداء میں مذکور لفظ ”اَمَّنْ“ کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں پہلے قول کے اعتبار سے ”اَمَّنْ“ کا معنی یہ ہے کہ کیا بت بہتر ہیں یا وہ خدا جس کی یہ یہ شانیں ہیں؟ ...... دوسرے قول کے اعتبار سے اس کا معنی یہ ہے کہ مشرکین جنہیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ہرگز بہتر نہیں بلکہ وہ بہتر ہے جس نے آسمان اور زمین جیسی عظیم مخلوق بنائی اور تمہارے فائدے کے لیے آسمان سے پانی اتارا اور اللہ تعالیٰ نے ہی اس پانی سے مختلف رنگوں، ذائقوں اور شکلوں والے پھلوں کے باغات اگائے۔ تم اگرچہ بیج بوتے ہو، ٹہنیاں لگاتے ہو اور ان باغات کو پانی سے سیراب کرتے ہو لیکن ان درختوں کو اگانا تمہارے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ ان کے اگنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ جو نظام قائم فرمایا ہے، اگر وہ نظام نہ ہوتا تو درخت کس طرح اگتے۔ کیا قدرت کے یہ دلائل دیکھ کر ایسا کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ ہرگز ایسا نہیں کہا جا سکتا، بلکہ وہ واحد ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، جبکہ مشرکین پھر بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک کرتے ہیں۔

آیت 61 ﴿ آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا بت بہتر ہیں یا وہ خدا جس نے زمین کو پھیلا کر ہموار بنا کر اسے رہائش کے قابل بنایا اور زمین کے درمیان میں نہریں بنائیں جن میں پانی جاری ہے اور زمین کیلئے وزنی پہاڑوں کے لنگر بنائے جو اُسے جنبش کرنے سے روکتے ہیں اور کھاری اور میٹھے دو سمندروں کے درمیان آڑ رکھی تاکہ ایک کا پانی دوسرے میں داخل نہ ہو۔ یقیناً خدا ہی بہتر ہے۔ غور کر کے بتاؤ کہ کیا کوئی انسان، سورج، چاند، درخت، پتھر یا آگ میں سے کوئی اس بات پر قادر ہے کہ وہ زمین میں ان خصوصیات اور ان نعمتوں کو پیدا کر سکے؟ ہرگز نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اس پر قادر نہیں تو تم صرف اسی کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟ اصل معاملہ یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ جاہل ہیں جو اپنے رب عزوجل کی توحید اور اس کی قدرت و اختیار کو نہیں جانتے۔ اہم بات: پودوں، سمندروں اور پہاڑوں کے بارے میں علم، اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

آیت 62 ﴿ فرمایا کیا بت بہتر ہیں یا وہ خدا جو حقیقی کارساز ہے، جو مجبور کے پکارنے پر اس کی فریاد سنتا اور اس کی حاجت روائی فرماتا ہے

مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ یا وہ بہتر ہے جو تمہیں خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہ دکھاتا

وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى

اور وہ جو ہوائیں بھیجتا ہے اس حال میں کہ وہ ہوائیں اللہ کی رحمت سے پہلے خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟

اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ

ان کے شرک سے بلند و بالا ہے۔ یا وہ بہتر ہے جو خلق کی ابتداء فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور وہ جو تمہیں

السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾

آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم فرماؤ: اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

اور اس سے برائی ٹال دیتا ہے، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اور اس بات پر قادر ہی نہیں اور وہ تمہیں پہلے لوگوں کی زمینوں کا وارث بناتا ہے، تم ان میں تصرف کرتے ہو اور تمہارے بعد والے تمہاری زمینوں کے وارث ہوں گے اور وہ ان میں تصرف کریں گے۔ یقیناً خدا ہی بہتر ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جو تمام مخلوق کو ایسی عظیم نعمتیں عطا کرے؟ ہرگز نہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی آسان ترین حجتوں سے بہت ہی کم نصیحت اور عبرت حاصل کرتے ہو، اسی لئے تم اوروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرتے ہو۔ درس: اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجبوروں کی فریاد سنتا ہے، اس لئے مجبور کو کثرت سے دعا کرنی چاہیے اور دوسرے بھی اس سے دعا کروائیں۔

آیت 63 ﴾ فرمایا: کیا بت بہتر ہیں یا وہ رحمتیں فرمانے والا خدا جو تمہیں خشکی اور تری کے سفر کے دوران اندھیری راتوں میں آسمانی ستاروں کے ذریعے اور دن کے وقت زمینی علامات کے ذریعے تمہاری منزلوں کی طرف راستے دکھاتا ہے اور وہ جو ہوائیں بھیجتا ہے اس حال میں کہ وہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی بارش سے پہلے بارش کے آنے کی خوشخبری دے رہی ہوتی ہیں۔ یقیناً خدا ہی بہتر ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جو ایسی قدرت رکھتا ہو؟ ہرگز نہیں، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ایسی قدرت رکھتا ہے۔

آیت 64 ﴾ فرمایا: کیا بت بہتر ہیں یا وہ خالقِ کائنات، رازقِ مطلق جو مخلوق کو بغیر کسی مثال کے ابتدا ہی سے پیدا فرماتا ہے، پھر مخلوق کی موت کے بعد اسے دوبارہ بنائے گا۔ یقیناً خدا ہی بہتر ہے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ اور وہ جو تمہیں آسمانوں سے بارش کے ذریعے اور زمین سے نباتات کے ذریعے روزی دیتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جس نے یہ کام کئے ہوں؟ ہرگز نہیں۔ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں کہ ”اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہیں“ سچے ہو تو بتاؤ جو صفات اور کمالات (اوپر) بیان کئے گئے وہ کس میں ہیں؟ اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا ایسا کوئی نہیں تو پھر کسی دوسرے کو کس طرح معبود ٹھہراتے ہو۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُؕ-وَ مَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ

تم فرماؤ: اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا اور لوگ نہیں جانتے کہ انہیں کب

یُبْعَثُوْنَ(۶۵) بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ۫-بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا ﱚ بَلْ هُمْ

اٹھایا جائے گا؟○ کیا کافروں کا علم آخرت کے بارے میں مکمل ہوچکا ہے؟ بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ وہ

مِّنْهَا عَمُوْنَ۠(۶۶) وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَاۤ اَىٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ(۶۷) ع ۱

اس سے اندھے ہیں○ اور کافروں نے کہا: کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہوجائیں گے تو کیا ہم پھر نکالے جائیں گے؟○

**آیت 65** ﴿ شانِ نزول: مشرکین نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کیا تھا، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور آیت کا معنی یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب جانتا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی غیب نہیں جانتا اور قیامت قائم ہونے کا وقت بھی اسے ہی معلوم ہے، انسان نہیں جانتے کہ انہیں دوبارہ کب اٹھایا جائے گا۔ البتہ یہاں اس آیت میں اور اس کے علاوہ کئی آیات میں غیب کے علم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے، جبکہ دوسری طرف قرآن ہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو غیب کی خبریں دینے کا ذکر ہے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ماضی و مستقبل کے ہزاروں غیبی واقعات کی خبریں دی ہیں جو سینکڑوں احادیث میں ہیں حتّٰی کہ احادیث کی کتابوں میں ''کتاب الفتن'' کے نام سے پورے پورے باب موجود ہیں جو غیب کی خبروں سے متعلق ہیں۔ اسی مناسبت سے یہاں ہم علمِ غیب سے متعلق ایک خلاصہ ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ آیات، احادیث اور اقوالِ علماء جن میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے ان کا اصل مفہوم واضح ہو۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علمِ غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہونا بیشک حق ہے اور اس سے مراد وہی علمِ ذاتی اور علمِ محیط (یعنی ہر چیز کا علم) ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت اور اسی سے مخصوص ہے۔ علمِ عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو اور علمِ غیر محیط کہ بعض اشیاء سے مطلع ہو اور بعض سے ناواقف ہو، اللہ عزوجل کے لیے ہو ہی نہیں سکتا، اس سے مخصوص ہونا تو درکنار اور جب اور اللہ عزوجل کی عطا سے علومِ غیب غیرِ محیط کا انبیاء علیہم السلام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 29 / 438، ملخصاً)

**آیت 66** ﴿ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کافروں کا علم آخرت کے بارے میں مکمل ہوچکا اور انہیں قیامت قائم ہونے کا یقین حاصل ہوگیا جو وہ اس کا وقت دریافت کرتے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اس کی طرف سے شک میں ہیں انہیں ابھی تک قیامت کے آنے کا یقین نہیں اور بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے قیامت کے دلائل کو سمجھ نہیں سکتے۔

**آیت 67، 68** ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں نے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ جب مرنے کے بعد ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہوجائیں گے تو کیا ہم پھر قبروں سے زندہ کرکے نکالے جائیں گے؟ بیشک مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا جو وعدہ ہمیں دیا گیا ہے، پچھلے زمانوں میں یہی وعدہ ہمارے باپ داداؤں کو بھی دیا گیا تھا، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں اور یہ احمق کافروں کی جہالت ہے کہ ان کے باپ دادا کو یہ کب کہا گیا تھا کہ اگلے سو ڈیڑھ سو سال میں انہیں دوبارہ زندہ

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

بیشک یہ وعدہ ہمیں اور ہم سے پہلے ہمارے باپ داداؤں کو دیا گیا تھا، یہ تو صرف پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۶۹ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو، مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟ ○ اور (اے حبیب!) تم ان پر غم نہ کرو

وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝۷۰ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اور ان کی سازشوں سے دل تنگ نہ ہو ○ اور کافر کہتے ہیں: یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟ اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ) ○

قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۷۲ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ

تم فرماؤ: ہوسکتا ہے کہ جس (عذاب) کی تم جلدی مچا رہے ہو اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آلگا ہو ○ اور بیشک تیرا رب لوگوں پر فضل والا ہے

کیا جائے گا، موجودہ اور سابقہ سب کافروں سے ایک غیر معین مدت کے متعلق فرمایا گیا تھا کہ ایسا دن آنے والا ہے جس میں انہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ وہ مدت خدا کے نزدیک تو متعین ہے لیکن لوگوں کو معلوم نہیں۔

آیت 69 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے اور اسے جھٹلانے والے ان کافروں سے فرمادیں کہ (اگر تمہارے گمان کے مطابق یہ وعدہ جھوٹی کہانی ہے تو) تم جھٹلانے والوں کی سرزمین جیسے حجر اور احقاف وغیرہ میں چل کر دیکھ لو کہ ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا، وہ لوگ اپنے انکار کے سبب طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کردیئے گئے اور اگر تم بھی ان جیسی روش سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی ان لوگوں جیسا ہوسکتا ہے اور تم پر بھی ان کی طرح کا کوئی عذاب نازل ہوسکتا ہے۔
درس: اس سے معلوم ہوا کہ برباد شدہ قوموں کی اجڑی بستیاں لوگوں کے لئے عبرت کے نشان ہیں اور لوگوں کو چاہئے کہ ان اجڑی ہوئی اور ویران بستیوں کو دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے باز آجائیں۔

آیت 70 ﴿ ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان کافروں کے جھٹلانے اور اسلام سے محروم رہنے کے سبب ان پر غم نہ کھائیں کہ آپ نے اپنا فرض منصبی پورا کردیا اور آپ ان کی سازشوں سے دل تنگ نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمانے والا اور آپ کا مددگار ہے۔

آیت 71، 72 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافر یہ کہتے ہیں: اگر آپ عذاب نازل ہونے کے وعدے میں سچے ہیں تو آپ بتائیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں کہ جس عذاب کے نازل ہونے کی تم جلدی مچا رہے ہو، ہوسکتا ہے کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آلگا ہو اور تمہارے قریب پہنچ چکا ہو۔ چنانچہ وہ عذاب بدر کے دن اُن پر آہی گیا اور باقی عذاب وہ موت کے بعد پائیں گے۔

آیت 73 ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! بیشک تیرا رب عزوجل لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے، اسی لئے عذاب میں تاخیر فرماتا ہے، لیکن ان میں اکثر لوگ شکر گزاری نہیں کرتے اور جہالت کی وجہ سے عذاب آنے کی جلدی کرتے ہیں۔

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ

ہیں لیکن ان میں اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے○ اور بیشک تمہارا رب یقیناً جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں○ اور آسمانوں اور زمین میں جتنے غیب ہیں سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں○

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾

بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں ذکر فرماتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں○

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ

اور بیشک یہ مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے○ بیشک تمہارا رب اپنے حکم سے ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى

اور وہی عزت والا علم والا ہے○ تو تم اللہ پر بھروسہ کرو بیشک تم روشن حق پر ہو○ بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے

آیت 74 ❁ آیت کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پوشیدہ اور اعلانیہ عداوت رکھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں مکاریاں کرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، وہ انہیں اس کی سزا دے گا۔ درس: یہ آیت بار بار پڑھنے کی ہے تاکہ ہم بھی اپنے دلوں کی حفاظت کریں۔

آیت 75 ❁ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنے غیب ہیں سب ایک بتانے والی کتاب لوحِ محفوظ میں ثبت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنہیں ان کا دیکھنا مُیَسَّر ہے اُن کے لئے ظاہر ہیں۔

آیت 76 ❁ اہلِ کتاب نے دینی اُمور میں آپس میں اختلاف کیا جس کی وجہ سے ان کے بہت سے فرقے بن گئے اور آپس میں لعن طعن کرنے لگے تو قرآن کریم نے ان کے اختلافی امور کو حقیقت کے مطابق بیان فرمایا ہے۔

آیت 77 ❁ فرمایا کہ بیشک یہ قرآن مسلمانوں کے لیے گمراہی سے ہدایت اور انہیں عذاب سے بچا کر ان کے لیے رحمت ہے۔

آیت 78، 79 ❁ فرمایا اے حبیب! بنی اسرائیل کے جو لوگ دینی اُمور میں باہم اختلاف کر رہے ہیں، آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ اپنے حکم سے قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا اور آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ ہی عزت والا اور تمام اَشیاء کا علم رکھنے والا ہے، لہٰذا اے پیارے حبیب! آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور ان کی دشمنی کی پرواہ نہ کریں، بیشک آپ روشن حق پر ہیں۔

آیت 80 ❁ فرمایا بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔ یعنی جن لوگوں کے دل مردہ ہیں آپ انہیں نہیں سنا سکتے اور وہ لوگ کفار ہیں۔ (خازن، [illegible]) مزید فرمایا اور نہ تم بہروں کو پکار سنا سکتے ہو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ کفار کو جس چیز کی دعوت دی جا رہی ہے وہ اس سے منہ پھیرنے کی بدولت مُردوں اور بہروں کی طرح ہوگئے ہیں تو جس طرح مردے اور بہرے کو حق کی دعوت دینا کوئی فائدہ نہیں دیتا اسی

وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝۸۰ وَ مَاۤ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ

اور نہ تم بہروں کو پکار سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھر رہے ہوں ○ اور تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے (نکال کر) ہدایت

ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۸۱ وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ

دینے والے نہیں۔ تم تو اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں ○ اور جب ان پر بات آپڑے گی

اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ۝۸۲ ع ۱۶

تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے ○

وَ یَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُّكَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ

اور اس دن کو یاد کرو جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گروہ کو اٹھائیں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے تو ان کے پہلے لوگوں کو روکا جائے گا

طرح ان کافروں کو حق کی دعوت دینا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اہم باتیں: (1) بعض حضرات اس آیت سے مُردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں، ان کا استدلال غلط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کفار کو مُردہ فرمایا گیا ہے اور ان سے بھی مطلقاً کلام سننے کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ وعظ و نصیحت اور کلامِ ہدایت قبول کرنے کیلئے سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل ہیں کہ نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ (2) کثیر احادیث سے مُردوں کا سننا ثابت ہے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب بندے کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ دفن کر کے پلٹتے ہیں تو بیشک وہ یقیناً تمہارے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری، حدیث: 1338)

آیت 81 ﴾ ارشاد فرمایا: اور تم اندھوں کو ہدایت دینے والے نہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے اور جن کے دل کو ایمان سے اندھا کر دیا آپ انہیں گمراہی سے نکال کر ہدایت نہیں دے سکتے۔ مزید فرمایا: تم تو اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ یعنی آپ صرف انہی کو سنا سکتے ہیں جن کے پاس سمجھنے والے دل ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ایمان کی سعادت سے بہرہ اندوز ہونے والے ہیں اور وہ مخلص مسلمان ہیں۔

آیت 82 ﴾ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت قریب ہو جائے گی اور اس کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں گی اور اس وقت توبہ نفع نہ دے گی اور اس وقت ہم ان کے لیے زمین سے ایک عجیب و غریب جسم والا جانور نکالیں گے جو لوگوں سے فصیح و بلیغ کلام کرے گا اور کہے گا: ”هٰذَا مُؤْمِنٌ وَّهٰذَا كَافِرٌ“ یعنی یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔ اور وہ جانور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے لوگوں سے یہ کہے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے یا معنیٰ یہ ہے کہ ہم یہ جانور اس لئے نکالیں گے کہ لوگ قرآن پاک پر ایمان نہ لاتے تھے جس میں مرنے کے بعد زندہ کئے جانے اور حساب و عذاب کا بیان ہے۔ اہم بات: یہاں جس جانور کا ذکر ہوا اسے ”دَآبَّةُ الْاَرْض“ کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں صرف اتنا جان لینا کافی ہے کہ یہ عجیب و غریب شکل کا جانور ہوگا۔ کوہِ صفا سے برآمد ہو کر تمام شہروں میں بہت جلد پھرے گا۔ فصاحت کے ساتھ کلام کرے گا۔ ہر شخص کی پیشانی پر ایک نشان لگائے گا، ایمانداروں کی پیشانی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے نورانی خط کھینچے گا اور کافر کی پیشانی پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے سیاہ مہر لگائے گا۔

آیت 84،83 ﴾ خلاصہ یہ ہے کہ جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گروہ کو اٹھائیں گے جو انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل کردہ ہماری آیتوں

فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ

زمین میں ہیں سب گھبرا جائیں گے مگر وہ جنہیں اللہ چاہے اور سب اس کے حضور عاجزی کرتے حاضر ہوں گے ○ اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا،

تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ

انہیں جمے ہوئے خیال کرے گا حالانکہ وہ بادل کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔ یہ اس اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط کیا،

اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ

بیشک وہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ○ جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ ہے اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے

اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ

امن وچین میں ہوں گے ○ اور جو برائی لائے گا تو ان کے چہرے آگ میں الٹے کر دیے جائیں گے۔ (اے لوگو!) تمہیں تمہارے اعمال ہی کا

اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا

بدلہ دیا جائے گا ○ مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے

**آیت 88** ✽ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ صور پھونکنے کے وقت پہاڑ اپنی بڑی جسامت کی وجہ سے دیکھنے میں تو اپنی جگہ ثابت معلوم ہوں گے جبکہ حقیقت میں وہ بادلوں کی طرح انتہائی تیز چلتے ہوں گے جیسا کہ بادل وغیرہ بڑے جسم چلتے تو ہیں لیکن حرکت کرتے ہوئے معلوم نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ زمین پر گر کر اس کے برابر ہو جائیں گے۔ یہ اس اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط کیا، اے لوگو! بیشک وہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

**آیت 89** ✽ یہاں نیکی سے مراد کلمۂ توحید کی شہادت ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد عمل میں اخلاص ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد ہر وہ نیکی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر صلہ یعنی جنت اور ثواب ہے اور وہ نیک لوگ قیامت کے دن کی اس گھبراہٹ سے ابتداءً ہی میں یا بالآخر امن وچین میں ہو جائیں گے۔

**آیت 90** ✽ یہاں برائی سے مراد شرک ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شرک لائیں گے وہ اوندھے منہ آگ میں ڈالے جائیں گے اور جہنم کے خازن ان سے کہیں گے: تمہیں تمہارے شرک اور گناہوں ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

**آیت 91** ✽ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ تم فرما دو: مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر مکہ کے رب عزوجل کی عبادت کروں اور اپنی عبادت اس رب عزوجل کے ساتھ خاص کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے کہ وہاں نہ کسی انسان کا خون بہایا جائے، نہ کوئی شکار کیا جائے اور نہ وہاں کی گھاس کاٹی جائے اور ہر شے حقیقی طور پر اسی کی ملکیت ہے اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ فرماں برداروں میں سے رہوں۔
اہم بات: آیت میں مکہ مکرمہ کا ذکر اس لئے ہوا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وطن اور وحی نازل ہونے کی جگہ ہے۔

وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ٘ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ

اور ہر شے اسی کی ملکیت ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں سے رہوں○ اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کروں

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾

تو جس نے ہدایت پائی تو اس نے اپنی ذات کیلئے ہی ہدایت پائی اور جو گمراہ ہو تو تم فرمادو کہ میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں○

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ

اور تم فرماؤ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں، عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لوگے اور (اے حبیب!) تمہارا رب،

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

(اے لوگو!) تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے○

آیاتها ۸۸ | ۲۸ سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ۴۹ | رکوعاتها ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 92 ﴾ فرمایا کہ آپ فرمادیں: اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں مخلوقِ خدا کو ایمان کی دعوت دینے کے لئے قرآن کی تلاوت کرتا رہوں تو جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کر کے ہدایت پائی تو اس نے اپنی ذات کیلئے ہی ہدایت پائی کیونکہ اس کا نفع اور ثواب وہی پائے گا اور جو گمراہ ہو تو اے نبی، تم اس سے کہہ دو کہ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والوں میں سے ہوں اور میری ذمہ داری اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا تھا جو میں نے انجام دے دی۔

آیت 93 ﴾ ارشاد فرمایا: اور تم فرمادو کہ اللہ نے مجھے جو نعمتیں عطا فرمائیں اس پر سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لوگے لیکن اس وقت کا پہچاننا تمہیں کوئی نفع نہ دے گا۔ مزید فرمایا: اور اے حبیب! تمہارا رب، اے لوگو! وہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے تو وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزا دے گا۔ اہم بات: یہاں جن نشانیوں کا ذکر ہوا ان سے مراد چاند کا دو ٹکڑے ہونا وغیرہ معجزات اور وہ سزائیں ہیں جو دنیا میں آئیں جیسے کہ بدر میں کفار کا قتل ہونا، قید ہونا اور فرشتوں کا انہیں مارنا۔

سورۂ قصص کا تعارف ﴾ یہ سورت چار آیتوں کے علاوہ مکیہ ہے اور اس سورت میں ایک آیت "اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ" ایسی ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی۔ اس سورت میں 9 رکوع اور 88 آیتیں ہیں۔ قصص کا معنی ہے واقعات اور قصے، اور چونکہ اس سورت میں مختلف قصے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور قارون کا قصہ وغیرہ بیان کیے گئے ہیں، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ قصص" رکھا گیا ہے۔ مضامین: اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے لے کر تورات عطا کیے جانے تک کے

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ

طٰسٓمّٓ ﴿﴾ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں ﴿﴾ ہم تمہارے سامنے حق کے ساتھ موسیٰ اور فرعون کی خبر پڑھتے ہیں

لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا

ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں ﴿﴾ بیشک فرعون نے زمین میں تکبر کیا تھا اور اس کے لوگوں کے مختلف گروہ بنا دیے تھے

يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

ان میں ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو کمزور کر رکھا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا، بیشک وہ

تمام واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا کہ جیسے معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر پیش کئے گئے تھے ویسے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پیش کیوں نہیں کیے۔ پہلے تورات و انجیل پر اور پھر قرآن پاک پر ایمان لانے والوں کی جزا بیان کی گئی۔ سابقہ امتوں پر آنے والے عذاب اور قیامت کے دن مشرکین اور ان کے شریکوں کا جو حال ہوگا وہ بیان کیا گیا۔

**آیت 1** یہ حروف مقطعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

**آیت 2** اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس سورت کی آیتیں اس روشن کتاب کی آیتیں ہیں جس میں حلال و حرام کے احکام، حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کی صداقت، پہلوں اور بعد والوں کی خبروں کا بیان ہے نیز یہ کتاب حق و باطل میں فرق کر دیتی ہے۔ روشن کتاب کا ایک معنیٰ لوحِ محفوظ بھی کیا گیا ہے۔

**آیت 3** ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! ہم تمہارے سامنے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سچی خبر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

**آیت 4** مصر کی سرزمین میں فرعون کا غلبہ تھا اور وہ ظلم و تکبر میں انتہا کو پہنچ گیا تھا حتی کہ اس نے اپنا بندہ ہونا بھی بھلا دیا تھا۔ فرعون نے مصر میں رہنے والے لوگوں کے مختلف گروہ بنا دیئے تھے اور ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا تا کہ وہ کسی ایک بات پر جمع نہ ہو سکیں اور اس نے ان گروہوں میں سے بنی اسرائیل کو کمزور اور اپنا خادم بنا کر رکھا ہوا تھا۔ وہ ان کے ہاں پیدا ہونے والے بیٹوں کو ذبح کر دیتا اور ان کی لڑکیوں کو خدمت گاری کے لئے زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بیٹوں کو ذبح کرنے کا سبب یہ تھا کہ کاہنوں نے اس سے یہ کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری بادشاہت کے زوال کا باعث ہوگا۔ بیشک وہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کرکے فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ اہم بات: حکمرانی قائم رکھنے کے لئے رعایا کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دینا اور ان میں باہم بغض و عداوت ڈال دینا فرعون جیسے بادشاہوں کا پرانا طریقہ ہے اور یہی طریقہ آج بھی استعمال کیا جاتا ہے خصوصاً مسلمان حکومتوں کے خلاف غیر مسلموں کا یہ طریقہ سب کے مشاہدے میں ہے۔

مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ

فسادیوں میں سے تھا○ اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان فرمائیں جنہیں زمین میں کمزور بنایا گیا تھا اور انہیں

اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ

پیشوا بنائیں اور انہیں (ملک و مال کا) وارث بنائیں○ اور انہیں زمین میں اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے

وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ

لشکروں کو وہی دکھا دیں جس کا انہیں ان کی طرف سے خطرہ تھا○ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ

پھر جب تجھے اس پر خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور خوف نہ کر اور غم نہ کر، بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے

وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ

اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے○ تو اسے فرعون کے گھر والوں نے اٹھالیا تاکہ وہ ان کیلئے دشمن اور غم بنے،

آیت 5،6 ❁ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون نے تو بنی اسرائیل کو کمزور بنا کر رکھا ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو فرعون کی سختی سے نجات دے کر ان پر احسان فرمائے اور انہیں پیشوا بنائے کہ وہ لوگوں کو نیکی کی راہ بتائیں اور لوگ نیکی میں ان کی اقتدا کریں اور اللہ تعالیٰ وہ تمام املاک واموال بنی اسرائیل کو دیدے جو فرعون اور اس کی قوم کی ملکیت میں تھے اور اللہ تعالیٰ انہیں مصر وشام کی سرزمین میں اقتدار دے اور فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی دکھا دے جس کا انہیں بنی اسرائیل کی طرف سے خطرہ تھا اور اس سے بچنے کی وہ بھرپور کوشش کررہے تھے یعنی بنی اسرائیل کے ایک فرزند کے ہاتھ سے ان کی سلطنت کا زوال ہونا اور ان لوگوں کا ہلاک ہو جانا۔ **اہم بات:** آیت نمبر 5 میں وراثت سے مراد شرعی میراث نہیں کیونکہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا بلکہ یہاں وراثت کے وسیع مفہوم میں سے ایک معنی مراد ہے یعنی موت کے بعد اس کی سلطنت کا وارث ہونا۔

آیت 7 ❁ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خواب یا فرشتے کے ذریعے یا ان کے دل میں یہ بات ڈال کر الہام فرمایا: تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلاؤ، پھر جب تجھے اس پر خوف ہو کہ ہمسائے واقف ہو گئے ہیں، وہ شکایت کریں گے اور فرعون اس فرزند ارجمند کو قتل کرنے کے درپے ہو جائے گا تو بے خوف وخطر اسے مصر کے دریا نیل میں ڈال دے اور اس کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ اور اس کی جدائی کا غم نہ کر، بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں گے۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کی والدہ کو یہ باتیں بتائی گئی تھیں: (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی وفات نہ پائیں گے۔ (۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش وہ خود کریں گی۔ (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول بنائے جائیں گے۔ یہ سب مستقبل کی غیب کی خبریں تھیں جو ایک نیک بندی، ولیہ کو دی گئیں۔

آیت 8 ❁ جس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو دریا میں ڈالا اس کی صبح کو فرعون کے گھر والوں نے آپ علیہ السلام کے

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ

بیشک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطاکار تھے ۝ اور فرعون کی بیوی نے کہا: یہ بچہ میری اور تیری

عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے ۝

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا

اور صبح کے وقت موسیٰ کی ماں کا دل بے قرار ہوگیا، بیشک قریب تھا کہ وہ اسے ظاہر کردیتی اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے کہ وہ (ہمارے

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ؗ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ

وعدے پر) یقین رکھنے والوں میں سے رہے ۝ اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا: اس کے پیچھے چلی جا تو وہ بہن اسے دور سے دیکھتی رہی

صندوق کو دریائے نیل سے اپنے محل میں آنے والی نہر سے اٹھالیا اور اس صندوق کو فرعون کے سامنے کھولا گیا تو اس میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام برآمد ہوئے جو اپنا انگوٹھا چوس رہے تھے۔ فرعون کے گھر والوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا جس کا نتیجہ یہ ہوناتھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے حکم پر ان کیلئے دشمن اور غم کا باعث بنیں گے۔ فرعون، اس کا وزیر ہامان اور ان کے لشکر نافرمان تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ سزا دی کہ انہیں ہلاک کرنے والے دشمن کی انہی سے پرورش کروائی۔

آیت 9 ﴾ جب فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کی طرف سے ورغلائے جانے کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو فرعون کی بیوی نے اس سے کہا: یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، تم اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں کیونکہ یہ اسی قابل ہے۔ فرعون کی بیوی آسیہ بہت نیک خاتون تھیں، انبیاء کرام علیہم السلام کی نسل سے تھیں، انہوں نے فرعون سے یہ بھی کہا کہ معلوم نہیں یہ بچہ دریا میں کس سرزمین سے یہاں آیا ہے اور تجھے جس بچے سے اندیشہ ہے وہ اسی ملک کے بنی اسرائیل سے بتایا گیا ہے، لہٰذا تم اسے قتل نہ کرو۔ آسیہ کی یہ بات ان لوگوں نے مان لی حالانکہ وہ اس انجام سے بے خبر تھے جو ان کا ہونے والا تھا۔

آیت 10 ﴾ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے سنا کہ ان کے فرزند فرعون کے ہاتھ میں پہنچ گئے ہیں تو یہ سن کر آپ کا دل بے قرار ہوگیا اور بیشک قریب تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر کردیتیں اگر ہم اس بات کا الہام کرکے اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے کہ وہ ہمارے اس وعدے پر یقین رکھنے والوں میں سے رہے کہ تیرے اس فرزند کو تیری طرف پھیر لائیں گے۔

آیت 11 ﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ علیہ السلام کی بہن مریم سے کہا: تم حال معلوم کرنے کے لئے اس کے پیچھے چلی جاؤ، چنانچہ آپ علیہ السلام کی بہن آپ کے پیچھے گئی اور آپ کو دور سے دیکھتی رہی اور ان فرعونیوں کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ یہ اس بچے کی بہن ہے اور اس کی نگرانی کررہی ہے۔

وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ

اور ان (فرعونیوں) کو خبر نہ تھی ۝ اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کردی تھیں تو موسیٰ کی بہن نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے

عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ

گھر والے بتادوں جو تمہارے اس بچے کی ذمہ داری لے لیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟ ۝ تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف لوٹا دیا

كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

تاکہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ

لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ

نہیں جانتے ۝ اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچے اور بھرپور ہوگئے تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی

آیت 12 ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منع کر دیا تھا کہ وہ اپنی والدہ کے علاوہ کسی اور کا دودھ نوش نہ فرمائیں۔ چنانچہ جس قدر دائیاں حاضر کی گئیں ان میں سے کسی کی چھاتی آپ علیہ السلام نے منہ میں نہ لی۔ دائیوں کے ساتھ آپ علیہ السلام کی ہمشیرہ بھی یہ حال دیکھنے چلی گئی تھیں اور صورتِ حال دیکھ کر انہوں نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتادوں جو تمہارے اس بچے کی ذمہ داری لے لیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟ فرعونیوں نے یہ بات منظور کرلی، چنانچہ آپ اپنی والدہ کو بلا لائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی گود میں تھے اور دودھ کے لئے رو رہے تھے اور فرعون آپ علیہ السلام کو شفقت کے ساتھ بہلا رہا تھا۔ جب آپ کی والدہ تشریف لائیں اور آپ نے ان کی خوشبو پائی تو آپ کو قرار آگیا اور آپ نے ان کا دودھ نوش فرمایا۔ فرعون نے کہا: تم اس بچے کی کیا لگتی ہو کہ اس نے تیرے سوا کسی کے دودھ کو منہ بھی نہ لگایا؟ انہوں نے کہا: میں ایک عورت ہوں، پاک صاف رہتی ہوں، میرا دودھ خوشبودار ہے، اس لئے جن بچوں کے مزاج میں نفاست ہوتی ہے وہ اور عورتوں کا دودھ نہیں لیتے ہیں جبکہ میرا دودھ پی لیتے ہیں۔ فرعون نے بچہ انہیں دیا اور دودھ پلانے پر انہیں مقرر کرکے فرزند کو اپنے گھر لے جانے کی اجازت دی، چنانچہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے مکان پر لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔ اس وقت انہیں اطمینان کامل ہو گیا کہ یہ فرزند ارجمند ضرور نبی ہوں گے۔

آیت 13 ﴾ اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ بچے کو پاکر ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ اپنے فرزند کی جدائی کا غم نہ کھائے اور وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے اور اس سے متعلق شک میں رہتے ہیں۔

آیت 14 ﴾ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر شریف 30 سال سے زیادہ ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو علم و حکمت سے نوازا اور ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم لدنی ملا تھا اور یہ علم آپ علیہ السلام کو نبوت ملنے سے پہلے دیا گیا۔ (2) یہاں حکم اور علم سے مراد نبوت نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت تو مدین سے مصر آتے ہوئے راستہ میں عطا ہوئی۔ (3) انبیاء کرام علیہم السلام ظہورِ نبوت سے پہلے ہی نیک اور عبادت گزار ہوتے ہیں۔ ہمارے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وحی کے وقت غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے۔ درس: نیک اعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف

نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴﴾ وَ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰى حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ

صلہ دیتے ہیں○ اور (ایک دن موسیٰ) شہر والوں کی (دوپہر کی) نیند کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو

فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ﱠ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ

اس میں دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا، ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے تھا

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى

تو وہ جو موسیٰ کے گروہ میں سے تھا اس نے موسیٰ سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اس کے گھونسا

فَقَضٰى عَلَیْهِ ﱠ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

تو اس کا کام تمام کردیا۔ (پھر) فرمایا: یہ شیطان کی طرف سے ہوا ہے۔ بیشک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے○

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو تو مجھے بخش دے تو اللہ نے اسے بخش دیا بیشک وہی بخشنے والا

سے کامل علم ملتا اور علم کے عمل میں برکت ہوتی ہے، لہٰذا اعمال و نیک اعمال بکثرت کرنے چاہئیں، البتہ یہ قطعی عقیدہ ہے کہ نیک عمل سے نبوت نہیں ملتی، وہ خاص فضل خداوندی ہے جو ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ختم ہو چکا۔

آیت 15 ❋ ایک دن دوپہر کی نیند کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا، ان میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گروہ بنی اسرائیل میں سے تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں یعنی فرعون کی قوم قبطیوں میں سے تھا جو اسرائیلی پر جبر کر رہا تھا تاکہ وہ اس پر لکڑیوں کا انبار لاد کر فرعون کے کچن میں لے جائے۔ چنانچہ جو مرد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گروہ میں سے تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبطی کے خلاف مدد مانگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اس قبطی سے کہا کہ اسرائیلی پر ظلم نہ کر اور اس کو چھوڑ دے، لیکن وہ باز نہ آیا اور بدزبانی کرنے لگا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس ظلم سے روکنے کے لئے گھونسا مارا تو وہ گھونسا کھاتے ہی مر گیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے ریت میں دفن کر دیا اور آپ کا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہ تھا، پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس قبطی کا اسرائیلی پر ظلم کرنا جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوا، یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا ہے اور بیشک وہ کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں "هٰذَا" سے اس قتل کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلا ارادہ ہوا، یعنی قبطی کو قتل کرنے کا کام (درحقیقت) شیطان کی طرف سے ہوا۔ اہم بات: شہر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پوشیدہ طور پر داخل ہونے کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے تو آپ نے حق کا بیان اور فرعون اور فرعونیوں کی گمراہی کا رد کیا اور ان کے دین کی ممانعت فرمائی۔ بنی اسرائیل کے لوگ آپ کی پیروی کیا کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ اس بات کا چرچا ہوا اور فرعونیوں نے آپ علیہ السلام کی تلاش شروع کر دی، اس لئے آپ جس بستی میں داخل ہوتے تو ایسے وقت داخل ہوتے جب وہاں کے لوگ غفلت میں ہوں۔

آیت 16 ❋ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام عاجزی کے طور پر ہے کیونکہ آپ علیہ السلام سے کوئی معصیت سرزد نہیں ہوئی۔

الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

مہربان ہے ○ عرض کی: اے میرے رب! تو نے میرے اوپر جو احسان کیا ہے اس کی قسم کہ اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا ○

فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ

پھر موسیٰ نے شہر میں ڈرتے ہوئے، انتظار میں صبح کی تو اچانک دیکھا کہ وہ جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی فریاد کررہا ہے

قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ

تو موسیٰ نے اس سے فرمایا: بیشک تو ضرور کھلا گمراہ ہے ○ تو جب موسیٰ نے چاہا کہ اس (قبطی) کو پکڑ لیں جو

هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ

ان دونوں کا دشمن تھا تو وہ بولا: اے موسیٰ! کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسے تم نے کل ایک شخص کو قتل کردیا

اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ

تم تو یہی چاہتے ہو کہ زمین میں زبردستی کرنے والے بن جاؤ اور تم اصلاح کرنے والوں میں سے

اہم بات: انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں حتّٰی کہ نبوت سے پہلے بھی۔ ان سے گناہ نہیں ہوتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو مارنا درحقیقت ظلم دور کرنا اور مظلوم کی امداد کرنا تھا اور یہ کسی دین میں بھی گناہ نہیں، پھر بھی اپنی طرف تقصیر کی نسبت کرنا اور استغفار چاہنا یہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کا دستور ہے۔

**آیت 17** حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میری تقصیر کی بخشش فرما کر تو نے مجھ پر احسان فرمایا تو مجھ پر یہ کرم بھی فرما کہ مجھے فرعون کی صحبت اور اس کے یہاں رہنے سے بھی بچا کیونکہ اس کے ہمراہ رہنے والوں میں شمار کیا جانا بھی ایک طرح کا مددگار ہونا ہے اور میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

**آیت 19،18** دعا مانگنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شہر میں ڈرتے ہوئے اور اس انتظار میں صبح کی کہ خدا جانے اس قبطی کے مارے جانے کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ جب صبح ہوئی تو اچانک آپ نے دیکھا کہ وہ مرد جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی، آج پھر وہ فریاد کررہا ہے کیونکہ پھر ایک فرعونی سے لڑ رہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر ان سے فریاد کرنے لگا۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: بیشک تو ضرور کھلا گمراہ ہے۔ اس سے آپ علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ تو روز لوگوں سے لڑتا ہے، اپنے آپ کو اور اپنے مددگاروں کو مصیبت و پریشانی میں ڈالتا ہے، تو کیوں ایسے موقعوں سے نہیں بچتا اور احتیاط نہیں کرتا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رحم آیا اور آپ نے چاہا کہ اس کو فرعونی کے پنجہ ظلم سے رہائی دلائیں۔ تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ اس فرعونی کو پکڑ لیں اور اس پر گرفت فرمائیں جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اسرائیلی مرد غلطی سے یہ سمجھ کر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے خفا ہیں اور مجھے پکڑنا چاہتے ہیں، یہ سمجھ کر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا: کیا تم مجھے ویسے ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسے تم نے کل ایک شخص کو قتل کردیا تھا، تم تو یہی چاہتے ہو کہ مصر کی

مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰى٘ قَالَ یٰمُوْسٰۤى

نہیں ہونا چاہتے○ اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک (مومن) شخص دوڑتا ہوا آیا، کہا: اے موسیٰ!

اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾

بیشک درباروالے آپ کے بارے میں مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں تو آپ نکل جائیں۔ بیشک میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں○

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىٕفًا یَّتَرَقَّبُ٘ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۠ ﴿۲۱﴾

پھر موسیٰ شہر سے ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے نکلے۔ موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے ظالموں سے نجات دیدے○

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾

اور جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا: عنقریب میرا رب مجھے سیدھا راستہ بتائے گا○

سرزمین میں زبردستی کرنے والے بن جاؤ اور تم اصلاح کرنے والوں میں سے نہیں ہونا چاہتے۔ فرعونی نے یہ بات سنی اور جاکر فرعون کو اطلاع دی کہ کل کے فرعونی مقتول کے قاتل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا اور لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈھونڈنے نکل گئے۔

آیت 20 ﴿ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم جاری کردیا اور فرعونی آپ علیہ السلام کی تلاش میں نکل پڑے تو یہ خبر سن کر شہر کے پرلے کنارے کی طرف سے ایک مومن شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا: اے موسیٰ علیہ السلام، بیشک فرعون کے درباروالے آپ کے بارے میں مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں تو آپ جلد از جلد شہر سے نکل جائیں۔ بیشک میں آپ کے خیر خواہوں میں سے ہوں۔

آیت 21 ﴿ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس صورتحال کا علم ہوا تو آپ نے اس شہر سے ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا چنانچہ آپ علیہ السلام اس شہر سے مدین کی طرف نکلے اور دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے ظالموں سے نجات دیدے۔ اہم باتیں: (1) خطرناک جگہ سے نکل جانا اور جان بچانے کی تدبیر کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ (2) اسباب پر عمل کرنا اور تدبیر اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ (3) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مار سے قبطی کا مر جانا ایسا فعل نہیں تھا جس کی وجہ سے قصاص لازم ہوتا کیونکہ غلطی سے قتل کردینے میں قصاص نہیں ہوتا۔ (4) کبھی مصیبت بندے کو اچھی طرف لے جاتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام بظاہر فرعون کی وجہ سے شہر چھوڑ رہے تھے مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف جارہے تھے۔ آپ کا یہ سفر بہت فتح اور کامیابی کا پیش خیمہ ہوا، حضرت شعیب علیہ السلام کی صحبت، نیک بیوی اور نبوت کا عطا ہونا سب اسی سفر میں آپ علیہ السلام کو مرحمت ہوا۔

آیت 22 ﴿ مدین وہ مقام ہے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام تشریف رکھتے تھے یہ شہر فرعون کی سلطنت کی حدود سے باہر تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا رستہ بھی نہ دیکھا تھا، نہ کوئی سواری ساتھ تھی، نہ توشہ نہ کوئی ہمراہی، راستے میں درختوں کے پتوں اور زمین کے سبزے کے سوا خوراک کی اور کوئی چیز نہ ملتی تھی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو یوں کہا: عنقریب میرا رب مجھے مدین تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بتائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جو آپ علیہ السلام کو مدین تک لے گیا۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۠ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ

اور جب مدین کے پانی پر تشریف لائے تو وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے دوسری طرف

امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِیْ حَتّٰى

دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔ موسیٰ نے فرمایا: تم دونوں کا کیا حال ہے؟ وہ بولیں: ہم پانی نہیں پلاتیں جب تک

یُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَ اَبُوْنَا شَیْخٌ كَبِیْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ

سب چرواہے پلا کر پھیر نہ لے جائیں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں۔ تو موسیٰ نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر

تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾

سایہ کی طرف پھرے اور عرض کی: اے میرے رب! میں اس خیر (کھانے) کی طرف محتاج ہوں جو تو میرے لیے اتارے۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ

تو ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک حضرت موسیٰ کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی (اور) کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں

آیت 24،23 ﴿ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین پہنچے تو شہر کے کنارے پر موجود ایک کنوئیں پر تشریف لائے۔ وہاں آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان لوگوں سے علیحدہ دوسری طرف دو عورتیں کھڑی ہیں جو اپنے جانوروں کو اس انتظار میں روک رہی ہیں کہ لوگ پانی پلا کر فارغ ہو جائیں اور کنواں خالی ہو اور وہ اپنے جانوروں کو پانی پلا سکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم دونوں اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ انہوں نے کہا: جب تک سب چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس نہیں لے جاتے تب تک ہم پانی نہیں پلاتیں کیونکہ نہ ہم مردوں کے مجمع میں جا سکتی ہیں نہ پانی کھینچ سکتی ہیں اور ہمارے باپ بہت ضعیف ہیں، وہ خود یہ کام نہیں کر سکتے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی باتیں سنیں تو آپ کو رحم آیا اور وہیں دوسرا کنواں جو اس کے قریب تھا اور ایک بہت بھاری پتھر اس پر رکھا ہوا تھا، آپ نے تنہا اسے ہٹا دیا اور ان دونوں خواتین کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ اس وقت دھوپ اور گرمی کی شدت تھی اور آپ علیہ السلام نے کئی روز سے کھانا نہیں کھایا تھا تو بھوک کا غلبہ تھا، اس لئے جانوروں کو پانی پلانے کے بعد آرام حاصل کرنے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عزوجل، میں اس کھانے کی طرف محتاج ہوں جو تو میرے لیے اتارے۔

آیت 25 ﴿ جب وہ دونوں صاحبزادیاں اس دن بہت جلد اپنے مکان پر واپس تشریف لے آئیں تو ان کے والد ماجد نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کی: ہم نے کنوئیں کے پاس ایک نیک مرد پایا، اس نے ہمارے جانوروں کو سیراب کر دیا۔ اس پر ان کے والد صاحب نے صاحبزادی سے فرمایا کہ جاؤ اور اس نیک مرد کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ ان دونوں میں سے ایک صاحبزادی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بہت باپردہ اور شرم سے چلتی ہوئی آئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں

لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ

تاکہ آپ کو اس کام کی مزدوری دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ تو جب موسیٰ اس (والد) کے پاس آئے اور اسے (اپنے) واقعات سنائے

قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫

تو اس نے کہا: ڈرو نہیں، آپ ظالموں سے نجات پاچکے ہو۔ ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے باپ! ان کو ملازم رکھ لو،

اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى

بیشک آپ کا بہتر نوکر وہ ہوگا جو طاقتور اور امانتدار ہو۔ (انہوں نے) فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک

ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا

کے ساتھ اس مہر پر تمہارا نکاح کردوں کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو پھر اگر تم دس سال پورے کرو

تاکہ آپ کو اس کام کی مزدوری دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اجرت لینے پر تو راضی نہ ہوئے لیکن حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات کرنے کے ارادے سے چلے اور ان صاحبزادی صاحبہ سے فرمایا کہ آپ میرے پیچھے رہ کر راستہ بتاتی جائیے۔ یہ آپ علیہ السلام نے پردہ کے اہتمام کے لئے فرمایا اور اس طرح تشریف لائے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو کھانا حاضر تھا، حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: بیٹھئے کھانا کھائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی یہ بات منظور نہ کی، حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: کھانا نہ کھانے کی کیا وجہ ہے، کیا آپ کو بھوک نہیں ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ یہ کھانا میرے اُس عمل کا عوض نہ ہو جائے جو میں نے آپ کے جانوروں کو پانی پلا کر انجام دیا ہے، کیونکہ ہم وہ لوگ ہیں کہ نیک عمل پر عوض لینا قبول نہیں کرتے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: اے جوان! ایسا نہیں ہے، یہ کھانا آپ کے عمل کے عوض میں نہیں بلکہ ہماری عادت ہے کہ ہم مہمان نوازی کرتے اور کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا اور اس کے بعد تمام واقعات و احوال جو فرعون کے ساتھ گزرے تھے، اپنی ولادت شریف سے لے کر قبطی کے قتل اور فرعونیوں کے آپ کے درپے جان ہونے تک، سب حضرت شعیب علیہ السلام سے بیان کر دیئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: فرعون اور فرعونیوں سے ڈریں نہیں، اب آپ ظالموں سے نجات پاچکے ہیں کیونکہ یہاں مدین میں فرعون کی حکومت و سلطنت نہیں۔

**آیت 27،26** ﴿ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کھانا اور گفتگو سے فارغ ہوگئے تو حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک بیٹی نے عرض کی: ابا جان! آپ انہیں اجرت پر ملازم رکھ لیں کہ یہ ہماری بکریاں چرایا کریں اور یہ کام ہمیں نہ کرنا پڑے، بیشک اچھا ملازم وہی ہوتا ہے جو طاقتور بھی ہو اور امانت دار بھی ہو۔ اس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحب زادی سے دریافت کیا کہ تمہیں ان کی قوت و امانت کا کیسے علم ہوا؟ صاحب زادی نے عرض کی: قوت تو اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے تنہا کنوئیں پر سے بھاری پتھر اُٹھالیا اور امانت اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے ہمیں دیکھ کر سر جھکالیا اور ہم سے کہا کہ تم پیچھے چلو۔ یہ سن کر حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ اس مہر پر تمہارا نکاح کردوں کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو پھر اگر تم دس سال پورے

مِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

تو (اضافہ) تمہاری طرف سے ہوگا اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عنقریب تم مجھے نیکوں میں سے پاؤ گے ○

قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ ؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ

موسیٰ نے جواب دیا یہ میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ طے) ہے۔ میں ان دونوں میں سے جو بھی مدت پوری کردوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی

وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۲۸﴾ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ

اور ہماری اس گفتگو پر اللہ نگہبان ہے ○ پھر جب موسیٰ نے اپنی مدت پوری کر دی اور اپنی بیوی کو لے کر چلے تو

جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ

طور کی طرف ایک آگ دیکھی۔ آپ نے اپنی گھر والی سے فرمایا: تم ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں

زائد یہ خدمت تمہاری طرف سے مہربانی ہوگی اور میں تم پر کوئی اضافی مشقت نہیں ڈالنا چاہتا۔ اِنْ شَآءَ اللہ عنقریب تم مجھے نیکوں میں سے پاؤ گے اور میری طرف سے معاملے میں اچھائی اور عہد کو پورا کرنا ہی ہوگا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توفیق و مدد پر بھروسہ کرنے کے لئے اِنْ شَآءَ اللہ فرمایا۔ اہم باتیں: (1) اگرچہ سنت یہ ہے کہ پیغامِ نکاح لڑکے کی طرف سے ہو لیکن یہ بھی جائز ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے ہو۔ (2) لڑکی کے لئے مالدار لڑکا تلاش کرنے کی بجائے دین دار اور شریف لڑکا تلاش کیا جائے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام مسافر اور تنگدست تھے، مگر آپ کی دین داری اور شرافت ملاحظہ فرما کر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ (3) صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بکریاں چروائی تھیں مگر درحقیقت ان کو اپنی صحبت پاک میں رکھ کر کلیمُ اللہ بننے کی صلاحیت پیدا کرنا تھی، لہٰذا یہ آیت صوفیاءِ کرام کے چلّوں اور مرشد کے گھر رہ کر ان کی خدمت کرنے کی بڑی دلیل ہے۔

آیت 28 ﴾ حضرت شعیب علیہ السلام کی بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: میرے اور آپ کے درمیان یہ معاہدہ طے ہے اور ہم دونوں اس معاہدے کی پوری طرح پاسداری کریں گے البتہ جب میں 8 یا 10 سال دونوں میں سے ملازمت کی جو مدت پوری کر دوں تو مجھ سے زیادہ مدت تک ملازمت کرنے کا مجھ سے کوئی مطالبہ نہ ہوگا، اور ہمارے اس معاہدے پر اللہ تعالیٰ نگہبان ہے، لہٰذا ہم میں سے کسی ایک کے لئے بھی اس معاہدے سے پھرنے کی کوئی راہ نہیں۔

آیت 29 ﴾ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملازمت کی مدت پوری کر دی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ کا نکاح اپنی بڑی صاحبزادی حضرت صفوراء رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال کی میعاد پوری فرمائی تھی۔ پھر آپ نے حضرت شعیب علیہ السلام سے مصر کی طرف واپس جانے کی اجازت چاہی تو آپ علیہ السلام نے اجازت دے دی، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ کو ان کے والد کی اجازت سے مصر کی طرف لے کر چلے۔ سفر کے دوران جب آپ ایک جنگل میں تھے، اندھیری رات تھی، سردی شدت کی تھی اور راستہ گم ہو گیا تھا تو اس وقت آپ نے کوہِ طور کی طرف ایک آگ دیکھی، اسے دیکھ کر آپ نے اپنی گھر والی سے فرمایا: تم

اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا

وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں تاکہ تم گرمی حاصل کرو۔ پھر جب آپ آگ کے پاس

نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ

تو برکت والی جگہ میں میدان کے دائیں کنارے سے ایک درخت سے انہیں ندا کی گئی: اے موسیٰ! بیشک

اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ

میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔ اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو۔ تو جب اسے لہراتا ہوا دیکھا گویا کہ سانپ ہے

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾

تو حضرت موسیٰ پیٹھ پھیر کر چلے اور مڑ کر نہ دیکھا۔ (ہم نے فرمایا:) اے موسیٰ! سامنے آؤ اور نہ ڈرو، بیشک تم امن والوں میں سے ہو۔

اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ٘ وَّ اضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ

اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی مرض کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا اور خوف دور کرنے کیلئے اپنا ہاتھ

یہاں ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے راستے کی کچھ خبر لاؤں کہ کدھر جانا ہے یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لے آؤں تاکہ تم اس سے گرمی حاصل کر سکو۔

آیت 30 ﴾ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کو چھوڑ کر آگ کے پاس آئے تو برکت والی جگہ میں میدان کے دائیں کنارے سے ایک درخت سے انہیں ندا کی گئی: اے موسیٰ! بیشک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔ اہم بنیں: (1) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سرسبز درخت میں آگ دیکھی تو جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا یہ کسی کی قدرت نہیں اور بیشک جو کلام انہوں نے سنا ہے اس کا متکلم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (2) منقول ہے کہ یہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف اپنے مبارک کانوں ہی سے نہیں بلکہ اپنے جسمِ اقدس کے ہر ہر جزء سے سنا۔

آیت 31 ﴾ کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ تم اپنا عصا نیچے رکھ دو، چنانچہ آپ علیہ السلام نے عصا نیچے رکھ دیا تو وہ سانپ بن گیا اور جب اسے لہراتا ہوا دیکھا گویا کہ سانپ ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے خوفزدہ ہوئے اور اس طرح پیٹھ پھیر کر چلے کہ آپ نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ تب انہیں ندا کی گئی: اے موسیٰ! سامنے آؤ اور ڈرو نہیں، بیشک تم امن والوں میں سے ہو اور تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔

آیت 32 ﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مزید فرمایا گیا کہ اپنا ہاتھ اپنی قمیص کے گریبان میں ڈال کر نکالو تو وہ کسی مرض کے بغیر سفید اور سورج کی شعاع کی طرح چمکتا ہوا نکلے گا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: اور خوف دور کرنے کیلئے اپنا ہاتھ اپنے ساتھ ملا لو تاکہ ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آئے اور خوف دور ہو جائے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ عصا اور روشن ہاتھ تیرے رب عزوجل کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تمہاری رسالت کی دو بڑی دلیلیں ہیں، بیشک وہ نافرمان لوگ ہیں اور وہ ظلم و سرکشی کی حد پار کر چکے تھے۔

مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا

اپنے ساتھ ملالو تو تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف یہ دو بڑی دلیلیں ہیں، بیشک وہ

قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾

نافرمان لوگ ہیں ○ موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کردیا تھا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کردیں گے ○

وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ

اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اسے میری مدد کے لیے رسول بنا تاکہ وہ میری تصدیق کرے،

اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا

بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے ○ اللہ نے فرمایا: عنقریب ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ذریعے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ

سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

عطا فرمائیں گے تو وہ ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کرسکیں گے۔ تم دونوں اور تمہاری پیروی کرنے والے غالب آئیں گے ○

**آیت 33** ﴿ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور روشن نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر جانے کا حکم ہوا تو آپ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! عزوجل، فرعونیوں میں سے ایک شخص میرے ہاتھ سے مارا گیا تھا، تو مجھے ڈر ہے کہ اس کے بدلے میں وہ مجھے قتل کردیں گے۔

**آیت 34** ﴿ بچپن میں فرعون کے ہاں انگارہ منہ میں رکھ لینے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان شریف میں لکنت آگئی تھی اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اے میرے رب! اسے میری مدد کے لئے فرعون اور اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیج تاکہ وہ حق بات کو مزید واضح کرکے اور حق کے دلائل بیان کرکے میری تصدیق کرے، بیشک مجھے ڈر ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کے لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔ اہم باتیں: (1) اللہ عزوجل کے بندوں کی مدد دینا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی مدد لی۔ (4) حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد اب قیامت تک کسی کو نبوت نہیں مل سکتی، البتہ اب بھی خدا کے مقرب بندوں کی دعا سے ولایت، علم، اولاد اور سلطنت مل سکتی ہے۔

**آیت 35** ﴿ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان سے ارشاد فرمایا: ہم تیرے بھائی کے ذریعے تمہیں قوت دیں گے اور تمہاری مدد کریں گے اور ہم تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے اور دشمنوں کے دلوں میں تمہاری ہیبت بٹھا دیں گے لہٰذا تم فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ، وہ لوگ ہماری نشانیوں کے سبب تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کرسکیں گے بلکہ تم دونوں اور تمہاری پیروی کرنے والے ہی ان پر غالب آئیں گے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا

پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں لے کر آئے تو (فرعونیوں نے) کہا: یہ تو صرف ایک بناوٹی جادو ہے اور ہم نے یہ

فِیْۤ اٰبَآىٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ۝۳۶ وَ قَالَ مُوْسٰى رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ

اگلے باپ داداؤں میں یہ (بات کبھی) نہیں سنی○ اور موسیٰ نے فرمایا: میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لایا

وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۳۷ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ

اور جس کے لیے آخرت کے گھر کا (اچھا) انجام ہوگا۔ بیشک ظالم کامیاب نہیں ہوں گے○ اور فرعون نے کہا: اے درباریو!

مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْۚ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَى الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا

میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا تو اے ہامان! میرے لیے گارے پر آگ جلا پھر میرے لئے ایک اونچا محل بناؤ

آیت 36 ﴾ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کی قوم کے پاس ہماری روشن نشانیاں لے کر آئے تو ان نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان لوگوں نے کہا: یہ تو صرف ایک بناوٹی جادو ہے۔ ان کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح جادو کی تمام اقسام باطل ہوتی ہیں اسی طرح (معاذ اللہ) یہ معجزات بھی ہیں۔ فرعونیوں نے مزید یہ کہا کہ جو دعوت آپ ہمیں دے رہے ہیں وہ ایسی نئی ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد میں بھی ایسی نہیں سنی گئی تھی۔

آیت 37 ﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا: میرا رب عزوجل اسے خوب جانتا ہے جو ہم میں سے حق پر ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ سرفراز فرمایا ہے اور جس کے لیے آخرت کا گھر ہوگا تو وہ وہاں کی نعمتوں اور رحمتوں کے ساتھ نوازا جائے گا۔ اگر تمہارے گمان کے مطابق میرے دکھائے ہوئے معجزات جادو ہیں اور میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے جھوٹ بولا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے یہ کبھی عطا نہ فرماتا کیونکہ وہ غنی اور حکمت والا ہے اور اس کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی جھوٹے اور جادوگر کو رسول بنا کر بھیجے۔ بیشک کفر کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کامیاب نہیں ہوں گے اور انہیں آخرت کی کامیابی میسر نہیں۔

آیت 38 ﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی تھی، اس کا انکار کرتے ہوئے فرعون نے اپنے دربار میں موجود لوگوں سے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا جس کی تم عبادت کرو۔ پھر اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا: اے ہامان! میرے لیے گارے پر آگ جلا کر اینٹ تیار کرو، پھر میرے لئے ایک انتہائی اونچا محل بناؤ، شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک لوں اور بیشک میں تو موسیٰ کو اپنے اس دعوے میں جھوٹوں میں سے ہی سمجھتا ہوں کہ اس کا ایک معبود ہے جس نے اسے اپنا رسول بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے۔ اہم بات: فرعون نے یہ گمان کیا تھا کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کے لئے بھی مکان ہے اور وہ جسم ہے کہ اس تک پہنچنا اس کے لئے ممکن ہوگا، اس لئے اس نے ہامان کو عمارت بنانے کا حکم دیا اور اپنے ارادے کا اظہار کیا۔ چنانچہ ہامان نے فرعون کے حکم پر عمل کرنے کے لئے اتنی بلند عمارت بنوائی کہ دنیا میں اس کے برابر کوئی عمارت بلند نہ تھی۔

لَعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳۸﴾ وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ

شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک لوں اور بیشک میں تو اسے جھوٹوں میں سے ہی سمجھتا ہوں۔ اور اس نے اور اس کے لشکریوں نے

فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَیْنَا لَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ

زمین میں بے جا تکبر کیا اور وہ سمجھے کہ انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر

فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً یَّدْعُوْنَ

دریا میں پھینک دیا تو دیکھو ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟ اور انہیں ہم نے پیشوا بنا دیا کہ آگ کی طرف

اِلَى النَّارِ ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ

بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگادی

وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿۴۲﴾ ع وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ

اور قیامت کے دن وہ قبیح (بری) حالت والوں میں سے ہوں گے۔ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی اس کے بعد کہ

**آیت 39، 40** ارشاد فرمایا کہ فرعون اور اس کے لشکریوں نے مصر میں بے جا تکبر کیا اور حق یعنی خدا کی وحدانیت اور موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو نہ مانا اور وہ یہ سمجھے کہ انہیں اپنے اعمال کی جزا کے لئے ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا تو ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا اور وہ سب غرق ہوگئے۔ تو اے قرآن پڑھنے والو! دیکھو ظالموں کا کیسا انجام ہوا؟ اور ان کے دردناک انجام سے عبرت حاصل کرو۔ درس: یہ وہ بنیادی مقصد ہے جس کیلئے یہ سارا واقعہ بیان کیا گیا کہ گزشتہ قوموں کے واقعات اور ان کے عروج و زوال سے عبرت حاصل کی جائے اور اپنی حالت کو سدھارا جائے۔

**آیت 41** ارشاد فرمایا کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو دنیا میں لوگوں کا پیشوا بنا دیا کہ وہ کفر اور گناہوں کی دعوت دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ عذابِ جہنم کے مستحق ہوں اور جو ان کی اطاعت کرے وہ بھی جہنمی ہو جائے اور قیامت کے دن ان سے عذاب دور کر کے ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ درس: اس آیت کے مصداق آج کل کے وہ لوگ بھی ہیں جو لوگوں کو کفر و گمراہی اور بدعملی کی طرف بلاتے ہیں، ان پر اپنے اس عمل کا اور پیروی کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور خود پیروکار بھی گناہگار ہوں گے۔

**آیت 42** ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس دنیا میں فرعون اور اس کی قوم پر رسوائی اور رحمت سے دوری لازم کر دی اور قیامت کے دن وہ لوگ بری حالت والوں میں سے ہوں گے۔

**آیت 43** ارشاد فرمایا: بیشک پچھلی قوموں جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، قومِ عاد اور قومِ ثمود وغیرہ کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات عطا فرمائی جس میں لوگوں کے دلوں کی آنکھیں کھولنے والی باتیں ہیں تاکہ وہ بصیرت کی نگاہ سے [illegible] ہدایت حاصل کریں اور یہ اس کے لئے گمراہی سے ہدایت ہے جو اس کے احکامات پر عمل کرے اور اس کے لئے رحمت

مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ

ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک فرما دیا تھا (موسیٰ کو وہ کتاب دی) جس میں لوگوں کے دلوں کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ

یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ

وہ نصیحت حاصل کریں○ اور تم اس وقت طور کی مغربی جانب میں نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا

وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿٤٤﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ

اور اس وقت تم موجود نہ تھے○ لیکن (ہوا یہ) کہ ہم نے بہت سی قومیں پیدا کیں تو ان کی عمریں لمبی ہوگئیں اور نہ تم

ثَاوِیًا فِیْٓ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿٤٥﴾ وَمَا كُنْتَ

اہل مدین میں ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے مقیم تھے لیکن ہم رسول بھیجنے والے ہیں○ اور نہ تم

بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

اس وقت طور کے کنارے پر تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) ندا فرمائی، لیکن تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ

ہے جو اس پر ایمان لائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کتاب اس لئے عطا فرمائی تاکہ لوگ اس کے مواعظ سے نصیحت حاصل کریں۔

آیت 44، 45 ❁ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے انبیا کے سردار! علیہ السلام، جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف رسالت کا پیغام بھیجا، ان سے کلام فرمایا اور انہیں اپنی بارگاہ میں قرب عنایت کیا تھا، اس وقت آپ وہاں حاضر نہ تھے، لیکن ہوا یہ کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت سی امتیں پیدا کیں اور جب ان کی عمریں لمبی ہوگئیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا عہد بھول گئے اور اسے چھوڑ دیا جو ان لوگوں سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق لیا گیا تھا اور اے حبیب! نہ ہی آپ مدین والوں میں ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے مقیم تھے، تو ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا، آپ کو علم دیا اور پہلوں کے حالات پر مطلع کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ان واقعات کو بیان فرمائیں۔

آیت 46 ❁ فرمایا: اے حبیب! اور تم اس وقت کوہ طور کے کنارے پر موجود نہ تھے جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کرنے کے بعد ندا فرمائی، لیکن یہ آپ کے رب عزوجل کی طرف سے رحمت ہے کہ اس نے آپ کو غیبی علوم عطا فرمائے جن سے آپ گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام اور سابقہ امتوں کے احوال بیان فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیبی علوم اس لئے عطا فرمائے تاکہ آپ اس قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا اور انہیں یہ امید کرتے ہوئے ڈرائیں کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اہم بات: عرب میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد سے اور اہل کتاب کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے لے کر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم تک کوئی رسول تشریف نہیں لائے، پھر ساری دنیا کے لئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔

مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ

جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا یہ امید کرتے ہوئے کہ وہ نصیحت حاصل کریں○ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ

مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَیَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا

ان کے ہاتھوں کے آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے (جب جہنم کی) مصیبت پہنچتی تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف

رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا

کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہو جاتے○ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا

قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُوْتِیَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰىؕ اَوَ لَمْ یَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُۚ

تو انہوں نے کہا: اس (نبی) کو اس جیسا کیوں نہ دیدیا گیا جیسا موسیٰ کو دیا گیا تھا؟ کیا انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا تھا جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا؟

آیت 47 ﴾ فرمایا: ہم تو ان مشرکوں کو ان کے شرک کی وجہ سے پہلے ہی ہلاک کر دیتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کفار مکہ کے برے اعمال یعنی کفر و شرک کی وجہ سے جب جہنم کی مصیبت انہیں پہنچتی تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہو جاتے۔ لہٰذا ان پر حجت تمام کرنے اور خدا کا پیغام پوری طرح پہنچا دینے کے لئے ہم نے اے حبیب، تمہیں رسول بنا کر بھیجا تاکہ ان کے لئے کوئی عذر و بہانہ باقی نہ رہے۔

آیت 48 ﴾ فرمایا: جب کفارِ مکہ کے پاس ہماری طرف سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے کہا: اس نبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو اس جیسا کیوں نہ دیدیا گیا جیسا (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو دیا گیا تھا؟ یعنی انہیں قرآنِ کریم یک بارگی کیوں نہیں دیا گیا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پوری توریت ایک ہی بار میں عطا کی گئی تھی؟ یا اس سے یہ مراد ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عصا اور روشن ہاتھ جیسے وہ معجزات کیوں نہ دیئے گئے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے؟ مزید ارشاد فرمایا: کیا انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا تھا جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا؟ شانِ نزول: یہودیوں نے کفارِ قریش کو پیغام بھیجا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سے معجزات طلب کریں۔ جب کفارِ قریش نے ایسا کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ جن یہودیوں نے یہ سوال سکھایا ہے کیا وہ خود روشن نشانیوں کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے اس کے منکر نہ ہوئے؟ اور جب یہ خود اس کے منکر ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تو کس منہ سے اس کا مطالبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ مزید فرمایا: انہوں نے کہا تھا کہ یہ دو جادو ہیں۔ مکہ کے مشرکین نے مدینہ کے یہودی سرداروں سے دریافت کیا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں سابقہ کتابوں میں کوئی خبر ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف توریت میں موجود ہیں۔ جب یہ خبر کفارِ قریش کو پہنچی تو وہ توریت اور قرآن کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ دونوں جادو ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کی مددگار ہے۔

قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَ قَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا

انہوں نے کہا: یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور انہوں نے کہا: بیشک ہم ان سب کا انکار کرنے والے ہیں۔ تم فرماؤ: اگر تم

بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ

سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اس کی پیروی کروں گا۔ پھر اگر

لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ

وہ یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں ہی کی پیروی کررہے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو

اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۰﴾ ع

اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

وَ لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ

اور بیشک ہم نے ان کے لیے کلام مسلسل بھیجا تاکہ وہ نصیحت مانیں۔ جن لوگوں کو ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی

**آیت 50،49** ﴿﴾ فرمایا: ان کافروں سے فرمادیں کہ اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو کہ تورات اور قرآن کریم جادو ہیں تو پھر تم خود اللہ تعالیٰ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں کتابوں سے زیادہ ہدایت والی ہو، اگر تم ایسی کتاب لے آئے تو میں اس کی پیروی کروں گا۔ اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ کافروں کے لئے یہ ممکن نہیں چنانچہ اگلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! پھر اگر وہ کفار آپ کی یہ بات قبول نہ کریں اور ایسی کتاب نہ لا سکیں تو آپ جان لیں کہ یہ اپنی خواہشوں ہی کی پیروی کررہے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں جو خلافِ ہدایت اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو اپنے دین کی طرف ہدایت نہیں دیتا۔

**آیت 51** ﴿﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم قرآن مجید کو ایک ہی بار میں نازل کرنے پر قادر ہیں لیکن ہم نے کفارِ قریش کے لیے اپنا کلام مسلسل اور لگاتار بھیجا جس میں جنت کے وعدے، جہنم کی وعید، سابقہ قوموں کے واقعات، عبرتوں اور نصیحتوں پر مشتمل آیات نازل ہوئیں تاکہ یہ لوگ بار بار سن کر سمجھ سکیں اور ایمان لائیں تو ہمارا قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنا ان کی مصلحت کی وجہ سے ہے اور وہ لوگ کس قدر جاہل ہیں جو مصلحت کی مخالفت کرتے ہوئے قرآن مجید کو ایک ہی بار میں نازل کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

**آیت 52** ﴿﴾ شانِ نزول: یہ آیت اہلِ کتاب کے مومنین حضرات حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان انجیل والوں کے حق میں نازل ہوئی جو حبشہ سے آکر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ یہ چالیس حضرات تھے جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی تنگی کی حالت دیکھی تو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ اگر حضور اجازت دیں تو ہم واپس جاکر اپنے مال لے آئیں اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کریں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی تو وہ اپنے مال لے آئے اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کی۔ ان کے حق میں یہ آیت "مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ" تک نازل ہوئیں۔ اس آیت میں فرمایا کہ جن لوگوں کو ہم نے اس قرآن سے پہلے کتاب دی وہ اس قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

نصف

هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ۝۵۲ وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ

وہ اس پر ایمان لاتے ہیں○ اور جب ان پر یہ قرآن پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے، بیشک یہی ہمارے رب کے پاس سے حق ہے۔

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ۝۵۳ اُولٰٓىٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا

ہم اس (قرآن) سے پہلے ہی فرمانبردار ہو چکے تھے○ ان کو ان کا اجر دُگنا دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر کیا

وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝۵۴ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ

اور برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں○ اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں

اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ٘ لَا نَبْتَغِی

اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ بس تمہیں سلام، ہم جاہلوں کا

الْجٰهِلِیْنَ ۝۵۵ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

ساتھ نہیں چاہتے○ بیشک ایسا نہیں ہے کہ تم جسے چاہو اسے اپنی طرف سے ہدایت دیدو لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیدیتا ہے

**آیت 53** یہاں ان لوگوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ جب ان کے سامنے قرآن مجید کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے، بیشک یہی ہمارے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے حق ہے۔ ہم اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ہی فرمانبردار ہو چکے تھے اور ہم حبیبِ خدا، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے برحق نبی ہونے پر ایمان رکھتے تھے کیونکہ توریت و انجیل میں ان کا ذکر موجود ہے۔

**آیت 54** ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو دُگنا اجر دیا جائے گا کیونکہ وہ پہلی کتاب پر بھی ایمان لائے اور قرآن پاک پر بھی اور یہ ان کے اس صبر کا بدلہ ہے جو انہوں نے اپنے دین پر اور مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر کیا۔ اس کے بعد ان اہلِ کتاب کے دو اوصاف بیان فرمائے: (1) وہ برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نیکی سے گناہ کو اور تحمل سے ایذاء کو دور کرتے ہیں۔ (2) وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ اس کی راہ میں صدقہ کرتے ہیں۔

**آیت 55** اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ مکہ کے مشرکین اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والوں کو گالیاں دیتے اور ان سے کہتے کہ تم برے لوگ ہو، تم نے اپنے پرانے دین کو چھوڑ دیا۔ ان کے اس طرزِ عمل پر ایمان لانے والے اہلِ کتاب ان سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ بس تمہیں دور ہی سے سلام ہے اور ہم جاہلوں کے ساتھ دوستی نہیں کرنا چاہتے۔

**آیت 56** شانِ نزول: مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے اس آیت کا شانِ نزول یوں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے چچا (ابو طالب) سے اس کی موت کے وقت فرمایا: اے چچا! "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کہو، میں تمہارے لئے قیامت کے دن گواہ ہوں گا۔ اس نے (صاف انکار کر دیا اور) کہا: اگر مجھے قریش کی

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ

اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے ○ اور (کافر) کہتے ہیں: (اے محمد!) اگر ہم تمہارے ساتھ (مل کر) ہدایت کی پیروی

نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ

تو ہمیں ہماری سرزمین سے اچک لیا جائے گا۔ کیا ہم نے انہیں امن و امان والی جگہ حرم میں ٹھکانہ نہ دیا جس کی طرف

كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ

ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں (جو) ہماری طرف کا رزق ہے لیکن ان میں اکثر جانتے نہیں ○ اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کردیے

بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَ كُنَّا نَحْنُ

جو اپنے عیش پر اترانے لگے تھے تو یہ ان کے مکانات ہیں جن میں ان کے بعد بہت کم رہائش رکھی گئی اور ہم ہی

طرف سے عیب لگائے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا (کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا ہے) تو میں ضرور ایمان لا کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔ (مسلم، حدیث:25) اور ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنے چچا کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کریں۔ آپ اپنا تبلیغ کا فریضہ ادا کر چکے۔ ہدایت دینا اور دل میں ایمان کا نور پیدا کرنا یہ آپ کا فعل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا اور کسے اس سے محروم رکھے گا۔ اہم بات: اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ صحیحہ، متوافرہ، متظافرہ (یعنی کثرت سے صحیح احادیث) سے ابو طالب کا کفر پر مرنا اور دم واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحابِ نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سنی کو مجالِ دم زدن نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ 29 / 661)

آیت 57 ﴾ شانِ نزول: یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا تھا کہ یہ بات تو ہم یقین سے جانتے ہیں کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ حق ہے، لیکن اگر ہم آپ کے دین کی پیروی کریں گے تو ہمیں ڈر ہے کہ عرب کے لوگ ہمیں شہر بدر کر دیں گے اور عرب کی سرزمین سے ایک دم ہمیں نکال دیں گے۔ اس آیت میں اس بات کا جواب دیا گیا کہ کیا ہم نے انہیں امن و امان والی جگہ حرم میں ٹھکانہ نہ دیا جہاں کے رہنے والے قتل و غارت گری سے امن میں ہیں اور جہاں جانوروں اور سبزوں تک کو امن ہے اور جس کی طرف مختلف ممالک سے ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں جو ہماری طرف کا رزق ہے، لیکن ان میں اکثر جانتے نہیں کہ یہ روزی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کی صورت میں بھی انہیں روزی اور امن عطا فرما دیتا ورنہ ہلاکت تو خوشحالی کے باوجود بھی آسکتی ہے جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا۔

آیت 58 ﴾ فرمایا کہ کئی قومیں پہلے ایسی گزر چکی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پا کر شکر کرنے کی بجائے اترانے لگیں اور خدا کی نافرمانی میں حد سے گزر گئیں تو انہیں ہلاک کر دیا گیا اور اب تمہارے سفر کے راستوں میں یہ ان کے مکانات ہیں جن کے تھوڑے سے آثار اب بھی باقی ہیں، ان مکانات میں ہلاک ہونے والوں کے بعد بہت کم رہائش رکھی گئی کہ کوئی مسافر یا راہ گزر ان میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاتا ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے سوا ان مکانوں کا کوئی وارث نہیں۔ درس: نبی علیہ السلام کی اطاعت سے امن نصیب ہوتا اور نبی علیہ السلام کی مخالفت سے ہلاکت ہوتی ہے، جبکہ کفار مکہ نے الٹا سمجھ لیا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت سے بدامنی ہوگی اور مخالفت سے امن ملے گا۔

الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا

وارث ہیں○ اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک ان کے مرکزی شہر میں رسول نہ بھیجے

يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک کرنے والے نہیں ہیں مگر (اسی وقت) جب ان کے رہنے والے ظالم ہوں○

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

اور اے لوگو! جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دنیوی زندگی کا ساز و سامان اور اس کی زینت ہے اور جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ

ع ۶ / ۹

وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں ؟○ تو وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہوا ہے پھر وہ اس (وعدے) سے ملنے والا (بھی) ہے

آیت 59 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ کے رب عزوجل کی شان یہ ہے کہ وہ شہروں والوں کو اس وقت تک ہلاک نہیں فرماتا جب تک ان کے مرکزی مقام میں رسول نہ بھیج دے جو ان میں رہنے والوں کے سامنے ہماری آیتیں پڑھے اور انہیں تبلیغ کرے اور اس بات کی خبر دیدے کہ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تو ان پر عذاب نازل کیا جائے گا تاکہ ان پر حجت لازم ہو جائے اور ان کے لئے عذر کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور ہم شہروں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب ان میں رہنے والے لوگ ظالم ہوں، رسول کو جھٹلاتے ہوں، اپنے کفر پر قائم ہوں اور اس سبب سے عذاب کے مستحق ہوں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں مرکزی شہر سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور رسول سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ اہم بات: تبلیغ دین کے لئے مرکزی مقامات اور افراد کی خصوصی افادیت ہے۔

آیت 60 یہاں بطورِ خاص کفارِ مکہ سے اور عمومی طور پر تمام لوگوں سے فرمایا گیا کہ اے لوگو! جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے تو وہ دُنیوی زندگی کا ساز و سامان اور اس کی زینت ہے جس کی بقا بہت تھوڑی اور جس نے آخر کار فنا ہونا ہے اور جو ثواب اور آخرت کے منافع اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والے ہیں کیونکہ یہ تمام پریشانیوں سے خالی اور کبھی ختم نہ ہونے والے ہیں، تو کیا تم میں عقل نہیں کہ اتنی بات سمجھ سکو کہ جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ فنا ہو جانے والی سے بہتر ہے اور تم بہتر چیز کو اختیار کر سکو اور اسے ترجیح دو جو ہمیشہ باقی رہتی ہے اور اس کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ درس: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص دُنیوی ساز و سامان، عیش و عشرت کو اُخروی نعمتوں اور راحتوں پر ترجیح دے وہ بے عقل اور نادان ہے کیونکہ وہ عارضی چیز کو اس پر ترجیح دے رہا ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔

آیت 61 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! وہ شخص جس سے ہم نے اس کے ایمان اور طاعت پر جنت کے ثواب کا اچھا وعدہ کیا ہوا ہے، پھر وہ بلاشبہ اس وعدے کو پانے والا بھی ہے، کیا وہ اس شخص جیسا ہے جسے ہم نے صرف دُنیوی زندگی کا ساز و سامان فائدہ اٹھانے کو دیا ہو اور جب یہ زائل ہو جانے والا ہو، پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کر کے حاضر کئے جانے والوں میں سے ہو! یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ جسے اچھا وعدہ دیا گیا اس سے مراد مومن ہے اور دوسرے شخص سے کافر مراد ہے لیکن بروزِ قیامت نیک و بد میں بھی یہ فرق ظاہر ہوگا کہ نیک اچھا صلہ پائیں گے اور گناہ گاروں کے لئے سخت حساب اور جہنم کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ

کیا وہ اس شخص جیسا ہے جسے ہم نے (صرف) دنیوی زندگی کا ساز و سامان فائدہ اٹھانے کو دیا ہو پھر وہ قیامت کے دن (ب)

الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ

حاضر کئے جانے والوں میں سے ہو○ اور یاد کرو جس دن (اللہ) انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں

تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا

تم سمجھتے تھے○ وہ لوگ جن پر قول ثابت ہو چکا ہے وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی ہیں وہ جنہیں ہم نے گمراہ کیا،

اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَاۤ اِلَيْكَ ؗ مَا كَانُوْۤا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾

ہم نے انہیں ایسے ہی گمراہ کیا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تھے۔ ہم (ان سے) بیزار ہو کر تیری طرف رجوع لاتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے○

وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ

اور ان سے فرمایا جائے گا: اپنے شریکوں کو پکارو، تو وہ انہیں پکاریں گے تو وہ انہیں جواب نہ دیں گے اور یہ عذاب دیکھیں گے۔

لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اَجَبْتُمُ

کیا اچھا ہوتا اگر یہ ہدایت حاصل کر لیتے○ اور جس دن (اللہ) انہیں ندا فرمائے گا تو فرمائے گا: (اے لوگو!) تم نے رسولوں کو

آیت 62،63 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹتے ہوئے ندا کرے گا کہ وہ کہاں ہیں جنہیں تم دنیا میں میرا شریک سمجھتے تھے۔ یہ ندا سن کر عام کفار کی بجائے کفر کے پیشوا جن پر جہنم کا عذاب واجب ہو چکا ہے، کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی ہماری پیروی کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے شرک کی طرف بلا کر گمراہ کیا۔ ہم نے انہیں گمراہ کیا تو یہ بھی اسی طرح گمراہ ہو گئے جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تھے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہوگی کہ جیسے ہم اپنے اختیار سے گمراہ ہوئے اسی طرح یہ بھی اپنے ہی اختیار سے گمراہ ہوئے۔ ہم ان سے اور جس کفر کو انہوں نے اختیار کیا اس سے بیزار ہو کر تیری طرف رجوع لاتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے بلکہ اپنی خواہشات کے پجاری تھے۔

آیت 64 ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بتوں کے پجاریوں سے فرمایا جائے گا: ان بتوں کو پکارو! چنانچہ وہ ان بتوں کو پکاریں گے لیکن وہ انہیں جواب نہ دیں گے اور یہ پجاری عذاب دیکھیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ دنیا میں گمراہ ہونے کی بجائے ہدایت حاصل کر لیتے تو آخرت کا یہ عذاب نہ دیکھتے۔

آیت 65،66 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا: "تم نے ان رسولوں کو کیا جواب دیا تھا جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے؟ تو اس دن کفار کو کچھ یاد نہ رہے گا کہ انہوں نے کیا جواب دیا تھا اور کوئی عذر اور حجت انہیں نظر

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ

کیا جواب دیا تھا؟ تو اس دن ان پر خبریں اندھی ہوجائیں گی تو وہ ایک دوسرے سے نہیں پوچھیں گے۔ تو وہ جس نے توبہ کی

وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ

اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا تو قریب ہے کہ وہ کامیاب ہونے والوں میں سے ہوگا۔ اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے

وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ

اور (جو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے۔ ان (مشرکوں) کا کوئی اختیار نہیں۔ اللہ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔ اور تمہارا رب

يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ

جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ اور وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۟ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

دنیا اور آخرت میں اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر

نہ آئے گی تو وہ ایک دوسرے سے نہیں پوچھیں گے اور انتہائی دہشت کی وجہ سے ساکت رہ جائیں گے۔

**آیت 67** ارشاد فرمایا: جس شخص نے دنیا میں شرک سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ اس کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر ایمان لے آیا اور نیک اعمال کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیا تو قریب ہے کہ وہ کامیاب ہونے والوں میں سے ہوگا۔

**آیت 68** شانِ نزول: یہ آیت ان مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے لئے کیوں منتخب فرمایا ہے اور یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ اُتارا؟ یہ کلام کرنے والا ولید بن مغیرہ تھا اور بڑے آدمی سے وہ اپنے آپ کو اور عروہ بن مسعود ثقفی کو مراد لیتا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ رسولوں کا بھیجنا ان لوگوں کے اختیار سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے، اپنی حکمت وہی جانتا ہے۔

**آیت 69** ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ کا رب ان کے کفر اور ان کی آپ سے عداوت کو جانتا ہے جسے یہ لوگ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور ان کی وہ باتیں بھی جانتا ہے جو یہ اپنی زبانوں سے ظاہر کرتے ہیں جیسے آپ کی نبوت پر اعتراض کرنا اور قرآن پاک کو جھٹلانا تو وہی انہیں ان کی حرکتوں کی سزا دے گا۔

**آیت 70** ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں کہ اس کے اولیاء دنیا میں بھی اس کی حمد کرتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کی حمد سے لذت اٹھائیں گے اور ہر چیز میں اسی کا حکم جاری ہے اور اے لوگو! قیامت کے دن اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

**آیت 71** ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ مکہ والوں سے فرمادیں: تم مجھے اس بات کا جواب دو کہ اگر اللہ تعالیٰ سورج کو طلوع ہونے سے

جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ

اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ رات ہی بنا دے تو اللہ کے سوا کون دوسرا معبود ہے جو تمہارے پاس روشنی لے آئے

اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

تو کیا تم سنتے نہیں؟○ تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ دن ہی بنا دے

مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ

تو اللہ کے سوا اور کون معبود ہے جو تمہارے پاس رات لے آئے جس میں تم آرام کرو تو کیا تم دیکھتے نہیں؟○ اور اس نے اپنی رحمت سے

جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

تمہارے لیے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور (دن میں) اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم (اس کا) شکر ادا کرو○

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا

اور یاد کرو جس دن (اللہ) انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم (میرا شریک) سمجھتے تھے○ اور ہم

روک کر اسے بے نور کر کے تم پر قیامت تک ہمیشہ رات ہی رکھے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون دوسرا معبود ہے جو یہ قدرت رکھتا ہو کہ تمہارے پاس دن کی روشنی لے آئے، تو کیا تم اس کلام کو ہوش کے کانوں سے سنتے نہیں اور اس میں غور، فکر نہیں کرتے تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی قدرت واضح ہو جائے اور تم شرک سے باز آ کر اس کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ۔

آیت 72 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! آپ مکہ والوں سے یہ بھی فرما دیں: تم مجھے یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ سورج کو آسمان کے درمیان روک کر قیامت تک ہمیشہ دن ہی رکھے اور رات ہونے ہی نہ دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون معبود ہے جو یہ قدرت رکھتا ہو کہ وہ تمہارے پاس رات لے آئے جس میں تم آرام کر سکو تو کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم کتنی بڑی غلطی میں ہو جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو اور تمہیں چاہئے کہ اپنی اس غلطی کا احساس کر کے اس سے باز آ جاؤ۔

آیت 73 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات میں آرام کرو، اپنے بدنوں کو راحت پہنچاؤ اور دن بھر کی محنت و مشقت سے ہونے والی تھکن دور کرو اور دن میں روزی تلاش کرو جو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور تم پر یہ رحمت فرمانے کی حکمت یہ کہ تم اس کی وجہ سے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا حق مانو، اس کی وحدانیت کا اقرار کرو اور صرف اسی کی عبادت کر کے اس کی نعمتوں کا شکر بجا لاؤ۔

آیت 74 ﴾ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ وہ دن یاد کریں جس دن اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو ندا کرے گا تو فرمائے گا: اے مشرکو! جنہیں تم دنیا میں میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں ہیں؟ تاکہ آج کے دن وہ تمہیں نجات دیں۔

آیت 75 ﴾ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر امت میں سے ایک گواہ نکال کر لائے گا جو کہ اس امت کے رسول ہوں گے اور وہ ...

مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ

ہر امت میں سے ایک گواہ نکال لیں گے پھر فرمائیں گے: اپنی دلیل لاؤ تو وہ جان لیں گے کہ حق اللہ ہی کیلئے ہے اور ان سے

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۷۵ ع اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ

جو بناتے تھے جھوٹی باتیں گم ہوجائیں گی○ بیشک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا پھر اس نے قوم پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے

مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ

جن کی کنجیاں (اٹھانا) ایک طاقتور جماعت پر بھاری تھیں۔ جب اس سے اس کی قوم نے کہا: اتراؤ نہیں، بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝۷۶ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ

اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا○ اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس کے ذریعے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ

لیکن امتوں پر اس بات کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے ان لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچائے پھر اللہ تعالیٰ ہر امت سے ارشاد فرمائے گا: دنیا میں تم جو شرک کرتے تھے، اس پر اپنی دلیل پیش کرو تو قیامت میں اپنے بتوں کی بے بسی اور خدا کی عظمت کو کھلے آنکھوں دیکھ کر انہیں قطعی طور پر معلوم ہوجائے گا کہ معبود ہونے کا حق صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، اور دنیا میں جو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر اور ان شریکوں کو اپنی شفاعت کرنے والا بتا کر جھوٹی باتیں بناتے تھے ان کی یہ باتیں ضائع ہوجائیں گی۔

آیت 76، 77 ﴿ قارون کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا بیٹا تھا۔ انتہائی خوب صورت تھا، اسی لئے اسے منوّر کہتے تھے۔ بنی اسرائیل میں تورات کا سب سے بہتر قاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی چابیاں اٹھانا ایک طاقتور جماعت پر بھاری پڑتا تھا اور یہ لوگ خزانوں کی وزنی چابیاں اٹھا کر تھک جایا کرتے تھے جب اس سے بنی اسرائیل کے مومن حضرات نے کہا: اے قارون! تم اپنے مال کی کثرت پر اتراؤ نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے تجھے جو مال دیا ہے اس کے ذریعے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرکے اور مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرکے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول کہ صدقہ اور صلہ رحمی وغیرہ کے ذریعے آخرت کے لئے عمل کر اور تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ اسی طرح احسان کر جیسے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا اور گناہوں کا ارتکاب کرکے، نیز ظلم اور سرکشی کرکے زمین میں فساد نہ کر بیشک اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔ اہم باتیں: (1) شیخی کی خوشی یعنی اترانا حرام ہے، لیکن شکر کی خوشی عبادت ہے۔ (2) ناجائز طریقے سے خوشی منانا حرام ہے۔ جیسے موسیقی وغیرہ جبکہ جائز طور سے خوشی منانا اچھا ہے جیسے خوشی میں صدقہ کرنا وغیرہ۔ (3) مال و دولت کی کثرت فخر، غرور اور تکبر میں مبتلا ہونے کا ایک سبب ہے۔ درس: آیت کے اس حصے ”اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول“ کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اے قارون! تو اپنی صحت، قوت، جوانی اور دولت کو نہ بھول بلکہ تجھے ان کے ساتھ آخرت طلب کرنی چاہئے۔ معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی صحت، قوت جوانی اور دولت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کرکے ضائع نہیں کرنی

مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ کر، بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۷۷ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ

فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔ (قارون نے) کہا: یہ تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللہ نے

قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْـَٔلُ

اس سے پہلے وہ قومیں ہلاک فرما دیں جو زیادہ طاقتور اور زیادہ مال جمع کرنے والی تھیں اور مجرموں سے

عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۷۸ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ

ان کے گناہوں کی پوچھ گچھ نہیں کی جاتی۔ تو وہ اپنی زینت میں اپنی قوم کے سامنے نکلا تو دنیاوی زندگی کے

چاہئے بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں استعمال کرنا چاہئے۔

**آیت 78** ﴿ قارون نے نصیحت کرنے والوں کو جواب دیا کہ یہ مال تو مجھے ایک علم کی بنا پر ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ اس علم کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے تورات کا علم مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے علمِ کیمیا مراد ہے اور اس کے ذریعے وہ (ایک نرم دھات) رانگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنایا کرتا تھا۔ قارون کا خیال تھا کہ چونکہ میرے پاس علم، زر، جتھا، جماعت بہت کافی ہے، مجھ پر کوئی مصیبت نہیں آسکتی۔ اس کے اس خیال کی تردید آیت کے اگلے حصے میں فرمائی گئی کہ تجھ سے پہلے کے کفار تجھ سے زیادہ طاقت ور، مال دار اور جتھے والے تھے۔ ہماری ہی مخالفت کی وجہ سے جو عذاب آیا تو اسے کوئی دور نہ کرسکا تو تُو کیوں غرور کرتا ہے؟ مزید فرمایا: اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ گچھ نہیں کی جاتی۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مجرموں کو سزا دیتا ہے تو اسے ان سے گناہ دریافت کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ ان کا حال جانتا ہے۔ نیز دنیا میں یا آخرت میں مجرموں سے سوالات کرنا نامہ سنانے اور ڈانٹ ڈپٹ کے لئے ہوں گے۔ درس: قارون کے جواب میں خود پسندی کا عنصر واضح ہے۔ خود پسندی کی تعریف یہ ہے کہ بندہ نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے کی بجائے اپنے نفس یا مخلوق کی طرف سے حاصل ہونا سمجھے اور اس نعمت کے ختم ہو جانے کے اندیشے کو بھول جائے، اور اس کے مقابلے میں خدا پسندی اور احسان ہے یعنی بندہ اس بات کا اظہار کرے کہ اسے نیک عمل کی توفیق یا نعمت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملی ہے اور خدا چاہے تو یہ نعمت ختم بھی ہو سکتی ہے۔

**آیت 79** ﴿ منقول ہے کہ ایک مرتبہ ہفتے کے دن قارون بڑی شان و شوکت سے اس طرح نکلا کہ سونے کی زین ڈالے ہوئے سفید رنگ کے خچر پر ارغوانی جوڑا پہنے سوار تھا اور اس کے ساتھ ہزاروں لونڈی غلام زیوروں سے آراستہ، ریشمی لباس پہنے، رنگے ہوئے گھوڑوں پر سوار تھے۔ جب لوگوں نے اس کی اس زینت کو دیکھا تو ان میں جو دُنیوی زندگی کے طلبگار تھے وہ کہنے لگے: اے کاش ہمیں بھی ایسی شان و شوکت اور مال و دولت مل جاتی جیسی قارون کو ملی ہے، بیشک یہ بڑے نصیب والا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں دنیا میں رغبت رکھنے والوں سے بنی اسرائیل کے مسلمان مراد ہیں۔ ان کی یہ تمنا بشری تقاضے سے تھی اور یہ کفر یا گناہ بھی نہیں لیکن عمدہ بھی نہیں ہے۔ اہم بات: دُنیوی نعمتوں میں غبطہ کرنا یعنی کسی کی دولت وغیرہ پر اس کے زوال کی خواہش کے بغیر رشک کرنا اور اس

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝۷۹

طلبگار کہنے لگے: اے کاش ہمیں بھی ایسا مل جاتا جیسا قارون کو ملا بیشک یہ بڑے نصیب والا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ

اور جنہیں علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا: تمہاری خرابی ہو، اللہ کا ثواب بہتر ہے اس آدمی کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے

وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝۸۰ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۠ فَمَا كَانَ لَهٗ

اور یہ انہیں کو دیا جائے گا جو صبر کرنے والے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس

مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝۸۱ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ

کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود (اپنی) مدد کر سکا۔ اور گزشتہ کل جو اس کے مقام و مرتبہ کی

تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

تمنا کرنے والے تھے وہ کہنے لگے: عجیب بات ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا ہے

وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۲ ع

اور تنگ فرماتا ہے۔ اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ بڑی عجیب بات ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہوتے۔

میں بڑائی کی تمنا کرنا بھی اس صورت میں منع ہے جب کہ دنیا یا مال کی محبت کے طور پر ہو اور محض دنیا کی محبت ہی ایسی تمنا کا سبب ہوتی ہے لیکن اگر یہ مال و دولت کی محبت کی وجہ سے نہیں ہو تو یہ تمنا جائز ہے، البتہ حسد یعنی یہ تمنا کرنا کہ دوسرے سے نعمت زائل ہو کر اسے مل جائے، یہ مطلقاً حرام ہے۔

آیت 80: بنی اسرائیل کے خوف خدا اور فکر آخرت رکھنے والے علماء نے تمنا کرنے والوں سے کہا: اے دنیا کے طلبگارو! تمہاری خرابی ہو، جو کوئی ایمان لائے اور اچھے کام کرے اس کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کا ثواب اس دولت سے بہتر ہے جو دنیا میں قارون کو ملی اور یہ انہیں ملتا ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔ یعنی نیک عمل کرنا صبر کرنے والوں ہی کا حصہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیاداروں کی دولت کو للچائی نظر سے دیکھنا اور انہیں ملنے والی دنیا کی تمنا کرنا غافل لوگوں کا کام ہے۔

آیت 81: ارشاد فرمایا کہ ہم نے قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس سے عذاب دور کر کے اس کی مدد کرتی۔

آیت 82: ارشاد فرمایا کہ جو لوگ قارون کے مال و دولت دیکھ کر اس کے خواہش مند تھے، جب انہوں نے قارون کا عبرتناک انجام دیکھا تو وہ اپنی اس آرزو پر نادم ہو کر کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی دولت عطا فرما کر ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہم بھی قارون کی طرح زمین میں دھنسا دیئے جاتے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہوتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہیں ملتی۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے اور اچھا انجام

لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزَى الَّذِیْنَ

پرہیزگاروں ہی کیلئے ہے۔ جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہے اور جو برائی لائے تو برا کام کرنے والوں

عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ

کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا وہ کرتے تھے۔ بیشک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ ضرور واپس

اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾

لے جائے گا۔ تم فرماؤ: میرا رب خوب جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے۔

**آیت 83** ارشاد فرمایا کہ آخرت کا گھر جنت کا مستحق ہم ان لوگوں کو بناتے ہیں جو زمین میں نہ تو ایمان لانے سے تکبر کرتے ہیں اور ایمان لانے والوں پر بڑائی چاہتے ہیں اور نہ ہی گناہ کرکے فساد چاہتے ہیں اور آخرت کا اچھا انجام پرہیزگاروں ہی کیلئے ہے۔ درحقیقت تکبر اور فساد پھیلانا جنت سے محرومی کا سبب ہے جبکہ عاجزی، انکساری بندے کو جنت میں داخل کروا دیتی ہے۔

**آیت 84** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جو شخص ایمان اور نیک اعمال لے کر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا تو اس کے لیے نیکی سے بہتر بدلہ ہے کہ اسے ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملے گا اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، اور جو برے اعمال لے کر حاضر ہوگا تو برا کام کرنے والوں کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا وہ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اسے اس کے گناہوں کے مطابق سزا ملے گی اس میں اضافہ نہ ہوگا۔

**آیت 85** شانِ نزول: یہ آیت مقامِ جُحفہ کے مقام پر اس وقت نازل ہوئی جب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے وہاں پہنچے اور آپ کو اپنے اور اپنے آباء کی ولادت گاہ مکہ مکرمہ کا شوق ہوا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور انہوں نے عرض کی: کیا حضور کو اپنے شہر مکہ مکرمہ کا شوق ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں۔ عرض کی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے حبیب! بیشک جس نے آپ پر قرآن مجید کی تلاوت اور تبلیغ کرنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا لازم کیا ہے وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ مکہ مکرمہ میں ضرور واپس لے جائے گا۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں بڑی شان و شوکت، عزت و وقار اور غلبہ و اقتدار کے ساتھ داخل کرے گا، وہاں کے رہنے والے سب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زیرِ فرمان ہوں گے، شرک اور مشرک ذلیل و رسوا ہوں گے۔ اس آیت میں مذکور لفظ "معاد" کی ایک تفسیر اوپر بیان ہوئی کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور بعض مفسرین نے اس سے موت، قیامت اور جنت بھی مراد لی ہے۔ مزید فرمایا: تم فرماؤ: میرا رب خوب جانتا ہے۔ شانِ نزول: آیت مبارکہ کا یہ حصہ ان کفارِ مکہ کے جواب میں نازل ہوا جو بتوں کی مخالفت کرنے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو معاذ اللہ گمراہ سمجھتے تھے۔ ان کے جواب میں فرمایا کہ اے حبیب! ان سے فرما دیں کہ میرا رب اسے بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے یعنی اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اسے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے یعنی مشرکین مکہ۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا

اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ تمہاری طرف کوئی کتاب بھیجی جائے گی لیکن تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے تو تم ہرگز کافروں کا

لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَ ادْعُ اِلٰى رَبِّكَ

مددگار نہ ہونا○ اور ہرگز وہ تمہیں اللہ کی آیتوں سے نہ روکیں اس کے بعد کہ وہ تمہاری طرف نازل کی جاچکی ہیں اور اپنے رب کی طرف بلاؤ

وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟

اور ہرگز شرک والوں میں سے نہ ہونا○ اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کی عبادت نہ کر، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے، اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے○

آیت 86 ﴾ ارشاد فرمایا: اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ تمہاری طرف کوئی کتاب بھیجی جائے گی۔ یعنی اے حبیب! آپ قرآن مجید ملنے کی امید نہ رکھتے تھے مگر خدا کی رحمت سے آپ کی طرف قرآن نازل کیا گیا تو اپنی سابقہ پاکیزہ روش کے مطابق اب بھی کافروں کے کسی بھی کام میں ان کے مددگار نہ بنیں اور یہی حکم آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کو بھی ہے۔ اہم بات: وحی نازل ہونے سے پہلے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنی نبوت کی خبر رکھتے تھے، جیسے بحیرا راہب نے بچپن ہی میں آپ کی نبوت کی خبر دے دی تھی۔ نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ ارشاد فرمایا: جس وقت حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (ترمذی، حدیث: 3629) یہ حدیث اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو وحی نازل ہونے سے پہلے اپنے نبی ہونے کا علم تھا۔ آیت میں کتاب کی امید نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ ظاہری اسباب کے اعتبار سے کوئی امید نہ تھی نیز کیسی کتاب، کتنے احکام اور دیگر تفصیلات کا علم نہیں تھا۔

آیت 87 ﴾ ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہاری طرف نازل ہو چکی ہیں تو اس کے بعد ہرگز تم قرآن مجید کے معاملے میں کفار کی فضول باتوں کی طرف توجہ نہ کرنا اور تم مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے کی دعوت دو اور شرک والوں کی مدد کرکے ان میں سے نہ ہونا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ خطاب ظاہر میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ہے اور اس سے مراد مومنین ہیں۔

آیت 88 ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! جس طرح آپ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کر رہے تھے اسی طرح آئندہ بھی کرتے رہیں اور اسی پر قائم رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اس کے معبود ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی بالذات ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ مخلوق کے درمیان اسی کا حکم نافذ ہے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ آخرت میں اسی کی طرف تمام لوگ پھیرے جائیں گے۔

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝

الٓمّٓ ۝ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں ہم "ایمان لائے" اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا۔ ۝

وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ۝

اور بیشک ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا تو ضرور اللہ انہیں دیکھے گا جو سچے ہیں اور ضرور جھوٹوں کو (بھی) دیکھے گا۔ ۝

**سورۂ عنکبوت کا تعارف** ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 7 رکوع اور 69 آیتیں ہیں۔ عربی میں مکڑی کو عنکبوت کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر 41 میں اللہ عزوجل نے شرک کے بطلان پر عنکبوت یعنی مکڑی کی مثال دی ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ عنکبوت" رکھا گیا ہے۔ مضامین: اس سورت کی ابتدا میں بیان ہے کہ مسلمانوں کو سختیوں اور مصیبتوں کے ذریعے آزمایا جائے گا اور ان سے پہلے لوگوں کو بھی آزمایا گیا تھا۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بیان ہے۔ یہ بتایا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آزمائش مسلمانوں کے مقابلے میں انتہائی سخت ہوتی ہے اور اسی سلسلے میں حضرات نوح، ابراہیم، لوط، شعیب، ہود، صالح، موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کے واقعات بیان فرمائے اور اسی دوران اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلائل دیئے گئے۔ اہل کتاب اور مشرکین کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے۔ کفار کے ظلم، ستم کا شکار مسلمانوں کو ہجرت کرنے کی ہدایت دی گئی اور ان کے لئے اجر و ثواب بیان کیا گیا۔

**آیت 1** ﴿ یہ حروف مقطعات میں سے ایک حرف ہے اور اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

**آیت 2، 3** ﴿ شانِ نزول: کچھ حضرات اسلام کا اقرار کرنے کے باوجود مکہ مکرمہ میں تھے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں لکھا کہ جب تک ہجرت نہ کرلو اس وقت تک اقرار کافی نہیں۔ اس پر انہوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور مدینہ منورہ جانے کے ارادے سے روانہ ہوئے، مشرکین ان کے پیچھے لگ گئے اور ان سے لڑائی کی، ان میں سے بعض شہید ہوگئے اور بعض بچ کر مدینہ منورہ آئے۔ ان کے حق میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں کہ ایمان بہت عظیم چیز ہے کہ اس کے بدلے میں ہمیشہ کے لئے جنت اور خدا کی رضا ملے گی تو عظیم شے کے حصول کے لئے عظیم امتحان بھی ہوتا ہے، لہٰذا کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا۔" کہتے ہیں ہم "ایمان لائے" اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا اور اگرچہ خدا کو ہر شے کا ازلی ابدی لامتناہی علم ہے لیکن سنت الٰہیہ امتحان لینے کی ہے تاکہ سچے اور جھوٹے عملی طور پر سامنے آجائیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کو بھی آزمایا۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَاؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۝۴ مَنْ

بلکہ کیا برے اعمال کرنے والوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے؟ وہ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں ۝ جو

كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍؕ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۵ وَ مَنْ

اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو بیشک اللہ کا مقرر کیا ہوا وعدہ ضرور آنے والا ہے اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے ۝ اور جو

جٰهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝۶ وَ الَّذِیْنَ

کوشش کرے تو اپنے ہی فائدے کیلئے کوشش کرتا ہے۔ بیشک اللہ سارے جہانوں سے بے پرواہ ہے ۝ اور جو لوگ

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَنَجْزِیَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ

ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ضرور ان سے ان کی برائیاں مٹا دیں گے اور ضرور انہیں ان کے اچھے اعمال کا

كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۷ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًاؕ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ

بدلہ دیں گے ۝ اور ہم نے (ہر) انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی اور (اے بندے!) اگر وہ تجھ سے کوشش کریں

آیت 4 ❁ ارشاد فرمایا: جو لوگ شرک اور گناہوں میں مبتلا ہیں کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر کہیں نکل جائیں گے اور ہم انہیں برے اعمال کی سزا نہ دے سکیں گے، ایسا ہرگز نہ ہوگا اور وہ یہ سمجھ کر کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

آیت 5 ❁ اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب لئے جانے سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ثواب ملنے کی امید رکھتا ہے تو وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب اور عذاب کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہونے والا ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ اس کے لئے تیار رہے اور نیک اعمال کرنے میں جلدی کرے اور اللہ تعالیٰ ہی بندوں کے اقوال کو سننے والا اور ان کے افعال کو جاننے والا ہے۔

آیت 6 ❁ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جنگ کرکے یا نفس و شیطان کی مخالفت کرکے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر قائم رہ کر اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کوشش کرتا ہے کیونکہ اس کا ثواب اسے ہی ملے گا، بیشک اللہ تعالیٰ انسانوں، جنوں اور فرشتوں کی عبادات سے بے پرواہ ہے۔

آیت 7 ❁ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ضرور نیکیوں کے سبب ان سے ان کی برائیاں مٹا دیں گے اور ضرور انہیں ان کے نیک اعمال کا بدلہ دیں گے۔

آیت 8 ❁ شانِ نزول: یہ آیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یا سعد بن مالک زہری رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سابقین اولین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو آپ کی والدہ نے کہا: تو نے یہ کیا نیا کام کیا! خدا کی قسم اگر تو اس سے باز نہ آیا تو نہ میں کچھ کھاؤں نہ پیوں گی یہاں تک کہ مر جاؤں اور یوں ہمیشہ کے لئے تیری بدنامی ہو اور تجھے ماں کا قاتل کہا جائے۔ پھر والدہ نے فاقہ کیا اور ایک رات دن نہ کھایا، نہ پیا اور نہ سائے میں بیٹھی، اس سے کمزور ہوگئی۔ پھر ایک رات دن اور اسی طرح رہی، تب آپ رضی اللہ عنہ

لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

کہ تو کسی کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو تو ان کی بات نہ مان۔ میری ہی طرف تمہارا پھرنا ہے تو میں تمہیں تمہارے اعمال

تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ⑨

بتادوں گا○ اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ضرور ہم انہیں نیک بندوں میں داخل کریں گے○

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ

اور لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ (کی راہ) میں انہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے فتنے

كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ

اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور اگر تمہارے رب کے پاس سے کوئی مدد آجائے تو ضرور کہیں گے ہم یقیناً تمہارے ساتھ تھے۔

نے والدہ سے فرمایا: اے ماں! اگر تیری 100 جانیں ہوں اور ایک ایک کرکے سب ہی نکل جائیں تو بھی میں اپنا دین چھوڑنے والا نہیں، تو چاہے کھا، چاہے مت کھا۔ جب وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف سے مایوس ہوگئی کہ یہ اپنا دین چھوڑنے والے نہیں تو کھانے پینے لگی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور اگر وہ کفر و شرک کا حکم دیں تو نہ مانا جائے۔ مزید فرمایا: **اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو کسی کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں۔** اس کا معنی یہ ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے اس لئے علم اور تحقیق کی بنا پر تو کوئی بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک مان ہی نہیں سکتا اور علم کے بغیر محض کسی کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کا شریک ماننا جاہلانہ تقلید ہے جو توحید کے قطعی دلائل کے مقابلے میں مسترد ہے۔ مزید فرمایا: **میری ہی طرف تمہارا پھرنا ہے۔** یعنی فرماں بردار اور نافرمان سبھی نے روزِ قیامت میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے تو اس دن میں تم سب کے اعمال تمہیں بتادوں گا۔ اہم باتیں: (1) بندے کو ماں باپ کا مادری پدری حق ضرور ادا کرنا چاہئے اگرچہ وہ کافر ہوں۔ (2) ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں ان سے بہ نرمی و ادب گزارش کرے، اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کر سکتا بلکہ ان کے لئے دعا کرے۔

**آیت 9** ﴾ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو ہم انہیں نیک بندوں کے گروہ میں داخل کرکے ان کا حشر نیکوں کے ساتھ کریں گے۔ اہم بات: یہاں صالحین سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ درس: جو شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ اپنا حشر چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنا عقیدہ درست رکھے اور نیکیوں والی زندگی گزارے۔

**آیت 10** ﴾ یہاں سے منافقین کا حال بیان کیا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا کہ لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، پھر جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں دین کی وجہ سے انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے جیسے کفار کا ستانا تو وہ لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی اذیت کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں اور جیسا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے تھا ایسا مخلوق کی ایذا سے ڈرتے ہیں، حتّٰی کہ اس ڈر سے ایمان ترک کر دیتے اور کفر اختیار کر لیتے ہیں جبکہ اگر رب عزوجل کی طرف سے کوئی مدد آجائے مثلاً مسلمانوں کو فتح نصیب ہو اور انہیں دولت ملے تو پھر ضرور کہیں گے: ہم یقیناً ایمان میں تمہارے ساتھ تھے اور تمہاری طرح دین پر قائم تھے تو ہمیں بھی اس میں شریک کرو۔ ان منافقوں کی یہ حرکت نہایت عجیب ہے کہ مسلمانوں سے تو اپنی منافقت چھپا سکتے ہیں لیکن کیا خدا سے بھی معاذ اللہ

اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کیا اللہ خوب نہیں جانتا جو تمام جہان والوں کے دلوں میں ہے؟ ○ اور ضرور اللہ ایمان والوں کو ظاہر کر دے گا

وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ

اور ضرور منافقوں کو ظاہر کر دے گا ○ اور کافروں نے مسلمانوں سے کہا: ہماری راہ پر چلو اور ہم تمہارے گناہ

وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ

اٹھا لیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بوجھ بھی نہ اٹھائیں گے، بیشک وہ جھوٹے ہیں ○ اور بیشک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے

وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ع

اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ اٹھائیں گے اور ضرور ان سے قیامت کے دن ان کے بہتانوں کے بارے میں پوچھا جائے گا ○ اور بیشک ہم نے

بھیجا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو تمام جہان والوں کے دلوں کی حالتیں معلوم نہیں؟ کیوں نہیں! یقیناً خدا کو سب معلوم ہے۔

آیت 11 ❁ فرمایا: اللہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں کو ظاہر کر دے گا جو خلوص کے ساتھ ایمان لائے اور آزمائش میں اپنے ایمان پر قائم رہے اور ان لوگوں کو بھی ظاہر کر دے گا جو منافق ہیں اور انہوں نے مصیبت کی وجہ سے اسلام ترک کر دیا اور دونوں فریقوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 12 ❁ کفارِ مکہ نے اہلِ ایمان سے کہا کہ تم ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا دین اختیار کر لو۔ اگر ہمارے طریقہ پر رہنے سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری گرفت فرمائی اور عذاب دیا تو تمہارا عذاب ہم اپنے اوپر لے لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کی تردید فرمائی کہ یہ لوگ دوسروں کے گناہوں میں سے کچھ بوجھ بھی نہ اٹھائیں گے، بیشک وہ اپنی بات میں جھوٹے ہیں۔ ہر بندے کو اپنے عمل کا جواب دینا ہے، دوسرے کا نہیں۔

آیت 13 ❁ فرمایا: مسلمانوں سے ان کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے کا کہنے والے کفار کا اپنا یہ حال ہو گا کہ وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں اور گمراہی کا بوجھ اور جن لوگوں کو انہوں نے گمراہ کیا تھا ان کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور قیامت کے دن ضرور ان سے ان کے بہتانوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ انہوں نے کس دلیل کی وجہ سے یہ بہتان لگائے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کافروں کے سب عمل جانتا ہے، اس کے باوجود کافروں سے سوال انہیں رسوا کرنے اور ان کا جرم نامہ سنانے کیلئے ہو گا۔ درس: جو خود گمراہ ہو دوسروں کو بھی گمراہی کی طرف بلاتا ہو تو اسے اپنی گمراہی کا گناہ اور سزا ملنے کے ساتھ ان لوگوں کی گمراہی کا گناہ اور سزا بھی ملے گی جنہیں اس نے گمراہ کیا تھا اور گمراہ ہونے والوں کے اپنے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی۔ اس سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جو اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی گناہوں میں مبتلا ہونے کے مواقع فراہم کرتے اور انہیں دنیوی فوائد بتا کر گناہوں کی ترغیب دیتے ہیں۔

آیت 14 ❁ فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بیشک ہم نے آپ سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار (یعنی 950) سال رہے، اس مدت میں انہوں نے قوم کو مسلسل توحید کی دعوت دی اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کیا، وہ قوم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی اور مسلسل تکذیب کرتی رہی تو اس قوم کو طوفان کے عذاب نے پکڑ لیا

نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ

نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے پھر اس قوم کو طوفان نے پکڑ

وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۱۴ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۵ وَاِبْرٰهِيْمَ

اور وہ ظالم تھے○ تو ہم نے نوح اور کشتی والوں کو بچا لیا اور اس کشتی کو سارے جہانوں کے لیے نشانی بنا دیا○ اور ابراہیم کو (یاد کرو)

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۶ اِنَّمَا

جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو○ تم تو

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گھڑتے ہو۔ بیشک جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو

لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ

وہ تمہارے لئے روزی کے کچھ مالک نہیں تو تم اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔ اسی کی طرف

اور وہ غرق کر دیئے گئے اور وہ شرک کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ لہٰذا اے حبیب! تمام کافروں کے مسلمان نہ ہو جانے پر کچھ غم نہ کریں کہ حضرت نوح کی طویل مدت تبلیغ سے کم لوگ ایمان لائے جبکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی کم مدت کی دعوت سے کثیر لوگ ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں۔

**آیت 15** ❁ فرمایا کہ جب قومِ نوح پر طوفان کا عذاب آیا تو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان لوگوں کو ڈوبنے سے بچا لیا جو کشتی میں آپ کے ساتھ سوار تھے اور اس کشتی کو ہم نے سارے جہان کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانی بنا دیا کہ خدا کی کیسی عظیم قدرت کا ظہور ہوا کہ جس طوفان نے ہر طرف بے پناہ تباہی مچائی اور جس کی لہریں پہاڑوں سے زیادہ بلند تھیں، اس طوفان میں ایک درمیانی سی کشتی میں بیٹھے لوگوں کو خدا نے بچا لیا۔

**آیت 16** ❁ فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یاد کرو جنہیں ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کے معاملے میں اس سے ڈرو، اگر تم اچھے اور برے میں تمیز کرنا جانتے ہو تو سن لو! یہ عبادت اور ڈرنا جو تمہیں جنت میں لے جائے گا، تمہارے لئے اس کفر و شرک سے بہتر ہے جو تمہیں جہنم میں پہنچا دے۔

**آیت 17، 18** ❁ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تم تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے بتوں کو پوجتے ہو اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک کہہ کر نرا جھوٹ گھڑتے ہو۔ بیشک تم اللہ تعالیٰ کی بجائے جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کی کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے تو تم اللہ تعالیٰ سے اپنا رزق طلب کرو کیونکہ وہی رزق دینے والا ہے اور صرف اسی کی عبادت کرو کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی معبود ہونے کا مستحق نہیں اور اس کے شکر گزار بنو کیونکہ وہی تمہیں رزق عطا فرما کر تم پر احسان فرماتا ہے، اور یاد رکھو کہ آخرت میں اسی کی طرف تم دوبارہ زندہ کرکے لوٹائے جاؤ گے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے

تُرْجَعُوْنَ ۞ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا

تم لوٹائے جاؤ گے○ اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ تو صرف

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۞ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

صاف پہنچا دینا ہے○ اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ پیدا کرنے کی ابتداء کیسے کرتا ہے؟ پھر وہ اسے دوبارہ بنائے گا بیشک یہ اللہ پر

يَسِيْرٌ ۞ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ

بہت آسان ہے○ تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو کہ اللہ نے پہلے کیسے بنایا؟ پھر اللہ دوسری مرتبہ پیدا

الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

کرے گا بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے○ وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے

وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ۞ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ؗ وَمَا لَكُمْ

اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے○ اور نہ تم زمین میں (نہیں) عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں اور تمہارے لیے

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کرو اور اگر تم مجھے جھٹلاؤ تو میرا کوئی نقصان نہیں، میں نے راہ دکھا دی اور معجزات پیش کر دیے جس سے میرا فرض ادا ہو گیا، اس پر بھی اگر تم نہ مانو تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ اپنے انبیا اور رسولوں علیہم السلام کو جھٹلا چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور اگر تم بھی اسی روش پر قائم رہے تو تمہارا انجام بھی انہی جیسا ہو گا۔

آیت 19 ✦ فرمایا کیا ان کافروں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے کی ابتدا کیسے کرتا ہے کہ پہلے انسان کو نطفہ بناتا ہے، پھر جمے ہوئے خون کی صورت دیتا ہے، پھر گوشت کا ٹکڑا بناتا ہے اس طرح درجہ بدرجہ اس کی تخلیق کو مکمل کرتا ہے، پھر آخرت میں دوبارہ زندہ کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ بنائے گا بیشک پہلی بار پیدا کرنا اور مرنے کے بعد پھر دوبارہ بنانا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

آیت 20 ✦ فرمایا اے ابراہیم! تم ان کافروں سے کہہ دو کہ اے لوگو! تم زمین میں چل کر سابقہ قوموں کے شہروں اور آثار کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پہلے کیسے بناتا، پھر موت دیتا ہے تاکہ تم مشاہدہ کر کے اللہ تعالیٰ کی فطرت کے عجائبات کی معرفت حاصل کر سکو نیز جب یہ معلوم ہے کہ پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا تو معلوم ہو گیا کہ اس خالق کا مخلوق کو موت دینے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کچھ بھی دشوار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے تو وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ اہم بات: کائنات کے احوال اور تاریخی امور کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے اور خدا کی معرفت حاصل کرنی چاہیے۔ خدا کی قدرت کے نظاروں جیسے دریاؤں، پہاڑوں اور زمین کے دیگر عجائبات میں قدرت الٰہی کے بے شمار دلائل ہیں۔

آیت 21 ✦ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عدل کی وجہ سے جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور اپنے فضل کی بنا پر جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے لہٰذا تم قیامت کے دن اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کے حساب سے سزا یا جزا جو چاہے دے گا۔

آیت 22 ✦ فرمایا اے لوگو! نہ تم زمین میں اپنے رب عزوجل کو عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں، الغرض اس سے بچنے اور بھاگنے کی

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ

اللہ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا ہے اور نہ مددگار۔ اور وہ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کیا وہ میری

يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٣﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا

میری رحمت سے مایوس ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ تو ابراہیم کی قوم کا کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہ انہوں نے کہا:

اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٤﴾

انہیں قتل کردو یا جلادو تو اللہ نے انہیں آگ سے بچالیا۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

اور ابراہیم نے فرمایا: تم نے تو دنیوی زندگی میں اپنی آپس کی دوستی کی وجہ سے اللہ کے سوا یہ بت (معبود) بنالئے ہیں

نہیں کوئی جگہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضا سے آسمان و زمین کی کوئی مخلوق بھاگ نہیں سکتی۔ مزید فرمایا: اور تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا ہے اور نہ مددگار۔ یعنی اے لوگو! تمہارا کوئی ایسا حمایتی یا مددگار نہیں جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہاری حمایت اور مدد کرسکے۔ ایمان والوں کے لئے نیک لوگوں، ولیوں، نبیوں کی دعائیں اور شفاعت مددگار ہیں لیکن وہ سب اللہ تعالیٰ کی اجازت و مرضی سے ہیں، یعنی ان کی مدد، خدا ہی کی مدد ہے، لہٰذا وہ اس آیت میں داخل نہیں۔

**آیت 23** ❁ فرمایا کہ جو لوگ قرآن مجید اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان نہ لائے وہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہیں اور وہ اپنے کسی نیک عمل کی جزا و ثواب کے قائل نہیں کیونکہ جب وہ قیامت اور جنت کے ہی منکر ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور جزا کے قائل کیسے ہوسکتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

**آیت 24** ❁ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل قائم کئے اور نصیحتیں فرمائیں تو اس کے جواب میں ان لوگوں نے کہا: انہیں قتل کردو یا جلادو۔ یہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا یا سرداروں نے اپنی پیروی کرنے والوں سے کہا، بہر حال ان سب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے پر اتفاق کر لیا اور جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو ٹھنڈا کر کے اور آپ علیہ السلام کے لئے سلامتی والی بنا کر انہیں بچالیا۔ بیشک جو اللہ تعالیٰ نے کیا اس میں ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی ضرور عجیب عجیب نشانیاں ہیں۔

**آیت 25** ❁ (1) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سلامتی کے ساتھ آگ سے باہر تشریف لے آئے تو آپ نے کفار سے فرمایا: تم نے (کسی دلیل کے بغیر صرف) بتوں سے دوستی کی وجہ سے انہیں اپنا معبود تو بنالیا لیکن یاد رکھو تمہاری یہ محض نام کی ظاہری دوستی بھی صرف دنیا کی زندگی تک رہے گی، پھر قیامت کے دن تمہارا حال یہ ہوگا کہ تم اپنے معبودوں کا انکار کردو گے اور تمہارے معبود تمہاری عبادت کا انکار کردیں گے۔ تم ایک دوسرے پر لعنت کروگے اور ایک دوسرے پر الزام تراشی کروگے، بت کہیں گے کہ تم لوگوں نے میری عبادت کرکے مجھے جہنم میں ڈلوادیا اور تم کہو گے کہ ہمیں اپنی عبادت کے ذریعے گمراہ کرکے تم نے ہمیں عذاب میں مبتلا کردیا، تم میں

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا٘ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ

پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کا انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے

وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ٘ وَ قَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ

اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ○ تو ابراہیم کی تصدیق لوط نے کی اور ابراہیم نے فرمایا: میں اپنے رب کی (سرزمینِ شام کی) طرف ہجرت کرنے والا ہوں،

اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ

بیشک وہی عزت والا، حکمت والا ہے ○ اور ہم نے اسے اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمائے اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت

وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا٘ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور کتاب رکھی اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا اور بیشک وہ آخرت میں (بھی) ہمارے خاص قرب کے لائق بندوں میں ہوگا ○

جن کے ذریعے ایک دوسرے کو دور کرنے کی کوشش کروگے لیکن دور نہ ہوسکو گے بلکہ جس طرح دنیا میں اکٹھے تھے اسی طرح جہنم میں بھی اکٹھے کردیئے جاؤ گے اور اس میں تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

آیت 26 ﴿ جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے صحیح سلامت باہر تشریف لائے تو آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر حضرت لوط علیہ السلام نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی، آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ہیں۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ سے صحیح سلامت تشریف لانے کے باوجود آپ کی قوم کفر و شرک پر بضد رہی تو آپ نے ان سے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے عراق سے سرزمینِ شام کی طرف ہجرت فرمائی، اس ہجرت میں آپ کے ساتھ آپ کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت لوط علیہ السلام تھے۔ اہم باتیں: (1) یہاں ایمان سے رسالت کی تصدیق ہی مراد ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام ہمیشہ ہی مومن ہوتے ہیں اور کسی حال میں ان سے کفر کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ (2) بوقتِ حاجت ہجرت کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ (3) ایسی جگہ چلا جانا جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں کوئی روک ٹوک نہ ہو، یہ معنوی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جگہ سے پاک ہے تو اس کے حق میں یہاں وہاں سب برابر ہے۔

آیت 27 ﴿ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام عطا فرمائے اور ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جتنے حضرات نبوت کے منصب پر فائز ہوئے سب آپ کی نسل سے ہوئے اور کتاب سے تورات، انجیل، زبور اور قرآن شریف مراد ہیں، مزید ارشاد فرمایا کہ ہم نے دنیا میں اس کا ثواب انہیں عطا فرمایا کہ انہیں پاکیزہ اولاد عطا فرمائی، نبوت ان کی نسل میں رکھی، کتابیں ان انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا کیں جو ان کی اولاد میں تھے اور ان کو مخلوق میں محبوب اور مقبول کیا کہ تمام ملتوں اور دینوں والے ان سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی طرف نسبت ہونے سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے لئے دنیا کے اختتام تک درود پڑھا جانا مقرر کر دیا، اور بیشک وہ آخرت میں بھی ہمارے خاص قرب کے لائق بندوں میں ہوں گے جن کے درجے بہت بلند ہوں گے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ٘ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۟

اور لوط کو (یاد کرو) جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: تم بیشک بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا۔

اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ

کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام کو آتے ہو تو اس کی

جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۝۲۹ قَالَ رَبِّ

قوم کا کوئی جواب نہ تھا مگر یہ کہا: اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ۝ (لوط نے) عرض کی: اے میرے رب!

انْصُرْنِیْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ۠۝۳۰ وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْۤا

ان فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۝ اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا:

اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ۝۳۱ قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ

ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ بیشک اس شہر والے ظالم ہیں۝ فرمایا: اس میں تو لوط (بھی) ہے۔

**آیت 29،28** ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ یاد کرو، جب انہوں نے اپنی قوم کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا: بیشک تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا۔ کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راہگیروں کو قتل کر کے اور ان کے مال لوٹ کر لوگوں کا راستہ کاٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام اور بری باتیں کرنے کو آتے ہو۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگ بدفعلی کے علاوہ ایسے ذلیل افعال اور حرکات کے عادی تھے جو عقلی اور عرفی دونوں طرح سے قبیح اور ممنوع تھے، جیسے گالی دینا، فحش بکنا، تالی اور سیٹی بجانا، ایک دوسرے کو کنکریاں مارنا، راستہ چلنے والوں پر کنکری وغیرہ پھینکنا، شراب پینا، مذاق اڑانا، گندی باتیں کرنا اور ایک دوسرے پر تھوکنا وغیرہ۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اس پر انہیں ملامت کی تو ان کی قوم نے مذاق اڑانے کے طور پر یہ کہا: اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ افعال قبیح ہیں اور ایسا کرنے والے پر عذاب نازل ہو گا تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آؤ۔

**آیت 30** ﴿ جب حضرت لوط علیہ السلام کو اس قوم کے راہِ راست پر آنے کی کچھ امید نہ رہی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! عذاب نازل ہونے کے بارے میں میری بات پوری کر کے ان فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔

**آیت 32،31** ﴿ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے کہا: ہم ضرور حضرت لوط علیہ السلام کے اس شہر والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ بیشک اس شہر والے کفر اور طرح طرح کے گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اس میں تو اللہ تعالیٰ کے نبی اور اس کے مقرب بندے حضرت لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں، پھر تم اس شہر والوں کو کیسے ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا: جو کوئی اس شہر میں ہے وہ ہمیں خوب معلوم ہے اور ہم ضرور حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو نجات دیں گے البتہ ان کی بیوی کو نجات نہیں دیں گے کیونکہ

قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ

فرشتوں نے کہا: ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے۔ ضرور ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے سوائے اس کی بیوی کے۔ وہ

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۳۲ وَ لَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ

پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔○ اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو انہیں فرشتوں کا آنا برا لگا اور ان کے سبب

ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا

دل تنگ ہوا اور فرشتوں نے کہا: آپ نہ ڈریں اور نہ غمگین ہوں، بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچانے والے ہیں سوائے

امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۳۳ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا

آپ کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔○ بیشک ہم اس شہر والوں پر آسمان سے عذاب

مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۳۴ وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۳۵

اتارنے والے ہیں کیونکہ یہ نافرمانی کرتے تھے○ اور بیشک ہم نے عقل والوں کے لیے اس بستی میں روشن نشانی کو باقی رکھا○

عذاب میں مبتلا ہو جانے والوں میں سے ہے۔ اہم بات: نجات دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر فرشتوں نے کہا ہم نجات دیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں کا نجات دینا، مشکل سے بچانا، خدا ہی کا مدد کرنا تھا اور معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے خاص بندوں کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں۔

**آیت 34،33** جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فرشتے خوب صورت مہمانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو انہیں قوم کے بدافعال و حرکات کا خیال کرتے مہمانوں کا آنا برا لگا اور ان کی حفاظت کی کوئی تدبیر نہ کر سکنے کے سبب غمزدہ ہوئے، اس وقت فرشتوں نے ظاہر کیا کہ انہیں خدا نے بھیجا ہے لہٰذا آپ قوم سے نہ ڈریں اور نہ ہمارے بارے میں یہ فکر کر کے غمگین ہوں کہ قوم کے لوگ ہمارے ساتھ کوئی بدسلوکی کریں گے، ہم فرشتے ہیں، ہم ان لوگوں کو ہلاک کر دیں گے جبکہ آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو عذاب سے بچا لیں گے البتہ آپ کی بیوی عذاب میں مبتلا ہوگی کیونکہ وہ کافرہ ہے۔ ہم اس شہر والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ میں سے ان پر ایمان لانے والوں اور دیگر مومنوں کو بچا لیا گیا اور باقی لوگوں کو انتہائی دردناک عذاب سے ہلاک کر دیا گیا۔ اہم باتیں: (1) مہمان کی حفاظت کرنا میزبان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ (2) کبھی نبی علیہ السلام فرشتے کو نہیں بھی پہچانتے، البتہ جب وحی نازل ہونے کے وقت فرشتہ حاضر ہوتا ہے اس وقت نبی علیہ السلام فرشتے کو ضرور پہچانتے ہیں، اگر اس وقت بھی نہ پہچانیں تو وحی قطعی نہ رہے گی۔ (3) اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے اللہ تعالیٰ کی عطا سے بندوں کو آنے والی مصیبتوں سے بچانے کی قدرت رکھتے ہیں اور بچاتے ہیں۔

**آیت 35** فرمایا کہ بیشک ہم نے اس بستی میں ان لوگوں کے لیے روشن نشانی کو باقی رکھا جو اپنی عقل غور و فکر کرنے میں استعمال کرتے ہیں۔ روشن نشانی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے ویران مکان ہیں یا اس سے مراد اس قوم کا عجیب و غریب واقعہ ہے یا اس سے مراد

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ

مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا تو اس نے فرمایا، اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اور آخرت سے

وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا

امید رکھو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو○ تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے گھروں

فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَا۠ وَ قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَ زَيَّنَ

گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے○ اور (ہم نے) عاد اور ثمود کو (ہلاک کیا) اور ان کی رہائش کے مقامات تمہارے لئے ظاہر ہو چکے، اور شیطان

لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ ۙ وَ قَارُوْنَ

ان کے اعمال ان کیلئے خوبصورت بنادیئے اور انہیں (اللہ کے) راستے سے روکا حالانکہ وہ سمجھدار تھے○ اور (ہم نے) قارون

وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ ۫ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ

اور فرعون اور ہامان کو (ہلاک کیا) اور بیشک ان کے پاس موسیٰ روشن نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے زمین میں تکبر

وہ پتھر ہیں جو ان پر برسے تھے اور ان پتھروں پر ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے، یہ عرصہ دراز تک باقی رہے اور حضور کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں دیکھا تھا۔

آیت 36، 37 ﴾ فرمایا: ہم نے شعیب علیہ السلام کو ان کے ہم قوم مدین والوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو انہوں نے دین کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہوئے ایسے افعال بجالاؤ جو آخرت میں ثواب ملنے اور عذاب سے نجات حاصل ہونے کا باعث ہوں اور تم ناپ تول میں کمی کرکے مدین کی سرزمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو، تو ان لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا اور اپنے فساد سے باز نہ آئے تو انہیں زلزلے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب نے آلیا یہاں تک کہ ان کے گھر ان کے اوپر گر گئے اور صبح تک ان کا حال یہ ہو گیا کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل مردے بے جان پڑے رہ گئے۔

آیت 38 ﴾ فرمایا کہ ہم نے ہود علیہ السلام کی قوم عاد اور صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کو ہلاک کیا اور اے مکہ والو! ان قوموں کا عذاب سے ہلاک ہونا تمہارے لئے ظاہر ہو چکا ہے جب تم اپنے سفروں کے دوران حجر اور یمن میں موجود ان کی رہائش کے مقامات سے گزرتے ہو، اور شیطان نے ان قوموں کے کفر اور گناہ ان کیلئے خوبصورت بنادیئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا حالانکہ وہ لوگ سمجھ عقل رکھتے تھے اور حق و باطل میں تمیز کر سکتے تھے لیکن انہوں نے عقل و انصاف سے کام نہ لیا اور باطل پر ہی قائم رہے۔

آیت 39 ﴾ فرمایا کہ قارون، فرعون اور ہامان کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور بیشک ان کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام روشن نشانیاں لائے تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور قبول حق سے انکار کیا اور وہ ہم سے نکل کر جانے والے نہ تھے کہ ہمارے عذاب سے بچ جاتے بلکہ ہمارا عذاب ان تک پہنچ کر رہا اور وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ اہم بات: یہاں اللہ تعالیٰ نے قارون کو جو صرف زکوٰۃ کا منکر تھا، فرعون اور ہامان کے ساتھ ذکر فرمایا جو سارے دینی امور یعنی توحید و نبوت وغیرہ کا انکار کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ ضروریات دین میں

وَمَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا

اور وہ ہم سے نکل کر جانے والے نہ تھے ○ تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی وجہ سے (ہی) پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا

اور ان میں کسی کو خوفناک آواز نے پکڑ لیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں کسی کو ڈبو دیا

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾ مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا

اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ جنہوں نے اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ

اور مددگار بنا رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی طرح ہے، جس نے گھر بنایا اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر

ایک چیز کا انکار کرنے والا، ویسا ہی کافر ہے جیسے ساری باتوں کا منکر کافر ہے، لہٰذا قادیانی، مرزائی لوگ جو ختمِ نبوت کے ایک ضروری عقیدے کے منکر ہیں وہ کافر ہیں اور ایسے ہی ہیں جیسے تمام دین کا انکار کرنے والے کافر۔

آیت ۴۰ اس آیت کی ابتدا میں بیان فرمایا گیا کہ سابقہ قوموں میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ کی وجہ سے ہی پکڑا۔ اس کے بعد سابقہ قوموں پر آنے والے مختلف عذابات میں سے چار عذاب بیان کئے گئے: (1) کسی پر اللہ تعالیٰ نے پتھراؤ بھیجا۔ یہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تھی جنہیں چھوٹے چھوٹے پتھروں سے ہلاک کیا گیا اور یہ پتھر تیز ہوا سے ان پر لگتے تھے۔ (2) کسی کو خوفناک آواز نے پکڑ لیا۔ یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود تھی جو ہولناک آواز کے عذاب سے ہلاک کی گئی۔ (3) کسی کو زمین میں دھنسا دیا۔ اس عذاب میں مبتلا ہونے والے قارون اور اس کے ساتھی تھے۔ (4) کسی کو ڈبو دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ اور فرعون اور اس کی قوم کے لوگ اس عذاب کا شکار ہوئے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان لوگوں پر ظلم کرے کیونکہ وہ کسی کو گناہ کے بغیر عذاب میں گرفتار نہیں کرتا، ہاں لوگ خود ہی نافرمانیاں اور کفر و سرکشی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور اسی بنا پر وہ طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیئے گئے۔

آیت ۴۱ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو واحد معبود ماننے کی بجائے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے اور ان کے ساتھ امیدیں وابستہ کی ہوئی ہیں اور درحقیقت ان بتوں کے عاجز اور بے اختیار ہونے کی مثال مکڑی کی طرح ہے جس نے اپنے رہنے کے لئے جالے سے گھر بنایا جو انتہائی کمزور ہے اور یہ گھر نہ اس سے گرمی دور کر سکتا ہے نہ سردی، نہ گرد و غبار اور بارش وغیرہ کسی چیز سے اس کی حفاظت کر سکتا ہے، ایسے ہی یہ بت ہیں کہ اپنے پجاریوں کو کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی دنیا و آخرت میں انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے اور ایسے ہی سب دینوں میں کمزور اور نکما دین بت پرستوں کا دین ہے۔ یہی اچھا ہوتا اگر وہ بت پرست یہ بات جانتے کہ ان کا دین اس قدر نکما ہے۔

لَبَیۡتُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ

مکڑی کا گھر ہوتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر وہ جانتے○ بیشک اللہ جانتا ہے اس چیز کو جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں

وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴۲﴾ وَ تِلۡکَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُہَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا یَعۡقِلُہَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾

اور وہی عزت والا حکمت والا ہے○ اور یہ مثالیں ہیں جنہیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور انہیں علم والے ہی سمجھتے ہیں○

خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۴﴾ ع

اللہ نے آسمان اور زمین حق بنائے، بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانی ہے○

**آیت 42** ﴾ فرمایا کہ بت پرست اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے جس چیز کی پوجا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے کہ وہ کچھ نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ ہی عزت والا حکمت والا ہے، تو کسی عقل مند انسان کے شایانِ شان یہ بات کب ہے کہ وہ عزت اور حکمت والے، قادر اور مختار رب تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر بے علم اور بے اختیار پتھروں کی پوجا کرے۔

**آیت 43** ﴾ کفارِ قریش نے طنز اور مذاق کے طور پر کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ مکھی اور مکڑی کی مثالیں بیان فرماتا ہے۔ اس آیت میں رد کر دیا گیا کہ وہ جاہل ہیں جو مثال بیان کئے جانے کی حکمت کو نہیں جانتے، کیونکہ مثال سے مقصود تفہیم ہوتی ہے اور جیسی چیز ہو اس کی شان ظاہر کرنے کے لئے ویسی ہی مثال بیان کرنا حکمت کے تقاضے کے عین مطابق ہے۔ اور بت پرستوں کے باطل اور کمزور دین کی کمزوری اور بطلان بیان کرنے کے لئے یہ مثال انتہائی نفع مند ہے اور ان مثالوں کی خوبی، نفاست، عمدگی، ان کے نفع اور ان کی حکمت کو وہ لوگ سمجھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقل اور علم عطا فرمایا ہے جیسا کہ یہاں بیان کی گئی مکڑی کی مثال نے مشرک اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے کا حال خوب اچھی طرح ظاہر کر دیا اور فرق واضح فرما دیا۔

**آیت 44** ﴾ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو باطل نہیں بنایا بلکہ حکمت کے تحت بنایا ہے اور بیشک ان دونوں کی تخلیق میں مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت، اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانی ضرور موجود ہے۔ اہم بات: آسمان و زمین کی پیدائش پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت صرف مومن ہی حاصل کرتے ہیں اس لئے یہاں انہیں کا ذکر ہوا کہ اس میں مومنوں کیلئے نشانی ہے ورنہ عمومی طور پر یہ سب کے لئے عبرت ہیں۔

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

اے محبوب! اس کتاب کی تلاوت کرو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو، بیشک نماز بے حیائی اور بری بات سے

وَ الْمُنْكَرِؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَا تُجَادِلُوْۤا

روکتی ہے اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو ○ اور اے مسلمانو! اہلِ کتاب سے

اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﳓ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا

بحث نہ کرو مگر بہترین انداز پر سوائے ان میں سے ظالموں کے اور کہو: ہم اس پر ایمان لائے

بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں ○

**آیت 45** ﴿ ارشاد فرمایا: **اس کتاب کی تلاوت کرو جس کی تمہاری طرف وحی کی گئی ہے۔** آیت کے اس حصے کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے حبیب! آپ کی طرف جو قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، اس کی تلاوت کرتے رہیں کیونکہ اس کی تلاوت عبادت ہے اور اس میں وعظ و نصیحت، احکام، آداب اور اخلاقی اچھائیوں کی تعلیم ہے۔ (2) اے حبیب! اگر آپ مکہ والوں کے کفر پر افسردہ ہیں تو آپ اس کتاب کی تلاوت کریں تاکہ تسلی ہو جائے کہ آپ کی طرح حضرت نوح، حضرت لوط اور دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام نے بھی فرائض نبوت ادا کئے لیکن ان کی قوموں کا رویہ بھی آپ کی قوم جیسا رہا۔ **مزید فرمایا:** اے حبیب! نماز قائم کرتے رہیں اور آپ کی اتباع میں آپ کی امت بھی نماز قائم کرے کیونکہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ مزید فرمایا: **اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔** یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے عظیم شے، بڑی عبادت اور افضل عمل ہے بلکہ تمام عبادتوں میں حکمت خدا کی یاد ہی ہے۔ مزید فرمایا: **اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔** یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ذکر وغیرہ نیک اعمال کو جانتا ہے، اس سے کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے تو وہ تمہیں تمہارے عمل پر بہترین جزا دے گا۔ درس: نماز کی پابندی اور اسے اچھی طرح ادا کرنے سے بندہ برائیوں کو ترک کر دیتا ہے لہٰذا نماز پڑھیں اور ایسے پڑھیں جیسے نماز ادا کرنے کا حق ہے۔

**آیت 46** ﴿ ارشاد فرمایا: **اور اے مسلمانو! اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر بہترین انداز پر۔** یعنی اے مسلمانو! جب تمہاری اہلِ کتاب سے بحث ہو تو بہترین انداز سے بحث کرو یعنی اچھے دلائل کے ساتھ کلام کرو، یونہی بحث کے دوران وہ سختی سے پیش آئیں تو تم نرمی سے پیش آؤ، وہ غصہ کریں تو تم بردباری کا مظاہرہ کرو، البتہ ان میں سے جو ظالم ہیں کہ زیادتی میں حد سے گزر گئے، نصیحت نہ مانی تو ان کے ساتھ سختی اختیار کرو۔ مزید فرمایا: **اور کہو: ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا۔** یعنی جب اہل کتاب تم سے اپنی کتابوں کا کوئی مضمون بیان کریں تو ان سے کہو: ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور ہم صرف اسی کے فرمانبردار ہیں۔ اہم باتیں: (1) عیسائیوں،

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَ مِنْ هٰۤؤُلَآءِ

اور اے حبیب! یونہی ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل فرمائی تو وہ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور یہ دوسروں

مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ

میں سے بھی ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں، اور کافر ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں ○ اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے

كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ

اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے اسے لکھتے تھے۔ (اگر ایسا ہوتا) تو اس وقت باطل والے ضرور شک کرتے ○ بلکہ وہ ان لوگوں کے سینوں میں روشن

یہودیوں اور دیگر کافروں کے ساتھ دینی اُمور میں بحث ومناظرہ کرنا ان علماء کا کام ہے جو باطل نظریات کا دلائل کے ساتھ رد اور اعتراضات کا تسلی بخش جواب دے سکیں۔ جو عالم ایسی صلاحیت نہ رکھتا ہو اسے اور عوام کو دینی اُمور میں بحث مباحثہ کرنا حرام ہے، یہ کوشش ایمان کو سنگین خطرے پر پیش کرنے کے برابر ہے۔ (2) ہمارا ایمان قرآن کے علاوہ دیگر کتابوں پر بھی ہے لیکن عمل صرف قرآن پر ہے نیز دیگر کتابوں پر جو ایمان ہے وہ ان پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں، موجودہ تحریف شدہ کتابوں پر نہیں بلکہ ان پر یوں ہے کہ ان کتابوں میں جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

**آیت 47** ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف اسی طرح قرآن مجید نازل فرمایا جیسے اہلِ کتاب کی طرف تورات وغیرہ کتابیں اتاری تھیں، تو وہ لوگ جنہیں ہم نے تورات عطا فرمائی ان میں سے بھی کچھ لوگ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ ان مکہ والوں میں سے بھی ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ کافر ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں جو کفر میں انتہائی سخت ہیں۔ اہم بات: جحود اس انکار کو کہتے ہیں جو معرفت کے بعد ہو یعنی جان بوجھ کر انکار کرنا، یہودی خوب پہچانتے تھے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور قرآن حق ہے، یہ جانتے ہوئے انہوں نے دشمنی کی وجہ سے انکار کیا۔

**آیت 48** ﴿ فرمایا: اے حبیب! اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے آپ کوئی کتاب لکھتے پڑھتے نہ تھے۔ اگر پہلے سے لکھنا پڑھنا آپ کی عادت ہوتا تو اس وقت اہلِ کتاب ضرور شک کرتے اور کہتے کہ ہماری کتابوں میں آخری زمانے میں تشریف لانے والے نبی کی صفت تو یہ مذکور ہے کہ وہ اُمّی ہوں گے، لکھتے، پڑھتے نہیں ہوں گے جبکہ یہ تو سب کرتے ہیں، اس لئے یہ آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔ اہم بات: موجودہ زمانے کے غیر مسلم بھی بعض اوقات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے گزشتہ کتابوں کو سامنے رکھ کر قرآن لکھا ہے۔ ان کا یہ اعتراض خلافِ حقیقت ہے کیونکہ نزولِ قرآن سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کسی کتاب کا مطالعہ نہ کرنے اور نہ لکھنا اعلانِ نبوت کے وقت سب کو معلوم تھا۔

**آیت 49** ﴿ ارشاد فرمایا: بلکہ وہ روشن نشانیاں ہیں۔ اس آیت میں موجود ضمیر "هُوَ" کا اشارہ قرآن مجید کی طرف ہو تو آیت کے معنی یہ ہیں: قرآن کریم، روشن آیتیں ہیں جو علماء اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ اور اگر ضمیر "هُوَ" کا مرجع سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہوں تو آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ سرورِ عالم، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان روشن نشانیوں والے ہیں جو ان لوگوں کے

الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ

جنہیں علم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں ○ اور کفار نے کہا: اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں

اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَ لَمْ یَكْفِهِمْ

نشانیاں کیوں نہیں اتریں؟ تم فرماؤ: نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں ○ اور کیا انہیں یہ بات کافی نہیں

اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع

کہ ہم نے تم پر کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے ○

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ شَهِیْدًا ۚ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِیْنَ

تم فرماؤ: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور باطل پر

سینوں میں محفوظ ہیں جنہیں اہل کتاب میں سے علم دیا گیا کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت وصفت پاتے ہیں مزید فرمایا: **اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ظالم لوگ کرتے ہیں۔** جیسا کہ یہودی جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سچے اور آخری رسول ہونے کو پہچان لینے کے بعد بھی آپ سے عناد کی وجہ سے آپ کے منکر ہوتے ہیں۔ اہم بات: علماء اور حفاظ کا بڑا ہی درجہ ہے کہ ان کے سینے قرآن کریم کے گنجینے ہیں۔ جس کاغذ پر قرآن مجید لکھا جائے وہ عظمت والا ہے تو جس سینے میں قرآنِ پاک ہو وہ بھی عظمت والا ہے۔

آیت 50 ﴿ یہاں سے کفار مکہ کا ایک اعتراض ذکر کیا جا رہا ہے، چنانچہ کفار مکہ نے کہا کہ اس نبی پر ان کے رب عزوجل کی طرف سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستر خوان کی طرح نشانیاں کیوں نہیں اتریں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان کافروں سے ارشاد فرما دیں: **نشانیاں تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں** اور وہ حکمت کے مطابق جو نشانی چاہتا ہے نازل فرماتا ہے اور میری ذمہ داری یہ ہے کہ میں نافرمانی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا صاف ڈر سناؤں اور میں اسی کا پابند ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات بے شمار ہیں، یہاں کفار کا اعتراض ان کی اپنی مطلوبہ نشانیوں کے بارے میں ہے جیسے پہاڑوں کو سونا بنا دینا وغیرہ کہ یہ مطالبہ پورا نہ کیا گیا کیونکہ اس مطالبے کے پورا ہونے کے بعد بھی اگر وہ انکار کرتے تو سب ہلاک ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ نے مطلوبہ معجزہ ظاہر نہ کر کے انہیں مہلت دی۔

آیت 51 ﴿ ارشاد فرمایا: **اور کیا انہیں یہ بات کافی نہیں۔** اس آیت میں کفار مکہ کے اعتراض کا جواب دیا گیا اور آیت کا معنی یہ ہے کہ قرآن کریم معجزہ ہے، گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات سے زیادہ کامل اور حق کے طلبگار کو تمام نشانیوں سے بے نیاز کرنے والا ہے کیونکہ جب تک زمانہ ہے قرآن کریم باقی رہے گا اور دوسرے معجزات کی طرح ختم نہ ہو گا۔ اس پر ایمان نہ لانا انتہائی بد نصیبی ہے۔ مزید فرمایا: بیشک اس قرآن میں ایمان والوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے نہ کہ عناد کی وجہ سے انکار کرنے والوں کے لیے۔

آیت 52 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ کی نبوت کا انکار کرنے والے لوگ قرآن پاک کے نازل ہونے کے بعد بھی آپ کی رسالت

اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ

ایمان لانے والے اور اللہ کے منکر ہی نقصان اٹھانے والے ہیں○ اور تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں

وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَ لَیَاْتِیَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور اگر ایک مقررہ مدت نہ ہوتی تو ضرور ان پر عذاب آجاتا اور ضرور ان پر اچانک عذاب آئے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی

یَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۴﴾ یَوْمَ یَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ

تم سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور بیشک جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے○ جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے

وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ یَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ

اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا: اپنے اعمال کا مزہ چکھو○ اے میرے مومن بندو! بیشک

کو تسلیم نہ کریں تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان میری رسالت کے سچے ہونے اور تمہارے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور جس کا علم جتنا کامل ہو اس کی گواہی بھی اتنی ہی کامل ہوتی ہے اور یقینا کامل ترین علم اللہ تعالیٰ کا ہے تو گواہی بھی اسی کی کامل ترین ہے اور یاد رکھو کہ باطل پر ایمان لانے والے اور اللہ تعالیٰ کے منکر ہی نقصان پانے والے ہیں۔

آیت 53 ❁ شانِ نزول: یہ آیت نضر بن حارث نامی کافر کے بارے میں نازل ہوئی جس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کروادو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! یہ کافر آپ سے جلد عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر عذاب نازل ہونے کی خدائی طے کردہ مدت نہ ہوتی تو ان کے مطالبہ کرتے ہی ضرور ان پر عذاب آجاتا لیکن چونکہ ایک مدت مقرر ہے تو اس کے مکمل ہونے پر ضرور ان پر اچانک عذاب آجائے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

آیت 55،54 ❁ فرمایا: اے حبیب! یہ کفار آپ سے جلد عذاب نازل ہونے کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ جہنم کافروں کو اس دن گھیرے ہوئے ہوگی جس دن عذاب کافروں کو ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے یعنی ہر طرف سے ڈھانپ لے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اے کافرو! اب تم دنیا میں اپنے کئے ہوئے اعمال کی سزا کا مزہ چکھو۔

آیت 56 ❁ شانِ نزول: یہ آیت مکہ مکرمہ میں موجود ان کمزور مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی جنہیں وہاں رہ کر اپنے اسلام کو ظاہر کرنے میں دشواریاں تھیں اور وہ انتہائی تنگی میں تھے، انہیں حکم دیا گیا کہ میری بندگی ضروری ہے، یہاں رہ کر نہیں کر سکتے تو مدینہ شریف کی طرف ہجرت کر جاؤ، وہ وسیع ہے اور وہاں امن ہے۔ اہم بات: جب مومن کو کسی سرزمین میں اپنے دین پر قائم رہنا اور عبادت کرنا دشوار ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر جائے جہاں اپنے دین کی حفاظت اور دین پر عمل کرے۔

أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٥٧﴾

میری زمین وسیع ہے تو میری ہی بندگی کرو۔ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر ہماری ہی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا

اور بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ضرور ہم انہیں جنت کے بالاخانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٥٨﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٥٩﴾

ہوں گی ہمیشہ ان میں رہیں گے، عمل کرنے والوں کیلئے کیا ہی اچھا اجر ہے۔ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

وَكَأَيِّن مِّن دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٠﴾

اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں جو اپنی روزی ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے (بلکہ) اللہ (ہی) انہیں اور تمہیں روزی دیتا ہے اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے اور سورج اور چاند کو کس نے کام میں لگایا تو ضرور کہیں گے: "اللہ نے"

آیت 57 ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور اس دارِ فانی کو چھوڑنا ہی ہے، پھر مرنے کے بعد ثواب، عذاب اور اعمال کی جزا کے لئے ہماری ہی طرف تم لوگ پھیرے جاؤ گے۔

آیت 58 ﴾ ارشاد فرمایا کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے جن میں یہ ہجرت کرنا بھی داخل ہے تو ضرور ہم انہیں جنت کے بالاخانوں پر جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور اچھے عمل کرنے والوں کیلئے یہ کیا ہی اچھا اجر ہے۔

آیت 59 ﴾ فرمایا کہ اچھے عمل کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے آزمائشوں پر صبر کیا، مشرکین کی ایذائیں برداشت کیں اور ہجرت کرکے اپنا وطن بھی چھوڑا مگر دینِ اسلام کو نہ چھوڑا اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔

آیت 60 ﴾ شانِ نزول: مکہ مکرمہ میں ایمان والوں کو مشرکین ایذائیں دیتے رہتے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا فرمایا تو ان میں سے بعض نے عرض کی: ہم مدینہ شریف کیسے چلے جائیں، نہ وہاں ہمارا گھر ہے نہ مال، وہاں ہمیں کون کھلائے اور پلائے گا؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ بہت سے جاندار ایسے ہیں جو اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ اگلے دن کے لئے کوئی ذخیرہ جمع کرتے ہیں جیسا کہ چوپائے اور پرندے، اللہ تعالیٰ ہی انہیں اور تمہیں روزی دیتا ہے تو جب تم بھی ہجرت کرو گے تو وہی تمہیں روزی دے گا تو پھر یہ کیوں پوچھ رہے ہو کہ ہمیں کون کھلائے اور پلائے گا؟ اور وہی تمہارے اقوال سننے والا اور تمہارے دلوں کی بات کو جاننے والا ہے۔ درس: حکم خدا پر عمل کرنے میں اپنے رزق کی فکر نہیں کرنی چاہئے بلکہ ساری مخلوق کو رزق دینے والے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ وہ اپنے نافرمان کو بھی رزق سے محروم نہیں کرتا تو فرمانبردار پر اپنے رزق کے دروازے کیوں بند کرے گا؟

آیت 61 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ ان کفارِ مکہ سے پوچھیں کہ تمام آسمان اور زمینیں کس نے بنائیں؟ اور سورج اور چاند کو کس

فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ

تو کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں؟○ اللہ اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کیلئے چاہے،

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ

بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے○ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے پانی اُتارا پھر اس کے ذریعے زمین

الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع ١٢

مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا؟ ضرور کہیں گے: اللہ نے۔ تم فرماؤ: سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، بلکہ ان میں اکثر نہیں سمجھتے○

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ (وقف لازم)

اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے۔ کیا ہی اچھا تھا

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ

اگر وہ (یہ) جانتے○ پھر جب لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں اس حال میں کہ اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہیں

نے کام میں لگایا تو وہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ تو اس اقرار کے باوجود یہ لوگ کہاں الٹے پھرے جاتے اور خدا کی وحدانیت سے مُنحرف ہیں؟

آیت 62 ❁ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں خواہ وہ مومن ہوں یا کافر، جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع اور تنگ کر دیتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے، اسے معلوم ہے کہ کسے امیر یا غریب بناتا ہے؟ اور کب اور کیوں بناتا ہے؟

آیت 63 ❁ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ عرب کے مشرکوں سے یہ پوچھیں کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ذریعے خشک زمین سے کھیتی، نباتات، اور درخت اُگا کر اسے سرسبز کیا؟ وہ ضرور اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی نازل فرما کر زمین کو سرسبز کیا۔ اے حبیب! آپ کہہ دیں کہ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے حق کو ایسا بنایا کہ باطل پرست اسکا انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے لیکن ان کافروں میں اکثر بے عقل ہیں کہ اقرار کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے منکر ہیں۔

آیت 64 ❁ ارشاد فرمایا کہ یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے، جیسے بچے گھڑی بھر کھیل میں دل لگاتے ہیں، پھر اس سب کو چھوڑ کر چل دیتے ہیں یہی حال دنیا کا ہے کہ موت کے ساتھ انتہائی تیزی کے ساتھ زائل ہونے والی ہے، تو دنیا کی زندگی فانی ہے جبکہ آخرت کا گھر ہی یقیناً سچی دائمی زندگی ہے جس میں موت نہیں اور زندگانی کہلانے کے لائق بھی وہی ہے۔ اگر مشرک دنیا و آخرت میں فرق کی حقیقت جانتے، تو فانی دنیا کو آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی پر ترجیح نہ دیتے۔

آیت 65،66 ❁ زمانۂ جاہلیت کے لوگ بحری سفر کرتے وقت بتوں کو ساتھ لے جاتے تھے، دوران سفر جب ہوا مخالف چلتی اور کشتی

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَ لِيَتَمَتَّعُوْا ۚ

پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا کر لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں○ تاکہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کریں اور تاکہ وہ فائدہ اٹھالیں

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ

تو عنقریب جان لیں گے○ اور کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے حرمت والی زمین، امن و امان والی بنائی اور ان کے آس پاس والے لوگ

حَوْلِهِمْ ۚ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

اچک لیے جاتے ہیں۔ تو کیا وہ باطل پر یقین کرتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں○ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۚ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے؟ کیا کافروں کیلئے جہنم میں ٹھکانہ نہیں؟○

ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تو وہ لوگ بتوں کو دریا میں پھینک دیتے اور یا رب! یا رب! پکارنے لگتے لیکن امن پانے کے بعد پھر اسی شرک کی طرف لوٹ جاتے۔ ان کی اس حماقت کے متعلق فرمایا کہ جب کافر لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور مخالف ہوا کی وجہ سے ڈوبنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اس وقت بتوں کو چھوڑ کر خدا کو پکارتے ہیں، کیونکہ جانتے ہیں کہ اس مصیبت سے صرف اللہ تعالیٰ ہی نجات دے گا، پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں ڈوبنے سے بچا کر خشکی کی طرف لاتا ہے تو دوبارہ شرک کرنے لگ جاتے ہیں تاکہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں اور زندگی کے مزے اٹھالیں تو عنقریب وہ اپنے کردار کا نتیجہ جان لیں گے۔

آیت 67 ﴿ ارشاد فرمایا کہ کیا مکہ والوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے ان کے شہر مکہ مکرمہ کی زمین امن و امان والی بنائی کہ وہ اس میں بے خوف و خطر رہتے ہیں جبکہ اُن کے آس پاس کے لوگ قتل اور گرفتار کئے جاتے ہیں۔ اس امن کی نعمت پر تو انہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ باطل یعنی بتوں پر ایمان رکھتے اور اللہ کی نعمت یعنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کا انکار کرتے ہیں۔

آیت 68 ﴿ ارشاد فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور اس کے لئے شریک ٹھہرائے یا جب اس کے پاس حق آئے تو وہ اس کو جھٹلا دے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور قرآن کو نہ مانے؟ بیشک ایسے ظالموں اور حق کے منکروں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ اہم بات: (1) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے تین صورتیں یہ ہیں: (۱) کافر کا بت پرستی کر کے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کا حکم دیا ہے۔ (۲) نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا اور کہنا کہ مجھے خدا نے نبی بنایا ہے جیسا مرزا قادیانی نے کیا۔ (۳) غلط مسئلہ بیان کر کے کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وغیرہ وغیرہ سب اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔

غ وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۠ (۶۹)

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 69 ﴿ ارشاد فرمایا: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی۔ آیت کے اس حصے کے معنی بہت وسیع ہیں، یہاں چار معنی ذکر ہوں: (1) جنہوں نے ہماری اطاعت کرنے میں کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنے ثواب کے راستے دکھادیں گے۔ (2) جو لوگ توبہ کرنے میں کوشش کریں گے ہم ضرور انہیں اخلاص کے راستے دکھادیں گے۔ (3) جو لوگ علم حاصل کرنے میں کوشش کریں گے ہم ضرور انہیں عمل کی راہیں دکھادیں گے۔ (4) جو سنت کو قائم کرنے میں کوشش کریں گے ہم انہیں جنت کے راستے دکھائیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ شریعت، طریقت کی جامع ہے۔ جو توبہ میں کوشش کریں گے انہیں اخلاص کی، جو طلب علم میں کوشاں ہوں گے انہیں عمل کی، جو اتباع سنت میں کوشش کریں گے انہیں جنت کی راہ دکھادیں گے۔ حق تعالیٰ تک پہنچنے کے اتنے راستے ہیں جتنے تمام مخلوق کے سانس ہیں۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے کہ دنیا میں ان کی مدد و نصرت فرماتا ہے اور آخرت میں انہیں مغفرت اور ثواب سے سرفراز فرمائے گا۔

سورۂ روم کا تعارف ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 6 رکوع اور 60 آیتیں ہیں۔ روم عیسائیوں کی مملکت کا نام ہے، اور اس سورت کی ابتدائی آیات میں یہ غیبی خبر دی گئی ہے کہ ابھی تو رومی مغلوب ہوگئے ہیں لیکن عنقریب چند سالوں میں وہ مجوسیوں پر غالب آجائیں گے، اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ روم" رکھا گیا۔ مضامین: اس سورت کی ابتدا ایک غیبی خبر سے کی گئی ہے کہ رومی ایرانیوں سے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے ایرانیوں پر غالب آجائیں گے۔ قرآن پاک کی دی ہوئی یہ خبر پوری ہوئی اور یہ غیبی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر زبردست دلیل ہے۔ مزید اس سورت میں کفار کے عقائد کی حد بیان کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و قدرت پر دلائل دیئے گئے۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، قیامت قائم ہونے، نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کی جزا اور آخرت کا انکار کرنے والے کفار کی سزا کا بیان کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان کی گئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو دین اسلام پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی گئی۔ یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور جو اس دین سے ہٹے گا وہ فطرت سے ہٹ جائے گا۔ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں پر صدقہ کرنے اور سود سے بچنے اور حلال طریقوں سے مال میں اضافہ کرنے اور زکوۃ کے ذریعے اپنے مالوں کو پاک کرنے کا حکم دیا گیا۔ کفار کے ایمان لانے سے اعراض کرنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی۔

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ

الٓمّٓ ۝ رومی مغلوب ہوگئے ۝ قریب کی زمین میں اور وہ اپنی شکست کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے ۝ چند

بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ یَوْمَىٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ

سالوں میں۔ پہلے اور بعد حکم اللہ ہی کا ہے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں گے ۝ اللہ کی مدد سے۔

آیت 1 ﴾ یہ حروفِ مقطعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 ﴾ شانِ نزول: ایران اور روم کے درمیان جنگ جاری تھی اور چونکہ ایران کے رہنے والے مجوسی تھے، اس لئے عرب کے مشرکین ان کا غلبہ پسند کرتے تھے جبکہ رومی اہلِ کتاب تھے، اس لئے مسلمانوں کو ان کا غلبہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایران کے بادشاہ نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے اپنا لشکر بھیجا تو روم کے بادشاہ نے بھی اس کے مقابلے کے لئے لشکر بھیج دیا۔ شام کی سرزمین کے قریب جب ان لشکروں کا آپس میں مقابلہ ہوا تو ایرانی لشکر رومی فوجیوں پر غالب آگیا اور انہیں شکست دے دی۔ مسلمانوں نے جب یہ خبر سنی تو انہیں بہت گراں گزری جبکہ کفارِ مکہ اس سے خوش ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہلِ کتاب ہو اور عیسائی بھی اہلِ کتاب ہیں اور ہم بھی اُمّی ہیں اور فارس والے بھی اُمّی ہیں، ہمارے بھائی یعنی فارس والے تمہارے بھائیوں یعنی رومیوں پر غالب آگئے ہیں اور جب ہماری تمہاری جنگ ہوئی تو ہم بھی تم پر غالب آجائیں گے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں خبر دی گئی کہ چند سال میں پھر رومی فارس والوں پر غالب آجائیں گے اور یہ غیبی خبر سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت صحیح ہونے اور قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کی روشن دلیل ہے۔ اہم بات: جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو انہیں سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفارِ مکہ میں جا کر اعلان کر دیا کہ اے مکہ والو! تم اس وقت کی جنگ کے نتیجے سے خوش مت ہو، ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رومیوں کے غلبے کی خبر دے دی ہے، خدا کی قسم! رومی ضرور فارس والوں پر غلبہ پائیں گے۔ سات سال کے بعد اس خبر کی سچائی ظاہر ہوئی رومی فارس والوں پر غالب آگئے۔

آیت 3-5 ﴾ ان تین آیات میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں: (1) شام کی اس سرزمین میں رومی مغلوب ہوگئے جو فارس سے قریب تر ہے اور رومی اپنی شکست کے بعد عنقریب چند سالوں میں ایرانیوں پر غالب آجائیں گے جن کی حد 9 سال ہے۔ مشہور روایت کے مطابق رومیوں کے مغلوب ہونے کے سات سال بعد ہی رومی ایرانیوں پر غالب آگئے تھے۔ (2) اللہ ہی کا حکم ہے۔ یعنی رومیوں کے غلبے سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چل رہا ہے۔ مراد یہ ہے کہ پہلے فارس والوں کا غلبہ ہونا اور دوبارہ رومیوں کا غالب ہو جانا یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی قضا و قدر سے ہے کیونکہ مغلوب کمزور ہوتا ہے اور کمزوری کے بعد دوبارہ غالب آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا غلبہ اس کی صرف اپنی طاقت کے بل بوتے پر نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ پہلی بار ہی مغلوب نہ ہوتا۔ (3) جب رومی ایرانیوں پر غالب آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے غلبے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ پورا ہوگا تو اس دن ایمان والے اللہ تعالیٰ کی مدد سے خوش ہوں گے کہ اس نے کتابیوں کو غیر کتابیوں پر غلبہ دیا۔

يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ

وہ جس کی چاہے مدد کرتا ہے اور وہی غالب، مہربان ہے ○ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ

لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ○ آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی کو جانتے ہیں اور وہ آخرت

هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ

بالکل غافل ہیں ○ کیا انہوں نے اپنے دلوں میں غور وفکر نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان

اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا

سب کو حق اور ایک مقررہ مدت کے ساتھ پیدا کیا اور بیشک بہت سے لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہیں ○ اور کیا انہوں نے

فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے

آیت 6 ﴿ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رومیوں کے فارس والوں پر غالب آنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ عزوجل کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، اس کا کلام سچا ہے اور اس کا جھوٹ بولنا قطعی طور پر محال ہے، لیکن اکثر کفار خدائی صداقت سے بے علم ہیں۔

آیت 7 ﴿ اس آیت میں کفار کے علم کی حد بیان کی گئی کہ وہ لوگ بس اپنے معاشی معاملات کے بارے جانتے ہیں کہ کام کیسے کیے جائیں، کس طرح تجارت کی جائے اور کس وقت باغبانی اور کاشتکاری اور کٹائی کی جائے، جبکہ وہ اپنی آخرت سے بالکل غافل ہیں اور نہ ہی اس میں کوئی غور وفکر کرتے ہیں۔ درس: اس آیت میں کفار کی جو علمی اور عملی حالت بیان کی گئی اسے سامنے رکھتے ہوئے غور کیا جائے تو فی زمانہ عمومی طور پر عام مسلمانوں کی علمی اور عملی حالت بھی ایسی ہی نظر آتی ہے کہ یہ مال کمانے کے نت نئے طریقے اور ذرائع تو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور اس میں جائز ناجائز کی بھی پرواہ نہیں کرتے جبکہ اپنی آخرت کے معاملے میں انتہائی غفلت کا شکار نظر آتے ہیں۔

آیت 8 ﴿ ارشاد فرمایا کہ کفار مکہ کی نظر صرف دُنیوی زندگی کی زیب وزینت پر ہے اور وہ اپنے دلوں میں غور وفکر نہیں کرتے، اگر ایسا کرتے تو جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان، زمین اور جو مخلوقات ان کے درمیان ہے، ان سب کو بیکار نہیں بنایا بلکہ ان میں بہت سی حکمتیں رکھی ہیں تاکہ لوگ ان میں غور وفکر کر کے انہیں بنانے والے کے وجود اور اس کی وحدانیت پر استدلال کریں اور اس کی قدرت اور صفات کو پہچانیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے فنا ہونے کے لیے ایک مدت یعنی روزِ قیامت مُعین کر دی ہے۔ بیشک بہت سے لوگ آخرت سے غافل ہونے اور آخرت کی معرفت دلانے والی چیزوں میں غور وفکر نہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال کے حساب اور جزا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر ہیں۔

آیت 9 ﴿ فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کو جھٹلانے والے اور آخرت سے غافل کفار نے زمین میں سفر نہیں کیا تاکہ وہ دیکھ لیتے کہ ان سے

اَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ؕ

انہوں نے زمین میں ہل چلائے اور انہوں نے زمین کو اس سے زیادہ آباد کیا جتنا انہوں نے آباد کیا ہے اور ان کے رسول ان کے پاس روشن نشانیاں لائے

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ؕ﴿۹﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ

تو اللہ کی یہ شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ پھر برائی کرنے والوں کا انجام

الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع اَللّٰهُ یَبْدَؤُا

سب سے برا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے ○ اللہ پہلے بناتا ہے

الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾

پھر وہ دوبارہ بنائے گا پھر اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے ○ اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم مایوس ہو جائیں گے ○

پہلے رسولوں کو جھٹلانے والے لوگوں کا انجام کیا ہوا رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا اور اب ان کے اجڑے ہوئے دیار اوران کی ہلاکت و بربادی کے آثار عبرت کا سامان ہیں۔ ان قوموں کا حال یہ تھا کہ وہ لوگ اہلِ مکہ سے زیادہ طاقتور تھے اور انہوں نے زمین میں ہل چلائے اور زمین کو اس سے زیادہ آباد کیا جتنا ان اہلِ مکہ نے آباد کیا ہے، لیکن جب ان کے رسول ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے تو وہ ان پر ایمان نہ لائے، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ انہیں جرم کے بغیر ہلاک کر کے ان پر ظلم کرتا، ہاں رسولوں کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق بنا کر وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

آیت 10 ﴾ آیت کے دو معنی ہیں: (1) گناہوں کا ارتکاب کرتے رہنے والوں کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، حتّٰی کہ برے اعمال کی وجہ سے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے لگے اور ان آیتوں کا مذاق اڑانے لگ گئے۔ (2) وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال کئے (یعنی کفر کیا تو) ان کا انجام سب سے برا ہوا کہ دنیا میں انہیں (عذاب نازل کر کے) ہلاک کیا گیا اور آخرت میں ان کے لئے جہنم ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر نازل ہونے والی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ (روح البیان) اس آیت کی پہلی تفسیر سے یہ بھی اشارتاً معلوم ہوتا ہے کہ برے اعمال پر اصرار کی وجہ سے ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور انسان بدعقیدگی اور کفر میں جا پڑتا ہے۔

آیت 11 ﴾ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک اور مددگار نہیں، بلکہ اس نے اکیلے ہی اپنی قدرتِ کاملہ سے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، پھر وہ اسے فنا کرنے کے بعد (قیامت کے دن) دوبارہ نئے سرے سے اسی طرح درست بنائے گا جیسے پہلی بار بنایا تھا، پھر دوبارہ بننے کے بعد تمام مخلوق اسی کی طرف لوٹائی جائے گی اور سب کو جمع کیا جائے گا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ برائی کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے گا۔

آیت 12 ﴾ جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرموں کو کسی نفع اور بھلائی کی امید باقی نہ رہے گی اور وہ خاموش رہ جائیں گے کیونکہ ان کے

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآىِٕهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَ كَانُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ

اور ان کے شریک ان کے سفارشی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے○ اور جس دن قیامت

السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ

قائم ہو گی اس دن لوگ الگ ہو جائیں گے○ تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو وہ (جنت کے) باغ میں

يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓىِٕكَ فِي الْعَذَابِ

خوش رکھے جائیں گے○ اور جو کافر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے ملنے کو جھٹلایا تو وہ عذاب میں

مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ

حاضر کئے جائیں گے○ تو اللہ کی پاکی بیان کرو جب شام کرو اور جب صبح کرو○ اور اسی کیلئے تعریف ہے آسمانوں

پاس پیش کرنے کے قابل کوئی حجت نہ ہوگی۔ اہم بات: یہاں آیت میں مجرموں سے مراد مشرکین ہیں۔

آیت 13 ﴾ مشرکین جن بتوں کو پوجتے تھے وہ قیامت کے دن ان کی سفارش کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچائیں گے اور مشرکین اپنے معبودوں سے مایوس ہو کر ان کا انکار کر دیں گے اور ان سے براءت کا اظہار کریں گے۔

آیت 14 ﴾ ارشاد فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مسلمان اور کافر الگ الگ ہو جائیں گے کہ آئندہ پھر کبھی جمع نہ ہوں گے اس طرح کہ حساب کے بعد اہلِ جنت کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور کفار کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

آیت 15 ﴾ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو جنت کے باغات میں ان کا اکرام کیا جائے گا جس سے وہ خوش ہوں گے۔ یہ خاطر داری جنتی نعمتوں کے ساتھ ہوگی اور یونہی انہیں طرب انگیز یعنی شادمانی کے نغمات سنائے جائیں گے جو رب تبارک وتعالیٰ کی تسبیح پر مشتمل ہوں گے۔ اہم بات: جو لوگ دنیا میں گانے باجے سننے سے بچنے والے اور لہو ولعب اور آلاتِ موسیقی سے دور رہنے والے ہوں گے تو ان خوش نصیب حضرات کو جنت میں شادمانی کے نغمات سنائے جائیں گے۔

آیت 16 ﴾ فرمایا کہ جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب و جزا کا انکار کیا تو وہ عذاب میں داخل کئے جائیں گے اور اس میں نہ تخفیف ہوگی اور نہ وہ اس سے کبھی نکلیں گے۔

آیت 17 ﴾ ارشاد فرمایا: تو اللہ کی پاکی بیان کرو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اے عقل مندو! جب تم نے نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو ملنے والا ثواب اور نعمتیں یونہی جھٹلانے والے کفار کو ہونے والے عذاب کے بارے میں جان لیا تو تم صبح شام تسبیح بیان کرو۔ یہاں تسبیح کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ نماز مراد ہے اور ”جب شام کرو اور جب صبح کرو“ میں تین نمازوں کا بیان ہوا، شام میں مغرب اور عشاء کی نمازیں آگئیں جبکہ صبح میں نمازِ فجر آگئی۔

آیت 18 ﴾ ارشاد فرمایا: آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے تعریف ہے اور ان میں رہنے والے اسی کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: اور جب دن کا کچھ حصہ باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو۔ آیت کے اس حصے کا ایک معنی یہ ہے کہ جب کچھ دن باقی ہو اور جب

وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

اور زمین میں اور اس وقت جب دن کا کچھ حصہ باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو۔ وہ زندہ کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو زندہ سے نکالتا ہے

مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ

اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے اور یوں ہی تم نکالے جاؤ گے۔ اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہیں

ع ۹ ۵

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

مٹی سے پیدا کیا پھر جبھی تم انسان ہو جو دنیا میں پھیلے ہوئے ہو۔ اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے

دوپہر کرو تو اس وقت تسبیح کرو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب کچھ دن باقی ہو اور جب تم دوپہر کرو تو اس وقت نماز ادا کرو۔ اس میں نمازِ عصر اور نمازِ ظہر کا بیان ہوا۔ اہم بات: نماز کے لئے یہ پانچ اوقات اس لئے مقرر فرمائے گئے تاکہ دن رات کے مختلف اوقات میں نماز میں مشغول رہنا دائمی عبادت کے حکم میں ہو جائے۔

آیت 19 ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ کو بے جان سے جیسے پرندے کو انڈے سے، انسان کو نطفے سے اور مومن کو کافر سے نکالتا ہے اور بے جان کو زندہ سے جیسے کہ انڈے کو پرندے سے، نطفے کو انسان سے اور کافر کو مومن سے نکالتا ہے اور زمین کو خشک ہو جانے کے بعد بارش برسا کر اور اس سے سبزہ اُگا کر زندہ کرتا ہے اور ان چیزوں کو نکالنے کی طرح تم بھی قیامت کے دن قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے حساب کے لئے نکالے جاؤ گے۔

آیت 20 ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جیتا جاگتا انسان بنایا۔ مٹی ایک بے جان چیز ہے جس میں حیات اور حرکت کا کوئی اثر نہیں ہے، لیکن خدا نے اسی سے تمہیں بنا کر تمہارے اندر شعور اور عقل پیدا کی، خیالات، احساسات اور جذبات پیدا کئے، گفتگو کرنے اور چیزوں میں تصرّف کرنے کی قدرت دی اور تم لوگ اپنی اور اپنی صفات کی پیدائش کے بعد مختلف اغراض و مقاصد کی وجہ سے دنیا میں پھیلے ہوئے ہو۔ اگر تم ان چیزوں میں غور کرو گے تو تم پر ظاہر ہو جائے گا کہ جس نے انسان کو پیدا کیا وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ کامل قدرت رکھتا ہے اور یقیناً وہ انسانوں کی موت کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ اہم بات: آیت میں جو یہ فرمایا گیا "اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا" اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اصل حضرت آدم علیہ السّلام کو مٹی سے پیدا کیا اور جب انہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے تو گویا کہ دیگر انسانوں کو بھی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

آیت 21 ﴾ ارشاد فرمایا کہ قدرتِ الٰہی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے عورتیں بنائیں جو تمہاری بیویاں بنتی ہیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اگر اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد میں صرف مرد پیدا فرماتا اور عورتوں کو ان کے علاوہ کسی دوسری جنس جیسے جنّات یا حیوانات سے پیدا فرماتا تو مردوں کو عورتوں سے سکون حاصل نہ ہوتا بلکہ ان میں نفرت پیدا ہوتی کیونکہ دو مختلف جنسوں کے افراد میں ایک دوسرے کی طرف میلان نہیں ہوتا پھر انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی یہ کمال رحمت ہے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان محبت اور رحمت رکھی کہ پہلے کسی معرفت اور کسی قرابت کے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ

أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوٓا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَٰتٍ

جوڑے بنائے تاکہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اس میں غور و فکر

لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ

کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں○ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اس کی نشانیوں

محبت اور ہمدردی ہو جاتی ہے۔ بیشک ان چیزوں میں غور و فکر کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں، اگر وہ ان میں غور کریں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس نے دنیا کے نظام کو اس احسن انداز میں قائم کیا ہے صرف وہی عبادت کا مستحق اور کامل قدرت والا ہے۔ (1) اسلامی معاشرے میں خاندانی نظام قائم کرنے اور برقرار رکھنے کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور اس نظام کی عمارت چونکہ شوہر اور بیوی کے رشتے کی بنیاد پر ہی کھڑی ہو سکتی ہے، اس لئے اسلامی معاشرے میں اس بنیاد کو مضبوط تر بنانے کے لیے عورت اور مرد کے ازدواجی رشتے میں ذہنی اور قلبی سکون اور باہمی ذمہ داریوں کی تقسیم کو اصل بنیاد بنایا اور ازدواجی تعلقات قائم کرنے کو ذہنی سکون حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہونے کی حیثیت دی ہے اور جب شوہر کو اپنی بیوی سے ذہنی سکون ملے گا تو ان کی باہمی زندگی پرسکون ہوگی اور جب میاں بیوی ایک دوسرے کیلئے اطمینان و سکون کا ذریعہ ہوں گے تو ان سے بننے والا خاندان بھی خوشیوں بھرا ہوگا اور جب ہر خاندان اس دولت سے مالا مال ہوگا تو معاشرہ خود ہی امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے عورت کو شوہر کے سکون اور آرام کے لئے پیدا فرمایا ہے اور عورت سے سکون حاصل کرنے کا ایک ذریعہ شرعی نکاح کے بعد ازدواجی تعلق قائم کرنا ہے، لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ اگر کوئی شرعی یا طبعی عذر نہ ہو تو اپنے شوہر کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے منع نہ کریں اور شوہروں کو بھی چاہئے کہ اپنی بیویوں کے شرعی یا طبعی عذر کا لحاظ رکھیں۔

**آیت 22** آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف قدرتِ الٰہی کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم آسمان کی طرف دیکھو کہ وہ انتہائی وسیع اور بلند ہے، اس میں رات کے وقت ستارے روشن ہوتے اور یہ آسمان کی زینت ہیں، اسی طرح زمین کی طرف دیکھو کہ کتنی طویل و عریض ہے، پانی کی طرح نرم نہیں بلکہ سخت ہے، اس پر پُرہیبت پہاڑ نصب ہیں، اس میں وسیع و عریض میدان، گھنے جنگلات اور ریت کے ٹیلے ہیں، دریا اور سمندر جاری ہیں، لہلہاتے ہوئے زرخیز کھیت، پھلوں سے لدے اور پھولوں کے مہکتے ہوئے باغات ہیں۔ یونہی تم اپنی زبانوں کے اختلاف پر غور کرو کہ کوئی عربی بولتا ہے، کوئی فارسی اور ان کے علاوہ دوسری زبان بولتا ہے۔ ایسے ہی تم اپنے رنگوں پر غور کرو کہ کوئی گورا ہے، کوئی کالا، کوئی گندمی حالانکہ تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ اسی طرح تم اپنی جسمانی ساخت پر غور کرو کہ ہر انسان کی دو آنکھیں، دو ابرو، ایک ناک، ایک پیشانی، ایک منہ، دو گالیں ہیں اور انسانوں کی تعداد اربوں میں ہونے کے باوجود کسی کا رنگ، چہرہ اور نقش دوسرے سے پورا پورا نہیں ملتا بلکہ ہر ایک دوسرے سے جدا ہی نظر آتا ہے اور اگر ہر ایک کی شکل اور آواز ایک جیسی ہوتی تو ایک دوسرے کی پہچان مشکل ہو جاتی اور بہت سی مصلحتیں ختم ہو کر رہ جاتیں، دوست اور دشمن میں، قریبی اور دور والے میں امتیاز نہ ہو پاتا۔ اب تم یہ بتاؤ کہ کیا یہ سب چیزیں خود بخود وجود میں آگئیں ہیں یا یہ محض اتفاق ہے یا چند خداؤں نے مل کر یہ کارنامہ سر انجام دیا ہے، اگر ایسا ہے تو پھر آسمان و زمین میں ہر روز

وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ

ہے، بے شک اس میں علم والوں کے لئے نشانیاں ہیں○ اور رات اور دن میں تمہارا سونا اور

ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ

فضل تلاش کرنا اس کی نشانیوں میں سے ہے، بے شک اس میں سننے والوں کے لئے نشانیاں ہیں○ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں

الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

نے اور (بارش کی) امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی اتارتا ہے تو اس کے ذریعے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔

یہ کس قدر نظم اور تسلسل کیوں قائم ہے اور اس میں کبھی اختلاف کیوں نہیں ہوا، ان زبانوں، رنگوں اور شکلوں کا خالق کون ہے؟ اگر تم عدل و انصاف کی نظر سے دیکھو گے تو جان لوگے کہ یہ سب صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کے شاہکار ہیں۔ اہم بات: یہ کائنات نہ تو کسی سبب و علت کے بغیر اپنے طبعی تقاضوں سے وجود میں آئی ہے اور نہ ہی اس کا انتہائی مربوط اور متناسب نظام کسی چلانے والے کے بغیر چل رہا ہے بلکہ ایک ایسی ذات ضرور موجود ہے جس نے اپنی کامل قدرت سے اس کائنات اور اس میں موجود طرح طرح کے عجائبات کو پیدا فرمایا اور وہی ذات انتہائی عالیشان طریقے سے اس کے نظام کو چلا رہی ہے۔ کائنات کا مربوط نظام، حکیمانہ تدبیر اور ہر مخلوق کے حال کی رعایت دیکھ کر کوئی عقلمند ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کسی خالق اور انتظام فرمانے والے کے بغیر خود بخود عدم سے وجود میں آیا اور علم و حکمت کا یہ عجیب و غریب کارخانہ کسی چلانے والے کے بغیر چل رہا ہے بلکہ اسے یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ اس کائنات کا کوئی ایک خالق موجود ہے اور وہ کامل قدرت، علم اور حکمت والا ہے اور اس عظمت و شان کا مالک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں۔

آیت 23 ﴿ فرمایا: اے لوگو! رات اور دن میں تمہارا سونا اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا قدرتِ الٰہی کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں عادت کے مطابق رات میں نیند آتی ہے اور ضرورت کے وقت تم دن میں بھی سو جاتے ہو جس سے تھکن دور ہوتی اور تمہارے بدن کو راحت حاصل ہوتی ہے، یونہی دن میں تم سفر کرتے اور اپنی معیشت کے اسباب کو تلاش کرتے ہو، تو غور کرو کہ نیند کا یہ معمول کس نے بنایا اور تمہیں معیشت کے اسباب تلاش کرنے کی صلاحیت کس نے دی ہے؟ تمہیں یہی کہنا پڑے گا کہ ہزاروں برس سے انسانوں کا یہ معمول اور ان کا یہ فطری نظام صرف اسی اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے جو یکتا معبود ہے اور اس کی قدرت کامل ہے۔ اہم بات: اس آیت میں مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر بھی دلیل موجود ہے اور وہ یہ کہ سونے والا مردہ کی مانند ہے تو جو ذات سونے والے کو بیدار کرنے پر قدرت رکھتی ہے وہ مرنے والے کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

آیت 24 ﴿ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھانا اور آسمان سے پانی اتار کر بنجر زمین کو سرسبز و شاداب کر دینا اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ جب بادلوں میں بجلی چمکتی ہے تو کبھی خوفزدہ ہو جاتے ہو کہ کہیں یہ نقصان نہ پہنچا دے اور کبھی تمہیں یہ امید ہوتی ہے کہ اب بارش برسے گی نیز جب اللہ تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے تو اس کے پانی سے بنجر زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے، کھیتیاں پھلنے پھولنے لگتی ہیں، یہ چیزیں دیکھ کر حقیقی طور پر غور و فکر کرنے والے اس نظام کو چلانے والے کی معرفت حاصل کرتے ہیں کہ برس ہا برس سے زمینوں کی سیرابی اور ان کی سرسبزی کا یہی نظام ہے اور اس نظام کے تسلسل

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖؕ

بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں ○ اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں

ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝ وَ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ

پھر جب تمہیں زمین سے ایک ندا فرمائے گا جبھی تم نکل پڑو گے ○ اور اسی کی ملکیت میں ہیں جو کوئی آسمانوں

وَ الْاَرْضِؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ هُوَ

اور زمین میں ہیں سب اس کے زیر حکم ہیں ○ اور وہی ہے جو اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور (تمہاری عقلوں کے اعتبار سے) دوسری مرتبہ

اَهْوَنُ عَلَیْهِؕ وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ ع

اللہ پر پہلی مرتبہ بنانے سے زیادہ آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے بلند شان اسی کی ہے اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے بنانے اور چلانے والا موجود ہے اور وہ واحد ہے اور اس کی قدرت کامل ہے اور اس میں یہ نشانی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح مردہ زمین کو زندہ فرماتا ہے اسی طرح ایک دن مردہ انسانوں کو بھی زندہ فرمائے گا۔

**آیت 25** ﴿ فرمایا: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں۔ آیت کے اس حصے کے دو معنی ہیں (1) اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ قیامت آنے تک آسمان و زمین کا اسی ہیئت پر قائم رہنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور ارادے سے ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان اور زمین بغیر کسی سہارے کے قائم ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں قائم کرنے والا کوئی ایک ہے اور وہ اسباب سے بے نیاز ہے۔ مزید فرمایا: پھر جب تمہیں زمین سے ایک ندا فرمائے گا۔ یہ بھی خدا کی قدرت کا ظہور ہوگا کہ جب وہ تمہیں قبروں سے نکلنے کے لئے ندا فرمائے گا تو اسی وقت تم حکمِ الٰہی سے اپنی قبروں سے زندہ ہو کر نکل پڑو گے۔ اہم بات: ندا فرمانے اور قبروں سے زندہ ہو کر نکلنے کی صورت یہ ہوگی کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام قبر والوں کو اٹھانے کے لئے دوسری بار صور پھونکیں گے اور کہیں گے: اے قبر والو! کھڑے ہو جاؤ۔ تو اولین و آخرین میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو نہ اٹھے۔

**آیت 26** ﴿ فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس ملکیت میں کوئی دوسرا کسی طرح بھی اس کا شریک نہیں اور ان میں موجود ہر چیز اللہ تعالیٰ کے زیرِ حکم ہے۔

**آیت 27** ﴿ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور اس کے ہلاک ہو جانے کے بعد پھر اسے روزِ قیامت دوبارہ بنائے گا اور تمہاری عقلوں کے اعتبار سے تو دوسری مرتبہ بنانا اللہ تعالیٰ پر پہلی مرتبہ بنانے سے زیادہ آسان ہونا چاہیے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے لئے دونوں برابر ہیں کیونکہ انسانوں کا تجربہ اور رائے یہی بتاتی ہے کہ کسی چیز کو دوبارہ بنانا اسے پہلی بار بنانے سے آسان ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق کو دوبارہ بنانا تو کچھ دشوار نہیں، پھر تم دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیوں کرتے ہو؟ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں سب سے بلند شان اسی کی ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں، وہی برحق معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ

لئے تمہارے لئے خود تمہارے اپنے حال سے ایک مثال بیان فرمائی ہے (وہ یہ کہ) ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی

مِّنْ شُرَكَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِیْفَتِكُمْ

اس میں تمہارا اس طرح شریک ہے کہ تم اور وہ اس رزق میں برابر شریک ہو جاؤ۔ تم ان غلاموں (کی شرکت) سے اسی طرح ڈرتے ہو جیسے تم آپس میں

اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ

ایک دوسرے سے ڈرتے ہو۔ ہم عقل والوں کے لئے اسی طرح مفصل نشانیاں بیان فرماتے ہیں ○ بلکہ ظالموں نے جہالت سے اپنی خواہشوں کی

بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ یَّهْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ

پیروی کی تو جس کو اللہ نے گمراہ کیا ہو اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اور ان کا کوئی مددگار نہیں ○ تو ہر باطل سے الگ ہو کر اپنا چہرہ

آیت 28 ﴿ فرمایا: اے مشرکو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے خود تمہارے اپنے حال سے ایک مثال بیان فرمائی ہے اور وہ یہ کہ ہم نے تمہیں جو مال و دولت اور رزق دیا ہے کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اس میں تمہارا اس طرح شریک ہے کہ آقا اور غلام کو اس مال و متاع میں تصرف کرنے کا یکساں حق حاصل ہو اور ایسا حق ہو کہ تم اپنے مال و متاع میں ان غلاموں کی اجازت کے پابند ہو کہ ان کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے سے اسی طرح ڈرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے (کے مشترکہ مال میں بغیر اجازت تصرف کرنے) سے ڈرتے ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب تم کسی بھی صورت میں اپنے غلاموں کو اپنا شریک بنانا پسند نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کا شریک کیسے قرار دیتے ہو؟ حالانکہ جنہیں تم اپنا معبود قرار دیتے ہو وہ سب تو اس کے بندے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ جس طرح ہم نے یہاں مفصل مثال بیان فرمائی اسی طرح ہم ان لوگوں کے لئے مفصل نشانیاں بیان کرتے ہیں جو اشیاء میں غور و فکر کرنے کے لئے اپنی عقل استعمال کرتے ہیں۔ اہم بات: نشانیوں کا تفصیلی بیان عمومی طور پر تو سب کے لئے ہے البتہ عقل والوں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہی لوگ در حقیقت نشانیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آیت 29 ﴿ فرمایا کہ جن ظالموں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا انہوں نے جہالت سے اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور کسی دلیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کے لئے شریک ثابت کر دیا تو جسے اللہ تعالیٰ نے نفس کی پیروی میں اس طرح ڈوبے رہنے کی صورت میں گمراہ کر دیا ہو اسے کون ہدایت نہیں دے سکتا اور مشرکوں کے لئے کوئی مددگار نہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔

آیت 30 ﴿ اس آیت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت (روز روشن کی طرح) ظاہر ہو چکی ہے اور بہت سے مشرک اپنی ضد و عداوت کی وجہ سے ہدایت حاصل نہ کریں گے تو آپ ان مشرکوں کی طرف کوئی التفات نہ فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کے دین پر خلوص، استقامت کے ساتھ قائم رہیں۔ مزید فرمایا: اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت جس پر اس نے لوگوں

لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ

اللہ کی اطاعت کیلئے سیدھا رکھو۔ (یہ) اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت (ہے) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کے بنائے ہوئے میں تبدیلی نہ

ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙۗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ۙۗ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ

یہی سیدھا دین ہے مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۳۱﴾ ۙ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا

اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہونا۔ ان لوگوں میں سے (نہ ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور خود

کو پیدا کیا۔ اس آیت میں فطرت سے مراد دین اسلام ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایمان پر پیدا کیا، ہر بچہ اسی عہد پر پیدا کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" فرما کر لیا ہے، تو دنیا میں جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اسی اقرار پر پیدا ہوتا ہے اگرچہ بعد میں وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنے لگ جائے۔ بعض مفسرین کے نزدیک فطرت سے مراد خلقت ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو توحید اور دین اسلام قبول کرنے کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور فطری طور پر انسان نہ اس دین سے منہ موڑ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا انکار کر سکتا ہے کیونکہ یہ دین ہر اعتبار سے عقلِ سلیم اور صحیح فہم کے عین مطابق ہے اور جو شخص گمراہ ہوگا وہ شیاطین کے بہکانے سے گمراہ ہوگا۔ مزید فرمایا: اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تبدیلی نہ کرنا۔ اس کے دو معنی ہیں: (1) تم شرک کرکے اللہ تعالیٰ کے دین میں تبدیلی نہ کرو بلکہ اسی دین پر قائم رہو جس پر اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے جس کامل خلقت پر تمہیں پیدا فرمایا ہے تم اس میں تبدیلی نہ کرو۔ مزید فرمایا: یہی سیدھا دین ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا دین سیدھا دین ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں مگر بہت سے لوگ اس کی حقیقت کو نہیں جانتے تو اے لوگو! تم اسی دین پر قائم رہو۔ اہم بات: دُنیوی احکام یا اُخروی نجات میں فطری ایمان کا اعتبار نہیں بلکہ صرف شرعی ایمان معتبر ہے۔

**آیت 31** ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہو اور اس کی طرف توبہ اور اس کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے چہرہ دینِ اسلام کے لئے سیدھا رکھو اور اس کی مخالفت کرنے سے ڈرو اور نماز کی شرائط اور حقوق کی رعایت کرتے ہوئے وقت پر اسے ادا کرو اور ایمان قبول کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرو۔

**آیت 32** ﴾ فرمایا کہ ان مشرک لوگوں میں سے نہ ہونا جنہوں نے معبود کے بارے میں اختلاف کرکے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور خود گروہ گروہ بن گئے۔ ان میں سے ہر گروہ اپنے مذہب پر خوش ہے اور اپنے باطل کو حق گمان کرتا ہے۔ اہم بات: اس آیت کا اسلامی فقہاء کے اختلاف سے کچھ تعلق نہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ہونا دین میں اختلاف نہیں بلکہ فروعی مسائل میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف بھی نفسانیت کی وجہ سے نہیں بلکہ تحقیق کی بنا پر ہے۔ البتہ اس آیت میں گمراہ فرقے ضرور داخل ہیں خواہ وہ پہلے زمانے کے ہوں یا نئے زمانے کے۔

شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ

گروہ گروہ بن گئے۔ ہر گروہ اس پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے ۞ اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے

مُّنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے ۞

لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ٚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا

تاکہ ہمارے دیئے ہوئے کی ناشکری کریں تو فائدہ اٹھالو تو عنقریب تم جان لو گے ۞ یا کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل اتاری ہے کہ

فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ

وہ دلیل انہیں ہمارے شریک بتا رہی ہے ۞ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں تو اس پر خوش ہو جاتے ہیں

وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ اِذَا هُمْ یَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

اور اگر انہیں ان کے ہاتھوں کے آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو اس وقت وہ ناامید ہو جاتے ہیں ۞ اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ اللہ

آیت 34،33 ﴾ ان دو آیات میں مشرکوں کے طرزِ عمل کا بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: جب مشرکوں کو مرض، قحط یا اس کے علاوہ اور کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب عزوجل کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے ہی پکارتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ بت ان کی مصیبت ٹال دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں اس تکلیف سے خلاصی عنایت کرکے اور راحت عطا فرما کر اپنے پاس سے رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس وقت ان میں سے ایک گروہ عبادت میں اپنے رب عزوجل کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے اور ہمارے دیئے ہوئے مال اور رزق کی ناشکری کرنے لگتا ہے، تو اے کافرو! دنیا کی نعمتوں سے چند روز فائدہ اٹھالو، عنقریب تم جان لو گے کہ آخرت میں تمہارا کیا حال ہوتا ہے اور اس دنیا طلبی کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ درس: آرام میں اللہ تعالیٰ کو بھول جانا اور تکلیف میں اسے یاد کرنا کفار کا طریقہ ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے اور غمی، خوشی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنا چاہئے۔

آیت 35 ﴾ فرمایا کہ کیا ہم نے مشرکوں پر کوئی حجت یا کوئی کتاب اتاری ہے کہ وہ انہیں ہمارے شریک بتا رہی ہے اور شرک کرنے کا حکم دیتی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ بے سند و دلیل ہی شرک کر رہے ہیں۔

آیت 36 ﴾ فرمایا کہ جب ہم لوگوں کو تندرستی اور وسعتِ رزق کا مزہ دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے اتراتے ہیں اور اگر انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جاتے ہیں اور یہ بات مومن کی شان کے خلاف ہے کیونکہ مومن کا حال یہ ہے کہ جب اُسے نعمت ملتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور جب اسے سختی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہتا ہے۔

آیت 37 ﴾ فرمایا کہ کیا مشرکوں نے اس چیز کا مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق وسیع فرما دیتا ہے اور جس کے لئے

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ فَاٰتِ

رزق وسیع فرماتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ فرمادیتا ہے، بیشک اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں○ تو رشتے

ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ

اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی۔ یہ ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا

اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں○ اور جو مال تم (لوگوں کو) دو تاکہ وہ لوگوں کے مالوں میں بڑھتا رہے تو وہ

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝

اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم اللہ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ دیتے ہو تو وہی لوگ (اپنے مال) بڑھانے والے ہیں○

چاہتا ہے رزق تنگ فرمادیتا ہے۔ رزق کی وسعت میں حکمت یہ ہے کہ وسیع رزق میں اس شخص کی بھلائی ہوتی ہے یا اس کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں اور رزق کی تنگی میں حکمت یہ ہے کہ اس شخص کے نظام کی درستی تھوڑے رزق میں ہوتی ہے یا اس کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ وہ رزق کی تنگی پر صبر کرتا ہے یا نہیں۔ بیشک رزق کی اس تنگی اور وسعت میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور وہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور حکمت پر استدلال کرتے ہیں۔

**آیت 38** فرمایا کہ اے وہ شخص! جسے اللہ تعالیٰ نے وسیع رزق دیا، تم اپنے رشتے دار کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرکے اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو صدقہ دے کر اور مہمان نوازی کرکے ان کے حق بھی دو۔ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرنا ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کے طالب ہیں اور وہی لوگ آخرت میں کامیاب ہونے والے ہیں۔ اہم باتیں: (1) اس آیت سے محرم رشتہ داروں کے نفقہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے جبکہ وہ محتاج ہوں۔ (2) جو شخص رشتہ داروں سے حسن سلوک اور صدقہ وخیرات، نام ونمود اور رسم کی پابندی کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے وہی ثواب کا مستحق ہے۔

**آیت 39** اس آیت سے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہاں وہی سود مراد ہے جسے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 279 میں حرام فرمایا گیا ہے یعنی قرض دے کر جو سود لیتے اور اپنے مالوں میں اضافہ کرتے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اضافہ نہیں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہاں وہ تحفے مراد ہیں جو اس نیت سے دیئے جاتے تھے کہ تحفہ لینے والا اس سے زیادہ دے گا۔ یہ جائز تو ہے لیکن اس پر ثواب نہ ملے گا اور نہ اس میں برکت نہ ہوگی کیونکہ یہ عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوا۔ مزید فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے زکوٰۃ اور صدقات دیتے ہیں کہ اس سے بدلہ لینا مقصود ہوتا ہے نہ نام ونمود تو ان ہی لوگوں کا اجر وثواب زیادہ ہوگا اور انہیں ایک نیکی کا ثواب دس گنا زیادہ دیا جائے گا۔ درس: (1) اس آیت میں ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو شادی بیاہ وغیرہ پر اپنے عزیز رشتہ داروں یا دوست احباب کو نیوتا اور تحائف وغیرہ دیتے ہیں لیکن ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کی طرف سے تعریف یا خاندان میں

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآىٕكُمْ

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے

مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۠ (۴۰) ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ

جو ان کاموں میں سے کچھ کرسکے۔ اللہ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔ خشکی اور تری میں فساد ظاہر

وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ (۴۱)

ہوگیا ان برائیوں کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض کاموں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں۔

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلُؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ

تم فرماؤ: زمین پر چل کر دیکھو کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ ان میں اکثر لوگ

کی اونچی رکھنا یا زیادہ واپس ملنے کے طور پر دینا مقصود ہوتا ہے ایسے لوگ ثواب کے مستحق نہیں۔ (2) اپنے مال کی زکوٰۃ دی جائے یا دیگر نفلی صدقات نکالے جائیں، سب میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہونا چاہئے اور یہ مقصد نہ ہو کہ اس کے بدلے میں زکوٰۃ لینے والا ان کا خدمت گار بن کر رہے اور ہر وقت ان کا احسان مند رہے۔

آیت 40 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ پیدا کرنا، روزی دینا، مارنا اور زندہ کرنا یہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں تو کیا جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو، ان میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام کرسکے؟ جب اس کے جواب سے مشرکین عاجز ہوگئے تو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

آیت 41 ﴿ فرمایا کہ شرک اور گناہوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد جیسے قحط سالی، بارش کا رک جانا، پیداوار کی قلت، کھیتیوں کی خرابی، تجارتوں کے نقصان، آتش زدگی کی کثرت، غرق اور بے برکتی، بیماریاں، بے سکونی، وغیرہ ظاہر ہوگئی اور ان آزمائشوں میں مبتلا ہونا اس لئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت سے پہلے دنیا میں ہی ان کے بعض برے کاموں کا مزہ چکھائے تاکہ وہ کفر اور گناہوں سے باز آجائیں اور ان سے توبہ کرلیں۔ اہم بات: بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کفار کے ممالک جہاں کفر و شرک اور زنا، گناہ سب کچھ عام ہے وہاں فساد کیوں نہیں ہے؟ اس کے دو جواب ہیں: (1) کفار کو دنیا میں کئی اعتبار سے مہلت ملی ہوئی ہے لہٰذا وہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ (2) فساد اور بربادی صرف مال کے اعتبار سے نہیں ہوتی بلکہ بیماریوں، ذہنی پریشانیوں اور دیگر اعتبار سے بھی ہوتی ہے اب ذرا کفار کے ممالک میں جنم لینے والی اور پھیلنے والی نئی نئی بیماریوں کی معلومات جمع کرلیں تو خود ہی صورتِ حال واضح ہو جائے گی۔ درس: صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے کہ کسی قوم میں اعلانیہ بے حیائی پھیل جانے کی وجہ سے ان میں طاعون اور مختلف امراض عام ہو جاتے ہیں۔ ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے قحط آتا اور ظالم حاکم مقرر ہوتے ہیں۔

آیت 42 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرما دیں کہ اے مشرکو! تم اپنے سفر کے دوران عذاب یافتہ قوموں کی سرزمین پر چل کر عبرت کی نگاہ سے دیکھو کہ تم سے پہلے برے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ ان میں اکثر لوگ مشرک اور باقی لوگ دیگر گناہوں میں مبتلا تھے تو جب

مُّشْرِكِيْنَ ۝ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ

مشرک تھے ○ تو اس دن کے آنے سے پہلے اپنا منہ دینِ مستقیم کیلئے سیدھا رکھو جس دن کو اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں

يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ۝ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۙ

اس دن لوگ الگ الگ ہو جائیں گے ○ جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی کیلئے تیاری کر رہے ہیں ○

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمِنْ

تاکہ اللہ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا عطا فرمائے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ بیشک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ○ اور اس کی

اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ

نشانیوں میں سے ہے کہ وہ خوشخبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے اور تاکہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور تاکہ اس کے حکم سے کشتی چلے

انہیں ان کے شرک اور گناہوں کی وجہ سے ہلاک اور برباد کر دیا گیا تو کفارِ قریش اور دیگر مشرکوں میں سے جو ان کے طریقے کو اپنائے ہوئے اور اپنے کفر پر قائم ہیں، یہ بھی ان کی طرح ہلاک کر دیئے جا سکتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں اور کفر، شرک سے باز آ جائیں۔

**آیت 43** اس آیت میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور مراد آپ اور آپ کی امت ہے اور معنی یہ ہیں کہ قیامت کا دن آنے سے پہلے پہلے دینِ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں، اسے پھیلانے میں مشغول رہیں اور کافروں کے ایمان نہ لانے پر غمزدہ نہ ہوں اور قیامت کا دن ایسا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے اور اس دن حساب کے بعد لوگ الگ ہو جائیں گے کہ جنتی جنت کی طرف اور دوزخی دوزخ کی طرف چلے جائیں گے۔

**آیت 44** فرمایا کہ جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے کہ اس کے کفر سے دوسرے نہ پکڑے جائیں گے بلکہ خود وہی پکڑا جائے گا اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے فائدے ہی کیلئے تیاری کر رہے ہیں کہ جنت کے درجات میں راحت و آرام پائیں گے۔ درس: اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال سے بے نیاز ہے اور ہم جو اچھا یا برا عمل کریں گے اس کا آخرت میں فائدہ یا نقصان ہمیں ہی ہو گا۔

**آیت 45** آیت کا معنی ہے کہ خدا کے فضل سے نیک اعمال کرنے والوں کو قیامت کے دن دوسروں سے الگ کر دیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان لوگوں کو صلہ عطا فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ ان سے ناراض ہے اور انہیں سخت سزا دے گا۔ اہم بات: بندے کو اس کے نیک اعمال کے بدلے ثواب اور جزا دینا اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں بلکہ رب کے فضل و کرم سے ہو گا۔

**آیت 46** اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بارش اور پیداوار کی کثرت کی خوشخبری

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ ○ اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞

تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے پھر ہم نے مجرموں سے انتقام لیا اور مسلمانوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ کرم پر ہے ○

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ ہوائیں بادل ابھارتی ہیں پھر اللہ اس بادل کو آسمان میں جیسا چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے اور (کبھی) اسے ٹکڑے ٹکڑے

كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ

کر دیتا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ اس کے بیچ میں سے بارش نکلتی ہے پھر جب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس تک وہ بارش پہنچاتا ہے

اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۞ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ۞

تو جبھی وہ خوش ہو جاتے ہیں ○ اگرچہ اس بارش کے اتارے جانے سے پہلے وہ بڑے ناامید ہوتے ہیں ○

دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے اور وہ اس لئے ہوائیں بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت یعنی بارش کا مزہ چکھائے اور وہ اس لئے ہوائیں بھیجتا ہے تاکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا میں کشتی چلے اور تم سمندری سفر کے ذریعے اس کا فضل یعنی رزق تلاش کرو اور اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حق مانو اور اس کی وحدانیت پر ایمان لا کر شکر گزار بندے بن جاؤ۔

آیت 47 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح ہم نے آپ کو آپ کی قوم کی طرف بھیجا اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کتنے رسول ان کی قوموں کی طرف بھیجے اور جس طرح آپ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے اسی طرح وہ رسول بھی ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے جو ان کی رسالت کی تصدیق پر واضح دلیل تھیں، لیکن بعض لوگ ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا۔ پھر ان رسولوں پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہم نے مجرموں سے انتقام لیا کہ دنیا میں انہیں عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیا اور اے حبیب! مسلمانوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

آیت 48،49 ﴿ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت کی خوبصورت نشانی بیان کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت کے موافق ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ ہوائیں بادل اٹھا کر لاتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق کبھی اس بادل کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے کہ ہر طرف بادل چھائے ہوتے ہیں اور کبھی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے کہ کہیں بادل اور کہیں خالی جگہ ہوتی ہے اس بادل کے بیچ میں سے بارش نکلتی نظر آتی ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن کے شہروں اور سرزمین کی طرف چاہتا ہے ان تک وہ بارش پہنچاتا ہے اور جب بارش ہوتی ہے تو وہ بندے خوش ہو جاتے ہیں حالانکہ اس بارش کے نازل کئے جانے سے پہلے وہ لوگ بارش ہونے سے بڑے ناامید ہو چکے ہوتے ہیں۔

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ

تو اللہ کی رحمت کے نشانات دیکھو کہ وہ کس طرح زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے بے شک وہ مردوں کو زندہ کرنے والا

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ

اور وہ ہر شے پر قادر ہے○ اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد

يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾

ناشکری کرنے لگیں گے○ پس بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھریں○

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع

اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے سیدھا راستہ دکھا سکتے ہو تو تم اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پھر وہ فرمانبردار ہیں○

آیت 50 ☆ فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی بارش نازل ہونے پر مرتب ہونے والے نشانات دیکھو کہ بارش زمین کو سیراب کرتی ہے، پھر اس سے سبزہ نکلتا ہے، سبزے سے پھل پیدا ہوتے ہیں اور پھلوں میں غذائیت ہوتی ہے اور اس سے جانداروں کے جسمانی نظام کو مدد پہنچتی ہے اور یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ یہ سبزے اور پھل پیدا کرکے کس طرح خشک ہو جانے والی زمین کو سرسبز بنا دیتا ہے اور جس نے خشک زمین کو سرسبز کر دیا وہ بے شک مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ اس چیز پر قادر ہے جو اس کی قدرت کے تحت آنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

آیت 51 ☆ اس سے پہلی آیات میں بیان ہوا کہ بارش رک جانے سے لوگ مایوس ہو جاتے ہیں اور بارش ہوتی دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں یہاں بیان فرمایا کہ اگر ہم کوئی ایسی ہوا بھیجیں جو کھیتی اور سبزے کے لئے نقصان دہ ہو، پھر وہ کھیتی کو سرسبز و شاداب ہونے کے بعد زرد دیکھیں تو ناشکری کرنے لگیں گے اور پہلی نعمت سے بھی مکر جائیں گے۔ مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب انہیں رحمت پہنچتی ہے، رزق ملتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور جب کوئی سختی آتی ہے، کھیتی خراب ہوتی ہے تو پہلی نعمتوں سے بھی مکر جاتے ہیں حالانکہ انہیں چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے اور جب نعمت پہنچتی تو شکر بجالاتے اور جب بلا آتی تو صبر کرتے۔

آیت 52 ☆ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ کافروں کی محرومی اور ان کے ایمان نہ لانے پر رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ جن کے دل مر چکے اور ان سے کسی طرح حق بات کو قبول کرنے کی توقع نہیں رہی، تم انہیں حق بات نہیں سنا سکتے، اسی طرح جو لوگ حق بات سننے سے بہرے ہوں اور بہرے بھی ایسے کہ پیٹھ دے کر پھر گئے اور کسی طرح سمجھنے کی امید نہیں تو آپ ان بہروں کو حق کی کوئی پکار نہیں سنا سکتے۔ اہم بات: اس آیت سے بعض لوگوں نے مُردوں کے نہ سننے پر استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ یہاں مُردوں سے مراد موت کا شکار ہونے والے لوگ نہیں بلکہ مردہ دل کفار مراد ہیں جو دُنیوی زندگی تو رکھتے ہیں مگر وعظ و نصیحت سے فائدہ حاصل نہیں کرتے، اس لئے انہیں مُردوں سے تشبیہ دی گئی لہٰذا اس آیت سے مُردوں کے نہ سننے پر دلیل پیش کرنا درست نہیں۔ بلکہ احادیث سے مُردوں کا سننا، سلام کا جواب دینا اور اپنی قبروں پر زیارت کیلئے آنے والوں کو پہچاننا ثابت ہے۔

آیت 53 ☆ ارشاد فرمایا: اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے سیدھا راستہ دکھا سکتے ہو۔ یہاں بھی اندھوں سے دل کے اندھے مراد ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ

اللہ وہی ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا فرمایا پھر تمہیں کمزوری کے بعد قوت بخشی پھر قوت کے بعد

ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ۝۵۴ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہی علم والا، بڑی قدرت والا ہے○ اور جس دن قیامت قائم ہوگی

یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ ۝۵۵ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا

مجرم قسم کھائیں گے کہ وہ تو صرف ایک گھڑی ہی رہے ہیں۔ اسی طرح وہ اوندھے جاتے تھے○ اور جنہیں علم اور ایمان

الْعِلْمَ وَ الْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ ٘ فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ

دیا گیا وہ کہیں گے: بیشک اللہ کے لکھے ہوئے میں تم مرنے کے بعد اٹھنے کے دن تک رہے ہو تو یہ مرنے کے بعد اٹھنے کا دن ہے

رہ گیا نہیں، تو تم اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ایمان لانے والوں کو سنا سکنا ثابت کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن دل کا زندہ ہے اور سن سکتا ہے۔

آیت ۵۴ ✦ اس آیت میں انسان کے مختلف احوال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ پہلے تو ماں کے پیٹ میں ایک قطرہ تھا، پھر بچہ بن کر پیدا ہوا اور شیر خوار رہا، یہ احوال انتہائی ضعف اور کمزوری کے ہیں۔ پھر تمہیں بچپن کی کمزوری کے بعد جوانی کی قوت عطا فرمائی، پھر جوانی کی قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے پیدا کرتا ہے اور کمزوری، قوت، جوانی اور بڑھاپا یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہیں جو ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک طبعی عمل ہے لیکن حقیقت میں ارادہ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی تخلیق کو جانتا ہے اور اسے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدلنے پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔

آیت ۵۵ ✦ ارشاد فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن مجرم قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ صرف ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں یعنی قیامت کی ہولناکی دیکھ کر مجرموں کو دنیا یا قبر میں رہنے کی مدت بہت تھوڑی معلوم ہوگی، اس لئے وہ اس مدت کو ایک گھڑی سے تعبیر کریں گے۔ مزید فرمایا کہ اسی طرح وہ پھیرے جاتے تھے یعنی ایسے ہی دنیا میں غلط اور باطل باتوں پر جمتے اور حق سے پھرتے تھے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے تھے جیسا کہ اب قبر یا دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کو قسم کھا کر ایک گھڑی بتا رہے ہیں۔

آیت ۵۶ ✦ یہاں علم اور ایمان پانے والوں سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام، فرشتے اور مومنین ہیں، یہ ان کا رد کریں گے اور فرمائیں گے کہ تم جھوٹ کہتے ہو، بیشک جو اللہ تعالیٰ نے اپنے سابق علم میں لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے کہ تم مرنے کے بعد اٹھنے کے دن تک وہاں رہے اور اب جہاں تم موجود ہو وہ مرنے کے بعد اٹھنے کا دن یعنی قیامت کا دن ہے جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے، اور تم نہ جانتے تھے کہ یہ حق ہے اور ضرور واقع ہوگا۔

وَ لٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ

لیکن تم نہ جانتے تھے○ تو اس دن ظالموں کو ان کا معافی مانگنا نفع نہ دے گا اور نہ ان سے رجوع کرنے کا

يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ لَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ

مطالبہ کیا جائے گا○ اور بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی اور اگر تم ان کے پاس کوئی نشانی

لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

تو ضرور کافر کہیں گے تم تو نہیں مگر باطل پر○ اسی طرح اللہ جاہلوں کے دلوں پر مہر

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

لگا دیتا ہے○ تو صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یقین نہ کرنے والے تمہیں طیش پر نہ ابھاریں○

آیت 57 ﴾ فرمایا کہ قیامت کے دن ظالموں کو ان کا معافی مانگنا کوئی نفع نہ دے گا اور نہ ان سے یہ کہا جائے گا کہ توبہ کرکے اپنے رب عزوجل کو راضی کرلو جیسا کہ دنیا میں ان سے توبہ طلب کی جاتی تھی کیونکہ اس وقت توبہ مقبول نہیں۔ درس: اس آیت میں گنہگار مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے جن کا دل توبہ کی طرف مائل نہیں ہوتا، غور کریں کہ اگر توبہ کئے بغیر مرگئے تو آخرت میں گناہوں پر پکڑ بھی ہوسکتی ہے اور توبہ کا وقت دنیا کی زندگی ہے، آخرت میں توبہ کچھ کام نہ دے گی۔

آیت 58 ﴾ فرمایا کہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثال بیان فرمادی جس کی انہیں دین اور دنیا میں حاجت ہے اور اس میں غور و فکر کرنے والا ہدایت اور نصیحت حاصل کرسکتا ہے اور مثالیں اس لئے بیان فرمائی گئیں کہ کافروں کو تنبیہ ہو اور انہیں عذاب سے ڈرانا اپنے کمال کو پہنچے، لیکن انہوں نے سخت دلی کے باعث کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ جب کوئی آیت قرآن آئی اس کو جھٹلادیا اور اس کا انکار کردیا۔ اہم بات: جو اپنے گناہوں کو اچھا سمجھے، دوسروں کی نیکیوں کو برا جانے، گناہوں پر فخر کرے اور نیکیوں پر طعنہ کرے، یہ دل کی مُہر کا باعث ہے۔ یہاں آیت میں کفار کا ایسے ہی حال کا بیان ہوا ہے۔

آیت 59 ﴾ فرمایا کہ جس طرح ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگادی اسی طرح ان جاہلوں کے دلوں پر بھی اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے جن کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ گمراہی اختیار کریں گے اور حق والوں کو باطل پر بتائیں گے۔

آیت 60 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان کفار کی ایذا اور عداوت پر صبر کریں، بیشک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرمانے کا اور دین اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے کا اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا وہ سچا ہے اور یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا اور یہ لوگ جنہیں آخرت کا یقین نہیں ہے اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب کے منکر ہیں، ان کی شدتیں اور ان کے انکار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے طیش اور رنج کا باعث نہ ہوں اور ایسا نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حق میں عذاب کی دعا کرنے میں جلدی فرمادیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ هُدًی وَّ رَحۡمَةً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۳﴾ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ

الٓمّٓ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں ○ نیکوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہیں ○ وہ جو نماز قائم رکھتے ہیں

**سورۂ لقمان کا تعارف** ﴿ یہ سورت "وَلَوۡ اَنَّ مَا فِی الۡاَرۡضِ" سے شروع ہونے والی آیت نمبر 27 اور 28 کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 34 آیتیں ہیں۔ اس سورت کے دوسرے رکوع میں اللہ عزوجل کے برگزیدہ بندے حضرت لقمان حکیم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اسی وجہ سے یہ سورت "سورۂ لقمان" کے نام سے موسوم ہوئی۔ مضامین: اس سورت کی ابتداء میں ہدایت الٰہی کے دستور اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دائمی معجزے قرآن پاک کا ذکر ہوا، تخلیق کائنات سے قدرت الٰہی کا بیان فرمایا گیا اور حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کیا جس سے مقصود لوگوں کو ہدایت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اپنے آباؤاجداد کی پیروی میں شرک پر قائم رہنے والے مشرکین کی سرزنش کی گئی، کفار کے قول اور عمل میں تضاد بیان کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن عبادت کا مستحق ہونے میں بتوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ بے شمار دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قدرت الٰہی پر دن اور رات کے آنے جانے، چاند اور سورج کو مسخر کئے جانے اور سمندروں میں کشتیوں کی روانی سے استدلال کیا گیا۔ آخر میں تقویٰ و پرہیزگاری کا حکم دیا گیا، روز قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ مخصوص پانچ غیبی چیزوں کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے۔

**آیت 1** ﴿ یہ حروف مقطعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

**آیت 2،3** ﴿ فرمایا: اس سورت کی آیتیں اس کتاب کی آیتیں ہیں جو حکمت والی ہے اور نیک اعمال کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہیں۔ درس: قرآن مجید میں ہدایت و فلاح کا تمام تر بیان موجود ہے بشرطیکہ دل سے تعصب دور کرکے توجہ سے پڑھا جائے اور قرآن مجید حکمت کے انمول خزانوں سے مالا مال ہے۔

**آیت 4،5** ﴿ پچھلی آیت میں بیان کردہ نیک لوگوں کے اوصاف بیان فرمائے کہ وہ نماز کو اس کی تمام شرائط اور حقوق کے ساتھ ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور اپنے مالوں میں فرض ہونے والی زکوٰۃ حقداروں کو دیتے ہیں اور وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کا حساب ہونے، اعمال کی جزاء و سزا پر یقین رکھتے ہیں۔ جن کے یہ اوصاف ہیں وہی لوگ اپنے رب عزوجل کی طرف سے عطا کی گئی ہدایت پر ہیں اور وہی قیامت کے دن اپنے رب عزوجل کی بارگاہ سے ثواب حاصل کرکے حقیقی طور پر کامیاب ہونے والے ہیں۔

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ

اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہی اپنے رب کی ہدایت پر ہیں

وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ

اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ بغیر سمجھے اللہ کی راہ سے

اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ

بہکادیں اور انہیں ہنسی مذاق بنالیں۔ ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں

اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ

تو تکبر کرتا ہوا پھر جاتا ہے جیسے اس نے ان (آیات) کو سنا ہی نہیں، گویا اس کے کانوں میں بوجھ ہے تو اسے دردناک عذاب کی

آیت 6 ﴾ شانِ نزول: یہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ تجارت کے سلسلے میں دوسرے ملکوں کا سفر کیا کرتا تھا۔ اس نے عجمی لوگوں کی قصے کہانیوں پر مشتمل کتابیں خریدی ہوئی تھیں اور وہ کہانیاں قریش کو سنا کر کہا کرتا تھا کہ محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم) تمہیں عاد اور ثمود کے واقعات سناتے ہیں اور میں تمہیں رستم، اسفندیار اور ایران کے شہنشاہوں کی کہانیاں سناتا ہوں۔ کچھ لوگ اُن کہانیوں میں مشغول ہوگئے اور قرآن پاک سننے سے رہ گئے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ جہالت کی بنا پر لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کریم سننے سے روکیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑائیں۔ ایسے لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ اہم باتیں: (1) لہو یعنی کھیل ہر اس باطل کو کہتے ہیں جو آدمی کو نیکی سے اور کام کی باتوں سے غفلت میں ڈالے۔ اس میں بے مقصد و بے اصل اور جھوٹے قصے، کہانیاں اور افسانے، جادو، ناجائز لطیفے اور گانا بجانا وغیرہ سب داخل ہے۔ (2) قرآن مجید سننے سے منہ پھیرنا اور دین اسلام سے روکنے کی خاطر جھوٹے قصے کہانیاں اور ناول وغیرہ میں مشغول ہونا اور لوگوں کو اس میں لگانا دردناک عذاب کا سبب ہے۔ قرآن و دین سے ہٹانا مقصد نہ ہو تو یہ والا حکم نہیں، پھر مختلف صورتوں کا حکم جدا جدا ہے البتہ اکثر و بیشتر صورتوں میں ناول کہانیاں فضولیات میں ہی شامل ہوتی ہیں۔ (3) لوگوں کو گمراہ کرنے والے کا عذاب گمراہ ہونے والوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے کیونکہ تمام گمراہوں کا وبال بھی اسی پر پڑے گا۔

آیت 7 ﴾ ارشاد فرمایا کہ جب کھیل کی باتیں خریدنے والے کے سامنے قرآن مجید کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو اس وقت وہ تکبر کرتے ہوئے ایسی حالت بنالیتا ہے جیسے اس نے ان آیات کو سنا ہی نہیں، گویا اس کے کانوں میں کوئی بوجھ ہے جس کی وجہ سے وہ سن نہیں سکتا تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔

اَلِیۡمٍ ۝ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ جَنّٰتُ النَّعِیۡمِ ۝ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ

خبری دے دو۔ بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ان کے لیے نعمتوں کے باغات ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا

اللہ کا سچا وعدہ ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔ اس نے آسمانوں کو ان ستونوں کے بغیر بنایا جو تمہیں نظر آئیں

وَ اَلۡقٰی فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِکُمۡ وَ بَثَّ فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنۡزَلۡنَا

اور زمین میں لنگر ڈال دیئے تاکہ زمین تمہیں لے کر ہلتی نہ رہے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہم نے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ ۝ هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِیۡ

آسمان سے پانی اتارا تو زمین میں ہر نفیس قسم کا جوڑا اگایا۔ یہ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے تو (اے مشرکو!) تم مجھے کوئی ایسی چیز دکھاؤ

**آیت 9،8** ﴿ ان دو آیات میں ارشاد فرمایا: بیشک وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں ان کے لئے نعمتوں اور چین کے ایسے باغات ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ ان سے اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے اس کا ہر فعل حکمت اور مصلحت کے تمام تر تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

**آیت 10** ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت اور قدرت پر دلالت کرنے والی 4 چیزیں بیان فرمائی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر بنایا۔ انہیں ستونوں کے بغیر بنانے کا ایک معنی یہ ہے کہ کوئی ستون ہے ہی نہیں اور تمہاری نظر خود اس چیز کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ آسمانوں کے ستون تو ہیں لیکن وہ ایسے نہیں جنہیں تم دیکھ سکو اس لئے وہ گویا ایسا ہے جیسے ستونوں کے بغیر بنا ہوا ہے۔ (2) زمین میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے ہیں تاکہ زمین ہلتی نہ رہے۔ اسی لئے اگر پہاڑ نہ ہوں تو زمین تباہ ہو جائے، جدید تحقیقات سے بھی یہی چیز ثابت ہے۔ (3) زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے۔ پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ کچھ جانور کسی جگہ اور بعض کسی اور جگہ پیدا فرمائے۔ (4) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آسمان کی طرف سے بارش کا پانی نازل فرمایا اور اس سے زمین میں عمدہ اقسام کی نباتات کے جوڑے پیدا کئے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی ان عجیب و غریب صنعتوں میں غور و فکر کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت آشکار ہو جائے گی۔

**آیت 11** ﴿ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تو اپنی کامل قدرت اور انتہاء کو پہنچی ہوئی حکمت سے یہ تمام چیزیں پیدا فرمائی ہیں جنہیں تم بھی دیکھتے ہو، تو اب تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے جن بتوں کی عبادت کرتے اور انہیں پوجتے ہو، انہوں نے ایسا کون سا کام کیا ہے جس کی وجہ سے تم نے انہیں عبادت کا مستحق سمجھ لیا اور ان کی پوجا کرنے میں مصروف ہو گئے، ان کافروں کا حق سے گمراہی میں مبتلا ہونا واضح ہے۔

مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۠ ع وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ

جو اللہ کے سوا اوروں نے بنائی ہو بلکہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں ○ اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی

اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَ مَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ○

کہ اللہ کا شکر ادا کر اور جو شکر ادا کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پرواہ ہے، تعریف کے لائق ہے ○

وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ○

اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ کرنا، بیشک شرک یقیناً بڑا ظلم ہے ○

وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ

اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا

آیت 12 ﴿ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کو حکمت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر بیشک جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اپنی ذات کے لیے ہی کرتا ہے کیونکہ شکر کرنے سے نعمت زیادہ ہوتی ہے اور بندے کو ثواب ملتا ہے اور جو اپنے رب عزوجل کی نعمتوں کی ناشکری کرے تو اس کا وبال اسی پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے اور اس کے شکر سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں حمد کے لائق ہے اگرچہ کوئی اس کی تعریف نہ کرے۔ اہم باتیں: (1) حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کے نبی ہونے میں اختلاف ہے، اکثر علماء اسی طرف ہیں کہ آپ صاحب حکمت انسان تھے، نبی نہ تھے۔ (2) حکمت عقل اور فہم کو کہتے ہیں جس سے بندے کے افعال واقوال میں درستی اور پختگی پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جس کے دل میں حکمت رکھتا ہے اس کا دل روشن ہو جاتا ہے۔

آیت 13 ﴿ حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ کرنا کیونکہ جو عبادت کا مستحق نہیں اسے مستحقِ عبادت کے برابر قرار دینا ہے اور عبادت کو اس کے محل کے خلاف رکھنا ہے اور یہ دونوں باتیں عظیم ظلم ہیں۔ اہم باتیں: (1) حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا نام انعم یا اشکم تھا۔ (2) انسان کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ خود کامل ہو اور دوسرے کی تکمیل کرے جیسے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ خود صاحب حکمت ہونے کی وجہ سے کامل تھے اور بیٹے کو نصیحت کرکے اس کی تکمیل کررہے تھے۔ (3) گزشتہ بزرگوں کی تعلیم یاد دلانا، ان کے اقوال نقل کرنا سنت الٰہیہ ہے۔ درس: (۱) نصیحت کرنے میں گھر والوں اور قریب تر لوگوں کو مقدم کرنا چاہیے۔ (۲) نصیحت کی ابتدا عقائد کی اصلاح سے ہونی چاہیے۔ (۳) نصیحت نرم الفاظ میں ہونی چاہیے جیسے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے "اے میرے بچے" کہہ کر مخاطب کیا۔

آیت 14 ﴿ اس آیت کی ابتدا میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اپنے ماں باپ کا فرمانبردار رہنے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید فرمائی اور بطور خاص ماں سے زیادہ حسن سلوک کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا، یعنی اس کی ماں کی کمزوری میں ہر وقت اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جتنا حمل بڑھتا جاتا ہے اور بوجھ زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی کمزوری میں اضافہ ہوتا ہے، عورت کو حاملہ ہونے کے بعد کمزوری، تھکن اور مشقتیں پہنچتی رہتی ہیں، حمل خود

فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ

اور اس کا دودھ چھڑانے کی مدت دو سال میں ہے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ میری ہی طرف لوٹنا ہے○ اور اگر وہ دونوں تجھ پر کوشش کریں

عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ؗ

کہ تو کسی ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے

وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

اور میری طرف رجوع کرنے والے آدمی کے راستے پر چل پھر میری ہی طرف تمہیں پھر کر آنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو تم کرتے تھے○

کمزور کرنے والا ہے اور دردِ زِہ کمزوری پر کمزوری ہے اور وضعِ حمل اس پر اور مزید شدت ہے اور دودھ پلانا بھی مستقل مشقت کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بچے کا دودھ چھڑانے کی مدت ولادت کے وقت سے لے کر دو سال تک ہے۔ پھر فرمایا: میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ یہ وہ تاکید ہے جس کا ذکر اوپر فرمایا تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین کا مقام بہت بلند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ بندے کے والدین کا ذکر فرمایا اور ایک ساتھ دونوں کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا، اب اگر کوئی بدقسمت اپنے والدین کی خدمت نہ کرے اور انہیں تکلیفیں دے تو یہ اس کی بدنصیبی ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں روزِ قیامت میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں تمہارے شکر کی جزا اور ناشکری کی سزا دوں گا۔ اہم باتیں: (1) ماں کو باپ پر تین درجے فضیلت حاصل ہے۔ (2) ماں اور باپ دونوں کا حق انتہائی بڑا ہے لیکن ماں کا حق باپ کے حق سے زیادہ بڑا ہے۔

﴿15﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے بندے! تم علم سے تو کسی کو میرا شریک ٹھہرا ہی نہیں سکتے کیونکہ میرا شریک محال ہے۔ اب جو کوئی بھی کسی چیز کو میرے ساتھ شریک ٹھہرانے کا کہے گا تو وہ بے علمی ہی سے کہے گا، لہٰذا ایسا اگر ماں باپ بھی کہیں تو ان کا کہنا نہ مان کیونکہ خالق کی نافرمانی کرنے میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، البتہ دنیا میں حسنِ اخلاق، حسنِ سلوک، احسان اور تحمل کے ساتھ اچھی طرح ان کا ساتھ دے لیکن دین میں ان کی پیروی نہ کر بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے پر چل، پھر مرنے کے بعد میری ہی طرف تمہیں اور تمہارے والدین کو لوٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں تمہارے ایمان کی جزا دوں گا اور تمہارے والدین کو ان کے کفر کی سزا دوں گا۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے کے راستے پر چلنے سے مراد یہ ہے کہ دین میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے راستے پر چل۔ اسی راہ کو اہلِ سنت و جماعت کہتے ہیں۔ (2) والدین کی خدمت عظیم چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے معاملے میں ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ (3) دینِ اسلام میں والدین کی خدمت کرنے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی ایک خاص اہمیت ہے حتّٰی کہ کافر والدین کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرنے، ان کی خدمت کرنے، ان کی طرف سے پہنچنے والی آزمائشیں برداشت کرنے اور ان پر صبر کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ

اے میرے بیٹے! برائی اگر رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ پتھر کی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں

فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ۝۱۶ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

زمین میں، اللہ اسے لے آئے گا بیشک اللہ ہر باریکی کا جاننے والا خبردار ہے ۝ اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ اور اچھی بات کا حکم

وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۷ وَلَا تُصَعِّرْ

اور بری بات سے منع کر اور تجھے جو مصیبت آئے اس پر صبر کر، بیشک یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے ۝ اور لوگوں سے بات کرتے وقت

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝۱۸

اپنا رخسار ٹیڑھا نہ کر اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چل، بیشک اللہ کو ہر اکڑنے والا، تکبر کرنے والا ناپسند ہے ۝

آیت 16 ﴾ حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! برائی اگر رائی کے دانے کے برابر ہو اور اتنی چھوٹی ہونے کے ساتھ وہ کیسی ہی جگہ میں ہو اور کتنی ہی پوشیدہ ہو جیسے پتھر کی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے حاضر کر دے گا اور اس کا حساب فرمائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر باریکی کو جاننے والا اور اس سے خبردار ہے اور اس کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ درس: ہمارا معمولی سے معمولی عمل بھی قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں پیش کیا جائے گا اور اس کا حساب ہوگا، لہٰذا ہمیں دنیا میں ہی اپنے ہر چھوٹے عمل کا بھی محاسبہ اور برے اعمال سے سچی توبہ کر لینی چاہئے۔

آیت 17 ﴾ یہاں سے وہ نصیحت ذکر کی جا رہی ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو ظاہری اعمال کے حوالے سے کی اور جس کا تعلق بندے اور دوسروں کی اصلاح کے ساتھ ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ جو کہ کامل ترین عبادت ہے اور لوگوں کو اچھی بات کا حکم دے اور انہیں بری بات سے منع کر اور یہ کام کرنے کی وجہ سے تم پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کر، بیشک یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے۔ اہم بات: نماز، اچھی بات کا حکم دینا، بری بات سے منع کرنا اور مصیبت پر صبر کرنا، یہ ایسی عبادات ہیں جن کا تمام امتوں میں حکم تھا۔ درس: تبلیغ اور صبر کے اکٹھے بیان کرنے میں ایک اشارہ یہ ہے کہ تبلیغ میں صبر کے مراحل بہت مرتبہ پیش آتے ہیں لہٰذا تکالیف کی وجہ سے تبلیغ سے باز نہیں آنا چاہیے۔

آیت 18 ﴾ یہاں سے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کی وہ نصیحت ذکر کی جا رہی ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو باطنی اعمال کے حوالے سے فرمائی، چنانچہ فرمایا کہ اے میرے بیٹے! جب آدمی بات کریں تو تکبر کرنے والوں کی طرح انہیں حقیر جان کر ان کی طرف سے رخ پھیر لینے والا طریقہ اختیار نہ کرنا بلکہ مالدار اور فقیر سبھی کے ساتھ عاجزی و انکساری کے ساتھ پیش آنا اور زمین پر اکڑتے ہوئے نہ چلنا، بیشک اکڑنے والا اور تکبر کرنے والا کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ درس: (1) کسی کو حقیر نہیں جاننا چاہئے بلکہ جس سے بھی ملاقات ہو تو اس کے ساتھ محبت اور اچھے انداز میں پیش آنا چاہئے۔ (2) آیت میں اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا گیا۔ (۳) ہمارا دین ہمیں اخلاقیات اور معاشرتی آداب بھی سکھاتا ہے۔

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ۠﴿۱۹﴾ ع ۱۱

اور اپنے چلنے میں درمیانی چال سے چل اور اپنی آواز کچھ پست رکھ، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ

کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب کو اللہ نے تمہارے لیے کام میں لگا رکھا ہے اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور

ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ﴿۲۰﴾

باطنی نعمتیں پوری کر دیں اور کچھ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ (انہیں) نہ علم ہے اور نہ عقل اور نہ کوئی روشن کتاب۔

آیت 19: حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے نصیحت کرتے ہوئے مزید فرمایا: اے میرے بیٹے! جب تم چلنے لگو تو نہ بہت تیز چلو اور نہ بہت سست کیونکہ یہ دونوں باتیں مذموم ہیں، بلکہ تم درمیانی چال سے چلو نیز شور کرنے اور چیخنے چلانے سے احتراز کرو، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ مقصود یہ ہے کہ شور مچانا اور آواز بلند کرنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے اور اس میں کچھ فضیلت نہیں، جیسے گدھے کی آواز کہ بلند ہونے کے باوجود مکروہ اور وحشت انگیز ہے۔ درس: (1) اطمینان اور وقار کے ساتھ عاجزانہ شان سے زمین پر آہستہ چلنا کامل ایمان والوں کا وصف ہے اور اتنی تیز چلنا جو بھاگنے کے مشابہ ہو یہ مومن کے وقار کے منافی ہے۔ (2) ضرورت سے زیادہ آواز بلند کر کے اور چلا چلا کر گفتگو کرنا ایک ناپسندیدہ فعل ہے اور یہ انسان کا نہیں بلکہ گدھوں کا طریقہ ہے۔ (3) حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے کو کی جانے والی جو نصیحتیں یہاں ذکر ہوئیں، ان سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تربیت کرنے کے معاملے میں والدین کو ان اُمور کا بطور خاص لحاظ کرنا چاہئے: ان کے عقائد کی اصلاح، ظاہری اور باطنی اعمال کی درستی پر توجہ ہو نیز اخلاقیات بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ چاروں چیزیں دنیا اور آخرت کے اعتبار سے انتہائی اہم ہیں۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں والدین اپنے بچوں کی تربیت کے معاملے میں یہ تو دیکھتے ہیں کہ ان کا بچہ دُنیوی تعلیم اور دنیاداری میں کتنا اچھا اور چالاک، ہوشیار ہے لیکن اس طرف توجہ بہت ہی کم کرتے ہیں کہ اس کے عقائد و نظریات کیا ہیں اور اس کے ظاہری اور باطنی اعمال کس رخ کی طرف جا رہے ہیں اور ان کی اخلاقیات کس نہج پر پہنچ چکی ہے۔

آیت 20: ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہیں جیسے سورج، چاند اور ستارے اور جو کچھ زمین میں ہیں جیسے دریا، پہاڑ، درخت، پھل، چوپائے وغیرہ، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت سے تمہارے لیے کام میں لگا رکھا ہے جس کے نتیجے میں تم آسمانی چیزوں سے نفع اٹھاتے ہو۔ مزید فرمایا: اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔ یہاں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ دینی، دنیاوی، ظاہری، باطنی، جسمانی، روحانی لاکھوں نعمتیں خدا نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ مختلف افراد کو مختلف نعمتیں عطا کی گئیں اور یہ تو چند نعمتیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ شمار ہی نہیں کی جا سکتیں تو کیا یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ مزید ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ ان کے پاس نہ علم ہے، نہ عقل اور نہ ہی کوئی روشن کتاب ہے، اس لئے ان کی گفتگو محض جہالت ہی ہوئی اور یہ جاہلانہ بحث و تکرار بہت سے کافروں کی عادت تھی۔ اہم بات: عقائد میں کلام کرنے کو

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا

اور جب ان سے کہا جائے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا

اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَ

کیا اگرچہ شیطان ان کو عذاب دوزخ کی طرف بلا رہا ہو○ تو جو اپنا منہ اللہ کی طرف جھکا دے اور

هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَ مَنْ كَفَرَ

وہ نیک ہو تو بیشک اس نے مضبوط سہارا تھام لیا اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے○ اور جو کفر کرے

فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

تو اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کرے۔ انہیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے تو ہم انہیں بتا دیں گے جو انہوں نے کیا ہوگا بیشک اللہ دلوں کی بات

لوگوں نے بہت آسان سمجھ رکھا ہے، میڈیا کی وجہ سے لوگوں نے دین، اسلام، قرآن، ایمان، آخرت اور خدا کے بارے میں عجیب رنگی چیزیں اپنائی ہوئی ہیں۔ ایمان کی حفاظت اسی میں ہے کہ عقیدے کے معاملے میں صرف یہی کہیں کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو قرآن وحدیث میں بیان ہوا اور میں امت مسلمہ اور بزرگان دین کے فہم دین سے ہٹ کر کسی کی رائے نہیں سننا چاہتا۔ درس: علم کے بغیر دینی مسائل میں بحث کرنا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے۔

آیت 21 ✽ فرمایا کہ جب ان جھگڑا کرنے والوں سے کہا جائے کہ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب قرآن کی پیروی کرو، تو کہتے ہیں: ہم قرآن کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طریقے پر ہی رہیں گے۔ اس پر فرمایا کہ کیا اگرچہ شیطان انہیں جہنم کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو جب بھی وہ اپنے باپ دادا ہی کی پیروی کئے جائیں گے؟ یہ تو سراسر عقل دشمنی ہے۔

آیت 22 ✽ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس کا دین قبول کرے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو، اسی پر بھروسہ رکھے اور وہ نیک اعمال کرنے والا بھی ہو تو بیشک اس نے مضبوط سہارا تھام لیا اور اس کے ذریعے وہ اعلیٰ مراتب پر فائز ہو جائے گا اور سب کاموں کی انتہا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے تو وہ ایسے شخص کو اچھی جزا دے گا۔ درس: آخرت میں اچھی جزا پانے کے لئے صحیح ایمان اور درست نیک اعمال دونوں ضروری ہیں، لہٰذا جو ایمان والا نہیں اس کا کوئی بھی عمل صالح نہیں اگرچہ وہ ظاہری اعتبار سے کیسے ہی اچھے عمل کر رہا ہو اور جو صحیح ایمان لانے کے بعد نیک عمل نہیں کر رہا وہ اپنے آپ کو خطرے پر پیش کر رہا ہے کیونکہ برے اعمال اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہیں۔

آیت 23 ✽ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! تم کسی کافر کے کفر پر غمزدہ نہ ہو کیونکہ ان کا کفر کرنا دنیا و آخرت میں آپ کے لئے کسی طرح نقصان دہ نہیں۔ ان لوگوں کو مرنے کے بعد ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور ہم انہیں ان کے اعمال کی سزا دیں گے کیونکہ خدا دلوں کی پوشیدہ باتیں بھی جانتا ہے۔

الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

جانتا ہے۔ ہم انہیں کچھ فائدہ اٹھانے دیں گے پھر انہیں سخت عذاب کی طرف مجبور کردیں گے۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے: ”اللہ نے۔“ تم فرماؤ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں۔

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۶﴾ وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک اللہ ہی بے نیاز، تعریف کے لائق ہے۔ اور زمین میں جتنے درخت ہیں

مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِؕ

اگر وہ سب قلمیں بن جاتے اور سمندر (ان کی سیاہی، پھر) اس کے بعد اس (کی سیاہی) کو سات سمندر مزید بڑھا دیتے تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوتیں

آیت 24: ارشاد فرمایا کہ ہم ان کافروں کو تھوڑی مہلت دیں گے تاکہ وہ اپنی موت تک دنیا کی نعمتوں سے مزے اٹھالیں پھر انہیں آخرت میں سخت عذاب کی طرف جانے پر مجبور کردیں گے اور وہ جہنم کا عذاب ہے۔

آیت 25: اس آیت کا خلاصہ یہ ہے اگر کفار سے سوال کیا جائے کہ بتاؤ زمین اور آسمان کس نے بنائے ہیں؟ تو ضرور ان کا جواب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ جب خدا ہی خالق ہے، تو واجب ہوا کہ اس کی حمد شکر ادا کیا جائے اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ اے حبیب! آپ کہہ دیں کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو خالقِ ارض و سماء ہے، جس نے اپنی توحید کو دلائل سے بیان فرمایا لیکن کافروں کی عجیب حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار کرنے کے باوجود یہ اس اعتراف کے تقاضے پر عمل نہیں کرتے کہ شرک چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت کریں تو ان کا یہ اعتراف علم نہیں بلکہ جہالت ہے جس کے تقاضے پر عمل نہیں اور جس علم اور شرک کے درمیان کے تضاد کو یہ سمجھ نہیں رہے۔

آیت 26: ارشاد فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے تو زمین و آسمان میں اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات اور صفات میں سب سے بے نیاز اور تعریف کے لائق ہے جو تمام صفاتِ کمال کا جامع ہے۔

آیت 27: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے اپنی عظمت کا بیان فرمایا کہ اگر ساری زمین میں موجود تمام درختوں کی شاخوں کے قلم بنالئے جائیں جو لکڑیوں سے بھی کہیں زیادہ ہوں گی اور لکھنے کے لئے سمندر بلکہ سات سمندروں کو سیاہی بنالیا جائے اور ان قلموں اور سیاہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عظمت مثلاً علم، قدرت اور صفات کو لکھا جائے تو سارے قلم اور سمندر ختم ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عظمت کے کلمات ختم نہ ہوں کیونکہ سمندر جتنے بھی ہوں بہر حال وہ محدود ہیں اور ان کی کوئی انتہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں، تو متناہی چیز غیر متناہی کا احاطہ کر ہی نہیں سکتی۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝

بیشک اللہ عزت والا، حکمت والا ہے ○ تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا، بیشک اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے ○

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ

اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کردیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کردیتا ہے اور اس نے سورج

وَ الْقَمَرَ ٘ كُلٌّ یَّجْرِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ

اور چاند کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک ایک مقررہ مدت تک چلتا ہے اور یہ کہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ○ یہ اس لیے ہے

اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ۝ ع ۱۲

کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جن کو لوگ پوجتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور یہ کہ اللہ ہی بلندی والا، بڑائی والا ہے ○

آیت 28 ﴾ کفار کا یہ ایک عام شبہ تھا کہ تخلیق تو مرحلہ وار ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مراحل سے گزار کر انسان کو پیدا فرمایا جیسے پہلے نطفہ کی شکل میں، پھر جما ہوا خون، پھر گوشت کا ٹکڑا، پھر ہڈیاں اور اعضاء وغیرہ بنتے ہیں۔ تخلیق کے ان مراحل کو جاننے کے باوجود محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ کہتے ہیں کہ تم سب کو ایک ہی گھڑی میں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس شبہ کے جواب میں ارشاد فرمایا: اے اہلِ مکہ! تم سب کو پیدا کرنا اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا اللہ تعالیٰ کے لئے ایک جان کو پیدا کرنے کے برابر ہے، یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں کیونکہ فرمایا گیا: یہاں بہت آہستگی سے پیدا فرمانا دوسری حکمتوں سے ہے نہ کہ رب تعالیٰ کی مجبوری کی بنا پر۔ قیامت میں ایک دم پیدا فرمانے میں اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار ہوگا، لہٰذا اپنے محدود ناقص علم و مشاہدے سے خدائی لامحدود کامل قدرت کو جانچنے کی کوشش نہ کرو۔ مزید فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال کو سننے والا اور تمہارے افعال کو دیکھنے والا ہے تو وہ تمہیں تمہاری باتوں اور عملوں کا بدلہ دے گا۔

آیت 30،29 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور حکمت سے ایک موسم میں رات کے کچھ حصے کو کم کر کے دن میں داخل کر دیتا ہے اور ایک موسم میں دن کے کچھ حصے کو بڑھا کر رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو بندوں کے نفع کے لئے کام میں لگا دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک مقررہ مدت تک اپنی مخصوص رفتار سے چلتا رہے گا اور کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ یہ جو عجائبات بیان ہوئے ان پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے اس لئے صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور خدا کے سوا جن بتوں اور بے قدر چیزوں کو لوگ پوجتے ہیں وہ سب باطل اور فنا ہونے والے ہیں، لہٰذا ان میں سے کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت و عظمت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات و صفات میں بلندی والا اور بڑائی والا ہے۔ اہم بات: سورج اور چاند کے بارے میں فرمایا کہ ”ہر ایک، ایک مقررہ مدت تک چلتا ہے“ اس میں مقررہ مدت سے مراد قیامت کا دن ہے کہ تب تک چلتے رہیں گے یا مراد یہ ہے کہ دونوں اپنے اپنے معین اوقات تک چلتے ہیں جیسے سورج سال کے آخر تک اور چاند مہینے کے آخر تک چلتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

کیا تو نے نہ دیکھا کہ دریا میں کشتی اللہ کے فضل سے چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بیشک اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے،

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬

بڑے شکر گزار کیلئے نشانیاں ہیں ○ اور جب پہاڑوں جیسی کوئی موج ان پر آپڑتی ہے تو اللہ ہی پر اعتقاد رکھتے ہوئے اسے پکارتے ہیں

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

پھر جب (اللہ) انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو ان میں کوئی (تو) اعتدال پر رہتا ہے اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ہر بڑا بے وفا، ناشکرا ہی کرے گا ○

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس میں کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی بچہ اپنے باپ کو

عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـاؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاٙ وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ

کچھ نفع دینے والا ہوگا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا دھوکا دینے والا تمہیں اللہ کے علم پر

آیت 31 ❁ فرمایا: کیا تو نے نہ دیکھا کہ دریا میں کشتی اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے چلتی ہے ورنہ وہاں تو ہزاروں آفتیں موجود ہیں جو اس کی روانی میں رکاوٹ بن سکتی اور کشتی کو ڈبو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فضل اس لئے فرمایا تاکہ وہ تمہیں اپنی قدرت کی کچھ نشانیاں دکھائے۔ بیشک کشتی کی روانی میں ہر اس شخص کیلئے نشانیاں ہیں جو بلاؤں پر بڑا صبر کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بڑا شکر گزار ہو، صبر اور شکر یہ دونوں صفتیں مومن کی ہیں تو گویا ارشاد فرمایا: اس میں ہر مومن کے لئے نشانیاں ہیں۔

آیت 32 ❁ ارشاد فرمایا کہ جب کافر سمندری سفر کے دوران پہاڑوں جیسی موجیں تباہ کرنے لگتی ہیں تو وہ اپنے معبودوں کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے اور اسی سے دعا و التجا کرنے لگتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی شان کریمی سے صحیح سلامت ساحل پر پہنچ جاتے ہیں تو ان میں سے چند ایک ہی اپنے ایمان و اخلاص پر قائم رہتے ہیں ورنہ اکثریت پھر کفر کی طرف لوٹ جاتی ہے اور یہ اکثریت بے وفا و ناشکری ہے اور ہماری آیتوں کا انکار صرف ہر بڑا بے وفا، ناشکرا ہی کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور راحت میں بھول جانا کافروں کا عمل ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

آیت 33 ❁ فرمایا: اے اہلِ مکہ! اپنے رب عزوجل سے ڈرو اور قیامت کے دن سے خوف کرو جس دن باپ بیٹے کے اور بیٹا باپ کے کام نہ آسکے گا، نہ کافر ماں باپ مسلمان اولاد کو انہیں فائدہ پہنچا سکے گی نہ مسلمان ماں باپ کافر اولاد کو۔ مزید فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت، جب اعمال کا حساب اور ان کی جزا دیئے جانے کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے تو دنیا کی زندگی جس کی تمام نعمتیں اور لذتیں ختم ہونے والی ہیں، ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے کہ ان نعمتوں اور لذتوں کے شیفتہ ہو کر ایمان سے محروم رہ جاؤ اور ہرگز بڑا دھوکا دینے والا شیطان

الْغَرُوْرُ ۝۳۳ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ

دھوکے میں نہ ڈالے ○ بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہ بارش اتارتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے

وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ

عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝۳۴

علم والا، خبردار ہے ○

لمبی امیدوں میں ڈال کر تمہیں اللہ تعالیٰ کے علم پر دھوکے میں نہ ڈالے اور تمہیں گناہوں میں مبتلا نہ کر دے۔ اہم بات: عقیدے کی درستی کے بغیر کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا، ہاں عقیدہ درست ہوا تو نیک دوست، نیک والدین، نیک اولاد سب کی طرف سے فائدہ متوقع ہے۔

آیت 34 ﴿ شانِ نزول: حارث بن عمرو نام کے ایک مشرک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے، مجھے خبر دیجئے کہ بارش کب آئے گی؟ اور میری عورت حاملہ ہے، مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے، لڑکا یا لڑکی؟ نیز مجھے یہ بتائیے کہ آئندہ کل کو میں کیا کروں گا؟ اور میں کہاں مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں پانچ چیزوں کے علم کی خصوصیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیان فرمائی گئی اور مخلوق کو علم غیب عطا کئے جانے کے بارے میں سورۂ جن کی آیت نمبر 26 اور 27 میں ارشاد ہوا: ترجمہ: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مکمل اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ علم غیب آیت میں مذکور پانچ چیزوں سے متعلق ہو یا کسی اور چیز کے بارے میں، ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے مخلوق بھی غیب جان سکتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ذاتی علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معجزہ اور کرامت کے طور پر عطا ہوتا ہے۔ ماضی و مستقبل کے غیب کی خبریں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم نے بکثرت دی ہیں اور قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں، تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں (حمل کی جمع) میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے خبریں دی تھیں اور ان سب کا جاننا قرآن کریم سے ثابت ہے، تو اس آیت کے معنی قطعاً یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ۟ۚ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۟ؕ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ

ترجمہ: ○کتاب کا اتارنا بیشک پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے○ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے یہ قرآن خود بنالیا ہے؟

**سورۂ سجدہ کا تعارف** سورۂ سجدہ آیت نمبر 18 ''اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا'' سے شروع ہونے والی تین آیتوں کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس سورت میں 3 رکوع اور 30 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 15 میں ان مسلمانوں کا وصف بیان کیا گیا ہے جو قرآن پاک کی آیت سن کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے اور اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ سجدہ'' رکھا گیا۔ فضائل: (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری، حدیث: 891) (2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس وقت تک نیند نہ فرماتے جب تک سورۂ سجدہ اور سورۂ ملک کی تلاوت نہ فرمالیتے۔ (ترمذی، حدیث: 3415) مضامین: ابتداء یہ بیان کیا گیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمائی اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت کو ثابت کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلائل ذکر کئے گئے۔ کفار اور فرمانبردار مسلمانوں کا اخروی حال بیان کیا گیا۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے درمیان مشابہت بیان کی گئی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والی سابقہ امتوں پہ نازل ہونے والے عذاب کا ذکر کرکے اس امت میں سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جھٹلانے والوں کو ڈرایا گیا ہے۔ آخر میں اسلام کے بنیادی عقائد، توحید، رسالت اور حشر و نشر پر کلام کیا گیا ہے۔

**آیت 1** یہ حروفِ مقطعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

**آیت 2** اس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ قرآنِ کریم کو معجزہ بنا کر نازل کرنا ربُّ العٰلمین کی طرف سے ہے اور اسی وجہ سے اس کی ایک سورت یا چھوٹی سی عبارت بنانے سے عرب کے تمام فصیح و بلیغ لوگ عاجز رہ گئے۔

**آیت 3** جب حضرت جبریل علیہ السلام قرآن پاک کو لے کر نازل ہوئے تو کفار قریش اس کا انکار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ مقدس نبی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے پاس سے بنالی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا مشرکین یہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ قرآن خود بنالیا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اے حبیب! یہی قرآن تمہارے رب عزوجل کی طرف سے حق ہے اور یہ اس لئے نازل ہوا تاکہ آپ ان لوگوں کو جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا اس امید پر ڈرائیں کہ وہ ہدایت پا جائیں۔ اہم بات: اس آیت میں جو بیان ہوا کہ ''جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا'' ان لوگوں

بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

بلکہ وہی تمہارے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ تم ان لوگوں کو ڈر سناؤ جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا اس امید پر (1) کہ

یَهْتَدُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ

وہ ہدایت پائیں ○ اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب چھ دن میں بنایا پھر عرش پر

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیْعٍؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝

استواء فرمایا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اس کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار نہیں اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ○

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ

وہ آسمان سے زمین تک (ہر) کام کی تدبیر فرماتا ہے پھر (وہ کام) اس دن میں اسی کی طرف رجوع کرے گا جس کی مقدار

اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝

تمہاری گنتی سے ہزار سال ہے ○ یہ ہے (اللہ) ہر پوشیدہ اور کھلی ہوئی بات کو جاننے والا، عزت والا، رحمت والا ○

سے مراد زمانہ فترت کے لوگ ہیں۔ اہل عرب کے لئے اس زمانے کی مدت حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک تھی اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے وہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تھا کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول نہیں آیا۔

آیت 4 ﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے چھ دن میں بنانے اور اپنی شان کے لائق عرش پر استواء فرمانے کی تفصیل سورۂ اعراف، آیت نمبر 54 کے تحت تفسیر میں گزر چکی ہے۔ مزید فرمایا: اس کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار نہیں اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے۔ یعنی اے گروہ کفار! اگر تم اسلام اختیار نہ کرو گے اور ایمان نہ لاؤ گے تو نہ تمہیں کوئی مدد گار ملے گا اور نہ کوئی شفیع تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی ہدایات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

آیت 5 ﴾ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک ہونے والے دنیا کے تمام کاموں کی اپنے حکم اور اپنے قضاو قدر سے تدبیر فرماتا ہے، پھر دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد بندوں کو حاصل ظاہری تصرف بھی ختم ہو جائے گا اور اس دن سب اختیار خدا ہی کے پاس ہو گا جس دن کی مقدار دنیا کے ایام کے حساب سے ہزار سال ہے اور وہ دن روزِ قیامت ہے۔ اہم بات: قیامت کے دن کی درازی بعض کافروں کے لئے ہزار برس کے برابر ہو گی اور بعض کے لئے پچاس ہزار برس کے برابر اور نیک مومن پر یہ دن ایک فرض نماز کے وقت سے بھی ہلکا ہو گا۔ یہ سب خدا کی قدرت سے ہو گا کہ جس کے لئے دن کو جتنا چاہے طویل یا مختصر کر دے۔

آیت 6 ﴾ فرمایا کہ اے لوگو! یہ عظمت و شان کا مالک اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو جاننے والا ہے خواہ وہ چیزیں تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہوں یا تمہارے سامنے ہوں، وہ خدا عزت والا، سب پر غالب، نہایت رحم فرمانے والا ہے کہ گناہگاروں کو مہلت، توبہ کرنے والوں کو

الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍۚ(۷) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ

جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے فرمائی۔ پھر اس کی نسل ایک بے قدر پانی کے

مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍۚ(۸) ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ

خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے ٹھیک بنایا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور

الْاَفْـٕدَةَؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ(۹) وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۬ؕ

دل بنائے۔ تم بہت تھوڑا شکر ادا کرتے ہو۔ اور انہوں نے کہا: کیا جب ہم مٹی میں گم ہوجائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے؟

بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ(۱۰) قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ

بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔ تم فرماؤ: تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر ہے

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ۠(۱۱) وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْؕ

ع

پھر تم اپنے رب کی طرف واپس کئے جاؤ گے۔ اور اگر کسی طرح تم دیکھتے جب مجرم اپنے رب کے پاس اپنے سروں کو نیچے جھکائے ہوں گے

(کہیں گے ...) ہوتا ہے۔

آیت ۷-۹ ارشاد فرمایا کہ اس نے جو چیز بھی بنائی وہ حکمت کے تقاضے کے عین مطابق بنائی ہے، ہر جاندار کو وہ صورت دی جو اس کے لئے مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنا کر انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے فرمائی، پھر ان کی نسل ایک بے قدر پانی کے خلاصے یعنی نطفے سے بنائی، پھر اسے مکمل درست بنایا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس کے جاندار ہونے کے بعد جاندار کیا اور تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم سنو، دیکھو اور سمجھو اور تمہارا حال یہ ہے کہ ان عظیم نعمتوں کے مقابلے میں تم رب تعالیٰ کا بہت تھوڑا شکر ادا کرتے ہو۔

آیت ۱۰ ارشاد فرمایا: مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مٹی میں مل کر خاک ہوجائیں گے اور ہمارے اجزاء منتشر رہیں گے تو ہم پھر نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے؟ ان کی تردید میں فرمایا گیا کہ خدا کو خالق تو یہ مانتے ہی ہیں، اس لئے یہ غور کریں تو مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی خدا کی قدرت آسانی سے مان جائیں گے لیکن ان کا قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار قدرتِ خداوندی سے انکار کے مقصد سے نہیں بلکہ خدا کی بارگاہ میں پیشی اور حساب دینے کے منکر ہیں۔

آیت ۱۱ ارشاد فرمایا: تم فرماؤ: تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر ہے۔ اس فرشتہ کا نام حضرت عزرائیل علیہ السلام ہے، اپنے کام سے غفلت نہیں کرتے اور جس کی موت کا وقت آجاتا ہے، بلا تاخیر اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ مزید فرمایا: **پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے** یعنی موت کے بعد تم اپنے رب عزوجل کی طرف واپس کئے جاؤ گے اور حساب و جزا کے لئے زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے۔

آیت ۱۲ فرمایا: اے حبیب! اگر آپ (قیامت کے دن کفار کی حالت) دیکھ لیں تو خوفناک منظر دیکھیں گے کہ جب کفار و مشرکین

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا

(اور کہتے ہوں گے:) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھا اور سنا تو ہمیں واپس بھیج دے تا کہ نیک کام کریں، بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں۔ اور اگر ہم چاہتے

كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

تو ہر جان کو اس کی ہدایت دیدیتے مگر میری یہ بات طے ہو چکی ہے کہ میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ

تو اب چکھو اس بات کا بدلہ کہ تم نے اپنے اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا، بیشک ہم نے تمہیں چھوڑ دیا اور اپنے اعمال کے بدلے میں ہمیشہ

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا

عذاب کا مزہ چکھو۔ ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان آیتوں کے ذریعے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں

اپنے رب عزوجل کے پاس اپنے افعال و کردار سے شرمندہ ہو کر، اپنے سروں کو نیچے جھکائے ہوئے عرض کریں گے: اے ہمارے رب! اب ہم نے مرنے کے بعد اٹھنے کو اور تیرے وعدہ اور وعید کی سچائی کو دیکھ لیا جن کے ہم دنیا میں منکر تھے اور تجھ سے تیرے رسولوں کی سچائی کو سن لیا تو اب ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ ہم نیک کام کریں۔ بیشک اب ہم یقین کرنے والے ہیں اور اب ہم ایمان لے آئے ہیں، لیکن اس وقت کا ایمان لانا انہیں کچھ کام نہ دے گا اور کفار کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ اگر انہیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ نیک بن جائیں گے کیونکہ اگر انہیں دنیا میں واپس بھیج بھی دیا جائے تو یہ پھر پہلے کی طرح ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے۔

آیت 13 ارشاد فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر جان کو ایمان کی ہدایت اور توفیق دے دیتے کہ وہ ہدایت اپنانے پر مجبور ہو جاتا، لیکن دنیا کا نظام تو لوگوں کی آزمائش کے لئے بنایا گیا ہے کہ اپنے اختیار سے ہدایت یا گمراہی کو اختیار کریں تو ہم نے ہدایت پر مجبور نہیں کیا، البتہ کافر جنوں اور انسانوں نے اپنے اختیار سے کافر ہونا تھا اور میرے (یعنی خدا کے) علم کے مطابق میری یہ بات طے ہو چکی ہے کہ میں ضرور جہنم کو ان کفر اختیار کرنے والے جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

آیت 14 جب کافر جنات اور انسان جہنم میں داخل ہوں گے تو جہنم کے خازن اُن سے کہیں گے: تو اب عذاب کا مزہ چکھو کیونکہ تم نے اس دن کی حاضری کو بھلا دیا تھا اور دنیا میں ایمان نہ لائے تھے، بیشک ہم نے تمہیں عذاب میں چھوڑ دیا، اب تمہاری طرف کوئی توجہ نہ ہوگی اور تم اپنے کفر و تکذیب کے بدلے میں ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔

آیت 15 ارشاد فرمایا: اے حبیب! کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں، آپ پر اور قرآن کی آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب قرآن کی آیتوں کے ذریعے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اسلام کی نعمت نصیب ہونے پر شکر گزاری کے لئے سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرنے سے تکبر نہیں کرتے۔ اہم بات: یہ آیت سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر "سجدۂ تلاوت" کرنا واجب ہے۔

سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ۝۱۵ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ○ ان کی کروٹیں ان کی خوابگاہوں سے جدا رہتی ہیں

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۱۶ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ

(وہ) ڈرتے اور امید کرتے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خیرات کرتے ہیں ○ تو کسی جان کو معلوم نہیں وہ

مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۷ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ

آنکھوں کی ٹھنڈک جو ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں چھپا رکھی ہے ○ تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو نافرمان ہے؟

لَا يَسْتَوٗنَ ۝۱۸ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا

برابر نہیں ہیں ○ بہرحال جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں مہمانی کے طور پر رہنے کے

يَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا

باغ ہیں ○ اور وہ جو نافرمان ہوئے تو ان کا ٹھکانہ آگ ہے، جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں پھیر دیئے جائیں گے

السجدة ۹ | وقف غفران | وقف غفران

آیت 16 ❖ اس آیت میں اہل ایمان کی شب بیداریوں کا ذکر ہے کہ وہ رات کے وقت نوافل پڑھنے کے لئے نرم بستروں کی راحت چھوڑ کر اٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں نیز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور دعائیں کرتے ہیں۔ اہم بات: اس آیت کے مفہوم میں رات میں عبادت کرنا اور تہجد پڑھنا سب داخل ہیں۔ رات کے نوافل، تہجد پڑھنا ہمیشہ سے نیک لوگوں کی سیرت کا حصہ رہا ہے۔ تہجد قربِ خداوندی کا بہت مؤثر ذریعہ ہے۔ یونہی راہِ خدا میں خرچ کرنا بھی صالحین کا شیوہ ہے۔

آیت 17 ❖ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں آدمی کے تصور سے بڑھ کر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے نیک اعمال کے سبب میں آنکھوں کی جیسی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے کسی جان کو اس چیز کا تفصیلی علم نہیں۔ اے اللہ، اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے ہمیں بے حساب بخش دینا اور ہمیں جنت کی نعمتیں عطا فرمانا۔

آیت 18 ❖ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ دُنیوی مال و اسباب، قوت و طاقت حقیقت میں تعریف کے قابل نہیں، انسان کا فضل و شرف ایمان و تقویٰ میں ہے، جسے یہ نصیب نہیں وہ انتہائی ناکارہ ہے لہٰذا کافر و مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

آیت 19، 20 ❖ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کی جنت ماویٰ میں عزت و اکرام سے مہمان نوازی کی جائے گی جبکہ دنیا میں کفر کرنے والوں کا قیامت کے دن ٹھکانا آگ ہے اور جہنم میں ان کا حال یہ ہوگا کہ جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں پھیر دیئے جائیں گے، یعنی وہ جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں اتنا اچھلیں گے کہ جب اوپر آجائیں گے قریب ہوگا کہ تڑپ کر باہر نکل پڑیں کہ فرشتے ان کے جسموں پر گُرز مار کر پھر نیچے گرا دیں گے اور ان

وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ

اور ان سے کہا جائے گا: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے ۝ اور ضرور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے

الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ

قریب کا عذاب چکھائیں گے (جسے دیکھنے والا ہے) امید ہے کہ یہ لوگ باز آجائیں گے ۝ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی

بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ ع وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے پھر (بھی) وہ ان سے منہ پھیر لے۔ بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں ۝ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو

الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۝ وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ

کتاب عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا ۝ اور جب بنی اسرائیل نے صبر کیا

سے کہا جائے گا: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے کہ دوزخ کے عذاب نام کی کوئی چیز نہیں۔

آیت 21 ٭ سابقہ آیت میں کافروں کو جس عذاب کی وعید سنائی وہ تو قیامت کے دن ہو گا لیکن اس سے پہلے ہم کافروں کو دنیا کا عذاب چکھائیں گے جو آخرت کے مقابلے میں قریب اور اخروی عذاب سے کمتر ہے تاکہ اس عذاب کو دیکھ کر وہ اپنے کفر اور نافرمانی سے توبہ کریں اور ایمان لے آئیں۔ اہم بات: ادنیٰ یعنی قریبی عذاب سے مراد دنیا کی آفات اور بیماریاں ہیں جن میں بندوں کو مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ وہ توبہ کرلیں۔ کفارِ مکہ بھی امراض و مصائب میں گرفتار ہوئے، سات برس ایسے سخت قحط میں مبتلا رہے کہ ہڈیاں، مردار کھا گئے اور غزوہ بدر میں قتل اور گرفتار بھی ہوئے۔

آیت 22 ٭ ارشاد فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب عزوجل کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جائے پھر بھی وہ ان سے منہ پھیر لے، ان میں غور و فکر نہ کرے اور ایمان قبول نہ کرے، بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ افسوس کہ آج کے مسلمان عقیدے کے اعتبار سے تو اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں سے منہ پھیرتے لیکن عمل کے اعتبار سے اکثریت کا طرزِ عمل نہایت ہی برا ہے۔

آیت 23 ٭ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو۔ مزید فرمایا اور ہم نے اسے ہدایت بنایا۔ اس کے دو معنی ہیں: (1) ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔ (2) ہم نے تورات کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔

آیت 24 ٭ فرمایا کہ جب بنی اسرائیل نے اپنے دین پر اور دشمنوں کی طرف سے پہنچنے والی مصیبتوں پر صبر کیا تو ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین اور تورات کے احکام کی تعمیل کے بارے میں بتاتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ یہ امام بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام تھے یا انبیاء کرام علیہم السلام کی پیروی کرنے والے۔ درسِ ہدایت: اس سے معلوم ہوا کہ صبر کا ثمرہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ صبر کرنے والے کو امامت اور پیشوائی نصیب ہو جاتی ہے لہٰذا جس پر کوئی آفت یا مصیبت آئی ہو تو اسے چاہیے کہ اس پر صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے۔

يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۗ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ

ان میں سے کچھ لوگوں کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے ○ بیشک تمہارا رب

يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا

قیامت کے دن ان میں اس بات کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے ○ اور کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے

مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾

ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں جن کے رہائشی مقامات میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں تو کیا یہ سنتے نہیں؟ ○

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ

اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی بھیجتے ہیں پھر اس سے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے

وَأَنْفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ

اور وہ خود کھاتے ہیں تو کیا وہ دیکھتے نہیں؟ ○ اور وہ کہتے ہیں: یہ فیصلہ کب ہو گا؟ اگر تم سچے ہو ○ تم فرماؤ:

{تفسیر 25} ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام اور اُن کی امتوں میں یا مومنین اور مشرکین کے درمیان دینی امور کی اس بات کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور حق و باطل والوں کو ممتاز کر دے گا۔

{تفسیر 26} ارشاد فرمایا کہ کیا اس بات نے اہلِ مکہ کی راہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتیں جیسے عاد، ثمود اور قوم لوط وغیرہ ہلاک کر دیں اور اہلِ مکہ جب تجارت کے سلسلے میں ملک شام کے سفر کرتے ہیں تو ان لوگوں کے منازل اور شہروں میں گزرتے ہیں اور ان کی ہلاکت کے آثار دیکھتے ہیں۔ بیشک اس ہلاکت اور اس سے متعلقہ آثار میں ضرور عبرت کی نشانیاں ہیں تو کیا یہ قرآن کو غور سے سن کر نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اہم بات: برباد شدہ لوگوں کی بستیوں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنا بہت اچھا ہے اور اسی طرح مقبول بندوں کے مزارات کی زیارت بھی بہت عمدہ ہے۔ پہلے سے گناہوں کا خوف اور دوسرے سے نیکیوں کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

{تفسیر 27} ارشاد فرمایا کہ کیا مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والوں نے نہیں دیکھا کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی بھیجتے ہیں، پھر اس پانی کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے بھوسہ کھاتے ہیں اور یہ لوگ خود غلہ کھاتے ہیں تو کیا وہ نہیں دیکھتے تاکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استدلال کریں اور سمجھیں کہ جو قادرِ برحق خشک زمین سے کھیتی نکالنے پر قادر ہے تو مردوں کو زندہ کرنا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔

{تفسیر 28} مسلمان کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو ان کے مستحق جزا دے گا۔ ان کی مراد یہ تھی کہ ہم پر رحمت فرمائے گا اور کفار و مشرکین کو عذاب میں مبتلا کرے گا، اس پر کافر کہتے تھے اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ یہ فیصلہ کب ہو گا؟

{تفسیر 29} ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرمائیں کہ فیصلے کے دن جب ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو گا جیسے میدانِ بدر

يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت ملے گی ○ تو ان سے منہ پھیر لو اور انتظار کرو بیشک وہ بھی منتظر ہیں ○

## ۳۳ سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ ۹۰

آیاتہا ۷۳ — رکوعاتہا ۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ

اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ سننا۔ بیشک اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

میں یہ جب فیصلے کا دن یعنی قیامت آئے گی تو نہ ہی انہیں توبہ کرنے کی مہلت نصیب ہوگی اور نہ اس وقت کافروں کا ایمان لانا انہیں نفع دے گا کہ عذاب اتر آنے کے بعد اور موت کے بعد غیب کے معاملات ظاہر ہو جانے کے بعد توبہ مقبول نہیں۔

**آیت 30** فرمایا کہ اے حبیب! آپ فیصلے کے بارے میں جلدی مچانے والے مشرکین سے منہ پھیر لیں اور ان پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کریں بیشک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

**سورۂ احزاب کا تعارف** یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 9 رکوع اور 73 آیتیں ہیں۔ احزاب حزب کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے گروہ، جماعت اور لشکر۔ اس سورت کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں غزوۂ احزاب کا ذکر کیا گیا ہے اس مناسبت سے اس سورت کا نام ''سورۂ احزاب'' رکھا گیا۔ مضامین: اس سورت کی ابتدا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے خوف رکھنے، کفار و منافقین کی پیروی سے بچنے، اللہ تعالیٰ کی وحی کی پیروی اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔ یہ بتایا گیا کہ دین و دنیا کے تمام امور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سب مسلمانوں پر نافذ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات تعظیم اور حرمت میں مسلمانوں کی مائیں ہیں، غزوۂ احزاب کا واقعہ بیان کیا گیا۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو چند احکام دیئے گئے ہیں نیز پردے کے متعلق احکام بیان فرمائے گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کئے گئے اور ان کی تعظیم کے بارے میں مسلمانوں کو ہدایات دی گئی ہیں۔ مزید شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں: (1) بیوی کو ماں جیسا کہہ دینے کا حکم۔ (2) رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں کوئی اجنبی بھائی برادری کی وجہ سے کسی کا وارث نہیں ہوتا۔ (3) کسی کو منہ بولا بیٹا بنا لینے کا حکم۔ (4) نکاح کے بعد بیوی کو ہاتھ لگائے بغیر طلاق دینے کا حکم۔

**آیت 1** شانِ نزول: ابو سفیان بن حرب، عکرمہ بن ابو جہل اور ابو الاعور سلمی جنگِ اُحد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے

وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾

اور اس کی پیروی کرتے رہنا جو تمہارے رب کی طرف سے تمہیں وحی کی جاتی ہے۔ (اے لوگو!) بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ

اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی کام بنانے والا ہے۔ اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ بنائے

اور عبداللہ بن اُبی بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے گفتگو کے لئے امان حاصل کر کے کہا: آپ ہمارے معبودوں کو کچھ نہ فرمائیے اور یہ فرما دیجئے کہ ان کی شفاعت ان کے پجاریوں کے لئے ہے، اس کے بدلے میں ہم لوگ آپ اور آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے، یعنی آئندہ آپ سے بُرائی وغیرہ نہیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو انکی یہ گفتگو بہت ناگوار ہوئی اور آپ نے انہیں مدینہ سے نکال دینے کا حکم دیا، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو نکال دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: اے پیارے نبی! آپ ہمیشہ کی طرح استقامت کے ساتھ تقویٰ کی راہ پر گامزن رہنے اور کافروں اور منافقوں کی خلافِ شریعت بات نہ ماننے پر قائم رہئے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ہے اور مقصود آپ کی اُمت سے فرمانا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے امان دیدی تو تم اس کے پابند رہو اور عہد توڑنے کا ارادہ نہ کرو اور کفار و منافقین کی خلافِ شرع بات نہ مانو۔ مزید فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔

﴿آیت 3،2﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ قرآن مجید پر عمل کرتے رہیں اور کافروں کی رائے کو خاطر میں نہ لائیں اور بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے خبردار ہے اور اے حبیب! آپ اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ بھروسہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ کافی کام بنانے والا ہے۔

﴿آیت 4﴾ ارشاد فرمایا: اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ بنائے یعنی ایک دل میں کفر اور ایمان، ہدایت اور گمراہی، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس سے انحراف جمع نہیں ہو سکتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک دل میں دو متضاد چیزیں جمع نہیں ہوتیں اور اگر ظاہری دو دل مراد ہوں تو یہ کہ ایک انسان کے اندر دو ایک قسم کے دل نہیں ہو سکتے تو یہ بھی اپنی جگہ درست ہے کہ اگر کسی میں بالفرض یہ نظر آئے کہ دل کی شکل کے دو گوشت کے لوتھڑے ہیں تو ان میں ایک حقیقی دل ہو گا اور دوسرا محض ایک اضافی گوشت ہو گا یعنی اُس کا نظام بدن صرف ایک حقیقی دل کے ساتھ وابستہ ہو گا۔ مزید ارشاد فرمایا: اس نے تمہاری ان بیویوں کو تمہاری حقیقی مائیں نہیں بنایا جنہیں تم ماں جیسی کہہ دو۔ شانِ نزول: زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کرتا تھا تو وہ لوگ اس ظہار کو طلاق کہتے اور عورت کو اس کی ماں قرار دیتے تھے اور جب کوئی شخص کسی کو بیٹا کہہ دیتا تھا تو اس کو حقیقی بیٹا قرار دے کر میراث میں شریک ٹھہراتے اور اس کی بیوی کو بیٹا کہنے والے کے لئے حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح حرام جانتے تھے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جن بیویوں کو تم نے "ماں جیسی" کہہ دیا ہے تو اس سے وہ تمہاری حقیقی مائیں نہیں بن گئیں اور جنہیں تم نے اپنا بیٹا بنایا ہے تو وہ تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بن گئے اگرچہ لوگ انہیں تمہارا بیٹا کہتے ہوں۔ بیوی کو ماں کے مثل کہنا اور لے پالک بچے کو بیٹا کہنا ایک بات ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ حق بیان فرماتا ہے اور وہی حق کی سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ مفسرین

وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ

اور اس نے تمہاری ان بیویوں کو تمہاری حقیقی ماں نہیں بنادیا جنہیں تم ماں جیسی کہہ دو اور نہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ

یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔ انہیں ان کے حقیقی باپ ہی کا

هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ

یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ کا علم نہ ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے دوست

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو لاعلمی میں غلطی ہوئی لیکن اس میں گناہ ہے جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا

نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو یہودیوں اور منافقوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ (حضرت) محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے شادی کر لی ہے۔ ان کا رد بھی فرمادیا گیا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا کہتے ہیں لیکن اس سے وہ حقیقی طور پر آپ کے بیٹے نہیں ہو گئے، لہٰذا یہودیوں اور منافقوں کا اعتراض محض غلط ہے اور یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اہم باتیں: (1) ظہار کا معنی یہ ہے کہ شوہر کا اپنی بیوی یا اس کے کسی جزو شائع (جیسے نصف، چوتھائی یا تہائی حصے کو) یا ایسے جز کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو، ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو۔ (2) ظہار کا حکم یہ ہے کہ (اس سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ عورت بدستور اس کی بیوی ہی ہوتی ہے البتہ) جب تک شوہر کفارہ نہ دیدے اس وقت تک اس عورت سے میاں بیوی والے تعلقات قائم کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ (3) ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے اور جو ایسا بیمار یا اتنا بوڑھا ہے کہ روزوں کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ (4) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زوجہ کو ماں بہن کہنا (یعنی تشبیہ نہیں دی، بغیر تشبیہ کے ماں، بہن کہا)، خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یوں کہے: تو میری ماں بہن ہے، سخت گناہ و ناجائز ہے۔ مگر اس سے نکاح میں خلل نہ آئے گا، نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، 13/280) مذاق مسخری میں بھی اپنی بیوی کو ایسا کہنا جائز نہیں۔

آیت 5: ارشاد فرمایا کہ تم لے پالک بچوں کو ان کے حقیقی باپ ہی کی طرف منسوب کر کے پکارو، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے، پھر اگر تمہیں ان کے باپ کا علم نہ ہو اور اس وجہ سے تم انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب نہ کر سکو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں تو تم انہیں اپنا بھائی یا اے بھائی کہو اور جس کے لے پالک ہیں اس کا بیٹا نہ کہو اور ممانعت کا حکم آنے سے پہلے تم نے جو غلطی میں لے پالکوں کو ان کے پالنے والوں کا بیٹا کہا اس پر تمہاری گرفت نہ ہوگی البتہ اس صورت میں تم گناہگار ہو گے جب ممانعت کا حکم آجانے کے بعد تم جان بوجھ کر لے پالک کو اس کے پالنے والے کا بیٹا کہو۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے، اس نے

غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵﴾ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

بخشے والا مہربان ہے ○ یہ نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں

وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ

اور مومنوں اور مہاجروں سے زیادہ اللہ کی کتاب میں رشتہ دار ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں

غلطی سے ایسا ہو جائے پر گرفت نہیں فرماتا اور جس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو تو اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ فقہی احکام: بچہ یا بچی گود لینے سے متعلق دو فقہی احکام پیش نظر رکھیں: (1) گود میں لینے والا عام بول چال میں یا کاغذات وغیرہ میں اس کے حقیقی باپ کی جگہ اپنا نام استعمال نہیں کر سکتا بلکہ سب جگہ اس بچے کے اصلی والد ہی کا نام استعمال کرنا ہوگا البتہ بطورِ سرپرست اپنا نام استعمال کر سکتا ہے۔ (2) اگر بچہ گود میں لیا جائے تو اس کی عمر دو سال ہونے سے پہلے عورت اسے اپنا یا اپنی بہن کا دودھ پلا دے اور بچی گود میں لی جائے تو اسی مدت میں مرد اپنی کسی محرم عورت کا دودھ اسے پلوا دے، اس صورت میں ان کے درمیان رضاعی رشتہ قائم ہو جائے گا اور محرم ہو جانے کی وجہ سے پردے کی پابندیاں نہ رہیں گی۔

آیت 6 ﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ اولیٰ کے معنی ہیں زیادہ مالک، زیادہ قریب، زیادہ حقدار، یہاں تینوں معنی درست ہیں اور اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ دنیا اور دین کے تمام امور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم مسلمانوں پر نافذ اور آپ کی اطاعت واجب ہے اور آپ کے حکم کے مقابلے میں نفس کی خواہش کو ترک کر دینا واجب ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ نرمی، رحمت اور لطف و کرم فرماتے ہیں اور انہیں سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں۔ مزید فرمایا: اور ان کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو مومنوں کی مائیں فرمایا گیا، لہٰذا اُمّہاتُ المومنین کا تعظیم و حرمت میں اور ان سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہونے میں وہی حکم ہے جو سگی ماں کا ہے جبکہ اس کے علاوہ دوسرے احکام میں جیسے وراثت اور پردہ وغیرہ، ان کا وہی حکم ہے جو اجنبی عورتوں کا ہے یعنی ان سے پردہ بھی کیا جائے گا اور عام مسلمانوں کی وراثت میں وہ بطورِ ماں شریک نہ ہوں گی۔ یہ امہات سب امت کی مائیں ہیں اور ہر امتی کے لئے اس کی حقیقی ماں سے بڑھ کر واجبُ الاحترام ہیں۔ مزید فرمایا: اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہجرت کے بعد بعض مہاجرین کو بعض انصار کا بھائی بنا دیا تھا اور اس رشتہ کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے وارث ہوا کرتے تھے، پھر یہ آیت نازل ہوئی اور فرما دیا گیا کہ میراث رشتہ داروں کا حق ہے اور دینی اُخوت کی، ایمان یا ہجرت کے رشتہ سے جو میراث ملتی تھی وہ اب نہیں ملے گی البتہ تم دوستوں پر اس طرح احسان کر سکتے ہو کہ ان کے لئے جو چاہو کچھ مال کی وصیت کر دو تو وہ وصیت مال کے تیسرے حصے کی مقدار وراثت پر مقدم کی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ دار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، دینی برادری کے ذریعے کوئی اجنبی اب وارث نہیں ہو سکتا۔ آخر میں فرمایا یہاں بیان کردہ چیزیں کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ کتاب سے مراد لوحِ محفوظ یا قرآن مجید ہے۔ اہم بات: دین و دنیا کے تمام اُمور میں کسی شخص کی اطاعت پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت مقدم ہے۔

اِلَمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ

جو تمہیں نظر نہ آئے اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے ۝ جب کافر تم پر تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آئے

وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ

اور جب آنکھیں ٹھٹک کر رہ گئیں اور دل گلوں کے پاس آگئے اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے ۝ وہیں مسلمانوں کو

الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

آزمایا گیا اور انہیں خوب سختی سے جھنجھوڑا گیا ۝ اور جب منافق اور جن کے دلوں میں مرض تھا وہ کہنے لگے:

مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ

اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے دھوکے کا وعدہ کیا ۝ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اے مدینہ والو! (یہاں) تمہارے

آیت 10 ﴾ غزوۂ احزاب کے موقع پر جب اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا اس وقت صورت حال یہ تھی کہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے والے لشکر میں سے وادی کے اوپر کی طرف مشرق سے اسد اور غطفان قبیلے کے لوگ مالک بن عوف نصری اور عیینہ بن حصن فزاری کی سرکردگی میں ایک ہزار کی جمعیت لے کر آئے اور ان کے ساتھ طلیحہ بن خویلد اسدی بنی اسد کی جمعیت لے کر اور حیی بن اخطب یہودی بنی قریظہ کی جمعیت لے کر آیا اور وادی کی نچلی جانب مغرب سے قریش اور کنانہ قبیلے کے لوگ ابو سفیان بن حرب کی سرکردگی میں آئے۔ اس وقت لوگوں کی آنکھیں رعب و ہیبت کی شدت سے ٹھٹک کر رہ گئیں اور خوف اس انتہا کو پہنچ گیا کہ دل گلوں کے پاس آگئے اور منافق تو یہ گمان کرنے لگے کہ اب مسلمانوں کا نام و نشان باقی نہ رہے گا کیونکہ کفار کی اتنی بڑی جمعیت سب کو فنا کر ڈالے گی جبکہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آنے اور اپنے فتح یاب ہونے کی امید تھی۔

آیت 11 ﴾ اسی دہشت ناک جگہ اور ہولناک حالت میں رعب اور محاصرے کے ذریعے مسلمانوں کے صبر و اخلاص کو آزمایا گیا اور اس جنگ میں ناداری، یہود مدینہ کا خطرہ، خارجی دشمنوں کی یلغار، اس کے علاوہ اپنی بے سروسامانی وغیرہ سب مسائل جمع ہو گئے تھے اور یہ وہ چیزیں تھیں جن سے بہادروں کے دل چھوٹ جاتے ہیں مگر سچے غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایسی آفات میں بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ثابت قدم رہے۔

آیت 12 ﴾ شانِ نزول: خندق کی کھدائی کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے چٹان پر ضرب لگا کر اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور اس کے بعد یہ بشارت دی کہ فارس، روم، یمن اور حبشہ کے ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوں گے۔ جب کافروں نے حملہ کیا تو ان کے گروہ کو دیکھ کر ایک منافق کہنے لگا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو ہمیں فارس اور روم کی فتح کا وعدہ دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کو یہ مجال بھی نہیں کہ اپنے ڈیرے سے باہر نکل سکے تو یہ وعدہ نرا دھوکا ہے۔ دیگر منافقوں نے بھی اسی طرح کی باتیں کیں۔ ان کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کا یہ عقیدہ مضبوط ہوتا کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سچے رسول ہیں تو وہ کبھی یہ بات اپنی زبان پر نہ لاتے۔

آیت 13 ﴾ غزوۂ خندق کے موقع پر کافروں کے لشکر دیکھ کر منافقوں کا حال یہ ہوا کہ ان میں سے ایک گروہ کہنے لگا کہ اے مدینہ والو!

لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ

ٹھہرنے کی جگہ نہیں، تو تم واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے یہ کہتے ہوئے اجازت مانگ رہا تھا: بیشک ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں

وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُىِٕلُوا

حالانکہ وہ بے حفاظت نہ تھے۔ وہ تو صرف فرار ہونا چاہتے تھے ○ اور اگر ان پر مدینہ کی (مختلف) طرفوں سے فوجیں آجاتیں پھر ان سے

الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ۝ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ

فتنے کا مطالبہ کیا جاتا تو ضرور ان کا مطالبہ دیدیتے اور اس میں دیر نہ کرتے مگر تھوڑی سی ○ اور بیشک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کرچکے تھے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر میں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں کیونکہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے لشکر غالب آجائیں گے، اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ تم مدینہ منورہ میں اپنے گھروں کی طرف واپس چلے جاؤ، اور ان کا دوسرا گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور یہ کہہ کر واپسی کی اجازت مانگنے لگا کہ مدینہ منورہ میں ہمارے گھر کمزور ہونے کی وجہ سے محفوظ نہیں اور ہمیں دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہے، اس لئے آپ ہمیں واپس جانے کی اجازت دیں تاکہ ہم ان کی حفاظت کا انتظام کرلیں، اس کے بعد ہم دوبارہ لشکر میں واپس آجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی اندرونی کیفیت کو ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ منافقوں کے گھر غیر محفوظ نہ تھے بلکہ وہ لوگ یہ بہانہ بنا کر میدان جنگ سے فرار ہونا چاہتے تھے۔ اہم بات: (1) اس آیت میں "یثرب" کا لفظ اللہ رب العزت جل جلالہ نے منافقین کا قول نقل فرمایا ہے۔ (2) مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز و گناہ ہے اور کہنے والا گنہگار۔

**آیت 14** ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں کا یہ کہنا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں، محض ایک بہانہ ہے اور اگر بالفرض مدینہ منورہ کی مختلف اطراف سے فوجیں ان پر حملہ آور ہو جاتیں، پھر ان منافقوں سے یہ مطالبہ کیا جاتا کہ تمہارے بچنے کی صورت یہ ہے کہ تم اسلام سے منحرف ہو جاؤ، تو یہ لوگ ضرور ان کا مطالبہ پورا کر دیتے اور اس مطالبے کو پورا کرنے میں چند لمحوں کی بھی تاخیر نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب بندہ یقین اور صبر کی کمی کا شکار ہوتا ہے، بزدلی اور انسانوں کا خوف اس پر غالب ہوتا ہے اور کسی دینی حکم پر عمل کرنے کی صورت میں اگر اذیت پہنچنے کا صرف احتمال ہی ہو تو اس سے گھبرانے لگ جاتا ہے، اور اس وقت اس کا دل عقیدے کی کمزوری والے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ مسلمان کہلانے کے باوجود اگر کسی ہلکی سی تکلیف سے ڈرا کر اس سے کفر و شرک کا مطالبہ کیا جائے تو وہ اس مطالبے کو پورا کرنے میں دیر نہیں لگاتا۔

**آیت 15** ﴾ فرمایا کہ جو لوگ مدینہ منورہ میں اپنے گھروں کی طرف لوٹ جانے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، بیشک وہ غزوہ خندق سے پہلے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر چکے تھے کہ وہ دشمنوں کو پیٹھ دکھا کر جنگ سے فرار نہیں ہوں گے، بزدلی کا مظاہرہ نہیں کریں گے اور جو غلطی ہم سے پہلے ہوئی اسے نہیں دہرائیں گے، لیکن انہوں نے وہ عہد توڑ دیا اور اپنے گھروں میں واپس جانے کی اجازت طلب کرنے لگے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کے بارے میں ان سے پوچھا جائے گا اور اسے پورا نہ کرنے پر سزا دی جائے گی۔ اہم بات: حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کا عہد کرنا گویا رب تعالیٰ سے عہد کرنا ہے کیونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ کے نائب اعظم اور مختار مطلق ہیں، لہٰذا آپ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنا لازم ہے۔

لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ

کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کے وعدے کا پوچھا جائے گا۔ تم فرماؤ: اگر موت یا قتل سے بھاگ رہے ہو تو ہرگز تمہیں یہ بھاگنا

مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ

نفع نہ دے گا اور اس وقت بھی تمہیں تھوڑی سی دنیا ہی فائدہ اٹھانے دیا جائے گا۔ تم فرماؤ: وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے گا اگر

اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

وہ تمہارا برا چاہے یا تم پر رحم فرمانا چاہے اور وہ اللہ کے سوا کوئی حامی نہ پائیں گے اور نہ ہی مددگار۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآىِٕلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَ لَا يَاْتُوْنَ

بیشک اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں: ہماری طرف چلے آؤ اور وہ لڑائی میں

الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ

تھوڑے ہی آتے ہیں۔ تمہارے اوپر بخل کرتے ہوئے آتے ہیں پھر جب ڈر کا وقت آتا ہے تو تم انہیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں

آیت 16 ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! رخصت مانگنے والوں سے فرما دیں کہ اگر تم موت یا قتل ہو جانے سے ڈرتے بھاگ رہے ہو تو یہ بھاگنا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ جو مقدر ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا۔ اس لئے اگر تمہاری تقدیر میں یہاں موت لکھی ہے تو وہ تمہیں آ کر رہے گی اور اگر یہاں تمہاری موت کا وقت نہیں آیا ہے تو بھی میدانِ جنگ سے بھاگ کر صرف اتنے ہی دن دنیا سے فائدہ اٹھا پاؤ گے جتنی تمہاری عمر باقی ہے اور یہ بہت قلیل مدت ہے، تو تم تھوڑی سی موہوم زندگی کے لئے اتنے بڑے گناہ کا بوجھ کیوں اٹھا رہے ہو۔

آیت 17 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہیں قتل اور ہلاک کرنا منظور ہو تو اسے کوئی ٹال ہی نہیں سکتا اور اگر وہ تمہیں امن و عافیت عطا فرما کر تم پر رحم فرمانا چاہے تو کوئی تمہیں قتل اور ہلاک نہیں کر سکتا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے لئے کوئی حامی نہ پائیں گے اور نہ ہی انہیں کوئی مددگار ملے گا۔

آیت 18 ﴿ شانِ نزول: یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی، ان کے پاس یہودیوں نے پیغام بھیجا تھا کہ تم کیوں اپنی جانیں ابوسفیان کے ہاتھوں سے ہلاک کروانا چاہتے ہو، اس کے لشکری اس مرتبہ اگر تمہیں پا گئے تو تم میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑیں گے، ہمیں ڈر ہے کہ تم کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤ، تم ہمارے بھائی اور ہمسائے ہو اس لئے ہمارے پاس آ جاؤ۔ یہ خبر پا کر عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق اور اس کے ساتھی مؤمنین کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے ڈرا کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دینے سے روکنے لگے اور اس میں انہوں نے بہت کوشش کی لیکن جس قدر انہوں نے کوشش کی، مومنین کی ثابت قدمی اور بڑھتی گئی۔

آیت 19 ﴿ فرمایا کہ منافقوں کا حال یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو جنگ میں ان کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ لوگ بخل کرتے ہیں اور جب خطرہ کا وقت پڑ جائے تو اس وقت خوف سے ان کی آنکھیں گھوم رہی ہوتی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمان دشمن پر غالب ہو جاتے ہیں تو پھر مالِ غنیمت کے لیے پہلے ہی پہنچ جاتے ہیں اور اپنی جرأت کی جھوٹی داستانیں سناتے ہوئے کہتے ہیں

تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ

کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہوئی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جاتا ہے تو مالِ غنیمت کی لالچ میں تیز زبانوں سے

حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى

تمہیں طعنے دینے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں ہیں تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے اور یہ اللہ پر

اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ

بہت آسان ہے۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ لشکر ابھی نہ گئے اور اگر وہ لشکر دوبارہ آئیں تو ان کی خواہش ہوگی کہ کاش

اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ع

وہ کسی گاؤں میں ہوتے (اور وہیں سے) تمہاری خبروں کے بارے میں پوچھ لیتے اور اگر وہ تم میں رہتے تو جب بھی تھوڑے ہی لڑتے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ

بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ موجود ہے اس کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے

کہ ہماری بہادری کی وجہ سے ہی جنگ میں کامیابی اور غنیمت ملی ہے، لہٰذا ہمیں غنیمت میں زیادہ حصہ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اگرچہ اپنی زبانوں سے ایمان کا اقرار کیا ہے لیکن درحقیقت یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں، اس لئے ان کے تمام ظاہری عمل جہاد وغیرہ سب باطل کردیئے گئے اور عملوں کو باطل کردینا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ درس: وقت پر ساتھ نہ دینا اور زبان سے محبت کا دعویٰ کرنا منافقوں کا کام ہے جبکہ مومن ہر مشکل وقت میں اپنے مسلمان بھائی کا ساتھ دیتا ہے اور زبانی دعوے کرنے کی بجائے عملی مظاہرہ زیادہ کرتا ہے۔

آیت 20 * فرمایا کہ منافق لوگ اپنی بزدلی کی وجہ سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ کفارِ قریش، قبیلہ غطفان اور یہودی وغیرہ ابھی تک میدان چھوڑ کر بھاگے نہیں ہیں اگرچہ حقیقت میں وہ بھاگ چکے ہیں اگر بالفرض کفار کے لشکر دوبارہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کردیں تو ان کی آرزو یہ ہوگی کہ یہ لوگ مدینہ پاک کو ہی چھوڑ کر دیہات میں چلے جائیں اور مدینہ منورہ آنے جانے والے لوگوں سے تمہاری ہار جیت کی خبر پوچھ لیا کریں اور خود مدینہ منورہ آنے کی ہمت بھی نہ کریں اور اگر انہیں تمہارے درمیان ہی موجود رہنا پڑتا تب بھی ان میں سے تھوڑے لوگ ہی لڑائی کرتے اور وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ انہیں یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔

آیت 21 * اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں پیروی کیلئے بہترین طریقہ موجود ہے جس کا حق یہ ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جیسے غزوۂ خندق کے موقع پر جن سنگین حالات کا سامنا تھا کہ کفارِ عرب اپنی بھرپور افرادی اور حربی قوت کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے اچانک نکل پڑے تھے جبکہ مسلمانوں کے پاس افرادی قوت بھی کم تھی، خوراک کی اتنی قلت ہوگئی کہ کئی کئی دن فاقہ کرنا پڑتا تھا، پھر عین وقت پر مدینہ منورہ کے یہودیوں نے دوستی کا معاہدہ توڑ دیا اور ان کی غداری کی وجہ سے حالات مزید سنگین ہوگئے، ایسے ہوشربا حالات میں تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسی شاندار سیرت پیش فرمائی

وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ

اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔ ۝ اور جب مسلمانوں نے لشکر دیکھے تو کہنے لگے: یہ وہ ہے جس کا ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ دیا تھا

وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝۲۲ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس بات نے ان کے ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونے کو اور زیادہ کردیا ۝ مسلمانوں میں

قدم قدم پر اپنے جانثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ موجود رہے، جب خندق کھودنے کا موقع آیا تو اس کی کھدائی میں خود بھی شرکت فرمائی، چٹانوں کو توڑا اور مٹی کو اٹھا اٹھا کر باہر پھینکا، جب خوراک کی قلت ہوئی تو دوسرے مجاہدین کی طرح خود بھی فاقہ کشی برداشت فرمائی اور اس دوران اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فاقے کی تکلیف سے پیٹ پر ایک پتھر باندھا تو سید العالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبارک شکم پر دو پتھر بندھے ہوئے نظر آئے۔ شدید سردی کے باوجود ہفتوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ میدان جنگ میں رہے، جب دشمن حملہ آور ہوا تو اس کے لشکر کی تعداد اور حربی طاقت کو دیکھ کر پریشان نہیں ہوئے بلکہ عزم و ہمت کا پیکر بنے رہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ جب بنو قریظہ کے بارے میں خبر ملی کہ انہوں نے عہد توڑ دیا ہے اور منافق مختلف حیلوں کے ذریعے میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے لگے تب بھی استقامت کے ساتھ ان تمام حالات کا مقابلہ فرماتے رہے، جنگ میں ثابت قدمی اور شجاعت دکھائی، اس میں آنے والی سختیوں کا صبر و ہمت سے مقابلہ کیا، اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی مدد سے کفار کے لشکروں کو شکست دی۔ ان تمام چیزوں کے پیش نظر مسلمانوں کو فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! تمہیں چاہئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت کی پیروی کرو اور یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف، اس سے امید اور قیامت کی دہشت ہوگی۔ اہم باتیں: (1) یہ آیت مبارکہ اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی لیکن اپنے الفاظ کے اعتبار سے عام ہے اور اس موقع کے علاوہ بھی سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت طیبہ کے ان تمام اُمور میں پیروی کا حکم ہے جو آپ کی خصوصیت نہیں ہیں۔ درحقیقت زندگی کے ہر شعبہ میں اور ہر پہلو کے اعتبار سے تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک زندگی میں ہمارے لئے ایک کامل نمونہ موجود ہے۔ حقیقی کامیاب زندگی وہی ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نقش قدم پر ہو، اگر کھانا پینا، سونا جاگنا، شادی کرنا بھی سنت کے مطابق ہو جائے تو عبادت بن جاتا ہے۔

آیت 22 ﴿ یہاں سے باہمت مومنوں کا حال بیان کیا جارہا ہے چنانچہ فرمایا کہ جب غزوہ خندق کے دن مسلمانوں نے کفار کے لشکر دیکھے تو کہنے لگے: یہ وہ ہے جس کا ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وعدہ دیا تھا کہ تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور تم پر سختیاں آئیں گی اور لشکر جمع ہو کر تم پر ٹوٹیں گے لیکن تم غالب آؤ گے اور تمہاری مدد کی جائے گی اور اس بات نے ان کے ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے کو اور زیادہ کردیا۔

آیت 23 ﴿ بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نذر مانی تھی کہ وہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شرکت کا موقع پائیں گے تو ثابت قدم رہیں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں۔ ان کے بارے میں اس آیت میں ارشاد ہوا کہ انہوں نے اپنا وعدہ سچا کر

الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا

اور جن اہلِ کتاب نے ان (کافروں) کی مدد کی تھی (اللہ نے) انہیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالا، ان میں ایک گروہ کو

تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝۲۶ وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا

تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قید کرتے ہو۔ اور اللہ نے تمہیں ان کی زمین اور ان کے مکانات اور ان کے مالوں کا وارث بنایا اور اس زمین کا بھی

لَّمْ تَطَـٔـُوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝۲۷ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ

جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے نبی! اپنی بیویوں سے فرمادو: اگر تم

تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸ وَ اِنْ كُنْتُنَّ

دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ تاکہ میں تمہیں مال دوں اور تمہیں اچھی طرح چھوڑ دوں۔ اور اگر

تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹

تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

انہیں ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں خوف و رعب ڈال دیا، ان میں سے مردوں کے اس گروہ کو تم قتل کرتے ہو جو لڑنے کے قابل ہیں جبکہ عورتوں اور بچوں کو قید کرتے ہو۔

آیت 27 ﴿ فرمایا گیا کہ یہودیوں کو قتل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ انہیں بنو قریظہ کی کھیتیوں اور باغات، ان کے قلعوں اور مکانات، ان کے اثاثہ جات اور مویشیوں وغیرہ کا مالک بنا دیا اور مزید یہ احسان فرمایا کہ مسلمانوں کو اس زمین کا بھی وارث بنایا جس پر ابھی انہوں نے قدم نہ رکھے تھے۔ اس زمین سے مراد خیبر کی زمین یا مکہ کی زمین یا روم و فارس کی زمین یا ہر وہ زمین مراد ہے جو قیامت تک فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والی ہے۔

آیت 29،28 ﴿ شانِ نزول: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے آپ سے دُنیوی سامان طلب کئے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی، جبکہ یہاں تو دنیا سے بے رغبتی اپنے کمال پر تھی اور دنیا کے سامان کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لئے ان کا یہ مطالبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قلبِ اطہر پر گراں گزرا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ جلدی نہ کرو اور اپنے والدین سے مشورہ کر کے جو رائے ہو اس پر عمل کرو۔ انہوں نے عرض کی: حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی یہی جواب دیا۔ اہم نکتہ: (1) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اختیار کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اور جنت کو اختیار کرنا ہے۔ (2) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی نیکیوں کا اجر و ثواب دوسروں سے زیادہ ہے۔ فقہی مسئلہ: جس عورت کو اپنے نفس کا

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ

اے نبی کی بیویو! جو تم میں حیا کے خلاف کوئی کھلی جرأت کرے تو اسے دوسروں کے مقابلے میں دُگنا عذاب دیا جائے گا

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾

اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے ○

اختیار دیا جائے تو اگر وہ اپنے شوہر کو اختیار کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی لیکن اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو احناف کے نزدیک ایک بائنہ طلاق واقع ہوتی ہے۔

**آیت 30** ارشاد فرمایا: اے نبی کی بیویو! جو تم میں حیا کے خلاف کوئی کھلی جرأت کرے۔ یہاں آیت میں "حیاء کے خلاف کھلی جرأت" سے بدکاری مراد نہیں بلکہ اس سے مراد شوہر کی اطاعت میں کوتاہی کرنا اور اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش نہ آنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کی بیویوں کو بدکاری سے پاک رکھتا ہے اور کھلی برائی کی جرأت کرنے پر انہیں دُگنا عذاب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کی فضیلت زیادہ ہوتی ہے اس سے اگر قصور واقع ہو تو وہ قصور بھی دوسروں کے قصور سے زیادہ سخت قرار دیا جاتا ہے اسی لئے عالم کا گناہ جاہل کے گناہ سے زیادہ قبیح ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تمام جہان کی عورتوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں اسی لئے ان کی ادنیٰ بات سخت گرفت کے قابل ہے۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا

اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے اور اچھا عمل کرے تو ہم اسے دوسروں سے دگنا ثواب دیں گے اور ہم نے اس

لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو، اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو بات کرنے میں ایسی

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ۚ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

نرمی نہ کرو کہ دل کا مریض آدمی کچھ لالچ کرے اور تم اچھی بات کہو۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ

اور بے پردہ نہ رہو جیسے پہلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا

**آیت 31** ﴿ارشاد فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواجِ مطہرات! تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی فرمانبردار رہے تو اسے ہم دوسروں سے دگنا ثواب دیں گے کیونکہ تمام جہان کی عورتوں میں تمہیں شرف و فضیلت حاصل ہے اور تمہارے عمل میں بھی دو جہتیں ہیں، ایک نیک کام کرنا، دوسری رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رضا جوئی، قناعت اور اچھے طرز زندگی سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خوش کرنا اور ہم نے اس زوجہ مطہرہ کے لئے جنت میں عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

**آیت 32** ﴿ارشاد فرمایا: اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔ یعنی اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بیویو! تم فضیلت اور شان میں دیگر عورتوں جیسی نہیں ہو کیونکہ تم سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواج اور تمام مومنوں کی مائیں ہو اور تمہیں میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے خاص قرب حاصل ہے اور جب تمہارا مقام اتنا عظیم ہے تو یہ بات تمہاری شان کے لائق نہیں کہ تم دنیا کی زینت کا مطالبہ کرو۔ مزید فرمایا: اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رضا کی مخالفت کرنے سے ڈرتی ہو تو جب کسی ضرورت کی بنا پر غیر مرد سے پسِ پردہ گفتگو کرنی پڑ جائے تو اس وقت ایسا انداز اختیار کرو جس سے لہجے میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں نرمی نہ ہو بلکہ انتہائی سادگی سے بات کی جائے اور دین و اسلام اور وعظ و نصیحت کی بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو بھی نرم لہجے میں نہ ہو تاکہ جس کے دل میں نفاق ہے وہ کوئی لالچ نہ کرے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو بات کرتے وقت نرم لہجہ اپنانے سے منع کیا گیا تاکہ منافق لوگ کوئی لالچ نہ کر سکیں جب امت کی ماؤں کے لئے یہ حکم ہے تو دوسری عورتوں کے لئے یہ حکم کس قدر زیادہ ہو گا کہ ان کے لیے تو فتنوں کے مواقع زیادہ ہیں، لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ جب انہیں کسی وجہ سے غیر مرد سے کوئی بات کرنی پڑ جائے تو لہجے میں نزاکت، آواز میں نرمی کے بجائے لہجے میں اجنبیت اور آواز میں بیگانگی ظاہر ہو تاکہ سامنے والا کوئی بُرا لالچ نہ کر سکے اور اس کے دل میں شہوت پیدا نہ ہو۔

**آیت 33** ﴿اس آیت میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو پانچ احکام دیئے گئے اور آخر میں ان کی عظمت و شان بیان کی گئی ہے:

وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

حکم مانو۔ اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے

تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا

خوب ستھرا کر دے ○ اور اللہ کی آیات اور حکمت یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ بیشک اللہ ہر باریکی ...

(1) تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اپنی رہائش گاہوں میں سکونت پذیر رہو اور شرعی ضرورت کے بغیر ... (2) جس طرح پہلی جاہلیت کی عورتیں بے پردہ رہا کرتی تھیں اس طرح تم بے پردگی کا مظاہرہ نہ کرو۔ یہاں اگلی اور پچھلی جاہلیت ... زمانے سے متعلق مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اگلی جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا اور پچھلی جاہلیت سے آخری زمانہ ... میں لوگوں کے افعال پہلوں کی مثل ہو جائیں گے۔ (4،3) نماز قائم رکھو جو کہ بدنی عبادات کی اصل ہے اور اگر تمہارے پاس مال ہو تو اس کی زکوٰۃ دو۔ (5) تمام احکامات اور ممنوعات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرو ... کی شان کے لائق نہیں کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکم دیا تم اس کی مخالفت کرو۔ آخر میں فرمایا: اے میرے حبیب کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ گناہوں کی نجاست سے تم آلودہ نہ ہو۔ یہاں اہل بیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواج مطہرات سب سے پہلے مراد ہیں کیونکہ آگے پیچھے سارا کلام ہی ان کے متعلق ہو رہا ہے۔ بقیہ ... خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا، حضرت علی المرتضیٰ اور حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہم کا اہل بیت میں داخل ہونا بھی ... ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں آیت میں گھروں میں ٹھہری رہنے، پردہ کرنے، نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی اور خدا و رسول کی اطاعت کا حکم اگرچہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہے لیکن اس حکم میں دیگر عورتیں بھی داخل ہیں۔ (2) دین اسلام میں عورت کو گھر میں رہنے کی حکمت عورت کی عزت و عصمت کا تحفظ ہے۔ ان لوگوں کو خدا کا خوف کرنا چاہیے جو مسلمان کہلانے کے باوجود چار دیواری کے تقدس کو پامال کر کے عورت کی آزادی کا نعرہ لگانے اور روشن خیالی کے نام پر عورت کو ہر جگہ کی زینت بنانے اور حقوق نسواں کے نام پر ہر شعبے میں عورت کو مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے کی کوششیں کر کے عورتوں سے کھیلنے کو آسان بنانے میں مصروف ہیں (3) جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا تو کسی دوسرے کو نسبت کا سہارا لے کر نماز و نیک اعمال سے رخصت کیسے مل سکتی ہے؟

آیت 34 ✽ اس آیت میں بھی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب فرمایا گیا کہ تمہارے گھروں میں جو قرآن مجید کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جن احوال کا مشاہدہ کرتی ہو اور ان کے جن ارشادات کو سنتی ہو انہیں یاد رکھو ... مناسبت سے وعظ و نصیحت کے طور پر لوگوں کے سامنے انہیں بیان کرتی رہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر باریکی کو جاننے والا اور ہر چیز سے خبر دار ہے۔ اہم بات: (1) آیت میں آیات سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ (۲) قرآن اور احادیث ... اور دوسروں کو یاد دلاتے رہنا چاہئے تاکہ شریعت کے احکام کا علم ہو، لہٰذا گھروں میں قرآن و سیرت کا درس دینا چاہیے۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ

اور کسی مسلمان مرد اور عورت کیلئے یہ نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا

مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ؕ۳۶ وَ اِذْ تَقُوْلُ

حق رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو وہ بیشک صریح گمراہی میں بھٹک گیا○ اور اے حبیب! یاد کرو جب

لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ

فرمارہے تھے جس پر اللہ نے انعام فرمایا اور جس پر آپ نے انعام فرمایا کہ اپنی بیوی اپنے پاس روکے رکھو اور اللہ سے ڈرو اور تم

فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى

وہ بات چھپارہے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تمہیں لوگوں کا اندیشہ تھا اور اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو،

**آیت 36** ﴿…﴾ شانِ نزول: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لئے نکاح کا پیغام دیا، شروع میں تو یہ اس گمان سے راضی ہوگئیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے لئے پیغام دیا ہے لیکن جب معلوم ہوا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لئے رشتہ طلب فرمایا ہے تو انکار کردیا اور عرض کر بھیجا کہ یارسول اللہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں، اس لئے ایسے شخص کے ساتھ نکاح پسند نہیں کرتی۔ ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے بھی یہی بات کہی، جس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اسے سن کر دونوں بہن بھائی راضی ہوگئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوگیا۔ اہم باتیں: (1) اس آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت ہر امر میں واجب ہے۔ (2) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقابلے میں کوئی اپنے نفس کا خود مختار نہیں۔ (3) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے شرعی احکام میں خود مختار ہیں۔ آپ جسے جو چاہے حکم دے سکتے، جس کے لئے جو چیز چاہے جائز یا ناجائز کرسکتے اور جسے جس حکم سے چاہے الگ فرماسکتے ہیں۔

**آیت 37** ﴿…﴾ اس آیت میں جس واقعے کی طرف اشارہ فرمایا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوچکا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں داخل ہوں گی، اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے۔ چنانچہ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے درمیان موافقت نہ ہوئی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تیز زبانی، اطاعت نہ کرنے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی شکایت کی۔ ایسا بار بار اتفاق ہوا اور ہر بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سمجھاتے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر تکبر کرنے اور شوہر کو تکلیف دینے کے الزام لگانے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت زید رضی اللہ عنہ پر یہ ظاہر نہیں فرماتے

زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ

زید نے اس سے حاجت پوری کرلی تو ہم نے آپ کا اس کے ساتھ نکاح کردیا تاکہ مسلمانوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی

اَدْعِیَآىٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًاؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (۳۷) مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ

بیویوں (سے نکاح کرنے) میں کچھ حرج نہ رہے جب ان سے اپنی حاجت پوری کرلیں اور اللہ کا حکم پورا ہوکر رہتا ہے ○ نبی پر اس بات میں

مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ

کوئی حرج نہیں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی۔ اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے۔ اور اللہ کا ہر کام

کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ تمہارا گزارہ نہیں ہوسکے گا اور طلاق ضرور واقع ہوگی اور اللہ تعالیٰ انہیں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں داخل کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات ظاہر کرنا منظور تھی۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو لوگوں کی طرف سے اعتراض کئے جانے کا اندیشہ ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرلیا جو ان کے منہ بولے بیٹے کے نکاح میں رہی تھی۔ اس پر آپ کو لوگوں کے بے جا اعتراضات کی پرواہ نہ کرنے کا فرمایا گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت گزرنے کے بعد ان کے پاس حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا پیغام سر جھکا کر کمال شرم و ادب سے پہنچایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جو میرے رب عزوجل کو منظور ہو میں اس پر راضی ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے نماز شروع کردی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اس نکاح سے بہت خوشی ہوئی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس شادی کا ولیمہ بہت وسعت کے ساتھ کیا۔ اہم باتیں: (1) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زیادہ شادیاں فرمانے کی ایک حکمت معاشرے میں رائج بری رسموں کا خاتمہ کرنا تھی، جیسے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما کر لوگوں کے درمیان رائج اس بری رسم کا خاتمہ کردیا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ (۲) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام صراحت کے ساتھ قرآن کریم میں ہے۔

آیت 38 ✽ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے جو حلال فرمایا اور انہیں منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کرنے کا جو حکم دیا اس پر عمل کرنے میں میرے حبیب پر کوئی حرج نہیں اور زیادہ شادیاں کرنا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پہلے تشریف لانے والے انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ ان کے نکاح کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا اور انہیں نکاح کے معاملے میں امتیوں سے زیادہ وسعت عطا فرمائی اور اس سلسلے میں انہیں خاص احکام دیئے گئے ہیں۔ اہم بات: سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک سے زیادہ شادیوں میں بے شمار حکمتیں تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی تو معمول کے مطابق ایک شادی تھی، ان کے انتقال کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی بچوں کی دیکھ بھال کے لئے تھی۔ حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما سے شادی صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کی عزت افزائی کے لئے تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی میں اُن کی اسلام کی خاطر شوہر کے ساتھ قربانیاں

قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۣ ﴿٣٨﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ

مقرر کی ہوئی تقدیر ہے ۝ وہ جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿٣٩﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ

اور اللہ کافی حساب لینے والا ہے ۝ محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے

...بنے کی قدر کرنا تھا، حضرت میمونہ و صفیہ رضی اللہ عنہما سے شادی کرنا ان کے خاندانوں کی اسلام دشمنی کے اظہار و نتیجہ... اسی طرح کی حکمتیں بقیہ شادیوں میں ہیں۔

**آیت 39** اس آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے وصف بیان فرمائے گئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات بندوں تک پہنچاتے اور ان پر عمل میں اس سے ڈرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں لوگوں کی پرواہ نہیں کرتے (جیسے یہاں حضرت زینب سے نکاح کے معاملے میں ... نے حکم الٰہی پر بے خوف و اندیشے ... اور حکم خدا پر عمل کیا) اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے اعمال محفوظ فرمانے اور لوگوں کا حساب لینے کے لئے کافی ہے تو اسی سے ہر ایک کو ڈرنا چاہیے۔

**آیت 40** **شانِ نزول:** جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو کفار اور منافقین یہ کہنے لگے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے! اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بھی آپ حقیقت میں باپ نہیں کہ ان کی منکوحہ آپ کے لئے حلال نہ ہوتی۔ مزید فرمایا: لیکن اللہ کے رسول ہیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ مردوں میں سے کسی کے جسمانی باپ نہیں ہیں لیکن روحانی باپ یعنی اللہ کے رسول ہیں تو آیت کے اس حصے سے مراد یہ ہوا کہ تمام رسول امت کو نصیحت کرنے، ان پر شفقت فرمانے، ان کی تعظیم و توقیر اور اطاعت لازم ہونے کے اعتبار سے امت کے باپ کہلاتے ہیں بلکہ ان کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بھی زیادہ ہوتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ امت ان کی حقیقی اولاد بن گئی اور حقیقی اولاد کے تمام احکام اس کے لئے ثابت ہوں بلکہ وہ صرف ان ہی چیزوں کے اعتبار سے امت کے باپ ہیں جن کا ذکر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کی حقیقی اولاد نہیں، تو ان کے بارے میں بھی وہی حکم ہے جو دوسرے لوگوں کے بارے میں ہے۔ مزید فرمایا: اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں۔ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لہٰذا آپ کی اولاد میں نبوت جاری نہیں ہوئی کیونکہ آپ آخری نبی ہیں، جن کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، حتّٰی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پاچکے ہیں مگر نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے۔ اہم باتیں: (1) حضرت قاسم، طیب، طاہر اور ابراہیم رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی فرزند تھے مگر وہ اس عمر کو نہ پہنچے کہ انہیں رجال یعنی مرد کہا جائے کیونکہ وہ بچپن میں ہی وفات پاگئے تھے۔ (2) آیت میں اولاد کی نفی نہیں بلکہ رجال یعنی بڑی عمر کے مردوں میں سے کسی کے باپ ہونے کی نفی ہے۔ (3) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم...

وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۠ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے○ اے ایمان والو!

اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۙ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ

اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو○ اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو○ وہی (اللہ) ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے

وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝

اور اس کے فرشتے تمہارے لئے دعا کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے○

آخری نبی ہونا قطعی ہے اور یہ قطعیت قرآن و حدیث و اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ قرآن مجید کی صریح آیت بھی موجود ہے اور احادیث تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں اور امت کا اجماعِ قطعی بھی ہے۔ (4) جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختمِ نبوت کا منکر، کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ (5) اس آیت مبارکہ میں مرزا قادیانی کے دعویٔ نبوت کا بھی صاف اور صریح رد ہے۔

آیت 41 ﴾ اس آیت میں ایمان والوں کو کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ذکر میں کلمہ طیبہ کا ورد کرنا، اللہ تعالیٰ کی حمد اور بڑائی بیان کرنا وغیرہ داخل ہے اور کثرت کے ساتھ ذکر کرنے سے ایک مراد یہ ہے کہ صبح ہو یا شام، سردی ہو یا گرمی تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، یونہی خشکی ہو یا سمندر، ہموار زمین پر ہو یا پہاڑوں پر تمام جگہوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اسی طرح تندرست ہو یا بیمار ہو، لوگوں کے سامنے ہو یا تنہائی میں ہو، کھڑے ہو، بیٹھے ہو یا کروٹ کے بل لیٹے ہو، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

آیت 42 ﴾ ارشاد فرمایا کہ صبح و شام ہر نقص و عیب سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔ اہم باتیں: (1) یہاں صبح اور شام کا خاص طور پر ذکر ہو یونکہ ان دونوں اوقات میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبح اور شام یعنی دن کے دونوں اطراف کا ذکر کرنے سے ذکر کی مداومت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، یعنی ہمیشہ ذکر کرو۔ (2) بعض مفسرین نے صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے پانچوں نمازوں کو ادا کرنا بھی مراد لیا ہے۔

آیت 43 ﴾ شانِ نزول: جب اللہ تعالیٰ نے آیت درود نازل فرمائی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ شرف تو خاص آپ کے لئے ہے لیکن اس میں ہمارے لئے کوئی فضیلت نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور ارشاد فرمایا: وہی اللہ ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت اور فرشتوں کی دعا کے صدقے کفر، معصیت اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کرنے کی اندھیریوں سے حق، ہدایت اور معرفتِ الٰہی کی روشنی کی طرف ہدایت دے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر مہربان ہے۔ یہ آیت امتِ محمدیہ کے عظیم شرف اور افضلیت کی دلیل ہے۔

تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا ۝ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ

جس دن وہ اللہ سے ملاقات کریں گے اس وقت ان کے لیے ملتے وقت کا ابتدائی کلام سلام ہوگا اور اللہ نے ان کے لیے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے ۝ اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی)!

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا

بیشک ہم نے تمہیں گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا ۝ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا

مُّنِیْرًا ۝ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ۝ وَ لَا تُطِعِ

آفتاب بنا کر بھیجا ۝ اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے ۝ اور کافروں

الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝

اور منافقوں کی بات نہ مانو اور ان کی ایذا پر درگزر کردو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی کارساز ہے ۝

**آیت ۴۴:** ارشاد فرمایا: ان کے لیے ملتے وقت کا ابتدائی کلام سلام ہوگا۔ ملتے وقت سے مراد موت کا وقت ہے یا قبر سے نکلنے یا جنت میں داخل ہونے کا وقت مراد ہے۔ مزید فرمایا: اللہ نے ان کے لیے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ یہاں عزت کے ثواب سے جنت اور اس کی عالی شان نعمتیں مراد ہیں۔

**آیت ۴۵، ۴۶:** ان دو آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ اوصاف بیان فرمائے ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ آپ تمام لوگوں تک خدا کا پیغام پہنچانے والے ہیں، قیامت میں تمام انبیاء کے حق میں ذمہ داریوں کی ادائیگی کی گواہی دیں گے، اپنی امت کی تصدیق فرمائیں گے۔ شاہد کا ایک معنی ہے حاضر و ناظر یعنی مشاہدہ فرمانے والا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ تمام عالم کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں اس لئے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک ہونے والی ساری مخلوق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال، افعال، احوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت اور گمراہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور احادیث میں موجود ہے کہ لوگوں کے اعمال آپ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ (2، 3) ارشاد فرمایا: اے حبیب! اللہ نے آپ کو ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ (4) ارشاد فرمایا: آپ اللہ کے حکم سے لوگوں کو خدا کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (5) مزید فرمایا: آپ کو چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔

**آیت ۴۷:** فرمایا کہ اے حبیب! جب آپ میں ایسے عظیم اوصاف پائے جاتے ہیں تو آپ ایمان والوں کو یہ خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ اہم بات: بڑے فضل سے مراد جنت، یا یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ایمان والوں کا رتبہ دیگر امتوں کے ایمان والوں سے زیادہ ہے۔ یا یہ کہ انہیں نیک اعمال کا اجر زیادہ دیا جائے گا۔ درس: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشخبری دینے والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو بھی خوشخبری دینے اور نفرتیں نہ پھیلانے کا حکم ارشاد فرمایا۔

**آیت ۴۸:** ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ مکہ کے کافروں اور مدینہ کے منافقوں کی بات نہ مانیے گا اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا تب تک آپ ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں سے درگزر فرماتے رہیں اور تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بغیر ہاتھ لگائے طلاق دیدو

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جسے تم شمار کرو تو انہیں فائدہ پہنچاؤ اور انہیں اچھے طریقے سے چھوڑ دو ○

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ

اے نبی! ہم نے تمہارے لیے تمہاری وہ بیویاں حلال فرمائیں جنہیں تم مہر دو اور تمہاری مملوکہ

يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خٰلِكَ

کنیزیں جو اللہ نے تمہیں مالِ غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموؤں کی بیٹیاں

بھروسہ رکھے رہیں اور جو دُنیوی واُخروی اُمور میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے کافی ہے۔ درس: اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا عبادت ہے ہر بندے کو چاہئے کہ وہ اسباب اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر توکل کرے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام امور میں کافی ہوتا ہے۔

**آیت 49:** اس آیت میں ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں عورت کی عدت اور اس کے ساتھ سلوک کا بیان ہے، یہاں اس سے متعلق 5 باتیں ملاحظہ ہوں: (1) اگر عورت کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے طلاق دی تو اس پر عدت واجب نہیں۔ (2) خلوتِ صحیحہ قربت کے حکم میں ہے، تو اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق واقع ہو تو عدت واجب ہوگی اگرچہ ازدواجی تعلق قائم نہ ہوا ہو۔ (3) یہ حکم مومنہ اور کتابیہ دونوں عورتوں کو عام ہے، لیکن آیت میں مومنات کا ذکر فرمانا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ مومنہ سے نکاح کرنا اولیٰ ہے۔ یاد رہے کہ فی زمانہ تمام اہلِ کتاب حربی ہیں اور حربیہ کتابیہ سے نکاح جائز نہیں بلکہ ممنوع اور گناہ ہے لیکن اگر کیا تو نکاح ہو جائے گا اور یہ حکم بھی اس وقت ہے کہ واقعی کتابیہ ہو اور اگر نام کی کتابیہ حقیقت میں لامذہب دہریہ ہے تو اس سے نکاح اصلاً نہ ہوگا۔ (4) فائدہ پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ اگر عورت کا مہر مقرر ہو چکا تھا تو خلوت سے پہلے طلاق دینے سے نصف مہر واجب ہوگا اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو ایک جوڑا دینا واجب ہے جس میں تین کپڑے ہوتے ہیں۔ (5) اچھی طرح چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ ان کے حقوق ادا کر دیئے جائیں اور ان کو کوئی ضرر نہ دیا جائے اور انہیں روکا نہ جائے کیونکہ ان پر عدت نہیں ہے۔

**آیت 50:** اس آیت میں نکاح سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت بیان فرمائی گئی اور جن عورتوں سے نکاح کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلال فرمایا، یہاں ان کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں: (1) وہ عورتیں جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہر عطا فرمایا، جیسے حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما۔ (2) وہ عورتیں جو مالِ غنیمت میں حاصل ہوئیں، جیسے حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما، انہیں تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا۔ (3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی بیٹیاں، پھوپھیوں کی بیٹیاں، ماموؤں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ٘ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ

اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور ایمان والی عورت (تمہارے لئے حلال کی) جو اپنی جان نبی کو ہبہ کر دے

اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَاۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَؕ قَدْ عَلِمْنَا

اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے۔ یہ خاص تمہارے لیے ہے، دیگر مسلمانوں کیلئے نہیں۔ ہمیں معلوم

مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ لِكَیْلَا یَكُوْنَ عَلَیْكَ حَرَجٌؕ

جو ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور ان کی مملوکہ کنیزوں میں مقرر کیا ہے۔ (یہ خصوصیت اس لئے) تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۰﴾ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُــٴْـوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ ان میں سے جسے چاہو پیچھے ہٹاؤ اور ان میں سے جسے چاہو اپنے پاس جگہ

والہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ (4) اس مومنہ عورت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے حلال کر دیا جو مہر اور نکاح کی شرائط کے بغیر اپنی جان آپ کو ہبہ کر دے البتہ شرط یہ ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسے نکاح میں لانے کا ارادہ فرمائیں تو وہ حلال ہے۔ مزید فرمایا: یہ خاص تمہارے لیے ہے، دیگر مسلمانوں کیلئے نہیں۔ یعنی مہر کے بغیر نکاح کرنا خاص آپ کے لئے جائز ہے امت کے لئے نہیں، امت پر بہر حال مہر واجب ہے خواہ وہ مہر معین نہ کریں یا جان بوجھ کر مہر کی نفی کر دیں۔ اور فرمایا: ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے۔ یعنی ہم نے مسلمانوں پر ان کی بیویوں کے حق میں جو کچھ مقرر فرمایا ہے جیسے مہر، گواہ، نکاح کے لئے گواہوں کا ہونا اور بیویوں میں باری کا واجب ہونا اور چار آزاد عورتوں تک کو نکاح میں لانا اور ان کی ملکیت میں موجود کنیزوں کے بارے میں جو احکام لازم کئے وہ ہمیں معلوم ہیں۔ آخر میں فرمایا: تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو۔ یعنی اے حبیب! اس لئے ہم نے نکاح کے معاملے میں آپ کے لئے خصوصی رعایتیں اس لئے دی ہیں تاکہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ اہم باتیں: (1) شرعاً مہر کی مقدار اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہے اور وہ دس درہم ہیں، اس سے کم کرنا ممنوع ہے، حدیث شریف میں ہے کہ دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں۔ (معجم الاوسط، حدیث: 3)

آیت 51 ﴿ چنانچہ ارشاد فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس زوجہ کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں اور ازواجِ مطہرات میں باری مقرر کریں یا نہ کریں۔ دوسرا قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یہ آیت ان عورتوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنی جانیں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نذر کیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ ان میں سے جس کو چاہیں قبول کریں اس کے ساتھ نکاح فرمائیں اور جس کو چاہیں انکار فرما دیں۔ مزید فرمایا: جسے تم نے علیحدہ کر دیا تھا۔ یعنی اے حبیب! آپ نے ازواجِ مطہرات میں سے جس کو معزول کر دیا ہو یا جس کی باری کو ترک کر دیا ہو، اس کی طرف آپ جب چاہیں اس کو نوازیں، اس کا آپ کو اختیار دیا گیا ہے اور یہ اختیار اس بات کے زیادہ نزدیک ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور آپ انہیں جو کچھ عطا فرمائیں اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں کیونکہ جب وہ یہ جانیں

وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ

اور جنہیں تم نے علیحدہ کر دیا تھا ان میں سے جسے تمہارا جی چاہے (اپنے قریب رکھ لو) تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ اس بات سے زیادہ نزدیک ہے کہ

اَعْيُنُهُنَّ وَ لَا يَحْزَنَّ وَ يَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ

ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور تم انہیں جو کچھ عطا فرماؤ اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں اور (اے لوگو!) اللہ جانتا ہے

مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَاۤ

جو تم سب کے دلوں میں ہے اور اللہ علم والا، حلم والا ہے ۝ ان کے بعد (مزید) عورتیں تمہارے لئے حلال نہیں اور نہ یہ کہ

اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ

ان کی جگہ اور بیویاں بدل لو اگرچہ تمہیں ان کا حسن پسند آئے مگر تمہاری کنیزیں جو تمہاری ملکیت میں ہوں اور اللہ

یہ تفویض اور یہ اختیار آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے تو ان کے دل مطمئن ہو جائیں گے۔ اور اے لوگو! اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو عورتوں کے معاملے میں اور ان میں سے بعض کی طرف مائل ہونے سے متعلق تم سب کے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ علم والا، حلم والا ہے۔ اہم بات: ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں عدل سے متعلق خصوصی اختیار ملنے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک عمل یہ تھا کہ آپ تمام ازواجِ مطہرات کے ساتھ عدل فرماتے اور ان کی باریاں برابر رکھتے، سوائے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے، انہوں نے اپنی باری کا دن اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا اور بارگاہِ رسالت میں عرض کی تھی کہ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میرا حشر آپ کی ازواجِ مطہرات میں ہو۔

آیت 52 ﴿…﴾ فرمایا کہ اے حبیب! آپ کے نکاح میں موجود ان (9) ازواجِ مطہرات کے بعد جنہیں آپ نے اختیار دیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا، مزید عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ انہیں طلاق دے کر ان کی جگہ دوسری عورتوں سے نکاح کر لیں۔ ان ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی یہ عزت افزائی اس لئے ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اختیار دیا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا اور دنیا کی آسائشوں کو ٹھکرا دیا، چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پر اکتفا فرمایا اور عمر مبارک کے آخر تک یہی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہیں۔ مزید فرمایا: **مگر تمہاری کنیزیں جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔** یعنی آپ کی وہ کنیزیں جو آپ کی ملکیت میں ہوں وہ آپ کے لئے حلال ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے اس لئے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز نہ کرے۔ اہم باتیں: (1) حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آخر میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلال کر دیا گیا تھا کہ جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح فرمائیں، اس صورت میں یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت "اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ ...الآیۃ" ہے۔ (2) یہ آیت نازل ہونے کے بعد حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملک میں

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا۠ ﴿۵۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ

ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اجازت نہ

لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ

جیسے کھانے کیلئے بلایا جائے۔ یوں نہیں کہ خود ہی اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو۔ ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہوجاؤ پھر جب

فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ٘

کھا لو تو چلے جاؤ اور یہ نہ ہو کہ باتوں سے دل بہلاتے ہوئے بیٹھے رہو۔ بیشک یہ بات نبی کو ایذا دیتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے

**آیت 53** شانِ نزول: (1) جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ولیمہ کی دعوت فرمائی تو آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (2) مسلمانوں میں سے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے، پھر وہ آپ کے حجروں میں داخل ہو جاتے اور کھانا ملنے تک وہیں بیٹھے رہتے، پھر کھانا کھانے کے بعد بھی وہاں سے نکلتے نہ تھے اور اس سے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت ہوتی تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کے ابتدائی حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں یونہی حاضر نہ ہو جاؤ بلکہ جب اجازت ملے جیسے کھانے کیلئے بلایا جائے تو حاضر ہوا کرو اور یوں بھی نہ ہو کہ خود ہی میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں بیٹھ کر کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہو، ہاں جب تمہیں بلایا جائے تو اس وقت ان کی بارگاہ میں حاضری کے آداب کی مکمل رعایت کرتے ہوئے ان کے مقدس حجرے میں داخل ہو جاؤ، پھر جب کھانا کھا کر فارغ ہو جاؤ تو وہاں سے چلے جاؤ اور یہ نہ ہو کہ وہاں بیٹھ کر باتوں سے دل بہلاتے رہو، بیشک تمہارے عمل گھر کی تنگی وغیرہ کی وجہ سے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دیتا تھا لیکن وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور تم سے چلے جانے کیلئے نہیں فرماتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ حق بیان فرمانے کو ترک نہیں فرماتا۔ مزید فرمایا: اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو۔

شانِ نزول: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کی بارگاہ میں نیک اور فاجر دونوں طرح کے لوگ حاضر ہوتے ہیں تو اگر آپ اُمّہاتُ المؤمنین کو پردے کا حکم فرما دیں (تو بہت بہتر ہوگا)، تو اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیت نازل فرمائی۔ آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ بغیر اجازت کے داخل نہ ہونا، باتیں کرنے کے لئے وہاں بیٹھے نہ رہنا اور پردے کے پیچھے سے مانگنا تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کیلئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے کیونکہ اس صورت میں بیہودہ خیالات سے امن رہتا ہے۔ مزید فرمایا: اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ رسولُ اللہ کو ایذا دو۔ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ تم رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دو اور کوئی کام ایسا کرو جو آپ کے مقدس قلب پر گراں ہو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے وصالِ ظاہری کے بعد کبھی ان کی ازواجِ مطہرات سے نکاح کرو کیونکہ جس عورت سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقد فرمایا وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ

اور اللہ حق فرمانے میں شرماتا نہیں اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ

تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کیلئے یہ زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ رسولِ اللہ کو ایذا دو اور

لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا (۵۳) اِنْ تُبْدُوْا

نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ اگر تم کوئی بات

شَیْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (۵۴) لَا جُنَاحَ عَلَیْهِنَّ فِیْۤ اٰبَآىٕهِنَّ

ظاہر کرو یا چھپاؤ تو بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ عورتوں پر ان کے باپوں

کے ہر شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی اسی طرح وہ کنیزیں جو باریاب خدمت ہوئیں اور قربت سے سرفراز فرمائی گئیں وہ بھی اسی طرح سب کے لئے حرام ہیں۔ آخر میں فرمایا: بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا اور ان کے وصالِ ظاہری کے بعد ان کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا سخت گناہ ہے۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ نے بارگاہِ رسالت میں حاضری کے آداب خود بیان فرمائے، اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں جو مقام حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے وہ مخلوق میں سے کسی اور کو حاصل نہیں۔ (2) آیت کے اس حصے "اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ" سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مردوں کو کسی گھر میں اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں۔ (3) پردے کی آیت اگرچہ خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کے لئے عام ہے۔ (4) کوئی شخص دعوت کے بغیر کسی کے یہاں کھانا کھانے نہ جائے۔ (5) مہمان کو چاہئے کہ وہ میزبان کے ہاں زیادہ دیر تک نہ ٹھہرے تاکہ اس کے لئے حرج اور تکلیف کا سبب نہ ہو۔ درس: کوئی شخص کتنا ہی پرہیزگار کیوں نہ ہو، وہ اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اپنے نفس پر اعتماد نہ کرے، یہی اس کے حال کے زیادہ مناسب ہے اور اسی میں اس کے نفس اور عصمت کی زیادہ حفاظت ہے۔

آیت 54 ﴿ ارشاد فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد ان کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح کرنے کے بارے میں تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ تو یاد رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

آیت 55 ﴿ جب پردہ کرنے کا حکم نازل ہوا تو محرم عورتوں یعنی ماؤں، بیٹیوں کے متعلق بھی بتادیا کہ یہ پردے کے پہلے حکم میں داخل نہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ عورتوں پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں اور بھانجوں سے پردہ نہ کریں اور ان کے سامنے آنے اور ان سے کلام کرنے میں حرج نہیں، یونہی مسلمان عورتوں اور اپنی کنیزوں کے سامنے آنا بھی جائز ہے۔ مزید فرمایا: اور اللہ سے ڈرتی رہو۔ یعنی اے عورتو! تمہیں جو پردے کا حکم دیا گیا اسے پورا کرو اور اس کی خلاف ورزی کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو یہاں تک کہ تمہیں کوئی غیر نہ دیکھے۔ تم پر اپنی طاقت کے مطابق احتیاط سے کام لینا لازم ہے

وَلَاۤ اَبۡنَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ

اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنے دین کی عورتوں اور اپنی کنیزوں سے بات میں

وَلَا مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيۡنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ

(پردہ نہ کرنے میں) کوئی مضائقہ نہیں اور اللہ سے ڈرتی رہو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ بیشک اللہ

وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ۝ اِنَّ

اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ بیشک

اور بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے اور بندوں کے اقوال اور افعال کسی حال میں بھی اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اہم باتیں: (1) محرم رشتہ داروں سے پردہ نہیں ہے مگر یہ کہ فتنے کا اندیشہ ہو اور محرم سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن سے عورت کا نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔ (2) مسلمان عورت دوسری مسلمان عورت کو دیکھ سکتی ہے یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی باقی اعضاء کی طرف اس صورت میں نظر کر سکتی ہے جبکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ (3) نیک پرہیزگار عورت کو یہ چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو بدکار عورت کے دیکھنے سے بچائے یعنی اس کے سامنے دوپٹہ وغیرہ نہ اتارے جیسا کہ فاجر عورتوں سے پردہ کرنا اور اپنے جسم کو چھپانا لازم ہے سوائے جسم کے ان حصوں کے جو گھر کے کام کاج کے لئے کھولنے ضروری ہوتے ہیں۔

**آیت 56** یہ آیت مبارکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عظیم الشان مقام و مرتبہ کی دلیل ہے، جس میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے بھی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حق میں دعائے رحمت کرتے ہیں۔ اور اے مسلمانو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو یعنی رحمت و سلامتی کی دعائیں کرو۔ اہم باتیں: (1) صلوٰۃ کا لغوی معنی دعا ہے، جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے مراد رحمت فرمانا ہے جبکہ ہمارے حق میں اس کا معنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے رحمت کی دعا کرنا ہے اور یہی دعا فرشتے بھی کرتے ہیں۔ (2) درود پاک پڑھنا افضل ترین اعمال میں سے ہے۔ فقہی مسائل: (1) کسی مجلس میں ہر بار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو ذکر کرنے اور سننے والے کا ایک مرتبہ درود و سلام پڑھنا واجب اور اس سے زیادہ مستحب ہے اور نماز کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔ (2) حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تابع کر کے آپ کی آل و اصحاب رضی اللہ عنہم اور دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے جبکہ مستقل طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ (3) خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام پاک سن کر دل میں درود پڑھیں، زبان سے سکوت فرض ہے۔ (4) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے درود و سلام پڑھنے کے لئے کسی وقت اور خاص حالت مثلاً کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پڑھنے کی قید نہیں لگائی چنانچہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، جہاں چاہے، جس طرح چاہے، نماز سے قبل یا بعد، یونہی اذان سے پہلے یا بعد جب چاہے درود پاک پڑھنا جائز ہے۔

**آیت 57** اس آیت میں ایذا دینے والوں سے مراد کفار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی باتیں کہتے ہیں جن سے وہ پاک ہے اور کفار مراد ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے

اَلَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ

جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرما دی ہے اور اللہ نے ان کے لیے رسوا کردینے والا

عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۵۷﴾ وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا

عذاب تیار کر رکھا ہے○ اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کچھ کئے ستاتے ہیں

فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۸﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ ع

تو انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا ہے○ اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے

الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ

فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے اوپر ڈالے رکھیں، یہ اس سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انہیں ستایا نہ جائے

ان کے لیے آخرت میں رسوا کردینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ [illegible] (1) اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی اسے ایذا دے یا اسے کوئی ایذا پہنچے یہاں اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے سے مراد اس کے حکم کی مخالفت کرنا اور گناہوں کا ارتکاب کرنا ہے یا یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف تعظیم کے طور پر ہے جبکہ حقیقت میں اسے ایذا دینے سے مراد خاص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے۔ (۲) گستاخ رسول جہنمی اور لعنت کا مستحق ہے۔

آیت 58 ﴾ شان نزول: یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو ایذا دیتے تھے اور ان کی شان میں بدگوئی کرتے تھے۔ یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں نازل ہوئی، جس کا شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن اس کا حکم تمام مسلمان مردوں، عورتوں کو عام ہے اور آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ ایمان والے مردوں اور عورتوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جس سے انہیں اذیت پہنچے حالانکہ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہوتا جس کی وجہ سے انہیں اذیت دی جائے تو ان لوگوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا اور خود کو بہتان کی سزا اور کھلے گناہ کے عذاب کا حق دار ٹھہرالیا ہے۔ اہم بات: مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے۔ درس: دین اسلام میں مسلمانوں کو اذیت سے بچانا فرض ہے اور ناحق ایذا پہنچانا حرام قرار دیا گیا ہے۔ افسوس! ہمارے معاشرے میں لوگ اس سے انتہائی غفلت کا شکار ہیں اور مختلف طریقوں سے دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔

آیت 59 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ اپنی ازواجِ مطہرات، اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ جب انہیں کسی حاجت کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈال کر رکھیں اور اپنے سر اور چہرے کو چھپائیں۔ زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ تھا کہ آزاد عورتیں اور باندیاں دونوں چہرہ کھول کر باہر نکلتی تھیں اور جب رات کے وقت قضاء حاجت کے لئے کھجوروں کے جھنڈ اور نشیبی زمینوں میں جاتیں تو بدکار لوگ باندیوں کے پیچھے جاتے اور بعض اوقات وہ آزاد عورتوں کو بھی دست درازی کرتے اور یہ کہتے کہ ہم نے اس کو باندی گمان کیا تھا۔ اس پر آزاد عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ چادر سے جسم

وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾ لَىٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ منافق اور وہ کہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ جو مدینے میں جھوٹی خبریں

وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٠﴾

والے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں ان کے خلاف اکسائیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن

مَّلْعُوْنِيْنَ ۛۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ

اللہ کی رحمت سے دور کئے ہوئے لوگ ہیں، جہاں کہیں پائے جائیں انہیں پکڑ لیا جائے اور گن گن کر انہیں قتل کر دیا جائے۔ اللہ کا دستور ان

ڈھانک کر رکھیں اور منہ چھپا کر باندیوں سے اپنی وضع ممتاز کر دیں تاکہ کوئی شخص ان کے متعلق بری خواہش نہ رکھے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ اس کا مقصد یہ نہیں کہ لونڈیوں کو ستانا جائز تھا بلکہ یہ ان فاسق و فاجر لوگوں کے ایک تیر کے سامنے بند باندھنے کیلئے فرمایا گیا۔ مزید فرمایا: یہ اس سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انہیں ستایا نہ جائے۔ یعنی اگر آزاد مسلمان عورتیں اس طرح چادر اوڑھ کر چہرہ وغیرہ ڈھکیں گی تو انہیں دور سے پہچان لیا جائے گا کہ یہ عزت دار خواتین ہیں اور اس سے ان کی عزت محفوظ رہے گی اور وہ ستائی نہ جائیں گی۔ آخر میں فرمایا کہ پردے سے متعلق ان عورتوں سے جو بے احتیاطی ہوئی اسے اللہ بخشنے والا اور پردہ کرنے والیوں پر مہربان ہے۔ درس: اس آیت سے ہمارے زمانے کی ان عورتوں کو درس عبرت حاصل کرنا چاہئے جو شرم و حیا کی چادر اتار کر بن سنور کر بازاروں کی رونق بنی رہتی ہیں اور لوگوں کی ہوس کا نشانہ بنتی ہیں اور اوباش قسم کے لوگ ان پر آوازیں کستے اور چھیڑ خانی کرتے ہیں۔ چھیڑ خانی کرنے والے مجرم اور شدید سزا کے مستحق ہیں لیکن خواتین کو بھی پردے کے ذریعے اپنی حفاظت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

آیت 60 ✽ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ منافق، دین کے دشمن، افواہ ساز لوگ جو مدینے میں اسلامی لشکروں کے متعلق جھوٹی خبریں اڑایا کرتے اور یہ مشہور کرنے والے ہیں کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی، وہ قتل کر ڈالے گئے، اس سے ان کا مقصد مسلمانوں کی دل شکنی اور پریشانی میں ڈالنا ہوتا ہے، اگر یہ لوگ اپنے نفاق، بدکاری اور دیگر حرکتوں سے باز نہ آئے تو ضرور ہم مسلمانوں کو ان کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت دے دیں گے اور مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس تھوڑے دن ہی رہیں گے پھر لوگ وہاں سے نکال دیئے جائیں گے۔ اہم بات: غلط خبریں پھیلا کر مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کرنے والے دل کے منافقوں کی حالت آج کے دور میں آسانی سے سمجھنا ہو تو چند دن سوشل میڈیا اور اخبار پڑھ کر دیکھ لیں کہ مغرب کے غلام کس طرح مسلمانوں کو مغربی آقاؤں سے ڈرانے کیلئے ان کی طاقت، ترقی، تہذیب و کیسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں کی حالت، تہذیب، ماضی، حال کو کس طرح تاریک بنا کر پیش کرتے ہیں۔

آیت 61 ✽ فرمایا کہ منافقین اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کئے ہوئے لوگ ہیں، اگر یہ اپنے نفاق اور جھوٹی خبریں اڑانے سے باز نہ آئے تو تمہیں جہاں بھی مل جائیں انہیں پکڑ لو اور گن گن کر انہیں قتل کر دو۔

آیت 62 ✽ فرمایا کہ ان منافقوں کے بارے میں جو حکم دیا گیا وہ کوئی نیا حکم نہیں بلکہ پہلی امتوں کے جو منافقین ایسی حرکتیں کرتے تھے ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کا دستور یہی رہا ہے کہ جہاں پائے جائیں مار ڈالے جائیں اور اللہ تعالیٰ کا دستور تبدیل نہیں ہوتا۔

خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٦٢﴾ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ

لوگوں میں جو پہلے گزر گئے اور تم اللہ کے دستور کیلئے ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے ○ لوگ تم سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں،

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ

تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو ○ بیشک اللہ نے

لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا

کافروں پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے ○ اس میں ہمیشہ رہیں گے (اس میں) نہ کوئی حمایتی پائیں گے

وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ

اور نہ مددگار ○ جس دن ان کے چہرے آگ میں بار بار الٹے جائیں گے تو کہتے ہوں گے: ہائے! اے کاش! ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا

لوگوں میں ایسے ہی طریقہ جاری رہتا ہے۔

آیت 63 ﴿ شانِ نزول: مشرکین تو مذاق اڑانے کے طور پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کا وقت دریافت کیا کرتے تھے اور یہودی قیامت کے بارے میں بطورِ امتحان پوچھتے تھے کہ وہ کب قائم ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ ان سے فرما دیں: قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ یہ جواب اس لئے دیا گیا کہ قیامت کا متعین وقت ظاہر کرنا حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے، ورنہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے گئے اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام غیبوں کا علم عطا فرما دیا تھا اور ان میں سے ایک قیامت کا علم ہے لیکن انہیں یہ علم چھپانے کا حکم دیا گیا تھا (اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو قیامت کا معین وقت نہیں بتایا۔) مزید فرمایا: اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔ آیت کے آخری حصے میں لوگوں کو قیامت کی جلدی کرنے والوں کو ڈرانے اور امتحان کے طور پر سوال کرنے والوں کو خاموش کروانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ آپ (خود سے) کیا جانیں شاید قیامت کا واقع ہونا قریب ہو۔

آیت 64، 65 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور آخرت میں ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اس میں نہ کوئی اپنا حمایتی پائیں گے اور نہ مددگار جو ان سے عذاب دور کرسکے۔

آیت 66 ﴿ فرمایا کہ جس دن کافروں کے چہرے جہنم کی آگ میں بار بار الٹ پلٹ کئے جائیں گے تو اس وقت وہ انتہائی حسرت کے ساتھ کہتے ہوں گے: ہائے! اے کاش! ہم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کا حکم مانا ہوتا تو آج ہم عذاب میں گرفتار نہ ہوتے۔ یاد رہے: جہنم میں کافروں کے پورے جسم پر عذاب ہوگا اور یہاں آیت میں چہرے کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ چہرہ جسم کا سب سے مکرم عضو ہوتا ہے اور جب ان کا چہرہ آگ میں بار بار الٹ رہا ہوگا تو یہ ان کے لیے بہت زیادہ ذلت اور رسوائی کا باعث ہوگا۔

وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا

اور رسول کا حکم مانا ہوتا○ اور کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راستے سے

السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

بھٹکا دیا○ اے ہمارے رب! انہیں دُگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر○ اے ایمان والو!

لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ

ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے موسیٰ کا اس شے سے بری ہونا دکھا دیا جو انہوں نے کہا تھا اور موسیٰ اللہ کے

آیت 66،67 ﴾ ان دو آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن پیروی کرنے والے کفار عذر پیش کرتے ہوئے کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم قوم کے سرداروں اور اپنی جماعت کے عالموں کے کہنے پر چلے، انہوں نے ہمیں کفر کی تلقین کر کے اسلام کے راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! انہیں آگ کا اس سے دُگنا عذاب دے جو ہمیں دیا گیا کیونکہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور ان پر بڑی لعنت کر۔ ہم بہت لیڈروں کے پیچھے چلنے میں بہت احتیاط کی حاجت ہے۔ کوئی لیڈر دنیاوی اعتبار سے کتنا ہی سمجھ دار، ہوشیار اور مخلص ہو اس کے پیچھے چلنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ کہیں وہ کفر اور جہنم میں لے جانے والا تو نہیں ہے؟ اور جہنم میں لے جانے والا لیڈر وہ ہے جسے شریعت کی کوئی پرواہ نہ ہو، دین اور آخرت کی کوئی فکر نہ ہو اور دین کے بارے میں آوارہ و آزاد خیال ہو۔

آیت 69 ﴾ فرمایا: اے ایمان والو! نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ادب و احترام بجا لاؤ اور کوئی ایسی بات نہ کہنا اور نہ کوئی ایسا کام کرنا جو نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رنج و ملال کا باعث ہو اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ستایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس سے بری ہونا دکھا دیا جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا، اس بارے میں مفسرین نے مختلف واقعات ذکر کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت ہارون علیہ السلام کو قتل کرنے کی تہمت لگا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا، وہ حضرت ہارون علیہ السلام کا جسم مبارک اٹھا کر لائے اور ان کی وفات کی خبر دی، یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی تہمت سے بری کر دیا۔ مزید فرمایا: اور موسیٰ اللہ کے ہاں بڑی وجاہت والا ہے۔ یعنی فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑے مقام والے تھے، آپ علیہ السلام کی دعائیں قبول ہوتی تھیں، خدا آپ سے کلام فرماتا تھا اور قیامت میں آپ کو ممتاز مقام عطا فرمائے گا اور آپ کی شفاعت بھی قبول فرمائے گا۔ اہم باتیں: (1) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قصداً کوئی اذیت نہ پہنچائی تھی لیکن تعظیم نبوی کے معاملے میں نہایت درجہ احتیاط کے لئے پیش بندی کے طور پر انہیں تنبیہ کی گئی۔ (2) کسی صحابی سے ایسا ممکن نہیں کہ وہ جان بوجھ کر تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایذا پہنچائے اور جتنے واقعات جان بوجھ کر ایذا پہنچانے کے ہیں وہ سب منافقین کے ہیں۔

وَجِيْهًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ

بڑی وجاہت والا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سچی بات کہا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ اِنَّا عَرَضْنَا

اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔ بیشک ہم نے آسمانوں

الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا

اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش فرمائی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے

﴿آیت 70، 71﴾ ارشاد فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کی رعایت کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سچی اور انصاف کی بات کہا کرو اور اپنی زبان کی حفاظت رکھو، یہ سب بھلائیوں کی اصل ہے۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تمہارے اعمال سنوار دے گا، تمہیں نیکیوں کی توفیق دے گا اور تمہاری طاعتیں قبول فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص طاعات پر عمل کرنے اور ممنوعات سے بچنے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی فرمانبرداری کرے اس نے دنیا و آخرت میں بڑی کامیابی پائی۔ درست زبان ٹھیک رکھنا اور اسے جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی سے بچانا بڑا اہم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے بعد زبان سنبھالنے کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے ورنہ یہ تقویٰ میں آچکا تھا۔ زبان کی حفاظت تمام بھلائیوں کی اصل ہے۔ اس کی حفاظت کی بہت کوشش کرنی چاہیے۔

﴿آیت 72﴾ ارشاد فرمایا: بیشک ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش فرمائی۔ یہاں امانت سے مراد طاعت و فرائض ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پیش کیا، انہیں کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا کہ اگر وہ انہیں ادا کریں گے تو انہیں ثواب دیا جائے گا اور نافرمانی پر عذاب ہوگا۔ آسمان و زمین اور پہاڑوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم اس امانت کو نہیں اٹھا سکتے، ہم نہ ثواب چاہتے نہ عذاب، ہم بس تیرے حکم کے اطاعت گزار ہیں۔ ان کا یہ عرض کرنا خوف اور خشیت کے طور پر تھا اور امانت کا پیش کرنا اختیار دینے کے طور پر تھا کہ اپنے میں ہمت پائیں تو اٹھائیں ورنہ معذرت کر دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ امانت حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اس امانت کو اٹھا لیا۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی بلند ہمتی تھی۔ آیت کے آخر میں فرمایا: بیشک وہ زیادتی کرنے والا، نادان ہے۔ یعنی انسان اس امانت کو اٹھا کر اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا اور اپنی ذاتی کمزوری اور امانت کی عظمت سے بے خبر ہے لیکن بہرحال عظمتِ انسانی اس امانت کو اٹھانے اور اس کی ادائیگی میں ہی تھی جس کے نتیجے میں بندہ خدا کی محبت میں گم ہو کر جان تک سے بے خبر ہو جاتا ہے اور قربِ خدا پانے کے لئے اپنی جان پر بار بار اتنی سختیاں کرتا ہے جو بظاہر جان پر ظلم و زیادتی ہے لیکن حقیقت میں رحمت و شفقت ہے جیسے گرمیوں کے روزے، سردیوں کے وضو و غسل و نماز، گرمیوں کا حج، جہاد میں شہادت وغیرہ۔

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ

اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا بیشک وہ زیادتی کرنے والا، بڑا نادان ہے ○ تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی توبہ قبول فرمائے

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○

آیاتہا ۵۴ — ۳۴ سُوْرَةُ سَبَاٍ مَكِّيَّةٌ ۵۸ — رکوعاتہا ۶

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

**آیت 73** ﴿ ارشاد فرمایا: ہم نے یہ امانت انسان پر اس لیے پیش کی تاکہ منافقین کا نفاق اور مشرکین کا شرک ظاہر ہو اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب فرمائے اور وہ مومنین جو امانت کے ادا کرنے والے ہیں ان کے ایمان کا اظہار ہو اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے، ان پر رحمت و مغفرت کرے اگرچہ ان سے بعض طاعات میں کچھ تقصیر بھی ہوئی ہو۔

**سورۂ سبا کا تعارف** ﴿ یہ سورت ایک آیت "وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ" کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 6 رکوع اور 54 آیتیں ہیں۔ سبا عرب کے علاقے یمن کے ایک قبیلے کا نام ہے اور اس سورت کی آیت نمبر 15 سے قوم سبا کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ سبا" کہتے ہیں۔ مضامین: اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کافر قیامت کا صاف انکار کرتے ہیں، نیز قیامت قائم ہونے کو قسم کے ساتھ بیان فرمایا اور مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل دئیے گئی۔ حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہما السلام اور سبا والوں پر اللہ تعالیٰ نے جو انعامات کئے وہ بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اوصاف اور اس کی وحدانیت پر دلائل دیئے گئے اور مشرکین کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے عموم کو بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ ہر زمانے میں مالدار کافروں نے ہی اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا۔ یہ بیان کیا گیا کہ مشرکین قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں اور ان کے گمان میں قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی وحی نہیں بلکہ کسی کی اپنی بنائی ہوئی کتاب ہے اور کفار کے اس شبہ کو رد کیا گیا۔ آخر میں کفار کو غور و فکر کرنے اور انہیں قیامت قائم ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِؕ

ترجمۂ کنزالعرفان: تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے

وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۱﴾ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ

اور وہی حکمت والا، خبردار ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو زمین سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے

مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَاؕ وَ هُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ﴿۲﴾ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا

اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہی مہربان بخشنے والا ہے۔ اور کافروں نے کہا: ہم پر قیامت

السَّاعَةُؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْۙ عٰلِمِ الْغَیْبِۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ

نہیں آئے گی۔ تم فرماؤ: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم جو غیب جاننے والا ہے بیشک وہ (قیامت) تم پر ضرور آئے گی۔ آسمانوں میں اور

**آیت 1:** ارشاد فرمایا: **تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔** یعنی کامل شکر اور ہر طرح کی تعریف کا مستحق صرف وہ معبود ہے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں موجود ہر چیز کا خالق اور مالک ہے اور جن معبودوں کی کفار عبادت کرتے ہیں وہ نہ تو کسی تعریف کے مستحق ہیں اور نہ کسی چیز کے مالک ہیں۔ **نیز آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے۔** یعنی جیسے دنیا میں حمد کا مستحق اللہ تعالیٰ ہے ویسے ہی آخرت میں بھی حمد کا مستحق وہی ہے کیونکہ دونوں جہان اسی کی نعمتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اہم باتیں: (1) دنیا میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرنا واجب ہے جبکہ آخرت میں واجب نہیں لیکن اہل جنت نعمتوں کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی تعریف اللہ تعالیٰ کی ہی تعریف ہے، جیسے قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بہت حمد ہوگی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا جہاں ساری مخلوق آپ کی حمد و تعریف کرے گی۔

**آیت 2:** ارشاد فرمایا: جو کچھ زمین کے اندر داخل ہوتا ہے، جیسا کہ بارش کا پانی، مردے اور دفینے، یونہی جو زمین سے نکلتا ہے جیسے سبزہ، درخت، چشمے، کانیں اور حشر کے وقت مردے پھر جو کچھ آسمان کی طرف سے اترتا ہے، جیسے بارش، برف، اولے، طرح طرح کی برکتیں اور فرشتے اور اسی طرح جو آسمانوں میں چڑھتا ہے، جیسے فرشتے، دعائیں اور بندوں کے عمل، سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہ اپنی نعمتوں پر حمد کرنے والوں پر مہربان ہے اور حمد میں کمی کرنے والوں کو اپنے لطف و کرم سے بخشنے والا ہے۔

**آیت 3:** قیامت کے منکروں نے کہا کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! ان کفار سے فرما دیں: قیامت کیوں نہیں آئے گی؟ میرے رب کی قسم! بیشک قیامت تم پر ضرور آئے گی، میرے رب کی شان یہ ہے کہ وہ غیب کا جاننے والا ہے، اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، جب ہر چیز اسے معلوم ہے تو قیامت کے آنے اور اس کے قائم ہونے کا وقت بھی اس کے علم میں ہے۔ منکرین قیامت کا ایک یہ اعتراض تھا کہ انسانوں کے اجزا بکھرنے کے بعد اس طرح کیسے جمع ہو سکیں گے کہ کسی کے بدن کا کوئی جز دوسرے بدن میں نہ پہنچ جائے۔ اس اعتراض کا نفیس طریقے سے جواب دیا گیا کہ تم نے خالق کی قدرت و علم کا اندازہ نہ کیا کہ وہ ہر بدن

فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ

زمین میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور ذرے سے بھی کوئی چھوٹی اور بڑی چیز نہیں ہے مگر وہ ایک صاف بیان کرنے

مُّبِيْنٍ ۝ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ

والی کتاب میں ہے ○ تاکہ اللہ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو بدلہ دے۔ ان کے لیے بخشش اور عزت کی

كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ

روزی ہے ○ اور جنہوں نے ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں (کو جھٹلانے) میں کوشش کی ان کے لئے سخت عذاب میں سے

رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ

دردناک عذاب ہے ○ اور جنہیں علم دیا گیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے

الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ

حق ہے اور وہ عزت والے، حمد کے مستحق (اللہ) کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے ○ اور کافر بولے

کے ہر ذرے کو جانتا ہے اور آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آیت کے آخری حصے میں ارشاد فرمایا کہ ذرہ سے بھی چھوٹی اور بڑی چیز ایسی نہیں ہے جو ایک صاف بیان کرنے والی کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی نہ ہو۔ یہ بات جس کی نگاہ پر نظر ہو اس کا علم بھی ذرے ذرے کو شامل ہو جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کثیر اولیاء اور بہت سے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ کا علم عطا فرمایا ہے۔

آیت 4 ﴿ اس آیت میں قیامت قائم کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت تم پر ضرور آئے گی تاکہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو بدلہ دے۔ ان لوگوں کے لیے ایمان اور اچھے اعمال کے بدلے میں بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

آیت 5 ﴿ جنہوں نے ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے ہماری آیتوں کو جھٹلانے میں کوشش کی اور ان پر اعتراضات کرکے اور نبی کو جادوگر وغیرہ بتا کر لوگوں کو ان کی تصدیق کرنے سے روکنا چاہا، ان کے لیے سخت عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔

آیت 6 ﴿ اس آیت میں اہلِ ایمان کا حال بیان کیا جا رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم یا اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ جانتے اور سمجھتے تھے کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب نازل کیا گیا ہے وہی حق ہے اور وہ قرآن عزت والے اور حمد کے مستحق اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

آیت 7 ﴿ کافروں نے تعجب کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کہا: کیا ہم تمہیں ایک ایسے مرد کے بارے میں بتا دیں جو تمہیں یہ عجیب خبر دیتا ہے کہ جب تم مرنے کے بعد بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں دوبارہ نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا۔

نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۚ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى

تمہیں ایسا مرد بتادیں جو تمہیں خبر دے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر تم دوبارہ نئی پیدائش میں ہو گے ○ کیا اس (نبی) نے

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَ الضَّلٰلِ

اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے پاگل پن کا مرض ہے؟ بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب اور دور کی

الْبَعِیْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰى مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ

گمراہی میں ہیں ○ تو کیا انہوں نے نہ دیکھا جو آسمان اور زمین ان سے آگے اور پیچھے ہے۔ اگر ہم چاہیں

نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ

تو نہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں بیشک اس میں ہر رجوع لانے والے

عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ﴿۹﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ وَ الطَّیْرَ ۚ

بندے کیلئے نشانی ہے ○ اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا۔ اے پہاڑو اور پرندو! اس کے ساتھ (اللہ کی طرف) رجوع کرو

ع ۹

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔

آیت ۸ ﴿ یہ کفار کی باہمی گفتگو کا بقیہ حصہ ہے کہ انہوں نے کہا: کیا اس نبی نے اللہ تعالیٰ کی طرف یہ بات منسوب کر کے اس پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے پاگل پن کا مرض ہے جو وہ ایسی عجیب وغریب باتیں کہتے ہیں؟ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس بات کا رد کرتے ہوئے فرمایا: یہ دونوں باتیں نہیں، میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان دونوں باتوں سے بری ہیں، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو صداقت اور کامل عقل والے ہیں لیکن مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والے کفار عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

آیت ۹ ﴿ ارشاد فرمایا: کیا انہوں نے آسمان وزمین کی طرف نظر نہیں ڈالی اور اپنے آگے پیچھے دیکھا نہیں جو انہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں اور وہ زمین و آسمان کے کناروں سے باہر نہیں جاسکتے اور خدا کی ملک سے نہیں نکل سکتے، انہوں نے آیت اور رسول کی تکذیب وانکار کا ارتکاب کرتے ہوئے خوف نہ کھایا۔ اگر ہم چاہیں تو ان کی تکذیب وانکار کی سزا میں انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔ بیشک زمین و آسمان کی طرف نظر کرنے اور ان میں غور وفکر کرنے میں اپنے رب کی طرف رجوع لانے والے ہر بندے کے لیے نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اور اس کے منکر کو عذاب دینے پر اور ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔

آیت ۱۰ ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے تین فضائل بیان فرمائے ہیں: (1) حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا۔ اس بڑے فضل سے مراد نبوت اور کتاب ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بادشاہت ہے یا آواز کی خوبصورتی اور وہ تمام چیزیں ہیں جو آپ علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمائی گئیں۔ (2) پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ اے پہاڑو اور اے پرندو! جب

وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ ۙ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا

اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کر دیا ○ کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو اور تم سب نیکی کرو بیشک میں تمہارے کام

اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ

دیکھ رہا ہوں ○ اور ہوا کو سلیمان کے قابو میں دے دیا اس کا صبح کا چلنا ایک مہینہ کی راہ اور شام کا چلنا ایک مہینے کی راہ

وَ اَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ؕ وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ

اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور کچھ جن (قابو میں دیدیے) جو اس کے آگے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے

وَ مَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ○ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ

اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے پھرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے ○ وہ جنات سلیمان کے لیے بناتے جو وہ چاہتا

حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح کریں تو تم ان کے ساتھ تسبیح کرو۔ (3) حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم فرمادیا کہ جب آپ علیہ السلام اسے دستِ مبارک میں لیتے تو موم کی طرح نرم ہو جاتا اور آپ علیہ السلام اس سے جو چاہتے بغیر آگ کے اور بغیر ٹھونکے پیٹے بنالیتے۔

آیت 11 ﴾ ارشاد فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر کے ان سے فرمایا: کشادہ زرہیں بناؤ اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو کہ اس کے حلقے ایک جیسے اور متوسط ہوں، بہت تنگ یا کشادہ نہ ہوں اور اے حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے گھر والو! تم نیک اعمال کرو، بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں تو میں تمہیں ان کی جزا دوں گا۔ اہم بات: عظمت و فضیلت رکھنے والی کی شخصیت کا ذریعہ معاش کے لئے کوئی صنعت اور فن سیکھنا جائز ہے اور اس سے ان کے مرتبے میں کوئی کمی نہ ہوگی اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ کی محنت سے کمائے، پھر خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے۔

آیت 12 ﴾ یہاں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے فضائل بیان کئے جا رہے ہیں: (1) ہم نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قابو میں دے دیا۔ (2) حضرت سلیمان علیہ السلام کا صبح کا چلنا ایک مہینے کی راہ اور شام کا چلنا ایک مہینے کی راہ کے برابر ہوتا تھا۔ (3) ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ چشمہ تین دن تک سرزمین یمن میں پانی کی طرح جاری رہا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ چشمہ ہر مہینے میں تین دن جاری رہتا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبے کو پگھلا دیا جیسے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کیا تھا۔ (4) جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قابو میں دے دیا اور انہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے احکام کی پیروی کرنے کا حکم دیا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ جنات میں سے جو بھی ہمارے حکم سے پھرا اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی فرمانبرداری نہ کی تو ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نافرمانی کرنے والے جنوں کو آخرت میں بھڑکتی آگ کا عذاب چکھایا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ عذاب دنیا میں ہی چکھایا گیا اور وہ اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جنات پر ایک ایسا فرشتہ مقرر فرما دیا جو نافرمان جن کو آگ کا ایسا کوڑا مارتا جو جن کو جلا کر رکھ دیتا۔

آیت 13 ﴾ اس آیت میں بیان ہوا کہ جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہر وہ چیز بناتے تھے جو وہ چاہتے تھے اور ان میں سے

مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ

جو وہ چاہتا تھا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر پیالے اور ایک ہی جگہ جمی ہوئی دیگیں۔

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ

اے داؤد کی آل! شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر والے کم ہیں۔ پھر جب ہم نے سلیمان پر

الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ

موت کا حکم بھیجا تو جنوں کو اس کی موت زمین کی دیمک نے ہی بتائی جو اس کا عصا کھا رہی تھی پھر جب سلیمان زمین پر آ رہا

تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

تو جنوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت و خواری کے عذاب میں نہ رہتے۔

چیزیں یہ ہیں: (1) اونچے اونچے محل، عالی شان عمارتیں، مسجدیں اور انہیں میں سے بیت المقدس بھی ہے۔ (2) تانبے اور پتھر وغیرہ سے درندوں اور پرندوں وغیرہ کی تصویریں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں تصویر بنانا حرام نہ تھا۔ (3) بڑے بڑے حوضوں کے برابر کھانے کے پیالے۔ یہ پیالے اتنے بڑے ہوتے تھے کہ ایک پیالے میں ایک ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔ (4) ایک ہی جگہ جمی ہوئی دیگیں۔ یہ دیگیں اپنے پایوں پر قائم تھیں اور بہت بڑی تھیں حتّٰی کہ اپنی جگہ سے ہٹائی نہیں جا سکتی تھیں، لوگ سیڑھیاں لگا کر ان پر چڑھتے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد کی آل! تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے ان نعمتوں کا شکر ادا کرو جو اس نے تمہیں عطا فرمائی ہیں اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں۔ اہم باتیں: (1) شکر بڑی عبادت ہے جو گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے دین میں بھی جاری تھی۔ (2) جس قدر رب تعالیٰ کی نعمتیں بندے پر زیادہ ہوں اسی قدر شکر زیادہ کرنا چاہیے۔ (3) نیک بندے اگرچہ تھوڑے ہوں، یہ برے بندوں سے افضل ہیں خواہ وہ کتنے ہی زیادہ ہوں۔

آیت 14 ﴿ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تھی کہ ان کی وفات کا حال جنات پر ظاہر نہ ہو تاکہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے، پھر آپ علیہ السلام محراب میں داخل ہوئے اور حسبِ عادت نماز کے لئے اپنے عصا کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ جنات اپنی خدمتوں میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام زندہ ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصۂ دراز تک اسی حال پر رہنا ان کے لئے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا، کیونکہ وہ بار بار دیکھتے تھے کہ آپ علیہ السلام زیادہ عرصہ تک عبادت میں مشغول رہتے ہیں حتّٰی کہ آپ علیہ السلام کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک جنات آپ علیہ السلام کی وفات پر مطلع نہ ہوئے اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیمک نے آپ علیہ السلام کا عصا کھا لیا اور آپ علیہ السلام کا جسمِ مبارک زمین پر تشریف لے آیا۔ اس وقت جنات کو آپ علیہ السلام کی وفات کا علم ہوا۔ پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم زمین پر تشریف لایا تو جنوں پر یہ حقیقت کھل گئی کہ وہ غیب نہیں جانتے کیونکہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو حضرت سلیمان علیہ

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ

بیشک قوم سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی، دو باغ تھے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔ اپنے رب کا رزق

وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

اور اس کا شکر ادا کرو۔ پاکیزہ شہر ہے اور بخشنے والا رب○ تو انہوں نے منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا

وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾

اور ان کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دیئے جو کڑوے پھل والے اور جھاؤ والے اور کچھ تھوڑی سی بیریوں والے تھے۔

اسلام کی وفات سے مطلع ہو جاتے اور اس ذلت و خواری کے عذاب میں نہ رہتے اور ایک سال تک عمارت کے کاموں میں مشغول نہ رہتے۔ اہم باتیں: (1) انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس اجسام وفات کے بعد گلنے اور مٹنے سے محفوظ ہیں۔ (2) آیت کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ جنات کو غیب کا علم حاصل نہیں ہے۔ ورنہ فی زمانہ عوام کی اکثریت اس جہالت میں مبتلا ہے کہ وہ عاملوں کے ذریعے جنات سے آئندہ کے احوال معلوم کرتے ہیں، اسی طرح بعض مرد اور عورتیں بزرگوں کی سواری آنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگ ان سے اپنے معاملات کے بارے میں دریافت کرتے اور ان کی بتائی ہوئی باتوں کو یقین کی حد تک سچا تصور کر لیتے ہیں۔ ذہن میں رہے کہ مستقبل کے غیب کی بات پوچھنی اشد حرام ہے اور ان کی دی ہوئی ایسی خبر پر یقین رکھنا کفر ہے۔

آیت 15 ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یمن کی حدود میں جس جگہ قوم سبا آباد تھی وہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی ایک بڑی نشانی تھی۔ اس نشانی کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے شہر مآرب کے دونوں طرف کثیر باغات تھے اور ان باغوں میں پھلوں کی کثرت تھی۔ ان لوگوں سے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے کہا گیا کہ اپنے رب عزوجل کا رزق کھاؤ اور اس نعمت پر اس کی طاعت و عبادت بجالاؤ۔ دیکھو کہ خدا کی مہربانی سے تمہارا شہر ایک پاکیزہ شہر ہے جس میں لطیف آب و ہوا اور صاف ستھری زمین ہے، اس میں مچھر، مکھی، کھٹمل، سانپ اور بچھو وغیرہ کوئی چیز نہیں اور تمہارا رب بھی بخشنے والا ہے تو اگر تم اپنے رب عزوجل کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اس کی اطاعت کرو تو وہ تمہاری بخشش فرمادے گا، یوں تمہیں دنیا کی بھی راحت ملے گی اور آخرت کی بھی۔

آیت 16 ﴾ فرمایا کہ سبا والوں نے اس نعمت کی شکر گزاری سے منہ پھیرا اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی تو ان کی نافرمانی کے سبب ہم نے ان پر خوفناک سیلاب بھیجا جس سے ان کے باغ اور اموال سب ڈوب گئے اور وہ اس طرح تباہ ہوئے کہ اُن کی تباہی عرب کے لئے مثال بن گئی۔ اور ان کے خوبصورت باغوں کو ایسے دو باغوں میں بدل دیا جو کڑوے اور انتہائی بدمزہ پھل والے تھے اور ان میں جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں جیسی ویرانوں میں اگ آتی ہیں۔ اہم بات: حضرت وہب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف 13 نبی بھیجے جنہوں نے ان کو حق کی دعوتیں دیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں اور اس کے عذاب سے ڈرایا، لیکن وہ ایمان نہ لائے اور انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلا دیا اور کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ ہم پر خدا کی کوئی نعمت ہے (یعنی جب خدا کو نہیں مانتے تو اس کی نعمتیں کہاں سے مانیں، یہ نعمتیں سب ہماری اپنی محنت کی کمائی ہے اور یہی بات آج کے دہریے کہتے ہیں۔) ان کا فرمانا

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَ هَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝ وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ

ہم نے انہیں ان کی ناشکری کی وجہ سے یہ بدلہ دیا اور ہم اسی کو سزا دیتے ہیں جو ناشکرا ہو ○ اور ہم نے ان (سبا والوں)

وَ بَیْنَ الْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ ؕ

اور ان شہروں کے درمیان بہت سی نمایاں بستیاں بنادیں جن میں ہم نے برکت رکھی تھی اور ان بستیوں میں سفر کو ایک اندازے پر رکھا

سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیْنَ ۝ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا

(اور انہیں فرمایا:) ان میں راتوں اور دنوں کو امن وامان سے چلو ○ تو انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہمارے سفروں میں دوری ڈال دے

دیا ہو کہ تم اپنے رب عزوجل سے کہہ دو کہ اس سے ہو سکے تو وہ ان نعمتوں کو واپس لے لے۔ (خازن، 3/ 520) اور (ان) اس واقعہ کو بیان کرنے سے مقصود لوگوں کو نصیحت کرنا ہے کہ وہ قوم سبا کے انجام سے عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں ورنہ انہیں بھی ان جیسے حالات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ غور کرلیں کہ کہیں آج کل کثرت سے آنے والے سمندری طوفان، سیلاب، بارشیں اور زلزلے نافرمانیوں کا انجام بد ہی نہ ہوں۔

آیت 17 ﴿ فرمایا کہ ہم نے انہیں ان کی ناشکری اور ان کے کفر کی وجہ سے یہ بدلہ دیا اور ہم ایسی سزا اسی کو دیتے ہیں جو نعمتوں کی ناشکری اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان ناشکری کرنے کی وجہ سے خود مصیبت کا شکار ہوتا ہے۔

آیت 18 ﴿ ارشاد فرمایا کہ ہم نے شہر سبا میں اور دوسرے شہروں کے درمیان بہت سی نمایاں بستیاں بنادیں جن میں ہم نے برکت رکھی تھی۔ وہاں کے رہنے والوں کو وسیع نعمتیں، پانی، درخت اور چشمے عنایت کئے۔ ان دوسرے شہروں سے مراد شام کے شہر ہیں اور سبا سے شام تک کے سفر کرنے والوں کو اس راستے میں کھانا اور پانی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ ان بستیوں میں سفر کو ایک اندازے پر رکھا تاکہ چلنے والا ایک مقام سے صبح چلے تو دوپہر کو ایک آبادی میں پہنچ جائے جہاں ضروریات کے تمام سامان میسر ہوں اور جب دوپہر کو چلے تو شام کو ایک شہر میں پہنچ جائے۔ یمن سے شام تک کا تمام سفر اسی آسائش کے ساتھ طے ہوتا اور ہم نے ان سے کہا کہ ان بستیوں میں راتوں اور دنوں کو امن وامان سے چلو، نہ راتوں میں کوئی کھٹکا نہ دنوں میں کوئی تکلیف، نہ دشمن کا اندیشہ نہ بھوک پیاس کا غم۔

آیت 19 ﴿ خوشحالی اور نعمتوں کی کثرت والے ان حالات کی بنا پر تکبر کرنے لگے اور مالداروں میں حسد پیدا ہوا کہ ہمارے اور غریبوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں رہا، یونہی جو امن وعافیت انہیں حاصل تھی جیسے منزلیں قریب قریب ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد دوسری آبادی آجاتی ہے، وہاں آرام کرتے ہیں، نہ سفر میں تکان ہے نہ کوفت، اس پر وہ تمنا کرنے لگے کہ اگر منزلیں دور ہوتیں، سفر لمبے ہوتے، راستے میں پانی نہ ملتا، جنگلوں، بیابانوں میں سے گزر ہوتا تو ہم توشہ ساتھ لیتے، پانی کا انتظام کرتے، سواریاں ساتھ

وَظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ وَمَزَّقۡنٰهُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اور انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں قصے کہانیاں بنادیا اور انہیں بالکل جدا جدا کر دیا۔ بیشک اس میں ہر بڑے صبر

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ اِبۡلِيۡسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوۡهُ اِلَّا

ہر بڑے شکر والے کے لئے ضرور نشانیاں ہیں○ اور بیشک ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ لوگ شیطان کے پیروکار بن گئے سوائے

فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَةِ

مومنوں کے ایک گروہ کے○ اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا مگر اس لیے کہ ہم دکھادیں کہ کون آخرت پر ایمان لا

رکھتے، سفر میں مشقت اٹھانے کا لطف آتا اور امیر و غریب کا فرق ظاہر ہوتا۔ اس پر انہوں نے یہ دعا کی: اے ہمارے رب! ہمارے اور شام کے درمیان جنگل اور بیابان کر دے تاکہ بغیر توشہ اور سواری کے سفر نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور شہروں کو ویران کر دیا۔ مزید فرمایا: اور انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا۔ یعنی سبا والوں نے تکبر و سرکشی کر کے خود اپنا ہی نقصان کیا تو ہم نے انہیں بعد والوں کے لئے قصے کہانیاں بنادیا تاکہ وہ ان کے احوال سے عبرت حاصل کریں اور ان قبیلوں کو ایک دوسرے سے بالکل جدا جدا کر دیا، وہ بستیاں غرق ہو گئیں اور لوگ بے گھر ہو کر جدا جدا شہروں میں پہنچے۔ مزید فرمایا کہ بیشک سبا والوں کے اس واقعے میں ہر بڑے صبر والے اور ہر بڑے شکر والے کے لئے ضرور نشانیاں ہیں کہ صبر و شکر مومن کی صفت ہے، جب وہ مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور جب نعمت پاتا ہے تو شکر بجالاتا ہے۔ درس: سبا والوں کے طرزِ عمل اور انجام سے معلوم ہوا کہ امن وعافیت اور سکون و راحت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں اور جسے یہ نعمتیں حاصل ہوں اسے ان پر تکبر کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور ان نعمتوں کے مقابلے میں بے امنی اور مشقت کی تمنا اور دعا نہیں کرنی چاہئے۔

آیت 20 ❁ ارشاد فرمایا: بیشک ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ یعنی ابلیس جو گمان رکھتا تھا کہ وہ بنی آدم کو شہوت اور حرص اور غضب کے ذریعے گمراہ کر دے گا۔ یہ گمان اس نے اہلِ سبا پر بلکہ تمام کافروں پر سچا کر دکھایا کہ وہ اس کے پیروکار ہو گئے اور اس کی اطاعت کرنے لگے۔ مزید فرمایا: تو مومنوں کے ایک گروہ کے علاوہ وہ اس کے پیروکار ہو گئے۔ یعنی اہلِ سبا نے شرک و معصیت میں شیطان کی پیروی کی البتہ مومنوں کے ایک گروہ نے دین کے اصول میں شیطان کی پیروی نہ کی۔ درس: (1) اس آیت میں ان کے لئے حجت ہے کہ شیطان نے مردود ہونے کے بعد کہا تھا کہ اے رب میرے! مجھے اس بات کی قسم کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور زمین میں لوگوں کیلئے (نافرمانی) خوشنما بنادوں گا اور میں ضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ سوائے ان کے جو ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ ہم اپنی حالت پر غور کر لیں کہ کہیں شیطان ہم پر غالب آ کر ہمیں اپنا ساتھی تو نہیں بنا چکا؟

آیت 21 ❁ ارشاد فرمایا کہ جن کے حق میں شیطان کا گمان پورا ہوا ان پر شیطان کو کچھ زبردستی نہ تھی کہ شیطان کسی کو مجبور کر کے ان سے گناہ کروادے بلکہ خدا نے اس لیے شیطان کو لوگوں پر مسلط کیا تاکہ خدا آخرت پر ایمان لانے والوں کو ان لوگوں سے ممتاز

مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِیْ شَكٍّ ؕ وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۲۱﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ

اور ان میں سے جو اس کے بارے میں شک میں ہے اور تیرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے ○ تم فرماؤ: انہیں پکارو جنہیں

زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا یَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِیْهِمَا

اللہ کے سوا تم (معبود) سمجھتے ہو، وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان کا ان دونوں میں

مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ ﴿۲۲﴾ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ

کچھ حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے ○ اور اللہ کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر (اس کی) جس کے لیے وہ اجازت دیدے

حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ

یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرمادی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: حق فرمایا ہے

ہے جو اس کے بارے میں شک کرنے والے ہیں اور اے حبیب! آپ کا رب عزوجل ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اہم بات: شیطان جبراً کسی سے گناہ نہیں کرواتا، صرف وسوسہ ڈالتا ہے اور بندہ اپنے اختیار سے گناہ کرتا ہے۔

آیت 22 { } آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ مکہ مکرمہ کے کافروں سے فرمادیں کہ جن بتوں وغیرہ کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا معبود سمجھتے ہو انہیں پکارو تاکہ وہ تم پر نازل ہونے والی مصیبتیں دور کریں لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں اور نہ ان بتوں کا آسمان اور زمین میں کچھ حصہ ہے اور نہ ان بتوں میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے۔ اہم بات: اس آیت میں نفع و نقصان کا مالک نہ ہونا بتوں کے لئے بیان کیا گیا ہے کیونکہ بتوں کو خدا نے ایسا اختیار دیا ہی نہیں اور جہاں تک قرآن و حدیث میں فرشتوں کے بارے میں ہے کہ وہ مدبرات امر ہیں یعنی کائنات کے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں، روحیں قبض کرتے ہیں یا دیگر لاکھوں کروڑوں کام کرتے ہیں تو وہ سب خدا کے اختیار دینے سے ہے اور یونہی انبیاء علیہم السلام کے معجزات جیسے مردے زندہ کرنا اور شفا دینا، اندھوں کو بینا کرنا وغیرہ یا اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کی کرامات جیسے آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ کا تخت بلقیس لانے کا اختیار وغیرہ تو یہ سب خدا کی عطا سے ہے۔

آیت 23 { } کفار یہ کہتے تھے کہ بت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں گے ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس صرف اسی کی شفاعت کام دے گی جس کے لیے وہ شفاعت کرنے کی اجازت دیدے، یہاں تک کہ جب شفاعت کی اجازت دے کر شفاعت کرنے والے (مومنوں) کے دلوں سے گھبراہٹ دور فرمادی جائے گی تو وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ تمہارے رب تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیں گے کہ شفاعت کرنے والوں کو ایمانداروں کی شفاعت کی اجازت دی ہے اور یہ اجازت دینا برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بلندی والا، بڑائی والا ہے۔

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ

اور وہی بلندی والا، بڑائی والا ہے ○ تم فرماؤ: کون ہے جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے؟ تم خود ہی فرماؤ: اللہ

وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ

اور بیشک ہم یا تم (کوئی ایک) ضرور ہدایت پر ہے یا کھلی گمراہی میں ○ تم فرماؤ: ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا تو اس کے بارے میں تم سے

اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ

سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال ہوگا ○ تم فرماؤ: ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہمارے

بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٦﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ

درمیان سچا فیصلہ فرمادے گا اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے ○ تم فرماؤ: مجھے دکھاؤ (اپنے) وہ (معبود) جنہیں تم نے اللہ کے

آیت 24 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے والوں سے فرمادیں کہ آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے سبزہ اگا کر تمہیں روزی کون دیتا ہے؟ اگر مشرکین اس سوال کا جواب نہ دیں تو آپ خود ہی فرمادیں: "تمہیں اللہ تعالیٰ روزی دیتا ہے۔" کیونکہ اس سوال کا اس کے علاوہ اور کوئی جواب ہے ہی نہیں اور فرمادیں کہ بیشک ہم یا تم دونوں فریقوں میں سے کوئی ایک ضرور ہدایت پر یا کھلی گمراہی میں ہے؟ اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو رازق جانتے ہوئے بھی بے اختیار بتوں کو پوجتا ہے وہ کھلی گمراہی میں ہے جبکہ خدا کی عظمت، شان کو ماننے اور اس کا حق بندگی ادا کرنے والے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے ساتھی ہی حق پر ہیں۔

آیت 25 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! ان مشرکین سے فرمایئے کہ ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا تو اس کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا بلکہ ہر شخص سے اس کے اپنے عمل کا سوال ہوگا اور ہر ایک اپنے عمل کی جزا پائے گا لہٰذا تم اپنی فکر اور اپنی اصلاح کرو۔

آیت 26 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمائیں کہ قیامت کے دن حساب کی جگہ میں ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا، پھر ہم میں سچا فیصلہ فرمادے گا تو اہل حق کو جنت میں اور اہل باطل کو دوزخ میں داخل کرے گا اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

آیت 27 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمائیں: جن بتوں کو تم نے عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک کیا ہے مجھے دکھاؤ وہ کس قابل ہیں، کیا وہ کچھ پیدا کرتے یا روزی دیتے ہیں؟ اور جب وہ ایسا نہیں کر سکتے تو ان کو خدا کا شریک بنانا اور ان کی عبادت کرنا کیسی شدید خطا ہے، لہٰذا اس سے باز آجاؤ۔ وہ بت ہرگز اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں بلکہ وہ اللہ عزوجل ہی عزت والا، حکمت والا ہے، تمہارے ناکارہ شریکوں کو یہ بلند مرتبہ کہاں حاصل ہے؟

شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

شریک بنا کر ملا رکھا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہی اللہ ہی عزت والا، حکمت والا ہے ○ اور اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے ○ اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا

اگر تم سچے ہو ○ تم فرماؤ: تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو گے اور نہ

تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ

آگے بڑھ سکو گے ○ اور کافروں نے کہا: ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلی کتابوں پر ایمان نہیں لائیں گے

آیت 28 ﴾ ارشاد فرمایا: اے حبیب! ہم نے تمہیں صرف تمہاری قوم کی طرف ہی رسول بنا کر نہیں بھیجا بلکہ عربی، عجمی، گورے، کالے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور تمہیں ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے فضل کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کیلئے اس کے عدل کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن بہت لوگ اس بات کو نہیں جانتے اور اپنی جہالت سے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت عامّہ ہے، تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں، گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا عجمی، پہلے ہوں یا بعد والے، سب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم رسول ہیں اور وہ سب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اُمتی ہیں اور یہ مرتبہ خاص آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے جو کہ قرآن کریم اور کثیر احادیث سے ثابت ہے۔

آیت 29، 30 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین اپنی جہالت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ قیامت کا وعدہ کب آئے گا، اگر تم سچے ہو تو بتاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! ان سے فرمائیں کہ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو گے اور نہ آگے بڑھ سکو گے یعنی اگر تم مہلت چاہو تو تاخیر ممکن نہیں اور اگر جلدی چاہو تو پہلے ہونا ممکن نہیں، بہرصورت اس وعدے کا اپنے وقت پر پورا ہونا ہے۔

آیت 31 ﴾ فرمایا: اور کافروں نے کہا: ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلی کتابوں پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکوں نے اہلِ کتاب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ان کے اوصاف اپنی کتابوں میں لکھے ہوئے پاتے ہیں۔ اس پر وہ غضبناک ہو کر کہنے لگے کہ ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلی کتابوں یعنی توریت اور انجیل وغیرہ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ مزید فرمایا: اور (خوفناک منظر دیکھتے) اگر تم دیکھ لیتے۔ یعنی اگر تم وہ منظر دیکھ لو تو بڑا عبرتناک منظر ہے کہ جس دن جب کافر اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں کھڑے کئے جائیں گے تو وہ آپس میں الجھنا شروع کر دیں گے۔

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ

اور (خوف کا منظر دیکھتے) اگر تم دیکھتے جب ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کئے جائیں گے ان میں ایک دوسرے پر بات ڈالے گا

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ

تو وہ جو دبے ہوئے تھے وہ بڑے بننے والوں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔ بڑا بننے

الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ

والے دبے ہوئے لوگوں سے کہیں گے: کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا جبکہ وہ تمہارے پاس آئی تھی؟

بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝۳۲ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ

بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔ اور دبے ہوئے لوگ بڑا بننے والوں سے کہیں گے: بلکہ (تمہارے)

مَكْرُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ

رات اور دن کے فریب (نے ہمیں ہدایت سے روکا) جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کریں اور اس کیلئے برابر والے ٹھہرائیں

وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ

اور وہ جب عذاب دیکھیں گے تو دل ہی دل میں پچھتانے لگیں گے اور ہم کافروں کے گلے میں طوق ڈالیں گے۔

ان میں سے سرداروں کے تابع لوگ سرداروں سے کہیں گے: اگر تم نہ ہوتے اور ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔

آیت 32 ﴿ فرمایا کہ سردار اپنے تابع لوگوں کو جواب دیں گے: جب تمہارے پاس ہدایت آئی تھی تو کیا اس وقت ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ ایسا ہرگز نہیں ہوا بلکہ تم نے خود اپنے اختیار سے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دے کر کفر کیا تھا۔

آیت 33 ﴿ جب سردار اپنے تابع لوگوں کی بات کا انکار کر دیں گے تو وہ لوگ اپنے سرداروں سے کہیں گے: ہم مجرم نہیں بلکہ تم شب و روز ہمارے ساتھ فریب کرتے اور ہمیں ہر وقت شرک پر ابھارتے تھے، جب تم ہمیں اللہ تعالیٰ کا انکار اور اس کیلئے شریک ٹھہرانے کا حکم دیتے تھے تو ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیتے اور اس کے لئے شریک ٹھہرانے لگتے تھے۔ مزید فرمایا کہ دونوں فریق ماتحت بھی اور سردار بھی ایمان نہ لانے پر جب جہنم کا عذاب دیکھیں گے تو دل ہی دل میں پچھتانے لگیں گے۔ مزید ان کے عذاب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم ان تمام کفار کو یہ سزا دیں گے کہ جہنم میں ان کے ہاتھ نار جہنم کی زنجیروں سے گردن تک باندھ دیں گے۔ یہ انہیں ان کے دنیا میں کفر اور معصیت ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔ اہم بات: اس آیت میں کفار کے لئے تنبیہ ہے کہ دنیا میں ان کا ایک دوسرے کی پیروی کرنا آخرت میں باہمی عداوت کا سبب ہوگا۔

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ

انہیں ان کے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور ہم نے (جب بھی) کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا

اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ

تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ تم جس (ہدایت) کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ اور انہوں نے کہا: ہم

اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

مال اور اولاد میں بڑھ کر ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ تم فرماؤ: بیشک میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا ہے

وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ

اور تنگ فرماتا ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ

آیت 34 ﴿ اس آیت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین خاطر فرمائی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی تکذیب سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ کفار کا انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ یہی دستور رہا ہے کہ غریب لوگ تو ایمان لے آتے ہیں لیکن مالداروں کی اکثریت محروم رہتی ہے۔ ایمان کے علاوہ نیکیوں کے معاملے میں بھی ایسی ہی صورتحال پیش آتی ہے کہ نمازوں، روزوں اور ذکر و تلاوت کے کاموں میں غریب لوگ امیروں پر سبقت لے جاتے ہیں۔

آیت 35 ﴿ یہاں مالدار کفار کا ایک باطل گمان بیان کیا گیا کہ انہوں نے کہا: ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں کیونکہ اگر وہ ہمارے اعمال سے راضی نہ ہوتا تو دنیا میں ہمیں اتنا مال اور اولاد عطا نہ کرتا اور جب ایسا ہے تو آخرت میں ہمیں عذاب بھی نہیں ہوگا کیونکہ دنیا میں ہمیں عزت سے نوازا گیا تو اگر بالفرض قیامت واقع بھی ہوئی تو ہمیں وہاں بھی رسوا نہ کیا جائے گا۔

آیت 36 ﴿ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے اس باطل خیال کا رد کرتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! آپ فرمادیں بیشک میرا رب عزوجل آزمائش اور امتحان کے طور پر جس کے لیے چاہتا ہے رزق وسیع کرتا اور تنگ فرماتا ہے لہٰذا دنیا میں مال و دولت اور عیش و عشرت کی کثرت اللہ تعالیٰ کی رضا اور ایسے ہی مال و دولت کی تنگی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی دلیل نہیں۔ یہ اس کی حکمت ہے کہ کبھی وہ گنہگار پر مال و دولت کی وسعت کرتا ہے اور کبھی فرمانبردار پر تنگی کر دیتا ہے، اس لئے آخرت کے ثواب کو دنیا کی معیشت پر قیاس کرنا غلط ہے لیکن اکثر کفار یہ بات نہیں جانتے اور یہی جہالت آج کے سیکولر، لبرل طبقے میں ہے کہ کافروں کی دنیاوی ترقی کی مثالیں دے کر مسلمانوں کو ان کے اسلام پر شرمندہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیت 37 ﴿ کفار اپنے مال اور اولاد کی وجہ سے لوگوں پر تکبر کرتے اور اپنے مال و اولاد کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا سبب سمجھتے تھے، یہاں ان کی تردید فرمائی گئی کہ صالح مومن جو مال کو راہِ خدا میں خرچ کرے صرف اسی کا مال قربِ خدا کا ذریعہ ہے اور یونہی صرف اس مومن کی اولاد قرب الٰہی کا ذریعہ ہے جو انہیں نیک علم سکھائے، دین کی تعلیم دے اور متقی بنائے کہ ایسی اولاد صدقہ جاریہ بھی بنتی ہے اور ان کے لئے دعائے مغفرت بھی کرتی رہتی ہے۔ مزید فرمایا: جو ایمان لایا اور نیک اعمال کئے، ان کے لیے ان کے اعمال

تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

تمہیں ہمارے قریب کردیں مگر وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا (وہ ہمارے قریب ہے) ان کے لیے

جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ

ان کے اعمال کے بدلے میں کئی گنا جزا ہے اور وہ (جنت کے) بالاخانوں میں امن و چین سے ہوں گے ○ اور وہ جو ہم سے مقابلہ

فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ

ہماری آیتوں (کو جھٹلانے) میں کوشش کرتے ہیں وہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے ○ تم فرماؤ: بیشک میرا رب

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ

اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے رزق وسیع فرماتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کردیتا ہے اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ

فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ

وہ اس کے بدلے میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ○ اور (یاد کرو) جس دن (اللہ) ان سب کو اٹھائے گا

کے بدلے میں کئی گنا جزا ہے۔ نیک لوگوں کے لئے ایک نیکی کے بدلے دس سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنی خدا چاہے جزا ہے اور وہ جنت کے بالاخانوں میں امن و چین سے ہوں۔

آیت 38 ۞ فرمایا: وہ لوگ جو قرآن کریم پر زبان طعن کھولتے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اپنی ان باطل کاریوں سے وہ لوگوں کو ایمان لانے سے روک دیں گے اور ان کا یہ مکر و فریب اسلام کے حق میں چل جائے گا اور وہ ہمارے عذاب سے بچ رہیں گے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ مرنے کے بعد اٹھنا ہی نہیں ہے تو عذاب اور ثواب کیسا۔ یہ لوگ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے اور ان کی مکاریاں انہیں کچھ کام نہ آئیں گی۔

آیت 39 ۞ فرمایا کہ اے حبیب! فرما دو کہ میرا رب عزوجل اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اپنی حکمت کے مطابق رزق وسیع کرتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ اس کا تعلق خدا کے مقرب ہونے یا نہ ہونے کے ساتھ نہیں ہے بلکہ خدا کی حکمت و مشیت کے ساتھ ہے۔ مزید فرمایا کہ اے لوگو! جو چیز تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے تو وہ دنیا میں یا آخرت میں اس کے بدلے میں اور دے گا۔ راہ خدا میں دینے والا فائدے ہی میں رہتا ہے کہ عام طور پر دنیا میں بھی اُسے مزید مل جاتا ہے اور آخرت کا ثواب کا حاصل ہو جاتا ہے۔ خدا کی راہ میں دینے سے مال کم نہیں ہو گا کہ جس رب کی راہ میں مال دیا ہے وہی تو رازق ہے اور رزق کے سارے خزانے اسی کے پاس ہیں۔ اس کے سوا جو کوئی کسی کو دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اور اس کی عطا فرمائی ہوئی روزی میں سے دیتا ہے لہٰذا وہی حقیقی رزاق ہے اور وہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

آیت 41،40 ۞ مشرکوں کا ایک گروہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتا تھا اور ان کی عبادت بھی کرتا تھا تو بروز قیامت اللہ تعالیٰ ان سب

مَلٰٓىٕكَةِ اَهٰۤؤُلَآءِ اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا

فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہ تمہیں ہی پوجتے تھے؟ ○ وہ عرض کریں گے: تو پاک ہے۔ وہ نہیں (بلکہ) تو

مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝ فَالْیَوْمَ

ہمارا دوست ہے (وہ ہمارے نہیں) بلکہ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں اکثر انہیں پر یقین رکھتے تھے ○ تو آج

لَا یَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ وَ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ

تم میں کوئی دوسرے کیلئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے اور ہم ظالموں سے فرمائیں گے: اس آگ کا عذاب چکھو

الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ

جسے تم جھٹلاتے تھے ○ اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو وہ کہتے ہیں یہ تو صرف ایک مرد ہے

یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ

جو تمہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے روکنا چاہتا ہے اور وہ کہتے ہیں: یہ (قرآن) تو ایک گھڑا ہوا بہتان ہے

حشر میں واضح ہو جائے گا اور فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا دنیا میں یہ مشرک تمہیں ہی پوجتے تھے؟ فرشتے عرض کریں گے: اے اللہ! تو اس سے پاک ہے کہ تیرے ساتھ کسی اور کی عبادت کی جائے، ہماری ان سے کوئی دوستی نہیں بلکہ تو ہمارا دوست ہے، تو ہم کس طرح ان کے پوجنے سے راضی ہو سکتے تھے؟ ہم ان سے بری ہیں، یہ مشرک ہمیں نہیں بلکہ شیطانوں کو پوجتے تھے کیونکہ یہ ان ہی کی مانتے تھے اور ان میں سے اکثر انہیں شیاطین پر یقین رکھتے تھے۔

{آیت 42} قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا: جن جھوٹے معبودوں اور بتوں سے تم نفع کی امید رکھتے تھے آج کے دن وہ تمہیں کچھ نفع نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور ہم قیامت کے دن مشرکوں سے فرمائیں گے: اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔

{آیت 43} ارشاد فرمایا کہ جب مکہ کے مشرکین کے سامنے قرآن کی روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”یہ تو صرف ایک معمولی سا آدمی ہے جو تمہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں یعنی بتوں سے روکنا چاہتا ہے۔“ اور وہ قرآن شریف کے بارے میں کہتے ہیں: ”یہ تو ایک ایسا کلام ہے جو گھڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت جھوٹی ہے۔“ قرآن کو جھوٹ قرار دینے کے لئے کفار کی ایک جہالت یہ بھی تھی کہ جب ان کے پاس قرآن آیا تو انہوں نے کہا: یہ تو صرف ایک کھلا جادو ہے۔

درس: اپنے باپ دادوں کے باطل طریقے کو شرعی احکام کے مقابلے میں ترجیح دینا کفار کا کام ہے۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے جو غیر شرعی رسوم پر عمل کرنے کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہمارے بڑے بوڑھے سب اسی طرح کرتے تھے اور شرعی حکم بتانے والے سے کہتے ہیں کہ ہماری عمر گزر گئی، ہم نے تو کبھی ایسا نہیں سنا، تم پتا نہیں کہاں سے نئے نئے

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴۳﴾

اور کافروں نے حق کو کہا جب وہ ان کے پاس آیا یہ تو صرف ایک کھلا جادو ہے۔

وَ مَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَهَا وَ مَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِیْرٍ ﴿۴۴﴾

اور ہم نے انہیں کتابیں نہ دیں جنہیں وہ پڑھتے ہوں اور نہ تم سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا بھیجا۔

وَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا

اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا اور یہ لوگ تو اس (مال و دولت) کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان (پہلے لوگوں) کو دیا تھا پھر

رُسُلِیْ ۫ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۵﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ

میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا انکار کرنا کیسا ہوا؟ ○ تم فرماؤ: میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے دو

مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِیْرٌ

دو دو ہو کر اور اکیلے اکیلے پھر تم غور و فکر کرو (تو تم جان جاؤ گے) کہ تمہارے ان صاحب میں جنون کی کوئی بات نہیں۔ وہ تو تمہیں

مسئلے نکال لاتے ہو۔

آیت 44 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ سے پہلے عرب کے مشرکین کے پاس نہ کوئی کتاب آئی جس میں شرک کے صحیح ہونے کی دلیل ہو اور نہ ان کے پاس کوئی رسول آیا جس کی طرف یہ لوگ اپنے دین کو منسوب کر سکیں تو یہ جس خیال پر ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، وہ صرف ان کے نفس کا فریب ہے۔

آیت 45 ﴿ پہلی امتوں نے کفار قریش کی طرح رسولوں کی تکذیب کی اور جو قوت، مال و اولاد کی کثرت اور لمبی عمریں پہلوں کو دی گئی تھیں مشرکین قریش کے پاس تو اس کا دسواں حصہ بھی نہیں، موجودہ کافروں سے پہلے لوگ تو ان سے طاقت، قوت اور مال و دولت میں دس گنا زیادہ تھے۔ پھر پہلے تکذیب کرنے والوں نے جب میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میں نے اپنے عذاب سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کی طاقت و قوت اور مال و دولت کوئی چیز بھی کام نہ آئی تو ان کفار قریش کی کیا حقیقت ہے؟ انہیں سابقہ امتوں پر نازل ہونے والے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

آیت 46 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرما دیں: اے لوگو! میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں، اگر تم نے اس پر عمل کیا تو تم پر حق واضح ہو جائے گا۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ تم صحیح نتیجے تک پہنچنے کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے لیے دو دو ہو کر کھڑے رہو تاکہ باہم مشورہ کر سکو اور اکیلے اکیلے بھی غور کر لو تاکہ پوری توجہ سے تعصب اور طرفداری وغیرہ سے خالی ہو کر غور کر سکو۔ یوں دونوں طریقے سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں غور کرو کہ کیا کفار جو آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے ہیں اس میں سچائی کا کوئی شائبہ بھی ہے؟ تمہارے اپنے تجربہ میں، قریش میں یا پوری بنی نوع انسانی میں کوئی شخص بھی اس مرتبے کا عقلمند نظر آیا ہے؟ کیا ایسے

لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿٤٦﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ

لیے سخت عذاب سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں○ تم فرماؤ: میں نے تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہارے لئے۔

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٤٧﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ

میرا اجر تو اللہ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے○ تم فرماؤ: بیشک تمام پوشیدہ

يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٤٨﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ

چیزوں کا جاننے والا میرا رب حق القاء فرماتا ہے○ تم فرماؤ: حق آگیا اور باطل کی نہ ابتدا رہے

وَ مَا يُعِيْدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَ اِنِ اهْتَدَيْتُ

اور نہ لوٹ کر آئے○ تم فرماؤ: اگر میں بھٹک جاؤں تو اپنی جان کے خلاف ہی بھٹکوں گا اور اگر میں نے ہدایت پائی ہے

درست سوچ والا، ایسا سچا، ایسا پاک نفس کوئی اور بھی پایا ہے؟ جب تمہارا نفس حکم کردے اور تمہارا ضمیر مان لے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان اوصاف میں یکتا ہیں تو تم یقین جانو کہ تمہارے ان صاحب میں جنون کی کوئی بات نہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور تمہیں آخرت کے عذاب سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔

آیت 47 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! آپ کفار سے فرمادیں کہ میں نصیحت، ہدایت اور تبلیغِ رسالت پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا، اگر میں نے تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہیں ہی مبارک ہو، اسے اپنے پاس سنبھال کر رکھو، میرا اجر و ثواب تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ کرم پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے، لہٰذا وہ جانتا ہے کہ میں نے تمہیں نصیحت کرنے اور اس کی طرف بلانے پر صرف اسی سے اجر طلب کیا ہے۔

آیت 48 ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ فرمادیں کہ بیشک میرا رب عزوجل اپنے انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی نازل فرماتا ہے اور زمین و آسمان میں مخلوق سے پوشیدہ ہر چیز کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

آیت 49 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمادیں کہ حق یعنی قرآن اور اسلام آگیا اور باطل یعنی شرک و کفر مٹ گیا، نہ اس کی ابتدا رہی، نہ اس کا اعادہ۔ مراد یہ ہے کہ وہ ہلاک ہوگیا اور اس کا کوئی اثر باقی نہ بچا کہ دلیل و حقیقت کی دنیا میں باطل کا اثبات کرنا اب ممکن نہیں، قرآنی دلائل کا تو کوئی جواب ہو نہیں سکتا۔

آیت 50 ﴾ کفارِ مکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ گمراہ ہوگئے ہیں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حکم دیا کہ ان سے فرمادیں: اگر یہ فرض کیا جائے کہ میں بھٹک گیا تو اس کا وبال میرے نفس پر ہے اور اگر میں نے ہدایت پائی تو یہ حکمت و بیان کی اس وحی کے سبب ہدایت پائی ہے جو میرا رب عزوجل میری طرف بھیجتا ہے۔ مزید فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا، قریب ہے، ہر راہ یاب اور گمراہ کو جانتا ہے اور ان کے عمل و کردار سے باخبر ہے۔ اہم بات: انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَ ثُلٰثَ

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے، فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے جن کے دو دو تین تین

وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝ مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ

چار چار پر ہیں، پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝ اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت

**سورۂ فاطر کا تعارف** یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 5 رکوع اور 45 آیتیں ہیں۔ فاطر کا معنی ہے بنانے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کو بنانے والا ہے، اس مناسبت سے اسے "سورۂ فاطر" کہتے ہیں۔ نیز اس سورت کو "سورۂ ملائکہ" بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی پہلی آیت میں فرشتوں کا ذکر ہے۔ مختصراً اس سورت کی ابتدا میں کفار کے جھٹلانے پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ شیطان کے فریب سے بچنے کا حکم دیا اور یہ بتایا گیا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار بیان کئے گئے ہیں۔ یہ بتایا گیا کہ جو گناہوں سے بچا اور نیک اعمال کئے تو اس میں اس کا اپنا ہی بھلا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لوگوں کے مختلف درجات بیان کئے گئے ہیں۔ جنت میں مسلمانوں کا اور جہنم میں کافروں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ بیان فرمایا کہ جو کفر کرے گا تو اس میں اس کا اپنا ہی نقصان ہے۔ سورت کے آخر میں گنہگاروں کو مہلت دینے کی حکمت بیان کی گئی ہے۔

**آیت 1** ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال کے بغیر بنانے والا ہے، ان فرشتوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف رسول (یعنی قاصد) بنانے والا ہے جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں۔ مزید فرمایا: پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں کی بناوٹ اور ان کے پروں میں جس طرح چاہتا ہے اضافہ فرماتا ہے۔ یونہی انسانی جسم کی بناوٹ میں یا اس کی عقل و علم میں یا اس کے نفس کی پاکیزگی میں جس طرح چاہتا ہے اپنی مشیئت اور حکمت کے مطابق اضافہ فرما دیتا ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا: بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

**آیت 2** اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی رحمت کے خزانوں میں سے جو رحمت کسی کے لئے کھول دے جیسے صحت، امن، اسلامی تعلیم، حکمت، بارش اور رزق وغیرہ، تو اسے روکنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور جس چیز کو روک دے تو اسے جاری کرنے کی کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر غالب ہے اور وہ جو کچھ بھی کرتا ہے سب حکمت اور مصلحت کے مطابق ہے۔

مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ

کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو کچھ روک دے تو اس کے روکنے کے بعد اسے کوئی چھوڑنے والا

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ

غالب، حکمت والا ہے ۝ اے لوگو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق

يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ وَاِنْ

جو آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دیتا ہے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں الٹے پھرے جاتے ہو؟ اور اگر

يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يٰۤاَيُّهَا

یہ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو بیشک تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے اور سب کام اللہ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں ۝ اے

النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٝ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ

لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا نہ دے اور ہرگز بڑا فریبی تمہیں اللہ کے بارے میں فریب نہ دے

آیت ۳ ﴿ ارشاد فرمایا: اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو کہ اس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا، آسمان کو بغیر کسی ستون کے قائم کیا، اپنی راہ بتانے اور حق کی دعوت دینے کے لئے رسولوں علیہم السلام کو بھیجا اور تم پر رزق کے دروازے کھولے۔ کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے جو آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے طرح طرح کے نباتات پیدا کر کے تمہیں روزی دیتا ہے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں الٹے پھرے جاتے ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ وہی خالق اور رازق ہے ایمان اور توحید سے کیوں پھرتے ہو؟

آیت ۴ ﴿ فرمایا کہ اے پیارے حبیب! کفار پر حجتیں قائم کر دینے کے باوجود بھی اگر یہ آپ کی رسالت کو نہیں مانتے اور توحید اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے، حساب اور عذاب کا انکار کرتے ہیں تو آپ تسلی رکھیں اور ان کے جھٹلانے پر غم نہ کریں، بیشک آپ سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے، تو جس طرح انہوں نے صبر کیا آپ بھی صبر فرمائیے کیونکہ کفار کا انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ شروع سے یہی دستور چلا آ رہا ہے۔ اور سب کام بالآخر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں تو وہ آخرت میں جھٹلانے والوں کو سزا دے گا اور رسولوں کو انعامات سے نوازے گا۔

آیت ۵ ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، قیامت ضرور آئے گی، مرنے کے بعد ضرور اٹھنا ہے، اعمال کا حساب یقیناً ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کئے کی جزاء یقیناً ملے گی، تو ہرگز دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا نہ دے کہ اس کی لذتوں میں مشغول ہو کر تم آخرت کو بھول جاؤ اور گناہوں پر اصرار کے باوجود شیطان تمہارے دلوں میں یہ بات نہ ڈال دے کہ اللہ تعالیٰ کے عفو و کرم کے بارے میں تمہیں ہرگز فریب نہ دے کہ تم جو چاہو عمل کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّاؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِؕ۝

بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہو جائیں۝

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ۬ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ

کافروں کے لیے سخت عذاب ہے اور ایمان لانے والوں اور اچھے کام کرنے والوں کے لیے بخشش اور بڑا ثواب

مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ۠۝ اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًاؕ فَاِنَّ اللّٰهَ

ہے۝ تو کیا وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنادیا گیا تو وہ اسے اچھا (ہی) سمجھتا ہے (کیا وہ ہدایت یافتہ آدمی جیسا ہو سکتا ہے؟)

یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍؕ

تو بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے، تو حسرتوں کی وجہ سے ان پر تمہاری جان نہ چلی جائے۔

بخش دے گا۔ یہ وسوسہ ذہن سے نکال دو۔ اہم بات: گناہ گار کی مغفرت ہو جانا، ممکن ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مغفرت نہ ہو بلکہ عذاب ہی ہو، لہٰذا مغفرت کی امید پر گناہ کرنا ایسے ہے جیسے ناساز طبیعت کے درست ہونے کی امید پر زہر کھانا کہ ہو سکتا ہے کہ بچ جائے اور ہو سکتا ہے مر جائے۔ درس: فی زمانہ بھی یہ شیطانی دھوکہ عام ہے کہ ہم گناہ کر رہے تو کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں بخش دے گا اور بعض لوگ یہ سوچ کر گناہ کرتے ہیں کہ ہم بعد میں توبہ کر لیں گے۔ یہ شیطانی وار ہیں اور آیت میں ایسے ہی شیطانوں حملوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت ٦ ❖ ارشاد فرمایا کہ شیطان تمہارا بڑا پرانا دشمن ہے اور اس کی یہ دشمنی ختم نہ ہوگی لہٰذا تم بھی اپنے عقائد اور اعمال کے معاملے میں اسے اپنا دشمن سمجھو اور اس کی اطاعت نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مشغول رہو، شیطان تو اپنی پیروی کرنے والوں کو کفر کی طرف اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھی دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔

آیت ٧ ❖ یہاں اللہ تعالیٰ نے شیطان کی پیروی کرنے والوں اور اس کے مخالفین کا حال تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کافر لوگ جو شیطان کے گروہ میں سے ہیں ان کے کفر کے سبب سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور شیطان کی راہ پر نہ چلے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

آیت ٨ ❖ شانِ نزول: مشرک و کافر لوگ اپنے شرک و کفر جیسے قبیح افعال کو شیطان کے بہکانے سے اچھا سمجھتے ہیں، یونہی یہ بدعتی اور نفسانی خواہشات پر چلنے والے اس جہالت کا شکار ہیں جیسے خارجیوں نے توحید کا نام لے کر مولا علی رضی اللہ عنہ کو غلط کہا اور معتزلیوں نے بھی توحید کا نام لے کر اہلِ سنت کو کافر کہا اور جدید زمانے میں بے حیائی کو آرٹ اور فن کے نام پر اچھا سمجھا جاتا ہے۔ ان سب کے لئے یہ آیت ہے کہ تو کیا وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل خوبصورت بنادیا گیا تو وہ اسے اچھا ہی سمجھتا ہے، کیا وہ ہدایت یافتہ آدمی جیسا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، وہ تو اس سے بدرجہا بدتر ہے جو اپنے خراب عمل کو کم از کم برا تو جانتا ہو اور حق کو حق اور باطل کو باطل تو سمجھتا ہو۔ مزید فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے۔ مزید فرمایا کہ کافروں کو خدا کا پیغام پہنچا دینا کافی ہے، اس پر بہت زیادہ غمگین

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا

بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں○ اور اللہ ہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں تو وہ ہوائیں بادل کو ابھارتی ہیں

فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝

پھر ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف رواں کرتے ہیں تو اس کے سبب ہم زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ فرماتے ہیں۔ یونہی حشر میں اٹھنا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ

جو عزت کا طلبگار ہو تو ساری عزت اللہ ہی کے پاس ہے۔ پاکیزہ کلام اسی کی طرف بلند ہوتا ہے اور نیک عمل

يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝

وہ بلند کرتا ہے اور وہ لوگ جو برے مکروفریب کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکروفریب برباد ہوگا۔

ہونے کی حاجت نہیں۔ غموں کی وجہ سے ان پر آپ کی جان نہ چلی جائے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اعمال کو یقیناً خوب جانتا ہے تو وہ انہیں ان کے اعمال کی سزا دے گا۔ اہم باتیں: (1) تمام بدمذہب خواہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم کے گستاخ ہوں یا صحابۂ کرام و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بے ادب یا ائمہ دین کو کم عقل سمجھنے اور اپنی تحقیق کو ان پر فوقیت دینے والے یا جری و بے باک متجددین یہ سب بدمذہب اور نفسانی خواہشات پر چلنے والوں کے زمرہ میں داخل ہیں۔ (2) مُبلغ کی تبلیغ کا اثر ظاہر نہ ہو رہا ہو تو اسے بہت زیادہ غمزدہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر نظر رکھنی چاہیے۔

آیت 9 ❁ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں تو وہ ہوائیں بادل کو ابھارتی ہیں، پھر ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف رواں کرتے ہیں جس میں سبزہ اور کھیتی نہیں اور خشک سالی سے وہاں کی زمین بے جان ہوگئی ہے تو اس بادل سے نازل ہونے والی بارش کے سبب ہم زمین کو اس کے مرنے (یعنی خشک ہونے) کے بعد زندہ فرماتے ہیں اور اس کو سرسبز و شاداب کر دیتے ہیں، اس سے ہماری قدرت ظاہر ہے اور جس طرح ہم خشک زمین کو سرسبز و شاداب کرتے ہیں اسی طرح حشر میں مُردوں کو اٹھائیں گے۔ اہم بات: یہ سمجھانے کے لئے لوگوں کی عقل کے موافق ایک قیاس والا انداز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے حالات پر آخرت کے حالات کو قیاس کرنے کا حکم فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ قیاس ایک حق اور درست چیز ہے۔

آیت 10 ❁ کفار بتوں سے عزت طلب کیا کرتے تھے اور منافقین کافروں کے پاس عزت ڈھونڈتے تھے، تو یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ دنیا اور آخرت میں صرف وہی عزت کا مالک ہے، جسے چاہے عزت دے، لہٰذا جو عزت کا طلبگار ہو وہ اللہ تعالیٰ سے عزت طلب کرے اور یہ بات قطعی ہے کہ حقیقی عزت طلب کرنے کا ذریعہ ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔ مزید فرمایا: پاکیزہ کلام اسی کی طرف بلند ہوتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ پاکیزہ کلام اس کی قبولیت اور رضا کے محل تک پہنچتا ہے۔ پاکیزہ کلام سے مراد کلمۂ توحید، تسبیح و تحمید اور تکبیر، ذکر، تلاوتِ قرآن اور دعا مراد ہیں۔ یہ تمام چیزیں زندگی کے معمولات میں شامل کرنی چاہئیں۔ پاکیزہ کلام میں نیکی کی دعوت جیسے ادا کئے جانے والے کلمات بھی داخل ہیں۔ مزید فرمایا: اور نیک عمل کو وہ بلند کرتا ہے۔ نیک کام سے مراد وہ عمل

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى
اور اللہ نے تمہیں مٹی سے بنایا پھر پانی کی بوند سے پھر تمہیں جوڑے جوڑے کیا اور کوئی مادہ اللہ کے علم کے بغیر نہ حاملہ ہوتی ہے

وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ
اور نہ بچہ جنتی ہے اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کسی کی عمر کم رکھی جائے یہ سب ایک کتاب میں ہے بیشک یہ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿١١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ
اللہ پر بہت آسان ہے○ اور دونوں سمندر برابر نہیں، یہ میٹھا خوب میٹھا ہے اس کا پانی خوشگوار ہے اور یہ (دوسرا) نمکین

اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى
بہت کڑوا ہے اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو

عبادات ہے جو اخلاص سے ہو۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہے کہ نیک عمل عمل کرنے والے کا مرتبہ بلند کرتے ہیں تو جو عزت چاہے اس پر لازم ہے کہ نیک عمل کرے۔ مزید فرمایا: اور وہ لوگ جو برے مکروفریب کرتے ہیں۔ یہاں مکر کرنے والوں سے مراد وہ قریش ہیں جنہوں نے دار الندوہ میں جمع ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں قید کرنے، قتل کرنے اور جلاوطن کرنے کے مشورے کئے تھے۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو برے مکروفریب کرتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں سخت عذاب ہے اور ان کا مکروفریب برباد ہو گا اور وہ اپنے فریب میں کامیاب نہ ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کے شر سے محفوظ رہے اور انہوں نے اپنی مکاریوں کی سزائیں پائیں کہ بدر میں قید بھی ہوئے، قتل بھی کئے گئے اور مکہ مکرمہ سے نکالے بھی گئے۔

آیت ١١ ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی قدرت کا بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا، پھر ان کی نسل کو پانی کی بوند سے بنایا، پھر تمہیں مرد و عورت دو جوڑے بنایا۔ اس کے بعد کمال علم کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم میں ہر بچے کی تخلیق سے پہلے بھی اور بعد میں بھی تمام حالات سے خبردار ہے۔ پھر اپنے ارادے کے نفاذ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کسی کی عمر کم رکھی جائے، یہ سب ایک کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ ہی قادر، عالم اور ارادے والا ہے اور بتوں میں قدرت، علم اور ارادہ کچھ بھی نہیں تو وہ عبادت کے مستحق کس طرح ہو سکتے ہیں؟ مزید فرمایا: بیشک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ اس کی تفسیر میں احتمال یہ ہے کہ مٹی سے انسان کو بنانا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے یا مادہ کے حاملہ ہونے اور بچہ جننے کی خبر دار ہونا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے یا کسی کو زیادہ یا کم عمر دینا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ نیز اس آیت کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ بیشک عمل اور عمر کو لکھ دینا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے اور حقیقتاً ساری ہی چیزیں اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہیں۔

آیت ١٢ ﴿ اس آیت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کے بارے میں ایک مثال بیان فرمائی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح میٹھا اور کھارا سمندر بعض فوائد میں اگرچہ یکساں ہیں لیکن پانی ہونے میں ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں برابر نہیں کیونکہ ان کی اصل خصوصیت اس میں یہ مختلف ہیں، اسی طرح مومن اور کافر انسان ہونے میں ایک جیسے ہونے کے باوجود برابر نہیں

الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ

اس میں پانی کو چیرتے ہوئے دیکھیے گا تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔ وہ رات کو دن میں داخل

يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور سورج اور چاند کو اس نے کام میں لگا دیا۔ ہر ایک مقررہ میعاد تک چلتا رہے گا

رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ⑬ اِنْ تَدْعُوْهُمْ

تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو وہ کھجور کے چھلکے کے (بھی) مالک نہیں ہیں۔ اگر تم ان سے

لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ

تو وہ تمہاری دعا نہیں سنیں گے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری دعا قبول نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک

اگرچہ بعض صفات جیسے شجاعت اور سخاوت میں یکساں ہوں کیونکہ یہ دونوں ایک عظیم خاصیت میں مختلف ہیں اور وہ عظیم خاصیت یہ ہے کہ مومن اپنی اصل فطرت یعنی اسلام پر قائم ہے جبکہ کافر اس پر قائم نہیں۔ مزید فرمایا: اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے سمندر سے حاصل ہونے والے فوائد بیان فرمائے ہیں کہ کھاری اور میٹھے دونوں سمندروں میں سے تم مچھلی کا تازہ گوشت کھاتے اور وہ قیمتی موتی نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تم کشتیوں کو دریا میں چلتے ہوئے پانی کو چیرتے ہوئے دیکھو گے اور ایک ہی ہوا میں آتی بھی ہیں، جاتی بھی ہیں، تمہارے لئے سمندر کی یہ تسخیر اس لئے ہے تاکہ تم تجارتوں میں نفع حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری کرو۔ اہم بات: زیور اگرچہ عورتیں پہنتی ہیں لیکن چونکہ مرد ان کے لئے پہنتی ہیں اس لئے اس کے نفع کی نسبت دونوں کی طرف ہے، جبکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مرد کو موتی وغیرہ پہننا جائز ہے جبکہ عورتوں سے مشابہت نہ ہو اور سونا چاندی پہننا مردوں کیلئے مطلقاً حرام ہے، البتہ ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ایک نگینے والی چاندی کی انگوٹھی مرد پہن سکتا ہے۔

آیت 13 ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے کچھ حصے کو کسی موسم میں دن میں داخل کر دیتا ہے تو دن بڑھ جاتا ہے اور دن کے کچھ حصے کو کسی موسم میں رات میں داخل کر دیتا ہے تو رات بڑھ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا، ان میں سے ہر ایک مقررہ میعاد یعنی روزِ قیامت تک چلتا رہے گا کہ جب قیامت آجائے گی تو ان کا چلنا موقوف ہو جائے گا۔ یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے جو معبود ہونے، رب اور مالک ہونے کے تمام اوصاف کا جامع ہے تو تم اسے پہچانو، اس کی وحدانیت کا اقرار کرو اور اس کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی بجائے جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان کی بے بسی یہ ہے کہ وہ کھجور کے چھلکے کی مقدار بھی تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتے۔

آیت 14 ﴾ فرمایا: جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو اگر تم ان سے دعا کرو تو وہ تمہاری دعا سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ وہ جمادات ہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو وہ تمہاری دعا قبول نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اصلاً قدرت نہیں رکھتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم ہمیں نہ پوجتے تھے۔ ایک آیت میں

بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ﴿١٤﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ

انکار کردیں گے اور باخبر (خدا) کی طرح تجھے کوئی نہ بتائے گا ○ اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی

الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿١٥﴾ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿١٦﴾ وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ﴿١٧﴾

بے نیاز، تمام خوبیوں والا ہے ○ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے ○ اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں ○

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ

اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ والی جان اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گی تو اس کے بوجھ

شَیْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ

میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا اگرچہ قریبی رشتہ دار ہو۔ (اے نبی!) تم انہی لوگوں کو ڈراتے ہو جو بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں

منصب بندے شامل نہیں ہوتے کہ شرک سے تو وہ بھی یقیناً بیزار ہیں لیکن وہ سنتے، آتے جاتے اور بہت سے اعمال سرانجام دیتے ہیں جیسے شب معراج میں تمام انبیاء علیہم السلام مسجد اقصیٰ میں آئے، نماز پڑھی، ملاقات کی، خطبے دیئے اور دیگر بہت سے کام کئے۔ لہٰذا نبیوں ولیوں کو ایسی آیات میں شامل نہیں کیا جاتا۔ اور اے بندے! دنیا و آخرت کے احوال اور بت پرستی کے انجام کی جیسی خبر اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور کوئی نہیں دے سکتا۔

آیت 15 ﴿ فرمایا کہ اے لوگو! مخلوق میں سے تم سب سے زیادہ اپنی جان، اہل و عیال، مال اور تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ کے حاجت مند ہو، تمہیں پلک جھپکنے سے بھی کم مقدار میں اللہ تعالیٰ سے بے نیازی نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق سے بے نیاز ہے، وروہی حقیقی، اپنے احسانات اور انعامات کی وجہ سے تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے لیکن اس آیت میں بطورِ خاص انسانوں کو اس لئے مخاطب کیا گیا کہ انسان ہی مالداری کا دعویٰ کرتے اور اسے اپنی طرف منسوب کرتے ہیں۔

آیت 17،16 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اگر تمہارا رب عزوجل چاہے تو تمہیں ہلاک کر دے اور نئی مخلوق لے آئے جو زیادہ فرمانبردار ہو، احکامِ الٰہی کی پیروی کرنے والی اور ممنوعاتِ الٰہی سے رک جانے والی ہو اور یاد رکھو کہ تمہیں ہلاک کر کے نئی مخلوق لے آنا اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں، تو اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی فرمانبرداری کرو اس سے پہلے کہ تمہارا رب عزوجل تمہیں ہلاک کر دے۔

آیت 18 ﴿ ارشاد فرمایا: اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ یعنی قیامت کے دن ہر ایک جان پر اسی کے گناہوں کا بوجھ ہو گا اور کوئی جان کسی دوسرے کے عوض نہ پکڑی جائے گی البتہ جو گمراہ کرنے والے ہیں ان کے گمراہ کرنے سے جو لوگ گمراہ ہوئے ان کی تمام گمراہیوں کا بوجھ ان گمراہوں پر بھی ہو گا اور ان گمراہ کرنے والوں پر بھی اور در حقیقت یہ اُن کی اپنی کمائی ہے دوسرے کی نہیں۔ مزید فرمایا: اور اگر کوئی بوجھ والی جان اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گی۔ یعنی قیامت کے دن اگر کوئی گناہ گار

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝

اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جس نے پاکیزگی اختیار کی تو بیشک اس نے اپنی ذات کے لئے ہی پاکیزگی اختیار کی اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝١٩ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝٢٠ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝

اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ○ اور نہ اندھیرے اور اجالا ○ اور نہ سایہ اور تیز دھوپ

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ

اور زندہ اور مردے برابر نہیں۔ بیشک اللہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم انہیں سنانے والے نہیں

شخص کسی دوسرے شخص کو بلائے گا تاکہ وہ اس کے گناہوں کا کچھ بوجھ اپنے سر لے لے تو دوسرا شخص اس کے گناہوں میں سے کچھ بھی اپنے سر نہ لے گا اگرچہ دوسرا شخص بلانے والے کا قریبی رشتہ دار جیسے بیٹا یا باپ ہو۔ مزید فرمایا: (اے نبی!) تم انہی لوگوں کو ڈراتے ہو جو بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ یعنی آپ کا (اللہ تعالیٰ کے غضب سے) ڈرانا صرف ان ہی لوگوں کو فائدہ دیتا ہے جو بغیر دیکھے اپنے رب عزوجل سے ڈرتے ہیں اور اپنے وقت میں نماز قائم رکھتے ہیں اور جس نے پاکیزگی اختیار کی یعنی بدیوں سے بچا اور نیک عمل کئے تو بیشک اس نے اپنی ذات کے لئے ہی پاکیزگی اختیار کی کہ اس نیکی کا نفع وہی پائے گا اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سب کو پھرنا ہے۔ درس: قیامت کے دن آدمی اپنے بھائی، اپنے ماں باپ، اپنی بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا اور ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر ہوگی جو اسے دوسروں سے لاپرواہ کر دے گی۔ اس دن ماں باپ بیٹے کو لپٹ کر کہیں گے: اے ہمارے بیٹے! ہمارے کچھ گناہ اٹھالے۔ تو وہ کہے گا: یہ میرے لئے ممکن نہیں، میرا اپنا بوجھ ہی کم نہیں۔ جب قریبی ترین رشتہ داروں کا قیامت کے دن یہ حال ہوگا تو ان کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہونا کس قدر نادانی ہے۔

آیت 19 ❁ اللہ تعالیٰ نے کافر اور مومن کی ذات میں فرق بتایا کہ کافر ایسا ہے جیسے اندھا اور مومن ایسا ہے جیسے دیکھنے والا اور یہ دونوں برابر نہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جاہل اور عالم برابر نہیں۔

آیت 20 ❁ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافر اور مومن کے اوصاف میں فرق بیان فرمایا کہ کفر ایسے ہیں جیسے اندھیرے اور ایمان ایسا ہے جیسے اجالا، اور یہ دونوں برابر نہیں۔

آیت 21 ❁ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کافر اور مومن کے مکان میں فرق بیان فرمایا کہ مومن کا مکان جنت ایسے ہے جیسے سایہ اور کافر کا مکان جہنم ایسے ہے جیسے تیز دھوپ، اور یہ دونوں برابر نہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ سایہ سے مراد حق اور تیز دھوپ سے مراد باطل ہے۔

آیت 22 ❁ فرمایا: اور زندہ اور مردے برابر نہیں۔ یہاں زندوں سے مراد مومنین یا علماء ہیں اور مردوں سے کفار یا جاہل لوگ مراد ہیں۔ مزید فرمایا: بیشک اللہ سناتا ہے جسے چاہتا ہے۔ یعنی جس کی ہدایت منظور ہو اسے اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ فرمایا: اور تم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔ یہاں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح مردے کی

مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿٢٢﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿٢٣﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ

جو قبروں میں پڑے ہیں ○ تم تو یہی ڈر سنانے والے ہو ○ اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دیتے ہوئے اور

نَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿٢٤﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ

ڈر سناتے ہوئے بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو ○ اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو ان سے پہلے لوگ بھی

مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ

جھٹلا چکے ہیں ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں اور صحیفے اور روشن کر دینے والی کتابیں لے کر آئے ○ پھر میں نے کافروں کی

كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٢٦﴾ ع اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ

گرفت کی تو میرا انکار کیسا ہوا؟ ○ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے مختلف رنگوں والے

ع ١٥

بات سے نفع نہیں اٹھا سکتے اور نصیحت قبول نہیں کر سکتے بدانجام کفار کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہدایت و نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اہم بات: اس آیت سے مُردوں کے نہ سننے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں نہ کہ مردے اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر ہدایت کا نفع مرتب ہو، اور جہاں تک مُردوں کے سننے کا تعلق ہے تو یہ کثیر احادیث سے ثابت ہے۔

آیت 23 ﴾ فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ کی ذمہ داری صرف تبلیغ کر دینا اور عذابِ الٰہی سے ڈرا دینا ہے، اب اگر سننے والا آپ کی نصیحتوں پر غور کرے اور قبول کرنے کے لئے سنے تو نفع پائے گا اور اگر وہ کفر پر قائم رہنے والوں میں سے ہو اور آپ کی نصیحت سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے تو اس میں آپ کا کچھ حرج نہیں بلکہ وہی محروم ہے۔

آیت 24 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ ایمان داروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو خواہ وہ نبی ہو یا عالمِ دین جو نبی کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا خوف دلائے۔

آیت 25 ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ کفارِ مکہ کے جھٹلانے پر غمزدہ نہ ہوں، ان سے پہلی امتیں بھی اپنے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلا چکی ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول اپنے دعویٰ کی سچائی اور نبوت پر دلالت کرنے والے معجزات، صحیفے اور حق کو روشن کر دینے والی کتابیں تورات، انجیل اور زبور لے کر آئے تھے۔

آیت 26 ﴾ فرمایا کہ پھر ہم نے ان لوگوں کو مختلف عذابوں میں گرفتار کر کے ہلاک کر دیا جنہوں نے ہمارے رسولوں علیہم السلام کی بات اور ہماری نشانیوں کا انکار کیا اور اس پر قائم رہے۔ انہیں میرا عذاب دینا کیسا ہوا؟

آیت 27 ﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا تم نے اس بات پر غور نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور پانی سے زمین میں درخت وغیرہ اگائے، پھر اس نے انہی درختوں سے مختلف رنگوں والے بے شمار پھل نکالے، اور جس طرح ان کے رنگ مختلف ہیں

مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ ۝

پھل نکالے اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگ والے راستے ہیں، ان کے مختلف رنگ ہیں اور کچھ (پہاڑ) کالے بہت سیاہ ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ

اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے مختلف رنگ ہیں۔ اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو

الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ۝۲۸ اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ

علم والے ہیں بیشک اللہ عزت والا، بخشنے والا ہے○ بیشک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے

اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝۲۹ لِیُوَفِّیَهُمْ

ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی○ تاکہ اللہ انہیں

اسی طرح ان پھلوں کی اجناس بھی مختلف ہیں جیسے انار، سیب، انجیر، انگور اور کھجور وغیرہ اور ان میں سے ہر پھل کی مختلف اقسام ہیں یونہی ان پھلوں کا ذائقہ، مہک، خصوصیات اور اثرات بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں حالانکہ پانی اور زمین ایک ہے، اس یکسانیت کے باوجود یہ نیرنگی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کیسی بڑی نشانی ہے۔ اسی طرح پہاڑوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے دکھائی دیتے ہیں کہ سب اگرچہ مٹی یا پتھر کے ہیں لیکن ان میں بھی انفرادیت ہے، پہاڑوں میں کہیں سفید اور کہیں سرخ رنگ والے پتھر کے راستے ہیں اور یہ رنگ بھی مختلف ہیں کہ کوئی ہلکا اور کوئی گہرا ہے جبکہ کچھ پہاڑ بہت ہی گہرے کالے ہیں۔

**آیت 28** ﴿ فرمایا کہ پھلوں اور پہاڑوں کے مختلف رنگوں کی طرح آدمیوں، جانوروں اور چوپایوں کے بھی مختلف رنگ ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے صانع اور مختار ہونے کی دلیل ہیں۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ جو شخص جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم رکھتا ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوگا اور جس کا علم کم ہوگا تو اس کا خوف بھی کم ہوگا اور بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اہم بات: علم والے بہت مرتبے والے ہیں، لیکن یہاں علم والوں سے مراد وہ ہیں جو دین کا علم رکھتے اور ان کے عقائد و اعمال درست ہوں۔ درس: (1) زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی صحیح طریقے سے معرفت اور علم حاصل کرنا چاہئے تاکہ خوف خدا زیادہ ہو۔ (2) علماء کو عام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے۔

**آیت 29، 30** ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو پابندی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرتے، اس میں موجود احکام وغیرہ از معلومات حاصل کرتے اور ان پر عمل کرتے ہیں اور نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت یعنی ثواب کے امیدوار ہیں جو ہرگز تباہ نہیں ہوگی تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور اپنی رحمت کے خزانوں سے انہیں اور زیادہ عطا کرے جس کے بارے میں عمل کرتے وقت انہوں نے تصور تک نہ کیا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی خطاؤں کو بخشنے والا اور ان کی نیکیوں کی قدر فرمانے والا ہے۔

أُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ

ان کے ثواب بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بیشک وہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے ۞ اور وہ کتاب جو ہم نے

اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ

تمہاری طرف وحی بھیجی ہے وہی حق ہے، اپنے سے پہلے موجود کتابوں کی تصدیق فرماتی ہوئی، بیشک اللہ اپنے بندوں سے خبردار،

بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ

دیکھنے والا ہے ۞ پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے چنے ہوئے بندوں کو کیا تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں کوئی

مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ؕ

درمیانہ راستہ اختیار کرنے والا ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے جانے والا ہے۔ یہی بڑا فضل ہے ۞

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ

(وہ جنت) بسنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے

آیت 31 ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ جس کتاب کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے یعنی قرآن مجید، وہی حق ہے کہ اس میں جھوٹ اور شک کا کوئی شائبہ تک نہیں اور وہ کتاب اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں کی، عقائد میں اور احکام میں تصدیق فرماتی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خبردار، انہیں دیکھنے والا اور ان کے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔

آیت 32 ﴿ فرمایا: اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید کی وحی فرمائی پھر ہم نے اپنے چنے ہوئے بندوں کو اس کتاب کا وارث کیا۔ یہاں چنے ہوئے بندوں سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام امتوں پر فضیلت دی۔ مزید فرمایا تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے۔ یہاں امت کے لوگوں کے تین مراتب بیان کئے گئے ہیں کہ کچھ گناہگار ہیں، کچھ درمیانے ہیں اور کچھ بہت ہی نیک اور نیکیوں میں دوسروں سے بڑھ جانے والے۔ مزید فرمایا: یہی بڑا فضل ہے۔ یعنی نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھ جانا ہی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور یہ صرف اسی کی توفیق سے ملتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ چنے ہوئے بندوں کو کتاب کا وارث بنانا ہی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

آیت 33 ﴿ فرمایا کہ ان تینوں گروہوں کے لئے بسنے کے باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے، انہیں ان باغوں میں سونے کے ایسے کنگن پہنائے جائیں گے جن پر موتی لگے ہوئے ہوں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہو گا کیونکہ اس میں لذت اور زینت ہے۔ نیک اور بہت نیک تو ابتداء ہی میں جنت میں چلے جائیں گے جبکہ گناہگار شروع میں بھی جنت میں جاسکتے ہیں اور سزا کے بعد بھی لیکن بہر حال جنت میں پہنچ کر سب ہی جنت کی نعمتیں پائیں گے۔ اہم بات: دنیا میں مسلمان مرد پر سونا اور ریشم پہننا حرام ہے، جنت میں یہ سب حلال ہو گا۔

وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا

اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا○ اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہم سے غم دور کردیا، بیشک ہمارا رب

لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٤﴾ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ

بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے○ وہ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ ٹھہرنے کے گھر میں اتارا، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی

وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا

اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی○ اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر قضا آئے کہ مرجائیں

وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا

اور نہ ان سے جہنم کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ہر بڑے ناشکرے کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں○ اور وہ اس میں چیختے چلاتے ہوں گے

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ

اے ہمارے رب! ہمیں نکال دے تاکہ ہم اچھے کام کریں اس کے برخلاف جو ہم پہلے کرتے تھے (جواب ملے گا) اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی

**آیت 34** ﴿ فرمایا کہ جنت میں داخل ہوتے وقت وہ اپنے رب عزوجل کی حمد کرتے ہوئے کہیں گے: سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمیں جنت میں داخل کر کے ہم سے غم دور کر دیا۔ اس غم سے مراد یا دوزخ کا غم ہے یا موت کا یا گناہوں کا یا نیکیوں کے غیر مقبول ہونے کا یا قیامت کی ہولناکیوں کا، غرض انہیں کوئی غم نہ ہوگا اور وہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور کہیں گے: بیشک ہمارا رب عزوجل بخشنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔

**آیت 35** ﴿ یہاں ان لوگوں کی گفتگو کا مزید حصہ بیان کیا گیا کہ وہ کہیں گے: ہمارے رب عزوجل نے ہمیں اپنے فضل سے یہ گھر جنت میں اتارا جس میں ہم ہمیشہ رہیں گے اور اس سے کبھی منتقل نہ ہوں گے، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف اور مشقت پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ چھوئے گی۔ **درس:** جنت میں داخلہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا جبکہ اعمال اللہ تعالیٰ کا فضل ملنے کا ذریعہ اور جنت میں درجات کی بلندی کا سبب ہیں، لہٰذا کوئی پرہیزگار اپنے پرہیزگار ہونے پر ناز نہ کرے۔

**آیت 36** ﴿ اب کفار کے بارے میں بیان کیا جارہا ہے کہ جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر قضا آئے کہ مر جائیں اور مر کر عذاب سے چھوٹ سکیں اور نہ ان سے پلک جھپکنے کی مقدار جہنم کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے گا، جس طرح [illegible] انہیں سزا دی ایسی ہی سزا ہم ہر بڑے ناشکرے کو دیتے ہیں۔

**آیت 37** ﴿ فرمایا کہ کفار جہنم میں چیختے اور فریاد کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں جہنم سے نکال دے اور دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم کفر کی بجائے ایمان لائیں اور نافرمانی کی بجائے تیری فرمانبرداری کریں۔ اس پر انہیں جواب دیا جائے گا کہ کیا ہم نے

مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ۠ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ

جس میں سمجھنے والا سمجھ لیتا اور تمہارے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تھا تو اب مزہ چکھو، پس ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہیں ○ بیشک اللہ

عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ

آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات کو جاننے والا ہے، بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے ○ وہی ہے جس نے تمہیں

خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗؕ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ

زمین میں (پہلے لوگوں کا) جانشین کیا تو جو کفر کرے تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور کافروں کے حق میں ان کا کفر

عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًاۚ وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ

ان کے رب کے پاس غضب ہی کو بڑھاتا ہے اور کافروں کے حق میں ان کا کفران کے نقصان میں ہی اضافہ کرتا ہے ○ تم فرماؤ: بھلا

شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ

اپنے وہ شریک تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کونسا حصہ بنایا ہے یا

میں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھنے والا سمجھ لیتا اور تمہارے پاس ڈر سنانے والے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے لیکن تم نے اس رسول محترم کی دعوت قبول نہ کی تو اب عذاب کا مزہ چکھو، پس ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہیں جو ان سے عذاب کو دور کر کے ان کی مدد کر سکے۔

ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جو چیزیں بندوں سے غائب ہیں ان تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے، جب اس کی شان یہ ہے تو پھر لوگوں کے احوال کس طرح مخفی رہ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر اب بھی انہیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ کفر ہی کریں گے بیشک اللہ تعالیٰ دلوں کی بات خوب جانتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کا جانشین کیا اور ان کی جائیداد اور ان کے قبضے میں موجود چیزوں کا مالک اور ان میں تصرف کرنے والا بنایا اور ان کے منافع تمہارے لئے مباح کئے تا کہ تم ایمان و طاعت اختیار کر کے شکر گزاری کرو، تو جو شخص ان نعمتوں پر شکر الٰہی نہ بجا لائے تو اپنے کفر کا وبال اسی کو برداشت کرنا پڑے گا اور کافروں کا کفران کے رب عزوجل کے غضب ہی کو بڑھاتا ہے اور آخرت میں کافروں کا کفر ان کے نقصان میں ہی اضافہ کرے گا کیونکہ اس کی وجہ سے وہ جنت سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنی قوم کے مشرکین سے فرمائیں کہ جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو اور ان کی پوجا کرتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کون سا حصہ بنایا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کی کوئی شرکت ہے جس کی وجہ سے

شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ

آسمانوں میں ان کی کوئی شرکت ہے یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی روشن دلیلوں پر ہیں؟ بلکہ ظالم ...

بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا

دوسرے کو دھوکے، فریب کا ہی وعدہ دیتے ہیں ۝ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ ...

وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾ وَاَقْسَمُوْا

اور قسم ہے کہ اگر وہ ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا انہیں کوئی نہ روک سکے گا۔ بیشک وہ حلم والا، بخشنے والا ہے ۝ اور انہوں نے اپنی قسموں میں

بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى

حد بھر کی کوشش کرتے اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا تو وہ ضرور تمام امتوں میں سے (ہر) ایک امت سے

الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ

ہدایت پر ہوں گے (لیکن) پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا تشریف لایا تو اس نے ان کی نفرت میں ہی اضافہ کیا ۝ زمین میں ...

وہ معبود ہونے میں اللہ تعالیٰ کے شریک ہو گئے یا اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کی ہے جس نے ... سامنے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا شریک بنایا ہے اور مشرکین اپنے شرک کرنے میں اس کی روشن دلیلوں پر عمل پیرا ہیں، ان میں سے کوئی بھی بات نہیں، بلکہ ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کو دھوکے، فریب کا ہی وعدہ دیتے ہیں کہ ان میں جو پیشوا ہیں وہ اپنی پیروی کرنے والوں کو دھوکا دیتے اور بتوں کی طرف سے اُنہیں باطل امیدیں دلاتے ہیں کہ بت ان کی شفاعت کریں گے۔

آیت 41 ﴿ ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں ورنہ آسمان و زمین کے درمیان شرک جیسی معصیت ہو تو آسمان و زمین کیسے قائم رہیں اور قسم ہے کہ اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انہیں روک نہیں سکتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ حلم والا ہے اسی لئے وہ کفار کو جلد سزا نہیں دیتا اور جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرے تو اسے بخشنے والا ہے۔

آیت 42 ﴿ فرمایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت سے پہلے قریش نے یہودیوں اور عیسائیوں کے اپنے رسولوں کو جھٹلانے کے بارے میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اُن پر لعنت کرے کہ اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آئے اور انہوں نے انہیں جھٹلایا، اللہ کی قسم! اگر ہمارے پاس کوئی رسول آئے تو ہم اُن سے زیادہ راہِ راست پر ہوں گے اور اس رسول کو ماننے میں ان سے پہلے سبقت لے جائیں گے لیکن جب ان کے پاس حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو حق و ہدایت سے ان کی نفرت و دوری میں ہی اضافہ ہوا۔

آیت 43 ﴿ اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) زمین میں بڑائی چاہنے اور برا مکر و فریب کرنے کی وجہ سے حق و ہدایت سے نفرت ...

وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ

برا مکر و فریب کرنے کی وجہ سے (وہ ایمان نہ لائے) اور برا مکر و فریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے، تو وہ پہلے لوگوں کے دستور ہی کا

الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ﴿٤٣﴾ أَوَلَمْ

انتظار کر رہے ہیں تو تم ہرگز اللہ کے دستور کیلئے تبدیلی نہیں پاؤ گے اور ہرگز اللہ کے قانون کیلئے ٹالنا نہ پاؤ گے ○ اور کیا

يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ

انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا اور وہ ان سے زیادہ

قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا

طاقتور تھے اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی شے اسے عاجز کرسکے۔ بیشک وہ علم والا،

نفرت میں ہی اضافہ ہوا۔ (2) جب کفار کے پاس تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو حق و ہدایت سے
ان کی نفرت، ایمان لانے سے تکبر اور برا مکر و فریب کرنے میں ہی اضافہ ہوا۔ برے مکر و فریب سے مراد یا شرک
اور کفر ہے یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ مکر و فریب کرنا ہے۔ مزید فرمایا: اور برا مکر و فریب اپنے چلنے
والے ہی پر پڑتا ہے۔ یعنی برا فریب مکار پر ہی پڑتا ہے، چنانچہ فریب کاری کرنے والے بدر میں مارے گئے۔ مزید
فرمایا: تو وہ پہلے لوگوں کے دستور ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ اے حبیب! یہ کفار آپ کو جھٹلا کر اس بات
کا انتظار کر رہے ہیں کہ جس طرح ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلانے والوں پر عذاب نازل ہوا اسی طرح ان پر بھی
عذاب نازل ہو۔ مزید فرمایا کہ رسولوں کو جھٹلانے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا دستور نہیں بدلتا اور نہ ہی
وہ اپنے وقت سے ٹلتا ہے بلکہ وہ ضرور پورا ہوتا ہے۔ اہم بات: تکبر ایسا برا مرض ہے کہ اس کی وجہ سے انسان نبی کی
پیروی سے محروم رہتا ہے جبکہ بارگاہِ انبیاء علیہم السلام میں عاجزی ایمان کا ذریعہ ہے۔ کفارِ مکہ کے کفر کی وجہ یہی ہوئی کہ
انہوں نے اپنے کو نبی سے بڑھ کر جانا اور بولے کہ ہم ان سے زیادہ مالدار ہیں اور اکثر کفار نے نبیوں کو اپنے جیسے بشر
کہا۔ درس: جو کسی کیلئے گڑھا کھودے تو خود ہی اس میں گرتا ہے فی زمانہ ہمارے معاشرے میں ایک دوسرے کے
خلاف سازشیں کرنے کا مرض بہت عام ہے، ایسے لوگوں کو اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔

مطلب: فرمایا کہ کیا کفارِ مکہ نے شام، عراق اور یمن کے سفروں میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت اور تباہی کے
نشانات نہیں دیکھے کہ ان سے عبرت حاصل کرتے حالانکہ وہ قومیں ان اہلِ مکہ سے طاقت میں زیادہ تھیں پھر بھی وہ عذاب سے بھاگ
نہ سکیں، اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی شے اسے عاجز کرسکے۔ بیشک وہ تمام موجودات کا
علم رکھنے والا اور تمام ممکنات پر قدرت رکھنے والا ہے۔

قَدِيرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ

قدرت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا

يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿٤٥﴾ ع

وہ ایک مقررہ میعاد تک انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کی مقررہ مدت آئے گی تو بیشک اللہ اپنے تمام بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

آیاتہا ۸۳ | (٣٦) سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ (٤١) | رکوعاتہا ٥

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا ہے۔

**آیت 45** ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ مقررہ مدت یعنی قیامت کے دن تک انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کے عذاب کی مقررہ مدت آئے گی تو یاد رکھو کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے، وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ ہم بھی جب تک زندہ ہیں ہمیں مہلت ہے ورنہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہماری بھی ہلاکت ہو چکی ہوتی۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر سچی توبہ کر لینی چاہیے۔

**سورۂ یٰس کا تعارف** یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 5 رکوع اور 83 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ "یٰس" کی وجہ سے اس کا نام "سورۂ یٰس" رکھا گیا۔ فضیلت: (1) سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کا قلب ہے اور قرآن کا قلب سورۂ یٰس ہے اور جس نے سورۂ یٰس پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔ (ترمذی، حدیث: 2896) مضامین: اس سورت کی ابتدا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بیان ہے۔ پھر ایک گروہ کا ذکر ہے جس کے ایمان لانے کی امید نہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جس کے ہدایت حاصل ہونے کی توقع ہے۔ ان دونوں گروہوں کے اعمال محفوظ ہیں اور علمِ الٰہی میں ان کے آثار موجود ہیں۔ ایک بستی انطاکیہ کے لوگوں کی مثال بیان کی گئی کہ جنہوں نے پے در پے رسولوں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔ کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا کہ اگر انہوں نے بھی سابقہ کفار جیسی روش نہ چھوڑی تو ان پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے۔ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر بنجر زمین کو سرسبز کرنے، رات دن کے آنے جانے، سورج اور چاند کو مسخر کئے جانے اور سمندروں میں کشتیوں کے چلنے سے استدلال کیا گیا اور ان حقائق کا انکار کرنے والے کافروں کو دنیا و آخرت میں عذاب کی وعید سنائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر ہونے کی نفی کی اور یہ بتایا کہ وہ تو قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے اور اس بات کی خبر دینے والے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا چاہیے۔

يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ تَنْزِيْلَ

یٰسٓ ○ حکمت والے قرآن کی قسم ○ بیشک تم رسولوں میں سے ہو ○ سیدھی راہ پر ہو ○ عزت والے

الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ لَقَدْ حَقَّ

مہربان کا اتارا ہوا ○ تاکہ تم اس قوم کو ڈراؤ جس کے باپ دادا کو نہ ڈرایا گیا تو وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ○ بیشک ان میں

آیت 1 ﴿ ﴾ یہ حروفِ مقطعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، نیز ایک قول کے مطابق یہ سیدُ المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اسمِ مبارک ہے۔ اہم باتیں: (1) کسی کا ''یٰسین'' اور طٰہٰ نام رکھنا منع ہے کیونکہ بقول بعض علماء، ممکن ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ایسے نام ہیں جن کے معنی معلوم نہیں، کیا عجب کہ ان کے وہ معنی ہوں جو غیرِ خدا پر صادق نہ آسکیں۔ (2) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے نام ہیں جن کے معنی سے واقف نہیں، ہو سکتا ہے ان کا کوئی ایسا معنی ہو جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاص ہو اور کسی دوسرے کے لئے اس کا استعمال درست نہ ہو۔ یہی رائے زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان ناموں کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مُقَدَّس نام کے طور پر ہونا زیادہ ظاہر اور مشہور ہے۔ (3) جن حضرات کا نام ''یٰسین'' ہے وہ خود کو ''غلام یٰسین'' لکھیں اور بتائیں اور دوسرے لوگوں کو بھی اسے ''غلام یٰسین'' کہہ کر بلانا چاہئے۔

آیت 2-4 ﴿ ﴾ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا: ''آپ رسول نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف کوئی رسول بھیجا ہے۔'' ان کے اس قول کا یہاں اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا اور قرآن مجید کی قسم ارشاد فرما کر فرمایا: حکمت والے قرآن کی قسم! اے پیارے حبیب! بیشک آپ ان ہستیوں میں سے ہیں جنہیں رسالت کا منصب عطا کیا گیا ہے اور بیشک آپ ایسے سیدھے راستے پر ہیں جو منزلِ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔ یہ راستہ توحید اور ہدایت کا راستہ ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اسی راستے پر رہے ہیں۔ اہم باتیں: (1) بارگاہِ الٰہی میں سیدُ المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام اتنا بلند ہے کہ کافروں کی طرف سے آپ پر ہونے والے اعتراضات کا جواب اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت پر اپنے مُقَدَّس کلام قرآن مجید کی قسم ارشاد فرمائی ہے۔ (3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔

آیت 6،5 ﴿ ﴾ فرمایا کہ قرآن حکیم اس رب تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ہے جو عزت والا اور مخلوق پر مہربان ہے۔ قرآن اس لئے نازل کیا تاکہ اے حبیب! آپ قرآن مجید کے ذریعے اس قوم کو عذابِ الٰہی سے ڈرائیں جس کے باپ دادا کے پاس عذابِ الٰہی سے ڈرانے کے لئے طویل مدت سے کوئی رسول علیہ السلام نہ پہنچا جس کی وجہ سے یہ لوگ ایمان اور ہدایت سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اہم بات: قوم [illegible] حال ہے کہ ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کوئی رسول تشریف نہیں لائے اور عرب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بعثت کے بعد سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ان کے پاس کوئی رسول تشریف نہیں لایا جبکہ اہلِ کتاب کے پاس حضرت [illegible] کے بعد سے لے کر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کوئی رسول تشریف نہیں لایا۔

آیت 7 ﴿ ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ میں سے اکثر پر اللہ تعالیٰ کا عذاب واجب ہو چکا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم سے جانتا ہے

الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ

اکثر پر بات ثابت ہوچکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں تو وہ

اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا

ٹھوڑیوں تک ہیں تو وہ اوپر کو منہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے (بھی) ایک دیوار [illegible]

کہ یہ لوگ اپنے اختیار سے کفر پر اصرار کریں گے اور کفر پر ہی مریں گے، اس لئے اے پیارے حبیب! یہ لوگ آپ کے [illegible]
سے ڈرانے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت 8 ﴿ شانِ نزول: یہ آیت ابوجہل اور اس کے دو مخزومی دوستوں کے بارے میں نازل ہوئی، واقعہ یہ ہوا کہ ابوجہل نے [illegible] کھائی تھی کہ اگر وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھے گا تو پتھر سے سر کچل ڈالے گا۔ جب اس نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ اسی فاسد ارادے سے ایک بھاری پتھر لے کر آیا اور جب اس نے پتھر کو اٹھایا تو اس کے ہاتھ گردن میں چپک کر رہ گئے اور پتھر ہاتھ کو لپٹ گیا۔ یہ حال دیکھ کر وہ اپنے دوستوں کی طرف واپس لوٹا اور ان سے واقعہ بیان کیا تو اس کے دوست ولید بن مغیرہ نے کہا: یہ کام میں کروں گا چنانچہ وہ پتھر لے کر آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ابھی نماز ہی پڑھ رہے تھے، جب وہ قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی سلب کر لی۔ یہ بھی پریشان ہو کر اپنے یاروں کی طرف لوٹا انہوں نے اس سے کہا: تم نے کیا کیا؟ وہ کہنے لگا: میں نے ان کی آواز تو سنی تھی مگر وہ نظر ہی نہیں آئے۔ اب ابوجہل کے تیسرے دوست نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کام کو انجام دے گا اور بڑے دعوے کے ساتھ وہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف چلا تھا کہ الٹے پاؤں ایسا بدحواس ہو کر بھاگا کہ اوندھے منہ گر گیا، اس کے دوستوں نے حال پوچھا تو کہنے لگا: میرا حال بہت سخت ہے، میں نے ایک بہت بڑا سانڈ دیکھا جو میرے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے درمیان حائل ہو گیا، لات و عُزّیٰ کی قسم! اگر میں ذرا بھی آگے بڑھتا تو وہ مجھے کھا ہی جاتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ان کافروں کے کفر میں پختہ ہونے اور وعظ و نصیحت سے فائدہ نہ اٹھانے کی ایک مثال بیان فرمائی گئی ہے کہ جیسے وہ لوگ جن کی گردنوں میں غُل کی قسم کا طوق پڑا ہو جو کہ ٹھوڑی تک پہنچتا ہے اور سر کو اٹھا دیتا ہے وہ سر نہیں جھکا سکتے اسی طرح یہ لوگ کفر میں ایسے راسخ ہو چکے ہیں کہ کسی طرح حق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس کے حضور سر نہیں جھکاتے اور بعض مفسرین کے مطابق یہ ان کے حقیقی حال کا بیان ہے اور جہنم میں انہیں اسی طرح کا عذاب دیا جائے گا۔

آیت 9 ﴿ یہ بھی مثال کا بیان ہے کہ جیسے کسی شخص کے لئے دونوں طرف دیواریں ہوں اور ہر طرف سے راستہ بند کر دیا گیا ہو تو وہ کسی طرح منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا، یہی حال ان کفار کا ہے کہ ان پر ہر طرف سے ایمان کی راہ بند ہے، ان کے سامنے دنیا کی [illegible] کی دیوار ہے اور ان کے پیچھے آخرت کو جھٹلانے کی اور وہ جہالت کے قید خانہ میں قید ہیں جس کی وجہ سے آیات اور دلائل میں غور و فکر کرنا انہیں میسر نہیں ہے۔ اہم بات: ازلی کفار پر ایمان کی راہ بند کر کے ان پر جبر نہیں کیا گیا بلکہ ان کے کفر پر اصرار، تکبر، عناد اور [illegible] کی راہ کو مستقل اختیار کرنے کے عظیم جرم کی سزا میں ان کے لئے ایمان کا راستہ بند کر دیا گیا ہے، لہٰذا اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

وَّ اَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝ وَ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

پر (بھی) ڈھانپ دیا تو انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا ○ اور تمہارا انہیں ڈرانا اور نہ ڈرانا ان پر برابر ہے

لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ

وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ تم تو صرف اسے ڈراتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمٰن سے بغیر دیکھے ڈرے

فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِیْمٍ ۝ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا

تو اسے بخشش اور عزت کے ثواب کی بشارت دو ○ بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو (عمل) انہوں نے آگے بھیجا

وَ اٰثَارَهُمْ ؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا

اور ان کے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات کو اور ایک ظاہر کردینے والی کتاب میں ہر چیز ہم نے شمار کر رکھی ہے ○ اور ان سے شہر والوں

**آیت 10** فرمایا کہ اے حبیب! جن کافروں کا کفر پر ڈٹے رہنا تقدیرِ الٰہی میں لکھا ہوا ہے آپ کا انہیں عذابِ الٰہی سے ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے حق میں برابر ہے، یہ انہیں کوئی نفع نہ دے گا اور وہ کسی صورت ایمان نہیں لائیں گے۔ اہم باتیں: (1) کافروں کا ایمان نہ لانا اس وجہ سے نہیں کہ خدا نے انہیں کفر پر ڈٹے رہنے پر مجبور کر دیا بلکہ خود ان کافروں نے ضد و عناد کی وجہ سے حق قبول کرنے کی صلاحیت کھو دی تھی۔ (2) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا کافروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے اپنے حق میں نہ ڈرانے کے برابر نہیں ہے کیونکہ ڈر سنا کر آپ نے تبلیغ کی ذمہ داری پوری کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو تبلیغ کرنے کا ثواب ملے گا۔

**آیت 11** فرمایا کہ اے حبیب! آپ کے ڈر سنانے اور خوف دلانے سے وہی نفع اٹھاتا ہے جو قرآن مجید کی پیروی کرے اور اس میں بیان کئے گئے احکامات پر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ کے غیبی عذاب سے پوشیدہ اور اعلانیہ ہر حال میں ڈرے اور جس کا یہ حال ہے تو آپ اسے گناہوں کی بخشش اور عزت کے ثواب جنت کی بشارت دے دیں۔

**آیت 12** فرمایا: بیشک قیامت کے دن ہم اپنی کامل قدرت سے مُردوں کو زندہ کریں گے، نیز دنیاوی زندگی میں انہوں نے جو نیک اور برے عمل کئے وہ ہم لکھ رہے ہیں تاکہ ان کے مطابق انہیں جزا دی جائے اور ہم ان کی وہ نشانیاں اور وہ طریقے بھی لکھ رہے ہیں جو انہوں نے اپنے بعد چھوڑے خواہ وہ طریقے نیک ہوں یا برے، اور ایک ظاہر کر دینے والی کتاب لوحِ محفوظ میں ہر چیز ہم نے شمار کر رکھی ہے۔ اہم بات: وہ جو طریقے اپنے پیچھے چھوڑ گئے وہ اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی، نئے اچھے طریقوں کو بدعتِ حسنہ یعنی اچھی بدعت کہتے ہیں اور یہ طریقہ نکالنے والے اور عمل کرنے والے دونوں ثواب پاتے ہیں اور برے طریقوں کو بدعتِ سیئہ یعنی بری بدعت کہتے ہیں، یہ طریقہ نکالنے والے اور عمل کرنے والے دونوں گناہ گار ہوتے ہیں۔ درس: جاری رہنے والے گناہوں کا سلسلہ شروع کرنے والے اپنے انجام پر غور کریں کہ جب اپنے گناہوں کے ساتھ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ ان کے کندھے پر بھی ہو گا تو ان کا کیا حال ہو گا۔

**آیت 13** ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! کفارِ مکہ کے سامنے شہر والوں کا واقعہ بیان کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں تاکہ

اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا

کی مثال بیان کرو جب ان کے پاس رسول آئے○ جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے پھر انہوں نے ان دونوں کو

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

تو ہم نے تیسرے کے ذریعے مدد کی تو ان سب نے کہا کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں○ لوگوں نے کہا: تم تو ہمارے جیسے ہی

وَمَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّاۤ

اور رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم صرف جھوٹ بول رہے ہو○ رسولوں نے کہا: ہمارا رب جانتا ہے کہ بیشک ہم

اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَیْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْ ۚ

تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں○ اور ہمارے ذمہ صرف صاف صاف تبلیغ کر دینا ہی ہے○ لوگوں نے کہا: ہم تمہیں منحوس سمجھتے

جس وجہ سے اس شہر کے کافروں پر عذاب نازل ہوا اس سے یہ لوگ بچیں۔

آیت 14 ❁ اللہ تعالیٰ نے دو رسولوں کو ایک شہر والوں کی طرف مبعوث فرمایا جنہوں نے ان شہر والوں کو توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی لیکن ان کی دعوت سن کر شہر والوں نے انہیں جھٹلایا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک تیسرے رسول کو بھی ان کی مدد کیلئے بھیجا۔ اب ان تینوں رسولوں نے قوم سے ارشاد فرمایا: ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

آیت 15 ❁ قوم نے رسولوں کی بات کو تسلیم کرنے کی بجائے وہی اعتراض کیا جو اکثر امتوں نے اپنے رسولوں پر کیا تھا کہ تم تو ہمارے جیسے انسان ہو، لہٰذا تم کیسے خدا کے رسول ہو سکتے ہو؟ یعنی ان کافروں کے اعتقاد کے مطابق رسول فرشتوں میں سے ہونا چاہیے تو یہ چونکہ انسان تھے اس لئے ان کے نزدیک رسول نہیں ہو سکتے تھے۔ اس کے ساتھ کافروں نے یہ بھی کہا: خدائے رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا یعنی وحی کے نزول کا دعویٰ غلط ہے اور تم جھوٹے ہو۔ اہم بات: انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا ہمیشہ سے کفار کا طریقہ رہا ہے۔

آیت 17،16 ❁ فرمایا کہ ان رسولوں نے سخت الفاظ کا بڑے اچھے انداز میں جواب دیا کہ ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم خدا کے رسول ہیں اور مزید یہ بھی جان لو ہماری صرف یہ ذمہ داری ہے کہ تم تک خدا کا پیغام واضح طور پر پہنچا دیں۔ درس: دین کی دعوت دینے کے دوران سننے والے کی طرف سے جاہلانہ سلوک ہو تو اس پر صبر کرنا، معاف کرنا اور حلم و بردباری کا مظاہرہ کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ لہٰذا اگر مبلغ کو دوران تبلیغ ایسی صورت حال کا سامنا ہو تو سنت انبیاء پر عمل کرے۔

آیت 19،18 ❁ رسولوں کے جواب میں قوم نے کہا: ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں، لہٰذا تم اپنی اس تبلیغ سے باز آجاؤ ورنہ ہم تمہیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے۔ ان رسولوں نے جواب دیا کہ ہمیں منحوس قرار نہ دو کیونکہ تمہاری نحوست تمہارے کفر و ضلالت کی صورت میں تمہارے ساتھ موجود ہے۔ کیا تم لوگ ہمیں اس لئے پتھر مارو گے کہ ہم نے تمہیں صحیح بات سمجھانے کی کوشش کی ہے

لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۸ قَالُوْا

[illegible] اگر تم باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں سنگسار کریں گے اور ضرور تمہیں ہماری طرف سے دردناک سزا پہنچے گی ۝ رسولوں نے فرمایا:

طَآىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝۱۹ وَجَآءَ

تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے (تو تم اسے بدشگونی کہتے اور انکار کرتے ہو) بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو ۝ اور

مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝۲۰ اتَّبِعُوْا

شہر کے دور کے کنارے سے ایک مرد دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! ان رسولوں کی پیروی کرو ۝ ایسوں کی پیروی کرو

مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۲۱

جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں ۝

نصیحت کو بدشگونی کہتے اور اس سے انکار کرتے ہو تو تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو منحوس سمجھنا اور انہیں تکلیف پہنچانے کی دھمکیاں دینا کافروں کا طریقہ ہے۔ (2) اصل نحوست کفر اور گناہ کی صورت میں ہوتی ہے۔ [illegible] لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جس چیز کی طرف ان کے دل مائل ہوں تو وہ اس چیز کو اپنے حق میں بابرکت سمجھتے ہیں اور جس چیز سے نفرت کرتے اور اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس چیز کو اپنے حق میں منحوس سمجھتے ہیں، اسی لئے اگر انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں کی نحوست ہے اور اس کی وجہ سے ہمارا یہ نقصان ہو گیا، آپس میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا، رشتہ ٹوٹ گیا، [illegible] سب کی حقیقی وجہ کچھ اور ہو، شرعی طور پر کوئی شخص، کوئی جگہ، وقت یا چیز منحوس نہیں ہے، اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں، [illegible] ایسے خیالات ہوتے ہیں ان سے بچنا چاہئے۔

**آیت 21،20** ﴾ جب یہ مکالمہ جاری تھا اور قوم ان رسولوں کو شہید کرنے، ایذاء پہنچانے اور ان کے پیغام کو نہ ماننے پر تلی ہوئی تھی، اسی دوران یہ بات ایک مردِ مومن تک پہنچی، وہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تائید اور اپنی قوم کو سمجھانے کیلئے بھاگتا ہوا آیا اور ان سے کہنے لگا: اے میری قوم! ان رسولوں کی پیروی کرو، ان کے حقانیت پر ہونے کی یہ بڑی واضح دلیل ہے کہ ان کا اس پیغام پہنچانے میں کوئی [illegible] مفاد نہیں، یہ تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے، نیز یہ ہدایت یافتہ ہیں کہ ان کی باتیں سمجھ میں آنے والی ہیں۔

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٢﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً

اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ کیا میں اللہ کے سوا اور معبود...

اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿٢٣﴾ اِنِّيْۤ اِذًا

کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کوئی نفع نہ دے اور نہ وہ مجھے بچاسکیں گے ○ بیشک میں...

لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ اِنِّيْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿٢٥﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ

کھلی گمراہی میں ہوں گا ○ بیشک میں تمہارے رب (اللہ) پر ایمان لایا تو تم میری سنو ○ (اس سے) فرمایا گیا کہ تو جنت میں داخل...

قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٧﴾

اس نے کہا: اے کاش کہ میری قوم جان لیتی ○ جیسی میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں شامل...

**آیت 22** ﴿ جب مردِ مومن نے قوم سے رسولوں کی پیروی کرنے کا کہا تو قوم نے ان سے کہا: کیا تم ہمارے دین کے مخالف ہو کر ان کی پیروی کرنے لگے ہو اور ان کے خدا پر ایمان لے آئے ہو؟ اس کے جواب میں اس مومن نے کہا کہ اس حقیقی مالک کی عبادت نہ کرنے کا کیا مطلب جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے۔ ہر شخص اپنے وجود پر نظر کرکے اس کی لطف سے حق کو پہچان سکتا ہے۔ درس: کسی کو نصیحت کرتے وقت ایسا انداز نہیں ہونا چاہیے جس سے وہ غور کرنے کی بجائے نصیحت کرنے والے کی مخالفت پر اتر آئے۔

**آیت 24،23** ﴿ مردِ مومن نے مزید یہ کہا: کیا میں اپنے خالق اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بتوں کو اپنا معبود بنالوں جو ایسے بے بس ہیں کہ اگر رحمٰن عزوجل مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو یہ بت مجھے کوئی نفع نہیں پہنچاسکتے کیونکہ وہ سفارش کرنے کے اہل نہیں اور نہ ہی وہ اپنی قدرت کے ذریعے مجھے اس نقصان سے بچاسکیں گے اور بتوں کا بے بس ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بت عبادت کے مستحق نہیں ہیں اور اگر میں اللہ تعالیٰ کی بجائے بتوں کو اپنا معبود بنالوں جب تو بیشک میں کھلی گمراہی میں ہوں گا کیونکہ عاجز بتوں کو خالقِ حقیقی کے ساتھ شریک کرنا ایسی گمراہی ہے جو کسی بھی عقلمند سے پوشیدہ نہیں۔ اہم باتیں: (1) جھوٹے معبود بت وغیرہ کسی کی شفاعت نہ کرسکیں گے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب بندے جن کو شفاعت کا اذن مل چکا ہے وہ ضرور شفاعت کریں گے۔

**آیت 25** ﴿ اس مبلغ نے اپنی قوم سے فرمایا: بیشک میں تمہارے اس رب پر ایمان لے آیا ہوں جس کا تم انکار کرتے ہو کیونکہ وہی ہر چیز اور ساری کائنات کا حقیقی رب ہے، تو تم ان رسولوں کی پیروی کرنے سے متعلق میری بات غور سے سنو اور میری بات مان لو، بیشک میں نے تمہیں حق پر متنبہ کردیا ہے اور یہ بھی بتادیا ہے کہ عبادت کا حق دار وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔ قوم نے ان کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور انہیں شہید کردیا۔

**آیت 27،26** ﴿ جب لوگوں نے اس مبلغ کو شہید کردیا تو عزت و اکرام کے طور پر مبلغ سے فرمایا گیا: تو جنت میں داخل ہوجا۔ جب وہ جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی نعمتیں دیکھیں تو انہوں نے یہ تمنا کی کہ ان کی قوم کو معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور میری عزت...

وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾

اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہم (وہاں کوئی لشکر) اتارنے والے تھے۔

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ

وہ تو ایک چیخ تھی تو جبھی وہ بجھ کر رہ گئے۔ (اور کہا جائے گا کہ) ہائے افسوس ان بندوں پر کہ ان کے پاس

مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ

کوئی رسول آتا ہے تو اس سے ٹھٹھا مذاق ہی کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک

الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع ۲

کردیں کہ وہ اب ان کی طرف پلٹنے والے نہیں۔ اور جتنے بھی ہیں سب کے سب ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے۔

وقف غفران

موت افزائی فرمائی ہے۔ اہم بات: نیکی کی دعوت میں کبھی جان و مال کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے لیکن یہ رائیگاں نہیں جاتی، رب کریم ایسی قربانی کی بہت قدر فرماتا ہے۔

آیت 29,28 ﴿ فرمایا: اور ہم نے مذکورہ واقعے کے بعد اس مخلص مبلغ کی قوم سے انتقام لینے کے لئے ان پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ ہم اس قوم کی ہلاکت کے لئے وہاں کوئی لشکر اتارنے والے تھے بلکہ ان کی سزا کے لئے تو حضرت جبریل علیہ السلام کی صرف ایک چیخ کافی تھی جس سے وہ اس طرح فنا ہوگئے جیسے آگ بجھ جاتی ہے۔ اہم بات: غزوہ بدر اور غزوہ خندق کے دن آسمان سے لشکروں کو اتارنا سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مرتبے کی عظمت کی وجہ سے تھا، ورنہ فرشتے کی تو ہلکی سی چیخ ہی کثیر جماعت کو ہلاک کرنے کے کافی ہے۔

آیت 30 ﴿ یہ کلام فرشتوں کا یا مومنین کا یا اللہ تعالیٰ کا ہے، تیسری صورت میں یہاں حسرت کا حقیقی معنی مراد نہیں ہوگا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں بلکہ یہاں معنی یہ ہوگا کہ حضرت حبیب رحمۃ اللہ علیہ کی قوم کے لوگ اور ان کے جیسے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک ہوئے، یہ اس بات کے حق دار ہیں کہ حسرت کرنے والے ان پر حسرت کریں اور افسوس کرنے والے ان کے حال پر افسوس کریں کیونکہ جب بھی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول تشریف لاتے تو یہ ان سے ٹھٹھا مذاق ہی کرتے تھے۔

آیت 31 ﴿ یہاں سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں موجود لوگوں سے کلام کیا جارہا ہے، چنانچہ فرمایا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تکذیب کرنے والے کفارِ مکہ نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں اور اب وہ دنیا کی طرف لوٹنے والے نہیں، تو کیا یہ لوگ ان کے حال سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اہم بات: اس آیت میں آواگون کی نفیس تردید ہے یعنی ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق بار بار مرنے اور جنم لینے کا سلسلہ باطل ہے کیونکہ ایک بار مرنے کے بعد کوئی دوبارہ پلٹ کر دنیا میں نہیں آئے گا۔

آیت 32 ﴿ فرمایا کہ تمام امتیں قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد حساب اور جزا کے لئے ہماری بارگاہ میں حاضر کی جائیں گی

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚۖ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ۝

اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے اناج نکالا تو اس میں سے وہ کھاتے ہیں

وَجَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ۝ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ

اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے اور ہم نے اس میں کچھ چشمے بہائے ○ تاکہ لوگ اس کے پھلوں میں سے کھائیں

وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ۝۳۵ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا

اور یہ ان کے ہاتھوں نے نہیں بنائے تو کیا وہ شکر ادا نہیں کریں گے؟ ○ پاک ہے وہ جس نے سب جوڑے بنائے

مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۳۶ وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ

زمین کی اگائی ہوئی چیزوں سے اور لوگوں سے اور ان چیزوں سے جنہیں وہ جانتے بھی نہیں ہیں ○ اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے

اور ہم انہیں ان کے اچھے برے تمام اعمال کی جزادیں گے۔

آیت 33 ✽ فرمایا کہ جو لوگ دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر دلالت کرنے والی ایک عظیم اور واضح نشانی مردہ یعنی خشک اور بنجر زمین ہے اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کا پانی برسا کر اسے زندہ کیا یعنی اس میں نشوونما کی قوت پیدا کی اور پھر اس زمین سے اناج نکالا جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے اور ان کے مویشیوں کے لئے رزق بنایا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اسی طرح وہ مردوں کو بھی زندہ فرمائے گا۔

آیت 35،34 ✽ فرمایا کہ ہم نے زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے اور ان باغوں کی آب پاشی کے لئے زمین میں چشمے جاری کئے تاکہ لوگ اناج کی طرح ان باغات کے پھلوں میں سے بھی کھائیں اور اگرچہ اناج اور پھل حاصل کرنے کے لئے بیج زمین میں بوئے اور آب پاشی انہوں نے کی، مگر بیج سے شاخ انہوں نے نہیں نکالی، اس شاخ کو بالی اور تناور درخت انہوں نے نہیں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی قدرت نہیں رکھتا، تو کیا ان دلائل کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کا اقرار کر کے اس کی ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کریں گے؟

آیت 36 ✽ یہاں آیت میں ازواج سے مراد اصناف اور اقسام ہیں اور ازواج کو انواع اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر نوع اپنی قسم کا جوڑا ہے۔ فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ شریک سے اور ہر نقص و عیب سے پاک ہے جس نے تمام انواع کو پیدا فرمایا، ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہیں زمین اگاتی ہے جیسے اناج، پھل اور نباتات وغیرہ، اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق خود لوگوں کے نفسوں سے ہے جیسے ان کی مذکر اور مونث اولاد اور کچھ وہ ہیں جن کی انسانوں کو خبر بھی نہیں ہے۔

آیت 37 ✽ فرمایا کہ مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنے والوں کے لئے ایک نشانی رات ہے اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ ہم سورج کو غروب کر کے رات کو دن سے جدا کر دیتا ہے، اس کے بعد رات ایسے تاریک ہو جاتی ہے جیسے انتہائی کالی شے پر چڑھا سفید لباس اتار لیا جائے تو پھر وہ سیاہ ہی سیاہ رہ جاتی ہے اور رات ہونے پر لوگوں کو اندھیرے میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ

ہم اس پر سے دن کو کھینچ لیتے ہیں تو جبھی وہ اندھیروں میں رہ جاتے ہیں ○ اور سورج اپنے ٹھہرنے کے ایک وقت تک چلتا رہے گا، یہ زبردست،

الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ

علم والے کا مقرر کیا ہوا ہے ○ اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ جیسا ہو جاتا ہے ○ سورج کو

یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَ اٰیَةٌ لَّهُمْ

نہیں کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جانے والی ہے اور ہر ایک ایک دائرے میں تیر رہا ہے ○ اور ان کے لیے ایک نشانی

رہتے ہیں دن کی روشنی کو رات سے جدا کر دینا اس کی قدرت کے کامل ہونے کی دلیل ہے، کوئی چیز اسے عاجز نہیں کر سکتی اور اس کی قدرت ذاتی ہے کسی کی دی ہوئی نہیں، تو جس کی قدرت ایسی ہے وہ مخلوق کو اس کی موت کے بعد زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

آیت 38 ﴾ فرمایا کہ قدرتِ الٰہی کا انکار کرنے والوں کے لئے اس کی عظیم قدرت پر دلالت کرنے والی ایک نشانی سورج ہے اور یہ نشانی اس طرح ہے کہ سورج اپنے چلنے کے مقرر کردہ انتہائی وقت یعنی قیامت تک چلتا رہے گا یا اس سے مراد یہ ہے کہ سورج اپنی منزلوں میں چلتا ہے اور جب سب سے دور والے مغرب میں پہنچتا ہے تو پھر لوٹ پڑتا ہے کیونکہ یہی اس کا مستقر ہے اور سورج کا اِس طرح چلتے رہنا اس اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جو اپنی سلطنت میں زبردست اور اپنی تمام مخلوقات کا علم رکھنے والا ہے اور اس کی قدرت بھی کامل ہے، تو جس کی یہ شان ہے وہی واحد معبود ہے اور وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت بھی رکھتا ہے۔

آیت 39 ﴾ فرمایا: اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں۔ چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں، ہر رات ایک منزل میں ہوتا ہے اور پوری منزل طے کر لیتا ہے۔ اپنے طلوع ہونے کی تاریخ سے لے کر اٹھائیسویں تاریخ تک تمام منزلیں طے کر لیتا ہے اور اگر مہینہ تیس کا ہو تو دو راتیں اور انتیس کا ہو تو ایک رات چھپتا ہے اور جب اپنی آخری منزل میں پہنچتا ہے تو کھجور کی پرانی شاخ جیسا ہو جاتا ہے جو سوکھ کر پتلی، کمان کی طرح خم دار اور زرد ہو گئی ہو۔

آیت 40 ﴾ سورج ایسا نہیں کر سکتا کہ وہ رات میں چاند کو پکڑ سکے اور نہ ہی سورج چاند کے ساتھ جمع ہو کر اس کے نور کو مغلوب کر دے بلکہ سورج اور چاند میں سے ہر ایک کی شوکت کے ظہور کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ نیز رات دن پر سبقت نہیں لے جا سکتی، یوں کہ دن کا وقت پورا ہونے سے پہلے آ جائے بلکہ رات اور دن دونوں معین حساب کے ساتھ آتے جاتے ہیں اور سورج و چاند میں سے کوئی دوسرے کی شوکت کی حدود میں داخل نہیں ہوتا، نہ سورج رات میں چمکتا ہے نہ چاند دن میں اور ان میں سے ہر ایک ایک دائرے میں چل رہا ہے۔ کائنات کی ابتداء سے لے کر اب تک سورج اور چاند کے نظام کا اس مربوط اور منظم انداز میں چلنا اس بات کی بڑی نشانی ہے کہ اسے چلانے والا موجود ہے، وہ واحد ہے، کامل قدرت اور بے انتہا علم والا ہے۔

آیت 41 ﴾ فرمایا: لوگوں کے لئے قدرتِ الٰہی پر دلالت کرنے والی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی ذُرِّیَّت (یعنی نسل) کو بھری کشتی میں سوار کیا۔ یہاں ذُرِّیَّت سے مراد کفارِ مکہ کی اولادیں ہیں جنہیں وہ تجارت کے لئے بھیجتے تھے اور جس کشتی میں وہ سوار

اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ

یہ ہے کہ ہم نے ان کی نسلوں کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں بنادیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔

وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا

اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں تو نہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا ہو اور نہ انہیں بچایا جائے۔ مگر ہماری طرف سے رحمت اور ایک وقت تک

اِلٰى حِیْنٍ ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ

فائدہ اٹھانے (کی مہلت ہو)۔ اور جب ان سے فرمایا جاتا ہے: ڈرو اس سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے آنے والا ہے تا

تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ

کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

ہوتے تھے وہ سامان اور اسباب وغیرہ سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔ یا اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے جس میں ان کے آباؤ اجداد سوار ہوئے تھے اور یہ ان کی ذریت (ذرات کی شکل میں) ان کی پشت میں تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بھی سامان اور اسباب وغیرہ سے بھری ہوئی تھی۔ یہ نشانی اس طرح ہے کہ وزنی چیز پانی میں ڈوبتی ہے لیکن کشتی انتہائی وزنی ہونے کے باوجود ڈوبتی نہیں ہے۔

آیت 42 ❋ فرمایا کہ ہم نے مکہ والوں کے لئے صورت اور شکل میں نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہی کشتیاں بنادیں جن پر وہ سمندری سفر کے دوران سوار ہوتے ہیں۔

آیت 43،44 ❋ فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو کشتیوں میں موجود لوگوں کو ڈبو دیں تو اس وقت ان ڈوبنے والوں کی فریاد کو پہنچنے والا کوئی نہ ہوگا اور نہ ہی خدا کے حکم کے بعد لوگوں کو ڈوب کر مرنے سے بچایا جائے گا البتہ ہم ان پر رحم فرمائیں یا ان کی زندگی سے فائدہ اٹھانے کی مہلت ابھی باقی ہو تو یہ بچ سکتے ہیں۔ درس: عیش و آرام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور دوران سفر تو اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے کیونکہ سفر میں انسان کے حادثے کا شکار ہونے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں اور بسا اوقات لوگ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر سفر کر رہے ہوتے ہیں کہ اچانک حادثے کا شکار ہو کر موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

آیت 45،46 ❋ جب کفار مکہ کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے فرمایا جاتا ہے کہ تم اس عذاب سے ڈرو جو دنیا میں تم پر گزر چکا ہے اور اس عذاب سے بھی ڈرو جو آخرت میں آنے والا ہے اور ایمان لے آؤ تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور تم عذاب سے نجات پا جاؤ تو وہ اس نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ان کے پاس جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آتی ہے تو یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور وہ ہر آیت اور نصیحت سے اعراض کرتے ہیں۔ درس: نصیحت کی باتیں سنتے رہنا چاہیے، کبھی تو کوئی بات اثر کر ہی جاتی ہے۔ نصیحت سے منہ پھیرنا اور حق سے دور رہنا ہلاکت تک لے جاتا ہے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ

اور جب ان سے فرمایا جائے کہ اللہ کے دیئے میں سے کچھ اس کی راہ میں خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے

لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو○ اور کہتے ہیں: یہ وعدہ کب آئے گا؟ اگر تم سچے ہو

صٰدِقِیْنَ ۝ مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ ۝

(تو بتاؤ)○ وہ صرف ایک چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں اس حالت میں پکڑ لے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوئے ہوں گے○

آیت 47 ❁ شانِ نزول: یہ آیت کفارِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی جن سے مسلمانوں نے انسانی ہمدردی کی بنا پر کہا تھا کہ تم اپنے مالوں کا وہ حصہ مسکینوں پر خرچ کرو جو تم نے اپنے گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لئے نکالا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جنہیں اللہ تعالیٰ کھلانا چاہتا تھا تو کھلا دیتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کو مسکین لوگوں کا محتاج رہنا منظور ہے، اس لئے انہیں کھانے کو دینا اللہ کی مشیت کے خلاف ہوگا۔ یہ بات انہوں نے کنجوسی کی وجہ سے مذاق اڑانے کے طور پر کہی تھی آیت کے آخر میں فرمایا: تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو۔ یہ بات یا تو کفار نے مسلمانوں سے کہی تھی۔ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم کھلی گمراہی میں ہو کیونکہ تم نے ہمارے طریقے کو چھوڑ دیا اور محمد (مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی پیروی کرنے لگ گئے۔ یا جب کافروں نے مسلمانوں کی بات کا جواب دیا تو اللہ تعالیٰ نے کافروں سے فرمایا کہ تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو۔ درس: بعض کو امیر اور بعض کو غریب بنانے کی ایک حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو آزمایا جائے۔ امیر کی آزمائش یوں بھی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے یا نہیں اور غریب کی آزمائش یوں بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنی غربت پر صبر و شکر کا مظاہرہ کرتا ہے یا نہیں؟ لہٰذا امتحان میں کامیابی کے لئے مال دار کو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اسی کی اطاعت میں خرچ کرنا چاہیے اور محتاج کو صبر سے کام لیتے ہوئے رضائے الٰہی پر راضی رہنا چاہیے۔

آیت 48-50 ❁ کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: تم ہمیں یہ کہہ رہے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور قیامت قائم ہوگی، اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب آئے گا؟ ان لوگوں کے جواب میں فرمایا گیا: ان کے حال سے پتہ چلتا ہے یہی نظر آرہا ہے کہ وہ صرف صور کے پہلے نفخہ کی اس چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جسے حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے اور وہ چیخ اس حال میں ان تک پہنچے گی کہ وہ دنیا کے جھگڑوں جیسے خرید و فروخت، کھانے پینے، بازاروں اور مجلسوں اور دنیا کے کاموں میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ اس وقت جو لوگ اپنے گھر والوں کے درمیان ہوں گے وہ وصیت نہ کر سکیں گے اور جو لوگ گھر سے باہر ہوں گے وہ اپنے گھر پلٹ کر نہ جا سکیں گے بلکہ جہاں چیخ سنیں گے وہیں مر جائیں گے اور قیامت انہیں کچھ کرنے کی مہلت نہ دے گی۔ یہاں کفارِ مکہ کو قیامت قائم ہونے کا وقت نہیں بتایا گیا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے اور انہیں قیامت یقینی طور پر آنے والی چیز پر تنبیہ فرمائی گئی۔ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان قیامت کا وقت اور اس کی تاریخ کی تحقیق میں

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا

تو نہ وہ وصیت کرسکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ کر جاسکیں گے ۝ اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو

هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا

وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے ۝ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگا دیا؟

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا

یہ وہ ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا ۝ وہ تو صرف ایک چیخ ہوگی تو جبھی

هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ

وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر کر دیئے جائیں گے ۝ تو آج کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور تمہیں تمہارے اعمال ہی کا

تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِىْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۝ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِىْ ظِلٰلٍ

بدلہ دیا جائے گا ۝ بیشک جنت والے آج دل بہلانے والے کاموں میں لطف اندوز (ہو رہے) ہوں گے ۝ وہ اور ان کی بیویاں سایوں

وقت صرف کرنے کی بجائے قیامت کی تیاری کرے۔

**آیت 52،51** ❖ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اس وقت وہ کفار زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل آئیں گے اور اپنے رب عزوجل کے اس مقام کی طرف دوڑتے چلے جائیں گے جو حساب اور جزا کے لئے تیار کیا گیا ہوگا اور وہ کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگا دیا۔ یا جب کفار جہنم اور اس کے عذاب دیکھیں گے تو اس کے مقابلے میں انہیں قبر کا عذاب آسان معلوم ہوگا، اس لئے وہ خرابی پکاریں گے اور کہیں گے: یہ وہ ہے جس کا رحمٰن عزوجل نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں علیہم السلام نے سچ فرمایا تھا۔ یا فرشتے کافروں سے یہ کہیں گے یا جب کافر کہیں گے: کس نے ہمیں ہماری نیند سے جگا دیا؟ تو اس وقت مومنین کہیں گے کہ یہ وہ ہے جس کا رحمٰن عزوجل نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں علیہم السلام نے سچ فرمایا تھا۔

**آیت 54،53** ❖ دوسرا نفخہ ایک ہولناک آواز ہوگی تو اسی وقت وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب کے لئے حاضر کر دیئے جائیں گے، پھر ان کافروں سے کہا جائے گا: آج کسی جان پر اس کے ثواب میں کمی یا اس کے عذاب میں اضافہ کر کے کچھ ظلم نہ ہوگا، اے کافرو! یہاں تمہیں تمہارے دنیا میں کئے گئے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

**آیت 55** ❖ قیامت کے دن جنت والے دل بہلانے والے کاموں میں لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اور طرح طرح کی نعمتیں، قسم قسم کے سرور، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت، جنتی نہروں کے کنارے، جنتی درختوں کی دلنواز فضائیں، طرب انگیز نغمات، حوروں کا قرب اور قسم قسم کی نعمتوں سے لذت حاصل کرنا، یہ ان کے شغل ہوں گے۔

**آیت 56** ❖ اہل جنت اور ان کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے سایوں میں ہوں گے۔ اہم باتیں: (1) ان بیویوں میں دنیوی مومنہ

عَلَى الْاَرَآىٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾

تختوں پر سایوں میں ہوں گے ○ ان کے لیے جنت میں پھل میوہ ہوگا اور ان کے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ مانگیں گے ○

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ

مہربان رب کی طرف سے فرمایا ہوا سلام ہوگا ○ اور (کہا جائے گا) اے مجرمو! آج الگ الگ ہوجاؤ ○ اے اولادِ آدم!

اِلَيْكُمْ يٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ

کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ○ اور میری عبادت کرنا.

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾

یہ سیدھی راہ ہے ○ اور بیشک اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا تو کیا تم سمجھتے نہ تھے ○

بیویاں بھی داخل ہیں اور حوریں بھی۔ (2) حوریں بیوی کی حیثیت سے ہوں گی لیکن یہ عطیہ خداوندی سے بیویاں ہوں گی۔ جنت میں کوئی باقاعدہ نکاح نہیں پڑھایا جائے گا۔

آیت 57 ❁ مزید فرمایا: ان کے لئے جنت میں ہر قسم کا پھل میوہ ہوگا اور ان کے لئے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ مانگیں گے۔ اہلِ جنت میں چونکہ حرص کا مادہ ختم کر دیا جائے گا اس لئے کوئی جنتی بری چیز کی خواہش نہ کرے گا۔

آیت 58 ❁ ارشاد فرمایا: ان پر مہربان رب کی طرف سے فرمایا ہوا سلام ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ ان پر سلام فرمائے گا خواہ واسطے کے ساتھ ہو یا واسطے کے بغیر اور یہ خدا کے سلام والی نعمت و فضیلت سب سے عظیم و محبوب مراد ہے۔ فرشتے اہلِ جنت کے پاس ہر دروازے سے آکر کہیں گے تم پر تمہارے رحمت والے رب کا سلام ہو۔

آیت 59 ❁ فرمایا: قیامت کے دن کہا جائے گا: اے مجرمو! آج جدا ہو جاؤ۔ اس کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال ہیں: (1) جس وقت مومن جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے، اس وقت کفار سے کہا جائے گا کہ الگ ہٹ جاؤ اور مومنین سے علیحدہ ہو جاؤ۔ (2) قیامت کے دن مجرموں کو ایک دوسرے سے الگ الگ کر دیا جائے گا جیسے یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، ستارہ پرستوں اور ہندوؤں کو جو کہ ان کے فرقے ہیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے گا۔

آیت 60-62 ❁ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجرموں سے فرمائے گا: اے اولادِ آدم (علیہ السلام)! کیا میں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانی تمہیں یہ حکم نہ دیا تھا کہ شیطان تمہیں جو وسوسے دلاتا ہے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو مزین کرتا ہے اس میں تم اس کی پیروی نہ کرنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور کیا میں نے یہ حکم نہ دیا تھا کہ صرف میری عبادت کرنا، یہ ایک سیدھی راہ ہے اس کے علاوہ کوئی سیدھی راہ نہیں اور بیشک شیطان نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا تو کیا تم میں عقل نہ تھی کہ اس کی عداوت اور گمراہ گری کو سمجھتے اور اپنے برے اعمال چھوڑ دیتے تاکہ تم عذاب کے حق دار قرار نہ پاتے۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾

یہ وہ جہنم ہے جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا۔ اپنے کفر کے سبب آج اس میں داخل ہوجاؤ۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾

اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مٹا دیتے تو وہ جلدی سے راستے کی طرف جاتے تو کہاں سے انہیں دکھائی دیتا؟

ع وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾

اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ پر ہی ان کی صورتیں بدل دیتے تو نہ وہ آگے بڑھ سکتے اور نہ پیچھے لوٹتے۔

آیت 64،63 ❁ جب مجرم جہنم کے قریب پہنچیں گے تو ان سے کہا جائے گا: اے مجرمو! یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے رسولوں کے ذریعے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا اور اب تم جہنم کو دیکھ کر اس کی تصدیق کرلو، مگر یہ تصدیق مفید نہیں اور آج تم اس جہنم میں داخل ہو اور دنیا میں جو تم اپنے کفر پر ہی قائم رہے اس کے سبب جہنم کے عذابات چکھو۔ اہم بات: نبی علیہ السلام پر اعتماد کرنے کا نام ایمان ہے۔ آخرت کو دیکھ کر ساری چیزیں مان جائیں گے مگر وہ ماننا کارآمد نہ ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھ پر اعتماد کیا نہ کہ نبی علیہ السلام پر۔

آیت 65 ❁ ابتدا میں کفار اپنے کفر اور رسولوں علیہم السلام کو جھٹلانے کا انکار کریں گے اور کہیں گے: ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم ہرگز مشرک نہ تھے، تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگادے گا تاکہ وہ بول نہ سکیں، پھر ان کے دیگر اعضاء بول اٹھیں گے اور جو کچھ ان سے صادر ہوا ہے سب بیان کردیں گے تاکہ انہیں معلوم ہوجائے کہ وہ اعضاء جو گناہوں پر ان کے مددگار تھے اب ان کے خلاف ہی گواہ بن گئے۔ اہم بات: مونہوں پر لگائی جانے والی مہر اعضاء کی گواہی لے کر ہٹادی جائے گی، اس لئے وہ دوزخ میں چیخ شور مچائیں گے۔ درس: اعضاء کا اعمال کی گواہی دینا صرف کافروں کے لئے نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے اعضاء بھی گواہی دیں گے اس لئے سوچ لیں کہ قیامت میں ہمارے اعضاء کیا کیا بولیں گے؟

آیت 66 ❁ فرمایا گیا کہ جہنم کا عذاب تو آخرت میں ہوگا جبکہ اگر ہم چاہتے تو دنیا میں بھی ان کے کفر کی سزا کے طور پر ان کی آنکھیں مٹا کر انہیں اندھا کردیتے، پھر وہ جلدی سے راستے کی طرف چلنے کے لئے جاتے تو انہیں کہاں سے دکھائی دیتا کیونکہ ہم نے تو انہیں اندھا کر دیا ہوتا لیکن ہم نے ایسا نہ کیا اور اپنے فضل و کرم سے آنکھ کی نعمت ان کے پاس باقی رکھی، تو اب ان پر حق یہ ہے کہ وہ شکر گزاری کریں نہ کہ ناشکری۔

آیت 67 ❁ فرمایا کہ اس سزا سے بڑھ کر اگر ہم چاہتے تو جن گھروں میں یہ بیٹھے ہوئے تھے وہیں ان کے کفر کی سزا میں ان کی صورتیں بدل کر انہیں بندر یا خنزیر بنادیتے، پھر وہ نہ آگے بڑھ سکتے اور نہ پیچھے لوٹ سکتے اور ان کے جرم ہی اس سزا کا تقاضا کرتے تھے لیکن ہم نے اپنی رحمت اور حکمت کے تقاضے کے مطابق انہیں عذاب دینے میں جلدی نہ کی اور ان کے لئے مہلت رکھی تاکہ وہ توبہ کریں، ایمان لے آئیں اور نعمتوں کا شکر ادا کریں۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝٦٨ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا

اور جسے ہم بڑی عمر دیتے ہیں تو خلقت وبناوٹ میں ہم اسے الٹا پھیر دیتے ہیں، تو کیا وہ سمجھتے نہیں؟ ○ اور ہم نے نبی کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ

يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝٦٩ۙ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ

ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن ○ تاکہ وہ ہر ایسے شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝٧٠ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا

ثابت ہو جائے ○ اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لیے پیدا کیے تو یہ ان کے مالک

آیت 68 ♦ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اوپر بیان کی گئی سزاؤں کا واقع ہونا قابلِ تعجب نہیں، اس کی ایک نظیر پر ہماری قدرت گواہ ہے کہ جسے ہم بڑی عمر دیتے ہیں تو اسے پیدائش میں الٹا پھیر دیتے ہیں کہ وہ بچپن جیسی کمزوری اور ناتوانی کی طرف واپس ہونے لگتا ہے اور اس کی حالتیں، قوتیں، جسم اور عقل کم ہونے لگتے ہیں، تو کیا اس حالت کو دیکھ کر وہ سمجھتے نہیں کہ جس پروردگار نے یہ تبدیلی کی وہ اس پر قادر ہے کہ آنکھیں دینے کے بعد انہیں مٹا دے اور اچھی صورتیں عطا کرنے کے بعد ان کو مسخ کر دے اور موت دینے کے بعد پھر زندہ کر دے۔

آیت 69 ♦ شانِ نزول: کفارِ قریش نے کہا تھا کہ محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شاعر ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں یعنی قرآن پاک وہ شعر ہے، ان کی مراد یہ تھی کہ (معاذ اللہ) یہ کلام جھوٹا ہے۔ ان کا اس آیت میں رد فرمایا گیا ہے کہ ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعری کا ملکہ ہی نہیں دیا اور نہ ہی شعر کہنا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق ہے اور یہ قرآن اشعار یعنی جھوٹی باتوں پر مشتمل نہیں، بلکہ وہ صرف حق وہدایت ہے۔ اہم بات: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولین و آخرین کے علوم عطا کئے گئے اور کائنات میں ہر علم والے سے بڑھ کر علم عطا فرمایا گیا جس میں سب علوم شامل ہیں، البتہ شعر کہنے کی صلاحیت نہ دی کہ اس سے کفار کو آپ کے شاعر ہونے کا پروپیگنڈا کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

آیت 70 ♦ ارشاد فرمایا: تاکہ وہ ہر ایسے شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو۔ یہاں ڈرانے والے سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا اس سے مراد قرآن مجید ہے اور زندہ سے مراد وہ شخص ہے جو دل کا زندہ ہو اور کلام و خطاب کو سمجھتا ہے، یہ مومن کی شان ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنیٰ یہ ہوگا: قرآن پاک نصیحت اور روشن قرآن ہے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا قرآن، مومن کو گناہوں کے انجام اور عذاب سے ڈرائیں (تاکہ وہ گناہوں سے باز رہے) اور کفر پر قائم رہنے والے کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہو جائے۔ یا زندہ سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ایمان لانے والا ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنیٰ یہ ہوگا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کو عذاب سے ڈرائیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ایمان لانے والا ہے۔

آیت 71-73 ♦ کیا مشرکین مکہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ہم نے اپنی قدرت سے بنائے ہوئے چوپائے ان کے اور ان کے فائدے کے لئے پیدا کئے اور یہ ہمارے مالک بنانے کی وجہ سے ان چوپایوں کے مالک ہیں اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کے لئے مسخر اور تابع کر دیا جس کے نتیجے میں مضبوط چوپایوں پر سوار ہونا، سامان لادنا، جہاں چاہے انہیں لے جانا اور ذبح کرنا ان کے لئے کوئی مشکل نہیں اور ان کے بڑے

مٰلِكُوْنَ ۝ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ۝ وَ لَهُمْ فِیْهَا

ہیں۞ اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کے لیے تابع کر دیا تو ان چوپایوں سے کچھ ان کی سواریاں ہیں اور کچھ سے وہ کھاتے ہیں۞ اور ان کے لیے

مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ۝ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً

ان چوپایوں میں کئی طرح کے منافع اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا وہ لوگ شکر ادا نہیں کریں گے؟۞ اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود

لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝

بنالئے کہ شاید ان کی مدد کی جائے۞ وہ معبود ان کی مدد نہیں کرسکتے اور وہ کافر خود ان معبودوں کیلئے حاضر خدمت لشکر ہیں۞

فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ۝ اَوَ لَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ

تو ان کی بات تمہیں غمگین نہ کرے بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۞ اور کیا آدمی نے نہ دیکھا

وقف لازم

بڑے منافع یہ ہیں کہ کچھ چوپائے ان کی سواریاں ہیں اور کچھ سے وہ گوشت اور چربی کھاتے ہیں اور ان کے علاوہ بھی چوپایوں میں ان کے لئے کئی طرح کے فائدے ہیں جیسا کہ وہ ان کی کھالوں، بالوں اور اون وغیرہ کو کام میں لاتے ہیں اور پینے کی چیزیں جیسے دودھ اور دودھ سے بننے والی چیزیں جیسے دہی وغیرہ حاصل ہوتی ہیں، تو کیا وہ مشرکین یہ نعمتیں عطا فرمانے والے رب تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرکے اور عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرا کر اس کا شکر ادا نہیں کریں گے؟ اہم بات: آیت میں ہاتھ کا لفظ ہے، یہ متشابہات میں سے ہے اس کی حقیقی مراد کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا یہ بطورِ محاورہ کے ہے اور قدرت کے معنی میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی ہاتھوں سے پاک ہے۔

**آیت 74** ان بے شمار نعمتوں پر یہ لازم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرکے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے لیکن انہوں نے اس کے بجائے بے بس، عاجز بتوں کو پوجنا شروع کر دیا اور ان سے یہ توقع رکھنے لگے کہ شاید ان کی مدد ہو جائے اور یہ بت مصیبت کے وقت ان کے کام آئیں اور عذاب سے بچائیں اور ایسا ہونا ممکن نہیں۔ انبیاء و اولیاء دنیا میں معجزہ و کرامت سے مدد فرماتے ہیں اور قیامت میں بھی شفاعت سے مدد کریں گے جبکہ بت دنیا میں بھی ناکارہ ہیں اور آخرت میں بھی مردود۔

**آیت 75** ارشاد فرمایا کہ مشرکوں کا اپنے معبودوں سے مدد کی توقع رکھنا بے کار ہے، ان کے معبود ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ان سے عذاب دور کر سکتے ہیں کیونکہ وہ جماد، بے جان، بے قدرت اور بے شعور ہیں بلکہ یہ بت پرست خود اپنے معبودوں کی حفاظت کے لئے ان کے لشکر بنے ہوئے ہیں جو بتوں کی خدمت کے لئے موجود رہتے ہیں۔ اہم بات: بتوں کا جہنم میں داخلہ اپنے پجاریوں کو عذاب دینے کے لئے اور پجاریوں کا داخلہ عذاب پانے کے لئے ہوگا۔

**آیت 76** اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جب یہ کفار ایسے واضح امور میں بھی غفلت کر رہے ہیں تو آپ کفار کی تکذیب، ان کی ایذاؤں اور جفاکاریوں سے غمگین نہ ہوں، بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں، انہیں ان کے کردار کی سزا دیں گے۔

**آیت 77-79** شانِ نزول: ایک کافر اپنے ہاتھ میں ایک گلی ہوئی ہڈی لایا اور اسے توڑتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے

اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۷﴾ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ
کہ ہم نے اسے ایک بوند سے بنایا پھر تب ہی وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے ○ اور ہمارے لیے مثال دیتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔

قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ
کہنے لگا: کون ہے جو ہڈیوں کو زندہ کرے جبکہ وہ بالکل گلی ہوئی ہوں ○ تم فرماؤ: ان ہڈیوں کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا

وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ ۙ ﴿۷۹﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ
اور وہ ہر پیدائش کو جاننے والا ہے ○ جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی تو جبھی تم اس سے

تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ۬
سُلگاتے ہو ○ اور کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کردے؟

وقف غفران

کہ آپ کا یہ خیال ہے کہ اس ہڈی کو گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اور تجھے بھی مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل فرمائے گا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، چنانچہ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو انسان گلی ہوئی ہڈی کا بکھرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندگی قبول کرنا ناممکن سمجھتا ہے، اپنے آپ کو نہیں دیکھتا کہ ابتدا میں گلی ہوئی ہڈی سے بھی حقیر تر ایک گندہ نطفہ تھا، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے اس میں جان ڈالی، انسان بنایا تو ایسا مغرور انسان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی کا منکر ہو کر جھگڑنے آگیا، اور وہ گلی ہوئی ہڈی کو ہاتھ سے مل کر ہمارے لئے مثال دیتا ہے کہ یہ ہڈی تو ایسی بکھری ہوئی ہے، یہ کیسے زندہ ہوگی اور یہ کہتے ہوئے اپنی پیدائش کو بھول گیا کہ منی کے قطرے سے پیدا کیا گیا ہے۔ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ ان ہڈیوں کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور وہ پہلی اور بعد والی ہر پیدائش کو جاننے والا ہے اور جب اس کا علم بھی کامل ہے، قدرت بھی کامل تو پھر تمہیں دوبارہ زندہ کئے جانے کو ماننے میں کیوں تامل ہے۔

آیت 80 ﴿ ارشاد فرمایا: جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی۔ عرب کے مرخ اور عفار نامی دو درخت ہوتے ہیں، جب ان کی سبز ٹہنیوں کو کاٹ کر ایک دوسرے پر رگڑا جائیں تو ان سے آگ نکلتی ہے حالانکہ وہ اتنی تر ہوتی ہیں کہ ان سے پانی ٹپکتا ہوتا ہے۔ اس میں قدرت کی عجیب نشانی ہے کہ آگ اور پانی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، ایک ایک جگہ ایک لکڑی میں موجود، نہ پانی آگ کو بجھائے نہ آگ لکڑی کو جلائے، جس قادر مطلق کی یہ حکمت ہے وہ اگر ایک بدن پر موت کے بعد زندگی وارد کرے تو اس کی قدرت سے کیا عجیب ناممکن ہے!!

آیت 81 ﴿ فرمایا: جس رب تعالیٰ نے آسمان اور زمین جیسی عظیم مخلوق بنادی کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ آخرت میں ان جیسے چھوٹے انسان دوبارہ بنادے؟ کیوں نہیں! بیشک وہ اس پر قادر ہے اور اس کی قدرت کامل اور اس کا علم تمام معلومات کو شامل ہے اور وہی بہت پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اہم بات: آسمان و زمین کی مثال لوگوں کی عقل کے مطابق دی کہ بڑی چیز کو بنانے والا چھوٹی چیز کو بھی پیدا کر سکتا ہے ورنہ خدا کے لئے چھوٹی بڑی چیز کے پیدا کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ اس کی قدرت سب پر یکساں ہے۔

بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ

کیوں نہیں اور وہی بڑا پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے ○ اس کا کام تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے فرماتا ہے

فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾

تو وہ ہو جاتی ہے ○ تو پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے ○

## آیاتہا ١٨٢ ﴿٣٧ سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰتِ مَكِّيَّةٌ ٥٦﴾ رکوعاتہا ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

**آیت 82** ﴿ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے فرماتا ہے: "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے یعنی مخلوقات اس کے حکم کے تابع ہے اور جب خدا کسی چیز کو وجود میں آنے کا حکم فرماتا ہے تو اسے لوگوں کی طرح مختلف اشیاء کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ خدا کے حکم پر ہر چیز امر الٰہی کے مطابق وجود میں آ جاتی ہے۔

**آیت 83** ﴿ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیان کردہ سب چیزوں سے ثابت ہو گیا۔ مشرکین جو کہتے ہیں اس سے وہ رب تعالیٰ پاک ہے جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور وہ ہر چیز کا مالک ہے اور مرنے کے بعد اسی کی طرف تم آخرت میں پھیرے جاؤ گے بلکہ اس کے علاوہ اور کوئی علی الاطلاق مالک ہے ہی نہیں۔

**سورۂ صافات کا تعارف** ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 5 رکوع اور 182 آیتیں ہیں۔ صافات کا معنی ہے صفیں باندھنے والے۔ اس سورت کی پہلی آیت میں صفیں باندھنے والوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ صافات" رکھا گیا۔ فضیلت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کے دن سورۂ یٰسٓ اور سورۂ والصّٰفّٰت کی تلاوت کی، پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا وہ سوال پورا کر دے گا۔ (در منثور، 7/77) مضامین: اس سورت کی ابتدا میں صفیں باندھنے والوں، جھڑک کر چلانے والوں اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے والی جماعتوں کی قسم ذکر کر کے فرمایا گیا عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ بتایا گیا کہ آسمان و تمام سرکش جنات سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ معجزات کا مذاق اڑانے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والوں کی جزا میں جنت کی نعمتیں بیان کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ لوگوں کو کس چیز کے لئے عمل کرنا چاہیے۔ پچھلی امتوں کے احوال بیان کئے گئے کہ رسولوں کو جھٹلانے والے عذاب میں مبتلا ہوئے گئے اور ایمان لانے والے عذاب سے محفوظ رہے۔ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت الیاس، حضرت لوط اور حضرت یونس علیہم السلام کے واقعات بیان کئے گئے اور ان میں سے حضرت ابراہیم اور حضرت یونس علیہما السلام کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا۔ کفار کے اس عقیدے کہ "فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں" کا رد کیا گیا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝١ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝٢ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝٣ اِنَّ

قسم ان کی جو باقاعدہ صفیں باندھتے ہوئے ہیں ○ پھر ان کی قسم جو جھڑک کر چلانے والے ہیں ○ پھر قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی قسم ○ بیشک

اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝٤ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝٥

تمہارا معبود ضرور ایک ہے ○ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اور مشرقوں کا مالک ہے ○

آیت 1 ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صفیں باندھنے والے چند گروہوں کی قسم یاد فرمائی، ان کے بارے میں مفسرین کے 3 اقوال ہیں: (1) ان سے مراد فرشتوں کے گروہ ہیں جو نمازیوں کی طرح صف بستہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہتے ہیں۔ (2) ان سے علماءِ دین کے گروہ مراد ہیں جو تہجد اور تمام نمازوں میں صفیں باندھ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ (3) ان سے مراد غازیوں کے گروہ ہیں جو راہِ خدا میں صفیں باندھ کر دشمنانِ حق کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔ درس: یہاں صف باندھنے والوں کی قسم ارشاد فرمانے سے معلوم ہوا کہ صف باندھنا بہت اہمیت اور فضیلت کا باعث ہے۔

آیت 2 ﴾ اس سے پہلی آیت میں صفیں بنانے والوں کی تفسیر میں ذکر کردہ تین اقوال کے مطابق یہاں جھڑک کر چلانے والوں سے مراد بادلوں پر مقرر فرشتے ہیں جو بادل کو حکم دے کر چلاتے ہیں۔ یا ان سے علماء مراد ہیں جو وعظ و نصیحت سے لوگوں کو جھڑک کر یعنی حسبِ وقت موقع محل اور موضوع کی مناسبت سخت الفاظ کے ساتھ دین کی راہ پر چلاتے ہیں یا ان سے غازی مراد ہیں جو گھوڑوں کو ڈپٹ کر جہاد میں چلاتے ہیں۔

آیت 3 ﴾ یہاں بھی قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو نماز میں تلاوت کرتے ہیں یا وہ علماء مراد ہیں جو اپنے اوقات میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں یا وہ غازی مراد ہیں جو جہاد کرتے وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ درس: تلاوت بڑی اچھی عبادت ہے، لہٰذا اسے سفر و حضر کسی حال میں بھی نہ چھوڑا جائے۔

آیت 4 ﴾ کفارِ مکہ تعجب کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ **"کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کر دیا؟ بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے۔"** اس پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا چیزوں کی قسم یاد فرما کر بتوں کے پجاریوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اہلِ مکہ! بیشک تمہارا معبود ضرور ایک ہے، لہٰذا تم بتوں کو اپنا معبود قرار نہ دو۔ اہم بات: حقیقی اعتبار سے اس آیت میں تمام انسانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

آیت 5 ﴾ یعنی جب آسمان اور زمین اور ان کی درمیانی کائنات اور تمام حدود و جہات سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو کوئی دوسرا کس طرح عبادت کا مستحق ہو سکتا ہے، لہٰذا وہ شریک سے منزّہ ہے۔ اہم بات: اس آیت میں "مَشَارِق" جمع کا صیغہ ہر روز کے مشرق اور مغرب کے اعتبار سے ہے، کیونکہ سال میں سورج طلوع اور غروب ہونے کی 360 جگہیں ہیں اور ہر روز سورج ان میں سے ایک مشرق سے طلوع ہوتا اور ایک مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ سورۂ رحمٰن میں "مَشْرِقَيْنِ" اور "مَغْرِبَيْنِ" تثنیہ کا صیغہ گرمیوں اور سردیوں کے موسم میں سورج طلوع اور غروب ہونے کے اعتبار سے ہے اور سورۂ مزمل میں "مَشْرِق" اور "مَغْرِب" واحد کا صیغہ ہر سال کے مشرق اور مغرب کے اعتبار سے ہے۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ۙ۝۶ وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ۝۷

بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو ستاروں کے سنگھار سے آراستہ کیا۔ اور ہر سرکش شیطان سے حفاظت کیلئے۔

لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝۸ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ

وہ شیاطین عالم بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور انہیں ہر جانب سے مارا جاتا ہے۔ (انہیں) بھگانے کیلئے اور ان کیلئے

عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ۝۹ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰

ہمیشہ کا عذاب ہے۔ مگر جو ایک آدھ بار (کوئی بات) اُچک کر لے چلے تو روشن انگارا اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝۱۱

تو ان سے پوچھو، کیا ان لوگوں کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری (دوسری) مخلوق کی۔ بیشک ہم نے انہیں چپکنے والی مٹی سے بنایا۔

**آیت 6، 7** ☆ آسمان کو ستاروں سے سجانے کے دو فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ (1) زینت کے لئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو ستاروں کے سنگھار سے آراستہ کیا کیونکہ دیکھنے والے کو سارے ستارے پہلے آسمان پر ایسے محسوس ہوتے ہیں جیسے کسی چادر پر رنگ برنگ موتی جڑے ہوئے ہیں۔ (2) سرکش شیطانوں سے آسمان کی حفاظت کے لئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان کو ہر ایک نافرمان شیطان سے محفوظ رکھنے کے لئے ستاروں سے سجایا کہ جب شیاطین آسمان پر جانے کا ارادہ کریں تو فرشتے شہاب مار کر ان کو دور کر دیں۔

**آیت 8-10** ☆ شیاطین آسمان کے قریب جاتے اور بعض اوقات فرشتوں کا کلام سن کر اس کی خبر کاہنوں کو دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے شہاب کے ذریعے شیطانوں سے آسمان کی حفاظت فرمائی۔ چنانچہ فرمایا: شیاطین آسمان کے فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے ان کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور وہ آسمان کے فرشتوں کی گفتگو نہیں سن سکتے اور جب وہ گفتگو سننے کے لئے آسمان کی طرف جائیں تو انہیں دور کرنے کے لئے ہر طرف سے انگاروں کے ساتھ مارا جاتا ہے، یہ ان کا دنیا میں عذاب ہے اور آخرت میں ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے اور اگر کوئی شیطان ایک آدھ بار فرشتوں کی کوئی بات سن کر بھاگنے لگے تو روشن انگارا اسے جلانے یا ایذا پہنچانے کے لئے اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

**آیت 11** ☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کفارِ مکہ سے پوچھیں: کیا ان کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری دوسری مخلوق مثلاً آسمان، زمین اور فرشتوں وغیرہ کی؟ تو جس قادر برحق کو آسمان و زمین جیسی عظیم مخلوق کو پیدا کرنا کچھ دشوار نہیں تو انسانوں کو پیدا کرنا اس پر کیا مشکل ہو سکتا ہے۔ بیشک ہم نے انسانوں کو چپکنے والی مٹی سے بنایا، یہ ان کے کمزور ہونے کی ایک اور دلیل ہے کہ ان کی پیدائش کا اصل مادہ مٹی ہے جو کوئی شدت اور قوت نہیں رکھتی اور اس میں ان پر ایک اور دلیل قائم کی گئی ہے کہ جسم کے گل جانے اور مٹی ہو جانے کے بعد اس مٹی سے پھر دوبارہ پیدائش کو وہ کیوں ناممکن جانتے ہیں! جب مادہ موجود، بنانے والا موجود، تو پھر دوبارہ پیدائش کیسے محال ہو سکتی ہے؟

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝١٢ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝١٣ وَاِذَا رَاَوْا

بلکہ تم نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب انہیں سمجھایا جائے تو سمجھتے نہیں۔ اور جب کوئی نشانی

اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝١٤ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝١٥ ءَاِذَا مِتْنَا

دیکھتے ہیں تو ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہی ہے۔ کیا جب ہم مر کر

وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝١٦ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝١٧ قُلْ نَعَمْ

مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ تم فرماؤ: ہاں

وَاَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ ۝١٨ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝١٩ وَقَالُوْا

اور اس وقت تم ذلیل و رسوا ہوگے۔ تو وہ تو ایک جھڑک ہی ہوگی تو جبھی وہ دیکھنے لگیں گے۔ اور کہیں گے:

يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝٢٠ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝٢١ ع

ہائے ہماری خرابی! یہ بدلے کا دن ہے۔ یہ ہے وہ فیصلے کا دن جسے تم جھٹلاتے تھے۔

آیت 12-15 ﴿ ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ نے کفارِ مکہ کے انکار پر تعجب کیا کہ آپ کی رسالت اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر دلالت کرنے والی واضح نشانیوں کے باوجود وہ کس طرح انکار کرتے ہیں اور وہ کفار آپ کا اور آپ کے تعجب کرنے کا یا مرنے کے بعد اٹھنے کا مذاق اڑاتے ہیں اور جب انہیں کسی چیز کے ذریعے سمجھایا جائے تو سمجھتے نہیں اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو کھلا جادو ہی ہے۔

آیت 16-17 ﴿ ان دو آیات میں کفارِ مکہ کا ایک سوال ذکر کیا گیا ہے کہ کیا ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ ضرور زندہ کیا جائے گا حالانکہ ہم مٹی ہو چکے ہوں گے اور ہماری صرف ہڈیاں باقی ہوں گی اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا حالانکہ انہیں مرے ہوئے ایک زمانہ گزر چکا ہے۔ کفار کے نزدیک چونکہ اُن کے باپ دادا کا زندہ کیا جانا خود اُن کے زندہ کئے جانے سے زیادہ بعید تھا اس لئے انہوں نے یہ کہا۔

آیت 18 ﴿ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان کفار سے فرمادیں: ہاں! تم سب دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور اس وقت تمہارا حال یہ ہوگا کہ تم ذلیل و رسوا ہوگے۔

آیت 19-21 ﴿ جب اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو وہ نفخۂ ثانیہ کی ایک ہی ہولناک آواز ہوگی اور وہ اسی وقت زندہ ہو کر اپنے ساتھ پیش آنے والے احوال دیکھنے لگیں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری خرابی! فرشتے ان سے کہیں گے کہ "یہ انصاف کا دن ہے، یہ حساب و جزا کا دن ہے اور یہ وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ درس: قیامت کے بہت سے نام ہیں اور یہ نام مختلف اعتبار سے رکھے گئے ہیں۔ زیادہ ناموں میں عقلمند لوگوں کے لئے تنبیہ ہے کیونکہ قیامت کے ہر نام کے تحت ایک راز ہے اور ہر وصف کے تحت ایک معنیٰ ہے، تو ہمیں اس کے معانی کی معرفت اور پہچان حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ

ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو اور جن کی یہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے ان سب کو اکٹھا کردو۔ ○ پھر ان سب کو دوزخ

اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ﴿۲۳﴾ وَ قِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

کا راستہ دکھاؤ ○ اور انہیں ٹھہراؤ، بیشک ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی ○ (کہا جائے گا:) تمہیں کیا ہوا؟ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے

بَلْ هُمُ الْیَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

بلکہ وہ آج گردن جھکائے ہوئے ہوں گے ○ اور ان میں ایک دوسرے کی طرف آپس میں سوال کرتے ہوئے متوجہ ہوں گے

قَالُوْۤا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْیَمِیْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَ مَا كَانَ لَنَا

پیروکار کہیں گے: تم ہمارے پاس طاقت و قوت سے آتے تھے ○ سردار کہیں گے: بلکہ تم خود ہی ایمان والے نہیں تھے ○ اور

عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَیْنَا قَوْلُ رَبِّنَاۤ اِنَّا لَذَآىٕقُوْنَ ﴿۳۱﴾

تم پر کچھ قابو نہ تھا بلکہ تم سرکش لوگ تھے ○ تو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی (کہ) ہم ضرور مزہ چکھیں گے

**آیت 23،22** ★ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی یہ پوجا کرتے تھے ان سب کو ایک ہی جگہ اکٹھا کردو، پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ یہاں اس آیت میں ظالموں سے مراد کافر ہیں اور ان کے ساتھیوں سے مراد یا تو وہ شیاطین ہیں جو دنیا میں ان کے ہم نشین اور پاس رہتے تھے۔ ہر ایک کافر اپنے شیطان کے ساتھ ایک ہی زنجیر میں جکڑ دیا جائے گا یا ان سے مراد اس کی جنس کے دوسرے افراد ہیں۔ یعنی ہر کافر اپنی ہی قسم کے کفار کے ساتھ ہانکا جائے گا، جیسے بت پرست بت پرستوں کے ساتھ اور آتش پرست آتش پرستوں کے ساتھ۔

**آیت 24** ★ جب کفار جہنم کے قریب پہنچیں گے تو فرشتوں سے کہا جائے گا: انہیں پل صراط کے پاس ٹھہراؤ، بیشک ان سے ان کی پوچھ گچھ کی جائے گی۔ قیامت کے دن کفار کے علاوہ بھی ہر ایک سے اس کے اقوال اور افعال کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ لہٰذا مسلمان کو بھی اس پوچھ گچھ کے بارے میں فکر کرنی چاہیے۔

**آیت 25** ★ جہنم کے خازن ڈانٹتے ہوئے مشرکین سے کہیں گے کہ آج تمہیں کیا ہوا؟ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے حالانکہ دنیا میں تم ایک دوسرے کی مدد کرنے پر بہت گھمنڈ رکھتے تھے۔

**آیت 26** ★ فرمایا کہ قیامت کے دن کفار عاجز ہو کر گردن جھکائے ہوئے ہوں گے اور کوئی حیلہ انہیں کام نہ آئے گا۔

**آیت 27-32** ★ سردار اور ان کی پیروی کرنے والے آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے اور پیروی کرنے والے سرداروں سے کہیں گے: دنیا میں تم ہمیں اپنی طاقت اور قوت کے زور پر گمراہی پر آمادہ کرتے تھے اور ہم نے تمہارے خوف کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ اس پر کفار کے سردار کہیں گے: ہم نے تم پر کوئی زبردستی نہیں کی کہ تم ہماری پیروی کرو بلکہ تم سرکشی اور ایمان سے اعراض کرچکے تھے۔ اب ہم پر ہمارے رب عزوجل کی وہ بات ثابت ہوگئی کہ "میں ضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں

فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿٣٢﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا، بیشک ہم خود گمراہ تھے○ تو اس دن وہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں○ مجرموں کے ساتھ

نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٣٥﴾

ہم ایسا ہی کرتے ہیں○ بیشک جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے○

وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ

اور کہتے تھے کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں○ بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٩﴾

تصدیق فرمائی ہے○ بیشک تم ضرور دردناک عذاب چکھنے والے ہو○ تو تمہیں تمہارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا○

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٤٢﴾

مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں○ ان کے لیے وہ روزی ہے جو معلوم ہے○ پھل میوے ہیں اور وہ معزز ہوں گے○

کہیں گے کہ "لہٰذا اس کے عذاب کا مزہ گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کو بھی ضرور چکھنا ہے، ہم خود گمراہ تھے تو ہمارے پاس سے گمراہی ہی مل سکتی تھی، تم ہمارے پاس آئے ہی کیوں؟

آیت 34،33 ﴿ قیامت کے دن گمراہ اور انہیں گمراہ کرنے والے سردار سب عذاب میں شریک ہوں گے اگرچہ ان کے عذاب کی کیفیت میں فرق ہوگا اور ہم نے گمراہوں اور انہیں عذاب میں جمع کر دیا، مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

آیت 36،35 ﴿ یہاں کفار کے عذاب میں مبتلا ہونے کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے اور نہ توحید قبول کرتے اور نہ ہی اپنے شرک سے باز آتے بلکہ کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر یعنی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟

آیت 37 ﴿ اللہ تعالیٰ نے کفار کی بات کارد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یہ نبی دیوانے اور شاعر نہیں، بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے توحید کے حق اور شرک کے باطل ہونے میں اپنے سے پہلے رسولوں علیہم السلام کی تصدیق فرمائی ہے۔

آیت 40-38 ﴿ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف شاعری اور جنون کی نسبت کرنے والوں سے فرمایا گیا: بیشک تم ضرور آخرت میں دردناک عذاب چکھنے والے ہو اور تم جو دنیا میں شرک کر آئے ہو تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا البتہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے یعنی ایمان اور اخلاص والے بندے دردناک عذاب نہیں چکھیں گے اور ان کے حساب میں سوال وکلام نہ ہوگا بلکہ اگر ان سے کوئی خطا ہوئی تو اسے معاف کیا جائے گا۔

آیت 44-41 ﴿ مومن مخلص بندوں کے لئے جنت میں وہ روزی ہے جو قرآن کے ذریعے معلوم ہو چکی ہے یا جو ہمارے علم میں ہے اور وہ روزی پھل میوے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت میں پیدا فرمائے ہیں اور یہ روزی انتہائی عزت کے ساتھ انہیں پیش کی

فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۴﴾ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۴۵﴾

چین کے باغوں میں○ تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے○ خالص شراب کے جام کے ان پر دور ہوں گے

بَیْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾

سفید رنگ کی شراب ہوگی، پینے والوں کے لیے لذت بخش ہوگی○ نہ اس میں عقل کی خرابی ہوگی اور نہ وہ اس سے نشے میں آئیں گے○

وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ

اور ان کے پاس نگاہیں نیچی رکھنے والی، بڑی آنکھوں والی (بیویاں) ہوں گی○ گویا وہ پوشیدہ رکھے ہوئے انڈے ہیں○ پھر جنتی

بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآىٕلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ﴿۵۱﴾

آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے○ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: بیشک میرا ایک ساتھی تھا

یَّقُوْلُ اَىٕنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا

(مجھ سے) کہا کرتا تھا: کیا تم تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟○ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں

جنت کی اور وہ چین کے باغوں میں آپس میں مسرور تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔ دعا: اللہ کریم اپنے فضل سے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے ہمیں جنت کی نعمتیں عطا فرمائے۔

آیت 45-47 ❁ جنتی شراب کی پاکیزہ نہریں ان کی نگاہوں کے سامنے جاری ہوں گی اور وہ خالص شراب ہوگی جس کے جام کے دور ہوں گے، وہ شراب دودھ سے بھی زیادہ سفید ہوگی، پینے والوں کے لئے لذت بخش ہوگی۔ جنتی شراب میں خمار نہیں ہے جس سے عقل میں خلل آئے۔ جنتی اس شراب سے نشے میں نہیں آئیں گے، جبکہ دنیا کی شراب میں بہت سے فسادات اور عیب ہیں، اس سے پیٹ اور سر میں درد ہوتا ہے، گردوں اور جگر کو تباہ کرتی ہے، طبیعت متلانے لگتی ہے، سر چکراتا ہے اور عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔

آیت 48-49 ❁ جنتی حوروں کے وصف یہ ہیں۔ (1) وہ حوریں شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی کہ ان کے نزدیک اس کا شوہر ہی صاحب حسن اور پیارا ہے۔ (2) بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی۔ (3) وہ گرد و غبار سے پاک اس قدر صاف شفاف اور سفید ہوں گی گویا کہ وہ چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہیں۔

آیت 50-57 ❁ جنتی شراب طہور پینے کے دوران آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے کہ دنیا میں کیا واقعات پیش آئے۔ ان میں سے ایک جنتی کہے گا: دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو مرنے کے بعد اٹھنے کا منکر تھا اور قیامت کے انکار کے طور پر مجھ سے کہتا تھا کہ کیا تم مرنے کے بعد اٹھنے کو سچ مانتے ہو؟ اور کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں جزا و سزا دی جائے گی؟ یہ بیان کرکے وہ جنتی اپنے جنتی دوستوں سے کہے گا: کیا تم جھانک کر دیکھو گے کہ میرے اس ہم نشین کا جہنم میں کیا حال ہے؟ وہ جواب دیں گے: تم ہم سے زیادہ اسے جانتے ہو۔ پھر جب وہ جھانکے گا تو اپنے اس دنیا کے ساتھی کو

تُدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾

دیے جائیں گے؟ جنتی کہے گا: کیا تم جھانک کر دیکھو گے؟ ○ تو وہ جھانکے گا تو اس ساتھی کو بھڑکتی آگ کے درمیان دیکھے گا ○

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْ لَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾

جنتی کہے گا: خدا کی قسم، قریب تھا کہ تو ضرور مجھے ہلاک کر دیتا ○ اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو ضرور میں بھی پکڑ کر حاضر کیا جاتا ○

اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ

تو کیا ہم مریں گے نہیں؟ ○ سوائے ہماری پہلی موت کے اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا ○ بیشک یہی

الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾

بڑی کامیابی ہے ○ ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے ○ تو یہ مہمان نوازی بہتر ہے یا زقوم کا درخت؟ ○

آگ کے درمیان میں دیکھے گا تو وہ جنتی اس سے کہے گا: خدا کی قسم! قریب تھا کہ تو ضرور مجھے بھی راہِ راست سے بہکا کر ہلاک کر دیتا اور اگر میرے رب عزوجل کا احسان نہ ہوتا تو ضرور میں بھی تیرے ساتھ جہنم میں موجود ہوتا۔ اہم بات: جنت و جہنم میں لاکھوں میل کا فاصلہ ہوگا لیکن جنتی پھر بھی جہنمی کو دیکھ لے گا کیونکہ جنت میں جنتی کی نگاہ بہت تیز ہوگی۔ دنیا میں انبیاء و اولیاء کو ایسی ہی صلاحیت دی جاتی ہے کہ وہ دور سے بھی دیکھ لیتے ہیں۔ درس: کافر، گمراہ اور دین دشمن لوگوں کی دوستی سے بچنا بہت ہی ضروری ہے ورنہ ایمان اور آخرت تباہ ہو سکتی ہے۔ آج لوگ اس معاملے میں بہت غافل ہوتے جا رہے ہیں۔

آیت 58-60 ✽ جب موت ذبح کر دی جائے گی تو اہلِ جنت فرشتوں سے کہیں گے: کیا ہم دنیا میں ہو جانے والی پہلی موت کے سوا مریں گے نہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا؟ فرشتے کہیں گے: نہیں یعنی اب تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس پر جنتی کہیں گے کہ بیشک یہ بڑی کامیابی ہے جو ہمیں نصیب ہوئی۔

آیت 61 ✽ یہاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بدلے ثواب اور اخروی انعامات حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ عمل کرنے والوں کو ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنا چاہیے۔ درس: حقیقی کامیابی یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان کو جہنم کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کیا جائے لہٰذا اسی کامیابی کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

آیت 62 ✽ فرمایا کہ جنت کی نعمتیں، لذتیں، وہاں کے نفیس و لطیف کھانے اور مشروبات، دائمی عیش اور بے انتہا راحت و سرور بہتر ہیں یا زقوم کا درخت جو نہایت تلخ، انتہائی بدبودار، حد درجہ کا بدمزہ اور سخت ناگوار ہے؟ اس سے دوزخیوں کی میزبانی کی جائے گی اور انہیں اسے کھانے پر مجبور کیا جائے گا۔ اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم سے محفوظ رکھے اور اپنے فضل سے جنت میں داخلہ عطا فرمائے اور ہمیں جنت کے لئے نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ﴿۶۴﴾

بیشک ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے آزمائش بنادیا ہے ○ بیشک وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے ○

طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِــٴُـوْنَ مِنْهَا

اس کا شگوفہ ایسے ہے جیسے شیطانوں کے سر ہوں ○ پھر بیشک وہ اس میں سے کھائیں گے پھر

الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَیْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِ۠لَى

پیٹ بھریں گے ○ پھر بیشک ان کے لیے اس پر کھولتے پانی کی ملاوٹ ہے ○ پھر بیشک ان کا لوٹنا ضرور بھڑکتی

الْجَحِیْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّیْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ یُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

آگ کی طرف ہے ○ بیشک انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا ○ تو وہ انہیں کے نشان قدم پر دوڑے جارہے ہیں ○

آیت 63 ﴾ مفسرین نے اس آیت کے دو معنی بیان فرمائے ہیں: (1) بیشک ہم نے زقوم کے درخت کو آخرت میں ظالموں کے لئے عذاب بنادیا ہے۔ (2) بیشک ہم نے اس درخت کو دنیا میں کافروں کے لئے آزمائش بنادیا ہے۔ جب کفار نے جہنم میں اس درخت کے بارے میں سنا تو وہ فتنے میں پڑ گئے اور وہ فتنہ یہ کہ اس کے سبب قرآن اور نبوت پر طعن کرتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آگ میں درخت ہو حالانکہ آگ تو درختوں کو جلا ڈالتی ہے۔

آیت 65،64 ﴾ کافروں کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا: بیشک زقوم ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے اور اس کی شاخیں جہنم کے ہر طبقے میں پہنچتی ہیں، اس کا شگوفہ بدصورتی میں ایسے ہے جیسے شیطانوں کے سر ہوں یعنی نہایت بدہیئت اور قبیح المنظر، سانپوں کے پھن کی طرح۔ اہم بات: اس درخت کا اصل عنصر ہی آگ ہے تو آگ اسے نہیں جلائے گی۔

آیت 67،66 ﴾ کفار بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر جہنمی تھوہڑ میں سے کھائیں گے، یہاں تک کہ اس سے ان کے پیٹ بھر جائیں گے، وہ تھوہڑ جلتا ہوگا اور ان کے پیٹوں کو جلائے گا، اس کی سوزش سے پیاس کا غلبہ ہوگا اور وہ ایک عرصے تک تو پیاس کی تکلیف میں رکھے جائیں گے، پھر جب پینے کو دیا جائے گا تو گرم کھولتا پانی، اس کی گرمی اور سوزش، اس تھوہڑ کی گرمی اور جلن سے مل کر تکلیف اور بے چینی مزید بڑھادے گی۔

آیت 68 ﴾ فرمایا: پھر بیشک ان کا لوٹنا ضرور بھڑکتی آگ کی طرف ہے کیونکہ زقوم کھلانے اور گرم پانی پلانے کے لئے ان کو ان کے درکات یعنی عذاب کے مقام سے دوسرے درکات میں لے جایا جائے گا اس کے بعد پھر اپنے درکات کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

آیت 70،69 ﴾ یہاں کفار کے مستحق عذاب ہونے کی وجہ بیان فرمائی گئی کہ اپنے باپ دادا کو گمراہ پانے کے باوجود وہ انہیں کے نشان قدم پر دوڑے جارہے ہیں اور گمراہی میں ان کی پیروی کرتے ہیں جبکہ حق کے دلائل واضح ہیں۔ درس: اس آیت سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جن کے پاس غیر شرعی رسم و رواج کے صحیح ہونے کی دلیل صرف خاندان میں عرصہ دراز سے اسی طرح ہوتے آنا ہے: آج تک کسی سے اس کا ناجائز ہونا نہ سنا ہے۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ

اور بیشک ان سے پہلے بہت سے اگلے لوگ گمراہ ہوئے ○ اور بیشک ہم نے ان میں ڈر سنانے والے بھیجے ○ تو دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ

ڈرائے جانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ ○ مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے ○ اور بیشک نوح نے ہمیں پکارا

فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ

تو ہم کیا ہی اچھے جواب دینے والے ہیں ○ اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف سے نجات دی ○ اور ہم نے اسی کی اولاد

هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾

باقی رکھی ○ اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی ○ تمام جہان والوں میں نوح پر سلام ہو ○

﴿آیت 71-74﴾ اے حبیب! بیشک کفارِ قریش سے پہلے بہت سے اگلے لوگ اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ انہوں نے اپنے باپ دادا کی تقلید نہ چھوڑی، بیشک ہم نے ان میں انبیاءِ کرام علیہم السلام بھیجے جنہوں نے ان کو ہم اسی کے برے انجام کا خوف دلایا لیکن انہوں نے اپنے جاہل باپ داداؤں کی پیروی نہ چھوڑی اور انبیاءِ کرام علیہم السلام کا کہنا نہ مانا جس کی وجہ سے ان ڈرائے جانے والوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ عذاب سے ہلاک کر دیئے گئے جبکہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ایمان دار بندے عافیت میں رہے اور انہوں نے اپنے اخلاص کے سبب عذاب سے نجات پائی۔ درس: اپنے عمل پر غور کر کے شریعت و سنت پر عمل پیرا ہو کر خود کو چنے ہوئے بندوں میں شامل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

﴿آیت 75، 76﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تسلی اور ان کی امت میں سے کفر کرنے والوں کو عذاب سے ڈرانے کے لئے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے 7 واقعات بیان فرمائے۔ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نوح علیہ السلام نے ہمیں پکارا اور اپنی قوم پر عذاب نازل کرنے اور انہیں ہلاک کرنے کی درخواست کی تو ہم کیا ہی اچھے جواب دینے والے ہیں کہ ہم نے ان کی دعا قبول کی اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کی اور ان کے دشمنوں کو غرق کر کے ہلاک کیا جبکہ حضرت نوح علیہ السلام کو اور جو ان پر ایمان لائے، انہیں غرق ہونے سے نجات دی۔

﴿آیت 77، 78﴾ فرمایا: ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی باقی رکھی تو اب دنیا میں جتنے انسان ہیں سب حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کے بعد والے انبیاءِ کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکرِ جمیل باقی رکھا۔ معلوم ہوا (1) حضرت نوح علیہ السلام کے کشتی سے اترنے کے بعد آپ علیہ السلام کی اولاد اور ان کی بیویوں کے علاوہ دیگر مرد و عورت سے نسل نہ چلی۔ آپ علیہ السلام کی اولاد سے دنیا کی نسلیں چلیں۔ (2) وفات کے بعد دنیا میں ذکرِ خیر رہنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

﴿آیت 79، 80﴾ فرمایا: فرشتے، جنات اور انسان حضرت نوح علیہ السلام پر قیامت تک سلام بھیجتے رہیں گے جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کے بعد والے اس آیت کو پڑھتے رہیں گے اور یہ آیت بھی سلامتی بھیجنے کی عظیم صورت ہے۔ مزید فرمایا کہ حضرت نوح علیہ

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝۸۰ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۸۱ ثُمَّ

بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں○ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں○ پھر

اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِيۡنَ ۝۸۲ وَاِنَّ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِيۡمَ ۝۸۳ اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ ۝۸۴

ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا○ اور بیشک اسی (نوح) کے گروہ سے ابراہیم ہے○ جبکہ اپنے رب کے پاس سلامت دل لے کر آیا○

اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَاذَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝۸۵ اَئِفۡكًا اٰلِهَةً دُوۡنَ اللّٰهِ تُرِيۡدُوۡنَ ۝۸۶

جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو؟○ کیا بہتان باندھ کر اللہ کے سوا اور معبود چاہتے ہو؟○

فَمَا ظَنُّكُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۸۷ فَنَظَرَ نَظۡرَةً فِى النُّجُوۡمِ ۝۸۸ فَقَالَ اِنِّىۡ سَقِيۡمٌ ۝۸۹

تو تمہارا ربُّ العالمین پر کیا گمان ہے؟○ پھر اس نے ستاروں کو ایک نگاہ دیکھا○ تو کہا: میں بیمار ہونے والا ہوں○

...السلام کی دعا قبول فرماکر، ان کی نسل کو باقی رکھ کر، بعد والوں میں ان کی تعریف باقی رکھ کر اور تمام جہان والوں میں ان پر سلام بھیج کر انہیں مقام اور مرتبہ اس وجہ سے عطا کیا گیا کہ ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ اہم وظیفہ: جو شخص شام کے وقت یہ آیت "سَلٰمٌ عَلٰى نُوۡحٍ فِى الۡعٰلَمِيۡنَ" پڑھ لیا کرے تو اسے بچھو نہیں کاٹے گا، اس آیت کو صبح شام پڑھنے والا زہریلے جانوروں سے امن میں رہتا ہے، کشتی میں سوار ہوتے وقت پڑھنے والا ڈوبنے سے محفوظ رہتا ہے۔

**آیت 81، 82** ❖ اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نیک ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔ آیت 82 کا تعلق آیت نمبر 76 کے ساتھ ہے اور معنی یہ ہے کہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے نجات دی، پھر ان کی قوم کے تمام کافروں کو غرق کر دیا۔

**آیت 83، 84** ❖ یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے دین و ملت اور انہیں کے طریقے پر ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عبادت کی دعوت دی تو اس وقت ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص تھا اور انہوں نے دنیا کی ہر چیز سے اپنے دل کو فارغ کر لیا تھا۔

**آیت 85 - 87** ❖ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بتوں کو پوجتی تھی، اس پر آپ علیہ السلام نے اپنے عرفی باپ آزر اور اپنی قوم سے تعجب کے طور پر فرمایا: تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تم بہتان باندھ کر اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟ تمہارا ربُّ العالمین پر کیا گمان ہے کہ جب تم اس کے سوا دوسرے کو پوجو گے تو کیا وہ تمہیں عذاب دیئے بغیر چھوڑ دے گا؟ حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی درحقیقت نعمتیں عطا کرنے والا اور عبادت کا مستحق ہے۔

**آیت 88، 89** ❖ قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جواب دیا: کل ہماری عید ہے، جنگل میں میلہ لگے گا، ہم کھانے بتوں کے پاس رکھ جائیں گے اور میلے سے واپس آکر تبرک کے طور پر وہ کھانے کھائیں گے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں، واپسی پر بتوں کی سج دھج دیکھیں، یہ تماشا دیکھنے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ آپ بت پرستی پر ہمیں ملامت نہیں کریں گے۔ قوم کا جواب سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور ایک نظر ستاروں کی طرف ایسے دیکھا جیسے علم نجوم کے ماہر دیکھتے ہیں، پھر فرمایا: میں بیمار...

فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ

تو وہ لوگ اس سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے ○ پھر آپ ان کے خداؤں کی طرف چھپ کر چلے پھر فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں ؟ ○ تمہیں

لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾

کیا ہوا کہ تم بولتے نہیں ؟ ○ تو لوگوں سے نظر بچا کر دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے لگے ○ تو کافر اس کی طرف جلدی کرتے ہوئے آئے ○

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ

فرمایا: کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو ؟ ○ اور اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ○ قوم نے کہا: اس کے لیے

والا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم چونکہ ستاروں کی بہت معتقد تھی اس لئے وہ سمجھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں سے بیمار ہونے کا حال معلوم کیا ہے۔ اہم بات: علم نجوم سے معلومات ملتی ہیں لیکن انبیاء و اولیا کو اس میں تائید الٰہی حاصل ہوتی ہے جبکہ نجومیوں کی باتیں تخمینے اور اندازے ہوتے ہیں جس میں سے کچھ کبھی درست تو ہو سکتے ہیں لیکن لوگوں کا اعتقاد خراب ہو جاتا ہے، نجومیوں کو غیب جاننے والا سمجھتے ہیں اور مزید بھی کئی فسادات ہوتے ہیں۔ اس لئے ہماری شریعت میں یہ علم سیکھنا اور استعمال کرنا منع ہے سوائے اتنے حصے کے جس کا تعلق چند دینی چیزوں کے ساتھ ہے۔

آیت ۹۰ ◆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات سن کر لوگ اپنی عید گاہ کی طرف پھر گئے اور آپ علیہ السلام کو ساتھ لے کر نہ گئے۔

آیت ۹۱، ۹۲ ◆ جب لوگ چلے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے نگاہ بچاتے ہوئے ان کے بت خانے کی طرف چلے، پھر وہاں جا کر بطورِ مذاق اڑاتے ہوئے ان سے فرمایا: کیا تم اس کھانے کو نہیں کھاتے جو تمہارے سامنے وہ لوگ اس لئے رکھ گئے ہیں تا کہ برکت ہو جائے؟ جب بتوں نے کوئی جواب نہ دیا تو آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تمہیں کیا ہوا کہ تم بولتے نہیں؟ پھر بھی بتوں نے جواب نہ دیا اور وہ جواب دے بھی کیا دیتے کیونکہ وہ تو بے جان تھے۔

آیت ۹۳ ◆ جب بتوں نے بالکل کوئی جواب نہ دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں سے نظر بچا کر دائیں ہاتھ میں کلہاڑا اٹھایا اور ان بتوں پر ضرب لگانی شروع کر دی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے بتوں کو مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

آیت ۹۴ ◆ جب کافروں کو اس بات کی خبر پہنچی تو وہ بہت جلد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور پوچھ گچھ شروع کر دی۔

آیت ۹۵، ۹۶ ◆ کچھ گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کافروں سے فرمایا: کیا تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم خود اپنے ہاتھ سے تراشتے ہو؟ حالانکہ تمہیں اور تمہارے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور جو خالق ہے وہی درحقیقت عبادت کے لائق ہے، مخلوق کسی طرح بھی عبادت کی مستحق نہیں۔

آیت ۹۷ ◆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب سن کر قوم سے کوئی جواب نہ بن پایا تو کہنے لگے: اس کے لئے پتھر کی لمبی چوڑی چار دیواری بناؤ اور اسے لکڑیوں سے بھر دو اور ان میں آگ لگا دو، یہاں تک کہ جب آگ زور پکڑ لے تو انہیں بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔ اہم بات: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے انہیں ایک کمرے میں بند کر دیا اور ان کی قوم نے ان کے لئے کثیر تعداد میں لکڑیاں جمع کر کے آگ جلائی اور اس کے شعلے اتنے بلند ہوئے کہ اگر اس طرف سے کوئی پرندہ گزرتا تو وہ اس کی تپش سے جل جاتا تھا۔ جب لوگوں نے منجنیق

بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِیْنَ

ایک عمارت بناؤ پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو○ تو انہوں نے اس کے ساتھ فریب کرنا چاہا تو ہم نے انہیں

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ

اور ابراہیم نے کہا: بیشک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، اب وہ مجھے راہ دکھائے گا○ اے میرے رب! مجھے نیک اولاد

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰى

تو ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری سنائی○ پھر جب وہ اس کے ساتھ کوشش کرنے کے قابل عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیم نے کہا: اے میرے بیٹے!

فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ

خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تو دیکھ کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: اے میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو حکم

میں ڈال کر عمارت کے کنارے تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلند کیا تو آپ علیہ السلام نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور عرض کی:
اللہ! تو واحد ہے اور میں زمین میں تنہا ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:
اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

آیت 98 ﴿ ارشاد فرمایا: کفار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر ان کے ساتھ فریب کرنا چاہا تو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ میں سلامت رکھ کر کفار کے فریب کو باطل کر کے انہیں ذلیل کر دیا۔

آیت 99 ﴿ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات عطا فرما دی تو آپ علیہ السلام نے اپنے اہلِ خانہ کو ہجرت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: بیشک میں اس کفر کے مقام سے ہجرت کر کے وہاں جانے والا ہوں جہاں جانے کا میرا رب مجھے حکم دے، اب وہ مجھے میرے مقصد کی طرف راہ دکھائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ علیہ السلام سرزمین شام میں ارضِ مقدسہ کے مقام پر پہنچے۔ اہم بات: دین اور جان کی حفاظت کے لئے ہجرت کرنا جائز ہے اور بعض اوقات حفاظتِ دین کے لئے ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔

آیت 100 ﴿ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ارضِ مقدسہ کے مقام پر پہنچے تو اس وقت آپ علیہ السلام کی اولاد نہیں تھی، چنانچہ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما جو کہ دینِ حق کی دعوت دینے اور تیری عبادت کرنے پر میری مددگار ہو اور پردیس میں مجھے اس سے اُنسیت حاصل ہو۔

آیت 101 ﴿ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تین بشارتیں دی گئیں۔ (1) ان کے ہاں جو اولاد ہو گی وہ لڑکا ہو گا۔ (2) وہ بالغ ہونے کی عمر کو پہنچے گا۔ (3) وہ عقل مند اور بردبار ہو گا۔ یہ بشارت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق تھی۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو علومِ خمسہ کی خبریں دی جاتی ہیں، کیونکہ بیٹے کی ولادت سے پہلے اس کی خبر دینا غیب بلکہ ان پانچ علوم میں سے ہے جن کے علم کا اللہ تعالیٰ کے پاس ہونا بطورِ خاص قرآن میں مذکور ہوا ہے۔

آیت 102 ﴿ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمایا۔ جب وہ اس عمر کو پہنچے جس میں

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ

عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے ○ تو جب ان دونوں نے (ہمارے حکم پر) گردن جھکادی اور باپ نے بیٹے کو

لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا

پیشانی کے بل لٹایا (اس وقت کا حال نہ پوچھ) ○ اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! ○ بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنٰهُ

نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ○ بیشک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی ○ اور ہم نے اسماعیل کے فدیے میں

اور جب وہ ضروریات میں ان کے ساتھ کام کرنے کے قابل ہوئے تو ان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، اب تو دیکھ لے کہ تیری کیا رائے ہے؟ اس فرزند ارجمند نے عرض کی: اے میرے باپ! آپ وہی کریں جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو عنقریب آپ مجھے ذبح پر صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

آیت 103-105 ﴿ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند نے حکمِ الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان کے فرزند نے عرض کی: اے والد محترم! اگر آپ نے مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو پہلے مجھے رسیوں کے ساتھ مضبوطی سے باندھ لیں اور اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لیں اور مجھے ذبح کرنے کے لئے پیشانی کے بل لٹائیں اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری ماں کو دے دیں تاکہ انہیں تسلی ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں میرے کتنے اچھے مددگار ثابت ہو رہے ہو۔ اس کے بعد بیٹے کو اچھی طرح باندھ دیا، پھر اپنی چھری کو تیز کیا اور اپنے فرزند کو منہ کے بل لٹا کر ان کے چہرے سے نظر ہٹا لی، پھر ان کے حلق پر چھری چلا دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں چھری کو پلٹ دیا، اس وقت انہیں ایک ندا کی گئی: اے ابراہیم! تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا اور اپنے فرزند کو قربانی کے لئے بے دریغ پیش کر کے فرماں برداری کمال کو پہنچا دی، بس اب اتنا کافی ہے، یہ ذبیحہ تمہارے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے اسے ذبح کر دو۔ مزید فرمایا: ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے اس اطاعت میں نیکی کرنے والے تھے تو جس طرح ہم نے ان دونوں نیک ہستیوں کو جزا دی اسی طرح ہم ہر نیکی کرنے والے کو جزا دیں گے۔

آیت 106 ﴿ ارشاد فرمایا: بیشک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جان، مال اور وطن کی قربانیاں پہلے ہی پیش کر دی تھیں اور اب حکمِ خداوندی سے اپنے اس بیٹے کو بھی قربانی کے لئے پیش کر دیا جسے اپنی آخری عمر میں بہت دعاؤں کے بعد پایا، جو ان کی آنکھوں کا نور تھا اور یہ سب سے سخت آزمائش تھی۔

آیت 107 ﴿ فرمایا: اور ہم نے اسماعیل کے فدیے میں ایک بڑا ذبیحہ دیدیا۔ اس ذبیحہ کی شان بہت بلند ہونے کی وجہ سے اسے بڑا فرمایا گیا

بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ ۝١٠٧ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ۝١٠٨ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ ۝١٠٩ كَذٰلِكَ نَجۡزِى

ایک بڑا ذبیحہ دیدیا ○ اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی ○ ابراہیم پر سلام ہو ○ ہم نیکی کرنے...

الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝١١٠ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝١١١ وَبَشَّرۡنٰهُ بِاِسۡحٰقَ نَبِيًّا

صلہ دیتے ہیں ○ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں ○ اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی...

مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝١١٢ وَبٰرَكۡنَا عَلَيۡهِ وَعَلٰٓى اِسۡحٰقَ ؕ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحۡسِنٌ

خاص قرب کے لائق بندوں میں سے ایک نبی ہے ○ اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت اتاری اور ان کی اولاد میں کوئی اچھا کام کرنے والا

ع وَّظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ مُبِيۡنٌ ۝١١٣ ع وَلَقَدۡ مَنَنَّا عَلٰى مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ ۝١١٤ وَنَجَّيۡنٰهُمَا وَقَوۡمَهُمَا

اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ہے ○ اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان فرمایا ○ اور انہیں اور ان کی قوم...

کیونکہ یہ اس نبی علیہ السلام کا فدیہ بنا جن کی نسل سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔

آیت 108-111 ﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ انعام فرمایا کہ بعد میں آنے والی امتوں میں آپ کی تعریف اور تذکرہ باقی رکھا اور آپ پر خصوصی سلام بھیجا اور جیسے اللہ تعالیٰ نے بعد والوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف باقی رکھی ہے اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو صلہ دیتا ہے اور آپ کی شان میں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل ایمان والے اور مخلص ترین بندوں میں سے ہیں۔

آیت 112 ﴾ فرمایا: ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی زوجہ سارہ رضی اللہ عنہا سے بیٹے اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری دی جن کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص قرب کے لائق بندوں میں سے ایک نبی ہیں۔ اہم بات: ذبح کا واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام کی خوشخبری دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

آیت 113 ﴾ فرمایا: اور ہم نے اس پر اور اسحاق پر برکت اتاری۔ یعنی ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام پر دینی اور دُنیوی ہر طرح کی برکت اتاری اور ظاہری برکت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں کثرت کی اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث کئے۔ مزید فرمایا: ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی ایمان لا کر اچھا کام کرنے والا ہے اور کوئی کفر کر کے اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔ ... کی کثرت فضائل والا ہونے سے اولاد کا بھی ویسا ہی ہونا لازم نہیں۔ نیکوں کی اولاد میں برے لوگ اور بروں کی اولاد میں نیک لوگ ہو سکتے ہیں۔ ہر شخص کو اس کے ذاتی عمل سے جانچا جائے، اگلوں پچھلوں کے عمل سے نہیں۔

آیت 114-118 ﴾ فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر احسان فرمایا کہ انہیں نبوت و رسالت عطا فرمائی اور اس کے علاوہ دینی اور دُنیوی نعمتوں سے نوازا اور ایک احسان یہ فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو بہت بڑی سختی سے نجات بخشی کہ انہیں فرعون اور اس کی قوم قبطیوں کے ظلم و ستم سے رہائی دی...

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾

بہت بڑی سختی سے نجات بخشی ○ اور ہم نے ان کی مدد فرمائی تو وہی غالب ہوئے ○ اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی ○

وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى

اور انہیں سیدھی راہ دکھائی ○ اور پچھلوں میں ان کی تعریف باقی رکھی ○ موسیٰ اور ہارون پر سلام

وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾

ہو ○ بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ○ بیشک وہ دونوں ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں ○

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا

اور بیشک الیاس ضرور رسولوں میں سے ہے ○ جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ ○ کیا تم بعل (بت) کی پوجا کرتے ہو

احسان یہ فرمایا کہ ہم نے قبطیوں کے مقابلے میں دلائل اور معجزات کے ساتھ ان کی مدد فرمائی تو وہی فرعون اور اس کی قوم پر ہر حال میں غالب رہے اور آخر کار انہیں سلطنت اور حکومت بھی عطا فرمائی اور ایک احسان یہ فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو روشن کتاب تورات عطا فرمائی جس کا بیان بلیغ اور وہ حدود و احکام وغیرہ کی جامع ہے اور ایک احسان یہ فرمایا کہ انہیں عقلی اور نقلی دلائل سے دین حق پر مضبوطی سے قائم رہنے، باطل سے بچے رہنے اور حق سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔

آیت 119-122 ﴾ ایک احسان یہ فرمایا کہ بعد میں آنے والوں میں ان کے اچھے ذکر کو باقی رکھا۔ یہاں بعد میں آنے والوں سے مراد حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت ہے اور اچھے ذکر سے ان کی تعریف و توصیف مراد ہے۔ مزید فرمایا کہ قیامت تک مخلوق ان دونوں بزرگوں پر سلام بھیجتی رہے گی اور ان کا ذکر خیر کرتی رہے گی۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ خالق کی طرف سے وہ دونوں ہمیشہ امن و سلامتی میں رہیں گے۔ مزید فرمایا: جس طرح ہم نے فرعون کے مظالم سے نجات دے کر، قبطیوں کے مقابلے میں ان کی مدد کر کے، عظیم الشان جامع کتاب عطا فرما کر اور قیامت تک ذکر خیر باقی رکھ کر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو جزا عطا فرمائی اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ اہم بات: معلوم ہوا کہ نیکی کرنے والوں کو دیگر ثوابوں کے علاوہ دنیا میں ذکر خیر اور امن و سلامتی بھی عطا ہوتی ہے۔ مزید فرمایا: حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔ اہم بات: سب سے بڑی فضیلت اور اعلیٰ شرف کامل ایمان سے حاصل ہوتا ہے۔

آیت 123 ﴾ یہاں سے حضرت الیاس علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اہم بات: چار پیغمبر ابھی تک زندہ ہیں کہ وعدہ الٰہی کے مطابق ابھی تک ان کی وفات نہیں ہوئی، ان میں سے ایک حضرت الیاس علیہ السلام ہیں۔ قرب قیامت میں آپ علیہ السلام وفات پائیں گے۔

آیت 124-126 ﴾ حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں اور تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو معبود مان کر اس کی عبادت کرنے پر اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں؟ کیا تم بعل بت کی پوجا کرتے ہوئے اس سے بھلائیاں طلب کرتے

وَ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآىٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ

اور بہترین خالق کو چھوڑتے ہو؟ ○ اللہ جو تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے ○ پھر انہوں نے اسے

فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ

تو وہ ضرور پیش کئے جائیں گے ○ مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے ○ اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی ○

عَلٰۤى اِلْ یَاسِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾

سلام ہو ○ بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ○ بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہے ○

وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا

اور بیشک لوط ضرور رسولوں میں سے ہے ○ جب ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی ○ مگر ایک بڑھیا جو

فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۱۳۷﴾

رہ جانے والوں میں ہوگئی ○ پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک فرما دیا ○ اور (اے لوگو!) بیشک تم صبح کے وقت ان کے پاس سے گزرتے ہو

ہو جبکہ اس رب تعالیٰ کی عبادت کو ترک کرتے ہو جو بہترین خالق ہے اور وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب ہے۔

آیت 128،127 ﴿ قوم نے حضرت الیاس علیہ السلام کو جھٹلایا تو وہ اپنے جھٹلانے کی وجہ سے قیامت کے دن ضرور ہمارے عذاب میں حاضر کئے جائیں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے البتہ اس قوم میں سے اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ بندے جو حضرت الیاس علیہ السلام پر ایمان لائے انہوں نے عذاب سے نجات پائی۔

آیت 129 ﴿ فرمایا کہ ہم نے حضرت الیاس علیہ السلام پر یہ احسان فرمایا کہ بعد میں آنے والی امتوں میں ان کی تعریف اور اچھا تذکرہ باقی رکھا۔

آیت 130-132 ﴿ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت الیاس علیہ السلام پر سلام ہو اور دوسرا معنی یہ ہے کہ قیامت تک بندے ان کے حق میں دعا کرتے اور ان کی تعریف بیان کرتے رہیں گے اور جیسی کامل جزا ہم نے حضرت الیاس علیہ السلام کو دی ویسا ہی صلہ ہم نیکی کرنے والوں کو دیتے ہیں اور فرمایا کہ حضرت الیاس علیہ السلام یقیناً ہمارے اعلیٰ درجے کے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔ اہم بات: ال یاسین بھی الیاس کی ایک لغت ہے۔ الیاس اور ال یاسین ایک ہی ذات کے نام ہیں۔

آیت 133-136 ﴿ یہاں سے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو ان لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا، ان لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو جھٹلایا اور آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کر لیا، اس وقت حضرت لوط علیہ السلام نے دعا مانگی: اے میرے اللہ! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان لوگوں کے عمل سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے سب گھر والوں کو نجات بخشی البتہ ایک بڑھیا عذاب کے اندر رہ جانے والوں میں شامل ہوگئی، یہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی "واہلہ" تھی جو کافرہ خائنہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے کفار پر پتھر برسا کر اور ان کی بستیوں کا تختہ الٹ کر سب کو ہلاک کر دیا۔

آیت 137،138 ﴿ یہاں کفارِ مکہ سے فرمایا گیا کہ اے کفارِ مکہ! تم ملک شام کی طرف اپنے کاروباری سفروں کے دوران صبح شام

وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ

اور رات کو (بھی ان بستیوں سے گزرتے ہو)۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟ ○ اور بیشک یونس ضرور رسولوں میں سے ہے ○ جب وہ بھری

اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ

کشتی کی طرف نکل گیا ○ تو کشتی والوں نے قرعہ ڈالا تو یونس دھکیلے جانے والوں میں سے ہو گئے ○ پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو

وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

ملامت کرتے تھے ○ تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا ○ تو ضرور اس دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے ○

بستیوں سے گزرتے ہو اور ان کی ہلاکت و بربادی کے آثار کا تم مشاہدہ کرتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ ان کی اجڑی ہوئی بستیوں سے عبرت حاصل کرو اور اس بات سے ڈرو کہ جیسے عذاب اہلِ سدوم پر نازل ہوا ویسا تم پر بھی نازل ہو سکتا ہے کیونکہ جو رب تعالیٰ کفر اور تکذیب کی وجہ سے اہلِ سدوم کو ہلاک کرنے پر قادر ہے تو اے کفارِ مکہ! وہ تمہیں بھی ہلاک کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

آیت 139 ﴾ یہاں سے حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ آپ علیہ السلام کا نام یونس بن متی ہے۔ آپ علیہ السلام کا لقب ذوالنون اور صاحب الحوت ہے، آپ بستی نینوی کے نبی تھے آپ علیہ السلام نے چالیس سال ان لوگوں کو بت پرستی چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے آپ علیہ السلام کو جھٹلایا اور شرک کرتے رہے۔

آیت 141،140 ﴾ حضرت یونس علیہ السلام نے عرصہ دراز تک ہر طرح قوم کو سمجھانے کے بعد قوم کے نہ ماننے پر انہیں عذاب آنے کی خبر دی تھی اور اس کے بعد یہ سمجھ کر کہ جتنی تبلیغ اور اتمامِ حجت کرنا تھی وہ آپ کر چکے ہیں اور اب قوم پر عذاب ہی آنے گا لہٰذا آپ علیہ السلام اپنی قوم کے کفر و نافرمانی پر غضبناک ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا پیغام آنے سے پہلے ہی اپنے علاقے سے چل دیئے اور یقین ہی تھا کہ اس فعل پر مجھ سے کوئی باز پُرس نہ ہو گی۔ آپ علیہ السلام نے دریائی سفر کا قصد کیا اور بھری کشتی پر سوار ہو گئے، کشتی دریا کے درمیان پہنچ کر بغیر کسی ظاہری سبب کے ٹھہر گئی۔ ملاحوں نے کہا: اس کشتی میں اپنے مولا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے، قرعہ اندازی کرنے سے وہ ظاہر ہو جائے گا، چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو اس میں آپ علیہ السلام ہی کا نام نکلا، اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہی وہ غلام ہوں۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام پانی میں ڈال دیئے گئے کیونکہ ان لوگوں کا دستور یہی تھا کہ جب تک بھاگا ہوا غلام دریا میں نہ ڈالا جائے اس وقت تک کشتی چلتی نہ تھی۔ اہم بات: حضرت یونس علیہ السلام ایسے عظیم الشان رسول کے لئے حکمِ الٰہی کا انتظار کرنا بہتر تھا اور اسی ترک پر آپ کو مچھلی کے پیٹ میں جانے کی مشقت اٹھانا پڑی۔

آیت 142 ﴾ جب حضرت یونس علیہ السلام دریا میں ڈال دیئے گئے تو انہیں ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا اور اس وقت آپ خود کو ملامت کر رہے تھے کہ قوم سے جدا ہونے میں حکمِ الٰہی کا انتظار کیوں نہ کیا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو الہام فرمایا: میں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تیرے لئے غذا نہیں بنایا بلکہ تیرے پیٹ کو اس کے لئے قید خانہ بنایا ہے لہٰذا تم نہ تو ان کی کوئی ہڈی توڑنا اور نہ ہی ان کے گوشت کو کاٹنا۔

آیت 144،143 ﴾ اگر حضرت یونس علیہ السلام ذکرِ الٰہی کی کثرت کرنے والے اور مچھلی کے پیٹ میں "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" پڑھنے والے نہ ہوتے تو ضرور قیامت کے دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ اہم وظیفہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ

پھر ہم نے اسے میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھا○ اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اگا دیا○ اور ہم نے اسے

اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ

ایک لاکھ بلکہ زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا○ تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک فائدہ اٹھانے دیا○ تو ان سے پوچھو،

اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ

کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کیلئے بیٹے ہیں؟○ یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ موجود تھے○ خبردار! بیشک

ارشاد فرمایا: مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دعا مانگی: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" اور جو مسلمان اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ (ترمذی، 38-45)

آیت 145 ❁ جب حضرت یونس علیہ السلام نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر میدان میں ڈال دیا اور مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے آپ بہت کمزور اور نازک ہو گئے تھے اور آپ علیہ السلام کے جسم کی کھال نرم ہو گئی تھی۔ اہم بات: حضرت یونس علیہ السلام ایک دن یا 3 دن یا 7 دن یا 20 دن یا 40 دن کے بعد مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے۔

آیت 146 ❁ جس جگہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے وہاں کوئی سایہ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سایہ کرنے اور انہیں مکھیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کدو کا پیڑ اگا دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے روزانہ ایک بکری آتی اور اپنا تھن حضرت یونس علیہ السلام کے دہن مبارک میں دے کر آپ علیہ السلام کو صبح و شام دودھ پلا جاتی یہاں تک کہ جسم مبارک کی جلد شریف یعنی کھال مضبوط ہوئی اور جسم میں توانائی آئی۔ اہم بات: کدو کی بیل ہوتی ہے مگر یہ آپ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ یہ کدو کا درخت قد والے درختوں کی طرح شاخ رکھتا تھا اور اس کے بڑے بڑے پتوں کے سائے میں آپ علیہ السلام آرام کرتے تھے۔

آیت 148،147 ❁ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو پہلے کی طرح قوم نینوی کے ایک لاکھ بلکہ اس سے کچھ زائد لوگوں کی طرف عزت کے ساتھ بھیجا، انہوں نے عذاب کے آثار دیکھ کر توبہ کر لی تھی، پھر حضرت یونس علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے پر آپ علیہ السلام کی بیعت کی اور اللہ تعالیٰ نے آخری عمر تک انہیں آسائش کے ساتھ رکھا۔

آیت 149 ❁ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لئے گزشتہ نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کے واقعات بیان فرمانے کے بعد ان آیات میں قبیلہ جہینہ اور بنی سلمہ وغیرہ کفار کے اس عقیدے "فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں" کا رد کرتے ہوئے فرمایا اے پیارے حبیب! آپ ان کفار سے پوچھیں کہ کیا تمہارے رب کے لئے بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ہیں؟ تم اپنے لئے تو بیٹیاں گوارا نہیں کرتے اور انہیں بری جانتے ہو اور پھر ایسی چیز کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہو۔

آیت 150-157 ❁ کفار فرشتوں کو عورتیں سمجھتے تھے، ان کی یہ بات اس وقت درست ثابت ہو سکتی ہے کہ انہوں نے فرشتوں کو پیدا ہوتے ہوئے دیکھا ہو یا کسی نبی علیہ السلام نے انہیں اس کی خبر دی ہو یا ان کے پاس اس کی کوئی واضح دلیل ہو۔ پہلی صورت کا دعوی

مِنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ وَلَدَ اللّٰهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ۝

اپنے بہتان سے یہ بات کہتے ہیں ○ کہ اللہ کی اولاد ہے اور بیشک وہ ضرور جھوٹے ہیں ○ کیا اللہ نے بیٹے چھوڑ کر بیٹیاں پسند کیں ○

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَاْتُوْا

تمہیں کیا ہے؟ تم کیسا حکم لگاتے ہو؟ ○ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے؟ ○ یا تمہارے لیے کوئی کھلی دلیل ہے؟ ○ تو اپنی

بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ جَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَ لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ

کتاب لاؤ اگر تم سچے ہو ○ اور انہوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان نسب کا رشتہ ٹھہرایا اور بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ ان کی

لَمُحْضَرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ فَاِنَّكُمْ وَ مَا

پیشی دی جائے گی ○ اللہ اس سے پاک ہے جو یہ بتاتے ہیں ○ مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے ○ تو تم اور جنہیں تم (اللہ کے سوا) پوجتے

تَعْبُدُوْنَ ۝ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ۝ وَ مَا مِنَّاۤ

ہو ○ تم اس کے خلاف (کسی کو) فتنے میں ڈالنے والے نہیں ○ مگر اسے جو جہنم کی آگ میں داخل ہونے والا ہے ○ اور (فرشتے کہتے ہیں) ہم میں

آیت میں ہے کہ کفار فرشتوں کی پیدائش کے وقت وہاں موجود نہیں تھے لہٰذا ان کی بات درست نہیں۔ دوسری صورت کا رد آیت نمبر 151 تا 154 میں ہے کہ انہیں کسی نبی علیہ السلام نے خبر نہیں دی بلکہ ان کے فاسد مذہب کی بنیاد صریح اور بدترین بہتان پر ہے، تیسری صورت یہ تھی کہ ان کے پاس اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے کوئی واضح دلیل ہوتی اور وہ ان کے پاس موجود نہیں، اس کے بارے میں آیت نمبر 155 تا 157 میں فرمایا گیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ فرشتوں کو عورتیں کہنے والے کفار کا نظریہ ہر اعتبار سے باطل ہے۔

**آیت 158** ﴿ بعض مشرکین کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات میں شادی کی جس سے فرشتے پیدا ہوئے۔ (معاذ اللہ) اس آیت میں ان کا رد فرمایا کہ مشرکین اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان نسب کا رشتہ ٹھہرا کر عظیم جرم کے مرتکب ہوئے اور بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ ایسا کہنے والے ضرور جہنم میں عذاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جنات سے مراد فرشتے ہیں جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور کفار نے فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو نسبی رشتہ ٹھہرایا اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ (معاذ اللہ)

**آیت 159، 160** ﴿ مشرکین اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو باتیں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ایمان دار بندے ان تمام باتوں سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو کفار نابکار کہتے ہیں۔

**آیت 161-163** ﴿ فرمایا اے کفارِ مکہ! تمہارے سب کے سب بت اور تم اللہ تعالیٰ کے خلاف کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے، البتہ اسے گمراہ کر سکتے ہو جس کی قسمت ہی میں یہ ہے کہ وہ اپنی بدکرداری کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو۔

**آیت 164** ﴿ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے کفار! جن فرشتوں کو تم اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہو، ان فرشتوں کا اقرار تو یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور ہم سب کے مقامات علیحدہ ہیں جہاں رہ کر اس کی بتائی ہوئی عبادت کرتے ہیں اور جب وہ اپنی

اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ

ہر ایک کیلئے ایک جگہ مقرر ہے ○ اور بیشک ہم (حکم کے انتظار میں) صف باندھے ہوئے ہیں ○ اور بیشک ہم (اس کی) تسبیح کرنے والے ہیں

وَ اِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ

اور بیشک کافر کہتے تھے ○ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت ہوتی ○ تو ضرور ہم اللہ کے چنے ہوئے

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا

بندے ہوتے ○ تو اس کے منکر ہوئے تو عنقریب انہیں پتہ چل جائے گا ○ اور بیشک ہمارے بھیجے ہوئے بندوں سے ہمارا کلام

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ

گزر چکا ہے ○ کہ بیشک انہی کی مدد کی جائے گی ○ اور بیشک ہمارا لشکر ہی غالب ہوگا ○ تو ایک وقت تک تم

عبدیت اور اللہ تعالیٰ کی معبودیت کو مان رہے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اولاد کس طرح ہو سکتے ہیں۔(2) حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: یارسول اللہ! ہم فرشتوں کے گروہوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک جگہ مقرر ہے جس میں وہ اپنے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔

آیت 165 ﴾ فرشتے کہتے ہیں: بیشک ہم اطاعت کے مقامات اور خدمت کی جگہوں میں پر پھیلائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر ہیں، جس طرح لوگ زمین میں صفیں باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اسی طرح ہم (آسمان میں) صفیں باندھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں اور عرش کے ارد گرد اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں صفیں باندھے ہوئے ہیں۔

آیت 166 ﴾ فرشتے کہتے ہیں: ہم اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے والے ہیں کہ وہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے

آیت 167-170 ﴾ مکہ مکرمہ کے کفار رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کہتے تھے کہ اگر ہمیں بھی پہلے لوگوں پر نازل ہونے والی کتابوں تورات اور انجیل کی طرح کوئی کتاب ملتی تو ضرور ہم اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہوتے، ہم ان کی اطاعت کرتے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتے اور ان کی طرح ہم نہ جھٹلاتے اور ان کی مخالفت کی طرح ہم مخالفت نہ کرتے، پھر جب تمام کتابوں سے افضل و اشرف کتاب انہیں ملی یعنی قرآن مجید نازل ہوا تو یہی لوگ اس کے منکر ہو گئے، تو عنقریب یہ لوگ اپنے کفر کا انجام جان لیں گے۔

آیت 171-175 ﴾ اللہ تعالیٰ نے یہاں سے ایسا کلام فرمایا ہے جس سے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دل کو تقویت حاصل ہو، چنانچہ فرمایا کہ بیشک ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے ہمارا کلام لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے کہ بیشک انہی کی مدد کی جائے گی، جن کی ہم مدد کریں وہ کبھی مغلوب نہ ہوگا اور بیشک رسولوں اور ان کی پیروی کرنے والے اہل ایمان کا لشکر ہی اپنے دشمنوں پر دنیا و آخرت میں غالب ہوگا، تو اے پیارے حبیب! جب آپ نے جان لیا کہ نصرت اور غلبہ آپ کا اور آپ کی پیروی کرنے والوں کا ہوگا تو آپ ان مشرکین سے منہ پھیر لیں اور ان کی اذیتوں پر صبر فرمائیں یہاں تک کہ آپ کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دے دیا جائے

وَّ اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَ تَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّ اَبْصِرْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۸۱﴾

اور انہیں دیکھتے رہو تو عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے ○ تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں؟ ○ پھر جب ان کے صحن میں عذاب اترے گا تو ڈرائے جانے والوں کی کیا ہی بری صبح ہوگی ○ اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیر لو ○ اور انہیں دیکھتے رہو تو عنقریب وہ بھی دیکھیں گے ○ تمہارا رب عزت والا ان تمام باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں ○ اور رسولوں پر سلام ہو ○

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۲﴾

اور تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○

جب ان پر عذاب نازل ہو تو انہیں دیکھتے رہیں، عنقریب وہ لوگ دنیا و آخرت میں طرح طرح کے عذاب دیکھیں گے۔

آیت 176، 177 ﴿ اس سے اوپر والی آیت نازل ہونے پر کفار نے مذاق اڑانے کے طور پر کہا کہ یہ عذاب کب نازل ہوگا؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔ فرمایا: کیا اس پختہ وعید کے بعد بھی کفار ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں، پھر جب ان کے صحن میں وہ عذاب اترے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو ڈرائے جانے والوں کی کیا ہی بری صبح ہوگی۔

آیت 178، 179 ﴿ ان دو آیات میں دوبارہ یہ کلام عذاب کی وعید و تاکید کے ساتھ بیان کرنے کے لئے کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیت نمبر 174 اور 175 میں کفار کے دنیوی احوال کے بارے میں کلام فرمایا گیا اور اب یہاں سے ان کے اُخروی احوال کے بارے میں کلام فرمایا جا رہا ہے۔ اس صورت میں آیات میں تکرار نہیں ہے۔

آیت 180 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا عزت والا رب ان تمام باتوں سے پاک اور بری ہے جو کافر اس کی شان میں کہتے ہیں اور اس کے لئے شریک اور اولاد ٹھہراتے ہیں۔

آیت 181 ﴿ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ اور وسیلہ چونکہ رسول ہیں اس لئے ان کی شان کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ رسولوں پر سلام ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توحید اور احکامِ شرع پہنچائے۔

آیت 182 ﴿ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان کی پیروی کرنے والوں پر جو انعام فرمایا اس پر تمام تعریفیں اسی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ فضیلت: سورۂ صافات کی ان آخری 3 آیات کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ہر نماز کے بعد تین مرتبہ کہا "سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿ۚ﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ﴿ۚ﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿ۚ﴾" تو اس نے اپنا اجر کا پیمانہ بھر لیا۔ (معجم کبیر، حدیث: 5124) اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: جسے یہ پسند ہو کہ قیامت کے دن اسے اجر کا پیمانہ بھر بھر کے دیا جائے تو اسے چاہیے کہ اس کی مجلس کا آخری کلام یہ ہو: "سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿ۚ﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ﴿ۚ﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿ۚ﴾" (تفسیر بغوی، 4 / 40)

## ۳۸ سورۃ صٓ مکیۃ ۳۸

آیاتہا ۸۸ — رکوعاتہا ۵

**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

**صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ۝ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝**

صٓ، نصیحت والے قرآن کی قسم ۝ بلکہ کافر تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔

**کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۝**

ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کردیں تو وہ پکارنے لگے حالانکہ بھاگنے کا وقت نہ تھا ۝

**وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ٘ وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ۝**

انہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ایک ڈر سنانے والا (رسول) تشریف لایا اور کافروں نے کہا: یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے۔

**سورۂ صٓ کا تعارف** ✽ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 5 رکوع اور 88 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی ابتدا میں حروفِ مقطعات میں سے ایک حرف "صٓ" ذکر کیا گیا، اس مناسبت سے اسے "سورۂ صٓ" کہتے ہیں۔ مضامین: اس سورت کی ابتدا میں بتایا گیا کہ کفارِ مکہ تکبر و عناد کی وجہ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں۔ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والی امتوں کے دردناک انجام کو بیان کر کے کفارِ مکہ کو نصیحت کی گئی۔ حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت ایوب علیہم السلام کے واقعات تفصیل سے بیان کئے گئے اور حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل، حضرت یسع اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کے واقعات اجمالاً بیان کئے گئے۔ آخر میں تخلیقِ آدم علیہ السلام اور شیطان کا انہیں سجدہ نہ کرنے والا واقعہ بیان کیا گیا۔

**آیت 1، 2** ✽ حرف "صٓ" حروفِ مقطعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور اس آیت میں مذکور لفظ "اَلذِّکْر" کا ایک معنی نصیحت ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے ان دو آیات کی تفسیر یہ ہے کہ اس نصیحت والے قرآن کی قسم جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ کفار جو بہت سے خدا مانتے ہیں، وہ حق اور درست نہیں اور کافروں کا یہ ماننا کسی دلیل کی بنا پر نہیں بلکہ یہ تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عداوت رکھتے ہیں اس لئے حق کو نہیں مانتے۔

**آیت 3** ✽ فرمایا کہ اے حبیب! اسی تکبر اور انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کے باعث ہم نے آپ کی قوم سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کردیں اور جب ان پر عذاب نازل ہونے کا وقت آیا تو انہوں نے فریاد کی اور استغفار کرنے لگے کہ اس عذاب سے نجات پا جائیں حالانکہ اس وقت بھاگنے اور عذاب سے بچنے کا وقت نہ تھا اور اس وقت ان کی فریاد بے کار تھی کیونکہ وہ وقت مایوس ہو جانے کا تھا، لیکن کفارِ مکہ نے ان کے حال سے عبرت حاصل نہ کی۔

**آیت 4** ✽ اور کفارِ مکہ کو اس بات پر تعجب ہوا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ظاہری خلقت، عمومی اخلاق اور نسب و خاندان میں تو ہم جیسے ہیں، پھر ہم میں سے صرف وہی رسول کیسے ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا آپ کا مقامِ رسالت تسلیم کرنے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو (معاذ اللہ) جادوگر اور جھوٹا کہہ دیا۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝٥ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ

کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کردیا؟ بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے ○ اور ان میں سے جو سردار تھے وہ (یہ کہتے ہوئے)

اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝٦ۚ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا

چل پڑے کہ (اے لوگو!) تم بھی چلے جاؤ اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو بیشک اس بات میں اس کی کوئی غرض ہے ○ ہم نے یہ بات

فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝٧ۚۖ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ

پچھلے دین میں بھی نہیں سنی۔ یہ صرف خود بنائی ہوئی جھوٹی بات ہے ○ کیا ہمارے درمیان ان پر قرآن

مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝٨ؕ

اتارا گیا؟ بلکہ وہ میری کتاب کے بارے شک میں ہیں بلکہ ابھی انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا ○

آیت 5 ﴾ شانِ نزول: جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی جبکہ کافروں کو انتہائی رنج ہوا۔ ولید بن مغیرہ نے قریش کے پچیس (25) سرداروں اور بڑے آدمیوں کو جمع کرکے ابو طالب کے پاس لے گیا۔ اُن سے کہا کہ تم ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کردو۔ ابو طالب نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بلا کر عرض کی: یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں اور آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں، آپ ان کی طرف سے یک لخت انحراف نہ کیجئے۔ ارشاد فرمایا: یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم اتنا چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کے ذکر کو چھوڑ دیجئے، ہم آپ کے اور آپ کے معبود کو برا نہیں کہیں گے۔ ارشاد فرمایا: کیا تم ایک کلمہ قبول کرسکتے ہو۔ ابو جہل نے کہا: ایک کیا، ہم ایسے دس کلمے قبول کرسکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: کہو: ”لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس پر وہ لوگ اُٹھ گئے اور کہنے لگے: کیا انہوں نے بہت سے خداؤں کا ایک خدا کردیا، اتنی بہت سی مخلوق کے لئے ایک خدا کیسے کافی ہوسکتا ہے؟ بیشک یہ ضرور بڑی عجیب بات ہے کیونکہ یہ بات ہمارے آباؤ اجداد کے اعتقاد کے خلاف ہے۔

آیت 6، 7 ﴾ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جواب سن کر کفارِ قریش کے سردار ابو طالب کی مجلس سے آپس میں یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ اے لوگو! تم بھی یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے معبودوں کی عبادت کرنے پر ڈٹے رہو اور یہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توحید کی بات میں ان کی کوئی ذاتی غرض پوشیدہ ہے اور یہ بات تو ہم نے پچھلے دین یعنی اپنے آباؤ اجداد کے دین میں یا سب سے پچھلے دین، دینِ عیسائیت میں بھی نہیں سنی کیونکہ عیسائی بھی تین خدا مانتے تھے جبکہ یہ تو ایک ہی خدا بتاتے ہیں، یہ صرف ان کی خود سے بنائی ہوئی جھوٹی بات ہے۔

آیت 8 ﴾ کفارِ مکہ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت پر حسد کرتے ہوئے کہا کہ ہم میں معزز و سردار شمار کئے جانے والے لوگ موجود تھے، کسی پر قرآن نہیں اترا، خاص حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ہی کیوں اترا؟ حالانکہ وہ ہم سے زیادہ عزت والے نہیں۔ کفار کی اس بات کا جواب یہ دیا گیا کہ ان کا یہ کہنا اس وجہ سے نہیں کہ اگر رسول ان کا کوئی شرف و عزت والا آدمی ہوتا تو یہ اس پر ایمان لے آتے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ لوگ میری کتاب کے بارے شک میں ہیں، نیز ابھی تک انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا، اگر عذاب چکھ لیتے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تصدیق کرتے لیکن اس وقت کی تصدیق ان کے لئے مفید نہ ہوتی۔

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۟ۚ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ

کیا ان کے پاس تمہارے عزت والے، بہت عطا فرمانے والے رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟ ○ یا کیا ان کے لیے آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۟ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ

اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت ہے؟ پھر تو انہیں چاہیے کہ رسیوں کے ذریعے چڑھ جائیں ○ یہ لشکروں میں سے ایک ذلیل

مِّنَ الْاَحْزَابِ ۟ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۟ۙ وَثَمُوْدُ

لشکر ہے جسے یہاں شکست دیدی جائے گی ○ نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والا فرعون ان سے پہلے جھٹلا چکے ہیں ○ اور ثمود

وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ ۭ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۟ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ

اور لوط کی قوم اور ایکہ (نامی جنگل) والے۔ یہی گروہ ہیں ○ ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے رسولوں کو نہ جھٹلایا ہو

**آیت 9** ✽ فرمایا کہ اے حبیب! کیا تمہاری نبوت پر اعتراض کرنے والے کفار تمہارے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں؟ اور کیا نبوت کی کنجیاں ان کے پاس ہیں کہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ عزت والا اور بہت عطا فرمانے والا ہے، وہ اپنی حکمت کے مطابق جسے جو چاہے عطا فرمائے اور اس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نبوت عطا فرمائی تو کسی کو اس میں دخل دینے کی کیا مجال ہے؟ اہم بات: نبوت اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے، وہ جسے چاہے عطا فرمائے، لیکن آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔

**آیت 10** ✽ فرمایا کہ جو مشرکین تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں کیا ان کے لئے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت ہے؟ اگر ایسا ہے تو انہیں چاہیے کہ رسیوں کے ذریعے آسمانوں میں چڑھ جائیں اور ایسا اختیار ان کے پاس ہو تو جسے چاہیں وحی کے ساتھ خاص کریں اور کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیں اور جب یہ کچھ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل کیوں دیتے ہیں اور ایسی بے سروپا باتیں کیوں کرتے ہیں؟

**آیت 11** ✽ فرمایا ان کفار قریش کی جماعت انہیں لشکروں میں سے ایک ہے جو پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابلے میں گروہ بن کر آتے اور ان پر زیادتیاں کرتے تھے، اسی وجہ سے وہ ہلاک کر دیئے گئے اور یہی حال کفار قریش کا ہے کہ انہیں بھی شکست ہوگی۔

**آیت 12-14** ✽ فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد جنہیں حضرت ہود علیہ السلام نے عرصہ دراز تک تبلیغ فرمائی اور میخوں سے گاڑھ کر سزا دینے والا فرعون اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور ایکہ (نامی جنگل) والے جو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم سے تھے، یہ سب کفار قریش سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلا چکے ہیں اور ان لوگوں نے جب انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا تو ان پر میرا عذاب لازم ہو گیا اور جب پہلے کی طاقتور قومیں عذاب الٰہی کے سامنے بے بس ہو گئیں تو اب کے کافر کون ہوں پر جب میرا عذاب نازل ہو گا تو ان کا کیا حال ہو گا؟ دعا: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب اور غضب سے محفوظ فرمائے۔ آمین

مِّنْ عِقَابِ ﴿١٤﴾ وَمَا يَنظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا ع

میرا عذاب لازم ہو گیا۔ اور یہ ایک چیخ کا ہی انتظار کررہے ہیں جسے کوئی پھیرنے والا نہیں۔ اور انہوں نے کہا: اے ہمارے رب!

عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ

ہمارا حصہ ہمیں حساب کے دن سے پہلے جلد دیدے۔ تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے نعمتوں والے بندے داؤد کو یاد

ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿١٧﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿١٨﴾

کرو بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے۔ بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو تابع کردیا کہ وہ شام اور سورج کے چمکتے وقت تسبیح کریں۔

وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ

اور جمع کئے ہوئے پرندے، سب اس کے فرمانبردار تھے۔ اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور حق و باطل میں

آیت 15 ﴾ ارشاد فرمایا کہ سابقہ ہلاک شدہ امتوں کی طرح کفر، تکذیب میں مبتلا کفارِ قریش قیامت کے پہلے نفخہ کی چیخ کا ہی انتظار کر رہے ہیں جو اُن کے عذاب کی مقررہ مدت ہے اور وہ چیخ ایسی ہے جسے کوئی پھیر نہیں سکتا۔

آیت 16، 17 ﴾ نضر بن حارث نے بطورِ مذاق کہا: اے ہمارے رب! ہم پر عذاب کا ہمارا حصہ ہمیں حساب کے دن سے پہلے دنیا میں ہی جلد دے دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا: آپ ان کفار کی باتوں پر صبر کریں۔ مزید فرمایا کہ ہمارے نعمتوں والے بندے حضرت داؤد علیہ السلام کو یاد کریں بیشک وہ اپنے رب عزوجل کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ (1) ایک برگزیدہ نبی کو یاد کرنے کا حکم اس لئے فرمایا تاکہ رحمتِ الٰہی پر دل مضبوط ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے مقبول بندوں کو اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کا حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنا بندہ فرمانا آپ علیہ السلام کی عظمت اور فضیلت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

آیت 18 ﴾ فرمایا کہ بیشک ہم نے پہاڑوں کو حضرت داؤد علیہ السلام کے تابع کردیا کہ جب شام اور سورج کے چمکتے وقت حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح کرتے تو پہاڑ بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ مل کر تسبیح کرتے۔ یاد رہے کہ سورج چمکتے وقت اشراق و چاشت کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ اس کی بہت فضیلت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، پھر وہ سورج طلوع ہونے تک بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اسے حج اور عمرے کا پورا پورا ثواب ملے گا۔ (ترمذی، حدیث: ٥٨٦)

آیت 19 ﴾ فرمایا کہ ہر جانب سے جمع کئے ہوئے پرندے حضرت داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیئے۔ پہاڑ اور پرندے سبھی آپ علیہ السلام کے فرمانبردار تھے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح کرتے تو پہاڑ آپ علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے اور پرندے بھی آپ علیہ السلام کے پاس جمع ہو کر تسبیح کرتے۔

آیت 20 ﴾ فرمایا: **اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا۔** یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کو وہ اسباب عطا فرمائے جن کے ذریعے سلطنت مضبوط ہوتی ہے خواہ وہ لشکر کی صورت میں ہو یا ذاتی عظمت و ہیبت کی صورت میں ہو۔ مزید فرمایا: **اور اسے حکمت اور حق و باطل میں فرق کردینے والا علم عطا فرمایا۔** یہاں حکمت سے مراد نبوت یا عدل کرنا یا کتابُ اللہ کا علم یا فقہ یا سنت ہے اور قولِ فیصل سے قضا کا علم

وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا

فرق کر دینے والا علم عطا فرمایا○ اور کیا تمہارے پاس ان دعویداروں کی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر مسجد میں آئے○ جب وہ

عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا

پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبر اگیا، انہوں نے عرض کی: ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی

بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ

ہم میں حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیجئے اور حق کے خلاف نہ کیجئے گا اور ہمیں سیدھی راہ بتادیں○ بیشک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے

نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ

دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دو اور اس نے اس بات میں مجھ پر زور ڈالا○

مراد ہے جو حق و باطل میں فرق و تمیز کر دے۔

آیت 21 - 23 ﴾ فرمایا: اور کیا تمہارے پاس ان دعویداروں کی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر مسجد میں آئے۔ مشہور قول کے مطابق آنے والے فرشتے تھے جو حضرت داؤد علیہ السلام کی آزمائش کے لئے آئے تھے۔ فرشتوں کے اس طرح آنے پر داؤد علیہ السلام گھبرائے جو ایک فطری امر تھا اور فطری و طبعی خوف، نبوت کے منافی نہیں ہوتا۔ مزید فرمایا: انہوں نے عرض کی: ڈریئے نہیں ہم دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ فرشتوں کا یہ قول ایک مسئلہ کی فرضی شکل پیش کر کے جواب حاصل کرنا تھا۔ آیات میں جو صورت مسئلہ ان فرشتوں نے پیش کی اس سے مقصود حضرت داؤد علیہ السلام کو اس امر کی طرف توجہ دلانا تھی کہ آپ کی ننانوے بیویاں تھیں، اس کے بعد آپ نے ایک اور عورت کو پیام دے دیا جس کو ایک مسلمان پہلے سے پیام دے چکا تھا لیکن آپ کا پیام پہنچنے کے بعد عورت کے رشتے دار آپ کے لئے راضی ہو گئے اور آپ سے نکاح ہو گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس مسلمان کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا آپ نے اس مسلمان سے اپنی رغبت کا اظہار کیا اور چاہا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے، وہ آپ کے لحاظ سے منع نہ کر سکا اور اس نے طلاق دے دی، آپ کا نکاح ہو گیا اور اس زمانہ میں ایسا معمول تھا، یہ بات نہ تو شرعاً ناجائز ہے نہ کسی رسم و عادت کے خلاف، لیکن یہ آپ کے منصب عالی کے لائق نہ تھی تو آپ کو اس پر آگاہ کیا گیا اور اس کا سبب یہ پیدا کیا گیا کہ فرشتے مدعی (یعنی دعویٰ کرنے والے) اور مدعا علیہ (یعنی جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے) کی شکل میں آپ کے سامنے پیش ہوئے۔ اسرائیلی اور یہودی روایات میں اس بارے میں بکواسات مروی ہیں وہ سب جھوٹ اور افترا ہیں۔ درس: اگر بزرگوں سے کوئی خلاف شان واقع ہو جائے تو ادب یہ ہے کہ معترضانہ زبان نہ کھولی جائے بلکہ اس واقعہ کی مثل ایک واقعہ متصور کر کے ان سے سائلانہ و مستفیدانہ سوال کیا جائے اور ان کے احترام کا لحاظ رکھا جائے۔

آیت 24 ﴾ حضرت داؤد علیہ السلام نے دعویٰ سن کر دوسرے فریق سے پوچھا تو اس نے اعتراف کر لیا، آپ علیہ السلام نے دعویٰ کرنے والے سے فرمایا: بیشک تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کر کے اس نے تجھ پر زیادتی کی ہے اور بیشک اکثر شریک

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ بَعْضُهُمْ

بیشک تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کرکے اس نے تجھ پر زیادتی کی ہے اور بیشک اکثر شریک ایک دوسرے پر

عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِیْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ

زیادتی کرتے ہیں مگر ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اور داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے تو صرف اسے آزمایا تھا

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى

تو اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع کیا۔ تو ہم نے اسے یہ معاف فرمادیا اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں

وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔ اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں (اپنا) نائب کیا تو لوگوں میں حق کے مطابق فیصلہ کر

دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر ایمان والے اور اچھے کام کرنے والے کسی پر زیادتی نہیں کرتے لیکن وہ ہیں بہت تھوڑے۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام یہ گفتگو سن کر فرشتوں میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور تبسم کرکے وہ آسمان کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف انہیں آزمایا تھا اور دنبی ایک کنایہ تھا جس سے مراد عورت تھی کیونکہ ننانوے عورتیں آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس ہوتے ہوئے ایک اور عورت کی آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے خواہش کی تھی اس لئے دنبی کے پیرایہ میں سوال کیا گیا، جب آپ نے یہ سمجھا تو اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ اہم بات: اس آیت کے پڑھنے اور سننے والوں پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ درس: نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے والے بھی لوگوں کی اصلاح کرتے ہوئے حکمت سے کام لینا چاہیے اور موقع کی مناسبت سے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس سے سامنے والا اپنی غلطی خود ہی محسوس کرلے۔

آیت 25 ﴿ ارشاد فرمایا کہ جس چیز کی حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَام نے ہم سے معافی مانگی وہ ہم نے اسے معاف فرمادیا اور بیشک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور جنت میں اچھا ٹھکانا ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے انتہائی بلند مقام و مرتبے کی وجہ سے بہت سے وہ کام جو دوسرے لوگوں کے لئے تو روا ہوتے ہیں لیکن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی شان کے لائق نہیں ہوتے، اگر کبھی ان سے کوئی خلافِ شان کام واقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے مقبولانِ بارگاہ کی تربیت فرمادیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کے درمیان کا معاملہ ہے۔ عام لوگوں کو اس طرح کی گفتگو میں پڑنا ایمان کے لئے زہرِ قاتل ہے۔

آیت 26 ﴿ فرمایا: اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں اپنا نائب مقرر کیا اور مخلوق کے کاموں کا انتظام کرنے پر آپ کو مامور کیا تو لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کرو اور (نفس کی) خواہش کے پیچھے نہ جانا ورنہ وہ تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکادے گی، بیشک وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے اس بنا پر سخت عذاب ہے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے اور وہ اس وجہ سے ایمان سے محروم رہے، اگر انہیں حساب کے دن کا یقین ہوتا تو دنیا ہی میں ایمان لے آتے۔ اہم باتیں: (1) حکمران اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے احکام کے مطابق ہی

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور نفس کی خواہش کے پیچھے نہ چلنا ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکادے گی بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ

ان کے لیے سخت عذاب ہے اس بنا پر کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے ○ اور ہم نے آسمان اور زمین

وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾

اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ (بیکار پیدا کرنے کا خیال) کافروں کا گمان ہے تو کافروں کیلئے آگ سے خرابی ہے○

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ

کیا ہم ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کردیں گے؟ یا ہم پرہیزگاروں کو

الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ

نافرمانوں جیسا کردیں گے؟○ (یہ قرآن) ایک برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر

چلیں۔ (2) اسلامی ریاست کا بنیادی کام حق کو قائم کرنا ہے۔ نیز حکمرانوں پر لازم ہے کہ تنازعات وغیرہ کا حق اور انصاف سے مطابق فیصلہ کریں۔ (3) حکمران نفسانی خواہشات کی پیروی سے بچیں کہ یہی چیز راہِ حق اور عدل و انصاف سے دور کرتی ہے۔

آیت 27 ﴿ فرمایا کہ ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے بے کار نہیں بلکہ اس لئے پیدا کیا ہے کہ زمین و آسمان پر ہماری عبادت کی جائے، ہمارے احکامات کی پیروی کی جائے اور ممنوعات سے رُکا جائے۔ یہ بے کار پیدا کرنے کا خیال کافروں کا ہے اگرچہ وہ صراحتاً یہ نہ کہیں کہ آسمان و زمین اور تمام دنیا بے کار پیدا کی گئی ہے لیکن جب وہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور جزا ملنے کے منکر ہیں تو اس کا نتیجہ یہی ہے کہ عالَم کی ایجاد کو بے فائدہ مانیں اور جب کافروں کا گمان یہ ہے تو ان کے لئے آگ سے خرابی ہے۔ اہم بات: اگر کوئی شخص صراحتاً کوئی بات نہ کہے لیکن اس کی کسی بات کا لازمی نتیجہ جو نکلتا ہو وہ اس کی طرف منسوب ہو سکتا ہے تو اس پر اصل بات کہنے کا ہی حکم لگایا جائے گا، جیسے بہت سے لوگ ختمِ نبوت کے قائل ہونے کا نام لیتے ہیں لیکن باتیں ایسی کرتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ انکارِ ختمِ نبوت ہے تو انہیں منکرینِ ختمِ نبوت ہی کہا جائے گا۔

آیت 28 ﴿ آخرت میں مومنوں اور کافروں کے انجام میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا ہم ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کو زمین میں کفر اور گناہوں کے ذریعے فساد پھیلانے والوں کی طرح کردیں گے؟ یا ہم پرہیزگاروں کو نافرمانوں جیسا کردیں گے؟ ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے کیونکہ یہ بات حکمت کے خلاف ہے جبکہ جو شخص جزا کا قائل نہیں وہ ضرور فساد کرنے اور اصلاح کرنے والے کو فاسق و فاجر اور متقی کو برابر قرار دے گا، کفار اس جہالت میں گرفتار ہیں۔

آیت 29 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف قرآن پاک نازل کیا ہے جس میں ان لوگوں کے لئے دنیا و آخرت کے بے شمار فوائد ہیں۔ ہم نے قرآن پاک کو اس لئے نازل کیا ہے تاکہ (علم رکھنے والے) لوگ اس کی آیتوں کے معانی میں غور و فکر

وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ

عقل مند نصیحت حاصل کریں ○ اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا، وہ کیا اچھا بندہ ہے بیشک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے ○

اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ

جب اس کے سامنے شام کے وقت ایسے گھوڑے پیش کئے گئے جو تین پاؤں پر کھڑے (اور) چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے تھے، بہت تیز دوڑنے والے

اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾

تو سلیمان نے کہا: مجھے اپنے رب کی یاد کیلئے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے (پھر انہیں چلانے کا حکم دیا) یہاں تک کہ وہ نگاہ سے پردے میں چھپ

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ

گئے ○ (پھر حکم دیا) انہیں میرے پاس واپس لاؤ تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا ○ اور بیشک ہم نے سلیمان کو آزمایا

اور ان کے معنی و مفہوم کو سمجھیں اور عقل مند اس سے نصیحت حاصل کریں۔ مسائل: (1) آیات قرآنی سے دینی احکام نکالنا اور اس کی باریکیوں تک رسائی حاصل کرنا صرف اعلیٰ درجے کی دینی عقل رکھنے والے اہم علما کا کام ہے اور خاص طور پر مجتہدین اس کے اہل ہیں۔ عوام کو قرآن پاک سے دینی مسائل نکالنے کی بجائے علما سے مسائل سیکھنا چاہیے تاکہ غلطیوں سے بچ سکیں۔ (2) قرآن پاک پڑھنے کے ساتھ ساتھ نصیحت کے لئے اس کی آیات کے معنی سمجھنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔

آیت 30 ﴿ فرمایا کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام عطا فرمایا، سلیمان علیہ السلام کیسا اچھا بندہ ہے! بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والا اور تمام اوقات تسبیح و ذکر میں مشغول رہنے والا ہے۔

آیت 31-33 ﴿ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ظہر کی نماز کے بعد جہاد کے لئے ایک ہزار گھوڑے پیش کئے گئے تاکہ آپ ان کے احوال کی کیفیت کو جان لیں، وہ گھوڑے تین پاؤں پر کھڑے اور چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے تھے جو ایک خوبصورت انداز تھا اور وہ بہت تیز دوڑنے والے تھے۔ انہیں دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں ان سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی تائید کے لئے محبت کرتا ہوں۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ نظر سے غائب ہوگئے، پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس واپس لاؤ، جب گھوڑے واپس پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس ہاتھ پھیرنے کی چند وجوہات تھیں: (1) گھوڑوں کی عزت و شرف کا اظہار مقصود تھا۔ (2) اُمورِ سلطنت کی خود نگرانی تاکہ تمام حکام مستعد رہیں۔ (3) آپ علیہ السلام گھوڑوں کے احوال اور امراض و عیوب کے اعلیٰ ماہر تھے ان پر ہاتھ پھیر کر ان کی صحت کا امتحان فرماتے تھے۔ اہم بات: ان آیات کی تفسیر میں بہت سے غلط اقوال لکھے گئے ہیں جو مضبوط دلائل کے سامنے کسی قابلِ قبول نہیں اور مذکورہ تفسیر الفاظ قرآنی سے بالکل مطابق ہے۔

آیت 34 ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ کس آزمائش میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو مبتلا کیا گیا اور نہ ہی یہ بیان فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر جس بے جان جسم کو ڈالا گیا اس کا مصداق کون ہے، البتہ اس کی تفسیر کے زیادہ قریب یہ

وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا

اور اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر اس نے رجوع کیا۔ عرض کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما

لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ

جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔ تو ہم نے ہوا سلیمان کے قابو میں کردی

بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَ الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ

اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ پہنچنا چاہتا۔ اور ہر معمار اور غوطہ خور جن کو۔ اور دوسرے بیڑیوں میں

مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾

جکڑے ہوئے (جنوں کو سلیمان کے تابع کر دیا)۔ یہ ہماری عطا ہے تو تم احسان کرو یا روک رکھو (تم پر) کوئی حساب نہیں۔

حدیث ہے، چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں آج رات میں اپنی 90 بیویوں کے پاس جاؤں گا، ان میں سے ہر ایک حاملہ ہوگی اور ہر ایک سے راہِ خدا میں جہاد کرنے والا سوار پیدا ہوگا، لیکن یہ فرماتے وقت زبان مبارک سے ان شاء اللہ تعالیٰ نہ فرمایا تو ایک عورت کے علاوہ کوئی بھی عورت حاملہ نہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی ناقص بچہ پیدا ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ فرمایا ہوتا تو ان سب عورتوں کے ہاں لڑکے ہی پیدا ہوتے اور وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے۔ (بخاری، حدیث: 6639)

**آیت 35** ﴿ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ کہنے کی بھول پر استغفار کرکے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو، بیشک تو بہت ہی عطا فرمانے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) مستحب کام کے نہ کرسکنے پر بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کا اظہار کرکے اس پر مغفرت طلب کرنا انبیاءِ کرام علیہم السلام اور صالحین کا طریقہ ہے۔ (2) دعا میں دینی مقاصد کو دُنیوی مقاصد پر مقدم رکھنا چاہیے۔ (3) اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا دنیا میں بھلائیوں کے دروازے کھلنے کا سبب ہے۔ (4) حضرت سلیمان علیہ السلام نے بے مثل سلطنت اس لئے طلب کی تاکہ وہ سلطنت آپ کے لئے معجزہ ہو۔

**آیت 36-38** ﴿ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ہوا آپ علیہ السلام کے قابو میں کردی کہ وہ آپ علیہ السلام کے حکم سے فرماں بردارانہ طریقے پر نرم نرم چلتی اور ہر معمار اور غوطہ خور جن آپ علیہ السلام کے تابع کردیا، معمار آپ علیہ السلام کے لئے عجیب و غریب عمارتیں تعمیر کرتا اور غوطہ خور آپ علیہ السلام کے لئے سمندر سے موتی نکالتا اور سرکش شیطان بھی آپ علیہ السلام کے مسخر کردیے گئے جنہیں آپ علیہ السلام ادب سکھانے اور فساد سے روکنے کے لئے بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑوا کر قید کردیتے تھے۔

**آیت 39** ﴿ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ ہماری عطا ہے تو اب جس پر چاہو احسان کرو اور جس سے چاہو روک رکھو تم پر کسی قسم کا کوئی حساب نہیں۔ اہم بات: انبیاءِ کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور وہ حضرات حکمِ الٰہی سے مخلوق میں تقسیم فرماتے ہیں اور اس تقسیم میں انہیں دینے اور نہ دینے کا اختیار ہوتا ہے۔

وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾ وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ

اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے ○ اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ﴿٤١﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ

کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے ○ (ہم نے فرمایا:) زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ یہ نہانے اور پینے کیلئے پانی کا ٹھنڈا

وَّ شَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾

چشمہ ہے ○ اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور عطا فرما دیئے اپنی رحمت کرنے اور عقلمندوں کی نصیحت کے لئے ○

**آیت 40** ﴿ دنیا میں اس عظیم سلطنت کے ساتھ ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے آخرت میں بھی ہماری بارگاہ میں قرب اور اچھا ٹھکانہ اور وہ ٹھکانا جنت ہے۔ اہم بات: انبیاء کرام علیہم السلام بارگاہِ الٰہی میں بڑی عزت والے ہوتے ہیں۔

**آیت 41** ﴿ فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ اپنی قوم کی جہالت پر صبر فرمائیں کیونکہ دنیا میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام سے زیادہ نعمت، مال اور وجاہت والا کوئی نہیں تھا اور حضرت ایوب علیہ السلام سے زیادہ مشقت اور آزمائش میں مبتلا ہونے والا کوئی نہ تھا، آپ انبیاء کرام علیہم السلام کے احوال میں غور فرمائیں تاکہ آپ جان جائیں کہ دنیا کے احوال کسی کے لئے ایک جیسے نہیں ہوتے اور عقلمند کو مشکلات پر صبر کرنا چاہیے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: **مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی ہے۔** تکلیف اور ایذا سے آپ علیہ السلام کی بیماری اور اس کے شدائد مراد ہیں یا بیماری کے دوران شیطان کی طرف سے ڈالے جانے والے وسوسے مراد ہیں جو کہ ناکام ہی ثابت ہوئے۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزماتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے درجات (مزید) بلند کرنے کے لئے آپ کو آزمائش میں مبتلا کیا۔ درس: اچھے برے تمام افعال جیسے ایمان، کفر وغیرہ کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے، لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ کلام میں برے افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کی جائے۔ اسی لئے حضرت ایوب علیہ السلام نے تکلیف اور ایذا پہنچانے کی نسبت شیطان کی طرف فرمائی ہے۔

**آیت 42** ﴿ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کی طرف وحی فرمائی: زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے زمین پر پاؤں مارا تو اس سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ ظاہر ہوا اور آپ علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ نہانے اور پینے کے لئے پانی کا ٹھنڈا چشمہ ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اس چشمے سے پانی پیا اور غسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے تمام امراض اور تکلیفیں دور فرما دیں۔

**آیت 43** ﴿ حضرت ایوب علیہ السلام کی جو اولاد مر چکی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ زندہ کیا اور اپنے فضل و رحمت سے اتنے ہی اور عطا فرما دیئے۔ ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کیا تو انہوں نے صبر کیا، پھر ہم نے ان کی آزمائش ختم فرما دی تو بہت نوازا، اس میں عقلمندوں کے لئے نصیحت ہے کہ وہ مصیبت آنے پر واویلا کرنے کی بجائے صبر کریں اور مصیبت سے نجات پانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں۔

وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ

اور (فرمایا) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دو اور قسم نہ توڑو۔ بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا۔ وہ کیا ہی اچھا بندہ

اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾

بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔ اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور سمجھ رکھنے والے تھے۔

اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ ج وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ

بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا وہ اس (آخرت کے) گھر کی یاد ہے۔ اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چنے ہوئے بندوں

آیت 44 ﴿ بیماری کے زمانہ میں حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ ایک بار کہیں کام سے گئیں تو دیر سے آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس پر آپ علیہ السلام نے قسم کھائی کہ میں تندرست ہو کر تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام صحت یاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ علیہ السلام انہیں جھاڑو ماردیں اور اپنی قسم نہ توڑیں، چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام نے سو تیلیوں والی ایک جھاڑو لے کر اپنی زوجہ کو ایک ہی بار مار دیا۔ مزید فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کو جان، اولاد و مال میں آزمائش پر صبر کرنے والا پایا اور اس آزمائش نے انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے پر نہیں ابھارا۔ وہ کیا ہی اچھا بندہ ہے، بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع لانے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ پر رحمت اس وجہ سے ہوئی کہ بیماری کے زمانہ میں انہوں نے اپنے شوہر کی بہت اچھی طرح خدمت کی تھی۔ (2) شرعی حیلے کرنا جائز ہیں۔ جو حیلہ کسی کا حق مارنے یا کسی شبہ کو پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کے لئے کیا جائے وہ مکروہ ہے اور جو حیلہ حرام سے بچنے یا حلال کو حاصل کرنے کے لئے کیا جائے وہ اچھا ہے۔ درس: (1) شوہر کو خوش رکھنا بیوی کے لئے نہایت ثواب اور ایذا پہنچانا سخت گناہ ہے۔ بعض اوقات معمولی سی بات پر بیوی شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر دیتی ہیں، ایسی عورتوں کو اس حدیث سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ چنانچہ فرمایا: جو عورت بغیر کسی حرج کے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (ترمذی، حدیث: 1191) (2) قابلِ اعتماد مفتیانِ کرام سے رابطہ کئے بغیر عوام کو کوئی حیلہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بعض حیلوں کی شرعاً اجازت نہیں ہوتی اور بعض اوقات حیلہ کرنے میں ایسی غلطی کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے حیلہ ہوتا ہی نہیں یا وہ حیلہ کرنا ہی حرام ہوتا ہے۔

آیت 45 - 47 ﴿ اے پیارے حبیب! ہمارے خاص بندوں حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یاد کریں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے علمی اور عملی قوتیں عطا فرمائیں جن کی بنا پر انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادات پر قوت حاصل ہوئی۔ بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا اور وہ بات آخرت کے گھر کی یاد ہے کہ وہ لوگوں کو آخرت کی یاد دلاتے، کثرت سے آخرت کا ذکر کرتے اور دنیا کی محبت نے ان کے دلوں میں جگہ نہیں پائی اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چنے ہوئے بندوں میں سے ہیں۔ اہم بات: آیت نمبر 47 سے علماء نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت (یعنی گناہ سے پاک ہونے) پر استدلال کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انہیں کسی قید کے بغیر اخیار فرمایا اور یہ بہتری ان کے تمام افعال اور صفات کو عام ہے۔

الْاَخْيَارِ ۝ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ

ہیں۔ اور اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو یاد کرو اور سب بہترین لوگ ہیں۔ یہ نصیحت ہے

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝

اور بیشک پرہیزگاروں کیلئے اچھا ٹھکانہ ہے۔ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے سب دروازے ان کیلئے کھلے ہوئے ہیں۔ ان میں تکیہ لگائے ہوں گے،

مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

ان میں وہ بہت سے پھل میوے اور پینے کی چیزیں مانگیں گے۔ اور ان کے پاس ایسی بیویاں ہوں گی جو شوہر کے سوا کسی اور کی طرف آنکھ نہیں اٹھاتیں،

اَتْرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝

ہم عمر ہوں گی۔ یہ وہ ہے جس کا تمہیں حساب کے دن کیلئے وعدہ دیا جاتا ہے۔ بیشک یہ ہمارا رزق ہے، اس کیلئے کبھی ختم ہونا نہیں ہے۔

**آیت 48** ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ حضرت اسماعیل، حضرت یسع اور حضرت ذوالکفل علیہم السلام کے فضائل اور ان کے صبر کو یاد کریں تاکہ ان کی سیرت سے آپ کو تسلی حاصل ہو نیز ان کی پاک خصلتوں سے لوگ نیکیوں کا ذوق و شوق حاصل کریں اور وہ سب بہترین لوگ ہیں۔ اہم باتیں: (1) حضرت یسع علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ہیں، انہیں حضرت الیاس علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ مقرر کیا اور بعد میں انہیں نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ (2) حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی نبوت میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں۔

**آیت 49-52** ﴿ آیت 49 کے ابتدائی حصے کے دو معنی ہیں: (1) اے حبیب! یہ قرآن جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا اس کے ذریعے ہم نے آپ کو اور آپ کی قوم کو نصیحت کی ہے۔ (2) اوپر والی آیات میں انبیاء کرام علیہم السلام کی جو سیرت بیان ہوئی یہ ان کا ذکر جمیل ہے جو ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ اگلے حصے اور اس کے بعد والی تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچنے میں اس کا خوف رکھا تو ان کے لئے آخرت میں اچھا ٹھکانا ہے اور وہ ٹھکانا ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جب وہ ان باغات کے دروازوں تک پہنچیں گے تو انہیں اپنے لئے کھلا ہوا پائیں گے، فرشتے تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے: تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا تو آخرت کا اچھا انجام کیا ہی خوب ہے۔ ان باغات میں وہ نرم و نازک تکئے لگائے ہوئے تختوں پر ٹیک لگائے ہوں گے۔ ان باغوں میں وہ بہت سے پھل میوے اور شراب مانگیں گے اور ان کے پاس ایسی بیویاں ہوں گی جو اپنے شوہر کے سوا کسی اور کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھیں گی اور وہ سب عمر میں برابر ہوں گی ایسے ہی حسن و جمال میں بھی برابر ہوں گی، آپس میں محبت رکھنے والی ہوں گی۔

**آیت 53** ﴿ فرشتے ان سے کہیں گے: اے پرہیزگارو! یہ ثواب اور نعمتیں وہ ہیں جن کا حساب کے دن کے لئے نبی علیہ السلام کی زبان سے وعدہ دیا جاتا ہے۔

**آیت 54** ﴿ فرمایا: پرہیزگاروں کے لئے جو انعام و اکرام ذکر کیا گیا یہ ہمارا عطا کردہ رزق ہے اور یہ ہمیشہ باقی رہے گا۔

هٰذَا ؕ وَ اِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ

(نیکوں کیلئے تو) یہ (ہے) اور بیشک سرکشی کرنے والوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے ○ جہنم ہے جس میں داخل ہوں گے تو وہ کیا ہی برا بچھونا ہے ○ انہیں یہ

فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ

کھولتا پانی اور پیپ ہے تو جہنمی اسے چکھیں ○ اور اسی طرح کے دوسرے مختلف اقسام کے عذاب ہوں گے ○ یہ ایک اور فوج ہے جو تمہارے

مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۫ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ

ساتھ دھنسی جا رہی ہے، انہیں کوئی خوش آمدید نہیں، بیشک یہ آگ میں داخل ہو رہے ہیں ○ (پیروکار) کہیں گے بلکہ تمہیں کوئی خوش آمدید

اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ

نہیں، تم ہی یہ مصیبت ہمارے آگے لائے ہو تو یہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ (پھر پیروکار) کہیں گے: اے ہمارے رب! جو یہ مصیبت ہمارے آگے

عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَ قَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾

لایا اسے آگ میں دگنا عذاب بڑھا ○ اور کہیں گے: ہمیں کیا ہوا کہ ہم ان مردوں کو نہیں دیکھ رہے جنہیں ہم برا شمار کرتے تھے ○

**آیت 55-58** ﴿ ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان والوں کا صلہ تو یہ ہے جو اوپر بیان ہوا جبکہ کافروں کا انجام دو سرا ہے اور اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف سرکشی کرنے والوں اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے والوں کے لئے برا ٹھکانا ہے اور وہ برا ٹھکانا جہنم ہے جس میں وہ قیامت کے دن داخل ہوں گے، تو وہ بھڑکنے والی آگ کیا ہی برا بچھونا ہے کیونکہ وہی آگ ان کا فرش ہوگی۔ جہنمیوں کے لئے یہ کھولتا پانی اور پیپ ہے جو جہنمیوں کے جسموں اور ان کے سڑے ہوئے زخموں اور نجاست کے مقاموں سے بہے گی تو وہ اسے چکھیں اور ان کے لئے اسی طرح کے ملتے جلتے قسم قسم کے عذاب ہوں گے۔

**آیت 59** ﴿ جب کافروں کے سردار جہنم میں داخل ہوں گے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کی پیروی کرنے والے بھی جا رہے ہوں گے تو جہنم کے خازن ان سرداروں سے کہیں گے: یہ تمہاری پیروی کرنے والوں کی فوج ہے جو تمہاری طرح تمہارے ساتھ جہنم میں گھسی جا رہی ہے۔ کافر سردار جہنم کے خازن فرشتوں کو جواب دیتے ہوئے کہیں گے: ان پیروکاروں کو جہنم میں کھلی جگہ نہ ملے، بیشک ہماری طرح یہ بھی آگ میں داخل ہو رہے ہیں۔

**آیت 60** ﴿ پیروکار اپنے سرداروں سے کہیں گے: بلکہ تمہیں کھلی جگہ نہ ملے۔ تم ہی یہ عذاب ہمارے آگے لائے ہو کیونکہ تم نے کفر اختیار کیا اور پھر ہمیں بھی اس راہ پر چلایا تو جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ **اہم بات:** اہل جنت آپس میں اتفاق اور محبت رکھیں گے جبکہ اہل جہنم آپس میں نااتفاقی کا شکار ہوں گے۔

**آیت 61** ﴿ پیروی کرنے والے کفار اپنے سرداروں کے متعلق بارگاہِ الٰہی میں کہیں گے: اے ہمارے رب! جو یہ عذاب ہمارے آگے لایا اسے آگ میں ہم سے دگنا عذاب دے کیونکہ وہ کافر بھی ہے اور کافر گر بھی اور ہم صرف کافر ہیں۔

**آیت 62-64** ﴿ جب کفار جہنم میں غریب مسلمانوں کو نہ دیکھیں گے تو کفار کے سردار کہیں گے: ہمیں جہنم میں وہ غریب مسلمان

أَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ۝٦٣ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ۝٦٤

کیا ہم نے انہیں (ایسے ہی) ہنسی بنالیا تھا یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئی تھیں؟○ بیشک یہ دوزخیوں کا باہم جھگڑنا ضرور حق ہے○

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝٦٥ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

تم فرماؤ: میں صرف ڈر سنانے والا ہوں اور کوئی معبود نہیں مگر ایک اللہ جو سب پر غالب ہے○ وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے

وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۝٦٦ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيمٌ ۝٦٧ أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ۝٦٨

درمیان ہے سب کا مالک ہے، عزت والا، بڑا بخشنے والا ہے○ تم فرماؤ: وہ ایک عظیم خبر ہے○ تم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہو○

نظر کیوں نہیں آرہے جنہیں ہم دنیا میں برے لوگوں میں شمار کرتے، اپنے دین کا مخالف ہونے کی وجہ سے شریر کہتے اور غریب ہونے کی وجہ سے انہیں حقیر سمجھتے تھے؟ پھر کہیں گے: کیا ہم نے انہیں مذاق نہ بنایا تھا جبکہ حقیقت میں وہ ایسے نہ تھے اور وہ دوزخ میں آئے ہی نہیں ہیں، نیز ہمارا ان کا مذاق اڑانا باطل اور غلط تھا، یا ہماری آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئی تھیں اس لئے وہ ہمیں نظر نہ آئے۔ دوسری آیت کے آخری حصے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ یا ان کی طرف سے ہماری آنکھیں پھر گئیں اور دنیا میں ہم ان کے مرتبے اور بزرگی کو نہ دیکھ سکے۔ تیسری آیت میں فرمایا کہ بیشک یہ دوزخیوں کا باہم جھگڑنا ضرور حق ہے اور یہ ضرور واقع ہوگا۔

**آیت 65** فرمایا: اے حبیب! کفارِ مکہ سے فرما دیں کہ میں صرف تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے کفر اور گناہوں کے بدلے عذاب کا ڈر سنانے والا ہوں اور یہ بھی فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اپنی ذات، صفات اور افعال میں شریک سے پاک ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے۔

**آیت 66** آیت 65 اور 66 میں اللہ تعالیٰ نے اپنی 5 صفات بیان فرمائی ہیں: (1) واحد (2) قہار (3) رب (4) عزیز (5) غفار۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت "قہار" بیان فرمائی جسے سن کر لوگوں کے دلوں میں شدید ہیبت بیٹھ جاتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد رحمت، فضل اور کرم پر دلالت کرنے والی صفات بیان فرمائیں۔ **پہلی صفت:** وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔ اس صفت کی کامل معرفت اس وقت حاصل ہوتی جب زمین و آسمان کی تخلیق اور عناصرِ اربعہ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے آثار میں غور و فکر کیا جائے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے کہ اطاعت گزاروں اور اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے والوں پر احسان فرمانے کے علاوہ اگر کوئی شخص 70 سال تک اپنے کفر پر قائم رہے، پھر اپنے کفر سے (سچی) توبہ کر لے تو اسے بھی بخشنے والا ہے۔

**آیت 67، 68** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ فرما دیں کہ قرآن پاک اور جو کچھ اس میں توحید، نبوت، قیامت، حشر، جنت، دوزخ وغیرہ کے بارے میں بیان کیا گیا یہ عظیم الشان خبر ہے اور اے کافرو! تمہارا حال یہ ہے کہ تم اس سے غافل ہو کہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے اور قرآن پاک اور میرے دین کو نہیں مانتے۔

مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝۷۶ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝۷۷ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ

آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ اللہ نے فرمایا: تو جنت سے نکل جا کیونکہ بیشک تو دھتکارا ہوا ہے۔ اور بیشک قیامت تک تجھ پر

لَعْنَتِيْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۷۸ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۷۹ قَالَ

میری لعنت ہے۔ اس نے کہا: اے میرے رب! (اگر ایسا ہے) تو مجھے لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک مہلت دے۔ اللہ نے فرمایا:

فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝۸۰ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝۸۱ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ

پس بیشک تو مہلت والوں میں سے ہے۔ معین وقت کے دن تک۔ اس نے کہا: تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ

اَجْمَعِيْنَ ۝۸۲ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۸۳ قَالَ فَالْحَقُّ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ۝۸۴

کردوں گا۔ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: تو حق (میری طرف سے حق ہوتا ہے) اور میں حق ہی فرماتا ہوں۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۸۵ قُلْ مَاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَيْهِ

بیشک میں ضرور جہنم بھر دوں گا تجھ سے اور ان سب سے جو تیری پیروی کرنے والے ہیں۔ تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں

مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝۸۶ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۸۷ وَ لَتَعْلَمُنَّ

مانگتا اور میں جھوٹ گھڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ یہ تو سارے جہان والوں کیلئے نصیحت ہی ہے۔ اور ضرور

تجھ پر میری لعنت ہے یعنی قیامت کے بعد بھی لعنت اور عذابات ہیں پھر اس کی حسین صورت کو بدشکل روسیاہ کر دیا گیا۔

آیت 79-81 ✽ جب شیطان مردود ہو گیا تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! اگر ایسا ہے تو مجھے لوگوں کے جزا کے لئے اٹھائے جانے کے دن تک مہلت دے۔ ابلیس کی مراد یہ تھی کہ وہ انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے فراغت پائے اور خود موت سے بچ جائے کیونکہ اٹھنے کے بعد موت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس بیشک تو معین وقت یعنی قیامت کے پہلے نفخہ تک مہلت والوں میں سے ہے۔

آیت 82،83 ✽ مہلت ملنے کے بعد ابلیس نے کہا: یارب! تیری عزت کی قسم! میں حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے سامنے گناہوں کو خوشنما بنا کر اور ان کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے ان سب کو گمراہ کردوں گا البتہ ان میں سے جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں وہ میرے وار سے بچے رہیں گے۔ اہم بات: معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور بہت سے صالحین پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا کہ وہ ان سے گناہ یا کفر کروا سکے اور صالحین سے گناہ ہو بھی جائے تو جلد توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔

آیت 84،85 ✽ فرمایا: تو حق یہ ہے جو ہم ارشاد فرماتے ہیں اور میں سچ ہی فرماتا ہوں، بیشک میں ضرور تجھ سے اور تیری ذریت سے اور جو انسان اپنے اختیار سے گمراہی میں تیری پیروی کریں گے ان سب سے جہنم بھر دوں گا۔

آیت 86-88 ✽ فرمایا کہ اے حبیب! آپ مشرکین سے فرمادیں کہ میں وحی کی تبلیغ اور رسالت کی ادائیگی پر تم سے دنیا کا مال طلب نہیں کرتا بلکہ میں کسی اجرت کے بغیر تمہیں دین کی تعلیم دیتا ہوں اور میں جھوٹ گھڑنے والوں میں سے نہیں ہوں کہ میں نے اپنی

نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿٨٨﴾

ایک وقت کے بعد تم اس کی خبر جان لوگے ○

رکوعاتہا ۸ — ٣٩ سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ ٥٩ — آیاتہا ٧٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے ○ بیشک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری

طرف سے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہو اور قرآن پاک میں نے اپنے پاس سے بنا یا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے انبیاء کرام علیہم السلام کا ... ب اور یہ قرآن پاک بھی اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے جو کہ سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے اور اے کفار مکہ! ... ایک وقت کے بعد قرآن کی خبروں کے حق ہونے کو جان جاؤ گے۔ اس وقت سے مراد موت کے بعد کا وقت ہے یا قیامت کا دن آ جانے کے بعد کا وقت مراد ہے۔ اہم بات: عالم کو اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو وہ خاموشی اختیار کرے اور خود گھڑ کر نہ بتائے۔

**سورۂ زُمَر کا تعارف** ❁ یہ سورت اس آیت "قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ" اور اس آیت "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ" کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 8 رکوع اور 75 آیتیں ہیں۔ زُمر کا معنی ہے: کئی گروہ۔ اس سورت میں کفار کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے اور اپنے رب عزوجل سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف چلائے جانے کا ذکر ہے۔ اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ زُمر" رکھا گیا ہے۔ **فضیلت:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زُمر کی تلاوت فرماتے تھے۔ (مسند امام احمد، حدیث: 24962) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرتے رہنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر زمین و آسمان کی تخلیق، رات اور دن کے آنے جانے، سورج اور چاند کے مسخر ہونے اور مختلف مراحل میں انسان کی تخلیق سے استدلال فرمایا گیا۔ مسلمانوں اور کفار کے مابین فرق بیان کیا گیا کہ مسلمان دونوں عالم میں سعادت مند ہوں گے اور کفار دونوں جہان میں بدبخت رہیں گے۔ قرآن پاک کی عظمت و شان بیان کی گئی اور گناہ گاروں کو تسلی دی گئی کہ وہ رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہوں۔ آخر میں قیامت کے احوال بیان کئے گئے اور کافروں اور مسلمانوں کی جزا بیان کی گئی ہے۔

**آیت 1** ❁ اس کتاب قرآن پاک کو نازل فرمانا اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے، کسی اور کی طرف سے نہیں جیسا کہ مشرکین کہتے ہیں کہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اپنے پاس سے بنالیا ہے۔

**آیت 2** ❁ فرمایا کہ اے پیارے حبیب! ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب اتاری اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حق ہے، اس میں ...

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ

تو اللہ کی عبادت کرو اسی کے بندے بن کر۔ سن لو! خالص عبادت اللہ ہی کیلئے ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں

اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ

کہتے ہیں: ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے زیادہ نزدیک کردیں۔ اللہ ان کے درمیان اس بات

وقف لازم

فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ

میں فیصلہ کردے گا جس میں یہ اختلاف کررہے ہیں بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بڑا ناشکرا ہو۔ اگر اللہ اپنے لیے

وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اولاد بنانے کا ارادہ فرماتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا۔ وہ پاک ہے۔ وہی ایک اللہ سب پر غالب ہے۔ اس نے آسمان

شک نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر قائم رہتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے رہیں۔ درس: اللہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرنی چاہیے کہ عبادت میں نہ تو شرکِ جلی ہو اور نہ شرکِ خفی یعنی ریاکاری۔

آیت 3 فرمایا کہ اے لوگو! سن لو کہ شرک سے خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہی نہیں اور وہ بت پرست جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور معبود ٹھہرا لئے ہیں اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں، وہ (اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے کے باوجود) کہتے ہیں: ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے زیادہ نزدیک کردیں تو یہ سمجھنے والے جھوٹے اور ناشکرے ہیں یعنی جھوٹے تو اس بات میں ہیں کہ بتوں کو خدا کا قرب دلانے والا سمجھتے ہیں اور ناشکرے اس لئے ہیں کہ خدا کی نعمتیں کھا کر اور اللہ تعالیٰ کو خالق مان کر پھر بھی شرک کرتے ہیں تو ان کافروں کا مسلمانوں کے ساتھ توحید و شرک میں جو اختلاف ہے اس کا فیصلہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا اور وہ فیصلہ ایمان داروں کو جنت میں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کرنے کے ذریعے ہوگا۔ اہم بات: آیت میں مشرکوں کی بتوں کو وسیلہ ماننے کا رد اس وجہ سے ہے کہ ایک تو قرآن و حدیث کی رُو سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی اجازت انبیاء و اولیاء و صلحاء کو ہے نہ کہ بتوں کو اور دوسری بات یہ کہ مشرکین وسیلہ ماننے کے چکر میں بتوں کو خدا بھی مانتے تھے جبکہ جسے وسیلہ سمجھا جائے اسے معبود جاننا اور اس کی پوجا کرنا صریح شرک ہے۔

آیت 4 کفار اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد مانتے تھے، ان کے تردید میں فرمایا کہ اگر بالفرض مشرکین کے گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ممکن ہوتی تو وہ خود جسے چاہتا اولاد بناتا نہ کہ یہ تجویز کفار پر چھوڑتا کہ وہ جسے چاہیں خدا کی اولاد قرار دیں (معاذ اللہ) لیکن اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اولاد بلکہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شانِ اقدس کے لائق نہیں، کیونکہ وہی ایک اللہ سب پر غالب ہے اور ہر عیب سے پاک ہے۔

آیت 5 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان بے کار نہیں بلکہ بے شمار حکمتوں پر مشتمل بنائے ہیں، وہ کبھی رات کی تاریکی سے دن کے ایک حصہ کو چھپاتا ہے اور کبھی دن کی روشنی سے

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

اور زمین حق کے ساتھ بنائے، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگادیا،

وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

ہر ایک، ایک مقررہ مدت تک چلتا رہے گا۔ سن لو! وہی عزت والا، بخشنے والا ہے ۝ اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا

ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۗ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ

پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے، تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین اندھیروں میں

اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۗ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ لَاۤ اِلٰهَ

پیدا کرتا ہے، ایک حالت کی تخلیق کے بعد دوسری حالت کی تخلیق ہوتی ہے۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے، اس کے سوا کوئی

اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ

عبادت کے لائق نہیں۔ تو تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟ ۝ اگر تم ناشکری کرو تو بیشک اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری کو

رات کے حصے کو۔ مراد یہ ہے کہ کبھی دن کا وقت کم کرکے رات کو اور کبھی رات کا وقت کم کرکے دن کو زیادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا، ان میں سے ہر ایک قیامت تک اپنے مقررہ نظام پر چلتا رہے گا، (جب اللہ تعالیٰ کے اوصاف یہ ہیں تو اس کا کوئی شریک کس طرح ہو سکتا ہے؟) سن لو! بیشک اللہ تعالیٰ عزت و غلبے والا اور رحمت و مغفرت والا ہے۔

آیت 6 ﴿ اس آیت میں زمینی نشانیوں سے اللہ کی وحدانیت و قدرت پر دلائل دیئے ہیں: **پہلی دلیل** یہ دی کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا، پھر انہی سے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا جن سے آگے اربوں انسانوں کا سلسلہ تخلیق جاری فرمایا۔ **دوسری دلیل** یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ سے آٹھ جوڑے پیدا کئے، جوڑوں سے مراد نر اور مادہ ہیں اور یہ بھی پوری روئے زمین پر انسانوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے پھیلا دیئے گئے۔ **تیسری دلیل** یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین اندھیروں میں پیدا کرتا ہے، ایک حالت کی تخلیق کے بعد دوسری حالت کی تخلیق ہوتی ہے۔ تین اندھیروں سے مراد پیٹ، بچہ دانی اور اس کی جھلی کا اندھیرا ہے اور ایک حالت کے بعد دوسری حالت کی تخلیق سے مراد یہ ہے کہ پہلے نطفہ، پھر جمے ہوئے خون، پھر گوشت کے ٹکڑے اور پھر مکمل بچے کی تخلیق ہوتی ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ جس نے اپنی کامل قدرت سے ان چیزوں کو پیدا فرمایا صرف وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، ساری کائنات کی بادشاہی اسی کے لئے ہے، اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے اور نہ ہی کوئی عبادت کے لائق ہے، تو تم کہاں پھیرے جاتے ہو اور اس کے بعد حق راستے سے دور ہوتے ہو کہ اس کی عبادت چھوڑ کر غیر کی عبادت کرتے ہو۔

آیت 7 ﴿ اس آیت میں تمام لوگوں سے خطاب فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دیئے گئے دلائل کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اگر تم

الْكُفْرَ ۚ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ

پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی پھر

مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ وَإِذَا

تمہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے ۝ اور جب آدمی کو کوئی

مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ

تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے پھر جب اللہ اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دیدے تو وہ اس تکلیف کو

يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ

بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا اور اللہ کے لئے شریک بنانے لگتا ہے تاکہ اس کے راستے سے بہکادے۔ تم فرماؤ: تھوڑے دن

(اگر تم) اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرو تو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان اور تمہاری عبادت سے بے نیاز ہے اور تم ہی اس کے محتاج ہو، ایمان میں تمہارا ہی نفع ہے اور کافر ہو جانے میں تمہارا ہی نقصان ہے اور اگرچہ بندوں کے کفر و ایمان سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع یا نقصان نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں بندوں کا نقصان ہے اور اگر تم ایمان قبول کر کے شکر کرو تو اسے تمہارے لئے پسند فرماتا ہے کیونکہ وہ تمہاری کامیابی کا سبب ہے، اس پر تمہیں اللہ تعالیٰ ثواب دے گا اور جنت عطا فرمائے گا اور کوئی شخص دوسرے کے گناہ کی وجہ سے نہیں پکڑا جائے گا، البتہ گمراہ کرنے والوں پر ان کا اپنا بوجھ بھی ہوگا اور دوسرے گمراہوں کا بھی جنہیں انہوں نے بہکایا ہوگا) پھر تمہیں آخرت میں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم دنیا میں کرتے تھے اور اس کی تمہیں جزا دے گا، بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

{آیت 8} ﴿ جب آدمی کو فقر، بیماری یا کوئی تکلیف و شدت پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے اور مصیبت دور کرنے کے لئے اسی سے فریاد کرتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دے دے اور اس کی تکلیف دور کر کے اس کا حال درست کر دے تو وہ اس شدت و تکلیف کو بھلا دیتا ہے جس کے لئے اس نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تھی اور حاجت پوری ہونے کے بعد پھر بت پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور وہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے دین سے گمراہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اے حبیب! آپ اس کافر سے فرما دیں کہ تھوڑے دن اپنے کفر کے ساتھ فائدہ اٹھا لے اور دنیوی زندگی کے دن پورے کر لے، بیشک تو قیامت کے دن دوزخیوں میں سے ہے۔ درس: بے شمار مسلمان مصیبت، پریشانی آنے پر دعائیں کرنے کروانے میں مصروف ہوتے ہیں لیکن جیسے ہی اللہ تعالیٰ ان کی مصیبت و پریشانی دور کر دے تو دوبارہ ایسے ہو جاتے ہیں گویا کبھی کسی تکلیف کے وقت اللہ تعالیٰ کو پکارا ہی نہیں تھا۔ انہیں اپنے اس طرز عمل کو بدلنا چاہیے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو یہ چاہتا ہے کہ مصیبت کے وقت اس کی دعائیں قبول ہوں اسے چاہیے کہ خوشحالی میں خدا کو یاد رکھے۔

بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا

اپنے کفر کے ساتھ تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے بیشک تو دوزخیوں میں سے ہے۔ کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام کی حالت میں رات کے اوقات فر...

يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ

میں گزارتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید لگا رکھتا ہے (کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟) تم فرماؤ: کیا علم والے

لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۹﴾ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۗ ع ۱۵

اور بے علم برابر ہیں؟ عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔ تم فرماؤ: اے میرے مومن بندو! اپنے رب سے ڈرو۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۗ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ

جنہوں نے بھلائی کی، ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں ہی کو ان کا...

آیت 9 ﴿ شانِ نزول: یہ آیت مختلف اقوال کی روشنی میں سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما یا عثمان غنی رضی اللہ عنہ یا حضرات عبداللہ بن مسعود، عمار اور سلمان رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام کی حالت میں رات کے تمام اوقات فرماں برداری میں گزارتا ہے، آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت یعنی مغفرت اور جنت کی امید لگا رکھتا ہے، وہ نافرمانی اور غفلت میں رہنے والے کی طرح ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اے حبیب! آپ فرمائیں کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ جب یہ برابر نہیں تو اطاعت گزار و فرماں بردار اور غافل و نافرمان کس طرح برابر ہو سکتے ہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ کی نصیحت سے عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) رات کے نوافل اور عبادت دن کے نوافل سے افضل ہیں کیونکہ رات کا عمل ریا سے بہت دور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور خشوع دن سے زیادہ رات میں میسر آتا ہے، نیز رات میں بیدار رہنا نفس کو بہت تکلیف میں ڈالتا ہے، لہٰذا اس کا ثواب بھی زیادہ ہو گا۔ (2) اس آیت سے علم اور علماء کرام کی فضیلت معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے علم والوں کو بے علموں پر برتری عطا فرمائی ہے۔ درس: مومن کے لئے لازم ہے کہ وہ امید اور خوف کے درمیان ہو، بالکل بے خوف ہونا یا رحمت الٰہی سے مطلقاً مایوس ہونا، یہ دونوں حالتیں قرآن کریم میں کفار کی بتائی گئی ہیں۔

آیت 10 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے میرے ایمان والے بندو! تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اور اس کی نافرمانی سے خود کو بچا کر اپنے رب کے عذاب سے ڈرو۔ مزید فرمایا: جنہوں نے بھلائی کی ان کے لیے اس دنیا میں بھلائی ہے۔ یعنی جنہوں نے عبادت کی اور اچھے اعمال بجا لائے ان کے لئے اس دنیا میں بھلائی یعنی صحت و عافیت ہے اور عبادت گزار صالح اس دنیا میں یوں بھی بھلائی میں ہیں کہ اس کے بدلے میں جنت ہے اور آیت کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں نیکیاں کرنے والوں کے لئے ایک عظیم بھلائی یعنی جنت ہے۔ مزید فرمایا: اور اللہ کی زمین وسیع ہے۔ جس شہر میں گناہوں کی کثرت ہو اور وہاں رہنے سے آدمی کو اپنی دین داری پر قائم رہنا دشوار ہو جائے تو اسے وہاں سے ہجرت کر لینی چاہیے۔ شانِ نزول: یہ آیت مہاجرینِ حبشہ یا خاص حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مصیبتوں اور بلاؤں پر صبر کیا اور ہجرت کی اور اپنے دین پر قائم رہے۔ مزید فرمایا: صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب بے حساب بھرپور دیا جائے گا۔ یعنی ...

اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَاُمِرْتُ

ان کا اجر بے حساب بھرپور دیا جائے گا۔ تم فرماؤ: مجھے حکم ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اسی کیلئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ اور مجھے حکم ہے

لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝

کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔ تم فرماؤ: بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہوجائے تو مجھے اپنے رب سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ۝ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ

تم فرماؤ: میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں خالص اس کا بندہ ہو کر۔ تو تم اس کے سوا جس کی عبادت کرنا چاہتے ہو کرلو۔ (اے نبی) تم فرماؤ:

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝

بیشک نقصان اٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا۔ سن لو! یہی کھلا نقصان ہے۔

...اپنے دین پر صبر کیا اور اس کی حدود کی پابندی سے عمل پیرا رہے اور جب بھی کسی آفت یا مصیبت میں مبتلا ہوئے تو بھی ہر طرح عمدہ ... تو انہیں دیگر لوگوں کے مقابلے میں بے حساب اور بھرپور ثواب دیا جائے گا۔

**آیت 12،11** ﴾ فرمایا کہ اپنی قوم کے مشرکوں سے فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سب سے پہلے (اللہ تعالیٰ کے حضور) گردن رکھوں اور عبادت کروں اور مخلص لوگوں میں سب سے سبقت لے جانے والا ہوں۔ یہ بات یوں ہے کہ شرعی احکام رسول سے حاصل ہوتے ہیں تو وہ ان کے شروع کرنے میں سب سے مقدم اور اوّل ہوئے۔

**آیت 13** ﴾ شانِ نزول: کفارِ قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ کی قوم کے سردار اور آپ کے رشتہ دار لات و عزّیٰ کی پوجا کرتے ہیں تو آپ ان کی مخالفت کرنے سے بچیں۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور کہا گیا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں کو یہ جواب دیں کہ اگر بالفرض مجھ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہوجائے تو مجھے اپنے رب سے ایک بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب کا ڈر ہے۔ یعنی میں خدائی توحید بیان کرنے اور بتوں کا رد کرکے خدا کے عذاب سے بچنے کی کوشش کروں یا تمہاری مخالفت سے بچوں جو اللہ کے عذاب سے بچا نہیں سکتے؟ یقیناً میں عذابِ الٰہی سے بچنے کی ہی کوشش کروں گا۔

**آیت 15،14** ﴾ اے حبیب! تم اپنی قوم سے فرما دو کہ میں اپنی عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں ... اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، وہ تمہارا عمل ہے جس کا انجام بھی تم ہی بھگتو گے۔ جب مشرکین نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ نے اپنے رشتہ داروں کے دین کی مخالفت کرکے نقصان اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ حقیقت میں نقصان اٹھانے والے وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا کہ خود گمراہی ... اور گھر والوں کو گمراہی میں مبتلا کرکے ہمیشہ کے لئے جہنم کے مستحق اور جنت کی ان عالی شان نعمتوں سے محروم ہوگئے۔ سن لو! یہی کھلا نقصان ہے۔ تنبیہات: یہ فرمان "تم اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو" میں شرک کی اجازت نہیں بلکہ انتہائی غضب کا اظہار ہے۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ

ان کیلئے ان کے اوپر سے آگ کے پہاڑ ہوں گے اور ان کے نیچے پہاڑ ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کو اس سے

يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۞ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ

اے میرے بندو! تو تم مجھ سے ڈرو ۞ اور جنہوں نے بتوں کی پوجا سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا

الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ۞ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ

خوشخبری ہے تو میرے بندوں کو خوشخبری سنادو ۞ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس کی بہتر بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی ہیں

هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ

ہدایت دی اور یہی عقلمند ہیں ۞ تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہے (وہ نجات والوں کے برابر ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں)

آیت 16 ✻ اوپر نیچے آگ کے پہاڑ ہونے کا معنی یہ ہے کہ ہر طرف سے آگ انہیں گھیرے ہوئے ہوگی۔ مزید فرمایا اللہ اپنے بندوں کو اسی سے ڈراتا ہے۔ یعنی اے لوگو! میں نے قیامت کے دن نقصان اٹھانے والوں کے جس عذاب کی تمہیں خبر دی ہے تمہیں اس عذاب سے ڈراتا ہے تاکہ تم اس کے خوف سے گناہوں سے بچو اور کفر چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، ... کی تصدیق کرکے اور احکامات و ممنوعات میں اس کی پیروی کرکے آخرت کے عذاب سے نجات پا جاؤ۔ اے میرے بندو! فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کے معاملے میں مجھ سے ڈرو اور میری ناراضی کے کام نہ کرو۔

آیت 17، 18 ✻ شانِ نزول: جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم آئے اور ان سے حال پوچھا، انہوں نے اپنے ایمان کی خبر دی تو یہ حضرات بھی سن کر ایمان لے آئے۔ ان کے حق میں یہ آیت "فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ" نازل ہوئی۔
آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے بتوں کی پوجا کرنے سے اجتناب کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور اس کی وحدانیت کا اقرار، صرف اسی کی عبادت اور اس کے علاوہ تمام معبودوں سے بیزاری کا اظہار کیا، انہیں کے لئے دنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے، دنیا میں نیک اعمال کی وجہ سے اچھی تعریف، موت کے وقت اور قبر میں راحت اور یونہی آخرت میں قبروں سے اٹھتے وقت، حساب کے وقت، پل صراط پار کرتے وقت، جنت میں داخل ہوتے وقت اور جنت میں، انہیں بھلائی، راحت اور عزت ملے گی، تو اے حبیب! میرے ان بندوں کو خوشخبری سنادو، جو کان لگا کر غور سے بات سنتے ہیں، پھر اس پر عمل کرتے ہیں جو بہتر ہو۔ یہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور عبادت کے اقرار کی ہدایت دی اور یہی عقلمند ہیں۔

آیت 19 ✻ یہاں سے بت پرستوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ جن پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ دوزخ میں جائے گا تو کیا وہ جہنمی، اس عذاب سے نجات پانے والے جنتی کی طرح ہو سکتا ہے؟! (یقیناً ہرگز نہیں۔ اور کیا آپ اسے جو آگ میں ہے بچا لو گے؟ اس کا معنی یہ ہے کہ (جو ازلی بدبخت ہے اور) جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ وہ خبیث اعمال کی وجہ سے جہنم میں جانے کا حقدار ہے تو کیا آپ اسے ہدایت دے کر جہنم سے بچا لیں گے؟ ہرگز نہیں۔

تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۝ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ

جو آگ کا مستحق ہے بچاؤ گے؟ لیکن اپنے رب سے ڈرنے والوں کیلئے بلند محلات ہیں جن کے اوپر (مزید) بلند محلات بنے ہوئے ہیں۔

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ

ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اسے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ

زمین میں موجود چشموں میں داخل کیا پھر اس سے مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے تو تو دیکھتا ہے کہ وہ

فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ اَفَمَنْ شَرَحَ

پیلی ہو جاتی ہے پھر اللہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، بیشک اس میں عقل مندوں کیلئے نصیحت ہے۔ تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے

اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ

کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے (اس جیسا ہو جائے گا جو سنگدل ہے) تو خرابی ہے ان کیلئے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں۔

آیت 20: اس آیت میں متقی اہلِ ایمان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: جہنمیوں کے لئے تو آگ ہے لیکن اللہ سے ڈرنے والوں اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کرنے والوں کے لئے جنت کے بلند محلات ہیں جن کے اوپر مزید بلند محلات بنے ہوئے ہیں جو ان سے بھی زیادہ بلند ہیں۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

آیت 21: اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی، پھر اس پانی کو مختلف جگہوں کی طرف بھیجا، پھر اسے زمین میں موجود چشموں میں داخل کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ اس پانی سے مختلف رنگوں جیسے زرد، سبز، سرخ، سفید اور مختلف قسموں جیسے گندم، جو اور طرح طرح کے غلے کی کھیتی نکالتا ہے، پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے اور تو دیکھتا ہے کہ وہ سرسبز و شاداب ہونے کے بعد پیلی پڑ جاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ تو جس نے نباتات میں ان تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا ہے، یقیناً وہ جان جائے گا کہ جوان انسان کا حال بھی اسی طرح ہے کہ اگرچہ اس کی عمر لمبی ہو لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ اس کا رنگ پیلا پڑ جائے گا اور اس کے اعضاء و اجزاء ٹوٹنے لگیں گے اور بالآخر اس کا انجام موت ہے۔

آیت 22: تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور اسے حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی تو وہ اپنے رب عزوجل کی طرف سے ملنے والی ہدایت پر ہے، اس جیسا ہو جائے گا جس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی تو وہ ہدایت قبول نہیں کرتا۔ مزید فرمایا: تو خرابی ہے ان کیلئے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں۔ یعنی ان کے لئے خرابی ہے جن کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے یا اس کی آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کے دل پہلے سے زیادہ سخت ہو جائیں، یہی لوگ ہیں جو اپنے دلوں کی سختی کی وجہ سے حق سے بہت دور اور کھلی گمراہی میں ہیں۔ اہم بات: نفس جب کفر یا گناہوں میں لت پت ہوتا ہے تو حق قبول کرنے سے بھاگتا ہے۔ کفر سے توبہ اور ذکرِ الٰہی کی کثرت سے ... پڑتا ہے اور قبولِ حق آسان ہو جاتا ہے۔ درس: اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے، صوفیاءِ کرام کی محفلوں اور علما

اُولٰٓىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ

وہ کھلی گمراہی میں ہیں ○ اللہ نے سب سے اچھی کتاب اتاری کہ ساری ایک جیسی ہے، بار بار دہرائی جاتی ہے۔ اس سے ان

جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى

لوگوں کے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کی یاد کی طرف نرم پڑ جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے

اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ

وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں ○ تو کیا وہ جو قیامت کے دن اپنے چہرے

کی مجلسوں میں، یونہی نمازوں کے بعد، اسی طرح ایصالِ ثواب کے لئے قرآنِ کریم اور کلمہ و تسبیحات پڑھ کر ذکر کی عادت بنائے رکھیں۔

آیت 23 ﴾ یہاں قرآنِ پاک کے چار اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں۔ **پہلا وصف: قرآنِ پاک سب سے اچھی کتاب ہے۔** قرآنِ پاک عبارت اور معنی دونوں اعتبار سے سب سے اچھی کتاب ہے، عبارت میں اس طرح کہ یہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے کہ کوئی کلام اس کے قریب بھی نہیں رہ سکتا، اس کی باتیں دلوں میں اترنے والی ہیں۔ قرآن اپنے معانی میں ایسا بلند مرتبہ ہے کہ تمام علوم کا جامع اور معرفتِ الٰہی جیسی عظیم نعمت کا راہ نما ہے۔ **دوسرا وصف: یہ کتاب شروع سے آخر تک حسن و خوبی میں ایک جیسی ہے** اور اس میں باہمی کوئی تضاد نہیں۔ **تیسرا وصف: یہ کتاب مثانی ہے۔** اس کا ایک معنی یہ ہے کہ یہ دو دو بیان والی ہے کہ اس میں وعدے کے ساتھ وعید، امر کے ساتھ نہی اور اخبار کے ساتھ احکام ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ کتاب بار بار پڑھی جانے والی ہے۔ **چوتھا وصف: اس کی تلاوت کرنے سے ان لوگوں کے بدن پر بال کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب عزوجل سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف رغبت میں نرم پڑ جاتے ہیں۔** حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے کہ ذکرِ الٰہی سے ان کے بال کھڑے ہوتے، جسم لرزتے ہیں اور دل چین پاتے ہیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ یہ اللہ کی ہدایت ہے۔ یعنی یہ قرآن جو سب سے اچھی کتاب ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور ہدایت پانے والا وہ ہے جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ ہدایت قبول کرنے کے لئے کھول دے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے (اس طرح کہ اس کی بدعملیوں کی وجہ سے اس میں گمراہی پیدا فرما دے تو) اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

آیت 24 ﴾ جن کے دل (اللہ تعالیٰ کے ذکر سے) سخت ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان پر دو چیزیں لازم فرما دیں: (1) دنیا میں گمراہی۔ اس کا ذکر اوپر والی آیت میں ہوا۔ (2) آخرت میں شدید عذاب۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے یا اس آیت میں جس کا ذکر ہے اس سے مراد وہ کافر ہے جس کے ہاتھ گردن کے ساتھ ملا کر باندھ دیئے جائیں گے اور اس کی گردن میں گندھک کا ایک جلتا ہوا پہاڑ پڑا ہوگا جو اس کے چہرے کو بھون ڈالتا ہوگا۔ اس طرح اسے اوندھا کر کے آتشِ جہنم میں گرایا جائے گا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تو کیا وہ جو قیامت کے دن اپنے چہرے کو ڈھال بنا کر اس کے ذریعے برے عذاب کو روکنے کی کوشش کرے گا اور بچ نہ سکے گا تو وہ اس مومن کی طرح ہے جو عذاب سے محفوظ ہو؟ ہرگز دونوں یکساں نہیں۔ اور ظالموں سے جہنم کے خازن کہیں گے: دنیا میں جو کفر کرتے تھے اب اس کا بدلہ اور عذاب برداشت کرو۔

سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ وَ قِیْلَ لِلظّٰلِمِیْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ

بے عذاب کو روکنے کی کوشش کرے گا وہ نجات پانے والوں کی طرح ہو سکتا ہے؟ اور ظالموں سے فرمایا جائے گا: اپنے کمائے ہوئے اعمال کا مزہ چکھو ○

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْیَ فِی

ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تو ان کے پاس وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انہیں خبر نہ تھی ○ اور اللہ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا

الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ

مزہ چکھایا اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر وہ جان لیتے ○ اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے

فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ

اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ○ عربی زبان کا قرآن جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں

لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا

تاکہ وہ ڈریں ○ اللہ نے ایک غلام آدمی کی مثال بیان فرمائی جس میں کئی بداخلاق آقا شریک ہوں اور ایک ایسا غلام مرد ہو

وقف لازم

**آیت 25، 26** اے حبیب! جس طرح آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا اسی طرح کفارِ مکہ سے پہلے کافروں نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا تو ان کے پاس وہاں سے عذاب آیا جہاں سے عذاب آنے کا انہیں خطرہ بھی نہ تھا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیوی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا کہ کسی قوم کی صورتیں مسخ کیں، کسی کو زمین میں دھنسایا، کسی کو قتل اور جلاوطنی میں مبتلا کیا، کسی پر پانی کا طوفان بھیجا اور کسی پر پتھر برسائے اور بیشک آخرت کا جو عذاب ان کے لئے تیار کیا گیا ہے وہ دنیا کے سب عذابوں سے بڑا ہے۔ اگر وہ اس بات کو جان لیتے اور تکذیب کرنے کی بجائے ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ اہم بات: کبھی بد عملی کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے مگر یہ سزا آخرت کی سزا پر اثر انداز نہ ہوگی، کافر کے لئے وہ سزا پوری پوری علیحدہ ہے۔ ہاں مسلمان کے لئے دنیوی تکلیف آخرت میں معافی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

**آیت 27** ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں وہ تمام مثالیں بیان فرمائی ہیں جن کی اپنے دین کے معاملے میں لوگوں کو ضرورت ہے تاکہ وہ (انہیں پڑھ اور سن کر) نصیحت قبول کریں۔ اہم بات: قرآنِ کریم میں دلائل، مثالیں، بشارت، وعیدیں، عظمت و محبتِ الٰہی، شانِ مصطفیٰ و کمالاتِ رسالت و کردارِ انبیاء سب کچھ مذکور ہے کیونکہ قرآنِ پاک ساری دنیا کے لئے آیا ہے اور ہر علاقے کے لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہیں، ان میں سے کوئی دلائل سے مانتا ہے، کوئی خوف سے، کوئی لالچ سے، کوئی عشق و محبت سے، اس لئے قرآنِ پاک میں سب کی ہدایت کے مطابق کلام ہے۔

**آیت 28** فرمایا کہ اس قرآن کی زبان عربی ہے اور یہ ایسا فصیح ہے کہ جس نے فصاحت و بلاغت کے ماہر ترین افراد کو بھی قرآن جیسا کلام بنانے سے عاجز کر دیا، یہ آیات کے باہمی ٹکراؤ اور اختلاف سے پاک ہے اور اس لئے نازل ہوا تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور کفر و تکذیب سے باز آئیں۔

**آیت 29** آیت کا معنی یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! آپ اپنی قوم کے سامنے ایک مثال بیان فرمائیں اور ان سے پوچھیں کہ تم اس

سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

جو خالص ایک ہی کا غلام ہو۔ کیا دونوں کا حال ایک جیسا ہے؟ سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے۔

اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع

(اے حبیب!) بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے ○ پھر (اے لوگو!) تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

مرد کے بارے میں کیا کہتے ہو جو کئی بد اخلاق آقاؤں کا غلام ہو اور وہ آقا آپس میں اختلاف کریں اور ہر ایک دعویٰ کرے کہ یہ مرد میرا غلام ہے، ان میں سے ہر آقا اسے اپنے اپنے کام بتاتا ہے، وہ غلام حیران و پریشان ہے کہ کس کا حکم مانے اور کس کا چھوڑے؟ اور کیسے اپنے تمام آقاؤں کو راضی کرے؟ اور خود اس غلام کو جب کوئی ضرورت درپیش ہو تو کس آقا سے کہے؟ وہ عجیب مصیبت میں پھنسا ہوا ہو جبکہ دوسری طرف وہ مرد ہو جو ایک ہی آقا کا غلام ہو، وہ اخلاص کے ساتھ اس کی خدمت کر کے اسے راضی کر سکتا ہے اور جب کوئی حاجت پیش آئے تو اسی سے عرض کر سکتا ہے، اس کو کوئی پریشانی پیش نہیں آتی۔ تو اب مجھے بتاؤ کہ ان دونوں غلاموں میں سے کس کا حال اچھا ہے؟ (یقیناً اس غلام کا حال اچھا ہے جو صرف ایک آقا کا غلام ہے) تو یہی حال مومن اور کافر کا ہے کہ مومن ایک مالک کا بندہ ہے، اسی کی عبادت کرتا ہے اس لئے اس کا حال اچھا ہے جبکہ مشرک بہت سی جماعت کے غلام کی طرح ہے کہ اس نے بہت سے معبود قرار دے رکھے ہیں اس لئے اس کا حال برا ہے۔ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اکیلا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بلکہ ان کفار میں اکثر یہ بات نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہیں۔

آیت 30 ﴾ اس آیت میں ان کفار کا رد ہے جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا انتظار کیا کرتے تھے، انہیں فرمایا گیا کہ جو خود مرنے والے ہوں کر دوسرے کی موت کا انتظار کرنا حماقت ہے۔ اہم بات: کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی موت ایک آن کے لئے ہوتی ہے پھر انہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے جس کی عظیم دلیل شب معراج میں انبیاء کرام علیہم السلام کا مسجد اقصیٰ میں جمع ہونا ہے۔

آیت 31 ﴾ فرمایا: اے لوگو! پھر مرنے کے بعد تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں کے متعلق فرمائیں گے کہ نبیوں نے رسالت کی تبلیغ کر دی تھی اور دین کی دعوت دینے میں بہت زیادہ کوشش فرمائی تھی لیکن کفار بے فائدہ معذرتیں پیش کریں گے۔ آیت کا دوسرا معنیٰ ہے کہ لوگ دنیوی حقوق کے بارے میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے اور ہر ایک اپنا حق طلب کرے گا۔ درس: یہاں سے بندوں کے حقوق کی اہمیت بھی واضح ہوئی کہ قیامت میں دوسروں کو ان کا حق دینا پڑے گا اور مال تو وہاں چلے گا نہیں، اس کی جگہ نیکیاں دینی پڑیں گی یا دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر لادنا پڑے گا، الامان والحفیظ۔ لہٰذا جس نے کسی کا کوئی حق تلف کیا ہے اسے اپنی زندگی میں ہی اس کا حق ادا کر دینا چاہیے یا اس سے معاف کروا لے ورنہ قیامت کے دن حق کی ادائیگی کرنا پڑی تو وہ بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آئے؟ کیا کافروں کا

مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲ وَ الَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳

ٹھکانہ جہنم میں نہیں؟ اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جس نے ان کی تصدیق کی یہی پرہیزگار ہیں۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۴ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

ان کیلئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہے جو یہ چاہیں۔ یہ نیک بندوں کا صلہ ہے۔ تاکہ اللہ ان سے

آیت32 ﴿ مشرک کائنات کے سب سے بڑے حق یعنی خدا کو معبود ماننے اور اسی کی عبادت کرنے کے حق کو پس پشت ڈال کر مخلوق کی عبادت کرتا ہے اس لئے وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ اس پر فرمایا کہ مخلوق میں سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے شریک اور اولاد ثابت کرے پھر کہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کو جھٹلائے جو اس نے اپنے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمائی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت کا انکار کرے تو ایسے آدمی کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہونا چاہیے (یقیناً جہنم ہی میں اس کا ٹھکانا ہے۔) اہم بات: جو لوگ اپنی گھڑی ہوئی باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف یا ان کی شریعت کی جانب منسوب کرتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں میں شامل ہیں۔

آیت33 ﴿ صدق سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہے اور اسے لانے اور تصدیق کرنے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ یا صدق سے مراد قرآن پاک ہے، اسے لانے والے جبریل امین علیہ السلام ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ یا سچ لانے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آخر میں فرمایا وہ لوگ جن کے یہ اوصاف ہیں (جو اوپر بیان ہوئے) یہی متقی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرکے، بتوں سے بیزاری ظاہر کرکے، اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی اور اس کی نافرمانی سے اجتناب کرکے اس کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔

آیت34 ﴿ ان متقی لوگوں کے لئے دنیا میں اچھے اعمال کرنے کے بدلے آخرت میں ہر وہ نعمت ہے جو وہ چاہیں گے اور وہ ہر طرح کے نقصانات سے محفوظ رہیں گے، نیک بندوں کا یہی صلہ ہے۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ اپنے بعض مقرب بندوں کو دنیا میں بھی یہ قدرت و اختیار دیتا ہے کہ وہ جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ (2) اگر اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کیلئے یہ فضیلت ثابت کریں کہ وہ جو چاہتے ہیں ہو جاتا ہے تو بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ تم نے انہیں خدا بنا دیا یا یہ تو خدا بنانے والی بات ہو گئی۔ ایسے لوگوں سے سوال ہے کہ جنت میں تو ہر جنتی کو یہ فضیلت حاصل ہوگی تو کیا جنت میں تمام لوگ خدا بن جائیں گے؟ اصل یہ ہے کہ سب کچھ دنیا میں اولیاء کے لئے ثابت کیا جائے یا آخرت میں جنت میں ہر جنتی کے لئے، وہ بہرحال اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہو گا لہٰذا یہاں شرک کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

آیت35 ﴿ فرمایا کہ ان نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک کاموں کا عظیم اجر اس لئے دیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کئے ہوئے ان کے ان کاموں سے جن کا صرف ان کے رب تعالیٰ کو علم تھا اور جو انہوں نے ظاہری طور پر برے کام کئے، پھر ان سے توبہ

اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَ یَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ اَلَیْسَ اللّٰهُ

ان کے برے کام مٹا دے جو انہوں نے کیے اور انہیں ان کا اجر دے ان اچھے کاموں پر جو وہ کرتے تھے۔ کیا اللہ

بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ یُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ

اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور وہ تمہیں اللہ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کیلئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ۝ وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ

اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی بہکانے والا نہیں۔ کیا اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا نہیں؟ اور اگر تم ان سے پوچھو

مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے: ”اللہ نے“ تم فرماؤ: بھلا بتاؤ کہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے

استغفار کی تو انہیں بھی معاف کر دے یونہی انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا والے جو اچھے کام کئے تھے ان پر اللہ تعالیٰ انہیں اجر و ثواب عطا فرمائے۔

آیت 37،36 ﴿ فرمایا: کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ یہاں ”بندے“ سے مراد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یا تمام انبیاء کرام علیہم السلام جن کے ساتھ ان کی قوموں نے ایذا رسانی کے ارادے کئے اللہ تعالیٰ نے انہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور ان کی کفایت فرمائی، تو اے حبیب! جب اللہ تعالیٰ آپ سے پہلے رسولوں کو کافی رہا تو آپ کے لئے کیوں کافی نہ ہوگا۔ مزید فرمایا: اور وہ تمہیں اللہ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں۔ شانِ نزول: کفارِ عرب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتوں سے ڈرانا چاہا اور آپ سے کہا: آپ ہمارے معبودوں یعنی بتوں کی برائی بیان کرنے سے باز آئیے ورنہ وہ آپ کو ہلاک کر دیں گے یا عقل کو فاسد کر دیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کے اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! کفار آپ کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے بنائے ہوئے جھوٹے معبودوں سے ڈراتے ہیں حالانکہ ان کے بناوٹی معبود خود بے بس ہیں اور اگر بالفرض انہیں کوئی قدرت حاصل بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں عاجز ہی رہتے اور جب حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی ہے تو ان کا اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے معبودوں سے ڈرانا باطل ہے۔ مزید فرمایا: اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کیلئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ باتیں اسی وقت فائدہ مند ہیں جب بندے کو ہدایت اور توفیق حاصل ہو اور اصل بات یہ ہے کہ جس کی بدعملیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس میں گمراہی پیدا فرما دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے کر ایمان کا نور دے تو اسے کوئی بہکانے والا نہیں۔ مزید فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور بدلہ لینے والا نہیں؟ کیوں نہیں! یقیناً ہے تو جب اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے اور بتوں کا عاجز و بے بس ہونا بھی ظاہر ہے تو پھر کافروں کا بتوں سے ڈرانا حماقت نہیں ہے؟

آیت 38 ﴿ فرمایا: اے حبیب! جو مشرکین آپ کو اپنے باطل معبودوں سے ڈرانا چاہ رہے ہیں آپ اگر ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں، یعنی یہ مشرکین خدا کی ہستی اور اس کی کامل قدرت کا اقرار

إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ

اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو ٹال دیں گے یا اگر اللہ مجھ پر مہربانی فرمانا چاہے تو کیا وہ

مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٣٨﴾ قُلْ يَا قَوْمِ

اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ تم فرماؤ: مجھے اللہ کافی ہے۔ توکل کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ تم فرماؤ: اے میری قوم!

اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ

تم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا ہوں تو عنقریب تم جان لو گے۔ کس پر آتا ہے وہ عذاب جو اسے رسوا کردے

وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ

اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے؟ بیشک ہم نے حق کے ساتھ تم پر یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کیلئے اتاری تو جس نے ہدایت پائی

اس کے بعد فرمایا ان مشرکوں سے فرماؤ کہ جن بتوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو وہ کچھ بھی قدرت رکھتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی طرح کا مرض یا کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ بت اللہ کی بھیجی ہوئی تکلیف کو ٹال دیں گے؟ یا اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر صحت، مالداری یا کوئی اور مہربانی فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین سے یہ سوال فرمایا تو وہ خاموش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تم ان لوگوں سے فرما دیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں، اسی لئے میں بھی اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا بتوں سے نہیں ڈرتا۔

{آیت 40،39} ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ کی قوم کے وہ مشرک جنہوں نے بتوں کو معبود بنا رکھا ہے اور آپ کو ان سے ڈراتے ہیں، آپ ان سے فرمادیں: اے میری قوم! اگر تم نہیں مانتے تو تم اپنی جگہ پر کام کیے جاؤ اور میری دشمنی میں تم سے جو ہو سکتا ہے وہ کر کے دیکھ لو اور میں وہ کام کرتا ہوں جس پر مامور ہوں، میری ذمہ داری دین قائم کرنا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ میرا مددگار ہے، عنقریب تم جان لوگے کہ رسوا کن عذاب کس پر آتا ہے اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے؟ چنانچہ غزوہ بدر کے دن وہ مشرکین رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہوئے اور آخرت میں جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

{آیت 41} اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے پیارے حبیب! ہم نے لوگوں کے فائدے اور ان کی ہدایت کے لئے یہ کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے اور اسے معجزہ بنا کر اتارا ہے جو کہ اس کتاب کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا ثبوت ہے، لہٰذا جو ہدایت حاصل کرے تو اس راہ یابی کا نفع وہی پائے گا اور جو گمراہ ہوا تو اس کی گمراہی کا نقصان اسی پر پڑے گا۔ اے حبیب! آپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ انہیں ایمان قبول کرنے پر مجبور کریں بلکہ ایمان قبول کرنا یا نہ کرنا ان مشرکین کے ذمے ہے اور آپ سے ان کی کوتاہیوں کی پکڑ نہ ہوگی۔

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۟ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْـ

تو اپنی ذات کیلئے ہی (راہ پائی) اور جو گمراہ ہوا تو اپنی جان کے خلاف ہی گمراہ ہوا اور تم ان پر کوئی ذمہ دار نہیں ہو۔

حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ

ان کی موت کے وقت وفات دیتا ہے اور جو نہ مریں انہیں ان کی نیند کی حالت میں پھر جس پر موت کا حکم فرما دیتا ہے

وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۟ اَمِ اتَّخَذُ

اور دوسرے کو ایک مقررہ مدت تک چھوڑ دیتا ہے۔ بیشک اس میں ضرور سوچنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۟ قُلْ لِّلّٰهِ

اللہ کے مقابلے میں کچھ سفارشی بنا رکھے ہیں؟ تم فرماؤ: کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں؟

الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۟ وَاِذَا

تمام شفاعتوں کا مالک اللہ ہی ہے۔ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

**آیت 42** ﴿ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جانوں کو ان کی زندگی کی مدت پوری ہو جانے پر روح قبض کر کے وفات دیتا ہے اور جن کی موت کا وقت ابھی تک نہیں آیا انہیں ان کی نیند کی حالت میں ایک قسم کی وفات دیتا ہے، پھر جس پر حقیقی موت کا حکم فرما دیتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم کی طرف واپس نہیں کرتا اور جس کی موت مقدر نہیں فرمائی تو اس کی روح کو موت کے وقت تک کیلئے اس کے جسم کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ بیشک اس میں ضرور سوچنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں کہ جو اس پر قادر ہے وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

درس: سونے سے پہلے موت کو یاد کرنا چاہیے کہ ایک دن وہ نیند آئے گی کہ اٹھنا نصیب نہیں ہو گا۔

**آیت 43، 44** ﴿ یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن باطل معبودوں کو پوجتے ہیں، کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انہیں سفارشی بنا رکھا ہے کہ وہ اللہ عزّوجلّ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے؟ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ کیا تم بتوں کو اپنا سفارشی بنا رکھو گے اگرچہ وہ تمہارے لئے کسی نفع و نقصان کے مالک نہ ہوں، اگرچہ وہ کسی چیز کی سمجھ بوجھ نہ رکھتے ہوں؟ اگر تم اس وجہ سے بتوں کی عبادت کرتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہاری سفارش کریں گے تو پھر انہیں چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا معبود بنا لو کیونکہ تمام شفاعتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی بارگاہ میں صرف وہی کسی کی سفارش کر سکے گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا۔ آسمانوں اور زمینوں میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے جبکہ تمہارے باطل معبودوں کو ذرہ بھر بھی بادشاہت حاصل نہیں لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو کیونکہ مرنے کے بعد تمہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

**آیت 45** ﴿ جب ایک اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے یعنی یہ کہ وہی تنہا معبود و مالک ہے تو توحید کے منکروں، بت پرستوں کے دل تنگ ہوتے ہیں اور وہ اس سے بھاگتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی بجائے ان کے بتوں کا ذکر ہوتا ہے تو اس وقت خوش ہو جاتے

ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ

جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے دل تنگ ہو جاتے ہیں اور جب اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ

دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو اس وقت وہ خوش ہو جاتے ہیں○ تم عرض کرو: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! ہر پوشیدہ

وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ لَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ

اور ظاہر کے جاننے والے! تو اپنے بندوں میں اس چیز کا فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے○ اور اگر جو کچھ

ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ

زمین میں ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اس جیسا اور بھی ظالموں کی ملک میں ہوتا تو قیامت کے دن بڑے عذاب سے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ بَدَا لَهُمْ

چھٹکارے کے عوض وہ سب کا سب دیدیتے اور ان کیلئے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا○ اور ان پر

ان کی جہالت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تو سب سے بڑی سعادت، تمام بھلائیوں کی بنیاد اور دلوں کی ٹھنڈک ہے جبکہ بے جان اور خسیس بتوں کا ذکر جہالت وحماقت ہے۔

آیت 46 ﴾ یہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایک عظیم دعا تعلیم فرمائی گئی ہے کہ اس طرح عرض کرو: اے اللہ! مشرکین کی توحید سے نفرت اور شرک سنتے وقت کی خوشی معروف ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس پر انتہائی مضبوطی سے قائم ہیں کہ تیرے سوا کوئی بھی ان کے فاسد عقیدے اور باطل مذہب کو زائل نہیں کر سکتا۔ درس: زیر تفسیر آیت پڑھ کر جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ لہٰذا دعا مانگنے سے پہلے مذکورہ بالا آیت پڑھ لیں۔

آیت 47-48 ﴾ یہاں مشرکین کے لئے تین وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ **پہلی وعید:** اگر بالفرض کافر پوری دنیا کے اموال اور ذخائر کے مالک ہوتے اور اتنا ہی اور بھی ان کی ملک میں ہوتا تو قیامت کے دن بڑے عذاب سے چھٹکارے کے عوض وہ سب کا سب دے دیتے تاکہ کسی طرح یہ اموال دے کر انہیں اس عذاب عظیم سے رہائی مل جائے لیکن وہ قبول نہ ہوگا۔ **دوسری وعید:** بروز قیامت ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے شدید عذاب ظاہر ہوں گے جن کا انہیں خیال بھی نہ تھا۔ **تیسری وعید:** ان پر ان کے دنیا میں کئے گئے اعمال کے آثار ظاہر ہو جائیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خبر دینے پر وہ جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ نازل ہو جائے گا اور مشرکین کو گھیر لے گا۔ درس: **"اور ان کیلئے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا"** کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ مشرکین گمان کرتے ہوں گے کہ ان کے پاس نیکیاں ہیں لیکن جب نامۂ اعمال کھلیں گے تو بدیاں ظاہر ہوں گی۔ یہ اگرچہ مشرکین کے لئے وعید کا بیان ہے لیکن مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرنا چاہیے۔

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ

ان کے کمائے ہوئے برے اعمال کھل گئے اور ان پر وہی آپڑا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے ○ پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے

دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ

تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب اسے ہم اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرمائیں تو کہتا ہے یہ تو مجھے ایک علم کی بدولت ملی ہے بلکہ وہ تو ایک آزمائش ہے

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾

مگر ان میں اکثر لوگ جانتے نہیں ○ ان سے پہلوں نے بھی ایسے ہی بات کہی تھی تو ان کی کمائیاں ان کے کچھ کام نہ آئیں ○

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا

تو ان کے کمائے ہوئے اعمال کی برائیاں انہیں پہنچیں اور ان میں (بھی) جو ظالم ہیں عنقریب ان پر ان کے کمائے ہوئے اعمال کی برائیاں پڑیں...

آیت 49 ﴾ فرمایا کہ یوں تو مشرک اپنے معبودوں کے ذکر سے خوش ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ بگاڑتا ہے لیکن جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس وقت ہمیں پکار کر مدد طلب کرتا ہے، پھر جب ہم اپنے فضل سے اس کی تکلیف دور کر دیں اور اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت عطا فرمادیں تو وہ کہتا ہے کہ میں معاش کا جو علم رکھتا ہوں اس کے ذریعے سے میں نے یہ دولت کمائی ہے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے جس کے ذریعے دیکھا جاتا ہے کہ بندہ اس کے ملنے پر شکر کرتا ہے یا ناشکری؟ لیکن ان میں اکثر لوگ جانتے نہیں۔ درس: (1) مصیبت اور راحت کے وقت مشرکوں کی عملی حالت کو دیکھتے ہوئے ہم بھی اپنی حالت پر غور کریں کہ ہم مصیبت میں خدا کو یاد کرنے اور خوشی میں بھلا دینے کے مرض میں مبتلا تو نہیں ہیں۔ (2) بہت سے مال دار اور منصب دار لوگ جن کے پاس نعمتوں کی کثرت ہے، انہیں فرض نمازوں کی تعداد تک یاد نہیں، نعمتوں پر مطمئن ایسے ہیں جیسے یہ ہمیشہ ان کے پاس ہی رہیں گی انہیں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ دنیا کی سب نعمتیں فانی ہیں۔

آیت 50 ﴾ کفارِ مکہ سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انہوں نے بھی یہ بات کہی تھی کہ "یہ نعمت تو ہمیں ایک علم کی بدولت ملی ہے۔" تو نعمت انہیں ملی اس نے ان سے سختی اور عذاب دور نہ کیا اور نہ ہی اس نعمت نے انہیں کوئی فائدہ دیا۔ اہم بات: پہلوں سے مراد قارون اور اس کی قوم ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ قارون کے علاوہ سابقہ امتوں میں سے اور لوگوں نے بھی ایسا کہا ہو۔

آیت 51 ﴾ فرمایا کہ پہلے لوگوں نے جو برے اعمال کئے تھے ان کی سزائیں انہیں پہنچیں اور اے حبیب! آپ کے زمانے کے جو لوگ شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں عنقریب پہلوں کی طرح ان پر بھی ان کے کفر اور گناہوں کی سزائیں آپڑیں گی اور اپنے برے اعمال اور اخلاق کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے۔ اہم بات: کفارِ مکہ کو ان کے اعمال کی سزائیں ملیں، چنانچہ غزوۂ بدر میں ان کے بڑے بڑے سردار قتل کر دیئے گئے اور سات برس تک وہ قحط کی مصیبت میں مبتلا رکھے گئے۔

وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۵۱ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ

اور وہ اللہ کو بے بس کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ۝ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ (بھی) فرماتا ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۲ؒ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ

بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ۝ تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی!

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵۳

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے ۝

وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۵۴

اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس وقت سے پہلے اس کے حضور گردن رکھو کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے ۝

**آیت 52** فرمایا کہ اے حبیب! جن لوگوں کی ہم نے تکلیف دور کردی اور وہ ہمارا احسان ماننے کی بجائے یہ کہنے لگے کہ یہ نعمتیں تو ہمیں ہمارے علم کی بنا پر ملی ہیں، کیا وہ جانتے نہیں کہ تکلیف، راحت، وسعت، تنگی اور مصیبت صرف اللہ تعالیٰ کے ہی دستِ قدرت میں ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دے۔ بیشک یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں تاکہ وہ ان کے ذریعے نصیحت حاصل کریں تو ان نشانیوں کو دیکھنے والا نعمت ملنے کو اپنے علم اور کوشش کی طرف منسوب کرنے کی بجائے اسے اللہ تعالیٰ کا ہی فضل اور اس کی عطا قرار دے گا۔

**آیت 53** شانِ نزول: کچھ مشرکین نے بہت سے سنگین گناہوں کا ارتکاب کیا تھا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی: آپ کی باتیں تو بہت اچھی ہیں لیکن یہ فرمائیں کہ ہمارے سارے گناہوں کا کفارہ ہو سکتا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! آپ فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے کفر اور گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنی جانوں پر زیادتی کی، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا اور یہ خیال نہ کرنا کہ ایمان قبول کر لینے کے بعد سابقہ کفر و شرک پر تمہارا مؤاخذہ ہوگا، بیشک اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ بخش دیتا ہے جو اپنے کفر سے باز آئے اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرلے، بیشک وہی گناہوں کو بخشنے والا اور عیبوں کو دور کرکے مہربانی فرمانے والا ہے۔ درس: (1) بندے سے اگرچہ بے شمار گناہ صادر ہوئے ہوں لیکن اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ (2) عمومی طور پر ہر حوالے سے رحمتِ الٰہی سے مایوس ہونا منع ہے، لہٰذا زندگی کی مشکلات کے باعث اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ کافروں اور گمراہوں کا وصف اور کبیرہ گناہ ہے۔

**آیت 54** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جلد توبہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے بندو! کفر و شرک اور گناہوں سے توبہ کرکے اپنے رب عزوجل کی طرف رجوع کرو اور اس وقت سے پہلے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو کہ تم پر عذاب آجائے، پھر اگر تم نے توبہ نہ کی تو عذاب سے چھٹکارا پانے میں تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔ اہم بات: فقط رحمتِ الٰہی

وَ اتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً

اور تمہارے رب کی طرف سے جو بہترین چیز تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس کی اس وقت سے پہلے پیروی اختیار کرو کہ تم پر اچانک عذاب

وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ

اور تمہیں خبر (بھی) نہ ہو○ (پھر ایسا نہ ہو) کہ کوئی جان یہ کہے کہ ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں

وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۵۷﴾

اور بیشک میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا○ یا کہے: اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا○

اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾

یا جب عذاب دیکھے تو کہے: اگر مجھے ایک مرتبہ دنیا (نصیب) ہوتا تو میں نیکیاں کرنے والوں میں سے ہو جاتا○

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۹﴾

ہاں کیوں نہیں! بیشک تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو تو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے ہوگیا○

پر جرأت کر کے گناہوں میں لگے رہنا تباہ کن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گناہوں سے سچی توبہ مطلوب ہے اور جو توبہ چھوڑ دے اس کے لئے بڑی وعید ہے۔

**آیت 55-58** ﴿ فرمایا کہ اے لوگو! اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، تم وہ کام کرو جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اور جس کام سے منع کیا ہے اس سے رک جاؤ۔ پھر ایسا نہ ہو کہ عذاب دیکھنے کے بعد کوئی جان یہ کہے کہ ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیں کہ اس کی فرماں برداری نہ کر سکا اور اس کے حق کو نہ پہچانا اور نہ رضا حاصل کرنے کی فکر کی اور بیشک میں تو اللہ تعالیٰ کے دین کا اور اس کی کتاب کا مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ یا کوئی جان یہ کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنا دین قبول کرنے اور اپنی فرماں برداری کی توفیق دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یا عذاب دیکھنے کے بعد کوئی جان یہ کہے: اگر مجھے ایک مرتبہ پھر دنیا کی طرف لوٹنا نصیب ہوتا تو میں نیکیاں کرنے والوں میں سے ہو جاتا۔ دنیا کی زندگی بہت بڑی نعمت ہے، اس میں نیکیوں کا وقت بھی ہے اور توبہ کی مہلت بھی۔ اپنے نفس پر تھوڑی سختی کر کے گناہ چھوڑ دیں، نیکیاں کما لیں تو ہمیشہ کی جنت کی زندگی میں مزے کریں گے۔ موت کے بعد مہلت ختم ہو جائے گی۔

**آیت 59** ﴿ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان باطل عذروں کا رد کرتے ہوئے گویا کہ فرمایا: ہاں کیوں نہیں! تیرے پاس قرآن پاک پہنچا اور حق و باطل کی راہیں تجھ پر واضح کی گئیں اور تجھے حق و ہدایت اختیار کرنے کی قدرت بھی دی گئی، اس کے باوجود تو نے حق کو چھوڑ دیا اور اسے قبول کرنے سے تکبر کیا، گمراہی اختیار کی اور حکم کی مخالفت کی، تو اب تیری یہ بات غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے راہ دکھاتا تو میں پرہیزگاروں والوں میں سے ہوتا اور تیرے تمام عذر جھوٹے ہیں۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

اور قیامت کے دن تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا متکبروں کا ٹھکانہ جہنم میں

لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

نہیں ہے؟ ○ اور اللہ پرہیزگاروں کو ان کی نجات کی جگہ کے ذریعے بچائے گا۔ نہ انہیں عذاب چھوئے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۫ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے ○ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ ع

اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں ○ تم فرماؤ: اے جاہلو! کیا تم مجھے اس بات کا حکم دیتے ہو کہ

آیت 60 ❁ فرمایا کہ قیامت کے دن تم ان لوگوں کو دیکھو گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی بات کی جو حق نہیں، اس کے لئے شریک تجویز کئے، اولاد بتائی اور اس کی صفات کا انکار کیا، قیامت کے دن ان کے منہ کالے ہوں گے۔ یہاں متکبروں کے لئے جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے جو تکبر کی وجہ سے ایمان نہ لائے؟ یقیناً ہے یہی ان کا ٹھکانا ہے۔

آیت 61 ❁ فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شرک اور گناہوں سے بچنے والوں کو نجات کی جگہ جنت میں پہنچا کر تکبر کرنے والوں کے ٹھکانے جہنم سے بچائے گا اور ان کا حال یہ ہو گا کہ نہ ان کے جسموں کو عذاب چھوئے گا اور نہ ان کے دلوں کو غم پہنچے گا۔ درس: تقویٰ بہت عظیم شے ہے، یہ قیامت کے دن جہنم کے عذاب سے نجات پانے کا بہت بڑا سبب ہے۔ کفر و شرک، گمراہی و گناہ اور شبہات سے بچنا تقویٰ ہے۔

آیت 62 ❁ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز میں جیسے چاہے تصرف فرماتا ہے۔

آیت 63 ❁ فرمایا: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں۔ یعنی رحمت، رزق اور بارش وغیرہ کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، وہی ان کا مالک ہے۔ مزید فرمایا: اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا۔ یعنی جب ہر چیز کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے، آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں اور کفار ان چیزوں کو تسلیم بھی کرتے ہیں تو ان پر لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو تسلیم کریں، اس لئے یہاں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کا اقرار کرنے کے باوجود جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور جزا و سزا کے مضمون پر مشتمل آیات کا انکار کیا وہی نقصان اٹھائیں گے کیونکہ انہوں نے ثواب کے مقابلے میں سزا کو پسند کیا۔ یہ امور معلوم ہوئے: (1) اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھی عطا فرمائی ہیں۔ (2) جو شخص آیات اللہ تعالیٰ کی رحمت میں سے کچھ حصہ ضرور ملے گا۔

آیت 64 ❁ مشرکین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے بعض معبودوں کی عبادت کریں تو ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! آپ انہیں جواب دیں کہ اے جاہلو! کیا تم مجھے یہ کہتے ہو کہ میں

اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ

میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں ○ اور بیشک تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ (اے سننے والے)

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهَ

اگر تو نے شرک کیا تو ضرور تیرا ہر عمل برباد ہو جائے گا اور ضرور تو نقصان پانے والوں میں سے ہو جائے گا○ بلکہ

فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا

بندگی کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا○ اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا اور قیامت کے دن

قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

اس کے قبضے میں ہوگی اور اس کی قدرت سے تمام آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے اور وہ ان کے شرک سے پاک و برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں؟ حالانکہ دلائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا حق ہونا اور کفر و شرک کا باطل ثابت ہو چکا ہے۔ انہیں جاہل اس لئے فرمایا گیا کہ اس سے پہلے حقیقی معبود کے اوصاف بیان ہوئے اور جو شخص عظمت والے اوصاف سے موصوف معبود کی عبادت سے منہ پھیر کر ان بے جان جسموں کی عبادت میں مشغول ہو وہ بہت بڑا جاہل ہے۔

آیت 65 ﴿ فرمایا: اے حبیب! بیشک آپ کی طرف اور آپ سے پہلے رسولوں کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک کیا تو ضرور تمہارا ہر عمل برباد ہو جائے گا اور ضرور تم نقصان پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اہم بات: توحید کی اہمیت اور شرک کی شدید قباحت بیان کرنے کے لئے اس آیت میں ظاہری خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے تاکہ پڑھنے، سننے والوں کے دلوں پر بھرپور اثر ہو، اگرچہ حقیقتاً مراد سننے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو شرک سے معصوم فرمایا ہے۔

آیت 66 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! مشرکین جو آپ کو بتوں کی پوجا کرنے کا کہتے ہیں آپ ان کی بات کی طرف توجہ نہ دیں بلکہ اللہ ہی کی بندگی کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بجا لا کر نعمتوں کی شکر گزاری کرتے رہیں۔

آیت 67 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! جو مشرکین آپ کو بتوں کی پوجا کرنے کی دعوت دے رہے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ویسی قدر نہ کی جیسی اس کی قدر کرنے کا حق تھا، اسی وجہ سے وہ شرک میں مبتلا ہوئے، اگر وہ عظمتِ الٰہی سے واقف ہوتے تو ایسا کیوں کرتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ قیامت کے دن ساری زمین اس کے قبضے میں ہوگی اور اس دن کوئی اس کے کسی حصے پر اپنی ظاہری ملکیت کا دعویٰ نہ کر سکے گا اور اس کی قدرت سے تمام آسمان لپیٹے ہوئے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند ہے۔

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُؕ

اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں سب بیہوش ہو جائیں گے مگر جسے اللہ چاہے

ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ۝۶۸ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا

پھر اس میں دوسری بار پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے ○ اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝۶۹

اور کتاب رکھی جائے گی اور انبیاء اور گواہی دینے والے لائے جائیں گے اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا○

آیت 68 ﴿ آیت کے اس حصے میں پہلی بار صور پھونکنے کا بیان ہے، اس سے بے ہوشی طاری ہونے کا یہ اثر ہوگا کہ فرشتوں اور زمین والوں میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہوں گے اور ان پر موت نہ آئی ہوگی تو وہ اس سے مر جائیں گے اور وہ بزرگ ہستیاں جنہیں ان کی دنیوی موت کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندگی عنایت کی ہوئی ہے اور وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے انبیاء کرام اور شہداء، ان پر اس نفخہ سے بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگی اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس نفخہ کا شعور بھی نہ ہوگا۔ مزید فرمایا: **مگر جسے اللہ چاہے۔** یعنی جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا اسے اس وقت موت نہ آئے گی۔ اس استثناء میں ایک قول کے مطابق حضرت جبریل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت ملک الموت علیہم السلام داخل ہیں۔ ان کے علاوہ تمام آسمان اور زمین والے مر جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ پہلے اور دوسرے نفخہ کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں ان فرشتوں کو بھی موت دے گا۔ مزید فرمایا: **پھر اس میں پھونک ماری جائے گی۔** یعنی پھر دوسری مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو اسی وقت وہ دیکھتے ہوئے اپنی قبروں سے زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔ دیکھتے ہوئے کھڑے ہونے سے یا تو یہ مراد ہے کہ وہ حیرت میں کسی مبہوت شخص کی طرح ہر طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے یا یہ کہ وہ یہ دیکھتے ہوں گے کہ اب انہیں کیا معاملہ پیش آئے گا۔ اس وقت مومنین کی قبروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سواریاں حاضر کی جائیں گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے جبکہ کفار کو پیدل ہانکا جائے گا۔

آیت 69 ﴿ یہاں قیامت کے دن کے 5 احوال بیان فرمائے گئے ہیں: (1) قیامت کے دن زمین اپنے رب عزوجل کے نور سے بہت تیز روشنی سے جگمگا اٹھے گی یہاں تک کہ سرخی کی جھلک نمودار ہوگی اور یہ چاند، سورج کا نور نہ ہوگا بلکہ یہ اور ہی نور ہوگا جسے اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا اور اس سے زمین روشن ہو جائے گی۔ (2) حساب کے لئے اعمال کی کتاب رکھی جائے گی۔ اس کتاب سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے یا ہر شخص کا اعمال نامہ مراد ہے جو اس کے ہاتھ میں ہوگا (3) انبیاء کرام علیہم السلام کو لایا جائے گا تاکہ وہ لوگوں

ع وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور ہر جان کو اس کے اعمال کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا اور وہ (اللہ) خوب جانتا ہے جو لوگ کرتے تھے۔

اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ

گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے:

رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ

تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟

قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ

وہ کہیں گے: کیوں نہیں مگر عذاب کا قول کافروں پر ثابت ہوگیا○ کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ

پر گواہی دیں۔(4) گواہی دینے والے لائے جائیں گے جو رسولوں علیہم السلام کی تبلیغ کی گواہی دیں گے۔(5) قیامت کے دن ...
سچا فیصلہ فرمادیا جائے گا اور ان کے ثواب میں کمی کرکے یا عذاب میں زیادتی کرکے ان پر ظلم نہ ہوگا۔

[illegible] فرمایا: قیامت کے دن ہر جان کو اس کے اچھے یا برے تمام اعمال کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے جو لوگ کرتے ہیں، اس سے کچھ مخفی نہیں۔ قیامت کے دن سے زیادہ ہولناک دن اور کوئی نہیں اور اعمال کا حساب لئے جانے کے مرحلے بہت ہولناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہوں سے بچنے، سچی توبہ کرنے اور نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

[illegible] قیامت کے دن کافروں کو سختی کے ساتھ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور ان کی ہر جماعت علیحدہ علیحدہ ہوگی یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے ساتوں دروازے کھولے جائیں گے جو پہلے سے بند تھے اور جہنم کے داروغہ ڈانٹتے ہوئے کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تمہارے سامنے تمہارے رب عزوجل کی آیتیں پڑھتے اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! بیشک انبیاء کرام علیہم السلام تشریف بھی لائے اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے احکام بھی سنے اور اس دن سے بھی ڈرایا مگر عذاب کا قول کافروں پر ثابت ہوگیا کہ ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم نے گمراہی اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق جہنم میں بھرے گئے۔ ان کافروں سے کہا جائے گا: تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ اور تم ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہوگے اور کسی طرح اس سے نکل نہ سکو گے۔ (اے لوگو! دیکھو) ایمان اور اطاعت سے تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ

(ان میں ہمیشہ) رہنا ہے، تو متکبروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ اور اپنے رب سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف

زُمَرًا ۚ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

چلایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو،

طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا

تم پاکیزہ رہے تو ہمیشہ رہنے کو جنت میں جاؤ ○ اور وہ کہیں گے: سب خوبیاں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا

الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ

وارث کیا، ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں گے تو کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا ○ اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ ہر طرف سے

حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ

عرش کو گھیرے ہوئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور کہا جائے گا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ع

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ○

{آیت 73} اور متقیوں یعنی اپنے رب تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو عزت و احترام اور لطف و کرم کے ساتھ سواریوں پر گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو ان کی عزت و احترام کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے پہلے سے ہی کھلے ہوئے ہوں گے اور جنت کے خازن ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے تو ہمیشہ رہنے کو جنت میں جاؤ۔

{آیت 74} اور جنتی جنت میں داخل ہو کر کہیں گے: سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے اپنا جنت کا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں جنت کی زمین کا وارث کیا کہ ہم اس میں جیسے چاہیں تصرف کریں اور ہم اپنی جنت میں جہاں چاہیں رہیں، لہٰذا دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں کا آخرت میں کیا ہی اچھا اجر ہے۔

{آیت 75} اور فرمایا: اے حبیب! روزِ قیامت جب فرشتوں کو دوبارہ زندہ فرمایا جائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ فرشتے ہر طرف سے عرش کو گھیرے ہوئے اپنے رب عزّوجل کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور بروزِ قیامت لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا، مومنوں کو جنت میں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا اور جنتی لوگ جنت میں داخل ہو کر شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

## ٤٠ سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ ٦٠

اٰیاتھا ٨٥ رکوعاتھا ٩

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ

حٰمٓ ○ کتاب کا نازل فرمانا اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، علم والا ہے ○ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب (دینے والا) ہے

سورۂ مومن کا تعارف ﴿ یہ سورت مکی ہے البتہ اس کی آیت نمبر 56 اور 57 مدنی آیتیں ہیں۔ اس میں 9 رکوع اور 85 آیتیں ہیں۔ اس کی آیت نمبر 28 میں فرعون کی قوم کے ایک مومن شخص کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اسے "سورۂ مومن" کہتے ہیں اور آیت نمبر 3 میں اللہ تعالیٰ کا یہ وصف بیان کیا گیا کہ "وہ گناہ بخشنے والا ہے" اس وجہ سے اسے "سورۂ غافر" کہتے ہیں۔ فضائل: (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے صبح کے وقت (سورۂ مومن کی آیت نمبر 1) "حٰمٓ" سے لے کر (آیت نمبر 3 کے آخر) "اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ" تک پڑھا اور آیۃ الکرسی پڑھی تو ان کی برکت سے صبح سے شام تک اس کی حفاظت کی جائے گی اور جس نے انہیں شام میں پڑھا تو ان کی برکت سے صبح تک اس کی حفاظت کی جائے گی۔ (ترمذی، حدیث: 2888) (2) ارشاد فرمایا: حوامیم (یعنی حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتیں) 7 ہیں اور جہنم کے دروازے بھی 7 ہیں۔ ان سورتوں میں سے ہر ایک سورت جہنم کے ان دروازوں میں سے ہر ایک دروازے پر جا کر کہتی ہے: اے اللہ! اس شخص کو اس دروازے سے داخل نہ کرنا جو مجھ پر ایمان رکھتا اور میری تلاوت کیا کرتا تھا۔ (شعب الایمان، حدیث: 2479) خلاصۂ مضامین: اس سورت میں یہ اعلان کیا گیا کہ قرآن پاک اس رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جو کہ عزت والا، علم والا، گناہ بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا اور بڑے انعام عطا فرمانے والا ہے۔ یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن کفار اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور عذاب کی شدت کی وجہ سے جہنم سے نکالے جانے کی فریاد کریں گے جسے رد کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے موجود اور قادر ہونے پر دلائل دیے گئے۔ قیامت کے دن کی سختیوں سے کفار کو ڈرایا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔ مسلمان اور کافر کی ایک مثال بیان کی گئی، مشرکین کا اخروی انجام بیان کیا گیا اور سابقہ قوموں کے دردناک انجام سے نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی۔

آیت 1 ﴿ ان حروف "حٰمٓ" کا تعلق حروفِ مقطعات سے ہے اور ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 ﴿ قرآن مجید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی طرف سے نہیں بنایا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو عزت والا اور تمام معلومات کا علم رکھنے والا ہے۔ اہم بات: قرآن کریم کو نازل فرمانے والا عزت، علم والا، لانے والا بھی عزت و علم والا، جس نبی پر نازل کیا وہ بھی عزت و علم والا ہے اور قرآن کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے والا بھی عزت، علم والا ہو جاتا ہے۔

آیت 3 ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مزید 6 اوصاف بیان فرمائے ہیں: (1) وہ گناہ بخشنے والا ہے۔ جو مسلمان اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اس کے گناہوں کی بخشش کا تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے البتہ توبہ کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ جس مسلمان کے چاہے

ذِی الطَّوْلِؕ-لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَؕ-اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ(۳) مَا یُجَادِلُ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

بڑے انعام والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف پھرنا ہے۔ اللہ کی آیتوں میں کافر ہی جھگڑا کرتے ہیں

فَلَا یَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِی الْبِلَادِ(۴) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ۪-

تو اے سننے والے! ان کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکا نہ دے۔ ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد کے گروہوں نے جھٹلایا

وَ هَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِیَاْخُذُوْهُ وَ جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ

اور ہر امت نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ذریعے جھگڑتے رہے تاکہ اس سے حق کو مٹا دیں

ہے۔ (2) وہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ جو کافر اپنے کفر اور جو مومن اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (3) سخت عذاب دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کے کفر کی وجہ سے جہنم میں سخت عذاب دے گا، بلکہ بعض گناہ گار مسلمانوں کو بھی جہنم میں عذاب ہوگا۔ (4) بڑے انعام والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ بڑے انعام عطا فرمانے والا ہے۔ (5) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس آیت میں بیان کئے گئے اوصاف صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں اور کسی کی صفت نہیں ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی ایسے وصف نہیں رکھتا تو اس کے علاوہ کوئی اور معبود بھی نہیں ہے۔ (6) اسی کی طرف پھرنا ہے۔ جب قیامت کے دن لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو سبھی نے اپنے اعمال کا حساب دینے اور ان کی جزا پانے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونا ہے۔ درس: ہر کافر اور گناہ گار مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے کفر اور گناہوں سے سچی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے، اس کے عذاب سے ڈرتا اور اس سے پناہ مانگتا رہے، اس کے انعام کو پانے کی کوشش کرے اور آخرت کے حساب کی دنیا میں ہی تیاری کرے۔

آیت 4 ﴿ ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو جھٹلانا، اس کی آیتوں کا انکار کرنا، قرآن کریم پر اعتراض کرنا، اسے جادو، شعر، کہانت اور سابقہ لوگوں کی کہانیاں کہنا کافروں کا ہی کام ہے اور اے سننے والے! کافروں کا سلامتی کے ساتھ اپنے شہروں میں یا ایک شہر سے دوسرے ملک تجارتیں کرتے پھرنا اور نفع پانا تمہارے لئے تردُّد کا باعث نہ ہو کہ یہ عذاب سے امن میں کیوں ہیں، کیونکہ ان کا انجام خواری اور عذاب ہے۔ اہم باتیں: (1) آیاتِ قرآنی کے بارے میں جھگڑا کرنے کی مختلف صورتیں ہیں جن میں سے بعض صورتیں کفر، بعض کفر کے قریب اور حرام ہیں، مثلاً قرآن پاک کو جادو، شعر، کہانت اور سابقہ لوگوں کی داستان کہنا کفر ہے۔ قرآن پاک کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانے میں جھگڑنا کہ ہر ایک اپنی رائے اور ایجاد کردہ مذہب کے مطابق اس کا ترجمہ یا تفسیر کرے، یہ کفر کے قریب بھی ہے اور گمراہی بھی۔ اسی طرح بغیر علم کے قرآن کا مطلب بیان کرنا حرام اور اپنے بیان کردہ مطلب کے درست ہونے پر اصرار کرنا مزید حرام ہے۔ (2) مشکل مقامات کو حل کرنے کے لئے علمی اور اصولی بحثیں کرنا جیسا کہ ممتاز مفسرین اور مجتہدین نے کیا، یہ جھگڑا نہیں بلکہ عبادت ہے، نیز مفسرین اور مجتہدین کا اختلاف جھگڑا نہیں بلکہ تحقیق ہے۔

آیت 5 ﴿ ﴾ فرمایا کہ ان کفارِ مکہ سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور ان کے بعد کے گروہوں جیسے عاد، ثمود اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم وغیرہ نے اپنے نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کو جھٹلایا اور ان میں سے ہر امت نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے رسول علیہ السلام کو پکڑ لیں

فَاَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

تو میں نے انہیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا ہوا؟ ○ اور یونہی تمہارے رب کی بات کافروں پر ثابت ہو چکی

اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ

کہ وہ دوزخی ہیں ○ عرش اٹھانے والے اور اس کے ارد گرد موجود (فرشتے) اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی

وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا

اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع

فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ

تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے ○ اے ہمارے رب! اور انہیں

جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ

باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے اور ان کے

ور شہید کر دیں اور وہ لوگ باطل کے ساتھ جھگڑا کرتے رہے تاکہ اس کے ذریعے اُس حق کو مٹا دیں جسے انبیاء کرام علیہم السلام لے کر

آئے ہیں، جب انہوں نے اپنے رسول علیہ السلام کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو میں نے انہیں پکڑ لیا، تو اے لوگو! تم ان کے شہروں سے گزرتے

ہوئے دیکھ لو کہ ان پر میرا آنے والا عذاب کیسا ہوا؟ کیا ان میں کوئی اس عذاب سے بچ سکا؟

آیت 6 ﴿ ﴾ فرمایا کہ اے پیارے حبیب! جس طرح سابقہ جھٹلانے والی اور اپنے رسولوں کے ساتھ باطل جھگڑا کرنے والی امتوں پر عذاب

سے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی قضا جاری ہوئی اسی طرح آپ کو جھٹلانے والے اور آپ کے خلاف سازشیں کرنے والے کافروں پر

بھی اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔

آیت 7-9 ﴿ ﴾ عرش اٹھانے والے فرشتے جو بارگاہِ الٰہی میں خاص قرب رکھتے ہیں نیز عرش کے ارد گرد موجود عرش کا طواف کرنے والے

فرشتے اپنے رب عزوجل کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہتے ہیں اور یہ فرشتے اللہ تعالیٰ پر

ایمان رکھتے، مسلمانوں کے لئے بخشش مانگتے اور عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر شے سے وسیع ہے تو انہیں

بخش دے جو اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور تیرے دین اسلام کے راستے کی پیروی کریں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ اے

ہمارے رب! انہیں ہمیشہ رہنے کے ان باغوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں

اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں ان کو بھی ان باغات میں داخل فرما، بیشک تو ہی عزت والا، حکمت والا ہے، انہیں گناہوں کی شامت

سے بچا لے اور گناہوں کا عذاب ان سے دور کر دے اور جسے تو نے قیامت کے دن گناہوں کی شامت سے بچا لیا تو بیشک تو نے اس پر رحم

فرمایا اور یہ عذاب سے بچا لیا جانا ہی بڑی کامیابی ہے۔ لہٰذا اے پیارے حبیب! اگر یہ مشرکین آپ کی پیروی کرنے والوں

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٨﴾ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ۚ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ

بیشک تو ہی عزت والا، حکمت والا ہے۔ اور انہیں گناہوں کی شامت سے بچالے اور جسے تو نے اس دن گناہوں کی شامت سے بچا لیا

فَقَدْ رَحِمْتَهُ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ ع

بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ بیشک کافروں کو ندا کی جائے گی کہ یقیناً اللہ کی تم سے ناراضی اس سے بڑھ کر ہے

مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا

جو (آج) تمہیں اپنی جانوں سے ہے کیونکہ جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب!

أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ ﴿١١﴾

تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا تو اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ہے تو کیا نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟

ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ

یہ اس وجہ سے ہے کہ جب ایک اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے

پہلے ادا کرتے رہتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ کریں۔ اہم باتیں: (1) فرشتوں کی شفاعت برحق ہے کہ وہ مومنوں کے لئے آج بھی مغفرت کرتے ہیں۔ (2) مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ان فرشتوں کا ذکر خیر سے کیا کریں اور ان کے لئے دعائے خیر کیا کریں (3) مسلمانوں کے لئے غائبانہ اور کسی غرض کے بغیر دعا کرنا فرشتوں کی سنت اور رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔ (4) دعا سے پہلے حمد الٰہی فرشتوں کی سنت ہے۔ (5) توبہ کرنے والے شخص کی برکت اس کے والدین اور بیوی بچوں کو بھی پہنچتی ہے۔

آیت 10 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جب کافر جہنم میں داخل ہوں گے اور ان کی بدیاں ان پر پیش کی جائیں گی اور وہ عذاب دیکھیں گے تو اس وقت وہ اپنے آپ پر غصہ کریں گے، اس پر فرشتے ان سے کہیں گے: یقیناً اللہ تعالیٰ کا تم پر غضب اور ناراضی اس سے کہیں زیادہ ہے جتنا آج تمہیں اپنی جانوں پر غصہ آرہا ہے کیونکہ جب تمہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تو تم اس کا انکار کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا کرتے تھے۔

آیت 12،11 ﴿ جہنم میں فرشتوں کی ندا سن کر کفار کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا اب ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرکے جو گناہ کیا کرتے تھے اب ہمیں اس کا اعتراف ہے، تو کیا جہنم سے نکل کر دنیا کی طرف جانے کا کوئی راستہ ہے تاکہ ہم صرف تیری ہی اطاعت کریں؟ اس کا جواب یہ ہوگا کہ تمہارے جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے، اس عذاب اور اس میں ہمیشہ رہنے کا سبب تمہارا یہ فعل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان ہوتا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے، تو جان لو کہ حقیقی حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ایسا بلندی والا ہے کہ کوئی اس کی مثل نہیں اور ایسا بڑائی والا ہے کہ اس سے اور کوئی بڑا نہیں۔ اہم بات: آیت نمبر 11 میں دو مرتبہ موت اور دو

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا

تو حکم اس اللہ کا ہے جو بلندی والا بڑائی والا ہے ۝ وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے روزی اتارتا ہے

وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

اور نصیحت نہیں مانتا مگر وہی جو رجوع کرے ۝ تو اللہ کی بندگی کرو خالص اسی کے بندے بن کر اگرچہ کافر ناپسند کریں

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

(اللہ) بلند درجات دینے والا، عرش کا مالک ہے۔ وہ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ایمان کی روح ڈالتا ہے

لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ

تاکہ وہ ملنے کے دن سے ڈرائے ۝ جس دن وہ بالکل ظاہر ہو جائیں گے۔ ان کے حال میں سے کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہ ہوگی

مرتبہ زندگی دیئے جانے سے ایک مراد یہ ہے کہ پہلے وہ بے جان نطفہ تھے، اس موت کے بعد انہیں جان دے کر زندہ کیا، پھر عمر پوری ہو جانے پر انہیں موت دی، پھر اعمال کا حساب دینے اور ان کی جزا پانے کے لئے زندہ کیا۔

**آیت 14،13** ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ صرف وہی ہے جو تمہیں اپنی مصنوعات جیسے ہوائیں، بجلی وغیرہ کے عجائبات دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان کی طرف سے بارش برساتا ہے جو کہ روزی ملنے کا سبب ہے اور ان نشانیوں سے نصیحت مانتا ہے جو تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا اور شرک سے تائب ہو، تو اے لوگو! شرک چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے بندے بن کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اگرچہ کافروں کو یہ بات ناپسند ہو۔ درس: (1) روزی تو سب کے لئے ہے ہدایت سب کے لئے نہیں۔ ہمیں اپنی روزی کی تو فکر ہے لیکن ہدایت کی فکر نہیں۔ (2) ہر نیک عمل خالص رب کے لئے کیا جائے۔ شرکِ جلی اور خفی یعنی ریاکاری دونوں سے بچنا ضروری ہے۔ (3) آیت نمبر 14 میں صلح کلیت کا ذہن رکھنے والوں کے لئے عبرت ہے کہ حکمِ الٰہی پر عمل کرنے میں اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی ناپسندیدگی کا کوئی اعتبار نہیں۔

**آیت 15** ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سچا معبود ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام، اولیاء اور علماء کو جنت میں بلند درجات دینے والا اور عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت کا منصب عطا فرماتا ہے اور نبی بناتا ہے اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو قیامت کے دن کا خوف دلائے، اور قیامت کا دن وہ ہے جس میں آسمان والے، زمین والے، اولین و آخرین ملیں گے، روحیں جسموں سے اور ہر عمل کرنے والا اپنے عمل سے ملے گا۔ رفیع کا ایک ترجمہ مرتفع بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ خود بہت شان اور بلند درجہ والا ہے اور اپنی تمام صفات میں اور وحدانیت کے اعتبار سے تمام موجودات میں ہر لحاظ سے بلند ہے۔

**آیت 16** ﴿ فرمایا کہ قیامت کا دن وہ ہے جس دن لوگ قبروں سے نکل کر بالکل ظاہر ہو جائیں گے اور کوئی عمارت، پہاڑ، چھپنے کی جگہ نہ پائیں گے اور مخلوق کے اگلے پچھلے، خفیہ اور ظاہر تمام اعمال، اقوال اور احوال میں سے کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے چھپا نہ ہوگا۔

وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ

اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔ اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے، اور اس کے سوا جن کی یہ پوجا کرتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ

بِشَیْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ

نہیں کرتے بیشک اللہ ہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا تو دیکھتے کہ ان سے پہلے

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ

لوگوں کا کیسا انجام ہوا؟ وہ پہلے لوگ قوت اور زمین میں چھوڑی ہوئی نشانیوں کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ

تو اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور ان کیلئے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ تھا۔ یہ گرفت اس لیے ہوئی کہ ان کے پاس

تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

ان کے رسول واضح نشانیاں لے کر آتے تھے (پھر بھی) انہوں نے کفر کیا تو اللہ نے انہیں پکڑ لیا، بیشک اللہ قوت والا، سخت عذاب دینے والا ہے۔

ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ شخص اس عورت کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اعضاء کے افعال اور دلوں کے خیالات سب جانتا ہے۔

**آیت 20** ﴾ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ نیک اور گناہ گار کے حق میں عادلانہ اور سچا فیصلہ فرماتا ہے اور جن بتوں کو مشرکین پوجتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے کیونکہ نہ وہ علم رکھتے ہیں، نہ قدرت، بیشک اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق کے اقوال کو خوب سننے والا اور ان کے تمام احوال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

**آیت 21، 22** ﴾ جب کفارِ مکہ تجارت کے لئے یمن اور شام کی طرف سفر کرتے ہیں تو کیا اس دوران انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا ان کا کیسا انجام ہوا؟ وہ لوگ قوت اور زمین میں چھوڑی ہوئی نشانیوں مثلاً قلعے، محل، نہریں، حوض اور بڑی بڑی عمارتوں کے اعتبار سے ان کفارِ مکہ سے بڑھ کر تھے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ اس زمانے کے کافر یہ دیکھ کر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟ اور کیوں نہیں سوچتے کہ پچھلی قومیں ان سے زیادہ قوی، توانا اور ثروت و اقتدار والی ہونے کے باوجود اس عبرت ناک طریقے سے کیوں تباہ کر دی گئیں؟ انہوں نے کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عذاب سے پکڑ لیا، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا اور شرک کرنے والوں کو سخت عذاب دینے والا ہے۔ لہٰذا اے کافرو! تم عقل مندی کا ثبوت دو اور میرے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات مانو اور انہیں اذیت نہ دو ورنہ تمہارا انجام بھی سابقہ لوگوں جیسا ہو گا اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا○ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف

فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تو وہ بولے: جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے○ پھر جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لایا تو انہوں نے کہا: اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کے

مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْۤ

بیٹوں کو قتل کردو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو اور کافروں کا مکروفریب تو گمراہی میں ہی ہے○ اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو

اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾

تاکہ میں موسیٰ کو قتل کردوں اور وہ اپنے رب کو بلالے۔ بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد ظاہر کرے گا○

**آیت 24،23** ﴿ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزات اور روشن دلیل کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا تو ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو جھٹلایا اور انہیں جادوگر اور بڑا جھوٹا کہا۔ اہم باتیں: (1) فرعون بادشاہ تھا اور ہامان اس کا وزیر اور قارون چونکہ اپنے مال کی کثرت کے اعتبار سے بادشاہ کی طرح تھا اس لئے اس کا ذکر فرعون اور ہامان کے ساتھ کیا گیا۔ (2) آیت 24 میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا اور جادوگر کہنے کی نسبت قارون کی طرف اس لئے ہے کہ وہ بھی آخر میں منافق ہو گیا تھا تو یہ بھی گویا کہ آپ علیہ السلام کو جھوٹا کہنے میں فرعون اور ہامان کے ساتھ شریک ہو گیا۔

**آیت 25** ﴿ فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نبوت کے منصب پر فائز ہو کر پیغامِ الٰہی لائے اور کچھ لوگ ان پر ایمان لے آئے تو فرعون اور اس کی قوم کے لوگ کہنے لگے: جو لوگ اس پر ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کردو تاکہ ان کی تعداد اور قوت نہ بڑھنے پائے کہ بعد میں سلطنت کے زوال کا سبب بن سکتی ہے اور چونکہ ان کی عورتوں سے ایسا خطرہ نہیں اور گھروں میں کام کاج کے لئے ان کی ضرورت بھی ہے، اس لئے انہیں زندہ رکھو اور یوں دیگر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے سے بھی رک جائیں گے۔ پہلے بھی فرعونیوں نے بادشاہ کے حکم سے بہت سارے قتل کئے مگر اللہ تعالیٰ کی قضا ہو کر رہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے گھر میں پرورش دلا کر ان فرعونیوں کا وہ داؤ بے کار کر دیا، ایسے ہی اب ایمان والوں کو روکنے کے لئے کچھ دوبارہ قتل شروع کرنا بے کار جائے گا کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کا رواج اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو اسے کون روک سکتا ہے؟

**آیت 26** ﴿ اس آیت میں فرعون کی تین باتیں بیان ہوئیں: (1) فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کردوں۔ (2) فرعون نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اس رب کو بلالے جس کا وہ اپنے آپ کو رسول بتاتا ہے تاکہ اس کا رب اسے ہم سے بچائے۔ فرعون کا یہ مقولہ اس پر شاہد ہے کہ اس کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور آپ کی دعاؤں کا خوف تھا اور صرف ظاہری عزت بچانے کے لئے یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ قوم کے منع کرنے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کرتا۔ (3) آخر میں فرعون نے یوں کہا: بیشک مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا اور تم سے فرعون پرستی چھڑا دے گا یا

ع وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ

اور موسیٰ نے کہا: میں تمہارے اور اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر اس متکبر سے جو حساب کے دن پر یقین نہیں رکھتا۔

وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ﳓ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ

اور فرعون والوں میں سے ایک مسلمان مرد نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا: کیا تم ایک مرد کو اس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے:

رَبِّیَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ

میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن نشانیاں لے کر آیا ہے اور اگر بالفرض وہ غلط کہنے والے ہیں

كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تو ان کی غلط گوئی کا وبال ان ہی پر ہے اور اگر وہ سچے ہیں تو جس عذاب کی وہ تمہیں وعید سنا رہے ہیں اس کا کچھ حصہ تمہیں پہنچ جائے گا۔ بیشک

جھگڑے اور قتل کر کے زمین میں فساد ظاہر کرے گا۔

آیت 27 ﴿ فرعون کی دھمکیاں سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: میں متکبروں اور منکرینِ قیامت کے شر سے اس خدا کی پناہ لیتا ہوں جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ درس: (1) اپنی جان سے آفات کو دور کرنے کا بہترین طریقہ اللہ تعالیٰ پر توکل ہے۔ (2) جب آفتوں کا سامنا ہو اور انسانی شیطانوں کی طرف سے تکلیف پہنچائے جانے کا ڈر ہو اور اس وقت مسلمان یہ کہے "اعوذ باللہ" تو اللہ تعالیٰ اسے ہر آفت اور خوف سے بچالے گا۔

آیت 28 ﴿ فرمایا کہ فرعون والوں میں سے اپنے ایمان کو چھپانے والے ایک مسلمان مرد نے کہا: کیا تم ایک مرد کو (جان بوجھ کر) صرف اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یوں کہتا ہے "میرا رب اللہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں" حالانکہ وہ اپنے اس قول پر تمہارے پاس تمہارے حقیقی رب کی طرف سے روشن معجزات لے کر آیا ہے جن کا تم مشاہدہ بھی کر چکے ہو اور ان سے ان کا صدق ثابت ہو گیا ہے (اور دلیل کے باوجود دلیل والے کی مخالفت کرنا اور وہ بھی اتنی کہ انہیں قتل کر دیا جائے کسی صورت بھی درست نہیں)۔ اگر بالفرض وہ جھوٹے ہوں تو انہیں قتل کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ایسے معاملے میں جھوٹ بول کر وہ اس کے وبال سے بچ نہیں سکتے بلکہ (خود ہی) ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ سچے ہیں تو ایمان نہ لانے کی صورت میں جس عذاب سے تمہیں ڈرا رہے ہیں ان میں سے بالفعل کچھ تمہیں پہنچ ہی جائے گا اور بیشک جو حد سے بڑھنے والا اور اتنا بڑا جھوٹا ہو کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا (تو اس اعتبار سے بھی اگر بالفرض وہ جھوٹے ہوئے تو رسوا ہو جائیں گے، لہٰذا ہر صورت تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ انہیں قتل نہ کرو۔) اہم بات: آلِ فرعون کے مومن کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ مومن فرعون کا چچا زاد بھائی تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا اور اپنے ایمان کو فرعون اور اس کی قوم سے چھپا کر رکھتا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ شخص اسرائیلی تھا وہ اپنے ایمان کو فرعون اور آلِ فرعون سے مخفی رکھتا تھا۔

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ

ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا بڑا جھوٹا ہو۔ اے میری قوم! زمین میں غلبہ رکھتے ہوئے آج بادشاہی تمہاری ہے

فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰى

تو اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچالے گا اگر ہم پر آئے۔ فرعون بولا: میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں خود سمجھتا ہوں

وَمَاۤ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔ اور وہ ایمان والا بولا: اے میری قوم! مجھے تم پر (گزشتہ)

مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ

گروہوں کے دن جیسا خوف ہے۔ جیسا نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا طریقہ گزرا ہے

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ

اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ اور اے میری قوم! میں تم پر پکارے جانے کے دن کا خوف کرتا ہوں۔ جس دن تم پیٹھ دے کر

آیت 28 ❁ اس فرعون سے مومن نے کہا: اے میری قوم! آج تمہاری بادشاہت ہے اور بنی اسرائیل پر تمہیں غلبہ حاصل ہے اس کے باوجود تم [illegible] ایسا کام نہ کرو جس کی وجہ سے عذاب الٰہی آئے اور سب تباہ ہو جائیں اور (انہیں قتل کرنے کی صورت میں) اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر عذاب نازل کر دیا تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ یہ نصیحت سن کر فرعون نے کہا: میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں خود سمجھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل ہی کر دیا جائے تاکہ یہ معاملہ ہی ختم ہو جائے اور میں اس رائے کے ذریعے تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی کی راہ ہے۔

آیت 31،30 ❁ جب مردِ مومن نے دیکھا کہ نرمی کے ساتھ نصیحت کرنے کے باوجود یہ لوگ اپنے ارادے سے باز آتے نظر نہیں آرہے تو اس نے انہیں سابقہ قوموں پر آنے والے عذاب سے ڈراتے ہوئے کہا: اے میری قوم! تم جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلا رہے ہو اور انہیں شہید کرنے کا ارادہ کئے بیٹھے ہو، اس وجہ سے مجھے خوف ہے کہ تم پر بھی وہی دن نہ آجائے جو سابقہ قوموں میں سے [illegible] جھٹلانے والوں پر آیا تھا جیسے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کے بارے میں [illegible] کا دستور گزرا ہے کہ وہ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلاتے رہے اور ان میں سے ہر ایک کو عذابِ الٰہی نے ہلاک کر دیا اور [illegible] ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں چاہتا اور گناہ کے بغیر ان پر عذاب نہیں فرماتا۔

آیت 33،32 ❁ اس مردِ مومن نے دنیا کے عذاب کے بعد آخرت کے عذاب سے ڈراتے ہوئے کہا: اے میری قوم! میں تم پر اس دن [illegible] کا خوف کرتا ہوں جس دن ہر طرف پکار مچی ہوئی ہوگی اور اس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اور اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے [illegible] بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اور میری نصیحتوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے ارادے سے باز آجاؤ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا

اسی طرح سخت بیزاری کی ہے۔ اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے ○ اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے اونچا محل بنا

لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿٣٦﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ

شاید میں راستوں تک پہنچ جاؤں ○ آسمان کے راستوں تک تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بیشک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے

وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿٣٧﴾ ع

اور یونہی فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام خوبصورت بنا دیا گیا اور وہ راستے سے روک دیا گیا اور فرعون کا داؤ ہلاکت ہی میں تھا ○

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

اور ایمان والے نے کہا: اے میری قوم! میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں ○ اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو

ہدایت قبول کرنے کا کوئی محل باقی نہیں رہتا۔

آیت 37،36 ﴿ فرعون نے جب دیکھا کہ اس شخص کی گفتگو سے لوگ اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں تو اس نے لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے چالبازی کے طور پر اپنے وزیر ہامان کو کہنے لگا کہ میرے لئے آسمان کے راستوں تک ایک اونچا محل بناؤ، میں اس پر چڑھ کر دیکھوں کہ شاید میں آسمان پر جانے والے راستوں تک پہنچ جاؤں اور وہاں جا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو جھانک کر دیکھوں، میرے گمان کے مطابق میرے علاوہ کسی اور خدا کے وجود کا دعویٰ کرنے میں موسیٰ علیہ السلام جھوٹے ہیں۔ مزید فرمایا کہ اسی طرح فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور اس کے رسول کو جھٹلانا خوش نما بنا دیا گیا اور شیطانوں نے وسوسے ڈال کر اس کی برائیاں اس کی نظر میں اچھی کر دکھائیں اور قوم نے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نشانیوں کے مقابلے میں فرعون سخت نقصان اور ہلاکت کا شکار ہوئے اور وہ اپنے کسی داؤ میں کامیاب نہ ہو سکا۔

آیت 38 ﴿ جب مردِ مومن نے دیکھا کہ فرعون کوئی معقول جواب نہیں دے سکا تو اس نے دوبارہ اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم دین میں میری پیروی کرو، میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا۔ اہم بات: اس میں اشارہ ہے کہ ہدایت انبیاءِ کرام علیہم السلام اور ان کے سچے پیروکاروں کی پیروی میں ہے اور جس طرح نبی علیہ السلام اپنے امتی کو ہدایت کی راہ دکھاتے ہیں اسی طرح نبی علیہ السلام کے سچے تابع اولیاء و صالحین بھی ہدایت کی راہ دکھاتے ہیں۔

آیت 39 ﴿ مردِ مومن نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم! یہ دنیاوی زندگی تھوڑی مدت تک کے لئے صرف ایک فائدہ ہے جس کو ثبات نہیں اور یہ ایک دن ضرور فنا ہو جائے گا جبکہ آخرت کی زندگی باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اہم بات: معلوم ہوا کہ ہر زمانے میں عقل مند حضرات کے نزدیک بھی دنیا ہمیشہ مذموم ہی رہی اور وہ لوگ دنیا سے محبت رکھنے سے بچتے رہے اور دوسروں کو ترغیب بھی دیتے رہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے عملِ مبارک سے اور اپنی تعلیمات کے ذریعے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف راغب رہنے کی ترغیب اور تعلیم دی ہے۔

مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا

تھوڑا سا سامان ہی ہے اور بیشک آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ جو برا کام کرے تو اسے بدلہ نہ ...

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

اور جو اچھا کام کرے مرد ہو خواہ عورت اور وہ ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل ہوں گے

یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَیٰقَوْمِ مَا لِیْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِیْۤ

وہاں بے حساب رزق پائیں گے۔ اور اے میری قوم مجھے کیا ہوا کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور ...

اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ

النصف

دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو میرے علم ...

وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ

اور میں تمہیں عزت والے بہت بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ آپ ہی ثابت ہوا کہ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اسے بلانا کہیں کام کا نہیں

فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾

دنیا میں، نہ آخرت میں اور یہ کہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے اور یہ کہ حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں

**آیت 40** ✽ مردِ مومن نے اپنی قوم کو نیک اور برے اعمال اور ان کے انجام کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا: جو دنیا میں برا کام کرے اسے اس برے کام کے حساب سے آخرت میں بدلہ ملے گا اور مرد و عورت میں سے جو دنیا میں اچھا کام کرے اور وہ مسلمان ہو، کیونکہ اعمال کی مقبولیت ایمان پر موقوف ہے، تو انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ بے حساب رزق پائیں گے اور نیکی کے مقابلے میں زیادہ ثواب عطا کرنا اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔

**آیت 43-41** ✽ اپنی قوم کو نصیحت کرتے وقت مردِ مومن نے یہ محسوس کیا کہ وہ میری بات ماننے کی بجائے مجھے کفر کی طرف بلانا چاہتے ہیں تو اس نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا: تم عجیب لوگ ہو کہ میں تمہیں ایمان اور طاعت کی تلقین کر کے جنت کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے کفر و شرک کی دعوت دے کر جہنم کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا انکار کر دوں جس کا کوئی شریک نہیں اور معبود ہونے میں ایسے کو اس کا شریک کروں جس کے معبود ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور میں تمہیں اس اللہ کی طرف بلا رہا ہوں جو عزت والا ہے اور توبہ کرنے والے کو بہت بخشنے والا ہے، تو خود ہی ثابت ہوا کہ تم مجھے جس کی عبادت کی طرف بلا رہے ہو اس کی عبادت کرنا دنیا اور آخرت میں کہیں کام نہ آئے گا کیونکہ وہ حقیقی معبود نہیں، اور یاد رکھو کہ ہمیں مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہ ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دے گا اور یہ بھی یاد رکھو کہ حد سے بڑھنے والے ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائیں گے۔

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ (۴۴)

تو جلد ہی تم وہ یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے ○

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ (۴۵) اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا

تو اللہ نے اسے ان کے مکر کی برائیوں سے بچالیا اور فرعونیوں کو برے عذاب نے آگھیرا ○ آگ جس پر

غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (۴۶)

صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو ○

وَ اِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا

اور جب وہ آگ میں باہم جھگڑیں گے تو کمزور ان سے کہیں گے جو (دنیا میں) بڑے بنتے تھے: ہم تمہارے تابع تھے

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ (۴۷) قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُلٌّ فِیْهَاۤ ۙ

تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ کم کرو گے؟ ○ وہ بڑے بننے والے کہیں گے: ہم سب آگ میں ہیں

آیت 44 ﴿ مردِ مومن نے کہا: میری باتیں ابھی تمہارے دل پر نہیں لگتیں لیکن نزولِ عذاب کے وقت تم میری نصیحتیں یاد کرو گے اور اس وقت کا یاد کرنا تمہیں کام نہ دے گا۔ یہ سن کر ان لوگوں نے اس مومن کو دھمکایا کہ اگر تم ہمارے دین کی مخالفت کرو گے تو ہم تمہارے ساتھ برے طریقے سے پیش آئیں گے۔ اس کے جواب میں اس نے کہا: میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھتا ہے، لہٰذا مجھے تمہارا کوئی ڈر نہیں۔

آیت 45 ﴿ جب فرعون اور اس کے درباریوں نے مردِ مومن کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے شر سے بچالیا جبکہ فرعون اور اس کی قوم کو برے عذاب نے گھیر لیا، دنیا میں وہ فرعون کے ساتھ دریا میں غرق ہوئے اور قیامت کے دن جہنم میں جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کو سونپتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کفایت فرماتا اور دشمنوں کے فریب سے بچالیتا ہے۔ ہمیں بھی اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینے چاہئیں۔

آیت 46 ﴿ فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم کو دنیا میں غرق کیا گیا، پھر انہیں صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور وہ اسی میں جلائے جاتے رہیں گے اور جس دن قیامت قائم ہوگی، اس دن فرشتوں کو حکم ہوگا کہ فرعون والوں کو جہنم کے سخت تر عذاب میں داخل کر دو۔ اس آیت سے عذابِ قبر کے ثبوت پر استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ یہاں پہلے صبح و شام فرعونیوں کو آگ پر پیش کئے جانے کا ذکر ہے، بعد قیامت کے ان سخت تر عذاب میں داخل کئے جانے کا بیان ہوا، معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی انہیں آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور یہی عذابِ قبر ہے۔

آیت 47، 48 ﴿ اے انبیاء کے سردار! آپ اپنی قوم سے جہنم کے اندر کفار کے آپس میں جھگڑنے کا حال ذکر فرمائیں کہ جب وہ جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے اور ان میں سے جو لوگ کمزور تھے وہ اپنے متکبر سرداروں سے کہیں گے:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ…

بیشک اللہ بندوں میں فیصلہ فرما چکا○ اور جو آگ میں ہیں وہ جہنم کے داروغوں سے کہیں گے، اپنے رب سے…

يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ…

وہ ہم پر ایک دن کچھ عذاب (یا) عذاب کا ایک دن ہلکا کر دے○ داروغہ فرشتے کہیں گے، کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں…

قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ…

کافر کہیں گے، کیوں نہیں، فرشتے کہیں گے، تو تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے○ بیشک…

رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾

اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں مدد کریں گے اور اس دن بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾

جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر…

ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے اور تمہاری وجہ سے ہی کافر بنے تو کیا تم اس بات پر قادر ہو کہ ہم جس عذاب میں مبتلا ہیں اس کا کچھ حصہ ہم سے دور کر دو؟ کافروں کے سردار جواب دیں گے: ہم سب آگ میں ہیں اور ہر ایک اپنی مصیبت میں مبتلا ہے، ہم تمہارے کام نہیں آسکتے، اگر ہم کچھ کر سکتے ہوتے تو اپنے لئے نہ کر لیتے۔ اب فیصلہ ہو چکا ہے جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو جنت میں داخل کر دیا اور کافروں کو جہنم میں بھیج دیا، جو ہونا تھا ہو چکا، اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

**آیت 49، 50:** کافروں میں سے کمزور لوگ اپنے سرداروں سے مایوس ہو جانے کے بعد جہنم پر مامور فرشتوں کی طرف متوجہ ہوں گے… آپ حضرات ہی اپنے رب عزوجل سے دعا کریں کہ دنیا کے ایک دن کی مقدار تک ہمارے عذاب میں تخفیف کر دے۔ فرشتے انہیں جواب دیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے اللہ تعالیٰ کے رسول نشانیاں نہ لاتے تھے؟ مراد یہ ہے کہ اب تمہارے لئے عذر کرنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔ کافر انبیاء کرام علیہم السلام کے تشریف لانے اور اپنے کفر کرنے کا بھی اقرار کریں گے۔ فرشتے جواب دیں گے، ہم کافر کے حق میں دعا نہیں کریں گے، لہٰذا تم خود ہی اپنے رب سے دعا کر کے دیکھ لو لیکن بہر حال تمہارا دعا کرنا بھی بے کار ہی جائے گا، وہ قبول نہیں ہوگی۔

**آیت 51، 52:** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں علیہم السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو غلبہ، مضبوط حجت دے کر اور ان کے دشمنوں سے انتقام لے کر دنیا کی زندگی میں ان کی مدد کریں گے اور قیامت کے دن بھی مدد کریں گے اور اگر اس دن کافر اپنے کفر کے متعلق عذر پیش کریں گے تو مانا نہیں جائے گا اور اگر توبہ کریں گے تو قبول نہیں ہوگی، اس دن وہ رحمت الٰہی سے دور ہوں گے اور جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَ اَوْرَثْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۵۶﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو رہنمائی عطا فرمائی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث کیا۔ ○ عقلمندوں کی ہدایت اور نصیحت کیلئے ○ تو تم صبر کرو، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو ○ بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں میں کسی ایسی دلیل کے بغیر جھگڑا کرتے ہیں جو انہیں ملی ہو ان کے دلوں میں نہیں مگر ایک بڑائی کی ہوس جس تک یہ پہنچ نہیں پائیں گے تو تم اللہ کی پناہ مانگو بیشک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے ○

**آیت 53** ﴾ اس آیت میں لفظ ''اَلْهُدٰى'' سے مراد توریت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے جانے والے معجزات ہیں جو ان کی قوم کے لئے دینی امور میں ہدایت حاصل کرنے کا ذریعہ تھے، نیز اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کئے جانے والے وہ کثیر علوم بھی مراد ہو سکتے ہیں جو دنیا اور آخرت میں نفع مند ہیں اور بنی اسرائیل کو جس کتاب کا وارث بنایا گیا اس سے مراد توریت ہے۔

**آیت 54** ﴾ یہ کتاب عقل مندوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔ یہاں آیت میں بطورِ خاص عقل مندوں کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس کتاب کی ہدایت اور نصیحت سے فائدہ یہی لوگ اٹھاتے ہیں۔

**آیت 55** ﴾ فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر صبر فرمائیں، بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور جیسے اس نے پچھلے رسولوں کی مدد فرمائی اسی طرح وہ آپ کی مدد بھی فرمائے گا، آپ کے دین کو غالب کرے گا اور آپ کے دشمنوں کو ہلاک کرے گا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے گناہوں کی معافی طلب کریں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے پر ہمیشہ قائم رہیں۔ صبح شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بولنے سے پانچوں نمازیں مراد ہیں۔ اہم بات: آیت کے اس حصے ''وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ'' میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خطاب ہونا متعین نہیں بلکہ اس کا احتمال ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہے کہ اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس میں خطاب ہر سننے والے سے ہو کہ اے سننے والے! اپنے گناہ کی معافی مانگ۔

**آیت 56** ﴾ یہاں جھگڑا کرنے والوں سے مراد کفارِ قریش ہیں، یہ لوگ تکبر کرتے تھے اور ان کا یہی تکبر کفر و حسد کرنے کا سبب بنا کیونکہ انہیں کسی کا اپنے سے اونچا ہونا گوارا نہ تھا اور یہ فاسد خیال کیا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبی مان لیں گے تو ہماری بڑائی جاتی رہے گی، اس لئے انہوں نے سیدُ المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دشمنی کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یہ لوگ جس چیز کی خواہش رکھتے ہیں وہ نہ پاسکیں گے اور انہیں بڑائی میسر نہ آئے گی تو اے حبیب! حاسدوں کے مکر اور ان کی سازشوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگئے، بیشک وہی ان کے اقوال کو سنتا اور ان کے احوال کو دیکھتا ہے تو وہی ان کے خلاف آپ کی مدد کرے گا اور ان کے شر سے بچائے گا۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُ...

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے لیکن بہت سے لو...

وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ﳔ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الْمُسِیْٓءُ ؕ قَلِیْ...

اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں اور نہ وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور بدکار (برابر ہیں) تم ...

مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ

نصیحت مانتے ہو۔ بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن بہت لوگ ایمان نہیں...

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ

اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر...

**آیت 57** یہ آیت ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے تھے، اس میں ان کو کہا گیا کہ جب تم آسمان و زمین کی اس بڑائی کے باوجود انہیں پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہو تو پھر انسان کو دوبارہ پیدا کرنا اس کی قدرت سے کیوں بعید سمجھتے ہو۔ مزید فرمایا: لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ یہاں بہت لوگوں سے مراد کفار ہیں جو دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار بے علمی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ **اہم بات:** آسمان و زمین کی پیدائش کا مخلوق کی پیدائش سے بڑا ہونا ظاہری اعتبار سے ہے اور لوگوں کی سمجھ کے اعتبار سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے یہ دونوں برابر ہیں۔

**آیت 58** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جاہل اور عالم یکساں نہیں، یونہی نیک مومن اور بدکار، یہ دونوں بھی برابر نہیں۔ یہ سب جاننے کے باوجود تم کتنی کم ہدایت اور نصیحت حاصل کرتے ہو۔ دعا: اللہ کرے کہ ہم نصیحت حاصل کرنے والے بنیں اور اندھوں یعنی جاہلوں میں سے نہیں بلکہ دیکھنے والوں یعنی عالموں میں شمار ہوں اور فاسقوں میں نہیں بلکہ نیکوں میں شامل ہوں۔

**آیت 59** فرمایا: بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اور سچے خدا نے اپنی کتاب میں سچے نبی کو قیامت کے وقوع کی خبر دی ہے تو قیامت آنے میں کچھ شک نہیں رہتا لیکن اکثر لوگ غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے اس پر ایمان نہیں لاتے ہیں۔

**آیت 60** آیت کے معنی یہ ہیں کہ اے لوگو! تم مجھ سے دعا کرو میں اسے قبول کروں گا۔ یا آیت کے معنی یہ ہیں کہ تم میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب دوں گا۔ اہم باتیں: (1) دعا قبول ہونے کی چند شرائط ہیں: دعا مانگنے میں اخلاص ہو، دل دعا کے وقت کسی اور چیز کی طرف مشغول نہ ہو، دعا کسی ممنوع شرعی چیز پر مشتمل نہ ہو، دعا قبول ہونے پر یقین ہو۔ اگر دعا کی قبولیت ظاہر نہ ہو تو یہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا کی لیکن وہ قبول نہ ہوئی۔ ان شرائط کے ساتھ کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔ (2) بعض اوقات دعائیں قبول نہیں ہوتیں، اس کے چند اسباب ہوتے ہیں جیسے کسی شرط یا ادب کا فوت ہونا یا گناہوں میں مبتلا رہنا یا حکمت الٰہی کے تحت کبھی بندہ کوئی نقصان دہ چیز اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے اور وہ براہِ مہربانی اس کی دعا قبول نہیں فرماتا اور کبھی دعا کے بدلے ثواب منظور ہوتا ہے اس لئے دنیا میں دعا قبول نہیں کی جاتی۔ ورنہ بارگاہِ الٰہی میں کثرت سے دعا کرنی چاہیے۔ رسولِ خدا...

يَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ

عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں جائیں گے ○ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام پاؤ اور دن بنایا آنکھیں کھولتا،

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

بیشک اللہ لوگوں پر فضل والا ہے لیکن بہت آدمی شکر نہیں کرتے ○ وہی اللہ ہے تمہارا رب،

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا

ہر چیز کا خالق، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کہاں اوندھے جاتے ہو ○ یونہی اوندھے ہوتے ہیں وہ جو

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ

اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ○ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت اور تمہاری صورتیں بنائیں

نے ارشاد فرمایا دعا ان مصیبتوں میں نفع دیتی ہے جو نازل ہو گئیں اور جو ابھی نازل نہیں ہوئیں ان میں بھی فائدہ دیتی ہے، تو اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ (مستدرک، حدیث: 1858)

**آیت 61** ♦ اللہ وہی ہے جس نے تمہارے فائدے کے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام پاؤ، کیونکہ رات میں ٹھنڈک اور نیند سے انسان کی حرکت کرنے والی قوتیں قدرے ساکن ہو جاتی ہیں، نیز رات میں اندھیرا ہونے کی بنا پر انسان کے حواس بھی پوری طرح کام کرنے سے رک جاتے ہیں اور یوں انسان کے اعصاب اور حواس کو آرام کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع کے لئے دن روشن بنایا تاکہ تم اس کی روشنی میں اپنے ضروری کام اطمینان کے ساتھ کر سکو، بیشک رات اور دن کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن بہت سے آدمی اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

**آیت 62** ♦ فرمایا کہ جس ذات نے تمہارے فائدے کے لئے رات اور دن جیسی عظیم چیزوں کو پیدا کیا وہ اللہ ہی تمہارا رب، معبود اور ہر چیز کا خالق ہے اور ان اوصاف میں اس کا کوئی شریک نہیں، تو اے کافرو! تم کہاں اوندھے جا رہے ہو کہ اس کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہو اور اس پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ اس کے معبود ہونے پر قطعی دلائل ہیں۔

**آیت 63** ♦ فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح کفارِ قریش حق سے پھر گئے اسی طرح وہ لوگ اوندھے ہوتے اور دلائل کے باوجود حق سے پھرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں اور اس کے رسول کے معجزات کا انکار کرتے ہیں اور ان میں غور و فکر کر کے حق کو طلب نہیں کرتے، لہٰذا اے حبیب! آپ ان کافروں کے جھٹلانے سے افسردہ نہ ہوں۔

**آیت خلاصہ** ♦ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ وہی ہے جس نے تمہاری ضروریات کے لئے زمین کو ایسا بنایا جس پر ٹھہرنا ممکن ہے اور آسمان کو گنبد کی طرح بلند فرما کر اسے تمہارے اوپر مضبوط چھت بنایا جس سے تمہارے بے شمار فوائد وابستہ ہیں اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو بہت اچھی صورتیں بنائیں، تمہیں سیدھے قد والا، خوبصورت اور متناسب اعضاء والا بنایا اور اس نے تمہیں

فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ

تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزیں روزی دیں۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب تو بڑی برکت والا ہے اللہ

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَؕ اَلْحَمْدُ

جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس کی عبادت کرو خالص اس کے بندے ہو کر۔ سب خوبیاں

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ

جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ تم فرماؤ، مجھے منع کیا گیا ہے کہ ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو جبکہ

الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ٘ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

میرے رب کی طرف سے روشن دلیلیں آچکی ہیں اور مجھے حکم ہے کہ رب العالمین کے حضور گردن رکھوں۔ وہی ہے جس نے تمہیں

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا

پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکالتا ہے پھر (تمہیں باقی رکھتا ہے) تاکہ اپنی جوانی کو پہنچو پھر

کھانے پینے کی ستھری اور لذیذ چیزیں روزی کے طور پر دیں اور جس کی یہ عظیم قدرت اور شان ہے وہ اللہ ہی تمہارا رب ہے اور تمہاری عبادت کا حق دار ہے، تو وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہان کا رب ہے اور رب ہونے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

آیت 65 ﴾ اللہ تعالیٰ ہی ذاتی طور پر زندہ ہے جبکہ اسے موت آنا اور اس کا فنا ہونا محال ہے اور ذات، صفات اور افعال میں چونکہ اس کا کوئی مقابل نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود ہی نہیں، لہٰذا اے لوگو! تم اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کرو اور یوں کہو کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سارے جہان کا رب ہے۔

آیت 66 ﴾ شانِ نزول: کفارِ مکہ نے جہالت اور گمراہی کی بنا پر اپنے باطل دین کی طرف رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے پیارے حبیب! آپ ان کفار سے فرما دیں کہ مجھے بتوں کی پوجا کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ بیشک میرے پاس میرے رب عزوجل کی طرف سے اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی روشن دلیلیں آچکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کے حضور گردن جھکا کر رکھوں اور اخلاص کے ساتھ اسی کے دین پر قائم رہوں۔

آیت 67 ﴾ فرمایا کہ اے لوگو! اللہ وہی ہے جس نے تمہاری اصل حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا، پھر حضرت آدم علیہ السلام کے بعد تمہیں کئی مراحل سے گزار کر پیدا کرتا ہے کہ پہلے منی کے قطرے سے ابتدا ہوتی ہے، پھر وہ قطرہ جمے ہوئے خون میں تبدیل ہوتا ہے، پھر ایک مخصوص مدت کے بعد وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالتا ہے، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، پھر تمہیں باقی رکھتا ہے تاکہ بالآخر تم بڑھاپے کو پہنچو اور تم میں سے کوئی بڑھاپے یا جوانی سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور تمہارے ساتھ یہ اس لئے کیا کہ تم زندگی گزارو اور اس لئے کیا کہ تم زندگی کے محدود وقت تک پہنچو اور تم اپنے اندر موجود اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل کو سمجھو اور ایمان لاؤ۔

شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِيْ

بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں کوئی پہلے ہی اٹھا لیا جاتا ہے اور اس لیے کہ تم ایک مقرر وعدہ تک پہنچو اور اس لیے کہ تم سمجھو۔ وہی ہے کہ

يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پھر جب کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو جبھی وہ ہو جاتا ہے۔ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو

يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ۚۛ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ

اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہاں وہ پھیرے جاتے ہیں۔ وہ جنہوں نے کتاب کو اور اسے جھٹلایا جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ

رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ۙ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ۙ فِي الْحَمِيْمِ ۙ

بھیجا تو عنقریب جان جائیں گے۔ جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، وہ گھسیٹے جائیں گے۔ کھولتے پانی میں،

ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ۚ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

پھر آگ میں بھڑکائے جائیں گے۔ پھر ان سے فرمایا جائے گا کہاں گئے وہ جنہیں تم شریک بناتے تھے۔ اللہ کے مقابل،

آیت 68 ﴿ اللہ وہی ہے جس کی یہ شان ہے کہ وہی مردوں کو زندہ کرتا اور زندوں کو موت دیتا ہے اور اسے کسی چیز کو وجود دینے میں کوئی تکلیف و مشقت نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی سامان کی حاجت ہوتی ہے بلکہ اشیاء کا وجود اس کے ارادے کا تابع ہے کہ جیسے ہی اس نے کسی چیز کا ارادہ فرمایا وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔

آیت 69 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ ان لوگوں کی طرف دیکھیں جو قرآن مجید کی واضح آیات کو باطل کرنے کے لئے ان میں جھگڑا کرتے ہیں حالانکہ وہ آیتیں ایمان قبول کر لینے کا باعث ہیں اور آیتوں میں جھگڑا کرنے سے انتہائی سختی کے ساتھ روکتی ہیں۔ اے حبیب! ان کے خراب احوال پر تعجب فرمائیے کہ یہ کس طرح قرآن مجید کی آیات اور ان کی تصدیق کرنے سے انکار کرنے کی طرف پھر رہے ہیں حالانکہ بے شمار دلائل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایمان قبول کر کے قرآنی آیات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ اہم بات: اس سورت میں کئی مقامات پر قرآن کریم کی آیات میں جھگڑا کرنے والوں کا ذکر ہوا، اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ ہر مقام پر جھگڑا کرنے والے مختلف لوگوں کا ذکر ہو یا جن آیات میں جھگڑا کیا گیا وہ مختلف ہوں یا اس معاملے کی اہمیت کی وجہ سے تاکید کے طور پر ایسا کیا گیا ہو۔ نیز اس آیت میں جھگڑا کرنے والوں سے مشرکین یا تقدیر کا انکار کرنے والے مراد ہیں۔

آیت 70 ﴿ فرمایا کہ جن کافروں نے قرآن کریم کو اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں علیہم السلام کے ساتھ بھیجا اسے جھٹلایا تو عنقریب وہ اپنے جھٹلانے کا انجام جان جائیں گے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں علیہم السلام کے ساتھ جو چیز بھیجی، اس سے مراد یا تو وہ کتابیں ہیں جو انہیں دی گئیں یا وہ حق عقائد ہیں جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے پہنچائے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا۔

آیت 71-72 ﴿ جھٹلانے والے کافر اس وقت اپنا انجام جان جائیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی اور وہ ان

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْــٴًـا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ذٰلِكُمْ

نہیں کہیں گے وہ تو ہم سے گم گئے بلکہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے اللہ یونہی گمراہ کرتا ہے کافروں کو ۝ یہ اس کا بدلہ

بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝ اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ

جو تم زمین میں باطل پر خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلہ ہے جو تم اتراتے تھے ۝ جاؤ جہنم کے دروازوں میں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ

اس میں ہمیشہ رہنا ہے، تو مغروروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ۝ تو تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو اگر ہم تمہیں ان کو

بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا

کچھ حصہ دکھادیں جس کی ہم انہیں وعید سناتے ہیں یا تمہیں (پہلے ہی) وفات دیں بہر حال انہیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے ۝ اور بیشک

زنجیروں سے کھولتے پانی میں کھینچے جائیں گے، پھر وہ لوگ آگ میں دہکائے جائیں گے اور وہ آگ باہر سے بھی انہیں گھیرے ہوئے ہوگی اور ان کے اندر بھی بھری ہوگی۔ پھر ڈانٹتے ہوئے ان سے فرمایا جائے گا: وہ بت کہاں گئے جنہیں تم دنیا میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا کر اللہ تعالیٰ کی بجائے ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔ کفار کہیں گے: وہ تو ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئے اور ہمیں کہیں نظر نہیں آ رہے بلکہ ہم پر تو یہ واضح ہوا ہے کہ ہم دنیا میں کچھ پوجتے ہی نہ تھے۔ پھر بت حاضر کئے جائیں گے اور کفار سے فرمایا جائے گا کہ تم اور تمہارے یہ معبود سب جہنم کا ایندھن ہو۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جہنمیوں کا یہ کہنا کہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے اس کے معنی ہیں کہ اب ہمیں ظاہر ہو گیا کہ جنہیں ہم پوجتے تھے وہ کچھ نہ تھے کہ کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ جس طرح ان کے بت گم ہو گئے اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کو حق سے گمراہ کرتا ہے کہ راہِ ہدایت ان کافروں سے گم ہو جاتی ہے۔ یہ عذاب جس عذاب میں تم مبتلا ہو، یہ اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں شرک، بت پرستی اور آخرت کے انکار پر خوش ہوتے تھے اور اس کا بدلہ ہے جو تم نعمتوں پر اتراتے تھے۔ جاؤ جہنم کے دروازوں میں! تمہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے، تو جہنم ان لوگوں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے جنہوں نے تکبر کیا اور حق کو قبول نہ کیا۔ درس: کفر و شرک سب سے بڑی مصیبت ہیں اور ایمان سب سے بڑی نعمت ہے لیکن افسوس! آج کل لوگوں کو ایمان کی حفاظت کی فکر نہیں۔

آیت 77 ﴿ فرمایا: اے حبیب! کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر فرمائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے کفار کو عذاب دینے کا جو وعدہ فرمایا وہ سچا ہے اور اس عذاب کا کچھ حصہ اگر ہم تمہاری وفات سے پہلے دنیا میں ہی تمہیں دکھادیں تو ان کا وہ انجام تم خود دیکھ لو گے اور اگر ہم انہیں عذاب دینے سے پہلے ہی تمہیں وفات دے دیں تو تم آخرت میں کافروں کے عذاب کو ضرور دیکھو گے کیونکہ قیامت کے دن انہیں بہر حال ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا اور شدید عذاب میں گرفتار ہونا ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی کافروں کے عذاب کا کچھ حصہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا جیسا کہ جنگِ بدر کے دن کافر مارے گئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

آیت 78 ﴿ فرمایا: اے حبیب! بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ان میں سے کسی کے احوال آپ سے ان

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ

کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا تو دیکھتے کہ ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا، وہ ان سے تعداد میں

وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور قوت اور زمین میں نشانیوں کے اعتبار سے زیادہ قوی تھے تو ان کے کیا کام آیا جو انہوں نے کمایا؟ تو جب ان کے پاس ان کے

بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾

روشن دلیلیں لائے، تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان کے پاس (دنیا کا) علم تھا اور انہیں پر الٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔

انکار کرو گے۔ درس: خدا کی نعمتوں پر مومن کا بہترین طرزِ عمل یہ ہے کہ ہر نعمت کے استعمال پر خدا کا شکر ادا کرے جیسے کھانے پینے، سواری پر بیٹھنے، سو کر اٹھنے اور دیگر نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی عادت بنانی چاہیے۔ اس میں ثواب بھی ہے اور خدا کی رضا بھی نیز اس سے نعمتوں میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔

آیت 82 ✽ فرمایا کہ اے حبیب! کیا کفارِ قریش نے زمین میں سفر نہ کیا تا کہ وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا اور وہ لوگ ان کفارِ قریش سے تعداد میں بھی کثیر تھے اور ان کی جسمانی طاقت بھی ان سے زیادہ تھی اور زمین میں عمارتوں کے اعتبار سے بھی ان سے زیادہ قوی تھے تو انہوں نے جو کمایا وہ ان کے کیا کام آیا؟ معنی یہ ہیں کہ اگر یہ لوگ عاد اور ثمود وغیرہ کی زمین میں سفر کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ سرکش منکروں کا کیا انجام ہوا اور ان کی تعداد، طاقت اور مال کچھ بھی ان کے کام نہ آ سکے۔ درس: مومن کی نگاہ، نگاہِ عبرت ہونی چاہیے کہ نعمت دیکھے تو شکر کرے اور عذاب کی جگہ یا چیز دیکھے تو توبہ کرے۔

آیت 83 ✽ فرمایا کہ سابقہ لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب ان کے پاس ان کے رسول علیہم السلام روشن دلیلیں اور معجزات لائے تو وہ اپنے پاس موجود علم پر ہی خوش رہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کی طرف مائل نہ ہوئے بلکہ اس کو حقیر جانا اور اس کی ہنسی اڑاتے اور اس علم کو ناپسند کرتے رہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا کہ رسولوں علیہم السلام کا مذاق اڑانے اور ان کے علوم کو حقیر جاننے کی وجہ سے کفار عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے۔ اہم باتیں: (1) یہاں کافروں کے علم سے مراد ان کے دُنیوی علوم ہیں جیسے پیشوں، صنعتوں، تجارت، ستارہ شناسی، منطق اور فلسفہ وغیرہ کا علم یا اس سے مراد ان کے فاسد عقائد اور باطل شبہات ہیں، جیسے وہ کہتے تھے کہ ہمیں دوبارہ زندہ نہ کیا جائے گا وغیرہ۔ اور یہ درحقیقت علم نہیں بلکہ جہالت ہے اور اس پر علم کا اطلاق اس معنیٰ میں ہے کہ کافر اسے اپنے گمان میں علم سمجھتے ہیں۔ (2) دُنیوی علوم کے مقابلے میں دینی علوم کو کمتر خیال کرنا اور دین کی بجائے دنیا کا علم حاصل ہونے پر نازاں ہونا اور اسے اپنے لئے کافی سمجھنا کفار کا پسندیدہ لیکن خدا کی بارگاہ میں ناپسندیدہ طریقہ ہے۔ آج بھی سائنسی علم پر لوگ نازاں و فرحاں ہوتے ہیں اور دینی علم کو استہزاء کی نیت سے دیکھتے ہیں، اس طرزِ عمل اور پہلے کے کافروں کے انداز میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔

آیت 84، 85 ✽ پھر جب سابقہ جھٹلانے والی امتوں نے دنیا میں ہمارا شدید عذاب دیکھا تو کہنے لگے: ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس ایمان کے ذریعے ان کا انکار کرتے ہیں جنہیں اس کا شریک ٹھہراتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بجائے جن بتوں کی پوجا کرتے تھے

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝۸۴

پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو بولے، ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جن چیزوں کو ہم اللہ کا شریک بناتے تھے ان کے منکر ہوئے ○

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ

تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا

وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۵ ع

اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے ○

(۴۱) سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۱) — آیاتها ۵۴ — رکوعاتها ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

...کے منکر ہوئے، تو جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اس وقت ان کا ایمان قبول کرنا ان کے کام نہ آیا، اور اللہ تعالیٰ کا جو دستور اس کے بندوں میں گزر چکا وہ یہی ہے کہ نزولِ عذاب کے وقت ایمان قبول نہیں کیا جاتا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ رسولوں علیہم السلام کو جھٹلانے والوں پر عذاب نازل کرتا ہے اور جب کافروں نے عذاب دیکھا تو اس وقت ان کا نقصان میں رہنا اچھی طرح ظاہر ہو گیا۔

سورۂ حٰمٓ السجدہ کا تعارف ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 6 رکوع اور 54 آیتیں ہیں۔ اس سورت کا ایک نام "حٰمٓ سجدہ" ہے، "حٰمٓ" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت کی ابتدا حٰمٓ سے ہوئی اور "السجدۃ" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آیت نمبر 38 آیتِ سجدہ ہے اور "حٰمٓ السجدہ" کہنے کی وجہ سے یہ سورت حٰمٓ سے شروع ہونے والی دیگر سورتوں سے ممتاز ہو گئی۔ دوسرا نام "فُصِّلَتْ" ہے اور یہ نام اس کی آیت نمبر 3 میں مذکور کلمہ "فُصِّلَتْ" سے ماخوذ ہے۔ فضیلت: حضرت خلیل بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۂ تَبٰرَكَ اور سورۂ حٰمٓ السجدہ کی تلاوت کئے بغیر نیند نہیں فرماتے تھے۔ (شعب الایمان، ... 2477) خلاصۂ مضامین: اس سورت کی ابتدا میں قرآن پاک کے اوصاف بیان ہوئے، نیز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ ایسے بشر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ خاص فرمالیا ہے۔ زمین و آسمان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر استدلال کیا گیا، اللہ تعالیٰ کے رسولوں علیہم السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک کی گئی سابقہ قوموں جیسا عذاب نازل ہونے سے کفارِ مکہ کو ڈرایا گیا، قیامت کے حساب سے ڈرایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ حشر کے دن انسان کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ یہ بیان ہوا کہ جو نیک عمل کرے گا وہ اپنے لئے ہی کرے گا اور جو برے عمل کرے گا تو وہ خود ہی ان کی سزا پائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم کا بیان کیا گیا۔ نعمتیں ملنے پر فخر و تکبر کرنا اور مصیبت آنے پر گریہ وزاری کرنا عمومی طور پر لوگوں کی فطرت ہے۔

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا

حٰمٓ ○ (یہ قرآن) بہت مہربان، نہایت رحم فرمانے والے کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے ○ یہ عربی قرآن ایک کتاب ہے جس کی آیتیں

لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۴

جاننے والوں کیلئے تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں ○ خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تو ان میں سے اکثر نے منہ پھیرا تو وہ سنتے ہی نہیں ○

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا

اور انہوں نے کہا: ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور

آیت 1 ﴾ یہ حروفِ مقطعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 ﴾ اس آیت میں قرآن مجید کا وصف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ قرآن اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل کیا ہوا ہے جو اپنے بندوں پر بہت مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ درس: سبحان اللہ، رحمن و رحیم رب نے ہمیں قرآن کی صورت میں وہ رحمت بھرا نسخہ عطا فرمایا ہے کہ رحمتوں کے سمندر بھی اس قرآن سے نکالے جائیں تو اس میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

آیت 3 ﴾ اس آیت میں قرآن کریم کے پانچ اوصاف بیان کئے گئے ہیں: (1) یہ کلام ایک کتاب ہے۔ کتاب اسے کہتے ہیں جو مضامین کی جامع ہو اور قرآن کریم چونکہ اولین و آخرین کے علوم کا جامع ہے اس لئے اسے کتاب فرمایا گیا۔ (2) اس کی آیتیں تفصیل سے بیان کی گئیں ہیں۔ یعنی قرآن پاک کی آیتیں مختلف اقسام کی ہیں جن میں احکام، مثالوں، وعظ و نصیحت، وعدہ اور وعید وغیرہ کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ (3) یہ کلام قرآن ہے۔ یہ ایسا کلام ہے جسے دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے اور اس کی آیتیں مربوط اور ملی ہوئی ہیں، نیز یہ بندوں کو خدا سے ملا دیتا ہے۔ (4) اس کلام کی زبان عربی ہے۔ معلوم ہوا کہ عربی زبان بہت فضیلت و اہمیت کی حامل ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ قرآن نہیں لہٰذا نماز میں صرف ترجمہ پڑھ لینے سے نماز نہ ہوگی۔ (5) قرآن مجید کا عربی میں ہونا ان لوگوں کے لئے ہے جن کی زبان عربی ہے تاکہ وہ اس کے معانی کو سمجھ سکیں۔ ایک تفسیر کے اعتبار سے یہاں قرآن مجید کی پانچویں صفت یہ ہے کہ اس کی آیتیں عرب والوں کے لئے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔

آیت 4 ﴾ قرآن مجید کا وصف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کو رضائے الٰہی کی خوشخبری دینے والا اور اس کے نافرمانوں کو عذاب کا ڈر سنانے والا ہے۔ اس کے باوجود اکثر کفارِ مکہ نے اس سے منہ پھیرا اور عربی زبان میں ہونے کے باوجود اس میں غور و فکر کرنے کیلئے اور وہ اسے توجہ سے سنتے ہیں اور نہ ہی اس کی ہدایت قبول کرتے ہیں۔

آیت 5 ﴾ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مشرکوں کو ایمان قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے کہا: آپ ہمیں توحید اور ایمان کی جو دعوت دے رہے ہیں ہم اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے کیونکہ اس بات سے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے جس کی وجہ سے ہم سنتے نہیں اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ آپ ہم سے ایمان قبول کرنے کی امید نہ رکھے۔ [illegible]

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ

اور اچھے اعمال کرنے والوں کیلئے بے انتہا ثواب ہے۔ تم فرماؤ: کیا تم اس (اللہ) کے ساتھ کفر ...

خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا

دو دن میں زمین بنائی اور تم اس کیلئے شریک ٹھہراتے ہو۔ وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور ...

رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ

اس کے اوپر سے پہاڑ رکھ دیئے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں (یہ سب) چار دن میں

سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا

سوال کرنے والوں کے لئے درست جواب ہے۔ پھر اس نے آسمان کی طرف قصد فرمایا اور آسمان دھواں تھا تو اسے ...

میں خدا کا فضل ہمیشہ ملتا رہے گا اور کبھی ختم نہ ہوگا۔

آیت 9 ﴿ فرمایا: ان کافروں سے فرمادیں کہ کیا تم اس عظمت والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے اپنی قدرت و حکمت سے اتنی بڑی زمین کو دو دن میں بنادیا اور تم بتوں والی قدرت اور حکمت والے رب تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو حالانکہ اس کا دوسرا ہونا ممکن ہی نہیں اور وہ سارے جہانوں کا رب ہے تو اس کی مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک کس طرح ہو سکتا ہے؟ اہم بات: دو دن میں پیدا فرمانا حکمت کے سبب ہے ورنہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک لمحے سے بھی کم میں پوری زمین بنادیتا۔

آیت 10 ﴿ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے کہ اس نے زمین میں اس کے اوپر سے پہاڑ رکھ دیئے اور دریا، نہریں، درخت، پھل اور طرح طرح کے حیوانات وغیرہ پیدا کر کے اس میں برکت رکھی اور زمین میں بسنے والے انسانوں اور دیگر جانداروں کے لئے روزیاں مقرر کیں، یہ سب کچھ چار دنوں میں ہوا اور زمین کی تخلیق کے بارے میں سوال کرنے والوں کے لئے یہ پورے چار دن ہیں۔ اہم بات: چار دنوں میں زمین کی پیدائش کے دو دن شامل ہیں یعنی دو دن میں زمین کی پیدائش ہوئی اور دو دن میں پہاڑ وغیرہ دیگر چیزیں پیدا کی گئیں، یوں یہ پورے چار دن ہوئے۔

آیت 11 ﴿ فرمایا: زمین کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق آسمان کو پیدا کرنے کی طرف قصد فرمایا۔ اس سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ پہلے زمین اور اس پر موجود دیگر چیزوں کی تخلیق ہوئی اور اس کے بعد آسمانوں کو پیدا کیا گیا جبکہ سورۂ نازعات کی آیت نمبر 27 تا 32 کے مطابق پہلے آسمانوں کو پیدا کیا گیا اس کے بعد زمین کو پھیلایا گیا اور اس میں پہاڑ وغیرہ دیگر چیزیں پیدا کی گئیں۔ ان دونوں سورتوں کی آیات میں بظاہر اختلاف نظر آتا ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو دن زمین کو مادے کی صورت میں پیدا فرمایا، پھر اس کے بعد آسمانوں کو پیدا فرمایا، پھر آسمان کو پیدا کرنے کے بعد زمین کو پھیلایا، تو تمام چیزیں چار دنوں میں ہوئی اور زمین کو پھیلانا اس کے بعد ہوا، لہٰذا ان آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ مزید فرمایا: آسمان دھواں تھا۔ ...

وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىِٕعِیْنَ ⓫ فَقَضٰىهُنَّ

اور زمین سے: دونوں خوشی یا ناخوشی سے آجاؤ۔ دونوں نے عرض کی: ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہوئے ○ تو اللہ نے انہیں

سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا

دو دن میں سات آسمان بنادیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیج دیئے اور ہم نے سب سے نیچے والے آسمان کو

بِمَصَابِیْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ⓬ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ

چراغوں سے آراستہ کیا اور حفاظت کے لیے۔ یہ اس کا مقرر کیا ہوا ہے جو غالب، علم والا ہے ○ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ

اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ⓭ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ

میں تمہیں ایسی کڑک سے ڈراتا ہوں جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی ○ جب ان کے آگے اور ان کے پیچھے رسول ان کے پاس آئے

دھواں تھا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے پانی میں حرکت پیدا کی اور موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں تو اس سے جھاگ پیدا ہوئی اور اس جھاگ سے دھواں نکلا، پھر جھاگ تو پانی کی سطح پر باقی رہی اور اس سے خشکی پیدا کی گئی اور اس خشکی سے زمین کو بنایا گیا، جبکہ دھواں بلند ہوا اور اس سے آسمانوں کو پیدا کیا گیا۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین دونوں سے فرمایا کہ تم خوشی یا ناخوشی سے آجاؤ۔ دونوں نے عرض کی: ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اے آسمان اور زمین! میں نے تم میں جو منافع اور مصالح پیدا فرمائے ہیں انہیں لے آؤ اور میری مخلوق کے لئے انہیں ظاہر کردو۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرمایا کہ تم اپنے سورج، چاند اور ستاروں کو طلوع کردو اور اپنی ہواؤں اور بادلوں کو جاری کردو اور زمین سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی نہروں کو رواں کردو اور اپنے درختوں اور پھلوں کو نکال دو اور یہ کام خوشی سے کرو یا ناخوشی سے (تمہیں بہر حال ایسا کرنا ہے) آسمان اور زمین نے عرض کی: ہم خوشی سے بجا لاتے ہیں۔

**آیت 12** ﴾ یہاں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں: (1) جب اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا کرنے کا قصد فرمایا تو اس نے دو دن میں سات آسمان بنائے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس کے کام کے احکام بھیج دیئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں وہاں رہنے والوں کو عبادات اور امر و نہی کے احکام بھیج دیئے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے سب سے نیچے والے آسمان چراغ کی طرح روشن ہونے والے ستاروں سے آراستہ کیا اور باتیں چرانے والے شیطانوں سے آسمان کی حفاظت کے لئے ستارے بنائے۔ (4) یہ بہترین نظام اس اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ہے جو سب پر غالب اور اپنی مخلوق اور ان کی حرکات و سکنات کا علم رکھنے والا ہے۔

**آیت 13، 14** ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کے بیان کے بعد بھی اگر کفارِ مکہ ایمان لانے سے منہ پھیریں تو آپ انہیں فرما دیں: میں تمہیں ایسے ہولناک عذاب سے ڈراتا ہوں جیسے قوم عاد اور ثمود پر اس وقت آیا تھا جب ان قوموں کے پاس ہر طرف سے ان کے پاس آتے اور نصیحت کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، تو ان کی قوم کے کافر نصیحتوں کے

وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

(اور کہا) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو انہوں نے کہا: اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتوں کو اتارتا تو جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا

كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً

ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں ○ تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انہوں نے کہا: ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

اور کیا انہوں نے اس بات کو نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ

تو ہم نے ان پر (ان کے) منحوس دنوں میں ایک تیز آندھی بھیجی تاکہ دنیا کی زندگی میں ہم انہیں رسوائی والا عذاب

الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ

چکھائیں اور بیشک آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کن ہے اور ان کی مدد نہ ہوگی ○ اور وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کی رہنمائی کی

فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾

تو انہوں نے ہدایت کی بجائے اندھے پن کو پسند کیا تو ان کے اعمال کے سبب انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا

جواب میں یوں کہتے تھے: اگر ہمارا رب چاہتا تو ہماری نصیحت کے لئے تمہارے بجائے فرشتوں کو اتارتا اور تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو تو جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔

آیت 16،15 ﴾ جب حضرت ہود علیہ السلام نے قومِ عاد کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے اپنی قوت پر تکبر کرتے ہوئے کہا: ہم سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں اور اگر عذاب آیا تو ہم اسے اپنی طاقت سے ہٹا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا: کیا ان لوگوں نے اس بات کا مشاہدہ نہیں کیا کہ جس اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا اور قدرت والا ہے۔ مزید فرمایا کہ قوم عاد ہماری ان آیتوں کا جان بوجھ کر انکار کرتے تھے جو ہم نے اپنے رسولوں علیہم السلام پر نازل فرمائیں تو ہم نے ان پر ان کی شامت کے دنوں میں بارش کے بغیر انتہائی ٹھنڈی ایک تیز آندھی بھیجی تاکہ اس کے ذریعے ہم دنیا کی زندگی میں انہیں رسوائی والا عذاب چکھائیں اور بیشک انہیں آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا وہ دنیا کے عذاب سے زیادہ رسوا کن ہے اور وہاں ان کی کوئی مدد نہ ہوگی۔ اہم بات: کوئی دن یا مہینہ حقیقی طور پر منحوس نہیں البتہ جس وقت، دن یا مہینے میں کوئی گناہ کیا جائے یا اس میں گناہ گاروں پر عذاب نازل ہو تو وہ گناہ اور عذاب کے اعتبار سے گناہ گار کے حق میں منحوس ہے۔

آیت 18،17 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک قوم ثمود کا معاملہ ہے تو ہم نے ان کی راہنمائی کی اور نیکی اور بدی کے راستے ان پر ظاہر فرمائے لیکن انہوں نے ہدایت کی بجائے گمراہی کے اندھے پن کو پسند کیا اور ایمان کے مقابلے میں کفر اختیار کیا

وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۗ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ

اور ہم نے انہیں بچالیا جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے ۝ اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف ہانکے جائیں گے تو انہیں روکا جائے گا حتی کہ بعد والے ان سے آملیں ۝ یہاں تک کہ جب وہ (سب) آگ کے پاس آجائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں سب ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے ۝ اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ کہیں گی: ہمیں اس اللہ نے بولنے کی قوت بخشی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی ہے اور اس نے تمہیں پہلی مرتبہ بنایا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ۝ اور تم اس بات سے نہیں چھپ سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان

تکذیب اور گناہوں کی وجہ سے انہیں ذلیل کر دینے والے عذاب کی کڑک نے آلیا اور وہ ہولناک آواز کے عذاب سے ہلاک کر دیئے گئے اور ہم نے اس عذاب سے ان لوگوں کو بچالیا جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے اور وہ شرک اور خبیث اعمال سے ڈرتے تھے۔ **اہم بات:** قرآن مجید میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر آنے والے عذاب کی تین جدا جدا کیفیات بیان ہوئی ہیں، یہ تینوں کیفیات ہی واقع ہوئیں لہٰذا قوم ثمود کی ہلاکت کو ان میں کسی کی طرف بھی منسوب کر سکتے ہیں۔

**آیت 20،19** ﴿ ﴾ فرمایا: اے حبیب! آپ اپنی قوم کے سامنے اس وقت کا ذکر فرمائیں جب قیامت کے دن کافروں کو انتہائی ذلت کے ساتھ جہنم کی طرف لے جایا جائے گا اور ان میں سے جو کافر دوزخ کے کنارے پر پہنچ جائیں گے انہیں روک دیا جائے گا حتی کہ پیچھے رہ جانے والے کافر ان کے پاس آجائیں اور جب یہ کافر جہنم کے کنارے پہنچ جانے والے کافروں کے پاس پہنچیں گے تو ان کے کان، آنکھیں اور ان کی کھالیں سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بول اٹھیں گے اور انہوں نے ان اعضاء سے دنیا میں جو عمل کئے ہوں گے وہ سب بتا دیں گے۔

**آیت 21** ﴿ ﴾ جب کافروں کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے تو وہ حیران ہو کر اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ کہیں گی: ہمارا بولنا کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ ہمیں بولنے پر اس اللہ تعالیٰ نے قوت دی ہے جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی ہے اور اس اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ تمہیں پہلی بار بنانے اور تمہیں دوبارہ زندہ کر کے اپنی جزا کی طرف لوٹانے پر قدرت رکھتا ہے اور ایسے قادر رب تعالیٰ کا ہمیں بولنے کی طاقت دے دینا کوئی عجیب بات نہیں۔ درس: قیامت میں اعضاء کی گواہی برحق ہے۔ دنیا میں اعضاء کو گناہوں سے بچا کر رکھیں تاکہ قیامت میں ساری مخلوق کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔

**آیت 22** ﴿ ﴾ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو کہا جائے گا: اے کافرو! تم چھپ کر گناہ کرتے تھے لیکن اس بات سے

وَلَآ اَبۡصَارُكُمۡ وَلَا جُلُوۡدُكُمۡ وَلٰكِنۡ ظَنَنۡتُمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعۡلَمُ كَثِيۡرًا مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ

اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں لیکن تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے ...

وَذٰلِكُمۡ ظَنُّكُمُ الَّذِيۡ ظَنَنۡتُمۡ بِرَبِّكُمۡ اَرۡدٰىكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ

اور یہ تمہارا وہ گمان تھا جو تم نے اپنے رب پر کیا اسی گمان نے تمہیں ہلاک کر دیا تو اب نقصان اٹھانے والوں میں ہو گئے۔

فَاِنۡ يَّصۡبِرُوۡا فَالنَّارُ مَثۡوًى لَّهُمۡ‌ۚ وَاِنۡ يَّسۡتَعۡتِبُوۡا فَمَا هُمۡ مِّنَ الۡمُعۡتَبِيۡنَ

پھر اگر وہ (عذاب پر) صبر کریں تو آگ ان کا ٹھکانہ ہے اور اگر وہ اللہ کو راضی کرنا چاہیں گے تو وہ ان میں سے نہیں ہوں گے جن سے اللہ راضی ...

وَقَيَّضۡنَا لَهُمۡ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوۡا لَهُمۡ مَّا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ

اور ہم نے کافروں کیلئے کچھ ساتھی مقرر کر دیئے تو ان ساتھیوں نے کافروں کی نظر میں ان کے اگلے اور ان کے پچھلے (اعمال) خوبصورت ...

وَحَقَّ عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ فِىۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ

اور ان پر بات ثابت ہو چکی ہے (یہ) جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں میں (شامل) ہیں جو ان سے پہلے گزر ...

نہیں چھپ سکتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں اور تمہیں تو اس کا گمان بھی نہیں تھا کیونکہ تم تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزا ملنے کے قائل ہی نہ تھے اور تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے وہ کام نہیں جانتا جو تم چھپ کر کرتے ہو۔ (مثلاً) چھپ کے لوگوں سے کئے جس سے گناہ، وہ خوب ڈر کے ...

آیت 23 ﴿ فرمایا کہ اے خدا کے دشمنو! اللہ تعالیٰ کی طرف نہ جاننے کی نسبت کرنا تمہارا وہ گمان تھا جو تم نے اپنے رب عزوجل پر کیا، اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ تمام کلیات اور جزئیات کا علم رکھتا ہے اور ظاہری و باطنی کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اے کافرو! اسی برے گمان نے تمہیں جہنم میں ڈال دیا تو اس کی وجہ سے اب تم کامل نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگئے۔ (اللہ تعالیٰ) کے بارے میں برا گمان رکھنا کافروں کا طریقہ ہے جبکہ اچھا گمان رکھنا واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ نہ تو رحمتِ الٰہی سے بالکل مایوس ہو جائے اور نہ ہی اس کے عذاب سے بے خوف ہو جائے بلکہ اسے چاہیے کہ امید اور خوف کے درمیان رہے کہ یہی سلامتی کا راستہ ہے۔

آیت 24 ﴿ فرمایا کہ پھر اگر وہ جہنم میں عذاب پر صبر کریں اور فریاد کرنا، رونا بند کر دیں تو بھی ان کا ٹھکانہ آگ ہی ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی دور کرنا چاہیں اور اس کے لئے کتنی ہی منت سماجت کر لیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہ ہو گا اور انہیں عذاب سے (نجات) نہیں ملے گی۔

آیت 25 ﴿ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کافروں کے لئے شیطانوں میں سے کچھ ساتھی مقرر کر دیئے جنہوں نے ان کے لئے دنیا کی زیب و زینت اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے کو خوبصورت بنا کر پیش کیا، تو انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دے دی ...

كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ ع

نقصان اٹھانے والے تھے○ اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں فضول شوروغل مچاؤ

لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ

تاکہ تم غالب آجاؤ○ تو بیشک ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب چکھائیں گے اور بیشک ہم انہیں

اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا

ان کے برے اعمال کا بدلہ دیں گے○ یہ اللہ کے دشمنوں کا بدلہ آگ ہے۔ ان کیلئے اس میں

دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ہمیشہ رہنے کا گھر ہے (یہ) اس بات کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے○ اور کافر (جہنم میں جاکر) کہیں گے:

رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا

اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں (گروہ) دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تاکہ (آج) ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے (روند) ڈالیں

...میں یہ وسوسہ ڈالا کہ مرنے کے بعد اٹھنا نہیں ہے، بس چین ہی چین ہے، تو کفار آخرت کو جھٹلانے لگے۔ ان کافروں پر بھی اس عذاب کی بات پوری ہو گئی ہے جو ان سے پہلے گزرے ہوئے کافر جنوں اور انسانوں کے گروہوں پر ثابت ہو چکی ہے۔ بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔

﴿۲۶﴾ اس آیت میں مشرکین قریش کے بارے میں بیان کیا گیا کہ وہ قرآن پاک کی تاثیر سے اس قدر خوف زدہ تھے کہ لوگوں کو توجہ کے ساتھ قرآن پاک سننے نہیں دیتے تھے بلکہ ان کی عادت یہی تھی کہ جس وقت قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی تو شور مچانا شروع کر دیتے، سیٹیاں بجاتے اور آوازیں بلند کرتے تاکہ لوگ قرآن پاک کی تلاوت نہ سن سکیں کیونکہ اگر انہوں نے اسے توجہ اور دل جمعی سے سن لیا تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ درس: آج بھی کئی ملکوں میں کفار یہ حرکتیں کرتے ہیں کہ نماز کے وقت شور مچاتے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ شب برات اور رمضان کی راتوں میں گلی گلی کرکٹ کھیل کر لوگوں کی تراویح اور عبادت و تلاوت میں خلل ڈالنے کا بدترین کام بعض مسلمان بھی کرتے ہیں۔

﴿۲۷-۲۸﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں، اس وقت جو کافر شور مچاتے ہیں انہیں اور تمام کافروں کو ہم سخت عذاب چکھائیں گے اور بیشک ہم انہیں ان کے برے اعمال کا بدلہ دیں گے اور وہ سخت عذاب ہے۔ یہ عذاب اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا بدلہ ہے اور وہ جہنم کی آگ ہے۔ ان کے لئے جہنم میں ایک گھر ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ سخت عذاب اس بات کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

﴿۲۹﴾ کافر جہنم میں یوں عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں شیطان جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں گروہ دکھا

لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ

تاکہ وہ (جہنم میں) سب سے نیچے والوں میں سے ہو جائیں ○ بیشک جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) ثابت قدم رہے

عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ

ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں اور تمہارے لیے جنت میں ہر وہ چیز ہے جو تمہارا دل چاہے اور تمہارے

جنہوں نے دنیا کی زینت خوبصورت بنا کر ہمارے سامنے پیش کی اور وسوسے ڈال کر ہمیں آخرت کو جھٹلانے کی طرف لگا کر ہمیں گمراہ کر دیا، تاکہ ہم آگ کے اندر ہم ان سے انتقام لیتے ہوئے انہیں اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالیں اور وہ جہنم کے نچلے طبقے میں ہم سے زیادہ سخت عذاب والوں میں سے ہو جائیں اور ہمیں گمراہ کرنے کی سزا پائیں۔ درس: جنہیں قیامت میں نیچے روندنے کی خواہش ہوگی، ان کی باتوں کو آج دنیا میں پاؤں کے نیچے روند دیں اور گمراہ کرنے والوں کو نہ سنیں ورنہ قیامت میں وہی ہوگا جو آیت میں بیان ہوا۔

آیت 30 ﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب صرف اللہ تعالیٰ ہے، پھر اس اقرار پر ہمیشہ ثابت قدم رہے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرتے رہے، ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے اترتے ہیں اور انہیں یہ بشارت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم آخرت میں پیش آنے والے حالات سے نہ ڈرو اور اہل و عیال وغیرہ میں سے جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے اس کا نہ غم کرو اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں علیہم السلام کی زبان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ اہم بات: فرشتوں کی بشارت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (1) موت کے وقت فرشتے اترتے ہیں اور یہ بشارت دیتے ہیں۔ (2) جب مومن قبروں سے اٹھیں گے تو فرشتے انہیں بشارت دیں گے۔ (3) ایک قول یہ ہے کہ مومن کو تین بار بشارت دی جاتی ہے ایک موت کے وقت، دوسری قبر میں اور تیسری قبروں سے اٹھنے کے وقت۔ درس: استقامت بہت عظیم چیز ہے۔ یہ کرامت سے بڑھ کر ہے۔ استقامت والا عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اگرچہ تھوڑا سا ہو۔

آیت 31، 32 ﴾ فرشتے مومنوں کو جنت کی بشارت دینے کے ساتھ یہ کہیں گے کہ ہم تمہارے دوست ہیں، دنیا کی زندگی میں بھی تمہاری حفاظت کرتے تھے اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ رہیں گے اور تمہارے جنت میں داخل ہونے تک تم سے جدا نہ ہوں گے اور تمہارے لئے جنت میں ہر وہ کرامت، نعمت اور لذت ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم مانگو۔ یہ اس رب تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے جو بڑے بڑے گناہ بخشنے والا، گنہگاروں کو اپنی رحمت سے نیکیوں کی توفیق دینے والا اور اطاعت گزار مومنوں پر خاص رحم کرنے والا ہے۔ اہم بات: حقیقی مددگار تو اللہ ہی ہے جیسے قرآن مجید میں اس کی آیتیں ہیں۔ یہاں فرشتوں کو دنیا و آخرت میں مشکل کشا و مددگار فرمایا گیا ہے۔ یہ دیگر آیات کے خلاف نہیں کیونکہ یہ

تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ

جو طلب کرو○ بخشنے والے، مہربان کی طرف سے مہمانی ہے○ اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے

وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ

اور نیک کام کرے اور کہے کہ بیشک میں مسلمان ہوں○ اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾

برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کردو تو تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہوگی وہ اس وقت ایسا ہوجائے گا کہ جیسے وہ گہرا دوست ہے○

... خدائے اختیار دینے سے ملی ہے، تو وہ بھی خدا ہی کی مدد ہے۔

﴿33﴾ یہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اتباع میں خدا کی طرف بلانے والوں کی شان بیان کی گئی ہے کہ کافروں کی باتوں کی پرواہ نہ فرمائیں اور مسلسل تبلیغ فرماتے رہیں کیونکہ دین حق کی دعوت دینا سب سے بڑی عبادت اور سب سے اہم ... ہے۔ اس سے زیادہ کسی کی بات اچھی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں ... یہ کہنا کہ "بیشک میں مسلمان ہوں" دوسروں کے مسلمان ماننے کے لئے کافی ہے لیکن حقیقی ایمان کے لئے فقط ... زبانی نہیں بلکہ دل سے دین اسلام کا اعتقاد رکھتے ہوئے کہے کہ بیشک میں مسلمان ہوں کہ سچا کہنا یہی ہے۔ درس: لوگوں ... کو نیکی کی دعوت دینے والا خود بھی اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار بندہ ہونا چاہیے کیونکہ بے عمل مبلغ اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی کا مستحق ... ہے اور جہنم کے عذاب میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے، نیز مبلغ کے کلام میں تاثیر پیدا ہونے کا بنیادی ذریعہ اس کا باعمل ہونا ہے۔

﴿34﴾ اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔ یعنی نیکی اور گناہ برابر نہیں بلکہ نیکی خیر ہے اور گناہ شر، یونہی نیکیوں کے ... برابر نہیں بلکہ بعض نیکیاں دوسری نیکیوں سے اعلیٰ ہیں، اسی طرح گناہوں کے مراتب برابر نہیں بلکہ بعض گناہ دوسرے ... سے بڑے ہیں۔ مزید فرمایا: برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کردو۔ شانِ نزول: یہ آیت ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی کہ ان ... کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اور ان کی صاحبزادی کو اپنی زوجیت کا شرف ... جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوسفیان تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت کرنے والے اور آپ کے جاں نثار صحابی بن ... آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تم برائی کو بھلائی کے ساتھ دور کردو مثلاً غصے کو صبر سے، لوگوں کی جہالت کو حلم سے اور ... سے کہ اگر تیرے ساتھ کوئی برائی کرے تو اسے معاف کردے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمن دوستوں کی ... طرح محبت کرنے لگیں گے۔ درس: (1) جیسے نیک و گناہ گار برابر نہیں، ایسے ہی صحیح عقیدے والا اور برے عقیدے والا ... ۔ عمل سے زیادہ عقیدے کا درست ہونا ضروری ہے۔ (2) دین اسلام میں اخلاقیات کی نہایت اعلیٰ تعلیم دی ... پر بہت زور بھی دیا گیا ہے اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اخلاق کریمہ ہی ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو ... سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔

وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَ اِمَّا

اور یہ دولت صبر کرنے والوں کو ہی ملتی ہے اور یہ دولت بڑے نصیب والے کو ہی ملتی ہے۔ اور اگر

يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

تجھے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ مانگو۔ بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

وَ مِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ

اور رات اور دن اور سورج اور چاند سب اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو

وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ تو اگر یہ تکبر کریں تو جو تمہارے رب کے پاس

آیت 35 ﴿ فرمایا کہ برائیوں کو بھلائیوں سے ٹال دینے جیسی عظیم خصلت کی دولت ان لوگوں کو ہی ملتی ہے جو تکلیفوں اور مصیبتوں وغیرہ پر صبر کرتے ہیں اور یہ دولت اسے ہی ملتی ہے جو بڑے نصیب والا ہے۔ درس: اچھے اخلاق والا ہونا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس سے محروم شخص بہت بڑی نعمت سے محروم اور کم نصیب ہے۔

آیت 36 ﴿ فرمایا کہ اے انسان! اگر شیطان تجھے برائیوں پر ابھارے اور اس نیک خصلت سے اور اس کے علاوہ اور نیکیوں سے دور کرنے کی کوشش کرے تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اور اپنی نیکیوں پر قائم رہ اور شیطان کی راہ اختیار نہ کر، اللہ تعالیٰ تیری مدد فرمائے گا، بیشک وہی تمہارے پناہ طلب کرنے کو سننے والا اور تمہارے احوال کو جاننے والا ہے۔ اہم بات: غصہ آنے کا ایک سبب شیطان کا وسوسہ ڈالنا ہے اور جب کسی انسان کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم" پڑھ لے، ان شاءَ اللہ عزّوجلّ غصہ ختم ہو جائے گا۔

آیت 37 ﴿ رات، دن، سورج اور چاند سب اللہ تعالیٰ کی قدرت، ربوبیت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں، تو نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ ہی چاند کو کیونکہ یہ دونوں مخلوق ہیں اور اپنے خالق کے حکم سے مسخر ہیں اور جو اس طرح مسخر ہو وہ عبادت کے لائق نہیں ہو سکتا اور تم اس اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو جس نے رات، دن، سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو اس کے علاوہ کسی اور کو سجدہ نہ کرو۔ درس: وہ سجدہ کہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی     اسی کو آج ترستے ہیں محراب و منبر

آیت 38 ﴿ فرمایا کہ اگر کفار اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عظیم دلائل دیکھ لینے کے باوجود بھی تکبر کریں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور ان کفار کے سورج اور چاند کی عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حمد و ثنا کرنے والے ختم نہیں ہو جائیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ فرشتے دن رات اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور وہ پاکی بیان کرنے سے تھکتے بھی نہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرنا کفار کے لئے باعثِ شرف ہے، نہ کہ خدا کو اس کا کوئی فائدہ ہے۔ اہم بات: یہ آیت سجدہ ہے، اسے پڑھنے اور

يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ۩ ۝٣٨ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً

رات اور دن اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور وہ اکتاتے نہیں ۝ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تو زمین کو بے قدر پڑی ہوئی دیکھتا ہے

فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْۤ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ

پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو تروتازہ ہوکر لہلہانے لگتی ہے اور بڑھ جاتی ہے۔ بیشک جس نے اس کو زندہ کیا وہ ضرور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٣٩ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ

بیشک وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے ۝ بیشک جو لوگ ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے ہٹتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں

اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْۤ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ

تو کیا جسے آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت میں امان سے آئے گا۔ تم جو چاہو کرتے رہو،

بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

{آیت 39} ﴿ یہاں اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے اور خاص طور پر قیامت کے دن مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونے کی ایک نشانی اور دلیل بیان ہورہی ہے کہ تم لوگ زمین کو دیکھتے ہو کہ وہ خشک اور بنجر پڑی ہوتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس پر بارش ہوتی ہے تو وہ تروتازہ ہوکر لہلہانے لگتی ہے، تو جو ذات اس مردہ زمین میں زندگی پیدا کرکے اس سے پھل اور سبزیاں نکالنے پر قادر ہے بیشک وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کردے۔ دعا: اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان مضبوط فرمائے اور ہمیں دلوں کی زندگی عطا فرمائے۔

{آیت 40} ﴿ بیشک وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں سیدھی راہ سے ہٹتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، ہم انہیں اس کی سزا دیں گے، تو کیا وہ کافر جسے آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ سچے عقیدے والا مومن جو قیامت میں امن و امان سے آئے گا؟ یقینا یہ مومن ہی بہتر ہے، اب تمہاری مرضی ہے کہ تم چاہے وہ کام کرو جن کی وجہ سے تمہیں جہنم کی آگ میں ڈالا جائے یا وہ کام کرو جن کی وجہ سے قیامت کے دن امان نصیب ہو، کیونکہ تمہارے کاموں کا نفع یا نقصان تمہیں ہی ہوگا اور بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں الحاد کی 3 صورتیں یہ ہیں: (۱) قرآنِ مجید کی آیات کی تاویل کرنے میں صحیح اور سیدھی راہ سے عدول کرتے ہوئے انہیں باطل معانی پر محمول کرنا۔ (۲) قرآنِ مجید کی آیات میں طعن و تشنیع کرنا یا انہیں سن کر ایسا کام کرنا جو ان کی شان کے لائق نہیں جیسے انہیں جادو یا شعر بتانا یا انہیں جھٹلانا یا آیات کے دوران شور و غل کرنا وغیرہ۔ (۳) قرآنِ مجید میں بیان کیے گئے توحید و رسالت کے دلائل پر اعتراضات کرنا اور ان سے منہ پھیر لینا۔ مسلمان اگر بزرگانِ دین کی تشریحات کے مطابق قرآن سمجھیں گے تو ایمان سلامت رہے گا اور نئے نئے مجتہد بننے والوں کے پیچھے چلیں گے تو دین سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ

بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ بیشک جنہوں نے ذکر کا انکار کیا جب وہ ان کے پاس آیا (ان پر افسوس) اور بیشک یہ

لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ

عزت والی کتاب ہے۔ باطل اس کے سامنے اور اس کے پیچھے (کسی طرف) سے بھی اس کے پاس نہیں آسکتا۔ (وہ) اس کا نازل کیا ہوا ہے

مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ

نازل کیا ہوا ہے جو حکمت والا، تعریف کے لائق ہے۔ (اے حبیب!) آپ کو وہی بات کہی جاتی ہے جو تم سے پہلے رسولوں کو کہی گئی

إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا

بیشک تمہارا رب بخشش والا اور دردناک عذاب والا ہے۔ اور اگر ہم اسے عربی کے علاوہ کسی اور زبان کا قرآن کردیتے تو ضرور یہ کہتے

آیت 41 ﴾ فرمایا: جن لوگوں کے پاس قرآن کریم آیا اور انہوں نے اس کا انکار کیا اور اس پر اعتراضات کئے تو انہیں ان کے کفر کی سزا دی جائے گی اور عنقریب انہیں جہنم کی آگ میں داخل کردیا جائے گا۔ مزید فرمایا: اور بیشک وہ عزت والی کتاب ہے۔ عزیز کے دو معنی ہیں: (1) غالب اور قاہر۔ (2) جس کی نظیر نہ پائی جا سکتی ہو۔ قرآن مجید خدائی معجز کتاب ہے، اپنے دلائل کی قوت سے ہر ایک پر غالب ہے اور بے مثل بھی ہے کیونکہ اوّلین و آخرین اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں اور ساری مخلوق مل کر بھی اس کی ایک سورت جیسی کوئی سورت نہیں بنا سکتی۔

آیت 42 ﴾ فرمایا: قرآن مجید باطل کی رسائی سے دور ہے اور کسی طرح اور کسی جہت سے بھی باطل اس تک راہ نہیں پاسکتا، یہ تبدیلی اور کمی و زیادتی سے محفوظ ہے اور شیطان اس میں تحریف کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، جس چیز کے حق ہونے کا قرآن بیان فرمادے اسے کوئی باطل نہیں کرسکتا اور جس کے باطل ہونے کا قرآن کریم حکم فرمادے اسے کوئی حق قرار نہیں دے سکتا۔ یہ عظیم اس رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جو حکمت والا اور تعریف کے لائق ہے۔

آیت 43 ﴾ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے حبیب! کافروں کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر فرمائیں کیونکہ جس طرح آپ کو کافروں نے جادوگر اور کاہن وغیرہ کہا اسی طرح آپ سے پہلے تشریف لانے والے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی ان کی قوموں کے کفار نے جادوگر وغیرہ کہا اور آپ کی طرح انہیں بھی جھٹلایا گیا تھا، بیشک جو توبہ کرے اور ایمان لائے اسے اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اور جو جھٹلانے پر ہی قائم رہے تو اسے اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دینے والا ہے۔ (2) اے حبیب! آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی بات کہی جاتی ہے جو آپ سے پہلے رسولوں علیہم السلام سے کہی گئی تھی کہ اپنی قوم کی جاہلانہ حرکتوں پر صبر فرمائیں۔ بیشک آپ کا رب عزوجل اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے اور ان پر ایمان لانے والوں کے لئے بخشش والا اور اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے دشمنوں، تکذیب کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب والا ہے۔

آیت 44 ﴾ کافروں نے قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: یہ قرآن عجمی زبان میں کیوں نہ اترا؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ اگر ہم قرآن کریم کو عربی کی بجائے عجمی زبان میں نازل کردیتے تو کفار ضرور کہتے: اس کتاب کی آیتیں عربی زبان میں کیوں نہ

لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِیْنَ

کیوں نہ واضح کی گئیں؟ کیا کتاب عجمی ہے اور نبی عربی ہے؟ تم فرماؤ: وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور وہ جو

لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَیْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓىٕكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ (۴۴)

ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان پر اندھا پن ہے۔ گویا انہیں دور کی جگہ سے پکارا جارہا ہے ○

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ گزر چکی ہوتی تو ان کے درمیان

لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ (۴۵) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ

فیصلہ کردیا جاتا اور بیشک وہ ضرور قرآن کی طرف سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں ○ جو نیک کام کرتا ہے وہ اپنی ذات کیلئے ہی کرتا ہے

وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (۴۶)

اور جو برائی کرتا ہے تو اپنے خلاف ہی کرتا ہے اور تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا ○

...نہ ہم انہیں سمجھ سکتے اور کتاب نبی کی زبان کے خلاف کیوں اتری؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ اعتراض نہ ماننے کا ایک بہانہ ہے۔ ...لوگوں سے فرمادیں کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے کہ یہ انہیں حق کی راہ بتاتا اور گمراہی سے ...جہالت اور شک وغیرہ قلبی امراض سے شفا دیتا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے کہ وہ قرآن ...کے حق کے مطابق سننے کی نعمت سے محروم ہیں اور وہ ان پر اندھا پن ہے کہ وہ شکوک و شبہات کی ظلمتوں میں گرفتار ہیں اور ...اپنی روش سے اس حالت کو پہنچ گئے ہیں جیسے کسی کو دور سے پکارا جائے تو وہ پکارنے والے کی بات نہ سنے نہ سمجھے۔ ...قرآن روحانی و قلبی خرابیوں کے علاوہ جسمانی امراض کے لئے بھی شفا کا سبب ہے۔

...فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح آپ کی قوم کے لوگ قرآن مجید میں اختلاف کررہے ہیں اسی طرح پہلے بھی ہو چکا ہے کہ ...حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور بعض افراد نے اس کو مانا اور بعض نے نہ مانا اور اگر آپ ...کے حساب اور جزا کو روزِ قیامت تک مؤخر نہ فرمادیا ہوتا تو ان کافروں کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا اور دنیا ہی میں ...اختلاف کرنے کی سزا دے دی جاتی اور بیشک جو لوگ قرآن مجید کو جھٹلا رہے ہیں وہ ضرور اس قرآن کی طرف سے ایسے ...شک میں ہیں جو انہیں الجھن میں ڈالنے والا ہے۔

...فرمایا کافروں کے قرآن سے منہ پھیرنے کو خود پر بوجھ محسوس نہ کرو کیونکہ ان میں سے جو شخص قرآن مجید پر ایمان لائے اور ...کے مطابق عمل کرے تو وہ اپنی ذات کے فائدے کے لئے ہی کرے گا اور جو کفر کرے تو اس کا نقصان بھی اسے ہی ہوگا اور ...آپ کا رب عزوجل بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور ان کے ساتھ وہی معاملہ فرماتا ہے جس کے وہ حق دار ہیں۔

اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِؕ وَ مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى

قیامت کے علم کا حوالہ اللہ ہی کی طرف کیا جاتا ہے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کوئی مادہ

وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖؕ وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ اَیْنَ شُرَكَآءِیْۙ قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَۙ

اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور جس دن وہ انہیں ندا فرمائے گا: میرے شریک کہاں ہیں؟ تو کہیں گے: ہم تجھ سے کہہ چکے ہیں

مَا مِنَّا مِنْ شَهِیْدٍ (۴۷) وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَ ظَنُّوْا مَا لَهُمْ

کہ ہم میں کوئی گواہ نہیں ○ اور جن کو وہ پہلے پوجتے تھے وہ ان سے غائب ہو گئے اور وہ سمجھ گئے کہ ان کے لئے

مِّنْ مَّحِیْصٍ (۴۸) لَا یَسْــٴَـمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ٘ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَـٴُـوْسٌ قَنُوْطٌ (۴۹)

بھاگنے کی جگہ نہیں ○ آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں اکتاتا اور اگر اسے کوئی برائی پہنچے تو بہت ناامید بڑا مایوس ہو جاتا ہے ○

**آیت 47** ﴾ جب کسی سے قیامت کے بارے میں پوچھا جائے کہ وہ کب واقع ہوگی تو وہ یہ جواب دے: قیامت واقع ہونے کا وقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور آیت الکرسی کے کلمات "وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ" سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو علم اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اپنے طور پر کسی کو ایک ذرے کا بھی علم نہیں ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پھل غلاف سے برآمد ہونے سے پہلے اس کے احوال کو جانتا ہے اور مادہ کے حمل کو اور اس کی ساعتوں کو اور اس کی ولادت کے وقت اور مادہ ہونے وغیرہ سب کو جانتا ہے، لہٰذا ان اُمور کا علم بھی اللہ ہی کی طرف منسوب کرنا چاہئے اور اے حبیب! یاد کریں کہ جس دن اللہ تعالیٰ مشرکین سے فرمائے گا: تمہارے گمان اور تمہارے عقیدے میں جو میرے شریک تھے وہ کہاں ہیں؟ اس کے جواب میں مشرکین کہیں گے: اے اللہ! ہم تجھ سے کہہ چکے ہیں کہ ہم میں ایسا کوئی گواہ نہیں جو آج یہ باطل گواہی دے کہ تیرا کوئی شریک ہے، آج ہم سب تیری وحدانیت کا اقرار کرنے والے ہیں۔ مشرکین یہ بات عذاب دیکھ کر کہیں گے۔ اہم باتیں: (1) قیامت کے وقت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ یہ قرآن میں ہے لیکن یہ علم کبھی کسی کو بھی نہیں دے گا، یہ کہیں نہیں ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو وسیع، کامل اور جامع علم عطا فرمایا ہے، ان دلائل کی رُو سے ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطا کردہ علوم میں قیامت کا علم بھی داخل ہے البتہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں کو بتایا نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ہے۔ (2) اولیائے کرام اور اصحابِ کشف بسا اوقات ان اُمور کی خبریں دیتے ہیں اور وہ صحیح واقع ہوتی ہیں۔ یہ حضرات علم سے فرماتے ہیں لیکن یہ علم ان کا ذاتی نہیں ہوتا بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔

**آیت 48** ﴾ فرمایا: مشرکین دنیا میں جن بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے وہ حشر کے میدان میں نہ ان کی سفارش کریں گے اور نہ مدد کریں گے تو ان کا وہاں موجود ہونا ایسے ہو گا جیسے یہ وہاں سے غائب ہیں اور مشرکین کو یقین ہو جائے گا کہ اب ان کے لئے اللہ کے عذاب سے بچنے اور جہنم سے کہیں بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں۔

**آیت 49** ﴾ آیت کا بنیادی سیاق و سباق تو کافر سے متعلق ہے لیکن عمومی انسانی فطرت بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ فرمایا کہ انسان بھلائی مانگنے

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ

اور اگر ہم اسے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو ضرور کہے گا: یہ تو میرا حق ہے اور میرے گمان میں

قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

قیامت قائم ہونے والی نہیں اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی بھلائی ہی ہے تو ضرور ہم کافروں کو

بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝۵۰ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ

ان کے اعمال کی خبر دیں گے اور ضرور انہیں سخت عذاب چکھائیں گے ○ اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے

وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝۵۱ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ

اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعا (مانگنے) والا بن جاتا ہے ○ تم فرماؤ: بھلا دیکھو کہ اگر

دوری اور تمرد کی حالت میں رہتا ہے اور اگر اسے کوئی سختی، مصیبت اور معاش کی تنگی پہنچے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ناامید اور سخت مایوس ہو جاتا ہے۔ درس: مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ مصیبتوں، پریشانیوں اور تنگدستی کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے مایوس ہو جائے۔ مومن تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے اور خدا سے نیک امید اور اچھا گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے اس کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتا ہے۔ نیز امید سے مشکل آسان ہو جاتی ہے اور ناامیدی سے چھوٹی مشکل بھی بڑی لگتی ہے۔

50 ◆ یہاں کافر انسان کا حال بیان فرمایا کہ اگر ہم اسے بیماری کے بعد صحت، سختی کے بعد آسانی اور تنگدستی کے بعد مال و دولت دے کر اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہنے لگتا ہے: یہ تو خالص میرا حق ہے اور میں اپنے عمل کی وجہ سے اس کا مستحق ہوا ہوں اور میرے گمان میں قیامت قائم نہ ہو گی اور اگر بالفرض قیامت قائم ہوئی اور میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور میرے لیے اس کے پاس بھی دنیا کی طرح راحت اور عزت ہے۔ فرمایا گیا کہ اس کا یہ گمان فاسد ہے، ضرور ہم کافروں کے قبیح اعمال اور جس عذاب کے وہ مستحق ہیں اس سے انہیں آگاہ کر دیں گے اور ضرور انہیں انتہائی سخت عذاب چکھائیں گے۔

51 ◆ فرمایا: جب ہم کافر انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ اس احسان کا شکر ادا کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس نعمت پر اترانے لگتا ہے اور نعمت دینے والے پروردگار کو بھول جاتا ہے اور جب اسے کسی قسم کی پریشانی، بیماری یا ناداری وغیرہ کی تکلیف پیش آتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا، روتا اور گڑگڑاتا ہے۔ درس: (1) مسلمان کو خوشی، غمی ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہنا چاہیے۔ (2) ہر نعمت و رحمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مان کر شکر ادا کرنا چاہیے اور ہر مشکل کو امتحان یا گناہوں کا نتیجہ جان کر صبر [illegible]

52 ◆ اے پیارے حبیب! آپ مکہ مکرمہ کے کافروں سے فرما دیں: اگر یہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جیسا کہ میں تم سے یہ بات کہتا ہوں اور قطعی دلائل سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ

قرآن اللہ کے پاس سے ہو پھر تم اس کے منکر ہو تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو دور کی ضد و مخالفت میں ہے؟ ○ ابھی ہم انہیں اپنی

اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ

وسعتوں میں اور خود ان کی ذاتوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کیلئے بالکل واضح ہو جائے کہ بیشک وہی حق ہے۔ کیا

بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ

تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں؟ ○ سن لو! بیشک یہ کافر اپنے رب سے ملنے کے متعلق شک میں ہیں۔ سن لو!

بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾ ع

ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ○

ہے، پھر تم اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا انکار کرو تو مجھے بتاؤ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو حق بات کی ضد میں عقیدے کی مخالفت میں بہت دور نکل گیا ہے؟

آیت 53 ﴿ فرمایا کہ ابھی ہم لوگوں کو آسمان و زمین کی وسعتوں میں اور خود ان کی اپنی ذاتوں میں قرآن کریم کی حقانیت واضح ہونے پر اپنی نشانیاں دکھائیں گے، یہاں تک کہ ان کیلئے بالکل واضح ہو جائے گا کہ بیشک قرآن ہی حق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے، اعمال کا حساب لئے جانے اور ان کے کفر پر انہیں سزا دیئے جانے کا جو بیان ہوا وہ بھی حق ہے اور اے حبیب! کیا آپ کے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا آپ کی سچائی کے لئے انہیں کافی نہیں؟ مزید فرمایا

(1) آفاقی نشانیوں سے مراد سورج، چاند، ستارے، نباتات اور حیوانات ہیں یا گزری ہوئی امتوں کی اجڑی ہوئی بستیاں مراد ہیں، یا مشرق و مغرب کی وہ فتوحات مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کو عنقریب عطا فرمانے والا ہے۔ (2) ان کی ذات میں نشانیوں سے مراد یہ ہے کہ ان کی ہستیوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے بے شمار عجائبات موجود ہیں یا کفار مکہ کے حوالے سے بطورِ خاص یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدر میں کفار کو مغلوب کیا اور ان پر قہر نازل کر کے خود ان کے اپنے [illegible] نشانیوں کا مشاہدہ کرا دیا یا یہ مراد ہے کہ مکہ مکرمہ فتح فرما کر ان میں اپنی نشانیاں ظاہر کر دیں گے۔

آیت 54 ﴿ فرمایا کہ سن لو! بیشک یہ کافر اپنے رب سے ملنے کے بارے شک میں ہیں کیونکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے قائل نہیں ہیں، اسی لئے وہ اس میں غور و فکر کرتے ہیں نہ اس کا علم رکھتے ہیں اور نہ ہی اس سے ڈرتے ہیں حالانکہ قیامت ضرور واقع ہوگی اور اس کے واقع ہونے میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے۔ انہیں خبردار ہو جانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم و قدرت سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، کوئی چیز اس کے علم کے احاطے سے باہر نہیں اور اس کی معلومات کی کوئی انتہا نہیں، وہ انہیں ان کے کفر اور اپنے رب سے ملنے کے متعلق شک کرنے پر سزا دے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ عزت، حکمت والا اللہ تمہاری طرف اور تم سے پہلے لوگوں کی طرف یونہی وحی فرماتا ہے ۝

سورۂ شوریٰ کا تعارف: جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکیہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک قول یہ مروی ہے کہ اس سورت کی چار آیتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں، ان میں سے پہلی آیت "قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا" ہے۔ اس سورت میں 5 رکوع اور 53 آیتیں ہیں۔ شوریٰ کا معنی ہے مشورہ، اور یہ لفظ اس سورت کی آیت نمبر 38 میں موجود ہے جس میں فرمایا کہ مسلمانوں کا کام باہمی مشورے سے ہوتا ہے۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں یہ بیان ہوا کہ زمین و آسمان میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس کی عظمت یہ ہے کہ اس کی کبریائی کی ہیبت سے آسمان جیسی عظیم مخلوق پھٹنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اور زمین والوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اور مشرکین کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں۔ یہ بتایا گیا کہ تمام انبیاء کو ایک ہی حکم دیا گیا اور وہ یہ کہ وہ دین کو صحیح طریقے سے قائم کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت ظاہر ہونے کے باوجود آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے والے کافروں کا رد کیا گیا۔ قیامت کے دن کے ہولناک عذابات ذکر کئے گئے اور جنتی نعمتوں کے اوصاف بیان کئے گئے۔ یہ بتایا گیا کہ رزق اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اور وہ حکمت کے مطابق اپنی مخلوق کو عطا کرتا ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کی تخلیق، ان دونوں میں ہر طرح کا تصرف کرنے پر قدرت اور سمندروں میں کشتیوں کے چلنے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر استدلال کیا گیا۔ اس سورت کے آخر میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی مشیت کے مطابق اولاد عطا کر دے اور جسے چاہے نہ عطا کرے، نیز وحی کی اقسام اور قرآن پاک کی شان بیان کی گئی کہ یہ ہدایت والی کتاب ہے۔

{1، 2} ان آیات میں مذکور حروف کا تعلق حروف مقطعات سے ہے، ان کا معنی اور انہیں جدا جدا بیان کرنے کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

{3} ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نزول وحی کا سلسلہ شروع سے چلتا آرہا ہے۔ جس طرح آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی نازل فرمائی، اسی طرح آپ کی طرف بھی اللہ تعالیٰ وحی بھیجتا ہے جو عزت و حکمت والا ہے۔ اہم بات: آیت میں پہلے انبیاء اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا اور عقیدے کے اس اہم موقع پر آئندہ کے کسی نبی کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہاں اس کا اس طرح ذکر ہوتا کہ ہم آئندہ نبیوں کی طرف بھی وحی کریں گے۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ-وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ(۴) تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہی بلندی والا، عظمت والا ہے○ قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے

مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِؕ-اَلَاۤ اِنَّ

پھٹ جائیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔ سن لو! بے شک

اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ(۵) وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ اللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ

اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہے○ اور جنہوں نے اللہ کے سوا (بتوں کو) مددگار بنا رکھا ہے اللہ ان پر نگران ہے

وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ(۶) وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى

اور تم ان کے کاموں پر ذمہ دار نہیں○ اور یونہی ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن کی وحی بھیجی تاکہ تم مرکزی شہر والوں

وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْهِؕ-فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَ فَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ(۷)

اور ارد گرد رہنے والوں کو ڈر سناؤ اور تم جمع ہونے کے دن سے ڈراؤ جس میں کچھ شک نہیں۔ ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔

**آیت 4** ✽ فرمایا کہ زمین و آسمان میں موجود تمام چیزوں کا خالق و مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کی شان بھی بلند ہے اور اس کی قدرت اور حکمت بھی عظیم ہے۔

**آیت 5** ✽ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بلند شان کا یہ عالم ہے کہ اس کی بڑائی کی ہیبت سے آسمان جیسی عظیم الشان مخلوق اپنے اوپر سے پھٹنے کے قریب ہو جاتی ہے، اور فرشتے اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ ہر اس چیز سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو اس کی شان کے لائق نہیں اور وہ زمین والوں کے لیے معافی مانگتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) یہاں زمین والوں سے مراد اہل ایمان ہیں۔ (2) فرشتوں کی شفاعت برحق ہے۔

**آیت 6** ✽ فرمایا: اے حبیب! جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بجائے بتوں کو پوجتے اور انہیں اپنا معبود سمجھتے ہیں، ان کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں، وہ قیامت کے دن انہیں ان کا بدلہ ضرور دے گا، اے حبیب! تمہاری ذمہ داری بس انہیں خدا کی طرف سے وعدے اور وعیدیں پہنچانا ہے، لہٰذا آپ سے ان کے افعال کی پکڑ نہ ہوگی، آپ انہیں رسالت کی تبلیغ کریں ان سے حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔

**آیت 7** ✽ فرمایا: جیسے ہم نے پہلے نبیوں کی طرف وحی بھیجی تھی، اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی قرآن کی وحی بھیجی تاکہ آپ (بطور خاص) مرکزی شہر مکہ مکرمہ اور اس کے ارد گرد رہنے والوں کو ڈر سنائیں اور انہیں قیامت کے دن سے ڈرائیں جس میں اللہ تعالیٰ اولین و آخرین اور آسمان و زمین والوں سب کو جمع فرمائے گا اور اس میں کچھ شک نہیں، اس دن جمع ہونے کے بعد پھر سب اس طرح علیحدہ ہوں گے کہ ان میں سے ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ دوزخ میں داخل ہو جائے گا۔ اہم باتیں: (1) قیامت

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ

اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن اللہ اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اور ظالموں کیلئے نہ کوئی

مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى

حمایتی ہے اور نہ مددگار۔ کیا کافروں نے اللہ کے سوا مددگار ٹھہرا لیے ہیں تو اللہ ہی مددگار ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرے گا

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ ع

اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اور (اے لوگو!) تم جس بات میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ یہ اللہ میرا رب ہے،

جمع ہونے کا دن "اس لئے فرمایا گیا کیونکہ اس دن میں اللہ تعالیٰ تمام زمین و آسمان والوں کو جمع فرمائے گا۔ (2) آیت کے آخر میں "ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں" اور ترمذی شریف کی حدیث نمبر 2148 میں ہے کہ حضور پرنور سے معلوم ہے کہ کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں داخل ہوگا۔ مرکزی شہر کو تبلیغ کرنا، دیگر شہروں تک پہنچنے میں زیادہ مفید ہوتا ہے، اس لئے مبلغین اسلام کو بھی مرکزی شہر، مرکزی علاقے اور اہم لوگوں پر بطورِ خاص توجہ دینی چاہیے۔

فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام لوگوں کو دنیا میں ایک ہی گروہ بنا دیتا کہ سب ہدایت یافتہ ہوتے یا سبھی گمراہ ہوتے، لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اپنی جنت میں داخل فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے (اس کے برے اعمال کی وجہ سے) عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ان دو گروہوں میں سے ظالموں کے گروہ کا کوئی دوست نہیں جو ان سے عذاب دور کر سکے اور نہ ان کا کوئی مددگار ہے جو ان سے عذاب چھڑا سکے۔ اس آیت میں ظالم سے مراد کافر ہیں کہ ظالم کا کوئی مددگار نہیں ہوگا جبکہ مسلمان گنہگاروں کی شفاعت تو احادیث سے ثابت ہے۔

فرمایا کہ کیا کافروں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنا مددگار بنا لیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی (حقیقی) مددگار نہیں ہے کہ کوئی اپنا مددگار بنانے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی اس بات کا حق دار نہیں کہ اسے مددگار بنایا جائے، وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر شے پر قادر ہے، جبکہ یہ بت تو خود عاجز ہیں اور ان میں کسی طرح کی کوئی طاقت نہیں تو پھر انہیں مددگار کیسے تسلیم کیا جائے؟

اے لوگو! تم دین کی باتوں میں سے جس بات میں کفار کے ساتھ اختلاف کرو تو ان سے یہ کہہ دو کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، وہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں: یہ اللہ عزوجل میرا رب ہے، میں نے اپنے تمام امور میں اسی پر بھروسہ کیا اور میں ہر کام میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

تَوَكَّلْتُ ۖ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ۝ وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ اس نے تمہارے لیے تمہاری

اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ ؕ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ

جوڑے بنائے اور چوپایوں سے جوڑے بنائے۔ اس (جوڑے) سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے۔ اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سننے

الْبَصِیْرُ ﴿۱۱﴾ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ

دیکھنے والا ہے ۝ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملک ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے روزی وسیع کرتا ہے اور تنگ فرماتا ہے،

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۲﴾ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْۤ

بیشک وہ سب کچھ خوب جاننے والا ہے ۝ اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو تاکید فرمائی اور جو

اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰۤى اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ

ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی اور جس کی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو تاکید فرمائی کہ دین کو قائم رکھو

**آیت 11** فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کو بنانے والا ہے اور اس نے اپنے فضل سے تم پر احسان کرتے ہوئے تمہارے لیے تمہاری جنس میں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں سے بھی نر و مادہ کے جوڑے بنائے۔ ان جوڑوں سے وہ تمہاری نسل پھیلاتا ہے اور ان جوڑوں کو پیدا کرنے والے خالق جیسا کوئی نہیں کیونکہ وہ یکتا اور بے نیاز ہے اور وہی سننے دیکھنے والا ہے۔ اہم بات: آیت میں خدا کی یہ شان بیان فرمائی کہ "اس جیسا کوئی نہیں" یہ صفات باری تعالیٰ کے بارے میں بہت بنیادی آیت ہے اور کثیر آیات و احادیث کے مفہوم کو اسی آیت کی روشنی میں سمجھا جاتا ہے، مثلاً قرآن میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، چہرے اور آنکھوں کا ذکر ہے لیکن اللہ تعالیٰ مخلوق جیسے عوارض اور اعضاء سے پاک ہے تو خدا کے لئے انسانوں جیسے ہاتھ، چہرے اور آنکھوں کا اثبات نہیں کیا جائے گا۔ یہ قطعی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ الفاظ تاویل کے ساتھ ہیں یا ان الفاظ کے وہ معنی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں جسے وہی جانتا ہے کیونکہ اس جیسا کوئی نہیں۔

**آیت 12** آسمان و زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں خواہ وہ بارش کے خزانے ہوں یا رزق کے یا زمین سے نکلنے والے جواہرات، ان سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، جبکہ بتوں کو ان میں سے کسی چیز پر کوئی ملکیت حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق جس کے لیے چاہتا ہے روزی وسیع کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ فرماتا ہے کیونکہ وہ مالک ہے جبکہ بتوں کا حال ایسا نہیں ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ خوب جاننے والا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کی حکمت کے مطابق کس کو مال دیا جائے اور کس کو نہ دیا جائے جبکہ بت یہ نہیں کر سکتے، تو پھر یہ بت معبود ہونے میں اللہ تعالیٰ کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟

**آیت 13** فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ! حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر میرے حبیب صلی اللہ علیہ

الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ۝ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ

وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس (قرآن) کے متعلق ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔ تو اسی لئے بلاؤ

وَ اسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ

اور ثابت قدم رہو جیسا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو اور کہو کہ میں اس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے نازل فرمائی

وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ ہمارے لیے ہمارا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل۔

لَا حُجَّةَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ یَجْمَعُ بَیْنَنَا ۚ وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ۝ وَ الَّذِیْنَ

ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔ اور وہ جو

دنیا میں عذاب نازل فرما کر ان کے اور ایمان والوں کے درمیان کب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ مزید فرمایا: اس کے متعلق ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں۔ اس کا معنی یہ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہودی اور عیسائی خود اپنی کتاب یا قرآن کے متعلق اس طرح شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ صحیح بات سمجھنے اور ماننے میں الجھن اور خلجان کا شکار ہیں۔

**آیت 15** ﴿ فرمایا: اے حبیب! ان کفار کے اس اختلاف کی وجہ سے انہیں توحید اور سچے دین پر متفق ہونے کی دعوت دیں اور آپ ان کے انکار کی وجہ سے دل تنگ نہ ہوں بلکہ) اس دین پر اور اس دین کی دعوت دینے پر ثابت قدم رہیں جیسا آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے اور ان کی باطل خواہشوں کے پیچھے نہ چلیں اور یہ کہیں کہ میں ہر اُس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں پر ایمان لایا کیونکہ پھوٹ ڈالنے والے بعض کتابوں پر ایمان لاتے اور بعض سے کفر کرتے تھے۔ مزید فرمایا: اے حبیب! فرما دیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان تمام چیزوں میں، تمام احوال میں اور ہر فیصلہ میں انصاف کروں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں۔ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں اور تم سے ہمارے اعمال کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی بلکہ ہر ایک اپنے اپنے عمل کی جزا پائے گا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں کیونکہ حق ظاہر ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا اور فیصلے کے لئے سب کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ دین، ایمان، استقامت اور عدل کا حکم ہر نبی کو دیا گیا کیونکہ یہ سب دینوں میں مشترک احکام ہیں اور خواہشِ نفس کی پیروی سے بھی ہر دین میں منع کیا گیا ہے۔

**آیت 16** ﴿ فرمایا: اور وہ لوگ جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ ان جھگڑنے والوں سے مراد یہودی ہیں، وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو پھر کفر کی طرف لوٹا دیں، اس لئے وہ مسلمانوں سے جھگڑا کرتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ ہمارا دین پرانا، ہماری کتاب پرانی، ہمارے نبی پہلے آئے، اس لئے ہم تم سے بہتر ہیں۔ فرمایا کہ ان جھگڑنے والوں کی اپنے دین کے حق ہونے پر دلیل اللہ عزوجل کے نزدیک بے بنیاد ہے اور ان پر ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لیے آخرت میں سخت عذاب

يُحَآجُّوۡنَ فِى اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِيۡبَ لَهٗ حُجَّتُهُمۡ دَاحِضَةٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ

بارے میں جھگڑتے ہیں اس کے بعد کہ اس (دین) کو قبول کیا جا چکا ہے، ان جھگڑنے والوں کی دلیل ان کے رب کے نزدیک

وَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ وَّلَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ۝ اَللّٰهُ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ وَالۡمِيۡزَانَ ؕ

ہے اور ان پر غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے ۝ اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو اتارا اور میزان کو

وَمَا يُدۡرِيۡكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيۡبٌ ۝ يَسۡتَعۡجِلُ بِهَا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيۡنَ

اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو ۝ قیامت کی جلدی مچا رہے ہیں وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جو

اٰمَنُوۡا مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡهَا ۙ وَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهَا الۡحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُمَارُوۡنَ فِى السَّاعَةِ

ایمان والے ہیں وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ حق ہے۔ سن لو! بیشک قیامت کے بارے میں شک کرنے والے

لَفِىۡ ضَلٰلٍۢ بَعِيۡدٍ ۝ اَللّٰهُ لَطِيۡفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الۡقَوِىُّ الۡعَزِيۡزُ ۝ ع

ضرور دور کی گمراہی میں ہیں ۝ اللہ اپنے بندوں پر لطف فرمانے والا ہے، جسے چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور وہی قوت والا، عزت والا ہے ۝

... جس کی حقیقت انہیں معلوم نہیں۔

{تفسیر} ﴿۱۷﴾ اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اتاری۔ یعنی اللہ عزوجل وہی ہے جس نے حق کے ساتھ قرآن پاک نازل فرمایا جو تمام دلائل اور احکام پر مشتمل ہے نیز اس نے اپنی نازل کردہ کتابوں میں عدل کا حکم دیا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک میزان سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حق و باطل کو جانچنے کا معیار ہیں۔ {اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو۔} کافروں کے اس سوال پر کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ جواب میں فرمایا گیا کہ شاید قیامت قریب ہی ہو۔ مراد یہ ہے کہ قیامت کا وقوع یقینی ہے، اس کا متعین وقت تمہارے علم میں نہ بھی ہو، تب بھی تمہیں اس کی تیاری کرنی چاہیے، لہٰذا تم قرآن پر عمل کرو اور عدل کرو اس سے پہلے کہ تم پر تمہارے حساب و جواب کا دن اچانک آ جائے کیونکہ گزرے ہوئے حصے کے مقابلے میں اس دنیا کا باقی عرصہ بہت کم رہ گیا ہے۔

{تفسیر} ﴿۱۸﴾ ... قیامت کے منکر مذاق کے طور پر قیامت کی جلدی مچا رہے ہیں کیونکہ ان کا خیال یہ ہے کہ قیامت قائم ہونے والی نہیں اور ایمان والے ثواب ملنے کی توقع کے باوجود قیامت سے ڈر رہے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ بیشک قیامت حق ہے اور اس کے وقوع میں کوئی شک نہیں اسی لئے وہ اس کی تیاری کر رہے ہیں اور اس دن کے لئے نیک اعمال کرنے میں مصروف ہیں۔ سن لو! بیشک قیامت کے بارے میں شک کرنے والے ضرور گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ درس: قیامت پر ایمان رکھنے والے کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ اس دن کی تیاری کرنے میں مصروف رہے۔

{تفسیر} ﴿۱۹﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے شمار احسانات کرتا ہے اور اس کے احسانات کے دائرے میں نیک اور بد سبھی داخل ہیں

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا

جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کردیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے

نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝۲۰ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ

تو ہم اسے اس میں سے کچھ دیدیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ۞ بلکہ کافروں کے کچھ ساتھی ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین

مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ

وہ راستہ مقرر کردیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ کرنے کی بات (طے شدہ) نہ ہوتی تو (یہیں) ان میں فیصلہ کردیا جاتا اور بیشک

حتی کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مشغول رہنے کے باوجود، اللہ تعالیٰ لوگوں کو بھوک سے ہلاک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق روزی دیتا ہے اور وسعتِ عیش عطا فرماتا ہے اور اس میں مومن اور کافر سبھی داخل ہیں۔ ورنہ جس کے رزق میں تنگی ہے اسے یہ سوچنا چاہئے کہ اسی میں میری دنیا اور آخرت کا بھلا اور میرے ایمان کی حفاظت کا سامان ہو گا کیونکہ ممکن ہے کہ دولت ملنے کے بعد میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرکے اپنا ایمان ضائع کر بیٹھوں اور بروزِ قیامت جہنم کے عذاب میں ہمیشہ کے لئے مبتلا ہو جاؤں۔

**آیت 20** اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جسے اپنی نماز، روزہ اور دیگر اعمال سے آخرت کا نفع مقصود ہو تو ہم اسے نیکیوں کی توفیق دے کر اس کے لئے نیک اعمال اور اطاعت گزاری کی راہیں آسان کرکے اور اس کی نیکیوں کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنا ہم چاہیں بڑھا کر اس کے اُخروی نفع میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جس کا عمل محض دنیا حاصل کرنے کے لئے ہو اور وہ آخرت پر ایمان نہ رکھتا ہو تو ہم اسے دنیا میں سے اتنا دے دیتے ہیں جتنا ہم نے دنیا میں اس کے لئے مقدر کیا ہے اور آخرت کی نعمتوں میں اس کا کچھ حصہ نہیں کیونکہ اس نے آخرت کے لئے عمل کیا ہی نہیں۔ درس: جو شخص نیک اعمال سے صرف رضائے الٰہی پانے کی نیت کرے تو اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی نوازتا ہے اور آخرت میں بھی اس پر کرم ہو گا اور جو نیک اعمال کے ذریعے دنیا کا مال و دولت، عزت و شہرت اور اپنی واہ واہ چاہے تو دنیا میں اسے صرف اتنا ہی ملے گا جتنا اس کے نصیب میں لکھا ہے اور آخرت میں ان اعمال کے ثواب سے اسے محروم کر دیا جائے گا۔ لہٰذا اخلاص کے ساتھ نیک اعمال کرنے چاہئیں۔

**آیت 21** کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول نہیں کرتے لیکن ان کے کچھ ساتھی ہیں، شیاطین وغیرہ جنہوں نے ان کے لیے کفر پر مشتمل ایسا دین پیش کیا ہے جو شرک اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے انکار پر مشتمل ہے اور یہ دین اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف ہے اور کفار اسی دین کو قبول کئے ہوئے ہیں، جس کا انجام تو یہ ہے کہ اگر فیصلہ کرنے کی بات طے نہ ہوتی اور جزا کے لئے قیامت کا دن معین نہ فرما دیا گیا ہوتا تو یقیناً ایمان والوں اور کافروں میں فیصلہ کر دیا جاتا اور دنیا ہی میں جھٹلانے والوں کو عذاب میں گرفتار کر دیا جاتا۔ بیشک آخرت میں ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اہم بات: اس آیت میں ظالموں سے مراد کافر ہیں۔

الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا كَسَبُوْا

دردناک عذاب ہے۔ تم ظالموں کو دیکھو گے کہ اپنے کمائے ہوئے اعمال سے ڈر رہے ہوں گے اور ان کی کمائیاں

وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ

ان پر پڑیں گی اور ایمان لانے والے اور اچھے اعمال کرنے والے جنتوں کے پھولوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے۔

لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ

ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے، یہی بڑا فضل ہے۔ یہی ہے وہ جس کی اللہ

اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا

اپنے ان بندوں کو جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرنے والے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے۔ تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا

﴿تَرَى الظّٰلِمِیْنَ: تم ظالموں کو دیکھو گے۔﴾ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ظالموں کو اس حال میں دیکھو گے کہ وہ اس اندیشے سے اپنے کفر اور خبیث اعمال سے ڈر رہے ہوں گے کہ کہیں ان کی سزا ملنے والی ہے۔ یہ چاہے ڈریں یا نہ ڈریں، ان کے اعمال کا وبال ان پر ضرور پڑ کر رہے گا اور یہ اس سے بچ نہیں سکتے اور ایمان لانے والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ جنتوں کے نعمتوں سے بھرے ہوئے باغوں میں ہوں گے کیونکہ وہ جنت کے سب سے زیادہ پاکیزہ مقام ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے، تھوڑے عمل پر یہی بڑا فضل ہے۔ اہم بات: فاسق و فاجر مسلمان بھی (اپنے اعمال کی سزا پانے کے بعد یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ویسے ہی بخش دیئے جانے کے بعد) جنت میں جائیں گے البتہ وہاں ان کے مقام میں فرق ہوگا کہ اچھے اعمال کرنے والے جنت کے بہترین پھولوں سے بھرے ہوئے باغات میں ہوں گے اور ان کے علاوہ مسلمان جنت کے دیگر حصوں میں ہوں گے۔

﴿ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ: یہی ہے وہ جس کی اللہ خوشخبری دیتا ہے۔﴾ یہی بڑا فضل وہی ثواب ہے جس کی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زبانِ اقدس سے اپنے ایمان والے اور نیک اعمال کرنے والے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے۔ مزید فرمایا: اے حبیب! آپ فرما دیں: اے لوگو! میں رسالت کی تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ اس کے بعد جداگانہ طور پر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے کفار کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ظلم و ستم کرنے سے روکنے کے لئے فرمایا: تمہیں کم از کم میرے ساتھ اپنی قرابت داری یعنی رشتے داری کا خیال کرنا چاہیے۔ یعنی چونکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور کفارِ مکہ بھی اپنی مختلف شاخوں کے اعتبار سے قریش سے تعلق رکھتے تھے تو انہیں کہا گیا کہ اگر تم میری اطاعت نہیں بھی کرتے تو کم از کم رشتے داری کا لحاظ کرتے ہوئے ایذا رسانی سے تو باز رہو۔ بہت سے مفسرین نے اس سے اہلِ بیت کی محبت مراد لی ہے اور یقیناً نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی آل و اولاد و اہلِ بیت کی محبت ایمان کا تقاضا ہے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے امت پر جو احسانات فرمائے ہیں، ان کے شکرانے میں آپ کے خاندان سے محبت کرنا لازم ہے۔ مزید فرمایا اور جو نیک کام کرے۔ آیت کے اس حصے میں نیک کام کرنے والوں کو بشارت دی جا رہی ہے کہ جو نیک کام کرے تو ہم اس کے لیے اس میں مزید نیک کام کرنے اور ان میں اخلاص کی توفیق عطا کر کے اس کے لیے نیک کام میں مزید خوبی بڑھا

اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

مگر قرابت کی محبت اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں گے، بیشک اللہ بخشنے والا قدر فرمانے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰي قَلْبِكَ ۭ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ

بلکہ یہ کافر کہتے ہیں: اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑ لیا ہے اور اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر (صبر کی) مہر لگا دے اور اللہ باطل

يُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ

اپنی باتوں کے ذریعے حق کو ثابت فرماتا ہے۔ بیشک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے ○ اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا

وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ○ اور ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں کی دعا قبول

دیتے ہے، بیشک اللہ تعالیٰ گناہگاروں کو بخشنے والا اور اپنے اطاعت گزاروں کی قدر فرمانے والا ہے۔

آیت 24 ☆ آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کفار مکہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ
اور قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب بتا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ لیا ہے؟ اس کے جواب میں یہ فرمایا کہ کافروں کا یہ قول جھوٹا ہے
کیونکہ اے نبی! اگر وہ چاہتا تو آپ کے دل پر مہر لگا دیتا یعنی اگر بالفرض آپ جھوٹی بات گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تو
تعالیٰ ضرور آپ کے دل پر مہر لگا دیتا (جس سے قرآن آپ کے سینے سے سلب ہو جاتا) یونہی اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ باطل کو مٹا
اور حق کو اپنے کلام سے ثابت فرماتا ہے، تو اگر بالفرض آپ جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ باطل کا پردہ فاش کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے قوت
اور مدد کے ساتھ آپ کی تائید فرمائی ہے تو یقیناً آپ سچے ہیں البتہ کافر جھوٹے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ تو دلوں تک کی باتیں جانتا ہے
اسے کافروں کے عقائد، اقوال اور احوال سب کی خبر ہے اور وہ انہیں اس کی سزا دے گا۔

آیت 25 ☆ جو لوگ اپنے کفر اور بد اعمالیوں سے توبہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ وہ گنہگار کی توبہ قبول
فرماتا ہے اگرچہ اس کا گناہ کتنا ہی بڑا ہو اور اس توبہ کی برکت سے اس کے گناہوں سے درگزر کرتا ہے اور اے لوگو! جو کچھ تم کرتے ہو
اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو وہ تمہارے نیک اعمال پر تمہیں ثواب اور برے اعمال پر سزا دے گا۔ مزید فرمایا اور جانتا ہے جو تم
کرتے ہو اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ درس: (1) ہر گناہ سے توبہ واجب ہے اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی گناہ
سے باز آجائے اور گناہ پر نادم ہو اور ہمیشہ گناہ سے بچے رہنے کا پختہ ارادہ کرے اور اگر گناہ میں کسی بندے کی حق تلفی بھی تھی تو اس حق
سے شرعی طریقے سے بری الذمہ ہو جائے۔ (2) اگر ہم عمل کرتے وقت یہ سوچ لیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر و پوشیدہ
ہر عمل کو جانتا ہے اور وہ ہمارے تمام کاموں کو دیکھ رہا ہے تو امید ہے کہ کبھی گناہ کرنے کی ہمت نہ کریں۔

آیت 26 ☆ فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے جو ایمان لائیں اور اچھے اعمال کریں اور اپنے فضل سے ان کو ان کی طلب
سے بڑھ کر انہیں عطا فرماتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔ درس: مقبول بندوں کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں

يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ

اپنے فضل سے زیادہ عطا فرماتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔ اور اگر اللہ اپنے سب بندوں کے لئے رزق

لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ

وسیع کردیتا تو وہ ضرور زمین میں فساد پھیلاتے لیکن اللہ اندازہ سے جتنا چاہتا ہے اتارتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے خبردار (ہے، انہیں)

بَصِيْرٌ ۝ وَ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ يَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَ هُوَ الْوَلِيُّ

دیکھ رہا ہے۔ اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش اتارتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی کام بنانے والا،

الْحَمِيْدُ ۝ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ

سب خوبیوں والا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور ان میں جو جاندار اس نے پھیلائے ہیں سب اس کی نشانیوں میں سے ہیں

دعا کی قبولیت میں بہت معاون ہیں۔ جو لوگ برے اعمال کرنے میں مصروف رہتے ہیں باوجود یہ شکوہ کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، انہیں چاہئے کہ اگر دعا قبول کروانی ہے تو برے اعمال چھوڑ کر نیک اعمال کرنے میں مصروف ہو جائیں ان شاء اللہ ان کی دعاؤں کی قبولیت بھی ظاہر ہو گی۔

{27} ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے رزق وسیع کر دیتا تو وہ ضرور زمین میں فساد پھیلاتے بیشک وہ اپنے بندوں کے احوال سے خبردار، انہیں دیکھ رہا ہے۔ اہم باتیں: (1) لوگوں کے فساد کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں جیسے اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو مالدار کر دیتا تو ہو سکتا تھا کہ لوگ مال کے نشے میں ڈوب کر سرکشی کے کام کرتے اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جب کوئی محتاج نہ ہوتا تو ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا ناممکن ہو جاتا جیسے کوئی گندگی صاف کرنے کے لئے تیار نہ ہو گا، کوئی سامان لے کر نہ دیتا الغرض دنیوی نظام میں بگاڑ پیدا ہو گا۔ (2) اگرچہ بندوں کی بہتری اور فائدے کے لئے افعال کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے افعال حکمتوں سے خالی نہیں ہیں۔ درس: لوگوں کی امیری، غریبی، بیماری اور تندرستی حکمت پر مبنی ہے لہٰذا مالدار کو اپنی دولت اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری میں خرچ کرنا چاہئے اور غریب کو صبر کرنے کی توفیق مانگنی چاہئے، جو تندرست ہے وہ اس نعمت کو زیادہ عبادت کرنے میں صرف کرے اور بیمار اپنی بیماری خطاؤں کی معافی کا ذریعہ سمجھے۔

{28} ارشاد فرمایا کہ اللہ وہی ہے جو تمہارے بارش آنے سے ناامید ہونے کے بعد آسمان سے بارش نازل فرما کر تمہیں سیراب فرماتا اور قحط دور فرماتا ہے۔ وہی اپنے فضل سے تمہارے کام بنانے والا ہے اور تمہیں نعمتیں عطا فرمانے میں سب خوبیوں والا ہے اور اس کے فرمانبردار بندے اسی کی تعریف کرتے ہیں۔

{29} اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل اور اس کی قدرت کے عجائبات میں سے زمین و آسمان کی پیدائش ہے، کیونکہ یہ عظیم مخلوقات اپنے خالق کی قدرت اور کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو زمین

وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ

اور وہ ان سب کو اکٹھا کرنے پر جب چاہے قادر ہے ○ اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے

وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور بہت کچھ تو وہ معاف فرمادیتا ہے ○ اور تم زمین میں (اللہ کو) بے بس نہیں کرسکتے اور نہ اللہ کے مقابلے میں تمہارا

مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ

کوئی دوست ہے اور نہ مددگار ○ اور سمندر میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اس کی نشانیوں میں سے ہیں ○ اگر وہ چاہے تو

الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾

ہوا روک دے تو کشتیاں سمندر کی پشت پر ٹھہری رہ جائیں، بیشک اس میں ضرور ہر بڑے صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں

پر چلنے والے انسان اور دیگر جاندار پیدا فرمائے ہیں یہ سب بھی اس کی قدرت اور وحدانیت کی نشانیوں میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ جب چاہے ان سب کو حشر کے لئے اکٹھا کرنے پر قادر ہے۔

آیت 30 ✽ فرمایا کہ دنیا میں جو مصیبتیں مومنین کو پہنچتی ہیں اکثر ان کا سبب ان کے گناہ ہوتے ہیں، ان مصیبتوں کو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے اور کبھی مومن کی تکلیف اس کے درجات کی بلندی کے لئے ہوتی ہے اور بہت کچھ تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے معاف فرمادیتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور چھوٹے بچے سے اس آیت میں خطاب نہیں کیا گیا کیونکہ انبیاء کرام معصوم ہیں، گناہ کرتے ہی نہیں اور بچوں کے گناہ لکھے نہیں جاتے۔ مصیبت آنے کا ایک سبب گناہ ہے، لہٰذا جب مصیبت آئے تو توبہ واستغفار کریں اور صبر سے کام لیں۔

آیت 31 ✽ فرمایا: تم زمین میں خدا کو بے بس نہیں کر سکتے لہٰذا جو مصیبتیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے نصیب میں لکھ دی ہیں تم ان سے بچ نہیں سکتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ مددگار کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تمہیں مصیبت سے بچا سکے۔

آیت 32 ✽ سمندر میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل اور اس کی قدرت اور عظمت کی نشانیوں میں سے ہیں کہ بادبانی کشتیاں ہوا کے ذریعے چلتی اور رکتی ہیں اور ان ہواؤں پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی قدرت نہیں رکھتا اور یہ قدرت والے معبود کے وجود کی دلیل ہے، اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ کشتیاں انتہائی وزنی ہونے کے باوجود ڈوبتی نہیں بلکہ پانی پر تیرتی جاتی ہیں۔ ان میں یہ خوبی بھی خدا ہی کی پیدا کی ہوئی ہے۔

آیت 34،33 ✽ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس ہوا کو روک دے جو کشتیوں کو چلاتی ہے تو تمام کشتیاں سمندر کی پشت پر ٹھہری رہ جائیں اور چل نہ پائیں، یا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو مخالف سمت سے ہوا بھیج کر بعض کشتیوں کو اس میں سوار لوگوں کے گناہوں کے سبب ڈبو دے اور بہت سے لوگوں کے گناہوں سے درگزر فرمادے کہ ان پر عذاب نہ کرے اور انہیں ڈوبنے سے محفوظ رکھے۔ بیشک اللہ تعالیٰ

اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَ یَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّ یَعْلَمَ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ

یا (اللہ چاہے تو) ان کشتیوں کو لوگوں کے گناہوں کے سبب تباہ کر دے اور بہت سے گناہوں سے درگزر فرما دے ○ اور ہماری آیتوں میں

فِیْۤ اٰیٰتِنَاؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ

جھگڑنے والے جان جائیں کہ ان کیلئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ○ تو (اے لوگو!) تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا سازوسامان ہے

وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَۚ ﴿۳۶﴾

اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ایمان والوں اور اپنے رب پر بھروسہ کرنے والوں کیلئے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ○

وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَۚ ﴿۳۷﴾

اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں ○

یعنی سمندر میں پہاڑوں کی طرح کشتیوں کے چلنے اور رکنے میں ضرور بہت بڑے صبر کرنے والے، شکر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں۔ یہاں بہت زیادہ صبر و شکر کرنے والے شخص سے مومن مراد ہے جو تکلیف میں صبر کرتا ہے اور راحت میں شکر اور مقصد یہ ہے کہ مومن بندے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے دلائل سے کسی طرح غافل نہ ہو اور اگر اس پر سختی اور تکلیف آئے تو وہ صبر کرے اور نعمتیں ملیں تو شکر کرے۔

[۳۵] یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو لوگوں کو سمندر میں غرق کر دے ورنہ قرآن پاک کو جھٹلانے والے جان جائیں کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

[۳۶] شانِ نزول: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال راہِ خدا میں صدقہ کر دیا، اس پر لوگوں نے ملامت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں یہ آیت نازل کی اور فرمایا: اے لوگو! تمہیں جو کچھ دنیوی مال و اسباب دیا گیا ہے وہ آخرت کا زادِ راہ نہیں بلکہ صرف چند روزہ دنیوی زندگی کا سازوسامان ہے اور یہ ہمیشہ باقی نہیں رہے گا، جبکہ جو اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ ایمان والوں اور اپنے رب عزوجل پر بھروسہ کرنے والوں کیلئے بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

[۳۷] یعنی مذکورہ اجر و ثواب ان کیلئے بھی ہے جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: اور جب انہیں غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں۔ آیت کے اس حصے میں کسی پر غصہ آنے کی صورت میں معاف کر دینے والے کو بھی اجر و ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ اہم باتیں: (1) کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے کرنے پر دنیا میں حد جاری ہو جیسے قتل، زنا اور چوری وغیرہ یا اس پر آخرت میں عذاب کی وعید ہو جیسے غیبت، چغل خوری، خود پسندی اور ریاکاری وغیرہ۔ (2) بے حیائی کے کاموں سے وہ تمام کام اور گناہ مراد ہیں جو شرعاً معیوب اور قبیح ہوں۔ درس: (1) کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے والوں کے لئے قیامت کے دن اجر و ثواب کی بشارت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (2) غصہ اکثر انسان کی دنیا و آخرت کو نقصان دیتا ہے، لہٰذا غصہ کے موقع پر اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہیے اور ایسے اسباب اختیار کریں جن سے غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ

اور (ان کے لئے) جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے باہمی مشورے سے (ہوتا ہے)

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۞

اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں ○ اور (ان کے لئے) جنہیں جب کوئی زیادتی پہنچے تو وہ (انصاف کے ساتھ) بدلہ لیتے ہیں ○

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ

اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے، بیشک

لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۞ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۞

وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ○ اور بے شک جس نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیا ان کی پکڑ کی کوئی راہ نہیں ○

**آیت 38** ﴿ فرمایا کہ اجر و ثواب ان لوگوں کے لئے بھی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور اس کی عبادت کرکے رب کا حکم مانا اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور جب انہیں کوئی کام درپیش ہو تو وہ ان کے باہمی مشورہ سے ہوتا ہے اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی۔ اس آیت میں چار خوبیاں بیان کی گئیں، خدا کا حکم ماننا، نماز کی پابندی، اہم معاملات میں مشورہ کرنا اور راہ خدا میں خرچ کرنا۔ یہ چاروں اوصاف ہی ہماری زندگی میں شامل ہونے چاہئیں۔

**آیت 39** ﴿ فرمایا کہ اجر و ثواب ان کیلئے بھی ہے کہ جن پر کوئی ظلم کرے تو وہ اس سے انصاف کے ساتھ بدلہ لیتے ہیں اور بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظالم سے اتنا بدلہ لینا جائز ہے جتنا اس نے ظلم کیا لیکن بدلہ لینے پر قدرت کے باوجود معاف کر دینا بہت بہتر ہے۔

**آیت 40** ﴿ ارشاد فرمایا: اور برائی کا بدلہ اس کے برابر برائی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بدلہ جرم کے برابر ہونا چاہیے اور اس میں زیادتی نہ ہو اور بدلے کو مجازی طور پر برائی کہا جاتا ہے کیونکہ جس کو وہ بدلہ دیا جائے اسے برا معلوم ہوتا ہے اور بدلے کو برائی کے ساتھ تعبیر کرنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگرچہ بدلہ لینا جائز ہے لیکن معاف کر دینا اس سے بہتر ہے۔ مزید فرمایا کہ جس نے ظالم کو معاف کیا اور معافی کے ذریعے اپنے اور ظالم کے مابین معاملے کی اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو ظلم کی ابتدا کرتے ہیں یا بدلہ لینے میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) ظالم سے بدلہ لینا ایک فطری تقاضا ہے اور شریعت نے اس کی اجازت بھی دی ہے البتہ جتنا اس پر ظلم ہوا اتنا ہی بدلہ لینے کی اجازت ہے اس سے زیادہ بدلہ نہیں لے سکتا۔ (2) جہاں بدلہ لینا ہو وہاں بھی حاکم وقت کے ذریعے لیا جائے گا، نہ یہ کہ خود ہی قاضی بن گئے اور خود ہی جلاد۔

**آیت 41** ﴿ فرمایا کہ جنہوں نے ظالم سے اپنی مظلومی کا بدلہ لیا ان پر کوئی سزا نہیں کیونکہ انہوں نے وہ کام کیا ہے جو ان کے لئے جائز تھا۔ اہم بات: مظلوم کا ظالم سے بدلہ لینے پر سزا نہیں ہے، لیکن جن ظلموں کی سزا دینے کا اختیار صرف حاکم اسلام کے پاس ہے ان

يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۗ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

چھپی نگاہوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور ایمان والے کہیں گے: بیشک نقصان والے وہی ہیں جنہوں نے اپنی

وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝۴۵ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ

اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈالا۔ خبردار! بیشک ظالم ہمیشہ کے عذاب میں ہیں ○ اور ان کیلئے دوست نہ

يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝۴۶ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ

جو اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کریں اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی راستہ نہیں ○ اس دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کا

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝۴۷ فَاِنْ

حکم مان لو جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔ اس دن تمہارے لئے کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے انکار کرنا ممکن ہوگا ○ تو

محروم ہوگئے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ خبردار! بیشک ظالم یعنی کافر ہمیشہ کے عذاب میں ہیں۔

**آیت 46** ✽ فرمایا کہ جب قیامت کے دن ان کے کوئی دوست نہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کی مدد کریں اور انہیں عذاب سے بچا سکیں اور جسے اللہ تعالیٰ دنیا میں حق کے راستے سے بھٹکا دے تو اس کے لئے ایسا کوئی راستہ نہیں جو اسے دنیا میں حق تک اور آخرت میں جنت تک پہنچا سکے۔ **اہم بات:** حق اور جنت تک پہنچانے والا راستہ خود قرآن ہی کی روشنی میں وہ صراط مستقیم ہے جو اللہ کے انعام یافتہ بندوں یعنی نبیوں، ولیوں، صدیقوں اور بزرگوں کا راستہ ہے۔

**آیت 47** ✽ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! وہ دن یعنی روزِ قیامت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں، اس کے آنے سے پہلے تم اپنے رب عزوجل کی طرف بلانے والے کا حکم مان لو اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آؤ نیز تمہارے رب عزوجل کی طرف سے جو تعلیمات لائے ہیں اس میں ان کی فرمانبرداری کرو۔ اے لوگو! (جب وہ دن آئے گا تو) اس دن تمہارے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی کہ جس میں پناہ لے کر تم اپنے دنیوی کفر کی بنا پر نازل ہونے والے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکو اور نہ تمہارے لئے اپنے کفر و شرک اور گناہوں سے انکار کرنا ممکن ہوگا۔ الغرض! اس دن رہائی کی کوئی صورت نہیں۔ درس: ہم اپنی آخرت سنوارنے کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں وہ اپنی زندگی میں کرلیں کیونکہ موت کے بعد نیک اعمال کرنے کا کوئی موقع ہاتھ میں نہ رہے گا لہٰذا ایک ایک سانس کو غنیمت جانیں۔

**آیت 48** ✽ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ کے دینِ اسلام کی دعوت دینے کے باوجود اگر مشرکین آپ کی اطاعت سے منہ پھیریں تو آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں، کیونکہ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ پر ان کے اعمال کی حفاظت لازم ہو، آپ پر صرف رسالت کی تبلیغ کی ذمہ داری ہے اور وہ آپ نے ادا کر دی۔ مزید فرمایا: جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں۔ اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں خواہ وہ دولت یا صحت، امن ہو یا مقام و مرتبہ تو وہ اس پر خوشی میں اترانے لگ جاتا ہے اور اگر انہیں ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے یا وہ

مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ

(یوں کہ وہ آدمی عظمت کے) پردے کے پیچھے ہو یا (یہ کہ) اللہ کوئی فرشتہ بھیجے تو وہ فرشتہ اس کے حکم سے وحی پہنچائے جو اللہ چاہے بیشک وہ بلندی

حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ

حکمت والا ہے۔ اور یونہی ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے روح (قرآن) کی وحی بھیجی۔ اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے

وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ

نہ شریعت کے احکام کی تفصیل جانتے تھے لیکن ہم نے قرآن کو نور کیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بیشک

لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

تم ضرور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو۔ اس اللہ کے راستے کی طرف (کہ) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔

اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

سن لو! سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں۔

سے کلام فرمانے البتہ تین صورتیں ایسی ہیں جن میں کسی فردِ بشر سے کلام ممکن ہے۔ (1) وحی کے طور پر۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی واسطے کے بغیر اس کے دل میں القا فرمائے اور بیداری میں یا خواب میں الہام کر کے کلام فرمائے۔ اس صورت میں وحی کا پہنچنا فرشتے کے واسطے کے بغیر ہے اور آیت میں "اِلَّا وَحْيًا" سے یہی مراد ہے۔ اس میں یہ قید بھی نہیں کہ بندہ بوقتِ وحی کلام فرمانے والے کو دیکھتا ہو۔ (2) وہ آدمی عظمت کے پردے کے پیچھے ہو۔ یعنی رسول پسِ پردہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے، وحی کے اس طریقے میں بھی کوئی فرشتے کا واسطہ نہیں لیکن سننے والے کو اس حال میں خدا کا دیدار نہیں ہوتا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ (3) اللہ تعالیٰ اس فرشتہ بھیجے تو وہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وحی پہنچائے جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ وحی کے اس طریقے میں رسول کی طرف وحی پہنچنے میں فرشتے کا واسطہ ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ مخلوق کی صفات سے بلند اور پاک ہے اور وہ اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔

آیت 52 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! جس طرح ہم نے اپنے تمام رسولوں علیہم السلام کی طرف وحی فرمائی یونہی ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف قرآن پاک کی وحی بھیجی جو کہ دلوں میں زندگی پیدا کرتا ہے۔ ورنہ ہمارے بتانے سے پہلے نہ تم کتاب کو جانتے تھے اور نہ شریعت کے احکام کی تفصیل کو، لیکن ہم نے قرآن کو نور کیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بیشک تم ضرور سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف راہ نمائی کرتے ہو۔ اہم باتیں: (1) قرآن ایمان کی جان ہے کہ اس کی تلاوت اور فہم سے ایمان میں جان آ جاتی ہے۔ (2) ہدایت وہی پاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ (3) اللہ تعالیٰ کے اذن سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت دیتے ہیں۔

آیت 53 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! آپ اس اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے ہوئے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہو جو آسمانوں اور زمین میں موجود تمام چیزوں کا مالک ہے۔ سن لو! آخرت میں مخلوق کے سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھریں گے تو وہ نیک انسان کو ثواب اور گناہ گار کو سزا دے گا۔

## ٤٣ سُورَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ ٦٣ — رکوعاتها ٧

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ

روشن کتاب کی قسم ۝ ہم نے اسے عربی قرآن اتارا تاکہ تم سمجھو ۝ اور بیشک

یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں 7 رکوع اور 89 آیتیں ہیں۔ زخرف کا معنی ہے زینت، حسن کا سامان بھی زخرف کہلاتا ہے، اور اس سورت کی آیت نمبر 35 میں "وَزُخْرُفًا" مذکور ہے، اسی سے اس کا نام رکھا گیا ہے۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے، قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے، قیامت کے دن مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے اور اعمال کی جزا و سزا ملنے پر کلام کیا گیا ہے۔ نیز اس میں قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل کرنے کی حکمت کا بیان، انبیاء کا مذاق اڑانے والی سابقہ امتوں کا انجام بیان کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر تسلی، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت کے دلائل کا ذکر ہے۔ کفار مکہ کی عبرت و نصیحت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی قوم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعات بیان فرمائے گئے اور یہ بتایا گیا کہ متقی لوگوں کے علاوہ باقی دوست قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے جبکہ فرماں بردار مسلمان اس دن بے خوف ہوں گے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف دارالندوہ میں تیاری گئی کفار مکہ کی سازش کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ حروف مقطعات میں سے ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ روشن کتاب قرآن پاک کی قسم، جس نے ہدایت اور گمراہی کی راہیں جدا جدا اور واضح کر دیں اور امت کی تمام شرعی ضروریات کو بیان فرما دیا۔ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتارا تاکہ اے عرب والو! تم اس کے معانی کو سمجھو۔ اہم بات: قرآن پاک کے سوا کوئی آسمانی کتاب عربی زبان میں نہ آئی کیونکہ عرب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نبی تشریف نہ لائے۔ عربی زبان تمام زبانوں سے اشرف ہے کہ جنت والوں کی زبان اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادری زبان بھی عربی تھی۔ درس: ہر مسلمان کو کچھ نہ کچھ عربی سیکھنی چاہیے تاکہ جو کلمات نماز میں پڑھتے ہیں وہ سمجھ سکیں۔ سمجھ کر پڑھنے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اور فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہ اس کے بغیر نہیں ہوتے۔

اور بیشک قرآن پاک ہمارے پاس، اصل کتاب یعنی لوح محفوظ میں موجود ہے اور اس کی شان بہت بلند ہے اور یہ تمام

فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ ﴿۴﴾ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ

وہ ہمارے پاس اصل کتاب میں یقیناً بلندی والا، حکمت والا ہے ○ تو کیا ہم تم سے قرآن کا نزول اس لئے روک دیں کہ تم

قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ ﴿۵﴾ وَ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ فِی الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶﴾ وَ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ نَّبِیٍّ

حد سے بڑھنے والے ہو؟○ اور ہم نے کتنے ہی نبی پہلے لوگوں میں بھیجے○ اور ان کے پاس جو نبی

اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۷﴾ فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸﴾

وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے تھے○ تو ہم نے ان سے زیادہ قوت والوں کو ہلاک کر دیا اور پہلے لوگوں کا حال گزر چکا○

وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ﴿۹﴾

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے: انہیں عزت والے، علم والے نے بنایا○

کتابوں سے اشرف واعلیٰ ہے کیونکہ سب اس جیسی کتاب لانے سے عاجز ہیں اور یہ حکمت والا کلام ہے۔

آیت 5 ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے کفارِ مکہ! تمہارے کفر میں حد سے بڑھنے کی وجہ سے کیا ہم تمہیں بیکار چھوڑ دیں اور تمہاری طرف سے وحیِ قرآن کا رخ پھیر دیں اور تمہیں حکم اور ممانعت کچھ نہ کریں، (یہ تمہاری بھول ہے) ہم ایسا نہیں کریں گے۔ اس سے

(1) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر اس وقت یہ قرآن پاک اٹھالیا جاتا جب اس اُمت کے پہلے لوگوں نے اس سے اعراض کیا تھا، تو وہ سب ہلاک ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و کرم سے اس قرآن کا نزول جاری رکھا۔ (خازن 4/ ...)

(2) جب قیامت قریب ہو گی تو قرآنِ پاک اٹھالیا جائے گا۔

آیت 6-8 ﴾ فرمایا: ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے لیکن ان کا حال یہ تھا کہ ان کے پاس جو بھی نبی تشریف لاتے یہ ان کا مذاق اڑاتے تھے جیسا کہ آپ کی قوم کے لوگ کرتے ہیں، تو ہم نے ان موجودہ کافروں سے زیادہ قوت و طاقت والوں کو ہلاک کر دیا، اس لئے آپ کی امت کے لوگ جو سابقہ کفار کی چال چل رہے ہیں، انہیں ڈر جانا چاہیے کہ کہیں ان کا بھی وہی انجام نہ ہو اور کفار کی طرف سے انبیاءِ کرام علیہم السلام کا مذاق اڑانے کا عمل کوئی آج کا نہیں بلکہ شروع سے ہی ایسا ہوتا چلا آرہا ہے، لہٰذا اے حبیب، آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر پہلے رسولوں علیہم السلام کی طرح صبر فرمائیں۔

آیت 9 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے ہیں؟ تو وہ ضرور اقرار کریں گے کہ آسمان اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور وہ یہ بھی اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ عزت و علم والا ہے، اس اقرار کے باوجود ان کا بتوں کی عبادت کرنا اور دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنا کیسی جہالت ہے!

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰ وَ الَّذِیْ

وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کیا اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ ○ اور وہ جس نے

نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝۱۱ وَ الَّذِیْ

آسمان سے ایک اندازے سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے ایک مردہ شہر کو زندہ فرمادیا۔ یونہی تم نکالے جاؤ گے ○ اور جس نے

خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝۱۲ لِتَسْتَوٗا عَلٰى

سب جوڑوں کو پیدا کیا اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں کی سواریاں بنائیں ○ تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر

ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ

خوب سیدھے ہو کر بیٹھو پھر جب اس پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کا احسان یاد کرو اور یوں کہو: پاک ہے وہ جس نے

الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝۱۳ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝۱۴

اس سواری کو ہمارے قابو میں کردیا اور ہم اسے قابو کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے ○ اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف ہی پلٹنے والے ہیں ○

{10} ارشاد فرمایا کہ حقیقت میں وہ اللہ عزوجل وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا (جو کہ بچھایا ہے اور تمہارے ٹھہرنے کی جگہ ہے) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسے متحرک بنا دیتا کہ اس میں لرزش ہوتی اور اس صورت میں زمین سے نفع اٹھانا ناممکن ہوجاتا، یہ اس کی رحمت ہے کہ اس نے زمین کو ہموار اور ساکن بنایا، اور اس نے تمہارے لیے اس زمین میں راستے بنائے تاکہ تم دینی و دنیوی امور کے لیے سفر کے دوران اپنی منزل تک پہنچنے کی راہ پاؤ۔

{11} ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل وہی ہے جس نے تمہاری حاجتوں کی مقدار ایک اندازے سے آسمان سے پانی اتارا، وہ اتنا کم نہیں کہ تمہاری حاجتیں پوری نہ ہوں اور نہ اتنا زیادہ ہے کہ تمہیں ہلاک کردے۔ ہم نے اس بارش سے نباتات سے خالی ایک بنجر شہر کو زندہ فرمادیا اور جس طرح بارش سے مردہ شہر کو زندہ فرمایا یونہی تم اپنی قبروں سے زندہ کرکے نکالے جاؤ گے کیونکہ جو زمین کو بنجر ہوجانے کے بعد پانی کے ذریعے دوبارہ سرسبز و شاداب کرنے پر قادر ہے تو وہ مخلوق کو اس کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

{14-12} ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل وہی ہے جس نے مخلوق کی تمام اقسام پیدا کیں، تمام انواع کے جوڑے بنائے جیسے میٹھا اور نمکین، سفید اور سیاہ، مذکر اور مؤنث وغیرہ اور تمہارے لیے کشتیوں اور چوپایوں کی سواریاں بنائیں تاکہ تم خشکی اور سمندر کے سفر میں کشتیوں کی پشت اور چوپایوں کی پیٹھوں پر سیدھے ہو کر بیٹھو، پھر جب بیٹھ جاؤ تو دل میں اپنے رب کا احسان یاد کرو اور زبان سے یوں کہو: وہ اللہ عزوجل ہر عیب سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہمارے قابو میں کردیا اور ہم اسے قابو میں لانے کی طاقت نہ رکھتے تھے اور بیشک ہم آخر کار اپنے رب عزوجل کی طرف ہی پلٹنے والے ہیں۔ درس: آیت کے الفاظ ہی سواری کی دعا کے طور پر پڑھنا سنت ہے۔

وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ

اور کافروں نے اللہ کے لیے اس کے بندوں میں سے ٹکڑا (اولاد) قرار دیا۔ بیشک آدمی کھلا ناشکرا ہے ○ کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے

بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا

بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا؟ ○ اور جب ان میں کسی کو اس چیز کی خوشخبری سنائی جائے جس کے ساتھ اس نے رحمٰن کی شان

ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَ مَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَ هُوَ فِی الْخِصَامِ

کیا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم و غصے میں بھرا رہتا ہے ○ اور کیا وہ جس کی زیور میں پرورش کی جاتی ہے اور وہ جھگڑے

آیت 15 ﴿ فرمایا کہ کفار نے اس اقرار کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا خالق ہے، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتایا، چونکہ اولاد صاحب اولاد کا جز ہوتی ہے، تو ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے لئے جز قرار دے کر عظیم کفر کیا، بیشک جو آدمی ایسی باتوں کا قائل ہے اس کا کفر ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا کفر ہے اور کفر سب سے بڑی ناشکری ہے۔

آیت 16 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد محال ہونے کے باوجود اگر بالفرض اس کے لئے اولاد مان لی جائے تو کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں خاص طور پر بیٹوں سے نوازا؟ حالانکہ تم بیٹیوں کو بیٹوں سے کم تر سمجھتے ہو، تو کیا اس نے کم تر چیز اپنے لئے رکھی اور اعلیٰ چیز تمہیں عطا کی؟

آیت 17 ﴿ فرمایا کہ کفار جو کہ اولاد سے پاک رب تعالیٰ کے لئے بیٹیاں ثابت کر رہے ہیں، بیٹیوں سے نفرت میں ان کا یہ حال ہے کہ جب ان میں سے کسی کو خوشخبری سنائی جائے کہ تیرے گھر میں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غم و غصے میں بھرا رہتا ہے۔ جب یہ اپنے لئے بیٹیوں کو اس قدر ناگوار سمجھتے ہیں تو اس خدائے پاک کے لئے بیٹیاں بتاتے ہوئے انہیں شرم نہیں آتی۔ درس: لڑکیوں کی پیدائش سے گھبرانا کافروں کا طریقہ ہے۔ بیٹی پیدا ہونے پر گھبرانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور جس عورت کے ہاں پہلی اولاد بیٹی ہو اسے منحوس نہ سمجھیں کیونکہ ایسی عورت برکت والی ہوتی ہے۔

آیت 18 ﴿ اس آیت میں عورت کے اندر پائے جانے والے دو نقص بیان فرما کر کفار کی کم عقلی اور جہالت کو واضح فرمایا کہ عورت میں دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایسے نقص بھی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اولاد کس طرح ہو سکتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینا جہالت ہے۔ اس آیت میں عورت کے جو دو نقص بیان کئے گئے وہ یہ ہیں۔ (1) زیور میں پرورش پانا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عورت چاہے کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہو لیکن اس میں زیورات سے آراستہ ہونے کی خواہش اور طلب ضرور پائی جاتی ہے اور زیورات کے بغیر وہ اپنے حسن کے متعلق احساس کمتری محسوس کرتی رہتی ہے اور زیورات میں پرورش پانے کی وجہ سے زیورات گویا عورتوں کے وجود کا حصہ بنتی ہے، جو ایک اعتبار سے نقص بھی ہے۔ (2) بحث کے دوران اپنا موقف صاف بیان نہ کر سکنا۔ عورتوں کی حالت ایسی ہے جو بحث کے وقت جذبات سے جلد مغلوب ہو کر یا سختی اور خوف کے مقامات پر اپنی بات صحیح طریقے سے نہیں کر پاتیں۔ اکثریت کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے، کورٹ کچہریوں یا گھریلو شدید قسم کے معاملات میں جانے والوں کو اس کا خوب تجربہ ہے۔ یہ بھی عورت کا ایک نقص ہے۔ البتہ بعض عورتیں بھی انتہائی ذہین ہوتی ہیں اور بحث کے دوران اپنا موقف بڑے اچھے انداز میں بیان

غَیْرُ مُبِیْنٍ ﴿۱۸﴾ وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓىِٕكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ

صاف بات کرنے والی بھی نہیں ہوتی ○ اور انہوں نے فرشتوں کو عورتیں ٹھہرایا جو کہ رحمٰن کے بندے ہیں۔ کیا یہ کفار ان کے بناتے وقت

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ یُسْــٴَـلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ

موجود تھے؟ اب ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے جواب طلب ہوگا ○ اور انہوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان (فرشتوں) کی عبادت

مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ ؕ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ

نہ کرتے۔ انہیں در حقیقت اس کا کچھ علم ہی نہیں۔ وہ صرف جھوٹ بول رہے ہیں ○ یا کیا اس سے پہلے ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے

سکتی ہیں لیکن ان کی تعداد قلیل ہے۔

آیت 19 ﴾ ارشاد فرمایا: **اور انہوں نے فرشتوں کو عورتیں ٹھہرایا جو کہ رحمٰن کے بندے ہیں۔** یہاں ان کفار کا رد فرمایا جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، فرمایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہرگز نہیں بلکہ وہ اس کے بندے ہیں اور فرشتوں کا مذکر یا مؤنث ہونا ایسی چیز تو ہے نہیں جس پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل قائم ہوسکے تو جو کفار ان کو مؤنث قرار دیتے ہیں اُن کا ذریعہ علم کیا ہے؟ کیا وہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے اور انہوں نے مشاہدہ کر لیا ہے؟ جب یہ بھی نہیں تو انہیں مؤنث کہنا محض جاہلانہ اور گمراہی کی بات ہے۔ مزید فرمایا: **اب ان کی گواہی لکھ لی جائے گی۔** یعنی ان کفار کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی جو انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے فرشتوں کو بیٹیاں ماننے پر ان کے سچا ہونے کی گواہی دی ہے لیکن آخرت میں ان سے اس کا جواب طلب ہوگا اور اس پر انہیں سزا دی جائے گی۔

آیت 20 ﴾ فرشتوں کی عبادت کرنے والے کفار نے کہا کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان فرشتوں کی عبادت نہ کرتے۔ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر فرشتوں کی عبادت کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی نہ ہوتا تو ہم پر عذاب نازل کرتا اور جب عذاب نہیں آیا تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ یہی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس نظریے کی تکذیب کرتے ہوئے فرماتا ہے: انہیں در حقیقت اللہ تعالیٰ کی رضا کا کچھ علم ہی نہیں اور وہ صرف جھوٹ بول رہے ہیں۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کی مشیت اور رضا میں بہت فرق ہے، اس کائنات میں ہونے والی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے سے ہوتی ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے راضی ہو، اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہرگز نہیں کہ وہ کفر اور گناہ سے راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے سعادت اور بدبختی دونوں کے راستے واضح فرما دیئے ہیں اور اسے محض مجبور اور بے بس نہیں بنایا بلکہ ان راستوں میں سے کسی ایک راستے پر چلنے کا اسے اختیار بھی دے دیا ہے، اب انسان کی اپنی مرضی ہے کہ وہ جس راستے کو چاہے اختیار کرے۔

آیت 21 ﴾ ارشاد فرمایا: کیا فرشتوں کی عبادت میں اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھنے والوں کو ہم نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والے قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جسے وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں اور اس میں غیرِ خدا کی عبادت کرنے کی اجازت دی گئی ہے؟ ایسا بھی نہیں کیونکہ عرب شریف میں قرآنِ کریم کے سوا اللہ تعالیٰ کی کوئی کتاب نہ آئی، اور کسی کتابِ الٰہی میں کفر کی اجازت ہو سکتی ہی نہیں، یہ باطل ہے۔

فَهُمۡ بِهٖ مُسۡتَمۡسِكُوۡنَ ﴿۲۱﴾ بَلۡ قَالُوۡۤا اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمۡ

جسے وہ مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں؟○ بلکہ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقش قدم پر

مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ

راہ پانے والے ہیں○ اور ایسے ہی ہم نے تم سے پہلے جب کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی

اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوۡ جِئۡتُكُمۡ

ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقش قدم کی ہی پیروی کرنے والے ہیں○ نبی نے فرمایا: کیا اگرچہ میں تمہارے پاس

بِاَهۡدٰى مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ

اس سے بہتر دین لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ انہوں نے کہا: جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم

كٰفِرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۵﴾ ع

ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں○ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟○

**آیت 22** ﴿ فرمایا کہ ان کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ فرشتوں کی عبادت کرنے والوں کے پاس صرف یہ دلیل ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم آنکھیں بند کر کے بے سوچے سمجھے ان کی پیروی کرتے ہیں۔ درس: کسی دینی عقیدے یا عمل کی صحیح دلیل قرآن و حدیث اور علماء کا اجتہاد ہے۔ اس کے مقابلے میں باپ دادوں یا محض جاہلوں، نااہلوں کے رسم و رواج یا دلیل کی پابندی کرنا بدترین جرم ہے جیسے آج کل بعض مسلمان شادی بیاہ یا مرگ کے موقع پر غیر شرعی رسومات صرف اپنے پرانے باپ دادوں کی پیروی میں مضبوط پکڑے ہوئے ہیں، انہیں اس سے باز آنا چاہیے۔

**آیت 23-25** ﴿ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! اپنے باپ دادا کی اندھی پیروی کے علاوہ شرک کی کوئی اور دلیل نہ دے سکنا صرف آپ کی قوم کے کفار کا ہی خاصہ نہیں بلکہ ہم نے آپ سے پہلے جب کسی شہر میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی ڈر سنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال مالداروں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے نقش قدم کی ہی پیروی کرنے والے ہیں۔ نبی نے ان سے فرمایا: کیا تم اپنے باپ دادا کے دین پر ہی چلوگے اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہتر دین لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا: جس دین کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں اگرچہ تمہارا دین حق ہو مگر ہم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑنے والے نہیں چاہے وہ کیسا ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب یہ اپنے شرک پر ہی ڈٹے رہے تو ہم نے رسولوں کے نہ ماننے والوں اور انہیں جھٹلانے والوں سے بدلہ لیا تو اے کافرو! تم دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟ اہم بات: خوشحال اور مالدار کفار کے طرز عمل سے معلوم ہوا

وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا

اور ان کے گھروں کے لیے (چاندی کے) دروازے اور تخت بنادیتے جن پر وہ تکیہ لگاتے ○ اور (یہ چیزیں ان کیلئے) سونا (بھی بنادیتے) اور یہ جو کچھ

مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٥﴾ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ

ہے سب دنیوی زندگی ہی کا سامان ہے اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے ○ اور جو رحمٰن کے ذکر سے منہ

الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿٣٦﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ

پھیرے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی رہتا ہے ○ اور بیشک وہ شیاطین ان کو راستے سے روکتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٧﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ

ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں ○ یہاں تک کہ جب وہ کافر ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے ساتھی شیطان سے) کہے گا: اے کاش! میرے اور تیرے درمیان

میں دولت اور عیش و عشرت کی بہتات دیکھ کر بہت سے مسلمان کافر ہوسکتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سونے چاندی کے ایسے ڈھیر عطا نہیں کئے۔ اس آیت کی صداقت اس چیز سے بھی واضح ہے کہ فی زمانہ اگرچہ کافروں کے پاس سونے چاندی کے محلات نہیں ہیں لیکن چونکہ دنیوی مال اور خوشحالی کثرت سے ہے تو اسی کو دیکھ کر کئی مسلمان کہلانے والے دینِ اسلام سے ناراض دکھائی دیتے اور مسلمانوں کو کافروں کے طور طریقے اپنانے کے مشورے دیتے اور کوششیں کرتے ہیں۔ غور کریں کہ اگر واقعی کافروں کے پاس سونے چاندی کے گھر ہوتے تو پھر لوگوں کا حال کیا ہوتا؟

**آیت 36** ﴾ فرمایا: جو قرآن پاک سے اس طرح اندھا بن جائے کہ نہ اس کی ہدایتوں کو دیکھے اور نہ ان سے فائدہ اٹھائے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں اور وہ شیطان دنیا میں بھی اندھا بننے والے کا ساتھی رہتا ہے کہ اسے حلال کاموں سے روکتا اور حرام کاموں کی ترغیب دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منع کرتا اور اس کی نافرمانی کرنے کا حکم دیتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا ساتھی ہوگا۔ اہم باتیں: (1) برا ساتھی بربادی ہے اور اچھا ساتھی نصیب ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ درس: تلاوت و ذکر و زندگی کے معمولات میں شامل رکھنا چاہیے۔ اس سے دوری خدا سے دور اور شیطان کے قریب کر دیتی ہے۔

**آیت 37** ﴾ ارشاد فرمایا: بیشک وہ شیاطین قرآن پاک سے منہ موڑنے والوں کو اس راستے سے روکتے ہیں جس کی طرف قرآن بلاتا ہے اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ گمراہ ہونے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں تو جس کی گمراہی کا یہ حال ہو اس کے راہِ راست پر آنے کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟

**آیت 38** ﴾ فرمایا کہ قرآن سے منہ پھیرنے والے کفار، شیطان کے ساتھی ہوں گے یہاں تک کہ جب قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی شیطان کے ساتھ ہمارے پاس آئے گا تو وہ شیطان کو کہے گا: اے میرے ساتھی! اے کاش! میرے اور تیرے درمیان اتنی دوری ہوجاتی جتنی مشرق و مغرب کے درمیان دوری ہے کہ جس طرح وہ اکٹھے نہیں ہوسکتے اسی طرح ہم بھی اکٹھے نہ

بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ ﴿۳۸﴾ وَ لَنْ یَّنْفَعَكُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِی الْعَذَابِ

مشرق و مغرب کے برابر دوری ہوجاتی تو (تو) کتنا ہی برا ساتھی ہے ○ اور آج ہرگز تمہیں یہ چیز نفع نہیں دے گی کہ تم سب

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَ مَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۰﴾

شریک ہو جبکہ تم نے ظلم کیا ○ تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے یا اندھوں کو راہ دکھاؤ گے اور انہیں جو کھلی گمراہی میں ہیں

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ

تو اگر ہم تمہیں لے جائیں تو ان سے ہم ضرور بدلہ لیں گے ○ یا ہم تمہیں دکھادیں جس کا انہیں ہم نے وعدہ دیا ہے تو ہم

مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۳﴾ وَ اِنَّهٗ

بڑی قدرت والے ہیں ○ تو اسے مضبوطی سے تھامے رکھو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے بیشک تم سیدھی راہ پر ہو ○ اور اے حبیب! بیشک

ہوں اور نہ ہی ایک دوسرے کے قریب ہوں اور تو میرا کتنا ہی برا ساتھی ہے۔

**آیت 39** اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والو! تمہارا یہ حسرت و افسوس کرنا اور تمہارا اپنے ساتھی شیطانوں کے ساتھ عذاب میں اکٹھے ہونا آج ہرگز تمہیں نفع نہیں دے گا کیونکہ آج ظاہر ہو گیا ہے کہ دنیا میں شرک کرکے تم نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اب یہاں جہنم میں تم سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا کیونکہ تمہیں اور تمہارے شیطانوں میں سے ہر ایک کو پورا پورا عذاب دیا جائے گا۔

**آیت 40** اس آیت میں فرمایا: اے حبیب! وہ کفار آپ اور آپ کے دین سے نفرت کرنے میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جب قرآن سنتے ہیں تو بہروں کی طرح ہو جاتے ہیں اور جب آپ کے معجزات دیکھتے ہیں تو وہ اندھوں کی طرح ہو جاتے ہیں، ان کے اندھے اور بہرے ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ کھلی گمراہی میں ہیں، لہٰذا آپ ان لوگوں کو سنا اور دکھا نہیں سکتے جو کھلی گمراہی میں ہیں اور جن کے نصیب میں ایمان نہیں۔

**آیت 41،42** فرمایا کہ اے حبیب! اگر ہم کفارِ مکہ کو عذاب دینے سے پہلے آپ کو وفات دے دیں تو آپ کے بعد ہم ان سے ضرور بدلہ لیں گے یا آپ کی زندگی میں ہی ان پر ہونے والا وہ عذاب آپ کو دکھا دیں گے جس کا انہیں ہم نے وعدہ دیا ہے، ہم جب چاہیں انہیں عذاب دینے پر بڑی قدرت رکھنے والے ہیں۔

**آیت 43** رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو تسلی دینے کے بعد فرمایا: اے حبیب! آپ (کفار کی سرکشی پر رنجیدہ نہ ہوں بلکہ) اس قرآن پاک کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے رہیں، بیشک آپ اس دین پر ہیں جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں۔ اہم بات: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نہ صرف خود سیدھے راستے پر ہیں بلکہ سیدھے راستے کے راہنما بھی ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو صحیح مان لینا ہی تو ہدایت ہے۔

**آیت 44** ارشاد فرمایا: اے حبیب! یہ قرآن آپ کے لئے بطورِ خاص عظیم شرف کا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

قرآن تمہارے اور تمہاری قوم کیلئے شرف و بزرگی ہے اور (اے لوگو!) عنقریب تم سے پوچھا جائے گا○ اور جو ہم نے تم سے پہلے

مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَقَدْ

اپنے رسول بھیجے ان سے پوچھو کہ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور معبود مقرر رکھے ہیں جن کی عبادت کی جائے○ اور بیشک

اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ

ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو موسیٰ نے فرمایا: بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ

جہان کا مالک ہے○ پھر جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا تو جبھی وہ ان پر ہنسنے لگے○ اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ

حکمت عطا فرمائی اور عمومی طور پر آپ کی امت کے لئے بھی عظمت کا سبب ہے کہ انہیں اس سے ہدایت فرمائی اور اے لوگو! عنقریب قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے قرآن کا کیا حق ادا کیا، اس کی کیا تعظیم کی اور اس نعمت کا کیا شکر بجا لائے؟ یہ قرآن مجید وہ عظیم الشان کتاب ہے جو اس امت کی عظمت اور چرچے کا ذریعہ ہے، اس کے ذریعے عظمت اسی صورت حاصل ہو سکتی ہے جب کہ اس کے احکامات اور تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

آیت 45 ﴿ ارشاد فرمایا: اور جو ہم نے تم سے پہلے اپنے رسول بھیجے ان سے پوچھو۔ ائمہ مفسرین نے اس سے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اہل کتب میں سے جو لوگ ایمان لائے ان سے دریافت کرو کہ کیا کبھی کسی نبی نے غیرُ اللہ کی عبادت کی اجازت دی تاکہ مشرکین پر ثابت ہو جائے کہ مخلوق پرستی نہ کسی رسول نے بتائی اور نہ کسی کتاب میں آئی۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام توحید کی دعوت دیتے آئے اور سب نے مخلوق پرستی کی ممانعت فرمائی۔

آیت 47،46 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تاکہ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے تو فرمایا: بیشک میں اس کا رسول ہوں جو سارے جہان کا مالک ہے۔ یہ سن کر انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہمیں کوئی ایسی نشانی دکھائیں جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا اور ید بیضا جیسی دو نشانیاں دکھائیں جو آپ کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں تو وہ ان نشانیوں میں غور و فکر کرنے کے بجائے ان پر ہنسنے لگ گئے اور انہیں جادو بتانے لگے۔ اہم بات: دینی عقائد، معجزات، خدائی احکام کا مذاق اڑانا ہمیشہ سے کافروں کا طریقہ رہا ہے۔

آیت 48 ﴿ ارشاد فرمایا: اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے وہ اپنی مثل (پہلی نشانی) سے بڑی ہی ہوتی۔ یعنی ہر ایک نشانی اپنی خصوصیت میں دوسری سے بڑھ چڑھ کر تھی، مراد یہ ہے کہ ایک سے ایک اعلیٰ تھی۔ مزید فرمایا: اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا۔ یعنی جب فرعون اور اس کی قوم نے سرکشی کی تو ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا تاکہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں اور کفر چھوڑ کر ایمان کو

اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ؗ وَ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ

اپنی مثل (پہلی نشانی) سے بڑی ہی ہوتی اور ہم نے انہیں مصیبت میں گرفتار کیا تاکہ وہ باز آجائیں ○ اور انہوں نے کہا: اے جادو کے علم والے!

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ

ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس نے تم سے کیا ہے۔ بیشک ہم ہدایت پر آجائیں گے ○ پھر جب ہم نے ان سے وہ مصیبت ٹال دی

اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ

تو اسی وقت انہوں نے عہد توڑ دیا ○ اور فرعون نے اپنی قوم میں اعلان کر کے کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں ہے

وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ

اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہتی ہیں؟ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ ○ یا میں اس سے بہتر ہوں جو معمولی سا

اختیار کرلیں۔ اہم بات: یہ عذاب قحط سالی، طوفان اور ٹڈی وغیرہ سے کئے گئے، یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نشانیاں تھیں جو ان کی نبوت پر دلالت کرتی تھیں اور ان میں ایک سے ایک بلند و بالا تھی۔

آیت 49، 50 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے عذاب دیکھا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: "اے جادو کے علم والے!" یہ کلمہ ان کے عرف اور محاورہ میں بہت تعظیم و تکریم کا تھا ان کی نظر میں جادو کی بہت عظمت تھی اس لئے انہوں نے التجا کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کلمہ سے ندا کی اور کہا: تم سے جو تمہارے رب عزوجل نے عہد کیا ہے اس عہد کے سبب ہمارے لیے اپنے رب عزوجل سے دعا کرو کہ ہم سے یہ عذاب دور کر دے، بیشک ہم ہدایت پر آجائیں گے اور ایمان قبول کرلیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو ان پر سے عذاب اٹھا لیا گیا، جب اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ مصیبت ٹال دی تو اسی وقت انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا اور ایمان قبول کرنے کی بجائے اپنے کفر پر ہی اڑے رہے۔

آیت 51 ﴾ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون نے اپنی قوم میں بڑے فخر کے ساتھ اعلان کر کے کہا: اے میری قوم! کیا مصر کی بادشاہت اور میرے محل کے نیچے بہنے والی دریائے نیل سے نکلی ہوئی بڑی بڑی نہریں میری نہیں ہیں؟ اہم بات: خلیفہ ہارون رشید نے جب یہ آیت پڑھی اور مصر کی حکومت پر فرعون کا غرور دیکھا تو کہا: میں وہ مصر اپنے ایک ادنیٰ غلام کو دے دوں گا، چنانچہ انہوں نے ملک مصر خصیب کو دے دیا جو ان کا غلام تھا۔

آیت 52 ﴾ فرعون نے کہا کہ کیا تم نے سمجھ یہ کہ میں اس سے بہتر ہوں جو کمزور اور حقیر سا آدمی ہے اور جو اپنی بات بھی صاف طریقے سے بیان کرتا معلوم نہیں ہوتا۔ اہم باتیں: (1) یہ اس ملعون نے جھوٹ کہا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے زبان اقدس کی وہ گرہ زائل کر دی تھی لیکن فرعونی اپنے پہلے ہی خیال میں تھے۔ (2) اپنے آپ کو نبی سے اعلیٰ کہنا یا نبی کو ذلت کے الفاظ سے یاد کرنا فرعونی کفر ہے بلکہ نبی کو اپنے جیسا عام آدمی سمجھنا بھی شیطانی فعل ہے۔

مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ

(کمینہ) ہے اور صاف طریقے سے باتیں کرتا معلوم نہیں ہوتا○ (اگر یہ رسول ہے) تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ ڈالے گئے؟ یا اس کے ساتھ

الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾

قطار باندھ کر فرشتے آتے؟○ تو فرعون نے اپنی قوم کو بیوقوف بنا لیا تو وہ اس کے کہنے پر چل پڑے بیشک وہ نافرمان لوگ تھے○

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ

پھر جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا○ تو ہم نے انہیں اگلی داستان کر دیا اور

مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿٥٧﴾

بعد والوں کیلئے مثال بنا دیا○ اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو جبھی تمہاری قوم اس سے ہنسنے لگتی ہے○

آیت 53 ﴾ فرعون نے کہا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا سردار بنایا ہے جس کی اطاعت واجب ہے تو انہیں سونے کا کنگن کیوں نہیں پہنایا گیا۔ فرعون نے یہ بات اس لیے کہی کہ اس زمانے میں جس کسی کو سردار بنایا جاتا تھا تو اسے سونے کے کنگن اور سونے کا طوق پہنایا جاتا تھا۔ فرعون نے مزید یہ کہا کہ رسالت کے دعویٰ میں سچے ہونے کی گواہی دینے کیلئے اس کے ساتھ قطار بنا کر فرشتے کیوں نہیں آتے؟ اہم بات: فرعون کا جملہ نہایت جاہلانہ تھا کیونکہ سونے کے کنگن اور طوق کا بادشاہت سے تعلق تو ہو سکتا ہے لیکن نبوت سے کیا تعلق ہے؟ اور فرشتوں کا قطار میں ہونا اگرچہ مرتبہ نبوت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے لیکن اگر فرشتوں نے ایسے ظاہر ہونا ہوتا تو ایمان بالغیب یعنی بن دیکھے ماننے والا حکم کہاں باقی رہتا؟

آیت 54 ﴾ فرمایا کہ فرعون نے اس طرح کی چکنی چپڑی باتیں کر کے ان جاہلوں کی عقل ماردی اور انہیں بہلا پھسلا لیا تو وہ اس کے کہنے پر چل پڑے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کرنے لگے۔ بیشک وہ نافرمان لوگ تھے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرنے کی بجائے فرعون جیسے جاہل اور سرکش کی پیروی کی۔ اہم بات: بدعمل اور بدنیت حکمرانوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ میٹھی میٹھی باتوں سے عوام کو بیوقوف بنا لیتے ہیں۔

آیت 56،55 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا تو ہم نے ان کے جرموں کی سزا میں سب کو غرق کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ماضی کی عبرتناک داستان بنا دیا اور بعد والوں کے لئے مثال بنا دیا تاکہ بعد والے ان کے حال اور انجام سے نصیحت و عبرت حاصل کریں۔

آیت 57 ﴾ شانِ نزول: جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قریش کے سامنے یہ آیت "وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" پڑھی، جس کے معنی یہ ہیں کہ "اے مشرکین! تم اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہے۔" تو یہ بات ان کو بہت ناگوار گزری اور ابن زبعری کہنے لگا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کیا یہ خاص ہمارے اور ہمارے معبودوں کے لئے ہے یا دوسری قوموں کے معبودوں کے لئے بھی ہے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تمام جھوٹے معبودوں کے لیے ہے۔ اس پر ابن زبعری نے کہا کہ عیسائی حضرت

جَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ ۝٦٠ وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا

زمین میں تمہارے بدلے فرشتے بسا دیتے○ اور بیشک عیسیٰ ضرور قیامت کی ایک خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا

وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝٦١ وَ لَا یَصُدَّنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝٦٢

اور میری پیروی کرنا، یہ سیدھا راستہ ہے○ اور ہرگز شیطان تمہیں نہ روکے بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے○

وَ لَمَّا جَآءَ عِیْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَ لِاُبَیِّنَ لَكُمْ

اور جب عیسیٰ روشن نشانیاں لایا تو اس نے فرمایا: میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور میں اس لئے (آیا ہوں) تاکہ میں تم سے

بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝٦٣ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ

بعض وہ باتیں بیان کردوں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو○ بیشک اللہ میرا بھی رب ہے

بارے میں کوئی ایسی فضیلت نہیں ہے کہ ان کی عبادت کی جائے یا یہ کہا جائے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، تو پھر تم کیوں ان کی عبادت کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہو۔

**آیت 61** ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے دوبارہ زمین پر تشریف لانا قیامت کی علامات میں سے ہے، تو تم لوگ ہرگز قیامت کے آنے میں شک نہ کرنا اور میری ہدایت اور شریعت کی پیروی کرنا، یہ سیدھا راستہ ہے جس کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ اہم بات: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر تشریف لانا برحق ہے کیونکہ ان کا آنا قیامت کی علامت ہے۔ آپ کا آنا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا نبی بن کر نہیں بلکہ آپ کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر تشریف لانے سے متعلق سو سے زائد احادیث ہیں۔

**آیت 62** ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہرگز شیطان تمہیں شریعت کی پیروی کرنے سے یا قیامت کا یقین رکھنے سے یا اللہ تعالیٰ کے یکتا ہونے پر قائم رہنے سے نہ روک دے، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یاد رہے! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر شیطان کی عداوت کی پہچان کروائی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگ شیطان کے دشمن ہونے پر ایمان لائیں اور اس کے شر سے بچنے کی کوشش کریں۔

**آیت 63+64** ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام معجزات لے کر آئے تو انہوں نے فرمایا: میں تمہارے پاس نبوت اور انجیل کے احکام لے کر آیا ہوں تاکہ تم ان احکام پر عمل کرو اور میں اس لئے آیا ہوں تاکہ میں تم سے تورات کے احکام میں سے بعض وہ بیان کردوں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو، لہٰذا تم میری مخالفت کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میں جو احکام تمہیں پہنچا رہا ہوں ان میں میرا حکم مانو، بیشک اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے تو تم صرف اسی کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے کہ جو اس پر چلے وہ گمراہ نہیں ہو سکتا۔

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ

اور تمہارا بھی رب ہے تو اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے○ پھر وہ گروہ آپس میں مختلف ہو گئے تو ظالموں کیلئے

لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً

ایک دردناک دن کے عذاب کی خرابی ہے○ وہ قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر اچانک آ جائے

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ ع

اور انہیں خبر بھی نہ ہو○ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے○

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا

(ان سے فرمایا جائے گا) اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے○ وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے

آیت 65 ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائیوں کے مختلف گروہ بن گئے، ان میں سے کسی نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تھے، کسی نے کہا کہ خدا کے بیٹے تھے اور کسی نے کہا کہ تین خداؤں میں سے تیسرے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کفر کی باتیں کہیں، ان ظالموں کیلئے قیامت کے دردناک دن کے عذاب کی ہلاکت ہے۔

آیت 66 ﴾ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف فرقے بن گئے اور انہوں نے متعلق باطل باتیں کہہ رہے ہیں (ان کے حال سے یہی نظر آ رہا ہے کہ) وہ اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں جس میں قیامت اچانک قائم ہو جائے گی اور انہیں اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہوگی۔ (2) کفارِ مکہ (کے طرزِ عمل سے یہی نظر آتا ہے کہ) قیامت کے آنے کا ہی انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر اچانک آ جائے اور انہیں دُنیوی کام کاج میں مشغولیت کی وجہ سے اس کے آنے کی خبر بھی نہ ہو۔

آیت 67 ﴾ دنیا میں جو دوستی کفر اور معصیت کی بنا پر تھی وہ قیامت کے دن دشمنی میں بدل جائے گی جبکہ دینی دوستی اور محبت دشمنی میں تبدیل نہ ہوگی بلکہ باقی رہے گی۔ درس: اللہ تعالیٰ کی خاطر ایمان والوں کی آپس میں محبت اور دوستی قیامت کے دن کام آئے گی اور یہ ایمان کی مٹھاس کے حصول کا ذریعہ اور نہایت اعلیٰ عبادت ہے۔ اسی طرح اہلِ حق کا انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم سے محبت اور عقیدت رکھنا بہت نفع دے گا کہ جو جس کے ساتھ محبت کرتا ہوگا، قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا۔

آیت 68-70 ﴾ دینی دوستی اور اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھنے والوں کی تعظیم اور انہیں خوش کرنے کے لئے فرمایا جائے گا: اے میرے بندو! آج نہ تم پر خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے اور میرے بندے وہ ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور وہ فرمانبردار تھے، ان سے کہا جائے گا کہ تم اور تمہاری مومنہ بیویاں جنت میں داخل ہو جائیں اور جنت میں تمہارا اکرام ہوگا، نعمتیں دی

وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ

اور فرمانبردار تھے ○ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ اور تمہیں خوش کیا جائے گا ○ ان پر سونے کی تھالیوں

بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ

اور جاموں کے دور ہوں گے اور جنت میں وہ تمام چیزیں ہوں گی جن کی ان کے دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھوں کو لذت ملے گی

وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے ○ اور یہی وہ جنت ہے جس کا تمہارے اعمال کے صدقے تمہیں وارث بنایا گیا ہے ○

لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ

تمہارے لیے اس میں کثرت سے پھل ہیں جن میں سے تم کھاتے رہو گے ○ بیشک مجرم جہنم کے عذاب میں

خٰلِدُوْنَ ۝ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا

ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ وہ کبھی ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے ○ اور ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا ہاں وہ

[illegible] اور تمہیں خوش کیا جائے گا۔

آیت 72،71 ﴿ جنت میں داخل ہونے کے بعد مومن بندوں پر کھانے سے بھری سونے کی تھالیوں اور شراب سے لبریز جاموں کے دور ہوں گے اور جنت میں ان کے لئے مختلف اقسام کی وہ تمام چیزیں ہوں گی جن کی ان کے دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم جنت میں ہمیشہ رہو گے اور یہی وہ جنت ہے جس کا تمہارے دُنیوی نیک اعمال کے صدقے تمہیں وارث بنایا گیا ہے۔ اہم بات: جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا اور اس کے درجات کی تقسیم نیک اعمال کے مطابق ہوگی لہٰذا ہمیشہ خدا کے فضل کا سوال کرتے رہیں اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کریں تاکہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل ہو۔

آیت 73 ﴿ فرمایا کہ تمہارے لئے جنت میں کھانے اور شراب کے علاوہ بے شمار پھل ہوں گے جن میں سے تم کھاتے رہو گے۔ نیز جنت کے درخت سدا بہار پھل دار ہیں، ان کی زیب و زینت میں فرق نہیں آتا۔

آیت 76-74 ﴿ اہل ایمان کے بعد کافروں کا انجام بیان فرمایا کہ کافر یقیناً جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان کا عذاب کبھی ختم نہ ہوگا۔ وہ عذاب ان سے کبھی ہلکا نہ کیا جائے گا وہ اس میں نجات، راحت اور سزا میں کمی سے مایوس پڑے رہیں گے اور یہ عذاب دے کر ہم نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا ہاں وہ خود ہی ظالم تھے کہ سرکشی و نافرمانی کر کے اس حال کو پہنچے ہیں۔ درس: کفار کے لئے بیان کئے گئے عذابوں میں ان کے لئے وعید ہے لیکن ہمارے لئے بھی عبرت ہے کیونکہ بیشک ہم فی الوقت مسلمان ہیں، لیکن ایمان پر خاتمے کی گارنٹی کسی کے پاس نہیں، جس طرح بہت سے کافر خوش قسمتی سے مسلمان ہو جاتے ہیں اسی طرح بہت سے بدنصیب مسلمان بھی ایمان سے پھر جانا ثابت ہے۔ اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر اور ایمان پر خاتمے کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَ قِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

اور اگر تم ان سے پوچھو: انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو ضرور کہیں گے: "اللہ نے" تو کہاں اوندھے جاتے ہیں؟ ○ رسول کے اس کہنے کی قسم کہ اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ○ تو ان سے درگزر کرو اور فرماؤ: بس سلام ہے تو عنقریب جان جائیں گے ○

## ۴۴ سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ ۶۴ — اٰیاتها ۵۹ — رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

جن کی کفار اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتی البتہ شفاعت کا اختیار انہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیں اور دل سے اس بات کا علم رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے، ایسے مقبول بندے ایمان داروں کی شفاعت کریں گے۔

**آیت 87** ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اس اقرار کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کیسے کرتے ہیں اور اس کی توحید اور عبادت سے کس طرح پھرتے ہیں؟

**آیت 88، 89** ﴿ ارشاد فرمایا: مجھے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات کی قسم کہ اے میرے رب! عزوجل، تو نے مجھے ان مشرکین کو عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا اور ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا لیکن میرے ڈرانے اور دعوت دینے کے باوجود یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اے پیارے حبیب! ان کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں سے درگزر کرو اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اور ان سے فرماؤ کہ تمہیں دور ہی سے سلام ہے۔ عنقریب یہ لوگ اپنا انجام جان جائیں گے۔ اہم باتیں: (1) پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول مبارک کی قسم یاد فرمائی، اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام اور آپ کی دعا و التجا کی تعظیم کا اظہار ہے۔ (2) دوسری آیت میں دیا گیا حکم: جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیا گیا تھا۔

**سورۂ دُخان کا تعارف** ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 59 آیتیں ہیں۔ عربی میں دھوئیں کو "دخان" کہتے ہیں، اور اس سورت کی آیت نمبر 10 میں دھوئیں کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کو سورۂ دُخان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ **فضیلت:** حدیث پاک میں ہے: جس نے رات کے وقت سورۂ حٰمٓ دُخان کی تلاوت کی تو وہ اس حال میں صبح کرے گا کہ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے استغفار کر رہے ہوں گے۔ (ترمذی، حدیث: 2897) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت کی ابتداء میں یہ بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو شب قدر میں نازل کیا ہے اور اس رات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام اہم کام فرشتوں کے درمیان تقسیم کر دیے جاتے ہیں اور یہ بتایا گیا کہ کفارِ مکہ قرآن مجید کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اور جس دن انہیں عذاب دیا جائے گا تو اس دن

حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۞ فِيْهَا

حم ۞ اس روشن کتاب کی قسم ۞ بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں ۞ اس رات میں

يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ

ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے ۞ ہمارے پاس کے حکم سے، بیشک ہم ہی بھیجنے والے ہیں ۞ تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے،

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۞

بیشک وہی سننے والا، جاننے والا ہے ۞ وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا، اگر تم یقین رکھنے والے ہو ۞

عذاب دور کئے جانے کی فریاد کریں گے اور ایمان قبول کرنے کا اقرار کریں گے۔ کفارِ مکہ نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیا تو تبع نامی بادشاہ کی قوم اور ان سے پہلی قوموں جیسے عاد اور ثمود کا انجام بیان کر کے ان کا رد کیا گیا۔ کفارِ مکہ کے سامنے قیامت کے دن کی ہولناکیاں بیان کی گئیں اور اس دن ہونے والے حساب اور ملنے والے عذاب اور جہنمی کھانے زقوم کے بارے میں بتایا گیا۔ سورت کے آخر میں نیک لوگوں کا ٹھکانہ اور برے لوگوں کا ٹھکانہ بتایا گیا ہے۔

آیت 1 ✦ یہ حروفِ مقطعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 3،2 ✦ فرمایا: اس قرآن کی قسم جو حلال اور حرام وغیرہ ان احکام کو بیان فرمانے والا ہے جن کی لوگوں کو ضرورت ہے، بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا کیونکہ ہماری شان یہ ہے کہ ہم اپنے عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں۔ اہم بات: اکثر مفسرین کے نزدیک برکت والی رات سے شبِ قدر مراد ہے اور بعض مفسرین اس سے شبِ برات مراد لیتے ہیں۔ اس رات میں مکمل قرآنِ پاک لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف اتارا گیا، پھر وہاں سے حضرت جبریل علیہ السلام 23 سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا لے کر نازل ہوئے اور اسے برکت والی رات اس لئے فرمایا گیا کہ اس میں قرآن پاک نازل ہوا اور ہمیشہ اس رات میں خیر و برکت نازل ہوتی ہے۔

آیت 5،4 ✦ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس برکت والی رات میں سال بھر میں ہونے والا ہر حکمت والا کام جیسے رزق، زندگی، موت وغیرہ کے احکام ان فرشتوں کے درمیان بانٹ دیئے جاتے ہیں جو انہیں سرانجام دیتے ہیں اور یہ تقسیم ہمارے حکم سے ہوتی ہے، بیشک ہم ہی سید المرسلین، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھیجنے والے ہیں۔ اہم بات: کئی احادیث میں بیان ہوا ہے کہ 15 شعبان کی رات لوگوں کے اُمور کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے، ان احادیث اور اس آیت میں مطابقت یہ ہے کہ فیصلہ شعبان کی رات ہوتا ہے اور شبِ قدر میں وہ فیصلہ ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جنہوں نے اس فیصلے کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے۔

آیت 7،6 ✦ فرمایا: قرآن کا اترنا اور رسولوں کی تشریف آوری تمہارے رب عزوجل کی طرف سے بندوں پر رحمت ہے، وہی ان کی باتیں سننے والا اور ان کے کاموں اور احوال کو جاننے والا ہے۔ اے کفارِ مکہ! اگر تمہیں اس بات کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان و زمین کا رب ہے تو اس پر بھی یقین کر لو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ ؕ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝٨ بَلۡ هُمۡ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے، وہ تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ہے○ بلکہ وہ

فِىۡ شَكٍّ يَّلۡعَبُوۡنَ ۝٩ فَارۡتَقِبۡ يَوۡمَ تَاۡتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيۡنٍ ۝١٠ يَّغۡشَى

شک میں پڑے کھیل رہے ہیں○ تو تم اس دن سے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا○ جو لوگوں کو

النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۝١١ رَبَّنَا اكۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ۝١٢

ڈھانپ لے گا۔ یہ ایک دردناک عذاب ہے○ (اس دن کہیں گے) اے ہمارے رب! ہم سے عذاب دور کردے، ہم ایمان لاتے ہیں○

آیت 8 ﴾ ارشاد فرمایا: اے لوگو! زمین و آسمان اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کے رب کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، لہٰذا اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے زندگی اور موت دیتا ہے، وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے گزرے ہوئے باپ دادا کا بھی رب ہے، جس کی ایسی شان ہے صرف وہی رب ہونے اور عبادت کئے جانے کے لائق ہے۔

آیت 9 ﴾ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے جو دلائل ذکر کئے گئے ان کا تقاضا یہ تھا کہ کفار اس کی وحدانیت کو مان لیتے لیکن یہ پھر بھی نہیں مانتے بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں۔ اہم بات: کافروں کے لئے خدا کو ماننے سے ایک بہت بڑی رکاوٹ اپنی زندگی کی آسائشوں اور موج مستیوں کی رغبت بھی ہے کہ بڑے بڑے سائنسدان کائنات میں خدا کی عظمت کے حیرت انگیز نمونے دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ان کا کوئی خالق بھی ہے لیکن خالق کو ماننے کے بعد اس کے احکام کی پابندی کرنی پڑے گی اور اپنی من مرضی سے ہاتھ دھونا پڑے گا، یہی نفس پرستی انہیں خدا کے ماننے سے دور رکھتی ہے۔

آیت 10، 11 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف سے اسلام کی دعوت ملنے پر کفار قریش آپ کو جھٹلاتے، نافرمانی کرتے اور آپ کا مذاق اڑاتے تھے، اس بنا پر رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی: "یارب! انہیں ایسے سات سالہ قحط کی مصیبت میں مبتلا کر جیسے سات سال کا قحط حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں بھیجا تھا۔" یہ دعا قبول ہوئی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا: آپ ان کافروں کیلئے اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ چنانچہ قریش پر قحط سالی آئی اور یہاں تک اس کی شدت ہوئی کہ وہ لوگ مردار کھا گئے اور جب آسمان کی طرف دیکھتے تو ان کو دھواں ہی دھواں معلوم ہوتا۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں دھوئیں سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کی علامات میں سے ہے اور قیامت کے قریب ظاہر ہوگا، اس سے مشرق و مغرب بھر جائیں گے، چالیس دن اور رات رہے گا، اس سے مومن کی حالت تو ایسے ہو جائے گی جیسے زکام ہو جائے جبکہ کافر مدہوش ہو جائیں گے، ان کے نتھنوں، کانوں اور بدن کے سوراخوں سے دھواں نکلے گا۔

آیت 12 ﴾ فرمایا کہ جس دن وہ دھواں لوگوں کو ڈھانپ لے گا اس دن وہ کہیں گے: یہ ایک دردناک عذاب ہے، اے ہمارے

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا

ان کیلئے نصیحت ماننا کہاں ہوگا؟ حالانکہ ان کے پاس صاف بیان فرمانے والا رسول تشریف لاچکا۔ پھر وہ اس سے منہ پھیر گئے اور کہنے لگے:

مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآىِٕدُوْنَ ۝ يَوْمَ نَبْطِشُ

یہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔ ہم کچھ دنوں کیلئے عذاب دور کرنے والے ہیں۔ بیشک تم پھر لوٹنے والے ہو۔ جس دن ہم سب

الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ

سے بڑی پکڑ پکڑیں گے۔ بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔ اور بیشک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا اور ان کے پاس

رب! عزوجل، ہم سے عذاب دور کردے، ہم ایمان لاتے ہیں اور تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پاک کی تصدیق کرتے ہیں، چنانچہ اس قحط سالی سے تنگ آکر ابوسفیان حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اگر قحط دور ہوگیا تو ہم آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے۔

**آیت 14،13** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان سے عذاب دور کر دیا جائے تو بھی یہ کہاں ایمان لائیں گے حالانکہ یہ اس سے بڑی بڑی علامات دیکھ چکے ہیں اور وہ علامات یہ ہیں کہ ان کے پاس ایک عظیم الشان رسول تشریف لائے اور انہوں نے ان کے سامنے روشن آیات اور مضبوط معجزات کے ذریعے حق کے راستوں کو واضح کیا لیکن پھر بھی یہ لوگ ان سے منہ پھیر گئے بلکہ ان کے متعلق یہ افتراء کرنے لگے کہ یہ تو کسی آدمی کی طرف سے سکھایا ہوا اور دیوانہ ہے نیز وحی کی غشی طاری ہونے کے وقت جنات یہ کلمات تلقین کر جاتے ہیں۔ اہم بات: قرآن مجید کی حقانیت کا چونکہ حقیقی مقابلہ ہو نہیں سکتا، اس لئے کفار کبھی کچھ کہتے اور کبھی کچھ، جیسے کبھی کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کسی آدمی نے سکھایا ہے، کبھی کہتے کہ انہوں نے خود اپنی طرف سے قرآن بنالیا ہے اور کبھی یہ دعویٰ کرتے کہ قرآن پہلے لوگوں کی کہانیوں پر مشتمل ایک کتاب ہے۔

**آیت 15** اس آیت میں کفارِ مکہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جیسے ہی ہم تم سے کچھ دنوں کے لئے عذاب دور کریں گے تم پھر سے شرک کی طرف لوٹ جاؤ گے جس پر اس سے پہلے قائم تھے اور پھر یہی ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے ان کی مصیبت دور ہو جانے کے بعد وہ لوگ ایمان نہ لائے اور اپنے شرک و کفر پر ہی قائم رہے۔

**آیت 16** فرمایا کہ اے مشرکو! اگر میں تم پر نازل ہونے والا وہ عذاب دور کردوں جس نے تمہیں بے حال کر دیا ہے، اس کے بعد بھی تم کفر کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنے رب سے کیا ہوا عہد توڑ دو تو میں تم سے اس دن بدلہ لوں گا جب تمہیں بڑی پکڑ کے ساتھ پکڑوں گا۔ [illegible] بات اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔

**آیت 17** اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے حبیب! ہم نے مشرکین مکہ سے پہلے فرعون کی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھیجنے سے آزمائش میں مبتلا کیا تاکہ وہ ایمان لے آئیں اور ان کا چھپا ہوا حال ظاہر ہو جائے لیکن انہوں نے ایمان کے مقابلے میں کفر کو ہی ترجیح دی۔ (2) اے حبیب! ہم نے مشرکین مکہ سے پہلے فرعون کی قوم کو مہلت دے کر اور ان پر رزق وسیع کر کے انہیں آزمائش

رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّ

ایک معزز رسول تشریف لایا○ (اور کہا) کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو۔ بیشک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں○ اور

اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹﴾ وَ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ

یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔ بیشک میں تمہارے پاس روشن دلیل لاتا ہوں○ اور میں نے اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لی

اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ

اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کرو○ اور اگر تم مجھ پر یقین نہ کرو تو مجھ سے الگ ہو جاؤ○ تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ

هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ اتْرُكِ

یہ مجرم لوگ ہیں○ تو (ہم نے فرمایا کہ) میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ، ضرور تمہارا پیچھا کیا جائے گا○

میں مبتلا کیا تاکہ ان کا چھپا ہوا حال ظاہر ہو جائے اور ان کے پاس ایک معزز رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔

آیت 18 ﴿ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس آئے تو اس سے فرمایا: بنی اسرائیل کو میرے حوالے کر دو اور تم جو سختیاں ان پر کرتے ہو اس سے انہیں رہائی دو، بیشک میں تمہارے لیے وحی پر امانت دار رسول ہوں۔

آیت 19 ﴿ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی وحی، اس کے رسول اور اس کے بندوں کی توہین کر کے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بیشک میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات کی صورت میں اپنی نبوت اور رسالت کی سچائی کی روشن دلیل لاتا ہوں جس کا انکار کرنے کی کوئی صورت نہیں۔

آیت 21،20 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تو فرعونیوں نے آپ علیہ السلام کو کہا کہ ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرا بھروسہ اس رب پر ہے جو میرا رب اور تمہارا بھی رب ہے، مجھے تمہاری دھمکی کی پروا نہیں، اللہ تعالیٰ مجھے بچانے والا ہے اور اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ اور مجھے ایذا پہنچانے کی کوشش نہ کرو۔

آیت 22 ﴿ فرعون اور اس کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس بات کو بھی نہ مانا اور انہیں جھٹلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ قبطی مشرک لوگ ہیں اور اپنے کفر پر قائم ہیں اور تو ان کا حال بہتر جانتا ہے، اس لیے جس چیز کے وہ مستحق ہیں ان کے ساتھ وہ فرما۔

آیت 23 ﴿ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں حکم فرمایا کہ جب دشمن غافل ہوں تو بنی اسرائیل کو راتوں رات لے کر مصر سے نکل جاؤ، جب فرعون کو تمہارے نکل جانے کی خبر ملے گی تو وہ اپنے لشکروں کے ساتھ تمہارا پیچھا کرے گا تاکہ تمہیں قتل کر دے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام روانہ ہوئے اور دریا پر پہنچ کر آپ علیہ السلام نے عصا مارا تو دریا میں بارہ خشک راستے پیدا ہو گئے اور آپ بنی اسرائیل کے ساتھ دریا میں سے گزر گئے۔

آیت 27-24 ﴿ ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر آ رہا تھا، اس پر آپ علیہ السلام

الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ جُندٌ مُّغْرَقُونَ ﴿٢٤﴾ كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٢٥﴾ وَزُرُوعٍ

دریا کو جگہ جگہ سے کھلا ہوا چھوڑ دو بیشک وہ لشکر غرق کر دیا جائے گا ○ وہ کتنے باغ اور چشمے چھوڑ گئے ○ اور کھیت

وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٢٦﴾ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ﴿٢٧﴾ كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ﴿٢٨﴾

اور عمدہ مکانات ○ اور نعمتیں جن میں وہ عیش کرنے والے تھے ○ ہم نے یونہی کیا اور ان چیزوں کا دوسری قوم کو وارث بنادیا ○

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ ﴿٢٩﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ

تو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور انہیں مہلت نہ دی گئی ○ اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن

مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿٣٠﴾ مِن فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ

عذاب سے نجات بخشی ○ فرعون سے، بیشک وہ متکبر، حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا ○ اور بیشک ہم نے انہیں

نے چاہا کہ پھر عصا مار کر دریا کو ملا دیں تاکہ فرعون اس میں سے گزر نہ سکے تو آپ کو حکم ہوا کہ دریا کو جگہ جگہ سے گزرنے جیسے کھلا ہوا چھوڑ دو تاکہ فرعونی ان راستوں سے دریا میں داخل ہو جائیں، بیشک وہ لشکر غرق کر دیا جائے گا۔ چنانچہ جب فرعون اور اس کا لشکر دریا میں داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے دریا کے پانی کو ملا دیا جس سے وہ سب غرق ہو گئے اور وہ کتنے باغ، چشمے، کھیت، آراستہ و پیراستہ عمدہ مکانات اور وہ نعمتیں جن میں وہ عیش کرنے والے تھے وہ یہیں چھوڑ گئے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں کی موت کے وقت، جگہ اور کیفیت سے مطلع فرما دیا تھا اور یہ سب چیزیں ان پانچ علوم میں سے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو علوم خمسہ سے بھی نوازتا ہے۔

آیت 28 ﴾ فرمایا کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ اسی طرح کیا کہ ان کا تمام مال و متاع سب لے لیا اور ان چیزوں کا دوسری قوم یعنی بنی اسرائیل کو وارث بنا دیا، چنانچہ فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے بعد مصر میں خود بنی اسرائیل آباد ہوئے تھے۔

آیت 29 ﴾ ارشاد فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم پر آسمان اور زمین نہ روئے کیونکہ وہ ایماندار نہ تھے اور انہیں عذاب میں گرفتار کرنے کے بعد توبہ وغیرہ کے لئے مہلت نہ دی گئی۔ اہم بات: جب کسی مومن کا انتقال ہوتا ہے تو اس پر آسمان و زمین روتے ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک زمین و آسمان خود نہیں روتے بلکہ ان کے رونے سے مراد آسمان اور زمین والوں کا رونا ہے۔

آیت 31،30 ﴾ فرمایا کہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کی طرف سے غلامی، مشقت سے بھرپور خدمتوں، محنتوں اور اولاد کے قتل کیے جانے کی صورت میں پہنچنے والے رسوا کن عذاب سے نجات بخشی۔ بیشک فرعون متکبر اور حد سے بڑھنے والوں میں سے تھا۔
اہم بات: بنی اسرائیل کو کفر سے بھی نجات ملی اور فرعون کی غلامی سے بھی۔ کسی کافر قوم کی غلامی بھی رسوا کن عذاب ہے۔

آیت 32 ﴾ فرمایا: بنی اسرائیل پر ہم نے ایک احسان یہ کیا کہ ہم نے اپنے علم کی بنا پر بنی اسرائیل کو اس زمانے میں تمام جہان والوں پر چن لیا۔ اہم بات: بنی اسرائیل کا افضل ہونا اپنے زمانے کے اعتبار سے تھا، اب یہ افضلیت، حضور سید المرسلین، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو حاصل ہے۔

عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝٣٢ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ۝٣٣ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝٣٤

جانتے ہوئے اس زمانے والوں پر چن لیا○ اور ہم نے انہیں وہ نشانیاں عطا فرمائیں جن میں واضح انعام تھا○ بیشک یہ (کفارِ مکہ) ضرور کہتے ہیں○

اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝٣٥ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٣٦

بیشک موت تو صرف ہماری پہلی موت ہی ہے اور ہم اٹھائے نہ جائیں گے○ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ○

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝٣٧

کیا وہ بہتر ہیں یا تبع (نامی بادشاہ) کی قوم اور ان سے پہلے والے لوگ؟ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بیشک وہ مجرم لوگ تھے○

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝٣٨ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو کھیل کے طور پر نہیں بنایا○ ہم نے انہیں حق کے ساتھ ہی بنایا

آیت 33 ✽ بنی اسرائیل پر ہم نے ایک احسان یہ کیا کہ ہم نے انہیں وہ نشانیاں عطا فرمائیں جن میں واضح انعام تھا جیسے ان کے لئے دریا میں خشک راستے بنانے، بادل کو سائبان کیا، من و سلویٰ اتارا اور اس کے علاوہ اور نعمتیں دیں۔

آیت 34-36 ✽ کفارِ مکہ کہتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد ایک موت کے علاوہ ہمارے لئے اور کوئی حال اور زندگی باقی نہیں۔ اور ہم موت کے بعد دوبارہ کبھی زندہ کرکے اٹھائے نہیں جائیں گے۔ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ ہم مرنے کے بعد زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے تو ہمارے باپ دادا کو دوبارہ زندہ کرکے لے آؤ۔ اہم بات: کفارِ مکہ نے یہ سوال کیا تھا کہ اگر موت کے بعد کسی کا زندہ ہونا ممکن ہو تو قصی بن کلاب کو زندہ کر دو اور یہ ان کی جاہلانہ بات تھی کیونکہ جس کام کا وقت معین ہو اس کا اس وقت سے پہلے وجود میں نہ آنا اس کے ناممکن ہونے کی دلیل نہیں ہوتا اور نہ اس کا انکار صحیح ہوتا ہے۔

آیت 37 ✽ کیا طاقت، قوت اور شان و شوکت میں کفارِ مکہ بہتر ہیں یا تُبَّع نامی بادشاہ کی قوم اور ان سے پہلے والے لوگ جیسے عاد اور ثمود وغیرہ جو کہ کافر امتوں میں سے تھے؟ ہم نے انہیں ان کے کفر کے باعث ہلاک کر دیا، بیشک وہ کافر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے انکار کی وجہ سے عذاب کے حقدار ٹھہرے۔ جب یہ کفارِ مکہ سے زیادہ طاقت و قوت رکھنے کے باوجود ہلاک ہو گئے تو کفارِ مکہ کو ہلاک کرنا کون سا دشوار کام ہے، حالانکہ یہ تو ان کے مقابلے میں انتہائی کمزور ہیں۔ اہم بات: یہاں جس تُبَّع کا ذکر ہے یہ تُبَّع حمیری تھے، یہ خود مومن اور یمن کے بادشاہ تھے لیکن ان کی قوم کافر تھی جو کہ انتہائی طاقت، قوت اور شان و شوکت والی اور کثیر التعداد تھی۔

آیت 38 ✽ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو ایسے ہی کھیل کے طور پر بے مقصد نہیں بنایا کیونکہ اگر مرنے کے بعد حساب و ثواب نہ ہو تو مخلوق کی پیدائش محض فنا کے لئے ہوگی اور یہ فضول کا کھیل ہوگا جو خدا کی شان کے لائق نہیں۔

آیت 39 ✽ فرمایا: ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ہی بنایا تاکہ لوگوں کو فرمانبرداری کرنے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۰﴾ یَوْمَ

لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں○ بیشک فیصلے کا دن ان سب کا مقرر کیا ہوا وقت ہے○ جس دن

لَا یُغْنِیْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَیْــٴًـا وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُؕ-اِنَّهٗ

کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی○ مگر جس پر اللہ مہربانی فرمائے، بیشک وہی

هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۲﴾ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ یَغْلِیْ

عزت والا، مہربان ہے○ بیشک زقوم کا درخت○ گناہگار کی خوراک ہے○ کالے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش

فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۴۷﴾

مارتا ہوگا○ جیسا کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے○ اسے پکڑو پھر سختی کے ساتھ اسے بھڑکتی آگ کے درمیان کی طرف گھسیٹتے لے جاؤ○

ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚۙ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ﴿۴۹﴾

پھر اس کے سر کے اوپر کھولتے پانی کا عذاب ڈالو○ چکھ، تو تو بڑا عزت والا، کرم والا ہے○

پر ثواب دیں اور نافرمانی کرنے پر عذاب کریں لیکن کفارِ مکہ میں سے اکثر لوگ غفلت اور غور وفکر نہ کرنے کے باعث جانتے نہیں کہ آسمان وزمین پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے۔

آیت 40 ﴿ فرمایا: قیامت کا دن جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا، وہ ان سب کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کیلئے مقرر کیا ہوا وقت ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں سب کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 41، 42 ﴿ قیامت کے دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کافروں کی مدد کی جائے گی البتہ مومنین اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک دوسرے کی شفاعت کریں گے۔ بیشک وہی اللہ عَزَّوَجَلَّ عزت والا اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے میں غلبے والا ہے اور اپنے دوستوں یعنی ایمان والوں پر مہربان ہے۔

آیت 43-46 ﴿ بیشک جہنم کا کانٹے دار اور انتہائی کڑوا زقوم نام کا درخت بڑے گناہ گار یعنی کافر کی خوراک ہے اور جہنمی زقوم گلے ہوئے تانبے کی طرح کفار کے پیٹوں میں ایسے جوش مارتا ہوگا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔

آیت 47، 48 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ (حساب وکتاب کے بعد) جہنم کے فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ اس گناہ گار کو پکڑو، پھر سختی کے ساتھ اسے بھڑکتی آگ کے درمیان کی طرف گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ، پھر اس کے سر کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالو تاکہ اس کی شدت سے اسے عذاب پہنچے۔

آیت 49 ﴿ جب اس جہنمی کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا تو اس وقت بطورِ توہین اس سے کہا جائے گا: اس ذلت اور اہانت والے عذاب کو چکھ، تو اپنے گمان میں اپنی قوم کے نزدیک بڑا عزت والا کرم والا ہے، تو یہ تیری تعظیم ہو رہی ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں:

إِنَّ هَٰذَا مَا كُنتُم بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿۵۰﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿۵۱﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۵۲﴾

بیشک یہ وہ ہے جس میں تم شک کرتے تھے○ بیشک ڈر والے امن والی جگہ میں ہوں گے○ باغوں اور چشموں میں○

يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿۵۳﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم

باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے، ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے○ یونہی ہوگا اور نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والی

بِحُورٍ عِينٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا

عورتوں سے ہم نے ان کا نکاح کر دیا○ وہ جنت میں بے خوف ہو کر ہر قسم کا پھل میوہ مانگیں گے○ اس میں پہلی موت کے سوا

الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ

پھر موت کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور اللہ نے انہیں آگ کے عذاب سے بچا لیا○ تمہارے رب کے فضل سے،

ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۵۷﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾

یہی بڑی کامیابی ہے○ تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں○

ابوجہل نے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا تھا کہ ان دو پہاڑوں کے درمیان مجھ سے زیادہ عزت والا اور کرم والا کوئی نہیں تو خدا کی قسم! آپ اور آپ کا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس کے لئے وعید کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی اور اسے عذاب کے وقت یہ طعنہ دیا جائے گا۔

آیت 50 ﴿ فرمایا کہ کفار سے یہ بھی کہا جائے گا: بیشک جو عذاب تم دیکھ رہے ہو یہ وہ عذاب ہے جس میں تم شک کرتے تھے اور اس پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

آیت 51 تا 57 ﴿ بیشک کفر اور گناہ کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے آفات سے امن والی جگہ میں ہوں گے، اور انہیں اس امن والی جگہ سے چھوٹ جانے کا کوئی خوف نہ ہو گا، وہ اس جگہ ہوں گے جہاں باغ اور بہنے والے چشمے ہوں گے، وہاں وہ باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے اور وہ اپنی مجلسوں میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے اس طرح ہوں گے کہ کسی کی پشت کسی کی طرف نہ ہوگی۔ جنتی اسی طرح ہمیشہ دل پسند نعمتوں میں رہیں گے اور نہایت سیاہ اور روشن بڑی آنکھوں والی خوبصورت عورتوں سے ہم ان کی شادی کریں گے۔ وہ جنت میں اس طرح بے خوف ہو کر اپنے جنتی خادموں کو میوے حاضر کرنے کا حکم دیں گے کہ انہیں کسی قسم کا اندیشہ ہی نہ ہو گا، نہ میوے کم ہونے کا، نہ ختم ہو جانے کا، نہ نقصان پہنچانے کا، نہ اور کوئی اندیشہ ہو گا۔ وہ دنیا میں واقع ہونے والی پہلی موت کے سوا جنت میں پھر موت کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے آپ کے رب کے فضل سے انہیں آگ کے عذاب سے بچا لیا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

آیت 58 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان عربی میں نازل فرما کر اس لئے آسان کر دیا تاکہ آپ کی قوم

فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

توتم انتظار کرو، بیشک وہ بھی انتظار کررہے ہیں ○

آیاتہا ۳۷ ﴿۴۵ سورۃ الجاثیۃ مکیۃ ۶۵﴾ رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

حٰمٓ ○ کتاب کا اتارنا اس اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے ○ بیشک ایمان والوں کے لیے آسمانوں اور زمین میں

کے وہ اسے سمجھیں اور نصیحت حاصل کریں اور اس کے احکامات پر عمل کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو آپ ان کی ہلاکت اور ان پر آنے والے عذاب کا انتظار کریں، بے شک وہ بھی آپ کی وفات کا انتظار کررہے ہیں۔

**سورۂ جاثیہ کا تعارف** یہ سورت اس آیت "قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا" کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 37 آیتیں ہیں۔ جاثیہ کا معنی ہے زانو کے بل گرا ہوا، اور اس سورت کی آیت نمبر 28 میں بیان کیا گیا کہ قیامت کی ہولناکیوں کی شدت سے ہر امت زانو کے بل گری ہوئی، اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ جاثیہ رکھا گیا۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت کے دلائل بیان کرکے اس پر ایمان لانے، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنے، قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کرنے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کی جزاء و سزا ملنے کا اعتراف کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ مزید اس میں مسلمانوں کی اخلاقی تربیت فرمائی گئی اور یہ بتایا گیا کہ جو نیک کام کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کی ذات کو ہوگا اور جو برے کام کرتا ہے تو ان کاموں کا وبال بھی اسی پر ہے۔ برے کام کرنے والوں کو بتایا گیا کہ وہ اچھے کام کرنے والوں جیسے نہیں اور ان کی زندگی اور موت برابر نہیں۔ نیز کفار کے احوال اور ان کے گروہوں کے برے افعال بیان فرمائے گئے اور مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلائل دیئے گئے۔ آخر میں قیامت کے دن کی ہولناکیاں بیان کی گئیں نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں اور کفار کے انجام کے بارے میں بتایا گیا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی بیان کی گئی ہے۔

**آیت 1** یہ حروف مقطعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

**آیت 2** فرمایا: بندوں میں سب سے عظیم ہستی پر سب سے اعلیٰ کتاب قرآن پاک کو نازل کرنا اس اللہ عزوجل کی طرف سے ہے جو عزت و حکمت والا ہے اور یہ قرآن کے حق ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ایسی شان والے سے کسی بے کار اور باطل فعل کا صادر ہونا ناممکن ہے۔

**آیت 3** فرمایا: بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور ان میں جو قدرت کے آثار پیدا کئے گئے ہیں جیسے ستارے، پہاڑ اور دریا ان میں ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں موجود ہیں۔ اہم بات:

لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳﴾ وَ فِیْ خَلْقِكُمْ وَ مَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾

نشانیاں ہیں○ اور تمہاری پیدائش میں اور جو جانور وہ (زمین میں) پھیلاتا ہے ان میں یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں○

وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِهِ

اور رات اور دن کی تبدیلیوں میں اور اس میں جو اللہ نے آسمان سے رزق کا سبب بارش اتاری تو اس سے زمین کو

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ

اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا اور ہواؤں کی گردش میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں○ یہ اللہ کی آیتیں ہیں

آسمان، زمین اور ان میں موجود چیزیں اگرچہ تمام لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں لیکن چونکہ ان نشانیوں سے نفع صرف مومن اٹھاتے ہیں اس لئے یہاں خصوصیت کے ساتھ صرف انہیں کا ذکر فرمایا گیا۔

آیت 4 ﴿ ﴾ فرمایا: اے لوگو! جس طرح تمہیں پیدا کیا گیا کہ پہلے تم نطفہ کی شکل میں تھے، پھر اسے خون بنایا گیا، پھر اس خون کو جما دیا گیا، پھر جمے ہوئے خون کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیا گیا یہاں تک کہ اسی ٹکڑے سے ذات اور بشری صفات میں کامل انسان بنا دیا گیا، یونہی زمین کے مختلف حصوں میں پھیلائے گئے جانور، ان سب میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں کیونکہ انسانوں اور جانوروں میں معین شکل، معین وصف اور معین اعضاء کا ہونا، مرنے، ایک حصے سے دوسرے حصے میں اور ایک حال سے دوسرے حال میں داخل ہونا کسی قادر، مختار اور واحد ہستی کے وجود اور تصرف سے ہی ممکن ہے اور یہ نشانیاں یقین کرنے والوں کے لئے ہیں۔ یہ آیت زمینی اور انفسی دلائل پر مشتمل ہے۔

آیت 5 ﴿ ﴾ رات اور دن کی تبدیلیوں میں کہ ان میں سے ایک جاتا ہے تو دوسرا آجاتا ہے، کبھی یہ چھوٹے ہوتے ہیں کبھی بڑے ہوتے ہیں، کبھی یہ گرم ہوتے ہیں اور کبھی سرد، رات اندھیری ہوتی ہے اور دن روشن، یونہی آسمان کی جانب سے اللہ تعالیٰ جو بندوں کی روزی کا سبب یعنی بارش کا پانی نازل فرماتا ہے اور اس سے بنجر زمین کو پھر سے اسے سرسبز بنا دیتا ہے، یونہی ہواؤں کی گردش کہ کبھی جنوب کی طرف اور کبھی شمال کی طرف، کبھی مشرق اور کبھی مغرب کی طرف چلتی ہیں، کبھی گرم چلتی ہیں کبھی سرد، کبھی نفع پہنچاتی ہیں تو کبھی نقصان، ان سب چیزوں اور ان کے احوال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں کیونکہ یہ سب کسی قادر، مختار، واحد، حکمت والی اور مہربان ہستی کے وجود اور تصرف کے بغیر ممکن نہیں اور یہ عقل مند لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اہم باتیں: (1) قدرتِ الٰہی کے دلائل جاننے کی نیت سے سائنس اور ریاضی کا علم حاصل کرنا عبادت ہے۔ (2) یہاں کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی مختلف نشانیاں بیان فرمانے کے بعد ایک جگہ فرمایا "ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں" دوسری جگہ فرمایا "یقین کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں" اور تیسری جگہ فرمایا "عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں" اس ترتیب کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو ان دلائل کو سمجھ جاؤ گے اور اگر تم مومن نہیں بلکہ حق کے طلبگار ہو تو ان دلائل کو سمجھو اور اگر تم نہ ایمان والے ہو اور نہ یقین کرنے والے لیکن عقلِ سلیم رکھتے ہو تو ان دلائل کی معرفت حاصل کرنے کی خوب کوشش کرو۔ یہ آیت آفاقی و مادی دلائل پر مشتمل ہے۔

آیت 6 ﴿ ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سامنے اپنی قدرت کے یہ دلائل بیان فرمائے ہیں اور یہ دلائل دلائلِ پر مشتمل

نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۞ وَيْلٌ

جو ہم تم پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں پھر لوگ اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے؟○ ہر بڑے بہتان

لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۞ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا

باندھنے والے، گناہگار کے لئے خرابی ہے○ (جو) اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے کہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کرتے ہوئے ضد پر ڈٹ جاتا ہے

كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْــًٔا

گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں تو ایسے کو دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ○ اور جب اسے ہماری آیتوں میں سے کسی کا علم ہوتا ہے

اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ

تو اسے ہنسی بنا لیتا ہے، ان کیلئے ذلیل کر دینے والا عذاب ہے○ ان کے پیچھے جہنم ہے اور ان کا کمایا ہوا مال

مَّا كَسَبُوْا شَيْــًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞ؕ

انہیں کچھ کام نہ دے گا اور نہ وہ جنہیں اللہ کے سوا انہوں نے مددگار بنا رکھا ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے○

یعنی بلکہ ہم آپ کو حق کے ساتھ ان کی خبر دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے بیان کردہ دلائل کو جھٹلا کر مشرکین کونسی بات پر ایمان لائیں گے۔ **اہم بات:** یہاں "حدیث" سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان مراد نہیں بلکہ کفار کی اپنی باتیں مراد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کا حکم تو خود قرآن مجید میں دیا گیا ہے۔ حدیث کا لفظ یہاں اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے بیان ہوا ہے لہٰذا اس کو فنِ حدیث کی اصطلاح پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔

آیت 8،7 ◆ **شانِ نزول:** نضر بن حارث عجمی لوگوں (جیسے رستم اور اسفندیار) کے قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو قرآن پاک سننے سے روکتا تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر بڑے بہتان باندھنے والے، گناہ گار کے لئے خرابی ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ انہیں سن کر ایمان لانے سے تکبر کرتے ہوئے اپنے کفر پر اصرار کرتا ہے اور وہ ایسا بن جاتا ہے گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں، تو اے حبیب! ایسے شخص کو قیامت کے دن جہنم کے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ **اہم بات:** اس وعید میں ہر وہ شخص داخل ہے جو دین کو نقصان پہنچائے اور ایمان لانے اور قرآن سننے سے تکبر کرے۔

آیت 10،9 ◆ جب بہتان باز، سخت گناہ گار نضر بن حارث تک ہماری کوئی آیت پہنچتی ہے اور اسے پتا چلتا ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل ہونے والی آیت ہے تو وہ اس آیت کا مذاق اڑانے لگتا ہے بلکہ پورے قرآن کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے ذلیل و رسوا کر دینے والا عذاب ہے اور اس کا انجام موت کے بعد بالآخر جہنم ہے اور ان کا کمایا ہوا وہ مال انہیں کچھ کام نہ دے گا جس پر وہ بہت نازاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن بتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ بھی انہیں کچھ کام نہ دیں گے اور ان کے لیے ایسا بڑا عذاب ہے جس کی حقیقت انہیں معلوم نہیں۔

ع هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ

یہ عظیم ہدایت ہے اور جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا ان کے لیے سخت تر عذاب میں سے دردناک عذاب ہے ۝ اللہ ہی ہے

الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

جس نے دریا کو تمہارے تابع کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ

تَشْكُرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تم شکر گزار بن جاؤ ۝ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنی طرف سے تمہارے کام میں لگا دیا، بیشک اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ

سوچنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں ۝ تم ایمان والوں سے فرماؤ کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے

**آیت 11** فرمایا کہ یہ قرآن ہدایت میں کمال کو پہنچا ہوا ہے تو گویا کہ یہ عظیم ہدایت ہے اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کو نہ مانا تو ان کے لیے سخت تر عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔

**آیت 12** فرمایا اے لوگو! معبود ہونا اسی کے لائق ہے جس نے دریا کو تمہارے تابع کر دیا اور اس تابع کرنے میں حکمتیں یہ ہیں کہ اس کے حکم سے دریا میں کشتیاں چلیں اور تم دریائی سفر کے ذریعے تجارت کرکے اور دریاؤں میں غوطہ زنی کے ذریعے موتی وغیرہ نکال کر اس کا فضل تلاش کرو اور تم اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کا شکر ادا کرکے اس کا حق مانو، لہٰذا تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کا حکم مانو۔

**آیت 13** فرمایا اے لوگو! جو کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں ہے سب کا سب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمت سے تمہارے فائدے اور مصلحت کے لئے کام میں لگا دیا ہے، لہٰذا تم اسی کی حمد کرو، اسی کی عبادت کرو اور صرف اسے ہی معبود مانو کیونکہ تمہیں یہ نعمتیں دینے میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بے شک اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صنعتوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ درس: اللہ تعالیٰ کی ذات کے بجائے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں میں غور و فکر کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر کرنا بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ وہ انسانی عقل سے ماوراء ہے۔

**آیت 14** شانِ نزول: غزوۂ بنی مُصْطَلِق میں مسلمان بیر مُرَیْسِیع پر اترے، عبد اللہ بن اُبی منافق نے اپنے غلام کو پانی کے لئے بھیجا اور وہ دیر سے واپس آیا تو اس نے غلام سے سبب پوچھا۔ اس نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کنوئیں کے کنارے پر بیٹھے تھے، جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مشکیں نہ بھر گئیں اس وقت تک انہوں نے کسی کو پانی بھرنے نہ دیا۔ یہ سن کر اس بدبخت نے ان حضرات کی شان میں گستاخی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ تلوار لے کر تیار ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہاں اللہ تعالیٰ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی مدد کے لئے مقرر فرمائے ہیں یا ان سے وہ واقعات مراد ہیں جن میں وہ اپنے دشمنوں کی پکڑ فرماتا ہے اور ان دنوں کی امید نہ رکھنے والے کفار و منافق ہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار سے جو ایذا پہنچے مسلمان ان سے درگزر کریں اور ان سے جھگڑا نہ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ان کے اعمال کا

لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا

تاکہ اللہ ایک قوم کو ان کی کمائی کا بدلہ دے ۝ جو نیک کام کرے تو اپنی ذات کیلئے (ہی کرتا ہے) اور جو برائی کرے تو اپنے نقصان کیلئے، پھر

ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝ وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

تم اپنے رب کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے ۝ اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائی

وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَاتٍ مِنَ الْأَمْرِ ۖ

اور ہم نے انہیں ستھری روزیاں دیں اور انہیں ان کے زمانے والوں پر فضیلت بخشی ۝ اور ہم نے انہیں اس کام کی روشن دلیلیں دیں

فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ

تو انہوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد ہی آپس کے حسد کی وجہ سے اختلاف کیا تھا۔ بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان کے درمیان

ہوئے جنہوں نے دشمنوں کی طرف سے ملنے والی اذیتوں پر صبر کیا۔

آیت 15 ﴿ جو شخص ایسے نیک کام کرے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا مقصود ہو تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی [illegible] اس کا فائدہ اور ثواب اسے ہی ملے گا اور جو برے کام کرے تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے [illegible] برداشت کرے گا، پھر تم مرنے کے بعد اپنے اس رب عزوجل کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے جو تمہارے [illegible] ہوں گے ان کے اعمال کی جزا دے گا لہٰذا تم اس ملاقات کی تیاری کرو۔

آیت 16 ﴿ یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے پیارے حبیب! آپ اپنی قوم سے [illegible] ہیں اور اپنی تسلی کے لئے بنی اسرائیل کے حالات میں غور فرمائیں کہ) ہم نے بنی اسرائیل کو تورات عطا فرمائی، انہیں حکومت دی اور ان میں کثرت سے انبیاء علیہم السلام پیدا کر کے نبوت کی نعمت عطا کی، ہم نے انہیں فرعون اور اس کی قوم کے مال و دولت اور شہروں کا مالک کر کے ان پر من و سلویٰ نازل فرما کر وسعت کے ساتھ حلال رزق عطا فرمایا اور انہیں ان کے زمانے میں جہان والوں پر فضیلت بخشی لیکن انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا۔

آیت 17 ﴿ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تورات میں حلال و حرام کے بیان نیز تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے متعلق روشن دلیلیں دیں لیکن انہوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ افروزی کے بعد اپنے منصب اور ریاست ختم ہو جانے کے خطرے کی وجہ سے آپ سے حسد کیا اور اپنے پاس علم آجانے کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر پہلے سے متفق ہونے کے باوجود آپ کی بعثت کے بارے میں اختلاف کیا حالانکہ علم اختلاف زائل کرنے کا سبب ہوتا ہے اور یہاں ان کے لئے اختلاف کا سبب ہوا کیونکہ ان کا مقصود علم نہیں بلکہ منصب و ریاست کی طلب تھی۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا رب قیامت کے دن بنی اسرائیل کے درمیان اس بات کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ ورنہ جب عالم میں حسد پیدا ہو جائے تو علم اختلافات کو زائل کرنے اور جھگڑے مٹانے کی بجائے بڑھا دیتا ہے۔ کئی علماء باطنی گناہوں کا یا تو علم ہی نہیں رکھتے یا پھر علم

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ

اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ پھر ہم نے آپ کو اس معاملہ (یعنی دین) کے عمدہ راستے پر

فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْــًٔا ؕ

تو تم اسی راستے پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا۔ بیشک وہ اللہ کے مقابلے میں تمہیں کچھ کام نہ دیں گے

وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ

اور بیشک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے۔ یہ قرآن لوگوں کیلئے آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ

اور یقین رکھنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کردیں گے

رہنے کے باوجود ایک دوسرے سے اختلافات اور آپس میں انتشار کا شکار ہیں اور اس کا بنیادی سبب ایک دوسرے سے حسد کرنا ہے۔

آیت 18 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے بنی اسرائیل کے بعد آپ کو دین کے معاملے میں عمدہ راستے (یعنی اسلام) پر رکھا لہٰذا آپ اسی راستے پر چلیں اور اس کے احکامات نافذ کریں اور قریش کے نادان سردار جو آپ کو اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا کیونکہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کچھ کام نہ دیں گے اور بیشک کافر صرف دنیا میں ایک دوسرے کے دوست ہیں جبکہ آخرت میں ان کا کوئی دوست نہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے مومنین کا دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ دوست ہے۔

آیت 20 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ کی طرف جو کتاب نازل فرمائی یہ اللہ تعالیٰ کے ان احکامات پر مشتمل ہے جو قیامت تک رہیں گے اور اس میں تمام لوگوں کے لئے وہ دلائل اور نشانیاں موجود ہیں جن کی انہیں دین کے احکام میں ضرورت ہے، جو شخص ان احکامات پر عمل کرتا ہے تو یہ اسے جنت کی طرف ہدایت دیتی ہے اور جو سچے دل سے یقین سے ایمان لاتا ہے یہ اس کے لئے رحمت ہے اور دنیا و آخرت میں اسے عذاب سے بچاتی ہے۔

آیت 21 ﴿ شانِ نزول: مشرکین کی ایک جماعت نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ اگر تمہاری بات حق ہو اور مرنے کے بعد اٹھنا ہو تو بھی ہم ہی افضل رہیں گے جیسے دنیا میں ہم تم سے بہتر رہے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جو لوگ کفر اور گناہوں میں مصروف ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے کام کئے، کیا ایمانداروں اور کافروں کی موت اور زندگی برابر ہو جائے گی؟ ایسا ہرگز نہیں ہو گا کیونکہ ایماندار زندگی میں نیکیوں پر قائم رہے اور کافر بدیوں میں ڈوبے رہے تو ان دونوں کی زندگی برابر نہ ہوئی اور یونہی ان کی موت بھی یکساں نہیں کیونکہ مومن کی موت بشارت اور رحمت و کرامت پر جبکہ کافر کی موت رحمت سے مایوسی اور ندامت پر ہوتی ہے اور کافر اپنے آپ کو مومنین کے برابر سمجھ کر بہت برا فیصلہ کر رہے ہیں جبکہ مومنین تو قیامت کے دن اعلیٰ جنتوں میں عزت و کرامت اور عیش و راحت پائیں گے اور کافر جہنم کے سب سے نچلے طبقوں میں ذلت و اہانت کے ساتھ سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے، الغرض مومن اور کافر کی زندگی اور موت میں فرق

كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾

برابر ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کیا) ان کی زندگی اور موت برابر ہوں؟ وہ کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ بنایا اور تاکہ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے اور ان پر

لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ

ظلم نہیں ہوگا۔ بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کردیا اور اس کے کان

کے، مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ صورت، سیرت اور زندگی میں کفار سے ممتاز رہے۔

آیت 22 ﴿ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ بامقصد بنایا تاکہ یہ تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرے اور تاکہ ہر جان کو اس کی نیکی اور بدی کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ثواب کی کمی یا عذاب کی زیادتی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا۔ یعنی: (1) اس عالَم کی پیدائش سے عدل اور رحمت کا اظہار کرنا مقصود ہے اور یہ پوری طرح قیامت ہی میں ہو سکتا ہے کہ حق اور باطل میں امتیاز کامل ہو، مخلص مومن جنت کے درجات میں ہوں اور کافر جہنم کے درکات میں ہوں۔ (2) قیامت کے دن بعض مجرموں کو معافی دے دینا اور اطاعت گزاروں کو ان کے عمل سے زیادہ ثواب عطا فرما دینا اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہے، جبکہ بعض لوگوں کے اعمال ضبط ہو جانا ان کے اپنے قصور کی وجہ سے ہوگا نہ کہ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا ظلم ہوگا۔

آیت 23 ﴿ اللہ تعالیٰ معبود ہے اور اس عقیدے کے قوی دلائل ہیں، مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا خالق، عرش و فرش کا مالک، سارے جہان کا پالنے والا اور تمام مخلوق کو روزی دینے والا ہے۔ دوسری طرف خدا کے سوا جس کی بھی پوجا کی گئی یا کی جاتی ہے وہ خواہشِ نفس کی پوجا ہے کیونکہ کروڑوں لوگوں نے ہزاروں قسم کی چیزوں کو معبود بنا رکھا ہے جیسے سورج، ستارے، فرشتے، درخت، پتھر، مختلف ناموں کے بت۔ اب سوال یہ ہے کہ لوگوں کے ان مختلف خداؤں کو خدا ماننے کی دلیل اور اس ماننے میں قدرِ مشترک کیا ہے؟ اگر کسی کے بڑا ہونے کی وجہ سے معبود مانا جیسے سورج تو دوسری بہت سے چیزیں بھی سورج سے بڑی ہیں جیسے آسمان کہ سورج سے بھی بڑا ہے۔ یونہی اگر کسی کے مفید ہونے کی وجہ سے معبود مانا جیسے درخت تو لاکھوں دوسری چیزیں بھی درخت سے زیادہ مفید ہیں جیسے سمندر، دریا، نہر، بارش، پانی، ہوا۔ الغرض خدا کے سوا کسی کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ بقیہ سب چیزوں کو معبود ماننے کے پیچھے مشترک سبب، نفس کی خواہش ہے کہ جس کا نفس جس شے کی طرف زیادہ مائل ہوا، اس نے اسی کو خدا مان لیا تو حقیقت میں اپنے نفس کی خواہش ہی کو معبود مانا اور اسی کو یہاں آیت میں بیان فرمایا ہے کہ بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا، اسی خواہشِ نفس میں جہالت در جہالت یہ بھی تھی کہ مشرکین مکہ پتھر، سونے اور چاندی وغیرہ کو پوجتے تھے اور جب کوئی چیز انہیں پہلی چیز سے اچھی معلوم ہوتی تھی تو پہلی کو توڑ کر پھینک دیتے اور دوسری چیز کو پوجنے لگتے۔ ایسوں کے متعلق فرمایا کہ ذرا اس شخص کا حال تو دیکھو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنالیا اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا کہ جسے نفس نے چاہا اسے پوجنے لگا اور اللہ تعالیٰ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا کہ اس گمراہ نے حق کو جان پہچان کر بے راہ روی اختیار کی۔ علم کے باوجود گمراہ کرنے کے یہ معنی

وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ

اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے گا؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

وَقَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ

اور انہوں نے کہا: زندگی تو صرف ہماری دنیاوی زندگی ہی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے اور انہیں

مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ۝۲۴ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ

کچھ علم نہیں، وہ صرف گمان دوڑاتے ہیں ○ اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کی (جوابی) دلیل صرف یہی

بھی بیان کیے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پہلے سے جانتا تھا کہ یہ اپنے اختیار سے حق کے راستے سے ہٹے گا اور گمراہی اختیار کرے گا تو اسے گمراہ کردیا۔ مزید فرمایا کہ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو اس کی وجہ سے اس نے ہدایت و نصیحت کو نہ سنا، نہ سمجھا اور نہ ہی راہِ حق کو دیکھا، تو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کے بعد اسے راہ نہیں دکھا سکتا، تو اے لوگو! کیا تم اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ درس: نفس شیطان سے بڑھ کر تباہ کن ہے کہ خود شیطان بھی اس کے نفس نے گمراہ کیا تھا۔ نفس کی خواہشات کے پیچھے چلیں گے تو خواہشات کبھی ختم نہیں ہوں گی اور انسان ہلاک ہوجائے گا، اس لئے خواہشات کو شریعت کی لگام ڈال دیں، اس سے نفس کی سرکشی قابو میں آجائے گی۔

**آیت 24** قیامت کے منکروں کا یہ عقیدہ اور عام جملہ تھا کہ دنیا کی جو زندگی ہم گزار رہے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں، ہم میں سے کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور گردشِ زمانہ اور دن، رات کا آنا جانا ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے۔ مشرکین موت کے معاملے میں زمانے کو ہی فاعل و مؤثر مانتے تھے جبکہ ملک الموت علیہ السلام کا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے روحیں قبض کیے جانے کا انکار کرتے تھے اور ہر مصیبت کو دہر اور زمانے کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ یہ بات علم اور یقین کی بنا پر نہیں کہتے کیونکہ علم و یقین کے لئے صحیح دلیل چاہیے جس سے یہ مشرک محروم ہیں، لہٰذا کافروں کا زمانے کو زندگی موت کا سبب ماننا بے دلیل اندازے سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ اہم بات: مصیبتوں کو زمانے کی طرف منسوب کرنا اور ناگوار مصیبتیں آنے پر زمانے کو برا کہنا ممنوع ہے۔ آج کل کے دہریے بھی یعنی زمانے کی طرف ہی سب کچھ منسوب کرتے ہیں اور خدا کا انکار کرتے ہیں، اور یہ لوگ آج تک اس بات کی کوئی دلیل نہیں لا سکے کہ خالق کے بغیر مخلوق کیسے وجود میں آگئی؟ اور حقیقت یہ ہے کہ خالقِ حقیقی کے وجود کو تسلیم کیے بغیر کروڑوں اربوں، پیچیدہ اور کامل ترین نظاموں پر مشتمل دنیا کے وجود میں آنے کی کوئی توجیہ نہیں کر سکتے۔

**آیت 25** فرمایا کہ جب ان مشرکین کے سامنے قرآن پاک کی وہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں جن میں اس بات کی دلیلیں مذکور ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو ان کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور وہ کفار ان دلیلوں کا جواب دینے سے عاجز ہوجاتے ہیں تو ان کی جوابی دلیل صرف یہ ہوتی ہے کہ اگر تم مُردوں کو دوبارہ زندہ کئے جانے کی بات میں سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ تاکہ ہم دوبارہ زندہ ہونے پر یقین کرلیں۔ کفار کا یہ مطالبہ غلط تھا کیونکہ خدا کی طرف سے ایمان بالغیب یعنی بغیر دیکھے ایمان لانا مطلوب ہے، اگر ان کے باپ دادا زندہ کردیئے جاتے تو ایمان بالغیب کہاں رہتا۔ نیز خدا کی اس قدرت کو سمجھنے کے لئے خدا نے بیان

اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ

کہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ۔ تم فرماؤ: اللہ تمہیں زندگی دیتا ہے پھر وہ تمہیں مارے گا پھر تم سب کو قیامت

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، لیکن بہت آدمی نہیں جانتے۔ اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت

وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ

اللہ ہی کے لیے ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ پائیں گے۔ اور تم ہر گروہ کو زانو کے بل

جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾

گرے ہوئے دیکھو گے، ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا (اور کہا جائے گا کہ) آج تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾

یہ ہمارا لکھا ہوا ہے جو تم پر حق بولتا ہے، بیشک ہم لکھتے رہے تھے جو تم کیا کرتے تھے۔

دلائل میں غور کرو جیسے اگلی آیت میں دلیل دی گئی ہے۔

آیت 26 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! ان لوگوں سے فرما دیں کہ تم پہلے بے جان نطفہ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہاری عمریں پوری ہونے کے وقت تمہیں مارے گا، پھر تم سب کو زندہ کرکے قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، تو ایسی قدرت والا پروردگار عزوجل تمہارے باپ دادا کو زندہ کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے، وہ سب کو زندہ کرے گا۔ اور یہ دلیل نہایت مضبوط اور عقل کو دعوتِ فکر دینے والی ہے جس پر لوگ توجہ دیں تو قیامت کا آنا بہت آسانی سے سمجھ آ جائے گا، لیکن بہت سے آدمی اس بات کو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے کیونکہ وہ زندہ کیے جانے کے دلائل کی طرف مائل نہیں ہوتے اور نہ ہی ان میں غور کرتے ہیں۔

آیت 27 ﴿ آسمانوں اور زمین کی تمام ممکن چیزوں پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اور جب تمام ممکن چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت ثابت ہے تو یہ بات بھی ثابت ہے کہ مرنے کے بعد زندگی مل جانا ممکن ہے کیونکہ اگر زندگی ملنا ممکن نہ ہو تو پہلی بار بھی زندگی نہ ملتی تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن جہنمی ہونے کی صورت میں کافروں کا نقصان میں ہونا ظاہر ہو جائے گا۔

آیت 29،28 ﴿ فرمایا: اے حبیب! تم قیامت کے دن ہر دین والے کو زانو کے بل گرے ہوئے دیکھو گے کیونکہ وہ خوفزدہ ہوں گے اور اپنے اعمال کے بارے میں حساب لیے جانے کی وجہ سے بے چین ہوں گے، ہر دین والا اپنے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، یہ وہ (اعمال نامہ) ہے جسے لکھنے کا ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا، یہ کسی کمی زیادتی کے بغیر تمہارے خلاف تمہارے عملوں کی گواہی دے گا، بیشک ہم نے فرشتوں کو تمہارے عمل لکھنے کا حکم دیا تھا تو گویا کہ تمہارے اعمال ہم ہی لکھ رہے تھے۔ درس: یہ آیت نصیحت کے لیے بہت موثر ہے کہ ہمارے سب اعمال لکھے جا رہے ہیں اور قیامت

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖؕ ذٰلِكَ هُوَ

تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، یہی

الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ۝ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ

کھلی کامیابی ہے ○ اور جو کافر ہوئے (ان سے فرمایا جائے گا) کیا تمہارے سامنے میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں تو تم تکبر کرتے

وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ۝ وَ اِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ

اور تم مجرم لوگ تھے ○ اور جب کہا جاتا کہ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے

مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ۝ وَ بَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ

ہم نہیں جانتے، قیامت کیا چیز ہے؟ ہمیں تو یونہی کچھ گمان سا ہوتا ہے اور ہمیں یقین نہیں ہے ○ اور ان کیلئے ان کے اعمال کی برائیاں

میں یہ کہی ہو اہمارے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا اور سب کیا کرایا کھل کر سامنے آجائے گا۔

آیت 30 ﴾ فرمایا کہ وہ لوگ جو دنیا میں ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرایا اور جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ کام کئے اور جن کاموں سے منع کیا ان سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے صدقے جنت میں داخل فرمائے گا اور قیامت کے دن یہی بڑی کامیابی ہے۔ اہم باتیں: (1) رحمتِ الٰہی کے بغیر کوئی بھی محض اپنی نیکیوں کی وجہ سے جنتی نہیں ہو سکتا۔ (2) ایمان کے ساتھ تقویٰ بھی ضروری ہے اور کوئی شخص نیک اعمال سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ (3) قیامت کے دن جہنم سے نجات مل جانا اور جنت میں داخلہ نصیب ہو جانا ہی حقیقی طور پر بڑی کامیابی ہے۔

آیت 31 ﴾ فرمایا کہ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیا اور اسے یکتا معبود نہ مانا ان سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا ''کیا دنیا میں تمہارے سامنے میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں؟ (ضرور پڑھی جاتی تھیں) لیکن تم انہیں سننے، ان پر ایمان لانے اور ان کی بات قبول کرنے سے تکبر کرتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے، گناہوں میں مشغول رہنے والے، قیامت کی تصدیق نہ کرنے والے، ثواب اور سزا پر ایمان نہ لانے والے لوگ تھے۔ اہم بات: اس آیت میں ان کفار کا ذکر ہے جن تک نبی کی تعلیم پہنچی اور انہوں نے قبول نہ کی لیکن وہ لوگ جو فترت کے زمانہ میں گزر گئے اگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والے تھے تو نجات پائیں گے، اگر مشرک تھے تو پکڑے جائیں گے مگر ان سے یہ سوال نہ ہوگا کیونکہ ان تک آیاتِ الٰہیہ پہنچی ہی نہیں۔

آیت 32 ﴾ فرمایا کہ اس وقت ان کفار سے یہ بھی کہا جائے گا ''جب تم سے کہا جاتا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے کیا ہوا وعدہ سچا ہے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کئے جائیں اور اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور قیامت، جس کے بارے میں انہیں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس دن بندوں کو حساب کے لئے جمع کرے گا، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم اللہ تعالیٰ کے وعدے کا انکار کرتے ہوئے اور اس کی قدرت کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے: ہم نہیں جانتے، قیامت کیا چیز ہے؟ اور کہتے تھے کہ ہمیں تو یونہی قیامت کا کچھ گمان سا ہوتا ہے لیکن ہمیں اس کے آنے کا یقین نہیں آرہا۔ اہم بات: عقائد کے معاملے میں بے یقینی تباہ کن ہوتی ہے۔

آیت 33 ﴾ آخرت میں کفار کے سامنے ان کے دنیا میں کئے ہوئے برے اعمال انتہائی بری شکلوں میں ظاہر ہوں گے اور ان کی

مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ قِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِیْتُمْ

کی برائیاں اور انہیں وہی عذاب گھیر لے گا جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے ○ اور فرمایا جائے گا: آج ہم تمہیں چھوڑ دیں گے جیسے

لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ

تم نے اپنے اس دن کے ملنے کو بھلایا ہوا تھا اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ○ یہ اس لیے ہے کہ تم نے

اٰیٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ

اللہ کی آیتوں کا ٹھٹھا مذاق بنایا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں اور نہ ان سے

یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾

راضی کرنے کا مطالبہ ہوگا ○ تو اللہ ہی کے لئے سب خوبیاں ہیں جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب، سارے جہان کا رب ہے ○

وَ لَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۪ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۷﴾

اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے بڑائی ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے ○

عذاب اتر پڑے گا اور انہیں گھیر لے گا جس کی دنیا میں ہنسی اڑاتے تھے۔

آیت 34 ﴿ فرمایا کہ ان کافروں سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا: آج ہم تمہیں جہنم کے عذاب میں اسی طرح چھوڑ دیں گے جس طرح تم نے دنیا میں ایمان قبول کرنے اور اس دن کی ملاقات کے لئے عمل کرنے کو چھوڑا ہوا تھا، تمہارا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں جو تمہیں اس عذاب سے بچا سکے۔

آیت 35 ﴿ فرمایا کہ تمہیں یہ سزا اس لیے دی گئی ہے کہ تم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا ٹھٹھا مذاق بنایا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں فریب دیا کہ تم اس کے عاشق ہوگئے اور تم نے مرنے کے بعد اٹھنے اور حساب ہونے کا انکار کر دیا تو آج نہ وہ آگ سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی اب ان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ توبہ کر کے اور ایمان و طاعت اختیار کر کے اپنے رب عزوجل کو راضی کریں کیونکہ اس دن ان کا عذر اور توبہ قبول نہیں۔ درس: (1) دین کو کبھی بھی مذاق میں استعمال نہ کریں ورنہ کبھی آدمی حد کفر میں جا پڑتا ہے۔ (2) دنیا کی زندگی بہت پُر فریب ہے لیکن یہ سارا فریب موت کے صرف ایک جھٹکے سے ختم ہو جاتا ہے۔ عقل مند وہ ہے جو صحیح وقت پر یعنی جیتے جی دنیا کی حقیقت کو سمجھ کر آخرت کے لئے عمل شروع کر دے۔

آیت 36 ﴿ فرمایا کہ تم اس اللہ عزوجل کی حمد بیان کرو جو تمہارا رب ہے، آسمانوں اور زمینوں میں موجود تمام چیزوں کا اور سارے جہان کا رب ہے کیونکہ جس کی ربوبیت اتنی عام ہو تو اس کی حمد و ثنا کرنا ہر اس چیز پر لازم ہے جس کا وہ رب ہے۔

آیت 37 ﴿ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کیونکہ آسمانوں اور زمین میں اس کی عظمت، قدرت، سلطنت اور بڑائی کے آثار ظاہر ہیں اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ

حٰمٓ ○ کتاب کا نازل فرمانا اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے ○ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

وَ مَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝

سب حق کے ساتھ ہی اور ایک مقررہ مدت تک (کیلئے) بنایا اور کافر اس چیز سے منہ پھیرے ہوئے ہیں جس سے انہیں ڈرایا گیا ○

**سورۂ احقاف کا تعارف** یہ سورت مکیہ ہے، البتہ بعض مفسرین کے نزدیک اس کی چند آیتیں مدنی ہیں اور وہ آیت نمبر 10، 35 اور آیت نمبر 15 سے 17 تک تین آیتیں ہیں۔ اس سورت میں 4 رکوع اور 35 آیتیں ہیں۔ احقاف یمن کی اس سرزمین کا نام ہے جہاں قومِ عاد آباد تھی، اور اس سورت کی آیت نمبر 21 سے سرزمینِ احقاف میں رہنے والی اس قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ احقاف" رکھا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں توحید، رسالت، وحی، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور اعمال کی جزاء ملنے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔

**آیت 1** یہ حروفِ مقطعات میں سے ایک حرف ہے، اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

**آیت 2** فرمایا کہ قرآن مجید کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہیں بنایا بلکہ یہ قرآن اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو اپنی سلطنت میں عزت اور غلبے والا اور اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** قرآن کریم کی چند خوبیاں معلوم ہوئیں۔ (1) قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ (2) قرآن مجید حق اور سچ ہے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ (3) قرآن کریم تمام کتابوں پر غالب اور حکمت پر مشتمل ہے کیونکہ اس کتاب کو نازل فرمانے والے کی شان یہ ہے کہ وہ عزت اور حکمت والا ہے۔

**آیت 3** ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب حق کے ساتھ ہی بنایا تاکہ وہ ہماری قدرت، وحدانیت، کمال کی باقی صفات اور ہر عیب سے پاک ہونے پر دلالت کریں نیز انہیں ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ ایک مقررہ مدت یعنی قیامت تک کے لئے بنایا ہے جس دن آسمان اور زمین فنا ہو جائیں گے اور جس چیز سے کفار کو ڈرایا گیا ہے وہ اس پر ایمان لانے سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اس چیز سے مراد عذاب ہے یا قیامت کے دن کی وحشت ہے یا اس سے قرآن پاک مراد ہے جو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کا حساب لئے جانے کا خوف دلاتا ہے۔ **اہم بات:** تمام مخلوقات کو پیدا فرمانے کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں اور اس کی قدرت و وحدانیت پر ایمان لائیں۔

كٰفِرِيْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

منکر ہوجائیں گے ○ اور جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کافر اپنے پاس آئے ہوئے حق کے بارے میں کہتے ہیں:

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ

یہ کھلا جادو ہے ○ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) نے خود ہی قرآن بنالیا ہے۔ تم فرماؤ: اگر میں نے اسے خود ہی بنالیا ہوگا تو تم اللہ کے سامنے

مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ

میرے لئے کسی چیز کے مالک نہیں ہو۔ وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم مشغول ہو اور میرے اور تمہارے درمیان وہ کافی گواہ ہے

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ

اور وہی بخشنے والا مہربان ہے ○ تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا

آیت 7 ﴿ فرمایا کہ جب اہلِ مکہ کے سامنے قرآنِ مجید کی روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو کافر لوگ قرآن شریف کے بارے میں کہتے ہیں: یہ ایسا کھلا جادو ہے جس کے جادو ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

آیت 8 ﴿ ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ کا قرآنِ مجید کو جادو کہنا ایک طرف، وہ تو اس سے بھی بدتر بات یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی قرآن بنایا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اے پیارے حبیب! آپ ان سے فرمادیں: اگر بالفرض میں اپنی طرف سے قرآن بنا کر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا تو یہ اللہ تعالیٰ پر افترا ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ افترا کرنے والے کو جلد سزا میں گرفتار کرتا ہے اور تمہیں تو یہ قدرت نہیں کہ تم کسی کو اس کی سزا سے بچا سکو یا اس کے عذاب کو دور کر سکو، تو اللہ تعالیٰ ان باتوں کو خوب جانتا ہے جن میں تم مشغول ہو اور تم جو کچھ قرآن پاک کے بارے میں کہتے ہو وہ بھی اسے معلوم ہے، وہ تمہیں اس کی سزا دے گا اور میرے اور تمہارے درمیان سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کرنے کے لئے گواہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ پھر انہیں توبہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان سب باتوں کے باوجود اگر تم اپنے کفر سے رجوع کر کے توبہ کر لو تو وہ تمہیں بخش دے گا اور تم پر رحم فرمائے گا کیونکہ اس کی شان یہ ہے کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 9 ﴿ ارشاد فرمایا: تم فرماؤ: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔ آیت کے اس حصے کی ایک تفسیر یہ بھی ہے: کفار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراضات کرنا کفارِ مکہ کا معمول تھا، چنانچہ کبھی وہ کہتے کہ کوئی بشر کیسے رسول ہو سکتا ہے؟ رسول تو کسی فرشتے کو ہونا چاہیے، کبھی کہتے کہ آپ تو ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں، ہماری طرح بازاروں میں گھومتے ہیں، کبھی کہتے: آپ کے پاس خزانہ ہونا چاہیے۔ ان سب باتوں کا جواب اس آیتِ مبارکہ میں دیا گیا کہ اے پیارے حبیب! آپ ان سے فرمادیں: میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی رسول آچکے ہیں، وہ بھی انسان ہی تھے اور وہ بھی کھاتے پیتے تھے اور یہ چیزیں جس طرح ان کی نبوت پر اعتراض کا باعث نہ تھیں اسی طرح میری نبوت پر بھی اعتراض کا باعث نہیں ہیں تو تم کیوں نبوت کا انکار کرتے ہو؟ مزید فرمایا: اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟ آیت کے اس حصے کے بارے میں مفسرین نے جو کلام فرمایا اس میں

فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ○ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً

تو اب کہیں گے کہ یہ ایک پرانا گھڑا ہوا جھوٹ ہے○ اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت ہے

وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۞

اور یہ (قرآن) عربی زبان میں ہوتے ہوئے تصدیق کرنے والی ایک کتاب ہے تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوں کیلئے بشارت ہو○

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞

بیشک جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے تو نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے○

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

وہ جنت والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا○ اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے

بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۖ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ

ماں باپ سے بھلائی کرے، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں مشقت سے رکھا اور مشقت سے اس کو جنا اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے

**آیت 12** ﴾ اس سے پہلی آیت میں کفار کا ایک اعتراض ذکر ہوا کہ اگر اس قرآن میں کوئی بھلائی ہوتی تو ہم غریب لوگوں سے پہلے ایمان لے آتے، یہاں اس اعتراض کا رد کیا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ کفار کی یہ بات کس طرح درست ہو سکتی ہے؟ حالانکہ قرآن مجید سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کا نازل ہونا اور اس کتاب کا اللہ تعالیٰ کے دین کی پیروی کرنے والوں کا پیشوا ہونا اور اس پر ایمان لانے والوں اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنے والوں کے لئے رحمت ہونا انہیں خود تسلیم ہے اور یہ قرآن جس کے بارے میں کفارِ مکہ ایسی بیہودہ گفتگو کرتے ہیں، اس کی شان تو یہ ہے کہ یہ عربی زبان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب اور تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی ایک کتاب ہے جو اس لئے نازل ہوئی ہے تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوں کیلئے بشارت کا ذریعہ ہو۔

**آیت 13، 14** ﴾ فرمایا: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شریعت پر آخری دم تک ثابت قدم رہے، تو قیامت میں نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ موت کے وقت غمگین ہوں گے اور یہ جنت والے ہیں اور یہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور انہیں ان کے نیک اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اہم بات: استقامت بہت اعلیٰ چیز ہے۔ ایمان پر استقامت تو سب سے زیادہ ضروری ہے کہ نجات اسی پر موقوف ہے اور نیکیوں پر استقامت بھی خدا کو نہایت محبوب ہے اور ولایت بھی یہی استقامت ہے۔

**آیت 15** ﴾ ارشاد فرمایا: اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے۔ آیت کے اس حصے میں بندوں کو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک اور بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ قرآن کے تاکیدی احکام میں سے ہے۔ مزید فرمایا: اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔ آیت کے اس حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے کیونکہ جب

ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ

تیس مہینے ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے عرض کی: اے میرے رب!

اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا

مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمائی ہے اور میں وہ نیک کام کروں جس سے

تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۱۵ اُولٰٓىٕكَ

تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد میں نیکی رکھ، میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں مسلمانوں میں سے ہوں ○ یہی وہ لوگ

الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ

ہیں جن کے اچھے اعمال ہم قبول فرمائیں گے اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں گے، یہ لوگ جنت والوں میں سے ہوں گے۔

وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۝۱۶ وَ الَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ

یہ سچا وعدہ جو ان سے کیا جاتا تھا ○ اور وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: تمہارے لئے اُف (تم سے دل بیزار ہو گیا ہے) کیا مجھے وعدہ دیتے ہو

اور دودھ چھڑانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس مہینے ہوئی تو حمل کے لئے چھ ماہ باقی رہے۔ مزید فرمایا: یہاں تک کہ جب وہ اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا۔ یعنی جب وہ آدمی اپنی کامل قوت کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے دین اسلام عطا کر کے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمائی ہے اور مجھے وہ کام کرنے کی توفیق دے جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے لیے میری اولاد کو نیک بنا دے، میں نے تمام امور میں تیری طرف رجوع کیا اور میں مخلص مسلمانوں میں سے ہوں۔ اہم بات: یہ دعا اپنی زندگی کا معمول بنا لینی چاہیے کہ شکر کی دعا، شکر کی توفیق، رضائے الٰہی کی طلب، اولاد کا نیک ہونا، توبہ و اسلام پر استقامت سب موجود ہیں۔

**آیت ۱۶** ﴿ فرمایا کہ پچھلی آیت میں بیان کئے گئے وصف کے حامل وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال قبول فرما کر ہم ان پر ثواب دیں گے اور ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں گے، یہ لوگ جنت والوں میں سے ہیں، یہ سچا وعدہ ہے جو دنیا میں ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے کیا جاتا تھا۔ دعا: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقبول بندوں کے اوصاف اپنانے کی توفیق دے اور ہمیں ان بشارتوں سے حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔

**آیت ۱۷** ﴿ نیک اولاد کے مقابلے میں بری، بے ایمان اور کافر اولاد کی حالت یہ ہے کہ اسے اس کے والدین نے ایمان کی دعوت دی تو اس نے اپنے ماں باپ سے کہا: اف، تم سے دل بیزار ہو گیا ہے، کیا تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قبر سے زندہ کر کے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کئی زمانوں کے لوگ گزر چکے ہیں، ان میں سے تو کوئی مر کر زندہ نہ ہوا۔ جبکہ ماں باپ کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں کہ وہ ان کے بیٹے کو ایمان کی توفیق دے اور بیٹے سے کہتے ہیں: اے بیٹے! تیری خرابی ہو، تو مرنے

اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ

کہ میں نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے کئی زمانے گزر چکے ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں، (اے بیٹے

اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ

ایمان لے آ، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ کہتا ہے یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر

حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ

بات ثابت ہو چکی ہے (یہ) جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں میں (شامل) ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں بے

كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِیُوَفِّیَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ

وہ نقصان اٹھانے والے تھے○ اور سب کے لیے ان کے اعمال سے درجات ہیں اور تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے

لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِكُمْ فِیْ حَیَاتِكُمُ الدُّنْیَا

پر ظلم نہیں ہوگا○ اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا) تم اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے

کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان لے آ، بیشک اللہ تعالیٰ نے مردے زندہ کرنے کا جو وعدہ فرمایا وہ سچا ہے. لیکن بیٹا نہیں مانتا اور ان کی بات جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے کہ جسے تم اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہہ رہے ہو اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے۔

آیت 18 ﴿ فرمایا کہ یہ باطل باتیں کہنے والے وہ لوگ ہیں جن پر جہنم میں داخل کئے جانے کی بات ثابت ہو چکی ہے اور اپنے رب کے احکام سے سرکشی کرنے اور رسولوں کو جھٹلانے والے جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں میں شامل ہیں جو ان سے پہلے گزرے۔ بیشک وہ ہدایت کے بدلے گمراہی اور نعمتوں کے بدلے عذاب کو اختیار کر کے نقصان اٹھانے والے تھے۔ اہم باتیں: (1) قیامت کے دن کافر اولاد اپنے مومن ماں باپ کے ساتھ نہ ہوگی بلکہ کفار کے ساتھ ہوگی کیونکہ یہاں فرمایا گیا کہ یہ اولاد پچھلے جن و انس کفار میں شامل ہوگی۔ (2) قیامت میں ایمانی رشتہ معتبر ہوگا اور بغیر ایمان کے خونی رشتے کا فائدہ نہ ہوگا۔ (2) مومن والد اور مومن اولاد کو ایک دوسرے سے فائدہ پہنچے گا۔

آیت 19 ﴿ فرمایا کہ مومن اور کافر میں سے ہر ایک کے لئے قیامت کے دن منازل اور مراتب ہیں اور یہ ان کے دنیا میں کئے گئے اچھے اور برے اعمال کے سبب ہیں۔

آیت 20 ﴿ ارشاد فرمایا کہ جس دن کافر جہنم کی آگ پر پیش کئے جائیں گے تو اس وقت ان سے فرمایا جائے گا: تم لذتوں میں مشغول ہو کر اپنے حصے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے، اس لئے یہاں آخرت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں رہا جسے تم لے سکو، تو تم جو دنیا میں ایمان قبول کرنے سے ناحق تکبر کرتے تھے اور احکامات کو ترک کر کے اور ممنوعات کا ارتکاب

وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ

لیکن میں تمہیں ایک جاہل قوم سمجھتا ہوں ○ پھر جب انہوں نے اسے (یعنی عذاب کو) بادل کی صورت میں پھیلا ہوا اپنی وادیوں کی طرف آتا ہوا دیکھا

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ

تو کہنے لگے: یہ ہمیں بارش دینے والا بادل ہے۔ (ہود نے کہا: نہیں) بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم نے جلدی مچائی تھی، یہ ایک آندھی ہے جس میں دردناک

اَلِیْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ

عذاب ہے ○ یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر دیتی ہے تو صبح کو ان کی ایسی حالت تھی کہ ان کے خالی مکان ہی نظر آ رہے تھے۔

كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۵﴾ وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِیْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِیْهِ

ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں ○ اور بیشک ہم نے ان کو ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں (اے اہلِ مکہ) تمہیں قدرت نہیں دی

اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہوں لیکن تم میرے حساب سے جاہل لوگ ہو کیونکہ تم اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہو جو میرے اختیار میں نہیں اور عذاب سے ڈرنے کے بجائے عذاب جلدی مانگتے ہو۔

آیت 24 ﴿ جب قومِ عاد نے کسی طرح حق کو قبول نہ کیا تو ان سے جس عذاب کا وعدہ کیا گیا تھا وہ آ گیا، اس کی صورت یہ ہوئی کہ کچھ عرصہ بارش نہ ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک سیاہ بادل چلایا جس میں ان پر آنے والا عذاب تھا اور جب انہوں نے عذاب کو بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ لوگ کہنے لگے: یہ ہمیں بارش دینے والا بادل ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے فرمایا: یہ برسنے والا بادل نہیں ہے بلکہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے، اس بادل میں ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

آیت 25 ﴿ فرمایا کہ اس آندھی کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے رب عزوجل کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر دیتی ہے، چنانچہ اس آندھی کے عذاب نے تمام قومِ عاد کو ہلاک کر دیا ان کے اموال آسمان و زمین کے درمیان اڑتے پھرتے تھے اور ان کی چیزیں پارہ پارہ ہو گئیں اور صبح کے وقت ایسی حالت تھی کہ وہاں ان کے خالی مکان ہی نظر آ رہے تھے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا: ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں جیسی ہم نے قومِ عاد کو دی تو کفارِ مکہ کو بھی اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے کفر و عناد پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ ان پر بھی قومِ عاد جیسی آندھی بھیج سکتا ہے۔

آیت 26 ﴿ فرمایا: اے اہلِ مکہ! بیشک ہم نے قومِ عاد کو ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں قدرت نہیں دی، جیسے وہ جسمانی قوت، مال کی کثرت اور طویل عمر میں تم سے زیادہ تھے، لیکن اس قوت کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہ پا سکے مزید یہ کہ ہم نے قومِ عاد کو کان، آنکھیں اور دل عطا کئے تاکہ وہ ان اعضاء کو دین کے کام میں لائیں مگر انہوں نے ان خداداد نعمتوں سے دین کا کام ہی نہیں لیا بلکہ ان کے ذریعے صرف دنیا اور اس کی لذتیں طلب کرنے میں لگے رہے، تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں ان کے کچھ کام نہ آئے اور وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اس لئے انہیں اس

وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَ

اور ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور

لَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

دل ان کے کچھ کام نہ آئے جبکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں اس عذاب نے گھیر لیا جس کا

یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ ع

وہ مذاق اڑاتے تھے ○ اور (اے اہل مکہ!) بیشک ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیوں کو ہلاک کردیا اور بار بار نشانیاں لائے تاکہ

یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا

وہ باز آجائیں ○ تو جن بتوں کو قرب حاصل کرنے کیلئے اللہ کے سوا معبود بنارکھا تھا انہوں نے ان کافروں کی مدد کیوں نہیں کی بلکہ وہ ان سے

عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَاِذْ صَرَفْنَاۤ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ

گم ہوگئے اور یہ ان کا بہتان تھا اور جو وہ گھڑتے رہتے تھے ○ اور (اے حبیب! یاد کرو) جب ہم نے تمہاری طرف جنوں کی ایک جماعت پھیری کہ

عذاب نے گھیر لیا جس کے جلد نازل ہونے کا مطالبہ کرکے وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے، تو اے اہل مکہ! قوم عاد کی قوت و کثرت ان کے کچھ کام نہ آئی اور تم تو ان کے مقابلے میں کمزور اور عاجز ہو اس لئے تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔

آیت 27، 28 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اہل مکہ! تمہارے آس پاس عاد اور ثمود وغیرہ کی اجڑی ہوئی بستیاں موجود ہیں، ان کی ہلاکت کی وجہ یہ تھی کہ جب وہاں کے لوگوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت ایمان کو ٹھکرایا اور ان لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت اور اپنی صداقت پر دلالت کرنے والی نشانیاں بار بار پیش کی گئیں تاکہ وہ اپنے کفر اور معصیت سے باز آجائیں، لیکن وہ باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عذاب سے ہلاک کردیا، تو اب تم بتاؤ کہ کافروں نے جن بتوں کی پوجا کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھا ہوا تھا ان بتوں نے ان کافروں کی مدد کیوں نہیں کی؟ بلکہ اس وقت تو یوں ہوا کہ ان بتوں کا اور بے بس ہونا پوری طرح ظاہر ہوگیا اور عذاب نازل ہوتے وقت وہ ان کے کچھ کام نہ آئے اور یاد رکھو کہ وہ جو بتوں کو اپنا معبود کہتے اور بت پرستی کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ٹھہراتے تھے یہ ان کا بہتان اور افتراء تھا، حقیقت میں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اہم بات: بتوں کو اپنا شفیع، مددگار اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے کا ذریعہ سمجھنا کفر ہے جبکہ نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے مددگار، شفیع ماننا اور انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے کا ذریعہ سمجھنا خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔

آیت 29-32 ﴾ ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! آپ کفار مکہ کے سامنے اس وقت کا واقعہ بیان کیجئے جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیج دیا جس کا حال یہ تھا کہ وہ غور سے قرآن سنتی تھی، پھر جب وہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: خاموش رہو تاکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قراءت اچھی

يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا

جو کان لگا کر قرآن سنتی تھی پھر جب وہ نبی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے: خاموش رہو (اور سنو) پھر جب تلاوت ختم ہوئی

اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝۲۹ قَالُوْا يٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى

اپنی قوم کی طرف ڈراتے ہوئے پلٹ گئے ○ کہنے لگے: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ يٰقَوْمَنَاۤ

وہ پہلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے، حق اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے ○ اے ہماری قوم!

اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے گا

وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ؕ

اور جو اللہ کے بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں ہے اور اللہ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں

اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۲ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

وہ کھلی گمراہی میں ہیں ○ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے

طرح سن لیں، پھر جب تلاوت ختم ہوئی تو وہ جنات رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لا کر آپ کے حکم سے اپنی قوم کی طرف ان کو دعوت دینے گئے اور کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب قرآن شریف سنی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی گئی اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ پہلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے، حق اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کے منادی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات مانو اور ان پر ایمان لاؤ، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تمہارے اسلام قبول کرنے سے پہلے کے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے بلانے والے کی بات نہ مانے گا تو وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا اور اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں ہے جو اسے عذاب سے بچا سکے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے منادی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات نہ مانیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔ اہم باتیں: (1) جنوں کی جو جماعت حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجی گئی اس کی تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ سات جنات پر اور ایک قول یہ ہے کہ وہ نو جنات پر مشتمل تھی۔ (2) علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن سب مکلف ہیں۔ (3) ایمان لانے سے جو گناہ بخشے جائیں گے ان سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو اور جو گناہ حقوق العباد سے متعلق ہو گئے وہ محض ایمان قبول کرنے سے معاف نہیں ہوں گے بلکہ ان کی تلافی ضروری ہے۔

**آیت 33** ارشاد فرمایا: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نمونے

وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِ َ الْمَوْتٰىؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۳۳)

اور ان کے بنانے میں نہ تھکا، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟ کیوں نہیں، بیشک وہ ہر شے پر قادر ہے○

وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِؕ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَاؕ

اور جس دن کافر آگ پر پیش کیے جائیں گے (تو کہا جائے گا) کیا یہ حق نہیں؟ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم،

قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (۳۴) فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

اللہ فرمائے گا: تو اپنے کفر کے بدلے عذاب چکھو○ تو (اے حبیب!) تم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا

زمین کے بغیر ابتداءً آسمان اور زمین جیسی عظیم اور بڑی مخلوق بنا دی اور انہیں بنانے میں وہ تھکا نہیں اور جو اللہ تعالیٰ آسمان و زمین بنا سکتا ہے کیا وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں جو کہ زمین و آسمان بنانے سے ظاہری لوگوں کے اعتبار سے کہیں آسان ہے، کیوں نہیں، وہ ضرور اس پر قادر ہے۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن شے پر قادر ہے اور روح کا جسم کے ساتھ تعلق قائم ہونے و دوبارہ جوڑنے کو یہ بھی ممکن ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

آیت 34 ﴿ ارشاد فرمایا: جس دن کافر جہنم کی آگ پر پیش کیے جائیں گے تو اس وقت ان سے فرمایا جائے گا: جو عذاب تم دیکھ رہے ہو کیا یہ حق نہیں؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم! بیشک یہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: (آج یہ اقرار تمہیں عذاب سے نہیں بچائے گا اس لئے اب) تم اپنے دنیوی کفر کے بدلے عذاب چکھو۔

آیت 35 ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء پر ایسے ہی صبر کریں جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کافروں کے لیے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کریں کیونکہ فی الحال اگرچہ انہیں مہلت مل رہی ہے لیکن قیامت کے دن ان (میں سے کفر کی حالت میں مرنے والوں) پر عذاب ضرور نازل ہونے والا ہے اور جس دن وہ آخرت کے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کی انہیں دنیا میں وعید سنائی جاتی ہے تو اس کی درازی اور دوام کے سامنے وہ خیال کریں گے کہ گویا وہ دنیا میں دن کی صرف ایک گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔ یہ قرآن اور وہ ہدایت اور روشن نشانیاں جو اس قرآن میں ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ ہے۔ یاد رکھو! نافرمان لوگ ہی ہلاک کئے جاتے ہیں جو ایمان اور طاعت سے خارج ہیں۔ اہم باتیں: (1) یوں تو سبھی انبیاء و مرسلین علیہم السلام ہمت والے ہیں اور سبھی نے راہِ حق میں آنے والی تکالیف پر صبر و ہمت کا شاندار مظاہرہ کیا ہے البتہ ان کی مقدس جماعت میں سے پانچ رسول ایسے ہیں جن کا راہِ حق میں صبر اور مجاہدہ دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے زیادہ ہے اس لئے انہیں بطورِ خاص ”اُولوا العزم رسول“ کہا جاتا ہے اور جب بھی ”اُولوا العزم رسول“ کہا جائے تو ان سے یہی پانچوں رسول مراد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ (۵) حضرت نوح علیہ السلام۔ (2) راہِ حق میں تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جتنا ستایا گیا اور جتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں اتنی کسی اور کو نہیں پہنچائی گئیں اور صبر کا جیسا مظاہرہ آپ نے فرمایا ویسا اور کوئی نہ کر سکا۔

وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا

اور ان کافروں کے لیے جلدی نہ کرو۔ جس دن وہ دیکھیں گے اسے جس کی وعید انہیں سنائی جاتی ہے (تو سمجھیں گے کہ) گویا دنیا میں نہ ٹھہرے تھے مگر

اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۞ ع

صرف ایک گھڑی بھر ٹھہرے تھے۔ یہ ایک تبلیغ ہے تو نافرمان لوگ ہی ہلاک کئے جاتے ہیں ○

آیاتہا ۳۸ ۔ ۴۷ سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ ۹۵ ۔ رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۞ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے ○ اور جو ایمان لائے

**سورۂ محمد کا تعارف** ❁ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 38 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی دوسری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اسم گرامی "محمد" ذکر کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ محمد" کہتے ہیں، نیز اس سورت کا ایک نام "قتال" بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں کفار کے ساتھ جہاد کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ خلاصہ مضامین: اس سورت کی ابتداء میں کفار کے اعمال کی بربادی، اہل ایمان کے گناہوں کی معافی، دوران جہاد کفار کے قتل و قید کے احکام، شہیدوں کا ثواب، جہاد کی فضیلت، سابقہ کفار کا انجام، جنت کے اوصاف، دنیوی زندگی کی حقیقت اور بخل کی مذمت کا بیان کیا گیا ہے۔

**آیت 1** ❁ اس آیت سے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، جن میں سے ایک قول یہ ہے: یہ آیت مدینہ منورہ کے ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان پر نازل ہونے والی کتاب کے ساتھ کفر کیا، خود بھی اسلام میں داخل نہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اسلام قبول کرنے سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کا وہ ایمان ضائع کر دیا جو یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے پچھلے انبیاء کرام علیہم السلام اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر رکھتے تھے۔ درس: جس طرح حالت کفر میں کئے گئے نیک اعمال باطل اور بے کار ہیں اور آخرت میں ان کا کوئی اجر نہیں، اسی طرح حالت ایمان میں کئے گئے نیک اعمال بھی کفر کی صورت میں ضائع ہو جاتے ہیں اور ان کے ثواب سے بھی بندہ محروم کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ایمان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔

**آیت 2** ❁ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور اس قرآن پاک پر ایمان لائے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اتارا گیا اور وہی ان کے رب عزوجل کے پاس سے حق ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہ بخش دیئے اور دینی امور میں توفیق دے کر

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ

جنہوں نے اچھے کام کئے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر اتارا گیا اور وہی ان کے رب کے پاس سے حق ہے تو اللہ نے

سَیِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیْنَ

ان کی برائیاں مٹا دیں اور ان کی حالتوں کی اصلاح فرمائی ○ یہ اس لیے کہ کافر باطل کے پیروکار ہوئے اور ایمان والوں نے

اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳ فَاِذَا لَقِیْتُمُ

حق کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے ہے۔ اللہ ان کے حالات لوگوں سے یونہی بیان فرماتا ہے ○ تو جب کافروں سے

دنیا میں ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد فرما کر ان کی حالتوں کی اصلاح فرمائی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی زندگی کے دنوں میں ان کی حفاظت فرمائی۔ اہم باتیں: (1) قرآن مجید پر ایمان لانے کو جداگانہ ذکر کرنے سے اس کی عظمت و شان کا اظہار مقصود ہے ورنہ ایمان کے لئے ان تمام چیزوں کو ماننا ضروری ہے جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، اگر کوئی ان میں سے ایک کا بھی انکار کرے تو کافر ہو جائے گا۔ (۲) ایمان سے زمانۂ کفر کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔ (۳) سیئات گناہوں کو کہتے ہیں جبکہ حقوق العباد کو ضائع کرنا دوسری چیز ہے، اس لئے ایمان لانے سے زمانۂ کفر کے قرض وغیرہ معاف نہیں ہوں گے بلکہ زمانۂ کفر کے زمانہ میں بندوں کے جو حقوق تلف کئے ہوں گے وہ اسے بہر حال ادا کرنے ہوں گے۔

آیت 3 ﴾ فرمایا کہ ہم نے جو کافروں کے اعمال ضائع کر دیئے جبکہ ایمان والے نیک بندوں کی خطاؤں سے درگزر فرمایا اور ان کی حالتوں کی اصلاح فرمائی، اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کر کے حق کے مقابلے میں باطل کو اختیار کیا اور ایمان والوں نے اس حق کی پیروی کی جو ان کے رب عزوجل کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے دونوں گروہوں کے حالات یونہی بیان فرماتا ہے تاکہ وہ ان سے عبرت حاصل کریں۔ اہم بات: یہاں آیت میں باطل سے مراد شیطان یا نفس امارہ یا برے سردار ہیں اور حق سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت ہے۔ امت کا اجماع اور مجتہد علماء کا قیاس چونکہ سنت کے ساتھ لاحق ہے اس لئے یہ بھی حق میں داخل ہے۔

آیت 4 ﴾ فرمایا کہ اے ایمان والو! جب کافروں کے ساتھ تمہاری جنگ ہو تو اس دوران لڑنے والے کافروں کو قتل کرو یہاں تک کہ جب تم انہیں کثرت سے قتل کر لو (جس کی حد یہ ہے کہ کافروں کا زور ٹوٹ جائے اور مسلمانوں پر غالب آنے کا امکان نہ رہے) اور باقی رہ جانے والوں کو قید کرنے کا موقع آ جائے تو اس وقت انہیں مضبوطی سے باندھ دو تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ قید کرنے کے بعد تمہیں اختیار ہے، چاہے ان قیدیوں پر احسان کر کے انہیں کوئی فدیہ لئے بغیر چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے لو۔ یہ قتل اور قید کرنے کا حکم اس وقت تک ہے کہ لڑائی کرنے والے کافر اپنا اسلحہ رکھ دیں اور اس طرح جنگ ختم ہو جائے کہ مشرکین اطاعت قبول کر لیں یا اسلام لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے۔ مزید فرمایا: **اور اللہ چاہتا تو آپ ہی اُن سے بدلہ لے لیتا۔** یہاں جہاد کا حکم دینے کی حکمت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو جنگ کے بغیر ہی کافروں کو زمین میں دھنسا کر یا ان پر پتھر برسا کر یا اور کسی طرح خود ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ

تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم انہیں خوب قتل کردو تو (قیدیوں کو) مضبوطی سے باندھو

مع فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۬ۚ ذٰلِكَ ۛؕ وَ لَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ

پھر اس کے بعد چاہے احسان کرکے چھوڑ دو یا فدیہ لے لو، یہاں تک کہ لڑائی اپنے بوجھ رکھ دے۔ (حکم) یہی ہے اور اگر اللہ چاہتا

لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

تو آپ ہی ان سے بدلہ لے لیتا مگر (تمہیں قتال کا حکم دیا) تاکہ تم میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعے جانچے اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے

فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَیَهْدِیْهِمْ وَ یُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَ یُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ

اللہ ہرگز ان کے عمل ضائع نہیں فرمائے گا۔ عنقریب اللہ انہیں راستہ دکھائے گا اور ان کے حال کی اصلاح فرمادے گا۔ اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا

عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ

اللہ نے انہیں اس کی پہچان کروادی تھی۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں

اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا بلکہ اس نے تمہیں جہاد کا حکم دیا تاکہ کافروں کے ذریعے مومنوں کو جانچے (کہ وہ اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یا نہیں) اور دوسری طرف مومنوں کے ذریعے کافروں کو جانچے (کہ وہ حق کا اقرار کرتے ہیں یا نہیں۔) مزید فرمایا: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے۔ آیت کے اس حصے اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ ہرگز ان کے عمل ضائع نہیں فرمائے گا بلکہ ان کے اعمال کا ثواب پورا پورا دے گا اور ان کے اعمال قبول کرکے ان کے حال کی اصلاح فرمائے گا اور انہیں جنت میں داخل فرمائے گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی پہچان کروادی تھی اس لئے وہ جنت کی منازل میں اس طرح داخل ہوں گے کہ اپنے منازل اور مساکن پہچانتے ہوں گے، اپنی زوجہ اور خدام کو جانتے ہوں گے، ہر چیز کا مقام ان کے علم میں ہوگا گویا کہ وہ ہمیشہ سے یہیں کے رہنے بسنے والے ہیں۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم سے جانتا ہے کہ کون سا مسلمان اس کی راہ میں جہاد کرے گا اور کون سا کافر اسلام قبول کرے گا۔ آیت میں ذکر کردہ جانچ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ فرماتا ہے جیسا امتحان لینے والا کرتا ہے تاکہ فرشتوں اور جن و انس کے سامنے معاملہ ظاہر ہو جائے۔

آیت 7 ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔ اہم باتیں: (1) دین خدا کے مددگاروں کی اللہ تعالیٰ زندگی کے بیسیوں مواقع پر مدد فرماتا ہے اور میدان جنگ میں اور دین اسلام پر انہیں ثابت قدمی عطا فرماتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں چند صورتیں یہ ہیں: (۱) دین کی حفاظت و بقا کے لئے دین کے دشمنوں کے ساتھ زبان، قلم اور تلوار سے جہاد کرنا۔ (۲) نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ (۳) دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں کوشش اور جدوجہد کرنا۔ (۴) وہ دینی مدرسے

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝

اور کافر فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ایسے کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور آگ ان کا ٹھکانا

وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ

اور کتنے ہی ایسے شہر ہیں جو تمہارے اس شہر سے زیادہ قوت والے تھے جس نے تمہیں باہر نکال دیا، ہم نے انہیں ہلاک

فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ

تو ان کیلئے کوئی مددگار نہیں ○ تو جو شخص اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو کیا وہ اس جیسا ہو گا جس کے برے عمل اس کیلئے خوبصورت بنا...

دنیا میں اپنے انجام کو فراموش کئے ہوئے ہیں اور غفلت کے ساتھ اپنے مال و متاع سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ایسے کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں کیونکہ جانوروں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کہاں سے کھانا ہے، اس لئے انہیں جہاں سے جو مل جائے اسے کھا ڈالتے ہیں اور یہی حال کفار کا ہے جو حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر کھاتے رہتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) مومن اور کافر کے کھانے میں بہت فرق ہے، جیسے سچا مسلمان کھانے سے پہلے حلال و حرام کی تمیز کرتا ہے جبکہ کافر جانوروں کی طرح حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر کھاتا رہتا ہے۔ (2) دنیوی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا برا نہیں لیکن حلال و حرام کی تمیز نہ کرنا اور لذتوں میں پڑ کر خدا کو بھول جانا برا ہے۔ درس: فی زمانہ مسلمانوں کی غفلت کا حال بھی کچھ کم نظر نہیں آتا اور اکثریت قبر و حشر کے ہولناک احوال سے بے فکر اور قیامت کی پیشی اور اعمال کے حساب سے غافل ہے۔

آیت 13 ☆ شانِ نزول: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور غارِ ثور کی طرف تشریف لے چلے تو مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تو اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تو مجھے بہت پیارا ہے، اگر مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ اس شہر سے نکلنے پر غم نہ فرمائیں، اس پر غور فرمائیں کہ سابقہ زمانے میں بھی کئی شہروں کے باشندے ان کفارِ مکہ سے زیادہ قوت والے تھے جو آپ کے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا سبب بنے ہیں، ہم نے ان سابقہ قوت والے لوگوں کو ہلاک کر دیا تو ان کیلئے کوئی مددگار نہیں تھا جو انہیں عذاب اور ہلاکت سے بچا سکتا تو اسی طرح ہم آپ کے شہر والے کافروں کے ساتھ کریں گے، لہٰذا آپ اسی طرح صبر فرمائیں جیسے سابقہ شہروں کے رسولوں علیہم السلام نے صبر فرمایا۔

آیت 14 ☆ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے رب عزوجل کی طرف سے روشن دلیل پر ہو یعنی قرآن و رسول کو ماننے والا ہو تو کیا وہ کافر و مشرک جیسا ہو گا جس کے برے عمل اس کیلئے خوبصورت بنا دیئے گئے اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلنے لگا اور اس نے بت پرستی اختیار کی، ہرگز وہ مومن اور یہ کافر ایک سے نہیں ہو سکتے۔ مومن خدا کی بارگاہ میں مقبول جبکہ کافر مردود ہے، نیز مومن کے لئے جنت اور کافر کے لئے جہنم ہے جیسا کہ اگلی آیت میں زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ

اور وہ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے ۝ اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں خراب نہ ہونے والے

غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬

پانی کی نہریں ہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلے اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے لذت ہے

وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ

اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔ کیا (یہ جنتی) اس کے

هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ وَ مِنْهُمْ مَّنْ

برابر ہوسکتا ہے جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گا ۝ اور ان میں سے

یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف کان لگا کر سنتے ہیں یہاں تک کہ جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو علم والوں سے کہتے ہیں:

آیت 15 ❁ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو انتہائی لطیف ہے، اس کی بو اور ذائقے میں فرق نہیں آتا اور اس میں ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ وغیرہ نہیں بدلتا جبکہ دنیا کے دودھ کا حال اس کے برخلاف ہے اور اس جنت میں ایسی شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کیلئے خالص لذت ہے، وہ دنیا کی شرابوں کی طرح خراب ذائقے والی نہیں ہے، نہ اس کے پینے سے عقل زائل ہوتی اور نہ ہی خمار آتا ہے۔ یہ سب آفتیں دنیا کی شراب میں ہیں جبکہ جنت کی شراب ان سب عیوب سے پاک ہے اور اس میں صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں یعنی وہ شہد صاف ہی پیدا کیا گیا، دنیا کے شہد کی طرح نہیں جو مکھی کے پیٹ سے نکلتا ہے اور اس جنت میں پرہیزگاروں کے لئے ہر قسم کے پھل اور ان کے رب عزوجل کی طرف سے مغفرت ہے۔ تو کیا ایسے نعمتوں والا شخص اس کافر کے برابر ہو سکتا ہے جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے اور انہیں کھولتا پانی پلایا جائے گا جو پیٹ میں جاتے ہی ان کی آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا؟ (ہرگز یہ دونوں برابر نہیں ہیں بلکہ ان میں انتہائی فرق ہے۔)

آیت 16 ❁ فرمایا کہ اے حبیب! لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو خطبہ وغیرہ میں حقیقت میں انتہائی بے توجہی کے ساتھ، لیکن ظاہر میں بڑے غور سے آپ کے ارشادات سنتے ہیں تاکہ لوگ انہیں مخلص مسلمان سمجھیں، یہاں تک کہ جب یہ منافق آپ کے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو علمی مقام رکھنے والے صحابۂ کرام سے مذاق اڑانے کے طور پر کہتے ہیں: ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کیا فرمایا؟ کیونکہ ہم آپ کی باتیں سمجھ نہیں سکے۔ منافقوں کا مقصد یہ ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی باتیں ناقابلِ فہم ہیں۔ مزید منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی اور ان کے دلوں کو مردہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اخلاص کے ساتھ ایمان نہ لائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشادات سن کر ان سے نفع نہ اٹھایا، اپنی باطل

مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ۝ وَ

ابھی انہوں نے کیا فرمایا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی اور وہ اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے۔

الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ

اور جنہوں نے ہدایت پائی تو اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمادی اور انہیں ان کی پرہیزگاری عطا فرمائی۔ تو وہ قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں

اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۝

کہ ان پر اچانک آجائے تو بیشک اس کی علامتیں تو آہی چکی ہیں پھر جب قیامت آجائے گی تو ان کا نصیحت ماننا انہیں کہاں مفید ہوگا؟

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ

تو جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اے حبیب! اپنے خاص غلاموں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو

خواہشوں کے تابع ہوگئے اور نفاق کو اختیار کیا۔

آیت 17 ﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ ایمان والے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام غور سے سنا اور اس سے نفع اٹھایا، اللہ تعالیٰ نے ان کی بصیرت، علم اور سینے کی کشادگی میں مزید اضافہ فرمادیا اور انہیں پرہیزگاری عطا فرمائی۔ پرہیزگاری عطا فرمانے سے مراد پرہیزگاری کی توفیق دینا ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ انہیں پرہیزگاری کی جزا دی اور اس کا ثواب عطا فرمایا۔ اہم بات: معلوم ہوا کہ نیکی کا صلہ نیکی کی توفیق اور ہدایت کا صلہ مزید ہدایت ملنا بھی ہوتا ہے، یونہی علم سیکھنے کا صلہ مزید علم کی توفیق ملنا بھی ہے اور علم سیکھنے پر اللہ تعالیٰ مزید علم عطا فرماتا ہے اور دیگر علوم کی بھی راہ دکھاتا ہے۔

آیت 18 ﴾ فرمایا کہ وہ کفار اور منافقین قیامت ہی کا انتظار کررہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے کیونکہ توحید و رسالت کے دلائل بیان ہوچکے، سابقہ امتوں کے احوال ان کے سامنے بیان کر دیئے گئے، قیامت قائم ہونے اور اس کے ہولناک مناظر کی خبریں دے دی گئیں، اس کے باوجود بھی اگر یہ ایمان نہیں لائے تو اب قیامت کے دن ہی ان کا ایمان لانا متوقع ہے، یہ لوگ قیامت سے غافل ہیں حالانکہ اس کی کئی علامتیں تو آہی چکی ہیں جن میں سے ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور دوسری چاند کا دو ٹکڑے ہونا ہے، پھر جب قیامت آجائے گی تو اس وقت ان کا نصیحت ماننا کہاں مفید ہوگا کیونکہ اس وقت تو ایمان قبول ہی نہ کیا جائے گا۔

آیت 19 ﴾ ارشاد فرمایا: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ یعنی جب آپ نے جان لیا کہ قیامت آنے کے وقت نصیحت حاصل کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تو آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں جو علم اور یقین رکھتے ہیں اس پر قائم رہیں۔ مزید فرمایا: اور اے حبیب! اپنے خاص غلاموں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ یہاں آیت میں خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گناہ ہوا ہو

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ

(والو!) اللہ دن کے وقت تمہارے پھرنے اور رات کو تمہارے آرام کرنے کو جانتا ہے۔ اور مسلمان کہتے ہیں: کوئی سورت

سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ

کیوں نہیں اتاری گئی؟ پھر جب کوئی واضح سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو تم ان لوگوں کو دیکھو گے جن کے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾

دلوں میں بیماری ہے کہ تمہاری طرف ایسے دیکھتے ہیں جیسے وہ دیکھتا ہے جس پر موت چھائی ہوئی ہو تو ان کے لئے بہتر تھا۔

طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾

فرمانبرداری کرنا اور اچھی بات کہنا، پھر جب (جہاد کا) حکم قطعی ہوگیا تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا۔

گناہوں سے معصوم ہیں بلکہ یہ کسی دوسرے مقصد کے پیشِ نظر فرمایا گیا۔ مزید فرمایا: اور اللہ جانتا ہے۔ یعنی اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال کو جاننے والا ہے تو تم اس سے ڈرو۔ اہم بات: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں، اس کے باوجود آپ کو گناہوں سے مغفرت طلب کرنے کا فرمایا گیا تاکہ اس معاملے میں امت آپ کی پیروی کرے۔ علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف "ذنب" کی جو نسبت کی گئی اس سے مراد آپ کے اہل بیت کی خطائیں ہیں، نیز اس آیت میں امت کے لئے بھی بشارت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی بھی مغفرت طلب فرمائیں اور آپ کی شان یہ ہے کہ آپ شفاعت فرمانے والے اور مقبول الشفاعت ہیں۔

(صاوی، 5/1958)

آیت 21،20 ﴿ شانِ نزول: ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا بہت ہی شوق تھا اور اسی شوق کی بنا پر وہ کہتے تھے کہ ایسی سورت کیوں نہیں اترتی جس میں جہاد کا حکم ہو، تاکہ ہم جہاد کریں اور یہی بات منافق بھی کہہ دیا کرتے تھے، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور ان دو آیات میں ارشاد فرمایا گیا کہ مسلمان کہتے ہیں: کوئی سورت کیوں نہیں اتاری گئی؟ پھر جب کوئی واضح سورت اتاری جاتی جس کا معنی واضح ہو اور اس کا کوئی حکم منسوخ ہونے والا نہ ہو اور اس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہو تو تم دلوں میں منافقت کا مرض رکھنے والوں کو دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف ایسے دیکھتے ہیں جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کے وقت غشی چھائی ہوئی ہو، حالانکہ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے اور اچھی بات کہتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔ تو جب جہاد کا حکم قطعی ہوگیا اور جہاد فرض کردیا گیا تو منافقوں نے اس سے جان چھڑانے کیلئے کوششیں شروع کردیں حالانکہ اگر یہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد میں سچے رہتے تو یہ ان کیلئے بہتر ہوتا۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓىٕكَ

تو کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔○ وہ

الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ

وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو اللہ نے انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں○ تو کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے

اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى

بلکہ دلوں پر ان کے تالے لگے ہوئے ہیں○ بیشک وہ لوگ جو اپنے پیچھے پلٹ گئے اس کے بعد کہ ان کیلئے ہدایت بالکل واضح ہو چکی تھی

**آیت 22** ✽ جب منافقوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ مشرکین کے خلاف جہاد کریں تو انہوں نے جہاد میں شرکت نہ کرنے کے متعلق یہ عذر پیش کیا کہ ہم مشرکوں کے خلاف جہاد کیسے کریں کیونکہ اس میں انسانوں کو قتل کرنا زمین میں فساد پھیلانا ہے اور دوسرا یہ کہ عرب والے ہمارے رشتہ دار ہیں تو ان سے جنگ کر کے انہیں قتل کرنا رشتے داری کو توڑ دینا ہے۔ ان کے رد میں فرمایا: اے منافقو! تم سے یہ بعید نہیں کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم اپنی مرضی کے خلاف کام کرنے والے کو قتل کر کے زمین میں فساد پھیلاؤ اور رشتے داری توڑ دو۔ کیا دورِ جاہلیت میں تم آپس میں لڑائی نہیں کرتے تھے؟ اور کیا اس دوران ایک دوسرے کو قتل نہیں کرتے تھے؟ تو تمہارا جہاد میں شریک نہ ہونے کے لئے یہ عذر پیش کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ اہم باتیں: (1) منافقین اسلامی جہاد کو زمین میں فساد اور خرابیوں کا سبب سمجھتے تھے جبکہ اسلامی جہاد فساد کے خاتمے اور دینِ خدا کی سربلندی کے لئے ہوتا ہے۔ (2) اسلام میں رشتے داری کی بہت اہمیت ہے لیکن جہاں عدل و انصاف یا دین کا معاملہ ہو وہاں رشتے داری کا لحاظ نہ کرنے اور اس کے مقابلے میں دین کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسلام ہی کا ہے۔

**آیت 23** ✽ فرمایا کہ یہ فساد پھیلانے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وعظ و نصیحت سننے سے بہرا کر دیا اور حق کی راہ دیکھنے سے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں اس لئے اب وہ حق راستے کی طرف ہدایت حاصل نہیں کر سکتے۔

**آیت 24** ✽ فرمایا کہ جن کے دلوں میں نفاق کے قفل لگے ہیں وہ نہ تو قرآنِ کریم میں غور و فکر کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ ہدایت حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے حق کی بات ان میں پہنچ ہی نہیں پاتی۔ اہم بات: تدبرِ قرآن یہ ہے کہ قرآنِ پاک میں گہرے غور و خوض کو کہتے ہیں جو تعصبات اور جانبداری سے پاک اور عقل و نقل کے حقیقی تقاضوں کے مطابق ہو۔

**آیت 25** ✽ فرمایا کہ جو لوگ ہدایت کا راستہ واضح ہو جانے کے بعد ایمان سے کفر کی طرف پلٹ گئے انہیں شیطان نے دھوکہ دیا اور ان کی نظر میں برائیوں کو ایسا مزین کیا کہ وہ انہیں اچھا سمجھنے لگے اور انہیں دنیا میں مدتوں رہنے کی امید دلائی تو ان پر شیطان کا فریب چل گیا۔ اہم بات: اس آیت میں اہلِ کتاب کے ان کفار کا حال بیان کیا گیا ہے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانا اور آپ کی نعت و صفت اپنی کتاب میں دیکھی، پھر جاننے پہچاننے کے باوجود کفر اختیار کیا۔ یا ان لوگوں سے مراد منافق ہیں جو ایمان لا کر کفر کی طرف پھر گئے۔

الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ

شیطان نے انہیں فریب دیا اور انہیں (لمبی لمبی) امیدیں دلائیں○ یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ کو ناپسند کرنے والوں سے کہا:

سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

کچھ کاموں میں ہم تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ ان کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے○ تو ان کا کیسا حال ہوگا جب فرشتے ان کے منہ

يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ

اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں مارتے ہوئے ان کی روح قبض کریں گے○ یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ کو ناراض کرنے والی بات کی پیروی کی

وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

اور انہوں نے اللہ کی خوشنودی کو پسند نہ کیا تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے○ کیا جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ اس گھمنڈ میں ہیں

آیت 26 ﴾ فرمایا کہ ایمان سے کفر کی طرف پھر جانا اس لیے ہے کہ منافقوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن اور دین کے احکام کو ناپسند کرنے والے یہودیوں سے پوشیدہ طور پر یہ کہا: بعض کاموں جیسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت، ان کے دشمنوں کی مدد کرنے اور لوگوں کو جہاد سے روکنے میں ہم تمہاری اطاعت کریں گے۔ انہوں نے یہ بات اگرچہ خفیہ طور پر کہی لیکن اللہ تعالیٰ ان کی چھپی ہوئی ان سب باتوں کو جانتا ہے۔

آیت 28،27 ﴾ یہاں بتایا گیا کہ منافق لوگ اپنی زندگی میں سازشیں کر رہے ہیں تو اس وقت ان کا کیسا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لئے ان کے پاس آئیں گے اور وہ ان کے منہ اور ان کی پیٹھوں پر لوہے کے گرزوں سے ضربیں مارتے ہوئے ان کی روح قبض کریں گے۔ ان کی اس ہولناک طریقے سے روح قبض کرنا اس لیے ہے کہ انہوں نے اس بات کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہے اور اس چیز کو ناپسند کیا جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام نیک اعمال ضائع کر دیئے۔ اہم باتیں: (1) یہاں اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات سے مراد لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانے سے روکنا اور کافروں کی مدد کرنا ہے یا وہ بات تورات میں بیان کی گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات و احوال چھپانا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی والے کاموں سے مراد ایمان و طاعت، مسلمانوں کی مدد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں حاضر ہونا ہے۔

آیت 29 ﴾ فرمایا وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے کیا وہ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے دلوں میں موجود نفرت و عداوت کو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہیں فرمائے گا تو ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں رسوا فرمائے گا اور ان کا پردہ فاش فرما دے گا۔

اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ

کہ اللہ ان کے چھپے ہوئے کینوں کو ظاہر نہ فرمائے گا؟ اور اگر ہم چاہتے تو تمہیں وہ منافقین دکھا دیتے تو تم انہیں ان کی صورت سے پہچان

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ

اور ضرور تم انہیں گفتگو کے انداز میں پہچان لوگے اور اللہ تمہارے اعمال جانتا ہے ۝ اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے یہاں تک کہ

الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِیْنَۙ وَنَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا

تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو دیکھ لیں اور تمہاری خبریں آزمائیں ۝ بیشک جنہوں نے کفر کیا اور

عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰىۙ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ

راہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان کیلئے ہدایت بالکل ظاہر ہو چکی تھی وہ ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں

شَیْـًٔاؕ وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

پہنچا سکیں گے اور بہت جلد اللہ ان کے اعمال برباد کر دے گا ۝ اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم

**آیت 30** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! اگر ہم چاہتے تو آپ کو دلائل اور علامات کے ذریعے ان منافقوں کی پہچان کروا دیتے یہاں تک کہ آپ انہیں ان کی صورت سے ہی پہچان لیتے اور ضرور آپ انہیں گفتگو کے انداز سے پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال جانتا ہے اور ہر ایک کو اس کے لائق جزا دے گا۔ اہم بات: یہ آیت نازل ہونے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی منافق پوشیدہ نہ رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو ان کی صورتوں اور انداز کلام سے پہچان لیتے تھے۔

**آیت 31** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! ہم تمہیں جہاد کا حکم دے کر ضرور آزمائش میں ڈالیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور اس پر صبر کرنے والوں کو ظاہر فرمادیں اور تمہاری خبروں کو آزمائیں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ طاعت و اخلاص کے دعوے میں تم میں سے کون سچا ہے۔

**آیت 32** ﴾ اس آیت میں منافقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے (ظاہری طور پر اسلام کا دعویٰ کرنے کے باوجود پوشیدہ طور پر) کفر کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جہاد کرنے کا حکم دیا اور اس کے علاوہ جو احکام دیئے اس میں ان کی مخالفت کی حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت بالکل ظاہر ہو چکی تھی، وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے بلکہ وہ لوگ ایسا کر کے اپنی ہی جانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور بہت جلد اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری نیک اعمال برباد کر دے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ کئے گئے تھے۔

**آیت 33** ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہو، اطاعت کرتے ہوئے اس ایمان اور اطاعت پر قائم رہو اور ریاکاری یا منافقت کر کے اپنے اعمال باطل نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ

وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۝۳۷ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ

اور وہ بخل تمہارے دلوں کے کھوٹ کو ظاہر کردے گا○ ہاں ہاں یہ تم ہو جو بلائے جاتے ہو تاکہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں

مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ

کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج ہو اور اگر

تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝۳۸ ع

تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے○

نہ ابھارے کیونکہ دنیاوی زندگی تو کھیل کود کی طرح ہے لہٰذا اس میں مشغول ہونا تمہیں کبھی نفع مند نہیں ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: اے لوگو! اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے ایمان اور پرہیزگاری کا ثواب عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے لئے تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا کیونکہ وہ غنی اور بے نیاز ہے، البتہ تمہیں راہِ خدا میں کچھ مال خرچ کرنے کا حکم دے گا تاکہ تمہیں اس کا ثواب ملے۔ اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے مال طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تو تم میں سے اکثر لوگ خرچ کرنے کی بجائے بخل کرنے لگیں گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے کھوٹ کو ظاہر کردے گا۔

آیت 38 ارشاد فرمایا کہ ہاں ہاں، تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہاں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے جہاں خرچ کرنا تم پر ضروری ہے تو تم میں کوئی صدقہ دینے اور فرض ادا کرنے میں بخل کرتا ہے اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان سے بخل کرتا ہے کیونکہ وہ خرچ کرنے کے ثواب سے محروم ہو جائے گا اور بخل کرنے کا نقصان اٹھائے گا، اللہ تعالیٰ تمہارے صدقات اور طاعات سے بالکل بے نیاز ہے۔ مزید فرمایا: اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہارے سوا اور لوگ بدل دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آیت کے اس حصے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب ہے (اگر ایسا ہے) تو (یہ تبدیلی واقع نہیں ہوئی بلکہ) اس سے مقصود محض ڈرانا ہے کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم (کو یہ مقام حاصل ہے کہ ان) کے بعد کوئی شخص تو ان کے رتبے تک نہیں پہنچ سکتا اور شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا وقوع بھی ہو یا یہاں خطاب منافقوں سے ہے (اگر ایسا ہے) تو یہ تبدیلی بالفعل ہوئی ہے (اور ان کی جگہ دوسرے لوگ آئے ہیں جو ان جیسے نہ تھے بلکہ مخلص اور اطاعت گزار مومن تھے۔) (صاوی، 5، 1964) اہم بات: بعض مقامات پر مال خرچ کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا ہے جیسے حج اور زکوٰۃ اور یہ اس وجہ سے ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے مال کی حاجت ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس میں بندوں کا ہی دینی اور دنیوی فائدہ ہے۔ درس: (1) اگر ہمارے معاشرے کے مالدار مسلمان اپنی زکوٰۃ ہی صحیح طور پر اپنے ملک کے غریبوں کو دے دیں تو اس ملک میں کوئی غریب نہ رہے۔ (2) بخل کرنے میں دینی اور دنیوی نقصانات ہیں جبکہ سخاوت میں دونوں طرح کے فائدے ہیں۔

يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا

اپنا انعام تم پر تمام کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے ○ اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ ان کے یقین پر یقین میں اضافہ ہو

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر اللہ ہی کی ملک ہیں اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○ تاکہ وہ ایمان والے مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور تاکہ اللہ ان کی برائیاں

وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

مٹادے، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے ○ اور تاکہ وہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں

دیا تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے صدقے آپ کے اپنوں کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور آپ کی بدولت امت کی مغفرت فرمائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی دُنیوی اور دینی نعمتیں آپ پر تمام کردے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست مدد فرمائے اور دشمنوں پر کامل غلبہ عطا فرمائے۔

**آیت 4** ﴿ اس آیت میں تائیدِ الٰہی کی صورت بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ہی صلح اور امن کے ذریعے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ ان کے یقین میں مزید اضافہ ہو جائے اور عقیدہ راسخ ہونے کے باوجود نفس کو اطمینان حاصل ہو اور یہ کہ آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر جیسے فرشتے اور ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور وہ اس پر قادر ہے کہ جس سے چاہے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدد فرمائے لیکن اس نے کسی اور کو مدد کرنے پر مقرر نہیں فرمایا بلکہ اے ایمان والو! تمہارے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدد کرنا اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرنا تمہارے ہاتھوں سے ہو اللہ خود فرماتا یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کے تمام لشکروں کا علم رکھنے والا اور ان کا انتظام فرمانے میں حکمت والا ہے۔

**آیت 5، 6** ﴿ مسلمانوں کی مزید تسلی اور بشارت کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا اور ایمان والوں کے دلوں کو تسکین دی، اس کی ایک **حکمت** یہ ہے اللہ تعالیٰ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ دوسری **حکمت** یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے ان کے گناہ مٹادے جو ان سے سرزد ہوئے تاکہ وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو کر جنت میں داخل ہوں، اور یہ جنت میں داخل کیا جانا اور برائیوں کا مٹادیا جانا اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔ تیسری **حکمت** یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کے منافق مردوں اور

# وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

اور مشرک عورتوں کو (عذاب دے) جو اللہ پر برا گمان کرتے ہیں بری گردش انہیں پر ہے اور اللہ نے ان پر غضب فرمایا

وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۞ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اور ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار فرمائی اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ۞ اور آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۞ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۞

اور اللہ عزت والا، حکمت والا ہے ۞ بیشک ہم نے تمہیں گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ۞

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۞

تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو ۞

عورتوں کو اور مکہ مکرمہ کے مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو ان کے باطنی اور ظاہری کفر کی وجہ سے عذاب دے جو اللہ تعالیٰ پر برا گمان کرتے ہیں کہ وہ اپنے رسول، دو عالَم کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد نہ فرمائے گا۔ ان کے برے گمان کا وبال عذاب اور ہلاکت کی صورت میں انہیں پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا اور ان پر لعنت کی اور آخرت میں ان کے لیے جہنم تیار فرمائی اور جہنم کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

{آیت 7} شانِ نزول: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جب صلحِ حدیبیہ ہوئی تو عبد اللہ بن اُبی نے کہا: کیا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ گمان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے اہلِ مکہ سے صلح کرلی یا مکہ کو فتح کرلیا تو ان کا کوئی دشمن باقی نہیں رہے گا (اگر یہی بات ہے) تو فارس اور روم کہاں جائیں گے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی کہ آسمانوں اور زمین کے تمام لشکروں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ ان میں سے جس لشکر کے ذریعے چاہے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والوں کے دشمن کی ہر سازش کو دور فرما دے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ غالب ہے تو اس کے عذاب کو کوئی دور نہیں کر سکتا اور وہ اپنی تدبیر میں حکمت والا ہے۔

{آیت 8} ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! بیشک ہم نے آپ کو خدا کی وحدانیت کا، دوسروں تک پیغامِ حق پہنچانے والا اور اپنی امت کے احوال کا مشاہدہ فرمانے والا بنا کر بھیجا تاکہ آپ قیامت کے دن ان کی گواہی دیں اور دنیا میں ایمان والوں اور اطاعت گزاروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں، نافرمانوں کو جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سناتا کہ جو تمہاری تعظیم کرے اسے فضلِ عظیم کی بشارت دو اور جو معاذ اللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذابِ الیم کا ڈر سناؤ، اور جب وہ شاہد و گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار، تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال، اقوال، اعمال، احوال ان کے سامنے ہوں۔ (فتاوی رضویہ، 15 / 168)

{آیت 9} اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجنے کے 3 مقاصد بیان فرمائے ہیں،

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَ

بیشک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے تو جس نے عہد

فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ع

تو وہ اپنی جان کے خلاف ہی عہد توڑتا ہے اور جس نے اللہ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا تو بہت جلد اللہ اسے عظیم ثواب دے گا۔

سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا

پیچھے رہ جانے والے دیہاتی اب تم سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے مشغول رکھا تو آپ ہمارے لئے مغفرت مانگیں۔

پہلا مقصد یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائیں، دوسرا مقصد یہ ہے کہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کریں، تیسرا مقصد یہ ہے کہ لوگ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں۔ مفسرین فرماتے ہیں: صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے سے مراد ان اوقات میں ہر نقص وعیب سے اس کی پاکی بیان کرنا ہے یا صبح کی تسبیح سے مراد نمازِ فجر اور شام کی تسبیح سے باقی چاروں نمازیں مراد ہیں۔ اہم باتیں: (1) دین وایمان مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعظیم کا نام ہے، جو ان کی تعظیم کا انکار کرے یا توہین کا کوئی قول وفعل کرے وہ اسلام سے خارج ہے۔ (۲) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعظیم اور توقیر مطلوب ہے کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کو مقدم فرمایا ہے۔ (۳) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہر وہ تعظیم جو خلافِ شرع نہ ہو، کی جائے گی کیونکہ یہاں تعظیم وتوقیر کے لئے کسی قسم کی کوئی قید بیان نہیں کی گئی، جیسے صحابہ، تابعین اور امام مالک رضی اللہ عنھم کے واقعات سے واضح ہے۔

آیت 10 ﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام علیھم الرضوان کی عظمت وشان کے متعلق فرمایا: اے حبیب! بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں کیونکہ رسول سے بیعت کرنا اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرنا ہے جیسے رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور جن ہاتھوں سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بیعت کا شرف حاصل کیا ان پر اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت ہے تو جس نے عہد توڑا اور بیعت کو پورا نہ کیا وہ اپنی جان کے خلاف ہی عہد توڑتا ہے کیونکہ اس عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جس نے اپنے عہد کو پورا کیا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اسے عظیم ثواب دے گا۔ اہم باتیں: (1) آیت میں بیعت سے مراد "بیعتِ رضوان" ہے جو اسی سورت کی آیت نمبر 18 میں مذکور ہے۔ (2) بیعتِ رضوان والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بڑی ہی شان والے ہیں۔ (3) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑی شان والے ہیں کہ یہ بیعت انہیں کی وجہ سے ہوئی۔ (4) بزرگوں کے ہاتھ پر بیعت کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی سنت ہے، خواہ بیعتِ اسلام ہو یا بیعتِ تقویٰ، یا بیعتِ توبہ، یا بیعتِ اعمال وغیرہ۔ (5) بیعت کے وقت مصافحہ بھی سنت سے ثابت ہے، البتہ عورتوں کو کلام کے ذریعے بیعت کیا جائے کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بیعت کے لیے کسی غیر محرم عورت کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا۔

آیت 12،11 ﴾ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حدیبیہ کے سال عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ فرمایا تو مدینہ منورہ

يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْــًٔا

اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ تم فرماؤ: اگر اللہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا وہ تمہاری

اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اللہ کے مقابلے میں کون تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے؟ بلکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ۝

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا

بلکہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسول اور مسلمان ہرگز کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہ آئیں گے

وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۝

اور یہ بات تمہارے دلوں میں بڑی خوبصورت بنادی گئی تھی اور تم نے (یہ) بہت برا گمان کیا تھا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے ۝

{آیت ۱۱ ، ۱۲} مدینہ منورہ کے اِرد گرد رہنے والے اور دیہاتی جن کا تعلق غفار، مزینہ، جہینہ، اشجع اور اسلم قبیلے سے تھا، کفارِ قریش کے خوف سے آپ کے ساتھ نہ گئے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور قربانی کے جانور بھی ساتھ تھے جس سے صاف ظاہر تھا کہ جنگ کا ارادہ نہیں ہے، پھر بھی بہت سے لوگ کام کا بہانہ بنا کر وہیں رہ گئے اور حقیقت میں ان کا گمان یہ تھا کہ قریش بہت طاقتور ہیں، اس لئے مسلمان بچ کر نہ آئیں گے۔ ان دو آیات میں ان دیہاتیوں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ کی مدد سے معاملہ ان دیہاتیوں کے خیال کے بالکل خلاف ہوا ہے (اور جب اس کی خبر پہنچے گی تو) انہیں آپ کے ساتھ نہ جانے پر افسوس ہوگا اور جب آپ واپس جائیں گے تو وہ معذرت کرتے ہوئے آپ سے کہیں گے: ہمیں ہمارے مال اور ہمارے گھر والوں نے مشغول رکھا کیونکہ عورتیں اور بچے اکیلے تھے اور کوئی ان کی خبر گیری کرنے والا نہ تھا، اس لئے ہم آپ کے ساتھ جانے سے قاصر رہے، اب آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کر دیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس قصور کو معاف کر دے۔ اے حبیب! یہ لوگ عذر پیش کرنے اور مغفرت طلب کرنے میں جھوٹے ہیں کیونکہ وہ اپنی زبانوں سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ (اور جب یہ لوگ آپ کے سامنے عذر پیش کریں تو) ان سے فرما دیں: اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا وہ تمہاری بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تمہارے مال و اولاد پر آفت آنے والی ہوتی تو تمہارا یہاں رہ کر وہ آفت دور نہ کر دیتے اور اگر نہ آنے والی ہوتی تو تمہارے جانے سے وہ ہلاک نہ ہو جاتے، پھر تم کیوں ایسی فضیلت والی بیعتِ رضوان سے محروم رہے۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے بلکہ اے منافقو! اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان ہرگز کبھی اپنے گھر والوں کی طرف واپس نہ آئیں گے بلکہ کفار ان سب کا وہیں خاتمہ کر دیں گے اور شیطان کی طرف سے یہ بات تمہارے دلوں میں بڑی خوبصورت بنادی گئی تھی اور تم نے اس پر یقین کر لیا اور یہ گمان کر لیا کہ کفر غالب آئے گا، اسلام مغلوب ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا نہ ہو گا

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ

تو اب کہیں گے: بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ وہ منافق بہت تھوڑی بات سمجھتے ہیں ۝ پیچھے رہ جانے والے

مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ

دیہاتیوں سے فرماؤ: عنقریب تمہیں ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلایا جائے گا تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے

فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ

پھر اگر تم فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے تم اس سے پہلے پھر گئے تھے تو وہ تمہیں

عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ

دردناک عذاب دے گا ۝ اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی مضائقہ اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے

ہے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو اور یہ گوارا نہیں کرتے کہ ہم تمہارے ساتھ غنیمت کا مال پائیں۔ حالانکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ منع حسد کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ منافق دین کی بہت تھوڑی بات سمجھتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ محض دنیا کی بات سمجھتے ہیں، حتّٰی کہ ان کا زبانی اقرار بھی دنیا ہی کی غرض سے تھا اور آخرت کے امور کو بالکل نہیں سمجھتے۔ اہم بات: صلح حدیبیہ 6 ہجری میں ہوئی اور فتح خیبر 7 ہجری میں، خیبر نہایت آسانی سے فتح ہو گیا اور وہاں مسلمانوں کو بہت غنیمتیں ملیں۔

آیت 16 ❁ فرمایا: اے حبیب! ان دیہاتیوں سے فرما دیجئے: عنقریب تمہیں ایک سخت لڑائی کرنے والی قوم کی طرف بلایا جائے گا تاکہ تم ان سے جنگ کرو یا وہ لوگ مسلمان ہو جائیں، پھر اگر تم بلانے والے کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا میں غنیمت اور آخرت میں جنت کی صورت میں اچھا اجر دے گا اور اگر فرمانبرداری کرنے سے پھر و گے جیسے تم اس سے پہلے حدیبیہ کے موقع پر پھر گئے تھے تو وہ تمہیں آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔ اہم باتیں: (1) سخت لڑائی والی قوم سے یمامہ کے رہائشی بنو حنیفہ مراد ہیں جو مسیلمہ کذاب کی قوم کے لوگ ہیں اور ان سے جنگ کرنے کے لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دعوت دی۔ یا ان سے مراد فارس اور روم کے لوگ ہیں جن سے جنگ کرنے کیلئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دعوت دی۔ (2) یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت صحیح ہونے کی دلیل ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ (اس آیت کے نزول کے بعد تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کسی جہاد کے لئے ان دیہاتیوں کو دعوت نہیں دی گئی، آپ کے وصالِ ظاہری کے بعد) حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں مرتدوں اور کافروں کے خلاف جہاد ہوئے اور ان جہادوں میں شرکت کی دعوت دی گئی (اس سے معلوم ہوا کہ جنگجو قوم کے خلاف لڑائی کی دعوت دینے والا برحق امام ہے)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کی اطاعت پر جنت کا وعدہ اور ان کی مخالفت پر جہنم کی وعید سنائی گئی۔

آیت 17 ❁ شانِ نزول: جب اوپر کی آیت نازل ہوئی تو جو لوگ اپاہج اور معذور تھے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا کیا حال ہو گا؟ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا: جہاد سے رہ جانے کی صورت میں اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اللہ اسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو پھرے

يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۟ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

اللہ اسے دردناک عذاب دے گا۔ بیشک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے

فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۟ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً

تو اللہ کو وہ معلوم تھا جو ان کے دلوں میں تھا تو اس نے ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور بہت سی غنیمتیں

يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۟ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا

جنہیں وہ لیں گے اور اللہ عزت والا، حکمت والا ہے۔ اور اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جو تم حاصل کرو گے

لنگڑے پر کوئی مضائقہ اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے کیونکہ یہ عذر ظاہر ہے اور ان کے لئے جہاد میں حاضر نہ ہونا جائز ہے۔ مزید فرمایا کہ جو شخص جہاد اور اس کے علاوہ دیگر احکام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو اطاعت سے اعراض کرے گا اور کفر و نفاق پر ہی قائم رہے گا تو (اس اعراض کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔

**آیت 18** فرمایا: اے حبیب! بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ حدیبیہ کے مقام پر درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے اور جس چیز پر بیعت کر رہے تھے اس سے متعلق ان کے دلوں میں موجود صدق، اخلاص اور وفا سب اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اس سے خیبر کی فتح مراد ہے جو کہ حدیبیہ سے واپس آنے کے چھ ماہ بعد حاصل ہوئی۔ اہم باتیں: (1) حدیبیہ کے مقام پر جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت کی انہیں چونکہ رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی، اس لئے اس بیعت کو "بیعتِ رضوان" کہتے ہیں۔ (2) اس بیعت کا ظاہری سبب کفارِ قریش کا حضرت عثمان غنی کو اپنے پاس روک لینا بنا۔ اس بیعت کے دوران حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بایاں دست مبارک دائیں دستِ اقدس میں لے کر فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نورِ نبوت سے معلوم تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے جبھی تو ان کی بیعت لی۔ (3) بیعتِ رضوان میں شرکت کرنے والے سارے ہی مخلص مومن ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی تخصیص کے بغیر مومن فرمایا۔ (4) ان تمام حضرات سے اللہ تعالیٰ خاص طور پر راضی ہو چکا ہے۔

**آیت 19** فرمایا کہ حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دنیوی انعام کے طور پر "خیبر کی فتح" عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ مالِ غنیمت کے طور پر خیبر والوں کے بہت سے اموال بھی عطا فرمائے گا جنہیں وہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ عزت والا ہے اور وہ قدرت میں سب سے بے نیاز ہے اور کامل حکمت والا ہے، اسی لئے اس نے اپنے دشمنوں کو تمہارے ہاتھوں سے ہلاک کروایا تاکہ تمہیں ثواب ملے۔

**آیت 20** فرمایا کہ اے حدیبیہ میں شرکت کرنے والو! اللہ تعالیٰ نے تم سے خیبر کے علاوہ بھی بہت سے اموالِ غنیمت کا وعدہ کیا ہے

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ

اور وہی ہے جس نے وادی مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے حالانکہ اللہ نے تمہیں

عَلَیْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۝ هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

قابو دے دیا تھا اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے ۝ وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد

الْحَرَامِ وَ الْهَدْیَ مَعْكُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ

حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو (روکا) اس حال میں کہ وہ اپنی قربانی کی جگہ پہنچنے سے رکے ہوئے تھے اور اگر (مکہ میں) کچھ مسلمان مرد اور

نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَــٴُـوْهُمْ فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ

مسلمان عورتیں نہ ہوتے جن کی تمہیں خبر نہیں (اور یہ بات نہ ہوتی) کہ تم انہیں روند ڈالو گے پھر تمہیں ان کی طرف سے لاعلمی میں کوئی مکروہ

حالات سے ظاہر ہے اور تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے اس دستور میں تبدیلی نہ پاؤ گے، یعنی یہ کبھی نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کفار کے مقابلہ پر ایمان والوں کی مدد یا اولیاء نہ فرمائے۔ اگر کبھی مسلمان شکست کھا جائیں تو یا وہ ایسے ایمان والے نہ ہوں گے جیسا اعلیٰ درجہ کا ایمان مطلوب ہے یا شکست میں ان کی اپنی غلطی ہوگی یا اس میں خاص حکمت ہوگی۔

آیت 24 ﴿ شان نزول: اہل مکہ میں سے 80 ہتھیار بند جوان جبل تنعیم سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادے سے اترے، مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاف فرما دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: اللہ وہی ہے جس نے وادی مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم سے (لڑائی کرنے سے) روک دیئے اور تمہارے ہاتھ ان کافروں (کو قتل کرنے) سے روک دیئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کافروں پر قابو دے دیا تھا اور تم بہ آسانی سے قتل کر سکتے تھے، اگر تم انہیں قتل کر دیتے تو دونوں طرف سے لڑائی چھڑ جاتی اور اس لڑائی میں اگرچہ مسلمان ہی غالب آتے مگر اس موقع پر یہ مسلمانوں کے حق زیادہ مفید نہ ہوتی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جنگ کا سبب پیدا ہی نہ ہونے دیا) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ معاملہ فتح مکہ کے دن ہوا اور اسی سے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ مکہ مکرمہ صلح سے نہیں بلکہ قوت سے فتح ہوا تھا اور بعض مفسرین کے نزدیک صلح حدیبیہ کے موقع پر ایسا ہوا۔

آیت 25 ﴿ فرمایا کہ کفار مکہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں حدیبیہ کے مقام پر مسجد حرام تک پہنچنے اور عمرہ ادا کرنے سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو حرم میں موجود اس مقام پر پہنچنے سے روکا جہاں انہیں ذبح کیا جانا تھا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں مکہ مکرمہ میں موجود ہیں جنہیں تم پہچانتے نہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے حملے میں تم بے خبری میں انہیں روند ڈالو، پھر تمہیں اس پر افسوس ہو کہ تم نے اپنے ہاتھوں اپنے مسلمان بھائیوں کو شہید کر دیا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم تمہیں کفار مکہ سے جہاد کی اجازت دے دیتے لیکن مسلمان مردوں، عورتوں کی مکہ میں موجودگی کی وجہ سے ابھی تک مکہ کے کافروں کی بھی بچت ہے اور ان کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔ اگر مسلمان کافروں سے ممتاز ہو جاتے

عِلْمٍ ۚ لِیُدْخِلَ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

پہنچ جاتی (تو ہم تمہیں غارت سے بچانے کی اجازت دے دیتے ان کا بچاؤ) اس لئے ہے تاکہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اگر

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ

مسلمان وہاں سے الگ ہوجاتے تو ہم ضرور ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے ○ (اے حبیب! یاد کریں) جب کافروں نے اپنے دلوں میں

الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ

زمانہ جاہلیت کی ہٹ دھرمی جیسی ضد رکھی تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا

وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۲۶﴾

اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمادیا اور مسلمان اس کلمہ کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے ○

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۙ

بیشک اللہ نے اپنے رسول کا سچا خواب سچ کردیا۔ اگر اللہ چاہے تو تم ضرور مسجد حرام میں امن و امان سے داخل ہوگے،

اس وقت ہم ضرور اہلِ مکہ میں سے کافروں کو تمہارے ہاتھ سے قتل کرا کے اور تمہاری قید میں لا کر دردناک عذاب دیتے۔ اہم بات: معلوم ہوا کہ نیک بندوں کے طفیل بدکاروں سے عذاب ٹل جاتا ہے اور یہ معاملہ صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ مسلمان گناہگاروں کے حق میں قبر و آخرت میں بھی نیکوں کے قرب کی برکتیں ہوتی ہیں۔

آیت 26 ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! وہ وقت یاد کریں جب کافروں نے اپنے دلوں میں زمانۂ جاہلیت کی ہٹ دھرمی جیسی ضد رکھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مکے میں داخل ہونے اور کعبہ معظمہ کے طواف سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا جس کی برکت سے انہوں نے آئندہ سال آنے پر صلح کی، اور پرہیزگاری کا کلمہ ایمان والوں پر لازم فرمایا اور کافروں کے مقابلے میں مسلمان اس کلمہ کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صحبت سے مشرف فرمایا اور اللہ تعالیٰ سب کا حال جانتا ہے۔ اہم باتیں: (1) پرہیزگاری کے کلمے سے مراد "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" ہے اور اسے "تقویٰ" کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا کہ یہ تقویٰ و پرہیزگاری حاصل ہونے کا سبب ہے۔ (2) حدیبیہ میں شریک تمام حضرات مخلص مومن تھے، کیونکہ آیت میں مذکور سکینہ سب پر اترا۔ (3) پرہیزگاری کا کلمہ یعنی ایمان اور اخلاص ان سے جدا ہو ہی نہیں سکتا، اس میں ان سب کے حسنِ خاتمہ کی یقینی خبر ہے۔

آیت 27 ﴿ شانِ نزول: رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حدیبیہ سے پہلے مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ معظمہ میں امن سے داخل ہوئے اور اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے سر کے بال منڈائے اور بعض نے کتروائے، یہ خواب آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے بیان فرمایا تو انہیں خوشی ہوئی اور انہوں نے خیال کیا کہ اسی سال وہ مکہ

مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ

کچھ اپنے سروں کے بال منڈاتے ہوئے اور کچھ بال ترشواتے ہوئے، تمہیں کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ تو اللہ وہ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں

مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ

تو اس نے مکے میں داخلے سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح رکھی ہے۞ وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کردے اور اللہ کافی گواہ ہے۞ محمد اللہ کے رسول ہیں

وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ

اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت، آپس میں نرم دل ہیں۔ تو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا

مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔ جب مسلمان حدیبیہ سے صلح کے بعد واپس ہوئے اور اس سال مکہ مکرمہ میں ان کا داخلہ نہ ہوا تو منافقوں نے طعنے دیئے اور کہا: اس خواب کا کیا ہوا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس خواب کے مضمون کی تصدیق فرمائی گئی، چنانچہ اگلے سال ایسا ہی ہوا اور مسلمان اگلے سال شان و شوکت سے مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سچا خواب سچ کردیا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم ضرور مسجد حرام میں امن سے داخل ہوگے، کچھ اپنے سروں کے تمام بال منڈاتے ہوئے اور کچھ تھوڑے سے بال ترشواتے ہوئے، تمہیں کسی دشمن کا ڈر نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ وہ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں یعنی یہ کہ تمہارا داخل ہونا اگلے سال ہے اور تم اسی سال سمجھے تھے تو اس نے مکے میں داخلے سے پہلے ایک نزدیک آنے والی فتح یعنی "خیبر کی فتح" رکھی ہے کہ جس فتح کا وعدہ کیا گیا اس کے حاصل ہونے تک مسلمان راحت پائیں۔ یہ بات: حج وغیرہ میں بال منڈانا کتروانے سے افضل ہے کیونکہ یہاں پہلے بال منڈانے کا ذکر فرمایا ہے۔

آیت 28 ﴾ ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کردے خواہ وہ مشرکین کے دین ہوں یا اہلِ کتاب کے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب فرما دیا۔ دلیل و حجت کے اعتبار سے بھی اسلام باقی تمام دینوں پر غالب ہے اور ظاہری قوت و شوکت کے اعتبار سے بھی زمانۂ رسالت سے آج تک کئی صدیوں تک اسلام غالب رہا، اور آخر زمانے میں بھی اسلام ہی تمام دینوں پر غالب ہوگا۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت پر گواہ کافی ہے۔

آیت 29 ﴾ ارشاد فرمایا: محمد اللہ کے رسول ہیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، یہ آپ کا سب سے بڑا وصف ہے۔ اس کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف بیان فرمائے کہ صحبت و معیت نبوی کا عظیم شرف پانے والے افراد کی خوبی یہ ہیں کہ اللہ کی خاطر وہ کافروں پر سخت اور شدید ہیں کیونکہ کفر سے نفرت خدا ہی کی وجہ سے ہے۔ صحابۂ کرام کی دوسری صفت یہ کہ آپس میں نرم دل ہیں کیونکہ ان کی محبتیں بھی اللہ ہی کی خاطر ہیں اور ایمان سبب محبت و شفقت اور باعث قرب و رحمت ہے۔

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ

کا فضل و رضا چاہتے ہیں، ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔ یہ ان کی صفت

مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ

تورات میں (مذکور) ہے اور ان کی صفت انجیل میں (مذکور) ہے۔ (ان کی صفت ایسے ہے) جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی

فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ

پھر اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو اچھی لگتی ہے (اللہ نے مسلمانوں کی یہ شان اس لئے

بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً

بڑھائی) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں سے بخشش

وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

اور بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے ○

تیسری صفت یہ ہے کہ تو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا۔ یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کثرت سے اور پابندی کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں اسی لئے کبھی تم انہیں رکوع کرتے اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے دیکھو گے چنانچہ خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے ذوقِ عبادت پر ان کی سیرتیں گواہ ہیں۔ مزید فرمایا: ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔ یعنی ان کی عبادت کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے اثر سے ظاہر ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ علامت وہ نور ہے جو قیامت کے دن اُن کے چہروں سے تاباں ہوگا اور اس سے پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بہت سجدے کئے ہیں۔ مزید فرمایا: یہ ان کی صفت تورات میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ تورات اور انجیل میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بیان کردہ یہ اوصاف مذکور ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہاں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جو اوصاف بیان ہوئے یہ تورات میں مذکور ہیں اور انجیل میں مذکور ہے کہ ان کی مثال ایسے ہے جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اسے طاقت دی، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور ان چیزوں کی وجہ سے وہ کسانوں کو اچھی لگتی ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ اسلام کی ابتداء اور اس کی ترقی کی مثال بیان فرمائی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے مخلص اصحاب رضی اللہ عنہم سے تقویت دی۔ ایک قول یہ ہے کہ کھیتی سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس کی شاخوں سے مراد صحابۂ کرام اور (ان کے علاوہ) دیگر مومنین ہیں۔ مزید فرمایا: تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کھیتی سے تشبیہ اس لئے دی گئی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ مزید آیت کے آخر میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت دی گئی ہے۔ اہم باتیں: (1) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جلنا کافروں کا طریقہ ہے۔ (2) تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ ہے۔ درس: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت میں

آیاتہا ۱۸ ۔۔۔ ٤٩ سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٦ ۔۔۔ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سننے والا

مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے نفرت نہ کرے اور اس سے سختی سے پیش نہ آئے بلکہ شفقت و نرمی سے پیش آئے اور اس کے ساتھ مہربانی بھرا سلوک کرے۔

**سورۂ حجرات کا تعارف:** یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 18 آیتیں ہیں۔ حجرات کا معنی "حجرے، کمرے" ہیں، اور اس سورت کی آیت نمبر 4 میں حجرات کا لفظ ہے اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۃُ الحجرات" ہے۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ کے خصوصی آداب، معاشرتی آداب اور مسلمانوں کی اخلاقی تربیت کا بیان ہے، مزید یہ حکم دیا گیا کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دی جائے۔ اپنے ایمان کا احسان جتانے والوں کی سرزنش کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ کسی کا اسلام قبول کرنا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر کوئی احسان نہیں ہے۔

**آیت 1** شانِ نزول: (1) چند لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پہلے قربانی کرلی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔ (2) بعض لوگ رمضان سے ایک دن پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اجازت کے بغیر کسی قول اور فعل میں اصلاً ان سے آگے نہ بڑھنا تم پر لازم ہے کیونکہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ادب و احترام کے خلاف ہے۔ تم اپنے تمام اقوال و افعال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو یہ ڈرنا تمہیں آگے بڑھنے سے روکے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اقوال کو سنتا اور تمام افعال کو جانتا ہے اور جس کی ایسی شان ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت کا شانِ نزول کچھ بھی ہو مگر یہ حکم سب کو عام ہے یعنی کسی بات میں، کسی کام میں حضور علیہ السلام سے آگے ہونا منع ہے۔ (2) سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان اتنی بلند ہے کہ ان کی بارگاہ کے آداب اللہ تعالیٰ نے سکھائے ہیں۔ (3) اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم دونوں سے آگے نہ بڑھنے کا فرمایا گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ سے آگے ہونا ممکن ہی نہیں ہے اور آیت کا مقصد یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے آگے نہ بڑھو، ان کی بے ادبی اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔ (4) علماء کرام چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اس لئے ان کا بھی ادب کرنا چاہیے یعنی اہلِ حق اور باعمل ہیں کیونکہ یہی علماء درحقیقت انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں جبکہ بدمذہب علماء اور بدعمل عالم اس ادب کے مستحق نہیں ہیں۔

عَلِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ

جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو اور ان کے حضور زیادہ بلند آواز سے کوئی بات نہ کہو

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

جیسے ایک دوسرے کے سامنے بلند آواز سے بات کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو ۝

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ

بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے

**آیت 2** ﴿ **شانِ نزول:** (1) ایک مرتبہ کسی معاملے میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی آوازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بلند ہو گئیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (2) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں منافقین اپنی آوازیں بلند کیا کرتے تھے تاکہ کمزور مسلمان اس معاملے میں ان کی پیروی کریں، اس پر مسلمانوں کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آواز بلند کرنے سے منع کر دیا گیا تاکہ منافق اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں۔ چنانچہ اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو عظیم آداب سکھائے ہیں، پہلا ادب یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے کلام فرمائیں اور تم ان کی بارگاہ میں کچھ عرض کرو تو تم پر لازم ہے کہ تمہاری آواز ان کی آواز سے بلند نہ ہو بلکہ جو عرض کرنا ہے وہ آہستہ اور پست آواز سے کرو۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھو اور جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو اس طرح نہ پکارو بلکہ تمہیں جو عرض کرنا ہو وہ ادب، تعظیم اور عظمت والے القاب کے ساتھ عرض کرو جیسے یوں کہو: یا رسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یا نبیَّ اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کیونکہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے اور اس کی تمہیں خبر بھی نہ ہو گی۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق اور بھی روایات ہیں، ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے مختلف اسباب پیدا ہوئے ہوں اور بعد میں ایک ہی مرتبہ یہ آیت نازل ہوئی ہو، نیز یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہو جس پر انہیں تنبیہ کی گئی ہو۔ (2) بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ادب و احترام اس آیت میں بیان ہوا یہ آپ کی وفاتِ ظاہری سے لے کر قیامت تک باقی ہے۔ (3) علماءِ کرام کی مجالس میں بھی آواز بلند کرنا ناپسندیدہ ہے کیونکہ یہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔

**آیت 3** ﴿ **شانِ نزول:** جب اوپر والی آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور کچھ دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت احتیاط لازم کر لی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے۔ ان حضرات کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے عمل کو سراہتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا: بیشک جو لوگ ادب و تعظیم کے طور پر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا (اور ان میں موجود پرہیزگاری کو ظاہر فرما دیا) ہے، ان کے لیے آخرت میں بخشش اور بڑا

اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۞ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ

کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔ اور جان لو کہ

فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ

تمہارے درمیان اللہ کے رسول تشریف فرما ہیں، اگر بہت سے معاملات میں وہ تمہاری بات مانیں تو تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے تمہیں

اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

ایمان محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی لوگ

الرّٰشِدُوْنَ ۞ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

رشد و ہدایت والے ہیں۔ اللہ کا فضل اور احسان ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔ اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ

رہتے۔ (2) کسی کام میں جلدی نہ کی جائے ورنہ بعد میں پچھتانا پڑ سکتا ہے۔ درس: مذکورہ بالا آیت میں بیان کئے گئے اصول کو اگر ہم آج کل کے دور میں پیش نظر رکھیں تو ہمارے معاشرے کی بہت سی برائیاں ختم ہو جائیں کیونکہ ہمارے ہاں لڑائی جھگڑے کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ جب کسی کو کوئی اطلاع دی جاتی ہے تو وہ اس کی تصدیق کئے بغیر ہی فوراً غصہ میں آ جاتا ہے اور وہ کام کر بیٹھتا ہے جس کے بعد ساری زندگی پریشان رہتا ہے۔

آیت 8،7 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے رسول تشریف فرما ہیں، اگر تم میں سے کوئی ان سے جھوٹ بولے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں خبردار کر دے گا اور وہ (اس کے حکم سے) تمہارا حال ظاہر کر کے تمہیں رسوا کر دیں گے لہٰذا تم ان سے کوئی باطل بات نہ کہو اور اگر تمہارے بتائے ہوئے بہت سے معاملات میں وہ تمہاری بات ہی مانیں تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم ضرور مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم کرتے ہوئے انہیں اس سے بچا لیا اور تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے جس کی برکت سے تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم عدولی نہیں کرتے اور کفر، حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ہے جس کے باعث تم نافرمانی سے متنفر ہو، ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے حق راستے پر قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے احوال کا علم رکھنے والا اور ان پر انعام فرمانے میں حکمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) گناہ نہ کرنا بھی کمال ہے لیکن گناہ سے دل میں نفرت پیدا ہو جانا بڑا کمال ہے کیونکہ یہ نفرت گناہوں سے مستقل طور پر بچا لیتی ہے۔ (2) تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کفر و فسق اور گناہ سے دلی بیزار ہیں، ان کے دلوں میں ایمان، تقویٰ اور رشد و ہدایت ایسی رچ گئی ہے جیسے گلاب کے پھول میں رنگ و بو۔

آیت 9 ﴾ شانِ نزول: ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے، اس دوران انصار کی مجلس کے پاس سے گزر ہوا تو وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے، اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو عبد اللہ بن اُبی نے ناک بند کر لی۔ یہ دیکھ کر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو

اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ

آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان میں صلح کرا دو پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والے سے

حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ

یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں صلح کرا دو اور عدل

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۞ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ

بیشک اللہ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ صرف مسلمان بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دو

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۞ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ

اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔ اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں، ہوسکتا ہے

رکھتا ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو تشریف لے گئے لیکن ان دونوں میں بات بڑھ گئی اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ پڑیں صورت حال معلوم ہونے پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کرا دی، اس معاملے کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: اے ایمان والو! اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم سمجھا کر ان میں صلح کرا دو، پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی کرے اور صلح کرنے سے انکار کر دے تو مظلوم کی حمایت میں زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ دونوں گروہوں میں صلح کرا دو اور دونوں میں سے کسی پر زیادتی نہ کرو اور ہر چیز میں عدل کرو، بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے تو وہ انہیں عدل کی اچھی جزا دے گا۔ اہم باتیں: (1) جنگ و جدال گناہ ہے، مگر یہاں دونوں فریقوں کو مومن فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کفر نہیں ہے۔ (2) مسلمانوں میں صلح کرانا حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت اور اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

آیت 10 ﴿ ارشاد فرمایا: مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہی ہیں کیونکہ یہ آپس میں دینی تعلق اور اسلامی محبت کے ساتھ مربوط ہیں اور یہ رشتہ تمام دُنیوی رشتوں سے مضبوط تر ہے، لہٰذا جب کبھی دو بھائیوں میں جھگڑا واقع ہو تو ان میں صلح کرا دو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور پرہیزگاری اختیار کرنا ایمان والوں کی باہمی محبت اور اُلفت کا سبب ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔

آیت 11 ﴿ فرمایا: اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں پر نہ ہنسیں۔ یہ آیت اسلام کے خوب صورت معاشرتی احکام پر مشتمل ہے۔ فرمایا گیا کہ مرد مردوں کا مذاق اڑاتے ہوئے ان پر نہ ہنسیں یعنی کوئی فرد یا گروہ دوسروں کا مذاق نہ اڑائے جیسے مال دار غریبوں کا، بلند نسب والے دوسرے نسب والوں کا، تندرست کسی اپاہج معذور کا مذاق نہ اڑائے کہ یہ کمی بیشی غیر اختیاری اور ظاہری ہے جبکہ ہو سکتا ہے

يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا

(ہو سکتا ہے کہ وہ ان) ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں پر ہنسیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں کسی کو

اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ

طعنہ نہ دو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

تو وہی ظالم ہیں۝ اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا

اور (پوشیدہ باتوں کی) جستجو نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے

کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ ہنسی اڑانے والوں سے اللہ کی بارگاہ میں صدق اور اخلاص میں بہتر ہوں۔ یہی حکم عورتوں کو دیا گیا کہ عورتیں دوسری عورتوں پر نہ ہنسیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دوسری عورتیں زیادہ بہتر ہوں۔ آیت مبارکہ میں عورتوں کا جداگانہ ذکر اس لئے کیا گیا کہ عورتوں میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانے اور اپنے آپ کو بڑا جاننے کی عادت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ مزید فرمایا: اور آپس میں کسی کو طعنہ نہ دو یعنی قول یا اشارے کے ذریعے ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ کیونکہ اگر ایک مومن نے دوسرے مومن پر عیب لگایا تو گویا اپنے ہی آپ کو عیب لگایا۔ مزید فرمایا: اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ برے نام رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے کسی گناہ سے توبہ کر لی ہو تو اسے توبہ کے بعد اس برائی سے عار دلائی جائے یا برے نام رکھنے سے مراد کسی مسلمان کو کتا، گدھا یا سور کہنا ہے یا اس سے وہ القاب مراد ہیں جن سے مسلمان کی برائی نکلتی ہو اور اس کو ناگوار ہو اور جو القاب گویا کہ نام بن گئے اور القاب والے کو ناگوار نہیں وہ القاب بھی منع نہیں، جیسے اعمش اور اعرج وغیرہ۔ مزید فرمایا: مسلمان ہونے کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی برا نام ہے تو اے مسلمانو! کسی مسلمان کی ہنسی بنا کر یا اس کو عیب لگا کر یا اس کا نام بگاڑ کر اپنے آپ کو فاسق نہ کہلاؤ اور جو لوگ ان تمام افعال سے توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اہانت اور تحقیر کیلئے زبان یا اشارات یا کسی اور طریقے سے مسلمان کا مذاق اڑانا حرام و گناہ ہے۔ (2) عظمت کا مدار محض نسب پر نہیں تقویٰ و پرہیزگاری پر ہے۔ **درس:** (1) ایسا مذاق جو کسی شخص کو خوش کر دے جسے خوش طبعی اور خوش مزاجی کہتے ہیں جائز ہے بلکہ کبھی کبھی خوش طبعی کرنا سنت بھی ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ جھوٹ نہ بولا جائے، بے حیائی کی بات نہ ہو، شرمناک حرکتیں نہ کی جائیں اور کسی کو تکلیف نہ دی جائے۔ (2) مسلمان بھائی کو نسبی طعنہ دینا حرام اور مشرکوں کا طریقہ ہے، آج کل یہ بیماری مسلمانوں میں عام ہے۔ نسبی طعنہ کی بیماری عورتوں میں زیادہ ہے، انہیں اس آیت سے سبق لینا چاہیے۔

**آیت 12** یہاں ایمان والوں کو چار احکام دیئے گئے ہیں: (1) بہت زیادہ گمان کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بعض گمان محض گناہ ہیں۔ (2) مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کے پوشیدہ حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ستاری سے چھپایا ہے۔ (3) ایک

فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

تو یہ تمہیں ناپسند ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے ۝ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد

مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے

دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، یقیناً یہ تمہیں ناپسند ہوگا، تو جیسے مسلمان بھائی کی غیبت بھی تمہیں گوارا نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کو پیٹھ پیچھے برا کہنا اس کے مرنے کے بعد اس کا گوشت کھانے کی مثل ہے کہ جس طرح کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح اس کی بدگوئی کرنے سے اسے قلبی تکلیف ہوتی ہے اور درحقیقت عزت گوشت سے زیادہ پیاری ہے۔ (4) غیبت کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور اس سے سچی توبہ کرو، بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔ اہم باتیں: (1) گمان کی کئی اقسام ہیں، ان میں سے چار یہ ہیں: (۱) واجب، جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا۔ (۲) مستحب، جیسے صالح مومن کے ساتھ نیک گمان رکھنا اور کئی صورتوں میں واجب۔ (۳) ممنوع حرام، جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان کرنا اور یونہی مومن کے ساتھ برا گمان کرنا۔ (۴) جائز، جیسے فاسق معلن کے ساتھ ایسا گمان کرنا جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں۔ (2) مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوت شرعی نہ ہو۔ (3) غیبت کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے۔ (4) جس کی غیبت کی اگر اس کو اس کی خبر ہوگئی تو اس سے معافی مانگنی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے سامنے یہ کہے کہ میں نے تمہاری اس اس طرح غیبت یا برائی کی تم معاف کردو، اس سے معاف کرائے اور توبہ کرے تب اس سے بری الذمہ ہوگا اور اگر اس کو خبر نہ ہوئی ہو تو توبہ اور ندامت کافی ہے۔ درس: (1) مسلمانوں کے عیب تلاش کرنا منافق کا شعار ہے اور عیب تلاش کرنے کا انجام ذلت و رسوائی ہے، لہٰذا عیب تلاش کرنے والوں کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ اس وجہ سے کہیں اللہ تعالیٰ ان کے پوشیدہ عیوب ظاہر نہ فرمادے۔ (3) کسی کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے اندر موجود عیبوں کو تلاش کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ (4) ہر مسلمان کو غیبت سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے، فی زمانہ اس حرام سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ آج کل مسلمانوں میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے اور وہ اس سے بچنے کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے اور ان کی بہت کم مجلسیں ایسی ہوتی ہیں جو چغلی اور غیبت سے محفوظ ہوں۔

آیت 13 ﴾ فرمایا: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد حضرت آدم علیہ السلام اور ایک عورت حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے پیدا کیا اور جب نسب کے اس انتہائی درجہ پر جا کر تم سب کے سب مل جاتے ہو تو نسب میں ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی کا اظہار کرنے کی کوئی وجہ نہیں، سب برابر ہو اور ایک جدِّ اعلیٰ کی اولاد ہو۔ اور ہم نے تمہیں مختلف قومیں، قبیلے اور خاندان بنایا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کی پہچان رکھو اور ایک شخص دوسرے کا نسب جانے اور اس طرح کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب

اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا

بڑا ہو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے، تم فرماؤ: تم ایمان تو نہیں لائے

وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَ

ہاں یوں کہو کہ ہم فرمانبردار ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی

رَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ

فرمانبرداری کروگے تو تمہارے اعمال سے کچھ کمی نہیں کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ایمان والے تو وہی ہیں جو

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا

ذکر نہ یہ کہ اپنے نسب پر فخر کرنے لگ جائے اور دوسروں کی تحقیر کرنا شروع کردے۔ مزید فرمایا: **بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔** اہم بات: نسب ان امور میں سب سے بڑا امر ہے جن کی وجہ سے تکبر کیا جاتا ہے کیونکہ مال، حسن اور بزرگی کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ان چیزوں کے ختم ہونے پر ختم ہو جاتا ہے جبکہ نسب کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ختم نہیں ہوتا، اسی لئے یہاں بطورِ خاص اسے ذکر کیا گیا۔ درس: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت و فضیلت کا مدار پرہیزگاری ہے، لہٰذا نسب پر فخر کرنے سے بچا جائے اور پرہیزگاری اختیار کی جائے۔

آیت 14 ﴿ شانِ نزول: بنو اسد بن خزیمہ کے کچھ لوگ خشک سالی کے زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کا اظہار کیا، ان لوگوں نے مدینہ کے راستوں میں گندگی پھیلائی اور ان کی وجہ سے وہاں غلے کے دام بڑھ گئے اور وہ صبح و شام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے اور کہتے: ہمیں کچھ دیجئے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے، اے حبیب! آپ ان سے فرمادیں تم سچے دل سے ایمان تو نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم ظاہری طور پر فرمانبردار ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم ظاہری و باطنی طور پر، سچائی اور اخلاص کے ساتھ نفاق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے نیک اعمال کے ثواب سے کچھ کمی نہیں کرے گا بلکہ تمہیں اپنی شان کے لائق جزا دے گا، بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں کو چھپا کر انہیں بخشنے والا اور انہیں توبہ کی ہدایت دے کر ان پر مہربانی فرمانے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) محض زبانی اقرار جس کے ساتھ قلبی تصدیق نہ ہو سے آدمی مومن نہیں ہوتا۔ (2) اطاعت و فرمانبرداری اسلام کے لغوی معنی ہیں اور شرعی معنی میں اسلام اور ایمان میں کوئی فرق نہیں۔

آیت 15 ﴿ ایمان کا دعویٰ کرنے والے دیہاتیوں سے فرمایا گیا: اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِیْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَ لَدَیْنَا مَزِیْدٌ ﴿۳۵﴾ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا

اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، ان سے دور نہ ہو گی۔ (کہا جائے گا:) یہ ہے وہ (جنت) جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر رجوع کرنے والے، حفاظت کرنے والے کے لیے۔ جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا اور رجوع کرنے والے دل کے ساتھ آیا۔ (ان سے فرمایا جائے گا) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کے لیے جنت میں وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔ اور ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک فرما دیا، وہ گرفت میں ان سے زیادہ سخت تھیں تو انہوں نے شہروں

**آیت 31-32** ﴿ جب جنت قریب لائی جائے گی تو متقی لوگوں سے کہا جائے گا: یہ وہ جنت ہے جس کا رسولوں کے ذریعے دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، یہ وعدہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو رجوع کرنے والا اور حفاظت کرنے والا ہے۔ (1) "رجوع کرنے والے" سے مراد وہ شخص ہے جو معصیت و نافرمانی کو چھوڑ کر اطاعت اختیار کرے، یا "اوّاب" وہ ہے جو گناہ کرے پھر توبہ کرے پھر اس سے گناہ صادر ہو پھر توبہ کرے، یا اس سے مراد وہ شخص ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان سے مغفرت طلب کرے۔ (2) "حفاظت کرنے والے" سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کا لحاظ رکھے، یا وہ شخص جو اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے اور ان سے استغفار کرے، یا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی امانتوں اور اس کے حقوق کی حفاظت کرے۔

**آیت 33، 34** ﴿ جو شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور ایسے دل کے ساتھ آتا ہے جو مخلص، مند، اطاعت گزار اور صحیح العقیدہ ہو، ایسے لوگوں سے بروزِ قیامت فرمایا جائے گا: بے خوف، امن اور اطمینان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تمہیں عذاب ہو گا اور نہ تمہاری نعمتیں زائل ہوں گی، یہ جنت میں ہمیشہ رہنے کا دن ہے اور اب نہ فنا ہے نہ موت۔

**اہم بات:** جنتیوں کا بہت عزت کے ساتھ جنت میں داخلہ ہو گا۔

**آیت 35** ﴿ فرمایا کہ اہلِ جنت کے لئے جنت میں وہ تمام چیزیں ہوں گی جو وہ چاہیں گے اور جو وہ طلب کریں گے ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔ یہاں زیادہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی تجلی ہے جس سے وہ ہر جمعہ کو دارِ کرامت میں نوازے جائیں گے۔

**آیت 36** ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! کفارِ مکہ سے پہلے اپنے رسولوں کو جھٹلانے والی کتنی قوموں کو ہم نے ہلاک فرما دیا، وہ کفارِ مکہ سے زیادہ طاقتور اور زبردست تھے اور انہوں نے ہمارے عذاب سے بچنے کے لئے بہت سے شہروں میں پناہ تلاش کی لیکن کوئی جگہ نہ پائی جہاں ہمارے عذاب سے انہیں پناہ مل سکے تو کفارِ مکہ کو چاہئے کہ سابقہ امتوں کے طرزِ عمل پر چلنے سے بچیں ورنہ ان کا انجام بھی ان جیسا ہو سکتا ہے۔

وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِيْٓ

اور ان کے مالوں میں مانگنے والے اور محروم کا حق تھا۔ اور زمین میں یقین والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہاری

اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ

ذاتوں میں، تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو آسمان اور زمین کے

وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ؒ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ

رب کی قسم! بیشک یہ حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔ اے حبیب! کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز

آیت 19: یہاں پرہیزگاروں کے بارے میں بتایا گیا کہ ان کے مالوں میں مانگنے والے اور محروم کا حق تھا۔ مانگنے والے سے مراد وہ ہے جو اپنی حاجت کے لئے لوگوں سے سوال کرے اور محروم سے مراد وہ ہے جو حاجت مند ہو اور حیاء کی وجہ سے سوال بھی نہ کرے۔

آیت 20: فرمایا کہ زمین میں پہاڑ، دریا، درخت، پھل اور نباتات وغیرہ ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت و حکمت پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں۔

آیت 21: فرمایا کہ تمہاری پیدائش کے مراحل میں، تمہارے اعضاء کی بناوٹ اور ترتیب میں، تمہارے جسم کے اندرونی نظام میں، پیدائش سے بعد مرحلہ وار تمہارے حالات کے بدلنے میں، تمہاری شکلوں، صورتوں اور زبانوں کے اختلاف میں، تمہاری ذہنی، جسمانی صلاحیتوں کے مختلف ہونے میں اور تمہارے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ایسے بے شمار عجائبات موجود ہیں جن پر غور کر کے تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں جان سکتے ہو اور جب وہ ان عجیب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے تو اے کافرو! تمہیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

آیت 22: ارشاد فرمایا کہ آسمان میں تمہارا رزق ہے کہ اسی طرف سے بارش نازل کر کے زمین کو پیداوار کے قابل کیا جاتا ہے اور آخرت کا وہ ثواب و عذاب بھی آسمان میں لکھا ہوا ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا ہے۔

آیت 23: اس آیت کی تین تفسیریں ہیں: (1) آسمان اور زمین کے رب کی قسم! بیشک یہ قرآن حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے فرشتے نے اسے اسی زبان میں بیان کیا ہے جو تم بولتے ہو۔ (2) اے لوگو! آسمان اور زمین کے رب کی قسم! یہ تم سے جو بات کہی گئی کہ تمہارا رزق آسمان میں ہے یہ ویسے ہی حق ہے جیسے تمہارے نزدیک وہ بات حق ہے جو تم (آپس میں) کرتے ہو۔ (3) آسمان اور زمین کے رب کی قسم! بیشک تم سے جو ثواب اور عذاب کا وعدہ کیا جا رہا ہے یہ ویسے ہی حق ہے جیسے تمہارے نزدیک وہ بات حق ہے جو تم (قسم کھا کر) کہتے ہو۔

آیت 24: یہاں سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تسلی کے لئے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے واقعات بیان فرمائے گئے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ اس لئے بیان فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام آپ کی اولاد سے ہی تشریف لائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھی بعض چیزوں میں ان کے طریقے کو اختیار فرمایا۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! کیا آپ کے پاس ان فرشتوں کی خبر آئی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں معزز مہمان بن کر حاضر ہوئے تھے۔ یہ فرشتے دس یا بارہ تھے اور ان میں حضرت جبریل امین علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اہم بات: مہمان نوازی انبیاء علیہم السلام کی سنت

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَهُوَ مُلِیْمٌؕ۝ وَ فِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا

تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ (خود کو) ملامت کر رہا تھا۔ اور قوم عاد میں (بھی نشانی ہے) جب

عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَۚ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِؕ۝

ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی۔ وہ جس چیز پر گزرتی تھی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر کے چھوڑتی۔

وَ فِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ۝ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

اور ثمود میں (بھی نشانی ہے) جب ان سے فرمایا گیا: ایک وقت تک فائدہ اٹھا لو۔ تو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَ هُمْ یَنْظُرُوْنَ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّ مَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَۙ۝

تو ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آ لیا۔ تو وہ نہ کھڑے ہو سکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے۔

وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ۠۝ وَ السَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ

اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا، بیشک وہ فاسق لوگ تھے۔ اور آسمان کو ہم نے (اپنی) قدرت سے بنایا اور بیشک ہم

لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو جادوگر یا دیوانے ہیں۔

آیت 40: ارشاد فرمایا کہ جب فرعون اور اس کی قوم نے سرکشی کی تو ہم نے انہیں پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اور اس کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا کہ اس نے رب ہونے کا دعویٰ کیوں کیا اور وہ کیوں ایمان نہ لایا۔

آیت 42،41: ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم عاد کی ہلاکت میں عبرت کی نشانیاں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر خشک آندھی بھیجی جو برکت سے خالی اور ہلاک کرنے والی ہوا تھی اور یہ ہوا آدمی، جانور یا دیگر اموال میں سے جس چیز پر بھی چل جاتی تھی تو اسے ہلاک کر کے ایسا کر دیتی تھی گویا وہ مدتوں کی ہلاک شدہ اور گلی ہوئی ہے۔

آیت 43-45: ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم ثمود کو ہلاک کرنے میں بھی عبرت کی نشانیاں ہیں۔ جب انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو ان سے فرمایا گیا کہ تین دن تک دنیا میں اپنی زندگی سے فائدہ اٹھا لو۔ تین دن بعد ان کی آنکھوں کے سامنے انہیں کڑک نے آ لیا اور وہ ہولناک آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عذاب نازل ہونے کے وقت نہ وہ کھڑے ہو کر بھاگ سکے اور نہ ہی وہ اس سے بدلہ لے سکتے تھے جس نے انہیں ہلاک کیا۔

آیت 46: ارشاد فرمایا کہ ہلاک کی جانے والی ان قوموں سے پہلے ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا، بیشک وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کر کے کفر اور گناہوں پر قائم رہے۔

آیت 47: اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور بیشک ہم اتنی وسعت دینے والے ہیں کہ زمین اس کے سامنے ایسی ہے جیسے کہ ایک وسیع میدان میں گیند پڑی ہو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور بیشک ہم اپنی مخلوق پر رزق وسیع کرنے والے ہیں۔

تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ

ایمان والوں کو فائدہ دیتا ہے○ اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں○ میں ان سے کچھ رزق

مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ﴿۵۸﴾

نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں○ بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے○

فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾

تو بیشک ان ظالموں کے لیے عذاب کا ایک حصہ ہے جیسے ان کے ساتھیوں کے عذاب کا حصہ تھا تو یہ مجھ سے (عذاب مانگنے میں) جلدی نہ کریں○

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

تو کافروں کیلئے ان کے اس دن سے خرابی ہے جس کی انہیں وعید سنائی جاتی ہے○

کی دعوت و ہدایت دینے میں انتہائی محنت کر چکے تو ان کے ایمان نہ لانے سے آپ پر کوئی ملامت نہیں۔ درس: آیت نمبر 55 سے معلوم ہوا کہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے اور برے کاموں سے منع کرتے رہنا چاہئے کہ جسے سمجھایا جائے اس کے بارے میں امید ہوتی ہے کہ وہ برے کام چھوڑ کر نیک کام کرنے لگے گا اور مزید یہ کہ نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے کی ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے۔

آیت 56 * ارشاد فرمایا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف دنیا طلب کرنے اور اس طلب میں منہمک ہونے کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ انہیں اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں اور میری معرفت حاصل ہو۔ درس: پیدائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ تلاوت، نماز، ذکر، درود، دعا تو خالص عبادت کے کام ہیں۔ ان کے علاوہ رضائے الٰہی کے کاموں کی ہزاروں صورتیں ہیں اور عام زندگی کے کام مثلاً کھانا، پینا، سونا، پہننا وغیرہ بھی شریعت کے مطابق، اچھی نیت کے ساتھ کئے جائیں تو وہ بھی عبادت میں داخل ہو جاتا ہے۔ عشاء و فجر باجماعت پڑھنے والے کے لئے پوری رات شب بیداری کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

آیت 57،58 * فرمایا: اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ رزق یا کسی بھی معاملے میں مخلوق کا محتاج نہیں بلکہ ہر ایک کو رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، وہی سب کی روزی کا کفیل بھی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی مخلوق کے لئے کھانا دیں۔ بیشک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا ہے، وہ قوت والا ہے کہ مخلوق تک رزق پہنچانے میں اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں اور رزق پیدا کرنے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ درس: جب خدا کافروں، نافرمانوں کو بھی رزق دیتا ہے تو فرماں برداروں اور شریعت کے مطابق کاروبار اور نوکری کرنے والوں کو کیوں رزق نہیں دے گا۔

آیت 59 * ارشاد فرمایا کہ بیشک ان ظالموں کے لئے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ایسے ہی عذاب کا ایک حصہ ہے جیسے سابقہ امتوں کے کفار کا عذاب اور ہلاکت میں حصہ تھا جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے میں ان کے ساتھی تھے، لہٰذا اگر میں نے ان سے قیامت تک کے لئے عذاب مؤخر کر دیا ہے تو انہیں چاہئے کہ مجھ سے عذاب نازل کرنے کی جلدی نہ کریں۔

آیت 60 * فرمایا کہ کافروں سے قیامت کے اس دن میں شدید ترین عذاب ہے جس کی انہیں وعید سنائی جاتی ہے۔

يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ﴿٩﴾ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿١٠﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ﴿١١﴾

جس دن آسمان سختی سے ہلے گا○ اور پہاڑ تیزی سے چلیں گے○ تو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے○

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ﴿١٣﴾ هٰذِهِ النَّارُ

جو شغل میں پڑے کھیل رہے ہیں○ جس دن انہیں جہنم کی طرف سختی سے دھکیلا جائے گا○ یہ وہ آگ ہے

الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٤﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۚ﴿١٥﴾ اِصْلَوْهَا

جسے تم جھٹلاتے تھے○ تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں دکھائی نہیں دے رہا○ اس میں داخل ہو جاؤ،

فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾

تو اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو، سب تم پر برابر ہے، تمہیں اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کرتے تھے○

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۙ﴿١٧﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ

بیشک پرہیزگار باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے○ اپنے رب کی عطاؤں پر خوش ہو رہے ہوں گے اور انہیں ان کے رب نے

... ٹالنے والا دینے کی قدرت نہیں رکھتا۔ درس: قرآن مجید کی وہ آیت جن میں عذاب الٰہی کا ذکر ہے ان کی تلاوت کرتے وقت اپنے دل میں عذاب الٰہی کا خوف پیدا کریں۔

آیت 10،9 ❀ ان دو آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل ہونے کا وقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ عذاب اس دن ضرور واقع ہو گا جس دن آسمان چکی کی طرح گھومیں گے اور ایسی حرکت میں آئیں گے کہ ان کے اجزاء بکھر جائیں گے اور پہاڑ تیزی سے ایسے چلیں گے جیسے کہ غبار ہوا میں اڑتا ہے اور یہ قیامت کے دن ہو گا۔

آیت 12،11 ❀ فرمایا: جس دن وہ عذاب واقع ہو گا تو اس دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلاتے ہے اور وہ اپنے کفر و باطل کے شغل میں پڑے کھیلتے رہے۔

آیت 16-13 ❀ کافروں کے عذاب کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے والے جس دن جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے تو جہنم کے خازن ان سے کہیں گے: یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلاتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں دکھائی نہیں دے رہا۔ یہ اس لئے کہا جائے گا کہ وہ دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف جادو کی نسبت کرتے تھے۔ اور کافروں سے کہا جائے گا اس جہنم میں داخل ہو جاؤ تو اب چاہے عذاب پر صبر کرو یا نہ کرو، سب تم پر برابر ہے اور یہ عذاب تمہیں اسی کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم دنیا میں کفر و تکذیب کرتے تھے۔

آیت 20-17 ❀ کافروں کے عذاب کے بعد مومنوں کے ثواب کا بیان ہے۔ فرمایا: بیشک کفر اور گناہوں سے بچنے والے آخرت میں باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے اور اپنے رب عزوجل کی عطا کردہ نعمتوں اور اس بات پر خوش ہو رہے ہوں گے کہ انہیں ان کے رب عزوجل نے جہنم

عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۱۸ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ مُتَّكِـِٕيْنَ

آگ کے عذاب سے بچالیا۔ اپنے اعمال کے بدلے میں خوشگوار نعمتیں کھاؤ اور پیو۔ وہ قطار در قطار بچھے ہوئے تختوں پر

عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝۲۰ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ

تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کردیا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے

ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ

ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیا اور اُن (والدین) کے عمل میں کچھ کمی نہ کی،

كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝۲۱ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۲۲

ہر آدمی اپنے اعمال میں گروی ہے۔ اور پھلوں، میووں اور گوشت جو وہ چاہیں گے ان کے ساتھ ہم نے ان کی مدد کی۔

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۝۲۳ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ

جنتی لوگ جنت میں ایسے جام ایک دوسرے سے لیں گے جس میں نہ کوئی بیہودگی ہوگی اور نہ گناہ کی کوئی بات۔ اور ان کے خدمت گار لڑکے

کے عذاب سے بچالیا اور اُن سے کہا جائے گا کہ اپنے ان اعمال کے بدلے میں جنت کی خوشگوار نعمتیں کھاؤ اور پیو۔ وہ جنت کی نعمتیں کھانے کے وقت قطار در قطار بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے بڑی آنکھوں والی حسین حوروں کو ان کی بیویاں بنادیا۔

**آیت 21** ﴾ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی جس اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اس اولاد کو اپنے فضل و کرم سے جنت میں ان کے ساتھ ملا دیں گے کہ اگرچہ باپ دادا کے درجے بلند ہوں تو بھی اُن کی اولاد اُن کے ساتھ ملا دی جائے گی اور ان والدین کے عمل کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ مزید فرمایا: **ہر آدمی اپنے اعمال میں گروی رکھا ہوا ہے۔** اس سے مراد یہ ہے کہ ہر کافر اپنے کفری عمل کی وجہ سے جہنم کے اندر (دائمی طور پر) ایسے قید ہے جیسے وہ چیز جسے رہن رکھا ہوا ہو جبکہ مومن اپنے عمل کی وجہ سے دائمی طور پر (جہنم) میں گروی نہیں رکھا ہوا۔ اہم باتیں: (1) اس آیت سے ثابت ہوا کہ جنت میں ماں باپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ اولاد کے درجات بلند فرمادے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک لوگوں کا وسیلہ مقبول ہے۔

**آیت 22** ﴾ ارشاد فرمایا کہ جنت میں پھل، میوے اور گوشت جو وہ چاہیں گے وہ مہیا کر کے ہم ان کی مدد کرتے رہیں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی نعمتیں بڑھتی ہی جائیں گی کم کبھی نہ ہوں گی۔

**آیت 23** ﴾ فرمایا کہ جنتی لوگ جنت میں شراب کے ایسے لذیذ اور پاکیزہ جام ایک دوسرے سے ہنسی خوشی لیں گے جس میں نہ کوئی بیہودگی ہوگی اور نہ گناہ کی کوئی بات جیسا کہ دنیا کی شراب میں طرح طرح کی خرابیاں تھیں کیونکہ جنت کی شراب پینے سے نہ عقل زائل ہوتی ہے، نہ پینے والا بیہودہ بکتا ہے اور نہ گنہگار ہوتا ہے۔

**آیت 24** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کے خدمت گار لڑکے ان کے اردگرد پھریں گے اور ان کے حسن اور پاکیزگی کا یہ عالم ہوگا کہ گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے ایسے موتی ہیں جنہیں کوئی ہاتھ ہی نہیں لگا۔

لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

ان کے گرد پھریں گے گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں ○ اور آپس میں سوال کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے ○

قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ وَقٰىنَا

کہیں گے: بیشک ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرنے والے تھے ○ تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں (جہنم کی) سخت گرم ہوا کے

عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ﴿۲۸﴾ ع

عذاب سے بچا لیا ○ بیشک ہم اس سے پہلے (دنیا میں) اللہ کی عبادت کرتے تھے، بیشک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے ○

فَذَكِّرْ فَمَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ

تو اے محبوب! تم نصیحت فرماؤ تو تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو اور نہ ہی مجنون ○ بلکہ کافر کہتے ہیں: یہ شاعر ہیں،

نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ ﴿۳۱﴾ ط

ہم ان پر گردشِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں ○ تم فرماؤ: تم انتظار کرتے رہو، پس بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں ○

**آیت 25-28** ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں جنتی ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ وہ دنیا میں کس حال میں تھے چنانچہ وہ کہیں گے: بیشک ہم اپنے گھروں میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اس اندیشہ سے سہمے ہوئے تھے کہ نفس و شیطان ایمان میں خلل کا باعث نہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت اور مغفرت فرما کر احسان کیا اور ہمیں جہنم کی سخت گرم ہوا کے عذاب سے بچا لیا بیشک ہم دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، بیشک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے کہ جب کوئی اس کی عبادت کرے تو اسے ثواب عطا فرماتا ہے۔ اہم باتیں: (1) جنتیوں کو اپنی دنیاوی مصروفیات یاد ہوں گی جن کا وہ تذکرہ کریں گے۔ (2) اللہ تعالیٰ کا خوف تقویٰ کی جڑ ہے کہ نیک عمل کرنے کے باوجود بھی اس سے ڈرے۔ (3) دنیا کا خوف آخرت کی بے خوفی کا ذریعہ ہے۔

**آیت 29** ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! آپ نصیحت فرماتے رہیں اور کفارِ مکہ جو آپ کو کاہن اور مجنون کہتے ہیں اس وجہ سے نصیحت چھوڑ نہ دیں کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں۔ درس: مبلغ کو نیکی کی دعوت دینے کے دوران اگر لوگوں کی طرف سے طعن و تشنیع کا سامنا ہو تو اس سے دل برداشتہ ہو کر نیکی کی دعوت دینا نہیں چھوڑنی چاہئے۔

**آیت 30، 31** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! کفارِ مکہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں اور ہم ان پر گردشِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں کہ جیسے ان سے پہلے شاعر مر گئے اور ان کے جتھے ٹوٹ گئے یہی حال ان کا ہونا ہے اور وہ کفار یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے والد کی طرح ان کی موت بھی جوانی میں ہو گی۔ تو اے پیارے حبیب! آپ ان سے فرمائیں: تم میرے انتقال کرنے کا انتظار کرتے رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے۔ چنانچہ یہ ہوا اور وہ کفار بدر میں قتل اور قید کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَاۤ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ

کیا ان کی عقلیں انہیں یہی حکم دیتی ہیں؟ بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے یہ قرآن خود بنالیا ہے بلکہ

لَّا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ

بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر یہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں۔ کیا وہ کسی شے کے بغیر ہی

غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾

پیدا کردیئے گئے ہیں یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں؟ یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے ہیں؟ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜیْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِ ۚ

یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں؟ یا وہ بڑے حاکم ہیں؟ یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس میں چڑھ کر وہ سن لیتے ہیں

**آیت 32** ✽ ارشاد فرمایا: کیا ان مشرکین کی عقلیں انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں شاعر، جادوگر، کاہن اور مجنون کہنے کا حکم دیتی ہیں؟ ایسا کہنا بالکل عقل کے خلاف ہے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ ان کی عقلیں انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیتیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں اور دشمنی اور عناد میں اندھے ہورہے ہیں۔

**آیت 34،33** ✽ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کفار مکہ یہ کہتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے دل سے یہ قرآن بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی بات نہیں جیسی یہ گمان کررہے ہیں بلکہ کفار ایمان نہیں لاتے ہیں مزید فرمایا کہ اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس جیسی فصاحت و بلاغت وغیرہ والی ایک بات تو بنا کر لے آئیں۔

**آیت 35** ✽ گویا کہ ارشاد فرمایا اے کافرو! تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو توحید اور حشر و نشر کی بات میں کیسے جھٹلاتے ہو حالانکہ ان کی سچائی کی دلیل تو تمہاری اپنی ذات میں موجود ہے۔ تم غور کرو کہ کیا تم ماں باپ کے بغیر پیدا نہ ہوئے (یا) کیا تم نطفہ سے پیدا نہیں ہوئے اور یا تم خود ہی اپنے خالق ہو کہ تم نے اپنے آپ کو خود ہی بنالیا ہو اور جب یہ محال ہے تو تمہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور جب تم یہ اقرار بھی کرتے ہو تو پھر کیوں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے اور بتوں کو پوجتے ہو؟

**آیت 36** ✽ اس آیت میں ایک اور دلیل ارشاد فرمائی کہ کیا آسمان اور زمین ان مشرکین نے پیدا کئے ہیں؟ ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کئے ہیں، جب یہ لوگ آسمان و زمین پیدا کرنے کی کوئی قدرت ہی نہیں رکھتے تو کیوں یہ لوگ اس کی عبادت نہیں کرتے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی قدرت اور خالقیت کا یقین نہیں کرتے۔

**آیت 37** ✽ فرمایا کہ اے حبیب! کیا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کے پاس آپ کے رب عزوجل کے رزق اور اس کی رحمت وغیرہ کے خزانے ہیں کہ اس وجہ سے انہیں اختیار ہو کہ جہاں چاہیں خرچ کریں اور جسے چاہیں نبوت دیں یا وہ بڑے حاکم ہیں کہ جو چاہے کریں اور کوئی انہیں پوچھنے والا نہ ہو، تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔

**آیت 38** ✽ ارشاد فرمایا کہ یا ان مشرکین کے پاس کوئی سیڑھی ہے جو آسمان کی طرف لگی ہوئی ہے کہ اس پر چڑھ کر وہ فرشتوں کی باتیں سن

يٰتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَمْ تَسْــَٔلُهُمْ

اور ایسا ہے تو ان کے اس طرح سننے والے کو کوئی روشن دلیل لانی چاہیے ○ کیا اللہ کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں؟ ○ یا تم ان سے

اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾

کوئی اجرت مانگتے ہو کہ (جس سے) وہ تاوان کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں ○ یا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ (اس کے ذریعے فیصلہ) لکھتے ہیں ○

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ

یا کسی فریب کا ارادہ کررہے ہیں تو کافر خود ہی (اپنے) فریب کا شکار ہونے والے ہیں ○ یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے؟

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ

اللہ ان کے شرک سے پاک ہے ○ اور اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ تہہ در تہہ

پیچھے ہیں۔ کون پہلے ہلاک ہوگا۔ اگر انہیں اس کا دعویٰ ہو تو ان کے اس طرح سننے والے کو کوئی روشن دلیل لانی چاہیے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صداقت پر دلیل پیش فرمائی ہے۔

آیت 39 ﴿ اس آیت میں کفار کی حماقت اور بے وقوفی کا بیان ہے کہ وہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ بیٹیوں کو وہ خود اپنے لئے برا جانتے ہیں۔

آیت 40 ﴿ کفار نے شریعت کے احکام کو پس پشت ڈالا اور اپنی عقل کے مطابق جو انہیں اچھا لگا اس کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: کیا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی تعلیم دینے پر تم سے کوئی اجرت مانگی ہے کہ اس کی وجہ سے تم تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہو اور اس بوجھ کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کرتے، جب یہ بھی نہیں ہے تو پھر اسلام قبول نہ کرنے کا تمہارے پاس کیا عذر ہے؟

آیت 41 ﴿ فرمایا کہ مشرکین کے پاس کیا غیب کا علم ہے جس کی وجہ سے وہ یہ حکم لگاتے ہیں کہ مرنے کے بعد نہیں اٹھیں گے یا اٹھے بھی تو انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

آیت 42 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! یہ مشرکین زبانی طور پر ہی آپ کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ وہ کسی فریب کا ارادہ کررہے ہیں اور دارُالندوہ میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے حبیب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان پہنچانے اور قتل کرنے کے مشورے کررہے ہیں تو کافر خود ہی اپنے فریب کا شکار ہونے والے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین کے فریب سے محفوظ رکھا اور مشرکین کو بدر میں ہلاک کر دیا۔

آیت 43 ﴿ فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ مشرکین کا کوئی اور خدا ہے جو انہیں روزی دیتا ہو اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔

آیت 44 ﴿ کفار نے توحید اور رسالت کی مخالفت کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا تھا کہ تم ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کرکے گراؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ ان کے ٹکڑے گرتے ہوئے دیکھ بھی لیں تو بھی اپنے کفر سے باز نہیں آئیں گے اور عناد کی وجہ سے یہی کہیں گے کہ یہ

مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ

بادل ہے○ تو تم انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بیہوش کر دیئے جائیں گے○ جس دن ان کا داؤ انہیں

كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ

کچھ کام نہ دے گا اور نہ ان کی مدد ہو گی○ اور بیشک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے مگر ان میں

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ

اکثر لوگ جانتے نہیں○ اور اے محبوب! تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بیشک تم ہماری نگاہوں (حفاظت) میں ہو اور اپنے قیام کے وقت

بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾ ع

اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بیان کرو○ اور رات کے کچھ حصے میں اس کی پاکی بیان کرو اور تاروں کے جانے کے بعد○

بادل ہے اور ہم اس سے سیراب ہوں گے۔ اہم بات: قبول حق کی توفیق تبھی ہوتی ہے جب سننے اور ماننے کا ذہن ہو۔ اگر ضد کی نیت ہو تو بڑا معجزہ دیکھ کر بھی اسے ہدایت نہیں مل سکتی۔

آیت 45 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! جب یہ مشرکین اپنے کفر سے نہیں پھرتے تو آپ انہیں چھوڑ دیں اور ان کی طرف توجہ نہ فرمائیں یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بے ہوش کر دیئے جائیں گے۔ اہم بات: اس دن سے مراد پہلی بار صور پھونکے جانے کا دن ہے۔

آیت 46 ﴿ فرمایا کہ مشرکین کو بے ہوش کر دیئے جانے کا دن وہ ہے جس دن ان کا کوئی فریب انہیں کچھ کام نہ دے گا بلکہ انہیں نقصان پہنچانے کا اور نہ ان سے عذاب دور کر دینے میں کسی کی طرف سے ان کی مدد ہو گی۔

آیت 47 ﴿ فرمایا کہ ان کافروں کے لئے ان کے کفر کی وجہ سے آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر لوگ اپنے انجام کو جانتے نہیں۔ آخرت سے پہلے عذاب سے مراد یا تو بدر میں قتل ہونا ہے یا بھوک و قحط کی سات سالہ مصیبت یا عذاب قبر مراد ہے۔ اہم بات: اس آیت سے عذاب قبر (کا حق ہونا) ثابت ہوتا ہے۔

آیت 48 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے آپ اس پر قائم رہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے اور مشقتوں پر صبر کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے رہیں بیشک آپ ہماری حفاظت میں ہیں مشرکین آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مزید فرمایا اور اپنے قیام کے وقت اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے پاکی بیان کرو۔ آیت کے اس حصے کے دو معنی ہیں: (1) نماز کے لئے اپنے قیام کے وقت اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو۔ اس صورت میں حمد سے تکبیر اولیٰ کے بعد سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنا مراد ہے۔ (2) اے حبیب! آپ جب سو کر اٹھیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کیا کریں۔

آیت 49 ﴿ فرمایا کہ اور رات کے کچھ حصے میں اور تاروں کے چھپ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد بیان کرو۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیات میں تسبیح سے مراد نماز ہے۔

اٰیاتہا ۶۲ — ۵۳ سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ ۲۳ — رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۚ﴿۳﴾

تارے کی قسم، جب وہ اترے ○ تمہارے صاحب نہ بہکے اور نہ ٹیڑھا راستہ چلے ○ اور وہ کوئی بات خواہش سے نہیں کہتے ○

**سورۂ نجم کا تعارف** یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 62 آیتیں ہیں۔ عربی میں ستارے کو نجم کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی پہلی آیت میں "نجم" کی قسم ارشاد فرمائی اس کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ نجم" رکھا گیا۔ **فضائل:** (1) سجدہ والی سورتوں میں سب سے پہلے "سورۂ نجم" نازل ہوئی۔ (بخاری، حدیث 4863) (2) سورۂ نجم وہ پہلی سورت ہے جس کا رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اعلان فرمایا اور حرم شریف میں مشرکین کے سامنے پڑھی۔ (روح المعانی 14/63) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت اور قیامت کے دن مخلوق کو دوبارہ زندہ کیے جانے کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ واقعۂ معراج کا کچھ حصہ بیان کیا گیا، کبیرہ گناہوں سے بچنے والوں کی جزا اور ریاکاری کی مذمت بیان کی گئی اور کفار مکہ کی نصیحت کے لیے قوم عاد، قوم ثمود، حضرت نوح اور حضرت لوط علیہم السلام کی قوم پر آنے والے عذابات کا ذکر کیا گیا ہے۔

**آیت 1** ارشاد فرمایا: تارے کی قسم۔ یہاں نجم سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے بہت سے قول ہیں اور ان کے اعتبار سے آیت کے معنی بھی مختلف ہیں: (1) نجم سے مراد "ثریا" ہے۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ثریا تارے کی قسم! جب وہ فجر کے وقت غروب ہو، اگرچہ ثریا کئی تارے ہیں لیکن ان پر نجم کا اطلاق عرب والوں کی عادت ہے۔ (2) نجم سے مراد قرآن پاک ہے۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ قرآن کی قسم! جب وہ رفتہ رفتہ نازل ہو۔ (3) نجم سے مراد تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ (پیارے چمکتے) تارے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قسم! جب وہ معراج کی رات آسمانوں سے اترے۔

**آیت 2** ارشاد فرمایا: تمہارے صاحب نہ بہکے۔ اس آیت میں "صاحب" سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور "نہ بہکنے" کے معنی یہ ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کبھی حق اور ہدایت کے راستے سے عدول نہیں کیا اور ہمیشہ اپنے رب عزوجل کی توحید پر اور عبادت کرنے میں رہے اور "ٹیڑھا راستہ نہ چلنے" سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمیشہ ہدایت پر فائز رہے، فاسد عقائد کا شائبہ بھی کبھی آپ کی مبارک زندگی تک نہ پہنچ سکا۔

**آیت 4،3** ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو کلام تمہارے پاس لے کر آتے ہیں اس کی کوئی بات وہ اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اس قرآن کی ہر بات وہ وحی ہی ہوتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے کی جاتی ہے۔

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ۝ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝

وہ وحی ہی ہوتی ہے جو انہیں کی جاتی ہے۔ انہیں سخت قوتوں والے، طاقت والے نے سکھایا، پھر اس نے قصد فرمایا۔ اور وہ آسمان کے سب سے بلند کنارہ پر تھے۔ پھر وہ جلوہ قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہو گیا۔ تو دو ہاتھوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

آیت 5، 6 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی فرمائی، وہ انہیں سخت قوتوں والے، طاقت والے نے سکھایا۔ بعض مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ سخت قوتوں والے، طاقتور سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور سکھانے سے مراد اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے سکھانا یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قلب تک پہنچانا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ "شَدِیْدُ الْقُوٰی" سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ مزید فرمایا: پھر اس نے قصد فرمایا۔ عام مفسرین نے "فَاسْتَوٰی" کا فاعل بھی حضرت جبریل علیہ السلام کو قرار دیا ہے اور اس سے یہ معنی مراد لئے ہیں کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام اپنی اصلی صورت پر قائم ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ "فَاسْتَوٰی" سے مراد سرورِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلند جگہ اور اعلیٰ مقام میں استواء فرمانا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں استواء فرمانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

آیت 7 ﴿ ارشاد فرمایا: اس حال میں کہ وہ آسمان کے سب سے بلند کنارہ پر تھے۔ عام مفسرین کے نزدیک یہ حال جبریل امین علیہ السلام کا ہے لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے کہ آپ افقِ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر تھے (دلیل یہ ہے کہ) جس طرح کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے چھت یا پہاڑ پر چاند دیکھا، تو اس بات کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا چھت یا پہاڑ پر تھا، اسی طرح یہاں بھی مراد یہ ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمانوں کے اوپر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی تجلی آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔

آیت 8 ﴿ ارشاد فرمایا: پھر وہ قریب ہوا۔ وہ کس سے قریب ہوا اس کے بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں: (1) اس سے حضرت جبریل علیہ السلام کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہونا مراد ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اپنی اصلی صورت دکھا دینے کے بعد حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب میں حاضر ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے۔ (2) اس سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے قرب سے مشرف ہونا مراد ہے اور آیت میں قریب ہونے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اوپر چڑھنا اور ملاقات کرنا مراد ہے اور اتر آنے سے نازل ہونا، لوٹ آنا مراد ہے۔ اس قول کے مطابق آیت کا معنی یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قرب میں باریاب ہوئے پھر وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر مخلوق کی طرف متوجہ ہوئے۔

آیت 9 ﴿ اس آیت میں مذکور لفظ "قَوْسَیْن" کا ایک معنی ہے دو ہاتھ (یعنی دو شرعی گز) اور ایک معنی ہے دو کمانیں۔ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ حضرت جبریل اور تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اتنا قرب ہوا کہ دو ہاتھ یا دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلوے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان [illegible]

وْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰىؕ(۱۰) مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى(۱۱) اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى

اپنے بندے کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی ○ دل نے اسے جھوٹ نہ کہا جو (آنکھ نے) دیکھا ○ تو کیا تم ان سے ان کے

مَا يَرٰى(۱۲) وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰىۙ(۱۳) عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى(۱۴) عِنْدَهَا

دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو ○ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا ○ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ○ اس کے پاس

کی دو ہاتھ یا دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اہم بات: فاصلے کی یہ مقدار بتانے میں انتہائی قرب کی طرف اشارہ ہے کہ قرب اپنے کمال کو پہنچا اور باادب احباب میں جو نزدیکی تصور کی جا سکتی ہے وہ اپنی انتہا کو پہنچی۔

آیت 10 ﴿ بعض مفسرین نے اس آیت کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی جو حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچائی اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی فرمائی جو اس نے وحی فرمائی۔ اس کی عظمت و شان کی وجہ سے یہ بیان نہیں کیا گیا کہ وہ وحی کیا تھی نیز یہ وحی بے واسطہ تھی اور یہ خدا اور رسول کے درمیان کے اسرار ہیں جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔

آیت 11 ﴿ فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشم مبارک نے دیکھا۔ مراد یہ ہے کہ آنکھ نے جو دیکھا، دل نے اسے پہچانا اور اس دیکھنے اور پہچاننے میں شک نے راہ نہ پائی۔ کیا دیکھا؟ اس بارے میں بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا، لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ اور یہ دیکھنا کیا سر کی آنکھوں سے تھا یا دل کی آنکھوں سے؟ اس بارے میں مفسرین کے دونوں قول پائے جاتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب تعالیٰ کو اپنے قلب مبارک سے دیکھا جبکہ مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب عزوجل کو حقیقتاً چشم مبارک سے دیکھا اور ہمارے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔

آیت 12-14 ﴿ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین کو جب معراج شریف کے واقعات معلوم ہوئے تو انہوں نے ان واقعات کا انکار کر دیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے دیکھے ہوئے کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ انہوں نے تو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس وہ جلوہ بار بار دیکھا۔ اہم باتیں: (1) سدرۃ المنتہیٰ بیری کا ایک درخت ہے، فرشتے، شہدا اور متقی لوگوں کی ارواح اس سے آگے نہیں جا سکتیں اس لئے اسے سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں یا زمین سے اوپر جانے والی چیزیں اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آ کر رک جاتی ہیں اس لئے اسے سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں۔

آیت 15،16 ﴿ فرمایا کہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ یہ وہ جنت ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام نے قیام فرمایا تھا اور اسی جنت [illegible] تشریف لائے تھے۔ مزید فرمایا: جب سدرہ پر چھا رہا تھا۔ یعنی سدرہ کو فرشتوں نے اور انوار نے گھیرا ہوا تھا۔

جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ

جنت الماوی ہے۞ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۞ آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی۞ بیشک

اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾

اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۞ تو (اے لوگو!) کیا تم نے لات اور عزیٰ دیکھا۞ اور ایک اور تیسری منات

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰى ﴿۲۲﴾ اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ

کیا تمہارے لئے بیٹا اور اس کیلئے بیٹی ہے۞ جب تو یہ غیر منصفانہ تقسیم ہے۞ یہ تو صرف چند نام ہیں جو

اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان (کی حقانیت) پر کوئی سند نہیں اتاری، وہ تو نرے گمان

آیت 17 ۞ ارشاد فرمایا کہ اس دیدار کے وقت آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ ادب کی حد سے بڑھی۔ اس میں سرکار دوعالم کی قوت کمال کا اظہار ہے کہ اس مقام میں جہاں عقلیں حیرت زدہ ہیں آپ ثابت قدم رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز ہوئے، دائیں بائیں کسی طرف توجہ نہ فرمائی اور نہ مقصود کے دیدار سے آنکھ پھیری نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش ہوئے بلکہ اس مقام میں ثابت رہے۔ اہم بات: اس سے معلوم ہوا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طاقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طاقت سے زیادہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تجلی دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھا تو نہ آنکھ جھپکی، نہ دل گھبرایا اور نہ ہی بے ہوش ہوئے۔ (سبحان اللہ عزوجل)

آیت 18 ۞ فرمایا کہ بیشک حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی اور عظیم نشانیاں دیکھیں اور ملک و ملکوت کے عجائبات کو ملاحظہ فرمایا اور آپ کا علم تمام غیبی ملکوتی معلومات پر محیط ہو گیا۔

آیت 20،19 ۞ ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان بتوں کو تحقیق اور انصاف کی نظر سے دیکھا ہے؟ اگر تم نے ایسا کیا ہوتا تو تمہیں معلوم ہو گیا ہوتا کہ یہ بت محض بے قدرت ہیں اور اللہ تعالیٰ جو کہ قادر اور برحق معبود ہے اسے چھوڑ کر بے قدرت بتوں کو پوجنا اور اس کا شریک ٹھہرانا کس قدر عظیم ظلم اور عقل و دانش کے خلاف ہے۔

آیت 22،21 ۞ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ بت اور فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے لئے بیٹا اور اس کیلئے بیٹی ہے حالانکہ بیٹی تمہارے نزدیک بری چیز ہے تو یہ کتنی غیر منصفانہ تقسیم ہے کہ جو اپنے لئے بری سمجھتے ہو وہ خدا کے لئے تجویز کرتے ہو۔

آیت 23 ۞ فرمایا کہ ان بتوں کا نام اِلٰہ اور معبود تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بالکل غلط طور پر رکھ لیا ہے، حقیقت میں یہ اِلٰہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی حقانیت پر کوئی سند نہیں اتاری بلکہ بتوں کو پوجنا عقل اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے خلاف نفس اور خواہشات

مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ

اور نفس کی خواہشوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں حالانکہ بیشک ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔ کیا انسان کو

مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ ع

اس کی ہر تمنا مل جائے گی جس کی اس نے تمنا کی؟ تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔ اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ

شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جبکہ اللہ اجازت دیدے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے۔ بیشک

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ

آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے فرشتوں کے عورتوں جیسے نام رکھتے ہیں۔ اور انہیں اس کا کوئی علم نہیں۔

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۬

وہ تو صرف گمان کے پیچھے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ تو تم اس سے منہ پھیر لو

تمناؤں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن پاک اور رسول تشریف لائے اور انہوں نے بار بار بتایا ہے کہ بت معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔

آیت 24: یہاں انسان سے مراد کافر ہے اور اس کی تمنا سے مراد بتوں کی شفاعت ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ کافر بتوں سے جھوٹی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں کہ وہ ان کی شفاعت کریں گے، یہ امیدیں سراسر باطل ہیں۔

آیت 25: اس آیت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ کافر اپنے من پسند معبودوں کی عبادت کر رہے ہیں تو (یہ جان لیں کہ) آخرت اور دنیا سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کی مرضی ہے کہ کافر کو کفر کی سزا دنیا میں دے یا آخرت تک مہلت دے۔

آیت 26: فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کے باوجود فرشتے اسی کی شفاعت کریں گے جس کی اللہ تعالیٰ اجازت دے یعنی مومنوں کے لئے شفاعت کریں گے اور جب شفاعت کے معاملے میں فرشتوں کا یہ حال ہے تو بتوں سے شفاعت کی امید رکھنا جہالت ہے کیونکہ نہ تو بتوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل ہے اور نہ کفار شفاعت کے اہل ہیں۔

آیت 27-29: ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جو آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے پر یقین نہیں رکھتے، وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں بتا کر ان کے عورتوں جیسے نام رکھتے ہیں حالانکہ انہیں خود بھی اس بات کا کوئی یقینی علم نہیں کہ فرشتے معاذ اللہ بیٹیاں ہیں اور اس بات میں وہ صرف گمان کی پیروی کر رہے ہیں جبکہ یقین کی جگہ گمان کچھ کام نہیں دیتا لہٰذا اے پیارے حبیب! آپ اس سے منہ پھیر لیں جو ہمارے قرآن پر ایمان لانے سے پھرا اور اس نے صرف دنیوی زندگی چاہی اور

عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ

جو ہماری یاد سے پھرا اور اس نے صرف دنیاوی زندگی کو چاہا۔ یہ ان کے علم کی انتہا ہے، بیشک

رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝ وَلِلّٰهِ

تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی۔ اور اللہ ہی کا ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور نیکی کرنے

الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔ وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے

اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ

اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے، وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا

آخرت پر ایمان نہ لایا۔ درس: مسلمان آخرت کا انکار تو نہیں کرتے لیکن فی زمانہ وہ آخرت کی تیاری سے انتہائی غافل اور صرف دنیا سنوارنے میں لگے ہوئے ہیں۔

**آیت 30** ارشاد فرمایا: یہ ان کے علم کی انتہا ہے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ان کے علم کی انتہا وہم اور گمان ہیں جو انہوں نے باندھ رکھے ہیں کہ (معاذ اللہ) فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، وہ ان کی شفاعت کریں گے۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ اسے بھی خوب جانتا ہے جس نے ہدایت پائی۔

**آیت 31** فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس نے کائنات کی تخلیق اس لئے فرمائی تاکہ مخلوق میں سے جنہوں نے برے اعمال کیے اسے جہنم کی سزا دے اور جنہوں نے دنیا میں اس کی اطاعت و فرمانبرداری اور نیک اعمال کئے انہیں انتہائی اچھا صلہ یعنی جنت عطا فرمائے۔

**آیت 32** ارشاد فرمایا کہ نیکی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے کہ اتنا تو بڑے گناہوں سے بچنے کی برکت سے معاف ہو جاتا ہے۔ بیشک تمہارے رب عزوجل کی مغفرت وسیع ہے تو وہ جسے چاہے بغیر توبہ کے معاف کر دے۔ مزید فرمایا: وہ تمہیں خوب جانتا ہے۔ شانِ نزول: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نیکیاں کرتے اور اپنے عملوں کی تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے حج۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! تم فخر کے طور پر اپنی نیکیوں کی تعریف نہ کرو اور جس کی حقیقت کے بارے میں تم نہیں جانتے

ثُمَّ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ﴿۳۲﴾

جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل کی صورت میں تھے تو تم خود اپنی جانوں کی پاکیزگی بیان نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے اسے جو پرہیزگار ہوا ○

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی ﴿۳۳﴾ وَ اَعْطٰی قَلِیْلًا وَّ اَكْدٰی ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ

تو کیا تم نے اسے دیکھا جو پھر گیا ○ اور اس نے تھوڑا سا مال دیا اور روک رکھا ○ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے

فَهُوَ یَرٰی ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ﴿۳۶﴾ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ﴿۳۷﴾

تو وہ دیکھ رہا ہے ○ یا کیا اسے اس کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے ○ اور ابراہیم کے جس نے (احکام کو) پوری طرح ادا کیا ○

بارے میں یہ نہ کہو کہ میں اس سے بہتر ہوں، میں اس سے زیادہ پاکیزہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو خود جاننے والا ہے، وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔ اہم باتیں: (1) گناہ وہ عمل ہے جس کا کرنے والا عذاب کا مستحق ہو یوں کہہ لیں کہ ناجائز کام کو گناہ کہتے ہیں۔ (2) گناہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) صغیرہ۔ (۲) کبیرہ۔ (3) یہاں آیت میں فواحش سے وہ کبیرہ گناہ مراد ہیں جن کی نحوست اور فساد بہت زیادہ ہو جیسے زنا کرنا، قتل کرنا اور چوری کرنا وغیرہ اور لمم صغیرہ گناہ وہ ہے جس میں بیان کردہ باتیں نہ پائی جاتی ہوں۔ (4) ریاکاری، اپنی نمود و نمائش اور خود پسندی کرنے کی سخت ممانعت ہے البتہ اگر نعمتِ الٰہی کے اعتراف اور اطاعت و عبادت پر مسرت اور اس کے ادائے شکر کے لئے نیکیوں کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔ (5) عبادات اور اطاعت کے معاملے میں خود پسندی بہت بڑی حماقت ہے کہ ہماری عبادتوں کی اوقات ہی کیا ہے جس پر ناز کیا جائے یا جس کی بنا پر خود کو اچھا سمجھا جائے۔

**آیت 33، 34** ﴿ **شانِ نزول:** ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی، جو اسلام لے آیا تھا۔ مشرکین نے اسے عار دلائی اور کہا کہ تو نے اپنے بزرگوں کا دین چھوڑ دیا اور تو گمراہ ہو گیا ہے تو اس نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے ایسا کیا ہے۔ عار دلانے والے کافر نے کہا کہ اگر تو شرک کی طرف لوٹ آئے اور اتنا مال مجھے دے تو تیرا عذاب میں اپنے ذمے لیتا ہوں۔ اس پر ولید اسلام سے منحرف ہو گیا اور اسے ولید نے تھوڑا سا مال دیا اور باقی سے منع کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اسے دیکھا جو ایمان سے پھر گیا اور اس نے عذاب اپنے ذمے لینے والے کو طے شدہ مال میں سے تھوڑا سا مال دیا اور باقی مال روک لیا۔

**آیت 35** ﴿ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا اس شخص کے پاس غیب کا علم ہے اور اس علم کی بنا پر اسے معلوم ہو گیا ہے کہ واقعی اس کا ساتھی اس کے گناہوں کا بوجھ اٹھالے گا تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔

**آیت 36** ﴿ ارشاد فرمایا کیا اسے اس کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ یہاں صحیفوں سے مراد یا توریت شریف کی تختیاں ہیں یا وہ صحیفے مراد ہیں جو توریت شریف سے پہلے نازل ہوئے۔

**آیت 37** ﴿ ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم نے احکام کو پورے طور پر ادا کیا۔ اس میں بیٹے کو ذبح کرنا بھی داخل ہے اور آپ کا آگ میں ڈالا جانا بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ اور احکامات بھی داخل ہیں۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝

(وہ بات یہ ہے) کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی ۝ اور یہ کہ انسان کیلئے وہی ہوگا جس کی اس نے کوشش کی ۝

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ

اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی ۝ پھر اسے اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا ۝ اور یہ کہ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف

الْمُنْتَهٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۝

انتہا ہے ۝ اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رلایا ۝ اور یہ کہ وہی ہے جس نے موت اور زندگی دی ۝

**آیت 38** ﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے وہ مضمون بیان فرمایا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں ذکر فرمایا گیا تھا، چنانچہ ارشاد فرمایا: وہ بات یہ ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور کوئی دوسرے کے گناہ پر پکڑا نہیں جائے گا۔

**آیت 39** ﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی نیکیوں سے فائدہ پاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مضمون بھی حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں کا ہے۔ اہم باتیں: (1) میت کو نیک اعمال کا جو ثواب پہنچایا جاتا ہے وہ اسے پہنچتا ہے اور یہ بات کثیر احادیث سے ثابت ہے۔ (2) ایصال ثواب کے درست ہونے پر صحیح العقیدہ علماء امت کا اجماع ہے تو مسلمانوں میں جو معمول ہے کہ وہ اپنے فوت شدگان کو فاتحہ، سوم، چہلم، برسی اور عرس وغیرہ میں عبادات اور صدقات سے ثواب پہنچاتے رہتے ہیں، ان کا یہ عمل احادیث کے بالکل مطابق ہے۔ (3) ایصال ثواب کے لئے شریعت کی طرف سے کوئی دن خاص نہیں بلکہ جب چاہیں جس وقت چاہیں ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔

**آیت 40** ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ عنقریب قیامت کے دن ہر شخص کے اعمال اسے نظر آئیں گے۔ اس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ اس کا نامۂ اعمال اسے دیا جائے گا اور وہ اپنے نامۂ اعمال میں اور میزان میں اپنے عمل دیکھے گا۔ اس میں مومن کے لئے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے نیک اعمال دکھائے گا تاکہ اسے خوشی حاصل ہو اور کافر (کے لئے وعید ہے کہ وہ) اپنے برے اعمال دیکھ کر ان کی وجہ سے غمزدہ ہوگا۔

**آیت 41** ﴾ فرمایا کہ اعمال دیکھنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اسکے اچھے اور برے اعمال کا بھرپور بدلہ دے گا۔

**آیت 42** ﴾ اس آیت کے ایک معنی یہ ہے کہ اے سننے والو! بیشک تمام مخلوق کی انتہا تمہارے رب ہی کی طرف ہے، یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی تاکہ گناہ گار گناہوں سے باز آ جائے اور نیکوکار اپنے نیک اعمال اور زیادہ کرے۔

**آیت 43** ﴾ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ایک ہی محل میں مختلف اوقات میں ایک دوسرے کے مخالف دو چیزوں رونے اور ہنسنے کو پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی قضا، قدرت اور اس کے پیدا کرنے سے ہیں۔ اس کے علاوہ مفسرین نے اس آیت کے اور معنی بھی بیان فرمائے ہیں۔

**آیت 44** ﴾ اس آیت کے تین معنی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے ہی دنیا میں موت دی اور وہی آخرت میں زندگی عطا فرمائے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے ہی باپ دادا کو موت دی اور ان کی اولاد کو زندگی بخشی۔ (3) اللہ تعالیٰ نے کافروں کو کفر کی موت سے ہلاک [illegible]

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٤٥﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿٤٦﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ

اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ دو جوڑے بنائے ○ نطفہ سے جب اسے ڈالا جائے ○ اور یہ کہ دوبارہ زندہ کرنا اسی کے

الْاُخْرٰى ﴿٤٧﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿٤٨﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿٤٩﴾ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ

ذمے ہے ○ اور یہ کہ وہی ہے جس نے غنی کیا اور قناعت دی ○ اور یہ کہ وہی شعریٰ (نامی ستارے) کا رب ہے ○ اور یہ کہ اسی نے پہلی

عَادَا الْاُوْلٰى ﴿٥٠﴾ وَثَمُوْدَا فَمَآ اَبْقٰى ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ

عاد کو ہلاک فرمایا ○ اور ثمود کو تو اس نے (کسی کو) باقی نہ چھوڑا ○ اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو (ہلاک کیا) بیشک وہ ان (دونوں) سے بھی

ایمانداروں کو ایمانی زندگی بخشی۔

**آیت 45، 46** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رحم میں نطفہ ڈالا جائے تو اس نطفہ سے انسانوں اور حیوانات کے نر اور مادہ دو جوڑے اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت معلوم ہوئی کہ ایک رحم، ایک ہی نطفہ مگر کبھی اس سے لڑکا بنتا ہے کبھی لڑکی، کبھی نر کبھی مادہ۔ سُبْحَانَ اللہ۔

**آیت 47** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت میں زندہ فرمانے کا وعدہ فرمالیا ہے لہٰذا وعدے کو پورا فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ مخلوق کو اس کی موت کے بعد زندہ فرمائے گا۔

**آیت 48** فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کو مال و دولت سے نواز کر غنی کرتا ہے اور قناعت سے بھی وہی نوازتا ہے۔

**آیت 49** ارشاد فرمایا: اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے۔ شعریٰ ایک ستارہ ہے جو کہ شدید گرمی کے موسم میں جوزاء ستارے کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ دورِ جاہلیت میں کچھ لوگ اس کی عبادت کرتے تھے اس آیت میں انہیں بتایا گیا کہ سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے تو شعریٰ ستارے کا رب بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

**آیت 50** ارشاد فرمایا: اور یہ کہ اسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا۔ قومِ عاد دو ہیں ایک حضرت ہود علیہ السلام کی قوم یہ چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے تیز آندھی سے ہلاک ہوئے تھے اس لئے انہیں پہلی عاد کہتے ہیں اور ان کے بعد والوں کو دوسری عاد کہتے ہیں کیونکہ وہ انہیں کی اولاد میں سے تھے۔

**آیت 51** ارشاد فرمایا: اور ثمود کو تو اس نے (کسی کو) باقی نہ چھوڑا۔ ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی، اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی چیخ سے ہلاک کیا اور ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔

**آیت 52** فرمایا کہ عاد اور ثمود سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کر کے ہلاک کیا بیشک وہ ان عاد اور ثمود سے بھی زیادہ ظالم اور سرکش تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام ان میں ایک ہزار برس کے قریب تشریف فرما رہے، لیکن انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت قبول نہ کی۔

كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾

زیادہ ظالم اور سرکش تھے۔ اور اس نے الٹنے والی بستیوں کو نیچے گرایا۔ پھر ان بستیوں کو اس نے ڈھانپ لیا جو کچھ ڈھانپ لیا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ

تو اے بندے! تو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟ یہ پہلے ڈر سنانے والوں میں سے ایک ڈر سنانے والے ہیں۔ قریب آنے والی

الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾

(قیامت) قریب آگئی۔ اللہ کے سوا اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔ تو کیا اس بات پر تم تعجب کرتے ہو؟

وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ ع

اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔ تو اللہ کے لیے سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

**آیت 53** ﴾ فرمایا: اور اس نے الٹنے والی بستیوں کو نیچے گرایا۔ ان بستیوں سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں ہیں جنہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھا کر اوندھا کر کے زمین پر ڈال دیا اور ان بستیوں کو زیر و زبر کر دیا۔

**آیت 54** ﴾ فرمایا کہ بستیوں کو الٹنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں نشان لگے ہوئے پتھروں کی خوفناک بارش سے ڈھانپ دیا۔

**آیت 55** ﴾ فرمایا کہ اے بندے! تو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی کون کون سی نعمتوں میں شک کرے گا؟

**آیت 56** ﴾ فرمایا کہ اے لوگو! جس طرح پہلے ڈر سنانے والے اپنی قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اسی طرح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی ایک ڈر سنانے والے عظیم رسول ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

**آیت 57، 58** ﴾ ان دو آیات کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت قریب آچکی ہے اور جب قیامت قائم ہونے کا وقت آئے گا تو اسے اللہ تعالیٰ ہی ظاہر فرمائے گا۔

**آیت 59 - 61** ﴾ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش سے فرمایا کہ تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل ہونے کی وجہ سے اس قرآن کا انکار کرتے ہو اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے ہنستے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی جو وعیدیں اس میں بیان ہوئی ہیں انہیں سن کر روتے نہیں حالانکہ تم نافرمان ہو اور اس قرآن میں ذکر کی گئی عبرت اور نصیحت انگیز باتوں سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔

**آیت 62** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ہدایت عطا فرمائی ہے، اس کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ کرو اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اہم بات: یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَ اِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَ یَقُوْلُوْا

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا○ اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں:

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲ وَ كَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝۳

ہمیشہ سے چلا آنے والا جادو ہے○ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے○

**سورۂ قمر کا تعارف** ❁ یہ سورت اس آیت "سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ" کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 55 آیتیں ہیں۔ عربی میں چاند کو قمر کہتے ہیں، اس سورت کی پہلی آیت میں چاند کے پھٹ جانے کا بیان کیا گیا ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ قمر" رکھا گیا ہے۔ فضیلت: ارشاد فرمایا: سورۂ اقتربت کی تلاوت کرنے والے (کا چہرہ قیامت کے دن روشن ہوگا کیونکہ اس سورت) کو تورات میں "مُبَیِّضَة" یعنی روشن کرنے والی پکارا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنی تلاوت کرنے والے کا چہرہ اس دن روشن کرے گی جس دن چہرے سیاہ ہوں گے۔ (شعب الایمان، حدیث: 2495) خلاصۂ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت اور قرآن مجید کی صداقت جیسے اسلام کے بنیادی عقائد، سابقہ امتوں کے مختصر احوال، بدبخت کفار کا انجام اور متقی لوگوں کی جزا کا بیان ہے۔

**آیت 1** ❁ فرمایا کہ قیامت کے نزدیک ہونے کی نشانی ظاہر ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزے سے چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹ گیا۔ یاد رہے: (1) چاند کا دو ٹکڑے ہونا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روشن معجزات میں سے ہے۔ (2) صحاحِ ستہ کی کثیر احادیث میں اس عظیم معجزے کا بیان ہے اور یہ خبر شہرت کے اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ اس کا انکار کرنا عقل و انصاف سے دشمنی اور بے دینی ہے۔

**آیت 2** ❁ اس آیت میں کفارِ مکہ کی ایک عادت بیان کی گئی کہ وہ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صداقت اور نبوت پر دلالت کرنے والی کوئی نشانی جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا دیکھتے ہیں تو اس نشانی میں غور کرکے اس کی حقیقت جاننے، اس کی تصدیق کرنے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) جو کچھ دکھا رہے ہیں یہ تو کوئی دائمی طاقتور جادو ہے۔

**آیت 3** ❁ ارشاد فرمایا کہ کفارِ مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اور ان معجزات کو بھی جھٹلایا اور وہ اپنی ان باطل خواہشوں کے پیچھے ہوئے جو شیطان نے ان کے دل میں ڈال دی تھیں (یعنی اگر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات کی تصدیق کی تو ان کی سرداری

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ

اور بیشک ان کے پاس وہ خبریں آچکیں جن میں کافی ڈانٹ ڈپٹ تھی ○ (یہ قرآن) انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت ہے تو (اسے اور) ڈرانے والے

النُّذُرُ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ

فائدہ نہیں دیتے ○ تو تم ان سے منہ پھیر لو، جس دن پکارنے والا ایک سخت انجان بات کی طرف بلائے گا ○ (تو) ان کی آنکھیں نیچے جھکی ہوئی ہوں گی

يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ

قبروں سے یوں نکلیں گے گویا وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں ○ اس بلانے والے کی طرف دوڑتے ہوئے کافر

الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا

کہیں گے: یہ بڑا سخت دن ہے ○ ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تو انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور کہنے لگے

تمام عالم میں مانی جانے کی، اور قریش کی پیدا کی ہوئی تہمت باقی نہ رہے گی۔) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر ہونے والا ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دین غالب ہو کر رہے گا۔

آیت 4 ﴿ ارشاد فرمایا: کفارِ مکہ کے پاس قرآنِ پاک کے ذریعے پچھلی امتوں کے لوگوں کی خبریں آچکی ہیں جو ہلاک کردیے گئے اور خبروں میں کفارِ مکہ کے لئے کفر اور تکذیب سے کافی روک اور انتہا درجہ کی نصیحت تھی۔

آیت 5 ﴿ اس آیت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ یہ قرآن انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت سے بھرپور ہے تو (کافروں کو کچھ بھی) ڈرانے والے امور جیسے سابقہ امتوں پر آنے والے عذابات نے فائدہ نہ دیا۔

آیت 6-8 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! ان کفار کی سرکشی کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ ان سے منہ پھیر لیں کیونکہ وہ ڈر سنانے سے عبرت حاصل کرنے والے نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت جہاد والی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ مزید فرمایا: جس دن پکارنے والا ایک سخت انجان بات کی طرف بلائے گا۔ آیت کے اس حصے اور اگلی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ وہ دن یاد کریں جب حضرت اسرافیل علیہ السلام بیت المقدس کی چٹان پر کھڑے ہو کر ایک ایسی سخت انجان بات کی طرف بلائیں گے کہ اس جیسی سختی کبھی لوگوں نے نہ دیکھی ہوگی اور وہ بات قیامت اور حساب کی ہولناکی ہے۔ اس وقت لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور وہ اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ کثرت کی وجہ سے گویا وہ ہر طرف پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں اور وہ خوف اور حیرت کی وجہ سے یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ کہاں جائیں، حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز کی طرف دوڑتے ہوئے ان میں سے کافر کہیں گے: یہ کافروں پر بڑا سخت دن ہے۔

آیت 9، 10 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ قریش سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور یہ کہنے لگے کہ یہ پاگل ہے اور انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو دین کی دعوت دینے پر جھڑکا

مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ

کی اور بولے: وہ دیوانہ ہے اور اسے جھڑکا گیا○ تو اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو تو میرا بدلہ لے○ تو ہم نے زور سے بہتے پانی

بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾

سے آسمان کے دروازے کھول دیئے○ اور زمین کو چشمے کر کے بہا دیا تو پانی اس مقدار پر مل گیا جو مقدر تھی○

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ

اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کیا○ جو ہماری نگاہوں کے سامنے بہہ رہی تھی (یہ سب کچھ) اس (نوح) کو جزا دینے

كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَ

کیلئے (ہوا) جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا○ اور بیشک ہم نے اس واقعہ کو نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟○ تو میرا عذاب اور

(بہت عرصہ ان کی اذیتوں پر صبر کرنے کے بعد) حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی کہ اے اللہ! عزوجل، میں مغلوب ہوں تو تو ان سے میرا بدلہ لے۔

آیت 12،11 ❁ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے زور سے بہتے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور وہ پانی چالیس دن تک نہ تھما اور زمین سے اس قدر پانی نکالا کہ زمین چشموں کی طرح ہو گئی اور آسمان سے برسنے والے اور زمین سے ابلنے والے دونوں پانی اس مقدار پر مل گئے جو ان کے لئے مقدر تھی اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی تھی کہ طوفان اس حد تک پہنچے گا۔

آیت 14،13 ❁ ارشاد فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا تو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا جو ہماری حفاظت میں بہہ رہی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کو نجات دینا اور ان کی کافر قوم کو غرق کر دینا اس نبی علیہ السلام کو جزا دینے کے لئے ہوا جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا۔

آیت 15 ❁ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں کہ ہم نے اس واقعہ کو کہ کفار غرق کر کے ہلاک کر دیئے گئے اور حضرت نوح علیہ السلام کو نجات دی گئی، آنے والی امتوں کے لئے نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا جو اس واقعہ سے نصیحت اور عبرت حاصل کرے یا ہم نے اس کشتی کو آنے والی امتوں کے لئے نشانی بنا چھوڑا تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے اس کشتی کو جزیرہ کی سرزمین میں اور بعض مفسرین کے نزدیک جودی پہاڑ پر مدتوں باقی رکھا یہاں تک کہ ہماری امت کے پہلے لوگوں نے بھی اس کشتی کو دیکھا۔

آیت 16 ❁ فرمایا کہ اے حبیب! (آپ بتائیں کہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا! کیا میرے رسول کو جھٹلانے والوں کو عذاب پہنچایا نہیں!

نُذُرِ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ

میرا ڈرانا کیسا ہوا؟ اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے / نصیحت لینے کے لیے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے / نصیحت لینے والا؟ عاد نے

فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ

تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟ بیشک ہم نے ان پر ایسے دن میں ایک سخت آندھی بھیجی جس کی نحوست

نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ

ان پر ہمیشہ کے لیے رہی۔ وہ آندھی لوگوں کو یوں اکھیڑ مارتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہوں۔ تو میرا عذاب

عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ ع

اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟ اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے / نصیحت لینے کے لیے آسان کردیا تو ہے کوئی یاد کرنے / نصیحت لینے والا؟

آیت 17 ◆ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے حبیب! بیشک ہم نے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے آپ کی قوم کی زبان میں قرآن مجید نازل فرما کر ان کے لئے آسان کر دیا اور نصیحتوں اور عبرتوں سے قرآن کو بھر دیا اور اس میں وعدوں اور وعیدوں کو بیان کر دیا تو ہے کوئی جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔ (2) بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا تو ہے کوئی جو اسے یاد کرے۔ اہم بات: اس آیت میں قرآن کریم کی تعلیم دینے، حاصل کرنے اور اسے حفظ کرنے کی ترغیب ہے۔

آیت 18 ◆ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم عاد نے اپنے نبی حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا، اس پر عذاب آیا تو ان پر میرا عذاب کیسا ہوا اور میرے عذاب سے ڈرانے کے فرامین کیسے ہوئے جو عذاب سے پہلے ان کے پاس آچکے تھے۔

آیت 19، 20 ◆ ارشاد فرمایا: بیشک ہم نے قوم عاد پر ایسے دن میں ایک بہت تیز چلنے والی، نہایت ٹھنڈی آندھی بھیجی جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی حتی کہ وہ سب ہلاک ہو گئے۔ وہ آندھی لوگوں کو زمین سے یوں اکھیڑ دیتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہوں اور پھر سر کے بل انہیں زمین پر اس طرح دے مارتی کہ ان کے سر تن سے جدا ہو جاتے تھے اور جس دن آندھی آئی تھی وہ دن مہینے کا آخری بدھ تھا۔ اہم بات: بعض لوگ مہینے کے آخری بدھ کو منحوس کہتے ہیں اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں، مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس بدھ کی نحوست صرف قوم عاد کے لئے تھی۔

آیت 21 ◆ قوم عاد کے واقعہ میں دو مرتبہ "فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ" فرمائے جانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ پہلے مقام پر دنیوی عذاب کا ذکر ہے اور اس مقام پر اخروی عذاب کا ذکر ہے۔

آیت 22 ◆ قرآن پاک سے پہلے جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں وہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کو زبانی یاد تھیں اور ان کی امتیں صرف دیکھ کر ہی ان کی تلاوت کر سکتی تھیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ قرآن کریم چھوٹوں، بڑوں بے شمار افراد کو زبانی یاد ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوْۤا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ

ثمود نے ڈر سنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا۔ تو انہوں نے کہا: کیا ہم اپنے میں سے ہی ایک آدمی کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور

ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿٢٤﴾ ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا

گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔ کیا ہم سب میں سے (صرف) اس پر وحی ڈالی گئی؟ بلکہ یہ بڑا جھوٹا، متکبر ہے۔ بہت جلد کل جان جائیں گے

مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿٢٦﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَ اصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾

کہ کون بڑا جھوٹا، متکبر تھا۔ بیشک ہم ان کی آزمائش کیلئے اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں تو (اے صالح!) تم ان کا انتظار کرو اور صبر کرو۔

وَ نَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ

اور انہیں خبر دے دو کہ ان کے درمیان پانی تقسیم ہے، ہر باری پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے۔ تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا

آیت 23 ﴿ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قوم ثمود نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت کا انکار کر کے اور ان پر ایمان نہ لا کر انہیں جھٹلایا۔ اہم بات: قوم ثمود نے اگرچہ صرف حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا مگر چونکہ ایک نبی کا انکار سارے نبیوں کا انکار ہوتا ہے اس لئے یہاں آیت میں جمع کا صیغہ "اَلنُّذُر" ذکر کیا گیا۔

آیت 24 ﴿ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا تھا کہ اگر تم نے میری پیروی نہ کی تو تم گمراہ اور بے عقل ہو۔ اس پر انہوں نے کہا: ہم اپنے میں سے ہی ایک آدمی کے کس طرح تابع ہو جائیں حالانکہ ہم بہت زیادہ ہیں اور وہ اکیلا ہے، ہم ایسا نہیں کریں گے اور اگر ایسا کریں جب تو ہم ضرور گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔

آیت 25، 26 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود نے انہیں جھٹلاتے ہوئے کہا کہ کیا ہم سب میں سے صرف حضرت صالح علیہ السلام پر وحی نازل کی گئی ہے؟ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ بڑا جھوٹا، متکبر ہے کہ نبوت کے دعویٰ سے بڑا آدمی بننا چاہتا ہے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب وہ حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے تو بہت جلد جان جائیں گے کہ ان میں سے کون بڑا جھوٹا اور متکبر تھا۔

آیت 27، 28 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے اونٹنی کا معجزہ مانگا تو ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں تو اے صالح! علیہ السلام، تم اس بات کا انتظار کرو کہ وہ کیا کرتے ہیں اور ان کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے اور ان کی ایذا پر صبر کرو اور انہیں خبر دے دو کہ ان کے درمیان پانی کی باری تقسیم کی گئی ہے کہ ایک دن اونٹنی کا ہے اور ایک دن قوم کا، لہٰذا جو دن اونٹنی کا ہے اس دن صرف اونٹنی ہی پانی پینے آئے اور جو دن قوم کا ہے اس دن قوم پانی لینے آئے۔

آیت 29 ﴿ قوم ثمود ایک عرصہ تک اسی طریقے پر قائم رہی، پھر انہیں اپنی چراگاہوں میں اور مویشیوں پر پانی کی تنگی کی وجہ سے افسوس ہوا تو وہ لوگ اونٹنی کو قتل کرنے پر متفق ہو گئے اور اس کام کے لئے اپنے ساتھی کو پکارا، تو اس نے اونٹنی کو پکڑا اور تیز تلوار

فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً

تو اس نے (اونٹنی کو) پکڑا پھر (اس کی) کونچیں کاٹ دیں○ تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا؟○ بیشک ہم نے ان پر ایک زوردار چیخ بھیجی

وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ

تو اسی وقت وہ باڑ بنانے والے شخص کی بچی جانے والی روندی ہوئی خشک گھاس کی طرح ہوگئے○ اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا

نصیحت لینے کے لیے آسان کر دیا تو ہے کوئی یاد کرنے نصیحت لینے والا؟○ لوط کی قوم نے ڈر سنانے والوں (رسولوں) کو جھٹلایا○ بیشک

عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ

ہم نے ان پر ایک پتھراؤ بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے، ہم نے انہیں رات کے آخری پہر بچالیا○ اپنے پاس سے احسان فرما کر، ہم یونہی

سے اس کی کونچیں کاٹ دیں اور اسے قتل کر ڈالا۔

آیت 30 ﴿ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ میرا عذاب اور میرے ڈر کے فرمان جو عذاب نازل ہونے سے پہلے ان کے پاس میری طرف سے آئے تھے وہ کیسے ہوئے؟

آیت 31 ﴿ اس آیت میں قوم ثمود پر آنے والے عذاب کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ جس دن انہوں نے اونٹنی کو قتل کیا اس کے چوتھے دن ان پر حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک زوردار چیخ ماری جس کی وجہ سے ان کی حالت ایسے ہوگئی جس طرح چرواہے جنگل میں اپنی بکریوں کی حفاظت کے لئے گھاس کانٹوں کا احاطہ بنا لیتے ہیں، اس میں سے کچھ گھاس بچی رہ جاتی ہے اور وہ جانوروں کے پاؤں میں روند کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

آیت 32 ﴿ اس آیت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ہم نے اس شخص کے لئے قرآن پاک کو آسان کر دیا جو اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہے تو ہے کوئی ایسا شخص جو قرآن سے نصیحت حاصل کرے اور ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اہم بات: قرآن پاک کی ایک آیت حفظ کرنا ہر مکلف مسلمان پر فرض عین ہے اور پورا قرآن مجید حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اور سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کے مثل، مثلاً تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کو حفظ کرنا واجب عین ہے۔

آیت 33 ﴿ فرمایا کہ انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کا انکار کرکے سب رسولوں کو جھٹلایا۔

آیت 35،34 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو جھٹلانے اور ان کا انکار کرنے کی سزا میں ہم نے ان لوگوں پر چھوٹے چھوٹے سنگریزے برسائے اور ہم نے اپنے پاس سے احسان فرما کر حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دونوں صاحبزادیوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا اور انہیں صبح ہونے سے پہلے بچا لیا اور ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرنے والے ہر بندے کو یونہی صلہ دیتے ہیں کہ انہیں مشرکین کے ساتھ عذاب نہیں دیتے۔ اہم بات: شکر گزار بندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں علیہم السلام پر ایمان لائے اور ان کی اطاعت کرے۔

نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ

ہم شکر کرنے والے کو صلہ دیتے ہیں○ اور بیشک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرامین میں شک کیا○ انہوں نے

رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَیْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْیُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَ

اسے اس کے مہمانوں کے متعلق پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا (اور فرمایا) میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرامین کا مزہ چکھو○ اور

لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ

بیشک صبح سویرے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا○ تو میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرمانوں کا مزہ چکھو○ اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے کیلئے

یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ وَ لَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا

آسان کر دیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا؟○ اور بیشک فرعونیوں کے پاس ڈر سنانے والے (رسول) آئے○ انہوں نے

آیت 36 ﴿ فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں ہماری گرفت اور ہمارے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا اور ان کی تصدیق کرنے کی بجائے انہیں جھٹلانے لگے۔

آیت 37 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے انہیں ان کے معزز مہمانوں کے متعلق پھسلانا چاہا اور حضرت لوط علیہ السلام سے (فاسد نیت سے) کہا کہ انہیں ہمارے حوالے کر دیں تو جیسے ہی وہ گھر میں آئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا بازو ان کے چہرے پر مل دیا جس سے ان کی آنکھوں کو مٹا دیا اور ان کی آنکھیں ایسی ناپید ہو گئیں کہ ان کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ وہ حیران ہو کر بھاگے، راستہ نہ پاتے تھے تو حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں دروازے سے نکالا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے ان سے ارشاد فرمایا: میرے عذاب اور میرے ڈر کے فرمانوں کا مزہ چکھو جو تمہیں حضرت لوط علیہ السلام نے سنائے تھے۔

آیت 38 ﴿ ارشاد فرمایا کہ بیشک حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر صبح سویرے ٹھہرنے والا عذاب آیا جو آخرت تک باقی رہے گا۔ مراد یہ ہے کہ دُنیوی عذاب برزخی عذاب سے اور برزخی عذاب اُخروی عذاب سے ملا ہوا ہے لہٰذا نفس عذاب دائمی اور قائم ہے۔ اس آیت سے عذاب قبر کا ثبوت بھی ہوتا ہے کیونکہ اگر عذاب قبر حق نہ ہو تو ان کا عذاب مُستقر یعنی ٹھہرنے والا نہیں رہتا۔

آیت 39 ﴿ دوسری بار یہ بات اس لئے فرمائی گئی کہ ان پر عذاب دو مرتبہ نازل ہوا تھا، پہلا عذاب خاص ان لوگوں پر ہوا تھا جو حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوئے تھے اور دوسرا عذاب سب کو عام تھا۔

آیت 40 ﴿ یہاں ایک بار پھر یہ بات ارشاد فرمانے کی حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ قرآن کے اس پہلو کے حوالے سے لوگوں پر غفلت اور بھول و نسیان غالب نہ آئے۔

آیت 41، 42 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک فرعونیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے رسول حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام آئے تو فرعونی ان پر ایمان نہ لائے اور انہوں نے ہماری ان سب نشانیوں کو جھٹلا دیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں تو ہم نے ان کے جھٹلانے کی وجہ سے ان پر عذاب کے ساتھ ایسی گرفت کی جیسی ایک عزت والے، عظیم قدرت والے

بِاٰیٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَیْرٌ مِّنْ

ہماری سب نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان پر ایسی گرفت کی جیسی ایک عزت والے، عظیم قدرت والے کی گرفت کی شان ہوتی ہے ○ کیا تمہارے

اُولٰٓىٕكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِی الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَیُهْزَمُ

ان (پہلوں) سے بہتر ہیں یا کتابوں میں تمہارے لئے نجات لکھی ہوئی ہے؟ ○ یا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم سب بدلہ لے لیں گے ○ عنقریب

الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ

بھگا دیئے جائیں گے اور وہ پیٹھ پھیر دیں گے ○ بلکہ ان کا وعدہ قیامت ہے اور قیامت سب سے زیادہ سخت اور سب سے زیادہ کڑوی ہے ○ بیشک

کی گرفت ہوتی ہے کہ اس سے کوئی چیز اسے نہیں سکتا۔ درس: سابقہ امتوں کی تباہی و بربادی کے واقعات سنانے سے مقصود اس امت کے لوگوں کو اس بات سے ڈرانا ہے کہ اگر انہوں نے بھی ان جیسے اعمال اختیار کئے، اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کو پس پشت ڈالا تو ان کی بھی بڑی سخت گرفت ہو سکتی ہے لہٰذا ہر ایک فرد کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی سے بچے تاکہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے محفوظ رہے۔

آیت 43 ✽ اس آیت میں کفارِ مکہ کو ڈراتے ہوئے فرمایا گیا کہ کیا تمہارے کافر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، عاد، ثمود، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور فرعون کی قوم سے زیادہ طاقتور ہیں؟ مراد یہ ہے کہ تم سے پہلے کے کافر زیادہ مضبوط اور طاقتور تھے اس کے باوجود ان کی سرکشی کی بنا پر جو کچھ ان کے ساتھ ہوا وہ تم نے سن لیا، تو کیا تمہیں یہ امید ہے کہ تمہیں ان جیسا عذاب نہیں ہو گا حالانکہ تمہارا حال ان سے بہت بدتر ہے، یا یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں تمہارے لئے نجات لکھی ہوئی ہے کہ تمہارے کفر کی گرفت نہ ہوگی، تم امن میں رہو گے۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہے۔

آیت 45،44 ✽ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا کفارِ قریش اپنی جماعت اور قوت و شوکت کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ لے لیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عنقریب کفارِ مکہ کے گروہ میں شامل سب لوگ بھگا دیئے جائیں گے کہ ان میں سے ایک بھی قائم نہ رہے گا۔ دوسری آیت کا شانِ نزول: جب غزوۂ بدر کے دن ابو جہل نے کہا کہ ہم سب مل کر بدلہ لے لیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی "سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ" اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زرہ پہن کر یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر ایسا ہی ہوا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح نصیب ہوئی اور کفار کو ہزیمت و شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

آیت 46 ✽ فرمایا کہ بدر کی شکست کفارِ مکہ کا پورا عذاب نہیں بلکہ اس عذاب کے بعد انہیں قیامت کے دن اصل عذاب کا وعدہ ہے اور قیامت سب سے زیادہ کڑوی ہے کہ دُنیوی عذاب کے مقابلے میں اس کا عذاب بہت زیادہ سخت ہے کیونکہ دُنیوی عذاب جیسے قید ہونا، قتل ہونا اور شکست کھانا وغیرہ تو اُخروی عذاب کی ایک جھلک ہے۔

آیت 47 ✽ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے، اس کے رسولوں کو جھٹلانے والے اور حشر کا انکار کرنے والے مشرکین دنیا میں گمراہ اور دیوانے ہیں کہ نہ سمجھتے ہیں اور نہ راہ یاب ہوتے ہیں۔

مُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

مجرم گمراہی اور دیوانگی میں ہیں○ جس دن وہ آگ میں اپنے چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے (فرمایا جائے گا)، دوزخ کا چھونا چکھو○

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ

بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی○ اور ہمارا کام تو صرف ایک بات ہے جیسے پلک جھپکنا○ اور بیشک ہم نے تمہارے جیسے

اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ

بہت سے گروہ ہلاک کردیئے تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا○ اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ سب کتابوں میں موجود ہے○ اور ہر چھوٹی اور

كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

بڑی چیز لکھی ہوئی ہے○ بیشک پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے○ عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور سچ کی مجلس میں ہوں گے○

آیت 48 ✽ اس آیت مبارکہ میں کفار کو جہنم میں منہ کے بل گھسیٹے جانے کا ذکر ہے اور حدیث پاک میں بعض ایسے مسلمانوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جنہیں منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، ان میں سے تین یہ ہیں: (1) بہادر کہلائے جانے کی نیت سے جہاد کرنے والا۔ (2) عالم اور قاری کہلائے جانے کی نیت سے علم حاصل کرنے اور قرآن پڑھنے والا۔ (3) سخی کہلائے جانے کی خاطر راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والا۔

آیت 49 ✽ شانِ نزول: یہ آیت ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر ہیں اور نئے واقعات کو ستاروں وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے ہر چیز حکمت کے تقاضے کے مطابق ایک اندازے سے پیدا فرمائی ہے۔ اہم بات: ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان لائے اور تقدیر کے بارے میں بحث نہ کرے کہ یہ ایمان کی بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔

آیت 50 ✽ ارشاد فرمایا کہ ہم جس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمائیں تو وہ ہمارے صرف ایک مرتبہ حکم فرمانے سے اتنی دیر میں ہو جاتی ہے جتنی دیر پلک جھپکنے میں لگتی ہے۔

آیت 51 ✽ فرمایا کہ اے کفارِ قریش! بیشک ہم نے پہلی امتوں میں سے بہت سے کفار کے گروہ ہلاک کردیئے ہیں، وہ بھی تمہاری طرح دل کے ساتھ کفر کرتے اور اس کے رسولوں کو جھٹلاتے تھے تو تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو ان کے انجام سے نصیحت حاصل کرے۔

آیت 52 ✽ مزید ارشاد فرمایا کہ اے کفارِ قریش! پہلی امتوں میں سے تم جیسے کفار نے جو کچھ کیا وہ سب ان کتابوں میں موجود ہے جنہیں ان پر مقرر فرشتوں نے لکھا ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے یہ معنی بھی بیان کئے ہیں کہ بندوں کے تمام افعال اعمال لکھنے والے فرشتوں کے صحیفوں میں موجود ہیں۔

آیت 53 ✽ فرمایا کہ چھوٹے اور بڑے تمام اعمال اپنی تفصیل کے ساتھ لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔ درسِ [illegible]: اس آیت میں ہر مسلمان کے لئے بڑی نصیحت ہے کہ اس کے تمام اعمال لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اور اعمال لکھنے والے فرشتے بھی اپنے صحیفوں میں اس کا عمل لکھ رہے ہیں اور پھر قیامت کے دن ہر شخص ان اعمال ناموں کو اپنے سامنے پائے گا۔ لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ وہ تمام گناہوں سے بچے اور جو گناہ سرزد ہو چکے ان سے سچی توبہ کرے۔

آیت 55،54 ✽ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو کفر اور گناہوں سے بچتے رہے، وہ ایسے باغوں میں ہوں گے جن میں موجود نعمتوں اور ان

اٰیاتھا ۷۸ — ۵۵ سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ ۹۷ — رکوعاتھا ۳

سورۂ رحمٰن مدنی ہے، اس میں اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَ

رحمٰن نے، قرآن سکھایا ۝ انسان کو پیدا کیا ۝ اسے بیان سکھایا ۝ سورج اور

لوگوں کے لئے تیار کی گئی چیزوں کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اسی طرح ان کے باغوں اور محلوں میں پانی، شراب، شہد اور دودھ کی نہریں ہوں گی اور وہ عظیم قدرت والے بادشاہ کی بارگاہ کے مقرب ہوں گے۔

سورۂ رحمٰن کا تعارف ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 78 آیتیں ہیں۔ اس سورت کا نام "سورۂ رحمٰن" اس لئے رکھا گیا کہ اس کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم "اَلرَّحْمٰنُ" سے کی گئی ہے۔ فضائل: (1) ارشاد فرمایا: ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورۂ رحمٰن ہے۔ (شعب الایمان، حدیث: 2494) (2) ارشاد فرمایا: سورۂ حدید، سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرنے والے کو زمین و آسمان کی بادشاہت میں جنت الفردوس کا مکین پکارا جاتا ہے۔ (شعب الایمان، حدیث: [illegible]) خلاصۂ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت اور قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی وحی ہونے پر دلائل کا بیان اور آخر میں قیامت، جنت کی نعمتوں اور جہنم کی سختیوں اور ہولناکیوں وغیرہ کا ذکر ہے۔

آیت 2،1 ﴿ شانِ نزول: (1) جب سورۂ فرقان کی آیت نمبر 60 نازل ہوئی جس میں رحمٰن کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو کفار کہنے لگے: رحمٰن کیا ہے ہم نہیں جانتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الرحمٰن نازل فرمائی کہ رحمٰن جس کا تم انکار کرتے ہو وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا۔ (2) اہلِ مکہ نے جب کہا کہ محمد (مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو کوئی بشر سکھاتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رحمٰن نے قرآن اپنے حبیب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سکھایا۔ اہم باتیں: (1) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس قرآن پاک بظاہر حضرت جبریل علیہ السلام کے واسطے سے آیا لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قرآن سکھایا۔ (2) حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے سارا قرآن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سکھا دیا تو اس میں متشابہات کا علم بھی آگیا۔ (4) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قرآن سکھایا اور ایک جگہ واضح طور پر فرما دیا کہ آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا علم تمام انبیاء کرام علیہم السلام بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ ہے۔

آیت 4،3 ﴿ "انسان" اور "بیان" کے مصداق کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں: (1) یہاں انسان سے مراد دو عالم کے سردار محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور بیان سے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا، کا بیان مراد ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبریں دیتے تھے۔ (2) یہاں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور بیان سے مراد تمام چیزوں کے اسماء اور تمام زبانوں کا بیان مراد ہے۔

آیت 5 ﴿ یعنی سورج اور چاند کی رفتار اللہ تعالیٰ نے معین فرما دی ہے جس اندازے کے ساتھ وہ اپنے اپنے بروج اور منازل میں

لْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ

ب سے ہیں○ اور بغیر تنے والی نباتات اور درخت سجدہ کرتے ہیں○ اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور

الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝

ازو رکھی○ کہ تولنے میں ناانصافی نہ کرو○ اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ○

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ

اس نے مخلوق کے لیے زمین رکھی○ اس میں پھل میوے اور غلاف والی کھجوریں ہیں○ اور بھوسے والا

رت کرتے ہیں کہ لوگ ان کی رفتار سے سالوں اور مہینوں کا حساب لگاتے ہیں۔

آیت 6 ◆ یہاں "نجم" سے مراد زمین سے پیدا ہونے والی وہ نباتات ہیں جو تنا نہیں رکھتیں جیسے سبزہ اور انگور کی بیل وغیرہ اور "شجر" سے مراد وہ نباتات ہیں جو تنا رکھتی ہیں جیسے گندم، جو اور درخت وغیرہ اور ان کے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان کے سائے سجدہ کرتے ہیں اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔ تمام نباتات، سبزے اور درخت زمین پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں۔

آیت 7، 8 ◆ ارشاد فرمایا: اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا۔ آسمان کو محل کے اعتبار سے بلندی یوں ہے کہ آسمان زمین سے اونچا ہے اور رتبے کے اعتبار سے بلندی یہ ہے کہ وہ فرشتوں کا مسکن ہے اور وہیں سے اللہ تعالیٰ کے احکام صادر ہوتے ہیں۔ مزید فرمایا: اور ترازو رکھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں میزان سے مراد عدل کرنا ہے، اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (مخلوق کے درمیان تمام معاملات میں) عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ میزان سے مراد وہ تمام آلات ہیں جن سے اشیاء کا وزن کیا جائے، معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اشیاء ناپنے اور تولنے کے آلات پیدا فرمائے اور اپنے بندوں پر لین دین کے معاملات میں عدل قائم رکھنے اور برابری کرنے کے احکام نافذ فرمائے تاکہ وہ ناپ تول میں ناانصافی نہ کریں اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

آیت 9 ◆ فرمایا کہ جب تم لوگوں کے لئے کوئی چیز ناپو یا تولو تو انصاف کے ساتھ ناپ تول کرو اور وزن میں کمی نہ کرو۔

آیت 10 ◆ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مخلوق کے لئے زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا جو مخلوق اس میں رہتی اور بستی ہے تاکہ وہ اس میں آرام کریں اور فائدے اٹھائیں۔

آیت 11، 12 ◆ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین میں بے شمار اقسام کے پھل میوے اور غلاف والی کھجوریں ہیں جن میں بہت برکت ہے اور بھوسے والا اناج جیسے گندم اور جو وغیرہ پیدا فرمایا ہے، بھوسے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس میں اناج دیر تک محفوظ رہتا ہے اور زمین میں خوشبو دار پھول پیدا فرمائے تاکہ ان کی خوشبو سونگھ کر تمہیں فرحت حاصل ہو۔

ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ

اناج اور خوشبودار پھول ہیں۔ تو (اے جن وانسان!) تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اس نے انسان کو

مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾

ٹھیکری جیسی بجنے والی سوکھی مٹی سے پیدا کیا۔ اور اس نے جن کو بغیر دھوئیں والی آگ کے خالص شعلے سے پیدا کیا۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾

تو (اے جن وانسان!) تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ وہ دونوں مشرقوں کا رب ہے اور دونوں مغربوں کا رب ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا

تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اس نے دو سمندر بہائے کہ دونوں ملے ہوئے (لگتے) ہیں۔ ان کے درمیان

آیت 13 ﴾ فرمایا کہ اے جن وانس کے گروہ! جو نعمتیں تمہارے سامنے بیان کی گئیں، ان میں سے تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اہم بات: اس سورۂ مبارکہ میں یہ آیت 31 بار آئی ہے، یہ ہدایت اور نصیحت کرنے کا بہترین اسلوب ہے اور اس اسلوب کو اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سننے والے کے نفس کو تنبیہ ہو اور اسے اپنے جرموں کا حال معلوم ہو جائے کہ اس نے کتنی نعمتوں کو جھٹلایا ہے اور اس طرح وہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور فرماں برداری کرنے کی طرف مائل ہو اور یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کی اس پر بے شمار نعمتیں ہیں۔

آیت 14 ﴾ یہاں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی پیدائش کی کیفیت کا ایک انداز بیان فرمایا ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہر قسم کی مٹی جمع فرمائی گئی، پھر اسے پانی سے گوندھا گیا تو وہ مٹی ایسا سیاہ گارا بن گئی جس سے بو آتی تھی، اس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم مبارک بنایا اور جب وہ مٹی خشک ہوئی تو ہوا گزرنے کی وجہ سے ٹھیکری کی طرح بجنے لگی۔

آیت 15 ﴾ یہاں جن سے مراد ابلیس ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے آگ سے پیدا فرمایا۔

آیت 16 ﴾ فرمایا کہ اے جن وانسان کے گروہ! تمہاری تخلیق کی مختلف حیثیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تم پر جو نعمتیں فرمائیں حتیٰ کہ تمہیں مرکبات میں سے افضل اور کائنات کا خلاصہ بنا دیا، ان میں سے تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 17 ﴾ اس آیت میں دونوں مشرق اور دونوں مغرب سے گرمیوں اور سردیوں کے موسم میں سورج طلوع اور غروب ہونے کے دونوں مقام مراد ہیں۔

آیت 18 ﴾ فرمایا کہ سردی اور گرمی کے دونوں مشرقوں اور مغربوں میں جو بے شمار فوائد ہیں جیسے ہوا کا معتدل ہونا، مختلف موسموں جیسے گرمی، سردی، بہار اور خزاں کا آنا اور ہر موسم کی مناسبت سے مختلف چیزوں کا پیدا ہونا وغیرہ، تو ان میں سے تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 19، 20 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میٹھے اور کھاری دو ایسے سمندر بہائے کہ دیکھنے میں ان کی سطح ملی ہوئی لگتی ہے کہ ظاہری طور پر ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ان کے درمیان ایک آڑ ہے کہ وہ ایک دوسرے

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۚ﴿۲۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اسی کے سوالی ہیں، وہ ہر دن کسی کام میں ہے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۚ﴿۳۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

کو جھٹلاؤ گے ؟ ○ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! ابھی ہم تمہارے حساب کا قصد فرمائیں گے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ

کو جھٹلاؤ گے ؟ ○ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ

موت کے بعد ابدی نعمتوں کو پائیں گے۔

آیت 29 ﴾ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں میں رہنے والے فرشتے ہوں یا زمین پر بسنے والی کوئی مخلوق الغرض کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں بلکہ سب اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال کی طرف اشارہ ہے کہ ہر مخلوق ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ مزید فرمایا: وہ ہر دن کسی کام میں ہے۔ تفاسیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ یہ آیت ان یہودیوں کے رد میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہفتے کے دن کوئی کام نہیں کرتا، چنانچہ اس آیت میں ان کے قول کا باطل ہونا ظاہر فرمایا گیا۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنی قدرت کے آثار ظاہر فرماتا ہے، کسی کو روزی دیتا ہے، کسی کو مارتا اور کسی کو زندہ کرتا ہے، کسی کو عزت اور کسی کو ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے، کسی کو مالدار اور کسی کو محتاج کرتا ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کیلئے "مصروف" اور "مشغول" کا لفظ استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان اوصاف سے پاک ہے۔

آیت 30 ﴾ فرمایا کہ اے جن و انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ کے جو احسانات بیان ہوئے ان کا مشاہدہ کرنے کے باوجود تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 31 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے جن اور انسانوں کے گروہ! عنقریب ہم تم سے حساب لینے اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دینے کا قصد فرمائیں گے۔ اہم باتیں: (1) ثقل بوجھ کو کہتے ہیں، زمین پر موجود دیگر مخلوق کے مقابلے میں صرف جنوں اور انسانوں کو شرعی احکام کا مکلف بنایا گیا، ان کی اس عظمت کی وجہ سے انہیں "ثقلان" فرمایا گیا۔ (۲) انہیں "ثقلان" اس لئے فرمایا گیا کہ یہ گناہوں کی وجہ سے بھاری ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے لئے "فارغ" کا لفظ استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ مصروفیت اور فراغت کے وصف سے پاک ہے۔ اس لئے یہاں آیت میں "سَنَفْرُغُ" سے اس کا حقیقی معنی "فراغت" مراد نہیں بلکہ اس کا مجازی معنی "قصد کرنا" مراد ہے۔ درس: اس آیت میں تمام انسانوں کے لئے نصیحت ہے کہ مرنے کے بعد انہیں بہر حال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کئے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہوگا اور پھر جس طرح کے عمل کئے ہوں گے اسی طرح کی جزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گی۔

آیت 32 ﴾ فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ کا قیامت کے دن اعمال کے حساب کے معاملے میں تمہیں تنبیہ کرنا بھی ایک نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 33 ﴾ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم میری قضا سے بھاگ سکتے ہو، میری سلطنت

الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ﴿۳۳﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ یُرْسَلُ

نکل جاؤ، تم جہاں نکل کر جاؤ گے (وہاں) اسی کی سلطنت ہے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○ تم پر آگ کا

عَلَیْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ۬ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ﴿۳۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

بے دھوئیں شعلہ اور بغیر شعلے والا کالا دھواں بھیجا جائے گا تو تم ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکو گے ○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ﴿۳۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○ پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول جیسا (سرخ) ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا ○ تو تم دونوں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَیَوْمَىٕذٍ لَّا یُسْــٴَـلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ۚ﴿۳۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ○ تو اس دن کسی آدمی اور جن سے اس کے گناہ کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا ○ تو تم دونوں اپنے رب کی

کے آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ اور خود کو میرے عذاب سے بچالو لیکن تم اس پر قادر ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ہر جگہ میری ہی سلطنت ہے۔ یہ حکم ان کا عجز ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

آیت 34 ﴿ فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے سزا دینے پر قادر ہونے کے باوجود تمہیں تنبیہ کرکے، اپنے عذاب سے ڈرا کر تم پر انعامات فرمائے، تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 35 ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے (کافر) جن اور انسان! قیامت کے دن جب تم قبروں سے نکلو گے تو تم پر آگ کا بغیر دھوئیں والا خالص شعلہ اور بغیر شعلے والا کالا دھواں بھیجا جائے گا تو اس وقت تم اس عذاب سے نہ بچ سکو گے اور نہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر سکو گے۔

آیت 36 ﴿ فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! کافر اور گناہ گار کا انجام پہلے سے بیان کر دینا اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور نعمت ہے تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 37 ﴿ ارشاد فرمایا کہ پھر جب قیامت کے دن آسمان اس طرح پھٹ جائے گا کہ جگہ جگہ سے چِرا ہوا ہوگا اور اس کا رنگ گلاب کے پھول کی طرح اور ایسا سرخ ہو گا جیسے رنگی ہوئی کھال ہوتی ہے۔ درس: قرآن مجید میں جہاں کہیں قیامت کے ہولناک مناظر بیان کئے گئے ہیں ان کی تلاوت کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنی چاہئے کہ وہ ہمیں قیامت کی ہولناکیوں میں امن نصیب فرمائے، اٰمین۔

آیت 38 ﴿ فرمایا کہ جب قیامت کے دن آسمان اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے پھٹ جائیں گے تو اس وقت وہی تمہیں قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے نجات دے گا، تو اے جن وانسان! تم دونوں اس نعمت کا انکار کس طرح کرسکتے ہو۔

آیت 39 ﴿ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے: جس دن آسمان پھٹے گا تو اس دن قبروں سے نکلتے ہی فوراً کسی آدمی اور جن سے اس کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا بلکہ حساب کی جگہ میں ان سے پوچھا جائے گا۔

آیت 40 ﴿ فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! تمہیں ان چیزوں کی خبر دینا جن سے ڈر کر تم گناہوں سے باز آجاؤ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ

تُكَذِّبٰنِ ۝ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝ فَبِاَيِّ

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۝ مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے تو انہیں پیشانی اور پاؤں سے پکڑا جائے گا ۝ تو...

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۝ یہ وہ جہنم ہے جسے مجرم جھٹلاتے تھے ۝ جہنمی جہنم اور انتہائی کھولتے ہوئے پانی

وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ

میں چکر لگائیں گے ۝ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۝ اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ...

کی ایک نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 41 ٭ ارشاد فرمایا کہ (قیامت کے دن) مجرم اپنے چہروں سے اس طرح پہچانے جائیں گے کہ ان کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی ہوں گی، تو حساب کے بعد جہنم کے خازن انہیں پکڑ کر ان کے ہاتھ گردن سے باندھ دیں گے اور ان کے پاؤں پیچھے سے پیشانیوں سے ملا دیں گے، پھر انہیں چہروں کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔

آیت 42 ٭ فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہو! فرشتوں کا تم میں سے مجرموں اور اطاعت گزاروں کو ان کی علامات سے پہچان کر صرف مجرموں کو ذلت اور توہین سے دوچار کرنا اور اطاعت گزاروں کو محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 43 ٭ اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ جب کفار جہنم کے قریب ہوں گے تو اس وقت جہنم کے خازن ان سے کہیں گے کہ یہ جہنم ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔

آیت 44 ٭ اس آیت میں جہنمیوں کا حال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جہنمی جہنم اور اس کے انتہائی کھولتے ہوئے پانی میں چکر لگائیں گے۔ اس کی ایک صورت یہ ہوگی کہ جب وہ جہنم کی آگ سے جل بھن کر فریاد کریں گے تو انہیں اس جگہ لے جایا جائے گا جہاں کھولتے ہوئے پانی کا چشمہ ہے، وہاں انہیں جلتا اور کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور جب اس عذاب پر فریاد کریں گے تو انہیں اس جگہ لے جایا جائے گا جہاں آگ کا عذاب ہے۔

آیت 45 ٭ فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہو! اللہ تعالیٰ کا اپنی نافرمانی کے اس انجام سے دنیا میں ہی آگاہ فرما دینا بھی بڑی نعمت ہے، تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 46 ٭ اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) جسے دنیا میں قیامت کے دن اپنے رب عزوجل کے حضور حساب کی جگہ میں حساب کے لئے کھڑے ہونے کا ڈر ہو اور وہ گناہوں کو چھوڑ دے اور فرائض کی بجا آوری کرے تو اس کے لئے آخرت میں دو جنتیں ہیں۔ (2) جو اس بات سے ڈرے کہ اس کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ اس کے اعمال کی نگرانی رکھتا ہے اور اس خوف کی وجہ سے وہ گناہ چھوڑ دے تو اس کے لئے آخرت میں دو جنتیں ہیں۔ اہم باتیں: (1) دو جنتوں سے مراد جنت عدن اور جنت نعیم ہے۔ (2) دو جنتیں

جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ۝ فَبِاَیِّ

... دو جنتیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ شاخوں والی ہیں۔ تو تم دونوں

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـٕیْنَ

ان دونوں جنتوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (جنتی) ایسے بچھونوں پر

کی وجوہات مفسرین نے مختلف بیان فرمائی ہیں۔ (۱) ایک جنت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا صلہ ہے اور ایک نفسانی خواہشات ترک کرنے کا صلہ ہے۔ (۲) ایک جنت اس کے فرمان برداری کرنے کا صلہ ہے اور ایک جنت گناہ چھوڑ دینے کا صلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف بڑی اعلیٰ نعمت ہے۔

آیت 47 ❁ فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہو! جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعمال کے ثواب کے لئے جنت بنائی ہے تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 48 ❁ یہاں سے ان دو جنتوں کے اوصاف بیان کئے جا رہے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان جنتوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ دونوں جنتیں پھلوں سے لدی ہوئی شاخوں والی ہیں اور ہر شاخ میں قسم قسم کے میوے ہیں۔

آیت 49 ❁ فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہو! اطاعت گزاروں والا ثواب دے کر اللہ تعالیٰ نے جو تم پر انعام فرمایا تو ان میں سے تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 50 ❁ یہاں ان جنتوں کا ایک اور وصف بیان ہوا کہ ان میں سے ہر ایک جنت میں صاف اور میٹھے پانی کے دو چشمے بہہ رہے ہیں، ان میں سے ایک کا نام تسنیم اور دوسرے کا نام سلسبیل ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ایک چشمہ خراب نہ ہونے والے پانی کا ہے اور دوسرا چشمہ ... شراب کا ہے جو پینے والوں کے لئے لذت بخش ہے۔

آیت 51 ❁ فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ چشمے عطا کر کے تمہاری نعمت میں اضافہ فرمایا تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 52 ❁ ارشاد فرمایا: ان دونوں جنتوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔ دو قسموں سے مراد یہ ہے کہ بعض وہ پھل ہیں جو دنیا میں دیکھے گئے اور بعض وہ عجیب پھل ہیں جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھے گئے یا اس سے مراد یہ ہے کہ بعض پھل خشک ہیں اور بعض تر یا ... بعض پھل خالص میٹھے ہیں اور بعض ترشی کی طرف مائل ہیں۔

آیت 53 ❁ فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہو! تم ان نعمتوں میں سے اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 54 ❁ فرمایا کہ جنتی لوگ بادشاہوں کی طرح آرام اور راحت سے ایسے بچھونوں پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہوں گے جن کے اندرونی ... ریشم ... کے ہوں گے۔ مزید فرمایا: اور دونوں جنتوں کا پھل جھکا ہوا ہے۔ یعنی ان دونوں جنتوں کا پھل اتنا قریب ہو گا کہ بیٹھ

عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَیِّ

تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے اندرونی حصے موٹے ریشم کے ہیں اور دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے ہوں گے○ تو تم دونوں اپنے رب کی

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ

کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟○ ان جنتوں میں وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتیں، جنہیں ان کے شوہروں سے

قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ

پہلے نہ کسی آدمی نے چھوا اور نہ کسی جن نے○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟○ گویا وہ لعل

وَ الْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٩﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ

اور مرجان (موتی) ہیں○ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟○ نیکی کا بدلہ

اور جنتی شخص سے چن لے گا جبکہ دنیا کے پھلوں میں یہ خاصیت نہیں ہے۔

آیت 55 ﴿ فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! ان لذیذ اور باقی رہنے والی نعمتوں میں سے تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 56 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان جنتوں کے محلات میں جنتی مردوں کے لئے ایسی بیویاں ہوں گی جو اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھیں گی اور وہ بیویاں ایسی ہوں گی کہ انہیں ان کے جنتی شوہروں کے علاوہ نہ کسی آدمی نے چھوا ہوگا اور نہ ہی کسی جن نے، ان بیویوں سے مراد حورعین ہیں کیونکہ وہ جنت میں پیدا کی گئی ہیں، اس لئے ان کے شوہروں کے سوا انہیں کسی نے نہیں چھوا۔ بعض مفسرین نے فرمایا ان سے مراد دنیا کی عورتیں ہیں، انہیں کنواریاں پیدا کیا جائے گا اور اس پیدائش کے بعد انہیں ان کے شوہروں کے علاوہ کسی اور نے نہ چھوا ہوگا۔ اہم باتیں: (1) تقویٰ اور شرم و حیا عورت کا بہت بڑا کمال ہے۔ (2) پردہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ہے جو جنت میں بھی ہوگی۔ (4) حوریں پیدا ہو چکی ہیں اور جنت کی تمام نعمتوں کی طرح وہ بھی موجود ہیں۔

آیت 57 ﴿ فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری طبیعت کے موافق تمہارے لئے بیویاں بنائیں تو تم اللہ تعالیٰ کا انکار کس طرح کرتے ہو اور تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 58 ﴿ فرمایا کہ جنتی حوریں صفائی اور خوش رنگی میں لعل اور مونگے پتھر کی طرح ہیں۔

آیت 59 ﴿ فرمایا کہ اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری نگاہوں کی لذت ان حوروں کو دیکھنے میں رکھی تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 60 ﴿ فرمایا کہ جو (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور دنیا میں اس نے اچھے عمل کئے اور اپنے رب تعالیٰ کی فرمانبرداری کی تو آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس طرح احسان فرمائے گا کہ اسے اس کی دنیوی نیکیوں پر وہ جزاعطا فرمائے گا جو ان آیات میں بیان ہوئی۔

إِلَّا الْإِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦١﴾ وَمِن دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ﴿٦٢﴾

بدلہ ہے؟ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اور ان کے علاوہ دو جنتیں (اور) ہیں۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَامَّتَانِ ﴿٦٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ وہ دونوں جنتیں نہایت سبز درختوں کی وجہ سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔ تو تم دونوں

تُكَذِّبَانِ ﴿٦٥﴾ فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ ﴿٦٦﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٧﴾

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان میں دو چھلکتے ہوئے چشمے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٩﴾ فِيهِنَّ

ان جنتوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان میں

آیت 61 ﴿ ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! تم اپنے رب عزوجل کی نعمت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو حالانکہ اس نے تمہاری نیکی کا ثواب جنت رکھی اور اسے تمہارے سامنے بیان کر دیا ہے۔

آیت 62 ﴿ فرمایا کہ جن دو جنتوں کا ذکر اوپر گزرا ان کے علاوہ دو جنتیں اور بھی ہیں مگر یہ دونوں ان پچھلی جنتوں سے مرتبے، مقام اور نسبت میں کم ہیں۔ اہم بات: اس آیت میں بیان دو جنتیں دائیں جانب والوں کے لئے ہیں۔

آیت 63 ﴿ ارشاد فرمایا: اے جن و انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے پہلے متقی لوگوں کے لئے دو جنتوں کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد مزید دو جنتوں کا ذکر فرمایا تو تم اپنے رب عزوجل کے فضل و کرم کا انکار کس طرح کر سکتے ہو۔

آیت 64 ﴿ اس آیت میں ان جنتوں کا وصف بیان کیا گیا ہے کہ ان کے درختوں کے پتے اتنے سبز ہیں کہ وہ سیاہی کی جھلک دے رہے ہیں۔ اہم بات: یہ انتہائی خوشنما رنگ ہے اور نورِ نظر کے لئے بہت مفید ہے۔

آیت 65 ﴿ ارشاد فرمایا: اے جن اور انسانوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سبز جنتیں بنائیں کیونکہ سبز رنگ کی طرف دیکھنے سے بصارت میں اضافہ ہوتا ہے تو تم اس کی وحدانیت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو؟

آیت 66 ﴿ فرمایا کہ ان دونوں جنتوں میں پانی کے چھلکتے ہوئے دو چشمے ہیں جن کا پانی ٹوٹتا نہیں۔

آیت 67 ﴿ ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! تم میں سے نیک اعمال کرنے والوں کو یہ عظیم ثواب عطا کرنے اللہ تعالیٰ نے تم پر انعام کیا تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 68 ﴿ جنتوں میں ہر طرح کے میوے ہوں گے۔ کھجور اور انار اگرچہ میوے میں داخل ہے لیکن ان کی فضیلت اور شرف کی وجہ سے انہیں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

آیت 69 ﴿ ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایسے پھل پیدا کئے جنہیں کھانے سے تمہیں لذت حاصل ہوتی ہے تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

آیت 70 ﴿ فرمایا کہ ان دونوں جنتوں میں اخلاق کے اعتبار سے اچھی اور صورت کے اعتبار سے حسین عورتیں ہیں۔ اہم بات: یہاں

خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ

اچھے اخلاق والی، حسین شکل والی عورتیں ہیں ۝ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۝ خیموں میں پردہ نشین

فِي الْخِيَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ

حوریں ہیں ۝ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۝ ان کے شوہروں سے پہلے انہیں نہ کسی آدمی نے چھوا

لَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ

نہ کسی جن نے ۝ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۝ (جنتی) سبز قالینوں اور انتہائی خوبصورت بچھونوں پر

وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ

تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ۝ تو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۝ تمہارے رب کا نام بڑی برکت والا ہے

اخلاقی اچھائی کو پہلے ذکر کیا گیا معلوم ہوا کہ اچھی عادت اچھی صورت سے افضل ہے لہٰذا کسی عورت کا رشتہ دیکھتے وقت اس کے حسن کے مقابلے میں اس کی اچھی سیرت اور اچھے کردار کو زیادہ ترجیح دینی چاہئے۔

**آیت 71** ﴾ ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے جنتی عورتوں کے اوصاف بیان کرکے تم پر انعام فرمایا تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

**آیت 72** ﴾ ارشاد فرمایا کہ ان جنتوں میں خیموں میں پردہ نشین حوریں ہیں جو کہ اپنی شرافت اور کرامت کی وجہ سے ان خیموں سے باہر نہیں نکلتیں۔

**آیت 73** ﴾ ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے وہ نعمتیں پیدا فرمائیں جو تمہارے لئے پردہ نشین اور (دوسروں سے) چھپی ہوئی ہیں تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

**آیت 74** ﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے ان دو جنتوں کی حوریں اپنے جنتی شوہروں کے علاوہ جن و انس کے چھونے سے محفوظ تھیں ایسے ہی ان دونوں جنتوں کی حوریں بھی محفوظ ہیں، لہٰذا آیت میں تکرار نہیں۔

**آیت 75** ﴾ ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جنت میں وہ نعمتیں تیار کیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی ان نعمتوں کو جھٹلاؤ گے یا ان کے علاوہ دوسری نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

**آیت 76** ﴾ اللہ تعالیٰ نے حضور کھڑے ہونے سے ڈرنے والوں کو جو دو جنتیں عطا ہوں گی ان کے جنتی بچھونوں کا ظاہری حال بیان نہیں کیا گیا جبکہ دوسری دو جنتوں میں اہلِ جنت کو جو بچھونے عطا ہوں گے ان کا ظاہری حال یہاں بیان کر دیا گیا کہ وہ سبز اور منقش ہوں گے، اس سے ان بچھونوں میں فرق صاف ظاہر ہو رہا ہے۔

**آیت 77** ﴾ ارشاد فرمایا: اے جن اور انسان کے گروہ! تمہارے رب عزوجل کے علاوہ تم پر کوئی احسان فرمانے والا نہیں، تو تم دونوں اپنے رب عزوجل کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

**آیت 78** ﴾ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہے گی اور دنیا کی تمام نعمتیں فانی ہیں نیز

ذِی الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

جو عظمت اور بزرگی والا ہے ○

آیاتہا ۹٦ — ﴿٥٦﴾ سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ ﴿٤٦﴾ — رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱﴾ لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾

جب وہ ہونے والی واقع ہو گی ○ (اس وقت) اس کے واقع ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوگی ○ کسی کو نیچا کرنے والی، کسی کو بلندی دینے والی ○

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿۴﴾ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿۶﴾

جب زمین بڑے زور سے ہلا دی جائے گی ○ اور پہاڑ خوب چورا چورا کر دیئے جائیں گے ○ تو وہ ہوا میں بکھرے ہوئے غبار جیسے ہو جائیں گے ○

اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و بزرگی بیان فرما کر آخرت کی نعمتوں کے بیان کا اختتام فرمایا۔

سورۂ واقعہ کا تعارف ﴾ یہ سورت اس آیت "اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ" اور اس آیت "ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ" کے علاوہ مکیہ ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 96 آیتیں ہیں۔ "واقعہ" قیامت کا ایک نام ہے اور اس سورت کا نام "واقعہ" اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ "اَلْوَاقِعَةُ" کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ فضائل: (1) ارشاد فرمایا: جو شخص روزانہ رات کے وقت سورۂ واقعہ پڑھے تو وہ فاقے سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ (2) ارشاد فرمایا: اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ سورۃ الغنی (یعنی محتاجی دور کرنے والی سورت) ہے۔ نیز مضامین: اس سورت میں قیامت قائم ہوتے وقت کے احوال، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل، حشر کے احوال اور لوگوں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

آیت 1، 2 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی جو کہ ضرور قائم ہونے والی ہے تو اس وقت ہر ایک اس کا اعتراف کرے گا اور اس کے واقع ہونے کا کوئی انکار نہیں کر سکے گا۔ قیامت چونکہ بہر صورت واقع ہوگی اس لئے اس کا نام واقعہ رکھا گیا ہے۔

آیت 3 ﴾ اس آیت میں قیامت کا ایک وصف بیان کیا گیا کہ یہ کسی قوم کو اس کے اعمال کی وجہ سے جہنم میں گرا کر اسے نیچا کرنے والی ہے اور کسی قوم کو اس کے اعمال کی بنا پر جنت میں داخل کر کے اسے بلندی دینے والی ہے۔

آیت 4-6 ﴾ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب (قیامت قائم ہوگی تو اس وقت) زمین تھرتھرا کر کانپے گی جس سے اس کے اوپر موجود پہاڑ اور تمام عمارتیں گر جائیں گی اور یہ اپنے اندر موجود تمام چیزیں باہر آ جانے تک کانپتی رہے گی اور پہاڑ چورا چورا ہو کر خشک ستو کی طرح ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور وہ اس وجہ سے ہوا میں بکھرے ہوئے غبار جیسے ہو جائیں گے۔

وَّ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝

اور (اے لوگو!) تم تین قسم کے ہو جاؤ گے ○ تو دائیں جانب والے (جنتی) کیا ہی دائیں جانب والے ہیں

وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ

اور بائیں جانب والے (یعنی جہنمی) کیا ہی بائیں جانب والے ہیں ○ اور آگے بڑھ جانے والے تو آگے ہی بڑھ جانے والے ہیں

الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝

قرب والے ہیں ○ نعمتوں کے باغوں میں ہیں ○ وہ پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہوگا ○ اور بعد والوں میں سے تھوڑے ہوں گے

**آیت 7-10** ﴾ ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم قیامت کے دن تین قسموں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہوگی جو دائیں جانب والے ہوں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں جانب تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ کیا ہی اچھے ہیں اور وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہوگی جو بائیں جانب والے ہوں گے۔ ان کے بارے میں بھی مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں جانب تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ کیا ہی برے ہیں کہ وہ بدبخت ہیں اور وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہوگی جو دوسروں سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ یہاں آگے بڑھ جانے والوں سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس مقام پر نیکیوں میں دوسروں سے آگے بڑھ جانے والے مراد ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو ہجرت کرنے میں سبقت کرنے والے ہیں اور وہ آخرت میں جنت کی طرف سبقت کریں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام قبول کرنے کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے وہ مہاجرین اور انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نمازیں پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ جنت میں داخل ہونے میں آگے بڑھ جانے والے ہیں۔

**آیت 11، 12** ﴾ سب سے پہلے آگے بڑھ جانے والوں کی جزا بیان کرتے ہوئے ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مُقرب درجات والے ہیں اور وہ نعمتوں کے باغوں میں ہوں گے۔

**آیت 13، 14** ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ آگے بڑھ جانے والے پہلے لوگوں میں سے بہت ہیں اور بعد والوں میں سے تھوڑے ہیں۔ پہلے لوگوں سے مراد کون؟ صحیح قول یہ ہے کہ یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو مہاجرین و انصار میں سے (اسلام قبول کرنے میں) سابقین اولین ہیں اور بعد والوں سے ان کے بعد والے لوگ مراد ہیں۔

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِیْمًا ۟ۙ اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۟ وَ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۟ؕ

بیکار بات سنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات ○ مگر سلام سلام کہنا ○ اور دائیں جانب والے کیا دائیں جانب والے ہیں ○

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۟ۙ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۟ۙ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۟ۙ وَّ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۟ۙ وَّ

بغیر کانٹے والی بیریوں کے درختوں میں ہوں گے ○ اور کیلے کے گچھوں میں ○ اور دراز سائے میں ○ اور جاری پانی میں ○ اور

فَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ ۟ۙ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ۟ۙ وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۟ؕ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ

بہت سے پھلوں میں ○ جو نہ ختم ہوں گے اور نہ روکے جائیں گے ○ اور بلند بچھونوں میں ہوں گے ○ بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کو

ربُّ العزّت عزوجل کی طرف سے اُن کی جانب سلام آئے گا۔

آیت 27 ﴾ یہاں سے اہلِ جنت کے دوسرے گروہ کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ وہ لوگ جو دائیں جانب والے ہیں ان کی عجیب شان ہے (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز و مکرم ہیں) اور ان کی اچھی صفت کی وجہ سے ان کے لئے جو کچھ تیار کیا گیا ہے اسے تم نہیں جان سکتے۔

آیت 28 ﴾ یہاں سے دائیں جانب والوں کی جزا بیان کی جارہی ہے کہ وہ ایسی جنتوں میں مزے لوٹیں گے جن میں بیری کے ایسے درخت ہوں گے جن پر کانٹے نہیں لگے ہوں گے۔

آیت 29 ﴾ فرمایا کہ دائیں جانب والے ان جنتوں میں مزے کریں گے جن میں کیلے کے ایسے درخت ہوں گے جو جڑ سے چوٹی تک کیلے کے گچھوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔

آیت 30 ﴾ ارشاد فرمایا کہ دائیں جانب والے ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے دراز سائے میں ہوں گے۔ اہم بات: جنت میں سایہ ہے یا نہیں، اس بارے میں بعض مفسرین کا قول ہے کہ جنت میں سورج نہ ہونے کے باوجود سایہ ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک جنت میں سایہ نہیں اور آیت میں سائے سے اس کا مجازی معنی رحمت و آرام مراد ہے۔

آیت 31 ﴾ فرمایا کہ دائیں جانب والے ان جنتوں میں ہوں گے جن کی زمینی سطح پر پانی ہمیشہ کے لئے جاری ہو گا اور وہ جب چاہیں جہاں سے چاہیں کسی مشقت کے بغیر پانی حاصل کر لیں گے۔

آیت 33،32 ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ دائیں جانب والے ان جنتوں میں ہوں گے جن میں مختلف اجناس اور اقسام کے بہت سے پھل ہیں اور وہ پھل کبھی ختم نہ ہوں گے کیونکہ جب بھی کوئی پھل توڑا جائے گا تو فوراً اس کی جگہ ویسے ہی دو پھل آجائیں گے اور اہلِ جنت کو ان پھلوں کے استعمال سے کوئی روک ٹوک نہ ہو گی۔

آیت 34 ﴾ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ دائیں جانب والے جنتوں میں آرام کے بستروں میں ہوں گے جو جواہرات سے سجے ہوئے اونچے اونچے تختوں پر بچھے ہوئے ہوں گے۔

آیت 37-35 ﴾ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ہم نے ان جنتی عورتوں کو ایک خاص انداز سے پیدا کیا تو ہم نے انہیں کنواریاں

شَآءً ۝٣٥ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ۝٣٦ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝٣٧ لِّأَصْحٰبِ الْيَمِينِ ۝٣٨

بہترین انداز سے پیدا کیا۔ تو ہم نے انہیں کنواریاں بنایا۔ محبت کرنے والیاں، سب ایک عمر والیاں۔ دائیں جانب والوں کے لیے۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝٣٩ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝٤٠ وَأَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ

پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے۔ اور بعد والے لوگوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے۔ اور بائیں جانب والے کیا بائیں جانب

الشِّمَالِ ۝٤١ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ۝٤٢ وَظِلٍّ مِّنْ يَحْمُومٍ ۝٤٣ لَّا بَارِدٍ وَّلَا

والے ہیں۔ شدید گرم ہوا اور کھولتے پانی میں ہوں گے۔ اور شدید سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ جو (سایہ) نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ

كَرِيمٍ ۝٤٤ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِينَ ۝٤٥ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ ۝٤٦

آرام بخش۔ بیشک وہ اس سے پہلے خوشحال تھے۔ اور بڑے گناہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔

کنواریاں بنایا کہ جب بھی ان کے شوہر ان کے پاس جائیں گے وہ انہیں کنواریاں ہی پائیں گے اور وہ عورتیں اپنے شوہروں سے بے پناہ محبت کرنے والیاں ہیں اور ان سب کی عمر بھی ایک ہوگی کہ 33 سال کی جوان ہوں گی، اسی طرح ان کے شوہر بھی جوان ہوں گے اور جوڑی بھی قریب قریب والی ہو۔ اہم بات: بعض مفسرین کے نزدیک ان عورتوں سے دنیاوی عورتیں مراد ہیں اور بعض مفسرین کے نزدیک ان سے مراد حوریں ہیں۔

آیت 38 ﴿ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) ہم نے ان عورتوں کو دائیں جانب والوں کے لئے پیدا کیا۔ (2) جو نعمتیں بیان کی گئیں یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو دائیں جانب والے ہیں۔

آیت 39، 40 ﴿ ان دو آیات میں دائیں جانب والوں کے دو گروہوں کا بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس امت کے پہلوں اور بعد والوں دونوں گروہوں میں سے ہوں گے، پہلا گروہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور بعد والوں سے قیامت تک کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بعد والے مراد ہیں۔

آیت 41 ﴿ ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جن کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے بدبختی میں ان کا حال عجیب ہے۔

آیت 42-44 ﴿ ان تین آیات میں بائیں جانب والوں کے عذاب بیان فرمائے گئے۔ (1) وہ جہنم کے اندر ایسی شدید گرم ہواؤں میں ہوں گے (2) وہاں کھولتے پانی میں ہوں گے۔ (3) اس میں شدید سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔ (4) وہ سایہ عام سایوں کی طرح ٹھنڈا ہوگا اور نہ ہی آرام بخش۔

آیت 45-48 ﴿ ان چار آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک بائیں جانب والے اس عذاب سے پہلے دنیا کے اندر کھانے پینے، اچھی رہائش اور نعمتوں سے خوشحال تھے اور وہ شرک جیسے بڑے گناہ پر ڈٹے ہوئے تھے اور سرکشی اور عناد کی وجہ سے یہ کہتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے تو کیا ضرور ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی زندہ کرکے

وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَىِٕذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَاٰبَآؤُنَا

اور کہتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ضرور ہم اٹھائے جائیں گے؟ ○ اور کیا ہمارے پہلے

الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ

باپ دادا بھی ○ تم فرماؤ: بیشک سب اگلے اور پچھلے ○ ضرور ایک معین دن کے وقت پر اکٹھے

مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝

جائیں گے ○ پھر اے گمراہو، جھٹلانے والو! بیشک تم ○ ضرور زقوم (نام) کے درخت میں سے کھاؤ گے ○

فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝

پھر اس سے پیٹ بھرو گے ○ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے ○ تو ایسے پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پیتے ہیں ○

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝

انصاف کے دن یہ ان کی مہمانی ہے ○ ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں سچ نہیں مانتے؟ ○ تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو تم گراتے ہو ○

اٹھائے جائیں گے؟ درس: آیت نمبر 46 میں بائیں جانب والوں کے جہنم کے عذاب کا حق دار ہونے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی کہ وہ بڑے گناہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ پر اصرار ایسی خطرناک چیز ہے جس کے انجام کے طور پر بندے کا ایمان مکمل طور پر سلب ہو سکتا اور اس کا خاتمہ کفر کی حالت میں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ گناہوں پر قائم رہنا چھوڑ دے اور گزشتہ گناہوں پر سچے دل سے نادم ہو کر توبہ کر لے۔

آیت ۴۷-۵۶: ان آٹھ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! آپ فرما دیں کہ تم سے پہلے اور بعد والے لوگ یہ سب ضرور مرنے کے بعد ایک معین دن کے وقت پر اکٹھے کیے جائیں گے اور وہ قیامت کا دن ہے، پھر اے راہِ حق سے بھٹکنے والو اور حق کو جھٹلانے والو! بیشک تم جب دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور حساب کے بعد جہنم میں داخل ہو جاؤ گے تو ضرور زقوم نام کے کانٹے دار کڑوے درخت میں سے کھاؤ گے پھر بھوک کی شدت کی وجہ سے تم اس سے پیٹ بھرو گے، پھر جب زقوم کھانے کے بعد تم پر پیاس کا غلبہ ہو گا تو کھولتا ہوا پانی عام طریقے سے نہیں بلکہ ایسے پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو ذکر کیا انصاف کے دن یہ ان کی مہمانی ہے۔

آیت ۵۷-۶۱: ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! تم کچھ بھی نہیں تھے، ہم تمہیں عدم سے وجود میں لے کر آئے تو تم مرنے کے بعد اٹھنے کو کیوں سچ نہیں مانتے اور اگر تمہیں اس بات میں کہ ہم تمہیں عدم سے وجود میں لائے ہیں شک ہے تو یہ بتاؤ کہ منی کے ایک قطرے سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے، کیا اس سے عورتوں کے رحم میں لڑکے یا لڑکی کی شکل و صورت تم بناتے ہو یا ہم اسے انسانی صورت دیتے ہیں اور اسے زندگی عطا فرماتے ہیں؟ جب ہم بے جان نطفے کو انسانی صورت عطا کر سکتے ہیں تو پیدا ہونے کے بعد مر جانے والوں کو زندہ کرنا ہماری قدرت سے کیا بعید ہے؟ اہم بات: مناسب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے واحد کا صیغہ استعمال کیا جائے۔

ءَاَنۡتُمۡ تَخۡلُقُوۡنَهٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡخٰلِقُوۡنَ ﴿۵۹﴾ نَحۡنُ قَدَّرۡنَا بَیۡنَکُمُ الۡمَوۡتَ وَ مَا نَحۡنُ

کیا تم اسے (آدمی) بناتے ہو یا ہم ہی بنانے والے ہیں؟ ○ ہم نے تمہارے درمیان موت مقرر کر دی اور ہم

بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ اَمۡثَالَکُمۡ وَ نُنۡشِئَکُمۡ فِیۡ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶۱﴾ وَ لَقَدۡ

پیچھے رہ جانے والے نہیں ہیں ○ اس سے کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمہیں ان صورتوں میں بنا دیں جن کی تمہیں خبر نہیں ○ اور بیشک

عَلِمۡتُمُ النَّشۡاَۃَ الۡاُوۡلٰی فَلَوۡ لَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَحۡرُثُوۡنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَهٗۤ

تم پہلی پیدائش جان چکے ہو تو پھر کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ ○ تو بھلا بتاؤ تو کہ تم جو بوتے ہو ○ کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو

اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ ﴿۶۴﴾ لَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنٰهُ حُطَامًا فَظَلۡتُمۡ تَفَکَّهُوۡنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغۡرَمُوۡنَ ﴿۶۶﴾

یا ہم ہی بنانے والے ہیں؟ ○ اگر ہم چاہتے تو اسے چورا چورا کر دیتے پھر تم باتیں بناتے رہ جاتے ○ کہ ہم پر تاوان پڑ گیا ہے ○

آیت 60، 61: ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی حکمت اور مشیت کے تقاضے کے مطابق تم میں موت مقرر کر دی اور تمہاری عمریں مختلف رکھیں کہ تم میں سے کوئی بچپن میں تو کوئی بڑھاپے میں مر جاتا ہے، الغرض جو ہم مقدر کرتے ہیں وہی ہوتا ہے اور ہم اس بات سے پیچھے رہ جانے والے (بے بس) نہیں ہیں کہ تمہیں ہلاک کر کے تم جیسے اور بدل دیں اور تمہیں مسخ کر کے بندر، سور وغیرہ کی صورتوں میں بنا دیں جن کی تمہیں خبر نہیں۔ جب یہ سب ہماری قدرت میں ہے تو تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے ہم عاجز کس طرح ہو سکتے ہیں؟ (درس) اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کو موت کسی بھی وقت آ سکتی ہے اور اس کے لئے کوئی جگہ بھی خاص نہیں ہے اور اس سے کسی صورت فرار ہونا بھی ممکن نہیں لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ہر وقت نیک اعمال میں مصروف رہے، اپنی لمبی عمر پر بھروسہ نہ کرے اور آخرت کی تیاری سے کسی بھی وقت غفلت نہ کرے۔

آیت 62: ارشاد فرمایا کہ تم اپنی پہلی پیدائش کے بارے میں جان چکے ہو کہ ہم تمہیں عدم سے وجود میں لائے ہیں تو پھر (اسے سامنے رکھتے ہوئے دوسری پیدائش کے متعلق) کیوں غور نہیں کرتے کہ جو رب تعالیٰ پہلی بار تمہیں عدم سے وجود میں لا سکتا ہے تو وہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوسری بار زندہ کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

آیت 63، 64: ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم اس کھیتی میں غور کیوں نہیں کرتے جسے تم زمین میں کاشت کرتے ہو، کیا زمین میں نشوونما کر کے کھیتی تم بناتے ہو یا ہم ہی اسے کھیتی بنانے والے ہیں؟ اگرچہ زمین میں بیج ڈالنا تم لوگوں کا کام ہے لیکن اس بیج سے بالی بنانا اور اس میں دانے پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، تو جب اللہ تعالیٰ بیج سے فصل پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ تمہاری موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

آیت 65-67: ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنے لطف و رحمت سے کھیتی کی نشوونما کرتے ہیں، اگر ہم چاہتے تو زمین میں جو بیج ڈالتے ہو اسے پکنے پھولنے سے پہلے ہی چورا چورا کر دیتے جو کام کا ہی نہ رہے، پھر تم حیرت زدہ اور غمگین ہو کر یہ باتیں بناتے رہ جاتے کہ ہمارا مال بے کار ضائع ہو گیا، بلکہ ہم اپنے رزق سے محروم رہے۔

بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ

بلکہ ہم بے نصیب رہے۔ تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادل سے

مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

اتارا یا ہم ہی اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اسے سخت کھاری کر دیتے پھر تم کیوں شکر نہیں کرتے؟

اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِــٴُـوْنَ ﴿۷۲﴾

تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔ کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟

نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۷۴﴾ ع

ہم نے اسے یادگار بنایا اور جنگل میں سفر کرنے والوں کیلئے نفع بنایا۔ تو اے محبوب! تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو۔

**آیت 69،68** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا تم نے اس پانی پر غور نہیں کیا جو تم پیتے ہو، کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے؟ نہیں بلکہ ہم ہی اپنی قدرت کاملہ سے اسے اتارنے والے ہیں اور جب تم نے یہ جان لیا تو صرف میری عبادت کرکے اس نعمت کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے اور دوبارہ زندہ کرنے پر میری قدرت کا انکار کیوں کرتے ہو؟

**آیت 70** ارشاد فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو اس پانی کو سخت کھاری کر دیتے، اگر ایسا ہو جاتا تو تم نہ اسے پی سکتے تھے نہ اس سے کھیتی باڑی کر سکتے تھے تو تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہاری معیشت بہتر کی، تمہارے فائدے اور پینے کے لئے میٹھا پانی نازل فرمایا تو تم اللہ تعالیٰ کی نعمت اور احسان کا کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟

**آیت 72،71** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے اس آگ کے بارے میں بتاؤ جو تم دو تر لکڑیوں سے روشن کرتے ہو، کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہم ہی اسے پیدا کرنے والے ہیں، تو جب تم نے میری قدرت کو پہچان لیا تو میرا شکر ادا کرو اور دوبارہ زندہ کرنے پر میری قدرت کا انکار نہ کرو۔ اہم بات: اہل عرب (اس زمانے میں) دو مخصوص لکڑیوں کو ایک دوسرے سے رگڑ کر آگ جلایا کرتے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے فی زمانہ ہمارے لئے ایندھن حاصل کرنے کے بہت آسان ذرائع جیسے گیس اور تیل وغیرہ ظاہر فرما دئیے ہیں اور ان سے ہم آسانی کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کر رہے ہیں۔ اور جس طرح اس درخت کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جسے رگڑ کر ایندھن حاصل کیا جاتا تھا اسی طرح گیس اور تیل وغیرہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے، لہٰذا ہر بندے پر لازم ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

**آیت 73** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آگ کے دو فوائد بیان فرمائے: پہلا فائدہ یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس آگ کو جہنم کی آگ کی یادگار بنایا تاکہ دیکھنے والا اس آگ کو دیکھ کر جہنم کی آگ کو یاد کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ دوسرا فائدہ یہ کہ آگ کو جنگل میں سفر کرنے والوں کیلئے نفع مند بنایا کہ وہ اپنے سفروں میں شمعیں جلا کر، کھانا وغیرہ پکا کر اور خود کو سردی سے بچا کر اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔

**آیت 74** فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنے عظمت والے رب عزوجل کے نام کی ان تمام چیزوں سے پاکی بیان کریں جو مشرک کہتے ہیں۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾

تو مجھے تاروں کے ڈوبنے کی جگہوں کی قسم ○ اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے ○ بیشک یہ عزت والا قرآن ہے ○

فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا

پوشیدہ کتاب میں (ہے) ○ اسے پاک لوگ ہی چھوتے ہیں ○ یہ تمام جہانوں کے مالک کا اتارا ہوا ہے ○ تو کیا تم اس

الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ

بات میں سستی کرتے ہو؟ ○ اور تم اپنا حصہ یہ بناتے ہو کہ تم جھٹلاتے رہو ○ پھر کیوں نہیں جب

آیت 75 ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ستاروں کے ڈوبنے کی جگہوں کی قسم ارشاد فرمائی، ان جگہوں کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (1) ان سے مشارق اور مغارب مراد ہیں۔ (2) ان سے صرف مغارب مراد ہیں کیونکہ ستارے اسی جگہ غروب ہوتے ہیں۔ (3) ان سے قیامت کے دن ستاروں کے منتشر ہونے کے بعد گرنے کی جگہیں مراد ہیں۔

آیت 76 ﴿ فرمایا: اگر تمہیں علم ہو تو تم اس قسم کی عظمت جان لوگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلالت کرتی ہے۔

آیت 77، 78 ﴿ فرمایا کہ بیشک جو قرآن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا گیا یہ شعر اور جادو نہیں اور نہ ہی یہ کسی کا اپنا بنایا ہوا ہے بلکہ یہ عزت والا قرآن ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے اور یہ پوشیدہ کتاب لوحِ محفوظ میں موجود ہے جس میں تبدیلی اور تحریف ممکن نہیں اور نہ ہی اس تک شیاطین پہنچ سکتے ہیں۔

آیت 79 ﴿ اس آیت کی دو تفسیریں یہ ہیں: (1) اس محفوظ اور پوشیدہ کتاب کو فرشتے ہی چھوتے ہیں جو کہ شرک، گناہ سے پاک ہیں۔ (2) قرآن پاک کو وہ لوگ ہاتھ لگائیں جو باوضو ہوں اور ان پر غسل فرض نہ ہو۔ تین مسائل: (1) قرآن عظیم کو چھونے کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔ (2) جس کا وضو نہ ہو اسے قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے البتہ چھوئے بغیر زبانی یا دیکھ کر کوئی آیت پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (3) قرآن کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو تو اسے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآن مجید ہی کا سا حکم ہے۔

آیت 80 ﴿ ارشاد فرمایا کہ یہ قرآن اس رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو سب جہانوں کا مالک ہے تو پھر یہ شعر یا جادو کس طرح ہو سکتا ہے۔

آیت 81، 82 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ اے اہلِ مکہ! تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس کلام کی تصدیق کرنے کی بجائے اس کا انکار کرتے ہو اور اس انکار کو معمولی سمجھتے ہو اور تم نے اس عظیم نعمت کا شکر کرنے کی بجائے قرآن کو جھٹلانا ہی اپنا حصہ قرار دے رکھا ہے۔

آیت 83-87 ﴿ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کفار! تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جب کسی پر نزع کا وقت طاری ہو اور اس کی روح حلق تک پہنچ چکی ہو تو تم (اپنی طاقت و قوت کے بل بوتے پر) اس کی روح کو لوٹا دو، حالانکہ تم دیکھ رہے ہوتے ہو کہ اس پر موت کی غشی

الْحُلْقُوْمَ ۙ﴿۸۳﴾ وَ اَنْتُمْ حِیْنَىٕذٍ تَنْظُرُوْنَ ۙ﴿۸۴﴾ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

جان گلے تک پہنچے ○ حالانکہ تم اس وقت دیکھ رہے ہو ○ اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہیں مگر تم دیکھتے نہیں ○

فَلَوْ لَاۤ اِنْ كُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ ۙ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ

تو اگر تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا تو کیوں نہیں ○ روح کو لوٹا لیتے، اگر تم سچے ہو ○ پھر وہ فوت ہونے والا اگر

مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۙ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ ۙ۬ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ ﴿۸۹﴾ وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ

مقرب بندوں میں سے ہے ○ تو راحت اور خوشبودار پھول اور نعمتوں کی جنت ہے ○ اور اگر وہ دائیں جانب والوں میں

الْیَمِیْنِ ۙ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ﴿۹۱﴾ وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ ۙ﴿۹۲﴾

سے ہو ○ تو (اے حبیب!) تم پر دائیں جانب والوں کی طرف سے سلام ہو ○ اور اگر مرنے والا جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو ○

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ۙ﴿۹۳﴾ وَّ تَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْیَقِیْنِ ۚ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ

تو کھولتے ہوئے گرم پانی کی مہمانی ○ اور بھڑکتی آگ میں داخل کیا جانا ہے ○ یہ بیشک اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے ○ تو اے محبوب! تم

طاری ہے اور روح نکلنے ہی والی ہے لیکن تم اس مرنے والے کی روح لوٹانے اور اس کی جان بچانے پر قادر نہیں البتہ ہم اس وقت اپنے علم و قدرت کے ساتھ تم سے زیادہ اس مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں کہ ہر چیز کو جانتے ہیں لیکن تم اس چیز کو جانتے نہیں۔ جب تمہیں معلوم ہے کہ روح کو لوٹا دینا تمہارے اختیار میں نہیں ہے تو سمجھ جاؤ کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اس پر ایمان لاؤ۔

**آیت ۸۸، ۸۹** ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنے والا آگے بڑھ جانے والے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہے تو اس کے لئے (موت کے وقت) راحت، خوشبودار پھول اور آخرت میں نعمتوں کی جنت ہے۔

**آیت ۹۰، ۹۱** ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنے والا دائیں جانب والوں میں سے ہو تو اے انبیاء کے سردار! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ان کا سلام قبول فرمائیں اور ان کے لئے غمگین نہ ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سلامت اور محفوظ رہیں گے اور آپ ان کو اس حال میں دیکھیں گے جو آپ کو پسند ہو۔

**آیت ۹۲-۹۴** ﴾ ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنے والا جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہو جو کہ بائیں جانب والے ہوں گے تو اس کے لئے (آخرت میں) کھولتا ہوا گرم پانی ہے اور اسے جہنم کی بھڑکتی آگ میں داخل کیا جانا ہے۔

**آیت ۹۵** ﴾ فرمایا کہ ان تینوں گروہوں کے جو احوال اور جو مضامین اس سورت میں بیان کئے گئے، یہ بیشک اعلیٰ درجے کی یقینی بات ہے اور اس میں تردد کی کوئی گنجائش نہیں۔

**آیت ۹۶** ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی ہر اس چیز سے پاکی بیان کرو جو اس کی شان کے لائق نہیں

بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٩٦﴾

اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو۔

آیاتہا ۲۹ — (۵۷) سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ (۹۴) — رکوعاتہا ۴

سورۂ حدید مدنیہ ہے، اس میں انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

اللہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت والا، حکمت والا ہے ○ آسمانوں اور زمین کی سلطنت سب

...ہم باتیں: (1) جب یہ آیت "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ" نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اسے اپنے رکوع میں ...ل کرلو اور جب یہ آیت "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى" نازل ہوئی تو فرمایا اسے اپنے سجدوں میں داخل کرلو۔ (2) اس آیت سے ثابت ہوا کہ رکوع و سجود کی تسبیحات قرآنِ کریم سے ماخوذ ہیں۔

**سورۂ حدید کا تعارف** اس سورت کے مقامِ نزول کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ مکیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مدنیہ ہے۔ اس میں ...رکوع اور 29 آیتیں ہیں۔ عربی میں لوہے کو حدید کہتے ہیں اور اس سورت کی آیت نمبر 25 میں اللہ تعالیٰ نے حدید یعنی لوہے کے ...کا ذکر بیان فرمایا ہے، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سورۂ حدید" رکھا گیا۔ **فضیلت:** تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سونے ...سے پہلے مُسَبِّحَات (سورتوں) کی تلاوت کرتے اور ارشاد فرماتے: ان سورتوں میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔ (ترمذی، حدیث: 2930) مُسَبِّحَات سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کی ابتدا میں تسبیح کی آیات ہیں، جیسے سورۂ حدید، سورۂ حشر، سورۂ صف، سورۂ جمعہ اور سورۂ تغابن۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں عقیدے اور ایمان سے متعلق کلام، دینِ اسلام کی سربلندی اور اس ...کے اعزاز کی خاطر راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کی ترغیب، دنیا اور آخرت کی حقیقت کا بیان، مصیبتوں پر صبر کرنے کی تلقین، تکبر و بخل کی مذمت کا بیان اور سابقہ امتوں کے حالات سے نصیحت حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

**آیت 1** اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ زمین و آسمانوں میں ہے چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان، سب زبانِ حال اور زبانِ قال سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ اللہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور اس کے رب ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور وہی اللہ ...عزت اور اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔

**آیت 2** ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین اور ان میں موجود تمام چیزوں پر اللہ تعالیٰ کا مکمل طور پر تصرف ہے، وہ اپنی تمام مخلوق سے بے پرواہ اور سب اسی کے محتاج ہیں، اس کی شان یہ ہے کہ وہ مخلوق کو پیدا کر کے انہیں زندگی دیتا ہے اور وہ دنیا میں زندوں کو

الْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ

اسی کے لیے ہے، وہ زندگی اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۝ وہی اول اور آخر اور ظاہر اور

الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ

باطن ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۝ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ

پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو کچھ اس سے باہر نکلتا ہے اور جو

مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا ۚ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝

آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

موت دیتا ہے اور وہ ہر ممکن چیز پر قادر ہے۔

**آیت 3** ﴿ ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات بیان ہوئی ہیں۔ **پہلی صفت:** وہی اول ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے ہر چیز سے پہلے ہے کہ وہ اس وقت بھی تھا جب کسی چیز کا وجود نہ تھا۔ **دوسری صفت:** وہی آخر ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے ہلاک اور فنا ہونے کے بعد رہنے والا ہے کہ سب فنا ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ **تیسری صفت:** وہی ظاہر ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلائل و براہین سے ایسا ظاہر ہے کہ ذرے ذرے میں اس کے وجود پر دلالت کرنے والے دلائل موجود ہیں اور وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ **چوتھی صفت:** وہی باطن ہے۔ مراد یہ ہے کہ حواس اللہ تعالیٰ کا ادراک کرنے سے عاجز ہیں اور اس کی ذات ایسی پوشیدہ ہے کہ عقل کی اس تک رسائی نہیں اور یہ پوشیدگی دنیا اور آخرت دونوں میں ہے۔ **پانچویں صفت:** وہی ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر شے کو ہر طرح سے جانتا ہے۔ اہم بات: حضرت علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مدارج النبوۃ" کے خطبے میں ذکر کیا ہے کہ یہ پانچوں صفات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہیں۔

**آیت 4** ﴿ ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین دنیا کے ایام کے حساب سے چھ دن میں پیدا کیے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پلک جھپکنے میں زمین و آسمان پیدا کر دیتا لیکن اس کی حکمت کا یہی تقاضا ہوا کہ چھ دن کو اصل بنائے اور ان پر مدار رکھے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے خواہ وہ دانہ ہو یا پانی کا قطرہ، خزانہ ہو یا مردہ اور جو کچھ اس سے باہر نکلتا ہے خواہ وہ نباتات ہو یا معدنیات یا اور کوئی چیز اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے جیسے رحمت و عذاب، فرشتے اور بارش اور جو کچھ آسمان میں چڑھتا ہے جیسے اعمال اور دعائیں، ان سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ عام طور پر اپنے علم و قدرت کے ساتھ اور خاص طور پر اپنے فضل و رحمت کے ساتھ تمہارے ساتھ ہے چاہے تم جہاں بھی ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے تو وہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔ درس: اس آیت میں غفلت ذکیہ

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ(۵) یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ

آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کو لوٹایا جاتا ہے۔ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور

یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِؕ وَ هُوَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ(۶) اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ

دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور (اس کی راہ میں)

اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ

اس میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں دوسروں کا جانشین بنایا ہے تو تم میں جو ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا ان کے لیے

كَبِیْرٌ(۷) وَ مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِۚ وَ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ

بڑا ثواب ہے۔ اور (اے لوگو!) تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ رسول تمہیں بلارہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بیشک

سونے والوں اور گناہوں میں مصروف لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے، انہیں چاہئے کہ اپنی غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائیں اور گناہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور حیا کریں۔

آیت ۵ ﴿ ﴾ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سب کاموں کو لوٹایا جاتا ہے لہٰذا نیک کاموں کو اختیار کر کے اس سے ملاقات کی تیاری کرو۔

آیت ۶ ﴿ ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (کسی موسم میں) رات کی مقدار کم کر کے اور دن کی مقدار بڑھا کر رات کے کچھ حصے کو دن میں داخل کرتا ہے اور (کسی موسم میں) دن کی مقدار کم کر کے اور رات کی مقدار بڑھا کر دن کے کچھ حصے کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دلوں کی تمام باتوں اور اسرار سب کو جانتا ہے۔ اہم بات: اس آیت کو ایک بار پھر ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں غور کریں اور اس کی وحدانیت پر ایمان لائیں۔

آیت ۷ ﴿ ﴾ اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جو مال تمہارے قبضے میں ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس نے تمہیں نفع اٹھانے کے لئے دے دیئے ہیں، تم حقیقی طور پر ان کے مالک نہیں بلکہ وکیل کی طرح ہو، تو انہیں راہِ خدا میں خرچ کرو اور جس طرح وکیل کو مالک کے حکم سے خرچ کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوتا تو تمہیں بھی کوئی تردد نہ ہو۔ تو تم میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کیا ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔

آیت ۸ ﴿ ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لارہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول تمہیں بلارہے ہیں کہ تم اپنے رب تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی سنا رہے ہیں، اب تمہیں ایمان قبول کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے اس وقت تم سے عہد لے لیا تھا جب تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اس کے سوا

اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ

اللہ تم سے عہد لے چکا ہے۔ اگر تم یقین رکھتے ہو○ وہی ہے جو اپنے بندہ پر روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمہیں

مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ

اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے اور بیشک اللہ تم پر ضرور مہربان رحمت والا ہے○ اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہ

اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ

کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا وارث اللہ ہی ہے۔ تم میں فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور

قٰتَلَؕ اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْاؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ

جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، وہ بعد میں خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے مرتبے میں بڑے ہیں اور ان سب سے اللہ نے سب

کوئی معبود نہیں۔ اگر تم اس عہد پر یقین رکھتے ہو تو ایمان لے آؤ۔

آیت 9 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جو حضرت جبریل کے واسطے سے اپنے بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حمد و نعت، حلال اور حرام کے احکام پر مشتمل روشن آیتیں اتارتا ہے تاکہ اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت! یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں کفر، شرک، شک، جہالت اور مخالفت کے اندھیروں سے ایمان، توحید، یقین اور علم کی طرف لے جائیں اور بیشک اللہ تعالیٰ تم پر ضرور مہربان اور رحمت والا ہے کہ اس نے تمہاری طرف اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا اور ان پر قرآن پاک کی آیات نازل فرمائیں۔

آیت 10 ﴾ ارشاد فرمایا: اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ یعنی تم کس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کر رہے حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور تم عارضی مالک ہو تو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضا میں خرچ کرو تاکہ اس کے بدلے ثواب تو پا سکو۔ مزید فرمایا: تم میں فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ: اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ! مکہ کی فتح سے پہلے جب کہ مسلمان کم اور کمزور تھے اس وقت جنہوں نے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ فضیلت میں دوسروں کے برابر نہیں اور وہ فتح مکہ کے بعد خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے درجے کے اعتبار سے بڑے ہیں اور فتح سے پہلے اور بعد خرچ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی چیز یعنی جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ اہم بات: آیت کے اس حصے "اُولٰٓىٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً" سے معلوم ہوا کہ مہاجرین اور انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت بلند ہے۔ ان کی عظمت کی گواہی خود اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں دے رہا ہے۔ اس سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جو ان کی شان میں زبان طعن دراز کرتے اور انہیں برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

سب سے اچھی چیز کا وعدہ فرما لیا ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

تو وہ اس کے لیے اس قرض کو کئی گنا بڑھا دے گا اور اس کیلئے اچھا اجر ہے۔ جس دن تم مومن مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے

يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ

کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہے (فرمایا جائے گا) آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں تم ان میں ہمیشہ رہو، یہی بڑی کامیابی ہے۔ جس دن منافق مرد

وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ

اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہم پر نظر کرو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ

فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ

پس وہاں نور ڈھونڈو، جبھی ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کے اندر کی طرف رحمت اور

{آیت ۱۱} ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو خوش دلی کے ساتھ اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے خرچ کے ثواب کو کئی گنا تک بڑھا کردے اور اس اضافے کے ساتھ ساتھ اس کے لئے اچھا اجر ہے۔ اہم بات: یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض سے اس طور پر تعبیر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنی راہ میں خرچ کرنے پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

{آیت ۱۲} اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے بارے میں خبر دی کہ قیامت کے دن تم مومن مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اس حال میں دیکھو گے کہ ان کے ایمان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہے اور وہ نور جنت کی طرف ان کی رہنمائی کر رہا ہے (پل صراط سے گزرنے کے بعد) فرمایا جائے گا کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، تم ان میں ہمیشہ رہو گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

{آیت ۱۳} ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب مسلمان جنت کی طرف جا رہے ہوں گے تو اس وقت منافق مرد اور منافقہ عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ''ہم پر نظر کرو تاکہ ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں اور ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں۔'' مومنوں کی طرف سے انہیں کہا جائے گا کہ تم جہاں سے آئے تھے وہیں لوٹ جاؤ اور وہاں نور ڈھونڈو۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ تم دنیا میں نور نہیں پا سکتے، نور کی طلب کے لئے پیچھے لوٹ جاؤ۔ پھر وہ نور کی تلاش میں واپس ہوں گے اور کچھ نہ پائیں گے،

ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ

اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ منافق مسلمانوں کو پکاریں گے: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، مگر تم نے

فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ

تو اپنی جانوں کو فتنے میں ڈالا اور (مسلمانوں کے نقصان کے) منتظر رہے اور شک میں پڑے رہے اور جھوٹی خواہشات نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا

اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ

یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور بڑے فریبی نے تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں ڈالے رکھا۔ تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا

وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ يَاْنِ

اور نہ ہی کھلے کافروں سے۔ تمہارا ٹھکانہ آگ ہے، وہ آگ ہی تمہاری ساتھی ہے اور کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ کیا

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا

ایمان والوں کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے اور ان

دوبارہ مومنین کی طرف پھریں گے تو اس وقت ان مومنین اور منافقین کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی اور اس میں ایک دروازہ ہوگا جس سے جنتی جنت میں چلے جائیں گے، اس دروازے کے اندر کی طرف جنت اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ یہی دیوار ''اعراف'' ہے۔

آیت 14 ﴾ منافق، مسلمانوں کو اس دیوار ''اعراف'' کے پیچھے سے پکاریں گے اور کہیں گے کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ عبادات نہیں کرتے تھے؟ مومنین کہیں گے: کیوں نہیں! تم ظاہری طور پر ہمارے ساتھ ہی تھے لیکن تم نے تو منافقت اور کفر اختیار کر کے اپنی جانوں کو فتنے میں ڈالا اور جھوٹی خواہشات نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا یہاں تک کہ موت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا اور بڑے فریبی شیطان نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے میں ڈالے رکھا کہ اللہ تعالیٰ بڑا حلیم ہے، تم پر عذاب نہ کرے گا اور نہ مرنے کے بعد اُٹھنا ہے تو تم اس کے اس فریب میں آگئے۔

آیت 15 ﴾ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ منافقوں کو مسلمانوں سے ممتاز کر دے گا تو ارشاد فرمائے گا: اے منافقو! آج تم سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا جسے دے کر تم اپنی جان کو عذاب سے بچا سکو اور نہ ہی کھلے کافروں سے فدیہ لیا جائے گا۔ تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور وہ آگ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

آیت 16 ﴾ شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک بار مسجد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے، وہ آپس میں ہنس رہے تھے۔ آپ اس حال میں آئے کہ چہرۂ انور سرخ تھا۔ آپ نے (ان سے) ارشاد فرمایا: تم ہنس رہے ہو حالانکہ ابھی تک تمہارے رب کی طرف سے امان نہیں آئی کہ اس نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی ہے

وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ

اور ان کے لئے عزت کا ثواب ہے ○ اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق

وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

اور گواہ ہیں۔ ان کے لیے ان کا ثواب ہے اور ان کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾ اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ ع

وہ دوزخی ہیں ○ جان لو کہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود اور زینت اور آپس میں فخر و غرور

وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ

اور مالوں اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا ہے۔ (دنیا کی زندگی ایسی ہے) جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگا پھر

فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ

وہ سبز ہو کر سوکھ جاتا ہے تو تم اسے زرد دیکھتے ہو پھر وہ پامال کیا ہوا (بے کار) ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش

وَرِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿٢٠﴾ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَ

اور اس کی رضا (بھی ہے) اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے ○ اپنے رب کی بخشش اور

آیت 19 ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی کامل سچے اور گزری ہوئی امتوں میں سے جھٹلانے والوں پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔ ان کے لیے ان کے نیک عمل کا ثواب ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور ان کا وہ نور ہے جو حشر میں ان کے ساتھ ہوگا اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری قدرت و وحدانیت پر دلالت کرنے والی آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔

آیت 20 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بارے میں پانچ چیزیں اور ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں (2،1) دنیا کی زندگی تو صرف کھیل کود ہے جو کہ بچوں کا کام ہے اور صرف اس کے حصول میں محنت و مشقت کرتے رہنا وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ (3) دنیا کی زندگی زینت و آرائش کا نام ہے جو کہ عورتوں کا شیوہ ہے۔ (5،4) دنیا کی زندگی آپس میں فخر و غرور کرنے اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنے کا نام ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دُنیوی زندگی کی ایک مثال ارشاد فرمائی کہ دنیا کی زندگی ایسی ہے جیسے وہ بارش جس کا اُگایا ہوا سبزہ کسانوں کو اچھا لگتا ہے، پھر وہ سبزہ کسی زمینی یا آسمانی آفت کی وجہ سے سوکھ جاتا ہے تو تم اس کا سبز رنگ جاتے رہنے کے بعد اسے زرد دیکھتے ہو، پھر وہ پامال کیا ہوا بے کار ہو جاتا ہے۔ یہی حال دنیا کی اس زندگی کا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

آیت 21 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! دنیا کی زندگی قلیل ہے تو نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو اور ایک دوسرے سے

جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ

جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی وسعت جیسی ہے۔ اللہ اور اس کے سب رسولوں پر

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۱ مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ

ایمان لانے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ زمین میں اور تمہاری جانوں میں

فِى الْاَرْضِ وَلَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

جو مصیبت پہنچتی ہے وہ ہمارے اسے پیدا کرنے سے پہلے (ہی) ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے بیشک یہ اللہ پر

يَسِيْرٌ ۝۲۲ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ

آسان ہے۔ تاکہ تم اس پر غم نہ کھاؤ جو تم سے جاتی رہے اور اس پر اتراؤ نہیں جو تمہیں اللہ نے دیا ہے اور اللہ ہر متکبر،

آگے بڑھ جاؤ جس کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کی بخشش اور جنت کے حق دار ٹھہرو، جس کی چوڑائی ایسی ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کے ٹکڑے ایک دوسرے سے ملا دیئے جائیں تو جتنے چوڑے وہ ہوں گے اتنی جنت کی چوڑائی ہے۔ یہ جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو اس نے مسلمانوں پر فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنا فضل اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے دے اور اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔ اہم بات: دعائے مغفرت نہایت محبوب شے ہے لہٰذا مسلمان بندے کو اپنی بخشش کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

آیت 22 ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قضا کا بیان فرمایا ہے کہ اے لوگو! زمین میں قحط کی، پھلوں کی کمی کی اور کھیتیوں کے تباہ ہونے کی اور اسی طرح تمہاری جانوں میں بیماریوں کی اور اولاد کے غموں کی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ ہمارے اسے (یعنی زمین، جانوں اور مصیبت کو) پیدا کرنے سے پہلے ہی ہماری ایک کتاب لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہوتی ہے اور انہیں لوحِ محفوظ میں لکھ دینا ہمارے لئے آسان ہے۔ اہم بات: بندے کو پہنچنے والی ہر مصیبت اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہے اور ہر مصیبت اللہ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے البتہ بعض مصیبتیں بعض وجوہات کی بنا پر بھی آتی ہیں اور یہ وجوہات بھی لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں۔

آیت 23 ﴿ فرمایا کہ تمہیں پہنچنے والی مصیبتیں لوحِ محفوظ میں لکھ دینے کی حکمت یہ ہے کہ دنیا کا جو سامان تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے تم اس پر غم نہ کھاؤ اور دنیا کا جو سامان اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تم اس پر خوش نہ ہو اور یہ سمجھ لو کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے ضرور ہوگا اور مزید فرمایا کہ اللہ ہر متکبر، بڑائی جتانے والے کو ناپسند کرتا ہے۔ اہم بات: یہاں غم کی مذمت بیان ہوئی ہے اس غم سے مراد بے صبری کی وہ حالت ہے جس میں صبر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا نہ پایا جائے اور ثواب کی امید بھی آدمی نہ رکھے جبکہ خوشی سے وہ تکبر والی خوشی مراد ہے جس میں آدمی شکر سے غافل ہو جائے البتہ وہ رنج و غم جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اس کی رضا پر راضی رہے یونہی وہ خوشی جس پر حق تعالیٰ کا شکر گزار ہو ممنوع نہیں۔

فَخُوْرِ ﴿۲۳﴾ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ

بڑائی جتانے والے کو ناپسند کرتا ہے۔ وہ جو بخل کریں اور لوگوں کو بخل کرنے کا کہیں اور جو منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی

هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ

بے نیاز، حمد کے لائق ہے۔ بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو

لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ

تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا، اس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کیلئے فائدے ہیں اور

لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۵﴾ؑ وَ لَقَدْ

تاکہ اللہ اس شخص کو دیکھے جو بغیر دیکھے اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے، بیشک اللہ قوت والا، غالب ہے۔ اور بیشک

آیت 24 ﴿ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں فرماتا جو اس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور نیک کاموں میں خرچ نہیں کرتے اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اپنا مال روک لینے کی ترغیب دیتے ہیں اور جو واجب صدقات سے منہ پھیرے تو بیشک اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوق سے بے نیاز اور حمد کے لائق ہے۔ (2) وہ یہودی جو سابقہ کتابوں میں لکھے ہوئے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف چھپاتے ہیں اور ان کے اوصاف بیان کرنے سے خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے ہیں تو ان کے لئے سخت وعید ہے اور جو ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنے سے منہ پھیرے تو بیشک اللہ تعالیٰ ہی اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز اور حمد کے لائق ہے تو ان سے کس طرح بے نیاز نہ ہوگا۔ ہم بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کرنا، لوگوں کو بخل کرنے کی ترغیب دینا، یونہی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف چھپانا اور ان اوصاف کو چھپانے کی ترغیب دینا انتہائی مذموم اعمال ہیں۔

آیت 25 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو ان کی امتوں کی طرف روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ ان چیزوں کو نازل فرمایا: (1) دین کے احکام اور مسائل بیان کرنے والی کتاب۔ (2) ترازو۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ترازو سے مراد عدل ہے۔ معنی یہ ہے کہ ہم نے عدل کا حکم دیا، اور ایک قول یہ ہے کہ ترازو سے وزن کرنے کا آلہ ہی مراد ہے اور ترازو سے مقصود یہ ہے کہ لوگ آپس میں تول کر چیزیں لینے دینے کے معاملات میں انصاف پر قائم ہوں اور کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ (3) لوہا۔ مفسرین نے فرمایا کہ یہاں آیت میں "اتارنا" پیدا کرنے کے معنی میں ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم نے لوہا پیدا کیا اور لوگوں کو اس کی صنعت کا علم دیا۔ لوہے کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں انتہائی سخت قوت ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سے اسلحہ اور جنگی سامان بنائے جاتے ہیں اور اس میں لوگوں کیلئے اور بھی فائدے ہیں کہ لوہا صنعتوں اور دیگر پیشوں میں بہت کام آتا ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ لوہا نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو دیکھے جو جہاد میں لوہے کو استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتا ہے حالانکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں ہوا۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا، غالب ہے۔

آیت 26 ﴿ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو منصبِ رسالت سے مشرف فرمایا اور

أَرْسَلْنَا نُوحًا وَّإِبْرٰهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيرٌ

نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی ہدایت یافتہ ہے اور ان میں

مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ

بہت زیادہ فاسق ہیں○ پھر ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشانات پر اپنے (مزید) رسول بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۗ وَرَهْبَانِيَّةَ

اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروکاروں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی اور رہبانیت (انہوں نے قطع تعلقی) کو

ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ

انہوں نے خود ایجاد کیا، ہم نے ان پر یہ مقرر نہ کیا تھا ہاں اللہ کی رضا طلب کرنے کے لئے (انہوں نے یہ بدعت ایجاد کی) پھر اس کی ویسی رعایت نہ کی

نبوت اور کتاب ان دونوں کی اولاد میں رکھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام ان کی اولاد سے ہوئے اور
چاروں کتابیں یعنی تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے منصبِ رسالت پر فائز ہونے والوں پر
نازل ہوئیں۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ ان دونوں رسولوں کی اولاد میں سے کچھ لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور ان میں بہت زیادہ فاسق ہیں۔

آیت 27 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک رسول
بھیجے اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور دین میں ان کی پیروی کرنے والے آپس میں
ایک دوسرے کے ساتھ محبت و شفقت رکھتے ہیں اور راہب بنا یعنی پہاڑوں، غاروں وغیرہ میں خلوت نشین ہونے، دنیا سے میل جول ترک
کرنے، عبادتوں میں اپنے اوپر زائد مشقتیں بڑھانے، نکاح نہ کرنے، نہایت موٹے کپڑے پہننے کے عمل کو انہوں نے خود ایجاد کیا تھا
ہم نے ان پر یہ چیزیں مقرر نہ کی تھیں، البتہ یہ بدعت انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کے لئے ایجاد کی لیکن پھر ان کے
بعد والے اس کی ویسی رعایت نہ کر سکے جیسی رعایت کرنے کا حق تھا بلکہ اس کو ضائع کر دیا اور تثلیث و اتحاد (یعنی تین خدا ماننے اور
حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں خدائی اور انسانیت کا اتحاد ماننے) میں مبتلا ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین سے کفر کر کے اپنے
بادشاہوں کے دین میں داخل ہو گئے اور ان میں سے کچھ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم رہے تو ان ایمان والوں کو اللہ
تعالیٰ نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے لوگ جنہوں نے رہبانیت کو ترک کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین سے
منحرف ہوئے وہ نافرمان ہیں۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دین میں کسی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو اور اس
سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو اس پر ثواب ملتا ہے اسے جاری رکھنا چاہیے اور ایسی بدعت کو بدعت حسنہ کہتے ہیں البتہ دین میں بری بات
نکالنا بدعت سیئہ کہلاتا ہے، وہ ناجائز ہے اور بدعت سیئہ حدیث شریف میں وہ بتائی گئی ہے جو خلافِ سنت ہو، اس کے نکالنے سے کوئی
سنت اٹھ جائے۔ اس سے ہزاروں مسائل کا فیصلہ ہو جاتا ہے جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے

رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا

جیسی رعایت کرنے کا حق تھا تو ان میں ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں○ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ

ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تو وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا اور وہ تمہارے لیے

نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ

ایک ایسا نور کر دے گا جس کے ذریعے تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ تاکہ اہل کتاب جان لیں

اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے اور یہ کہ سارا فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

اور اللہ بڑے فضل والا ہے○

امورِ خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے ہیں جن سے دین کی تقویت و تائید ہوتی ہے ایسے امور کو بدعت بتانا قرآن مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔

آیت 28 ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان لانے والو! رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں دگنا اجر دے گا کیونکہ تم پہلی کتاب اور پہلے نبی پر بھی ایمان لائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پاک پر بھی ایمان لائے اور وہ قیامت کے دن تمہارے لیے پل صراط پر ایک ایسا نور کر دے گا جس کی روشنی کے ذریعے تم چلو گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے پہلے کے تمہارے سب گناہ بخش دے گا اور اللہ خوب بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 29 ﴾ شانِ نزول: جب اوپر والی آیت نازل ہوئی اور اس میں اہل کتاب میں سے مومنین کو سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوپر ایمان لانے پر دگنے اجر کا وعدہ دیا گیا تو اہل کتاب میں سے کفار نے کہا: اگر ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائیں تو ہمیں دو اجر ملے گا ورنہ ہمارے لئے ایک اجر رہے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے اس خیال کو رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو آخری نبی پر ایمان لانے کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے بغیر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل یعنی دگنے اجر، نور اور مغفرت میں سے کچھ نہیں پاسکتے اور وہ یہ بھی جان لیں کہ سارا فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے کیونکہ وہ قادر اور مختار ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

## ۵۸ سُوْرَۃُ الْمُجَادَلَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۵ — اٰیاتہا ۲۲ — رکوعاتہا ۳

سورۃ المجادلہ مدنیہ ہے، اس میں بائیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ

بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملے میں آپ سے بحث کر رہی ہے اور اللہ کی بارگاہ میں شکایت کرتی ہے اور اللہ

سورۂ مجادلہ کا تعارف ✿ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 22 آیتیں ہیں۔ بحث اور تکرار کرنے والی عورت کو عربی میں "مُجَادِلَة" کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ظہار کے مسئلے میں ہونے والی بحث کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ مجادلہ" رکھا گیا۔ مضامین: اس سورت میں ظہار اور اس کے کفارے سے متعلق شرعی احکام اور مجلس کے چند آداب کا بیان، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے احکامات پر عمل کرنے کی ترغیب، علماء دین کی تعریف اور ان کے مرتبہ و مقام کا بیان ہے، نیز اس سورت کے آخر میں بیان کیا گیا کہ مسلمان کافروں سے محبت نہ رکھیں اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور خاندان کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔

آیت 1 ✦ شانِ نزول: حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے کسی بات پر اپنی زوجہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے۔ یہ کلمہ زمانۂ جاہلیت میں طلاق شمار کیا جاتا تھا، تو حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے کہا: میرے خیال میں تو مجھ پر حرام ہو گئی ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں سارا واقعہ ذکر کیا تو پہلے دستور کے مطابق جواب ملا کہ ظہار سے عورت حرام ہو جاتی ہے۔ آپ نے بحث و تکرار کی اور جب اپنی خواہش کے مطابق جواب نہ پایا تو آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہنے لگیں: یا اللہ! عزوجل، میں تجھ سے اپنی بے کسی اور پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں، میرے حق میں ایسا حکم نازل فرما جس سے میری مصیبت دور ہو جائے۔ اس کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! بیشک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے معاملے میں آپ سے بحث کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے حال اور فاقے کی شکایت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی آپس میں ہونے والی گفتگو سن رہا ہے، بیشک جو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرے اللہ تعالیٰ اس کی مناجات کو سننے والا اور شکایت کرنے والے کو دیکھنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بحث و تکرار کرنا مخالفت یا مقابلہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ کرم طلب کرنے کے لیے تھا۔ (2) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بے صبری کی شکایت بری ہے، بلکہ اپنی پریشانی دور کرنے کے لئے عرض کرنا تو دعا کہلاتا ہے۔

يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۱ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ

تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے، بیشک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔ ○ تم میں سے وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں جیسی کہہ بیٹھتے ہیں

مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا

وہ ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا اور بیشک وہ ضرور ناپسندیدہ اور

مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۲ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ

بالکل جھوٹ بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے۔ ○ اور وہ جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں جیسی کہہ

ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ

پھر اپنی کہی ہوئی بات کا تدارک (تلافی) کرنا چاہیں تو (اس کا کفارہ) میاں بیوی کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ یہ ہے

آیت 2 ﴿ فرمایا کہ تم میں سے وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے اور انہیں اپنی ماں جیسی کہہ بیٹھتے ہیں، اس سے وہ ان کی مائیں نہیں ہو گئیں بلکہ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا ہے اور بیشک ظہار کرنے والے بیویوں کو ماں کہہ کر بالکل جھوٹ بات کہتے ہیں، بیوی کو کسی طرح ماں کے ساتھ تشبیہ دینا ٹھیک نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ انہیں ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ ظہار کی تعریف: ظہار کے یہ معنی ہیں کہ اپنی زوجہ یا اُس کے کسی جُزوِ شائع یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو، ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو، یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو، مثلاً (بیوی سے) کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے، یا (یوں کہا کہ) تیرا سر، یا تیری گردن، یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا، یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا، یا اُس کو چھونا، یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرے اور اُس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہوا، مگر پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔ نوٹ: مزید تفصیل کے لیے اسی مقام پر صراط الجنان کا مطالعہ فرمائیں۔

آیت 3 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کریں، پھر اس ظہار کی وجہ سے ہونے والی حرمت کو ختم کرنا چاہیں تو ان پر ظہار کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے، لہٰذا ان پر ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کریں، یہ وہ حکم ہے جس کے ذریعے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے تاکہ تم دوبارہ ظہار نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے اور وہ تمہیں ان کی جزا دے گا۔ شرعی احکام: (1) ظہار کرنے والا حق زوجیت کی ادائیگی کا ارادہ کرے تو کفارہ واجب ہے۔ اگر یہ چاہے کہ حق زوجیت ادا نہ کرے اور عورت اُس پر حرام ہی رہے تو کفارہ واجب نہیں اور اگر حق زوجیت کی ادائیگی کا ارادہ تھا مگر زوجہ کا انتقال ہو گیا تو کفارہ واجب نہ رہا۔ (2) جب غلام آزاد کرنے پر قدرت ہے اگرچہ وہ خدمت کا غلام ہو تو کفارہ آزاد کرنے ہی سے ہو گا اور اگر غلام کی استطاعت نہ ہو خواہ ملتا نہیں یا اس کے پاس اس کی قیمت نہیں تو کفارہ میں مسلسل دو مہینے کے روزے رکھے۔

تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ

نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے۔ پھر جو شخص (غلام) نہ پائے تو میاں بیوی کے ایک دوسرے کو

مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ

چھونے سے پہلے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھنا (شوہر پر لازم ہے) پھر جو (روزے کی) طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا (لازم ہے)

ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ④

یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

بیشک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ذلیل و رسوا کردیا جائے گا جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل و رسوا کردیئے گئے

وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ⑤ یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا

اور بیشک ہم نے روشن آیتیں اتاریں اور کافروں کے لیے رسوا کردینے والا عذاب ہے۔ جس دن اللہ ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا (اٹھائے گا)

آیت 4: اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام نہ پائے تو اس صورت میں ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھنا شوہر پر لازم ہے، پھر جو اتنے روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس صورت میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا شوہر پر لازم ہے۔ یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھو، ان کی فرمانبرداری کرو اور جاہلیت کے طریقے چھوڑ دو اور یہاں جو ظہار اور اس کے کفارے کے احکام بیان ہوئے یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان کو توڑنا اور ان سے تجاوز کرنا جائز نہیں اور کافروں کے لیے قیامت کے دن دردناک عذاب ہے۔

آیت 5: اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں وہ (دنیا میں) ایسے ہی ذلیل کئے جائیں گے جیسے ان سے پہلے لوگ رسولوں علیہم السلام کی مخالفت کرنے کے سبب ذلیل و رسوا کیے گئے اور یہ تب ہوا ہے کہ بیشک ہم نے رسولوں علیہم السلام کی صداقت پر دلالت کرنے والی اور واضح احکام پر مشتمل روشن آیتیں اتاریں تو ان لوگوں نے مخالفت کی، جبکہ آخرت میں ان کافروں کے لیے رسوا کردینے والا عذاب ہے۔ اہم بات: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے۔

آیت 6: مزید فرمایا کہ کافروں کو رسوا کردینے والا عذاب اس دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور ان میں سے کسی ایک کو باقی نہ چھوڑے گا، پھر انہیں رسوا کرنے کیلئے ان کے اعمال بتادے گا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال کو محفوظ کر رکھا ہے جبکہ وہ لوگ بے فکری کے سبب دنیا میں کئے ہوئے اپنے اعمال بھول گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر واقف ہے اور اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۠ ۝ ع

پھر وہ انہیں ان کے اعمال بتائے گا، اللہ نے ان اعمال کو گن رکھا ہے اور وہ لوگ انہیں بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔○

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ

(اے بندے!) کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو

اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ

تو ان میں چوتھا اللہ ہی ہے اور پانچ کی سرگوشی ہو تو وہ اللہ ہی ان کا چھٹا ہوتا ہے اور اس سے کم اور اس سے زیادہ جتنے بھی لوگ ہوں،

اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ

اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں پھر اللہ انہیں قیامت کے دن بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا، بیشک اللہ ہر چیز کو

عَلِیْمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ

خوب جانتا ہے۔○ کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں پوشیدہ مشوروں سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہ اسی کام کی طرف لوٹتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا [illegible]

**آیت 7** ﴿ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے سننے والے! کیا تو نے نہ دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں حتّٰی کہ جہاں کہیں تین شخص سرگوشی سے بات کریں اور اپنے راز آپس میں ایک دوسرے کو آہستہ آواز سے بتائیں تو ان میں چوتھا اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان کا مشاہدہ کرتا ہے، ان کی سرگوشی اور ان کے رازوں کو جانتا ہے اور اگر پانچ لوگ سرگوشی سے بات کریں تو وہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا چھٹا ہوتا ہے اور (یہ چیز اسی تعداد پر موقوف نہیں بلکہ) تین سے کم اور پانچ سے زیادہ جتنے بھی لوگ ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے علم و قدرت سے ان سب کے ساتھ ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

**آیت 8** ﴿ شانِ نزول: یہود اور منافق آپس میں سرگوشیاں کرتے اور مسلمانوں کی طرف آنکھوں سے اشارے کرتے جاتے تھے تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ ان کے خلاف کوئی پوشیدہ بات کی جارہی ہے اور اس سے انہیں رنج ہو۔ ان کی اس حرکت سے مسلمانوں کو غم ہوتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ شاید ان لوگوں کو ہمارے ان بھائیوں کے شہید ہونے یا شکست کھانے کی کوئی خبر پہنچی جو جہاد میں گئے ہوئے ہیں اور یہ اسی کے بارے باتیں بنارہے اور اشارے کررہے ہیں۔ مسلمانوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس کی شکایتیں کیں تو تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرگوشی کرنے والوں کو منع فرمادیا، لیکن وہ باز نہ آئے اور یہ حرکت کرتے ہی رہے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا: کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں پوشیدہ مشوروں سے منع فرمایا گیا تھا پھر وہ اسی منع کئے ہوئے کام کی طرف لوٹتے ہیں اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں۔ مزید فرمایا: اور جب یہ لوگ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو کسی اچھے الفاظ سے سلام نہیں کرتے اور ان کے سلام کے الفاظ وہ نہیں ہوتے

وَ یَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ٘ وَ اِذَا جَآءُوْكَ

اور آپس میں گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کے مشورے کرتے ہیں اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں

حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ اللّٰهُۙ وَ یَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ

تو ان لفظوں سے تمہیں سلام کرتے ہیں جن سے اللہ نے تمہیں سلام نہیں فرمایا اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہماری باتوں کی وجہ سے اللہ

بِمَا نَقُوْلُؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُۚ یَصْلَوْنَهَاۚ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۸ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا

ہمیں کیوں عذاب نہیں دیتا؟ انہیں جہنم کافی ہے، وہ اس میں داخل ہوں گے تو وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۝ اے ایمان والو!

اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ

جب تم آپس میں مشورہ کرو تو گناہ اور حد سے بڑھنے اور رسول کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کا

وَ التَّقْوٰىؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّیْطٰنِ

مشورہ کرو اور اس اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا۝ وہ پوشیدہ مشورہ تو شیطان ہی کی طرف سے ہے

جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سلام فرمایا ہے۔ مزید فرمایا: کہ وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں: ہماری باتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں کیوں عذاب نہیں دیتا؟ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبی ہوتے تو ہماری اس گستاخی پر اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب دیتا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: انہیں عذاب کے طور پر جہنم کافی ہے جس میں یہ داخل ہوں گے تو یہ ان کا کیا ہی برا انجام ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، اگر کسی جرم پر فوراً عذاب نہ آئے تو یہ معنی نہیں کہ وہ جرم جرم نہیں، عذاب اس لئے نازل نہیں ہوا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا اور جب وقت آجائے گا تو عذاب میں تاخیر نہ کی جائے گی۔ اہم باتیں: (1) اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے سامنے سرگوشی سے بات کرنا اسے تشویش میں ڈال دیتا اور رنج و غم میں مبتلا کر دیتا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہئے۔ (2) یہودی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو یوں کہتے تھے "اَلسَّامُ عَلَیْكَ" یعنی تم پر موت آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی اس کے جواب میں "عَلَیْكُمْ" یعنی تم پر بھی موت آئے، فرما دیتے تھے۔

آیت 9 ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم جب آپس میں مشورہ کرو تو یہودیوں اور منافقوں کی طرح گناہ، حد سے بڑھنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نافرمانی کا مشورہ نہ کرنا بلکہ نیکی اور پرہیز گاری کا مشورہ کرنا اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا جس کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ اہم باتیں: (1) مسلمان، صلاح مشورے مسلمانوں ہی سے کریں، [illegible] نہ کریں اور انہیں اپنا مشیر وغیرہ نہ بنائیں۔ (2) آپس میں مشورے بھی اچھے ہی کریں، برے نہ کریں۔ (3) تنہائی میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ادب و احترام ملحوظ رکھے۔ (4) وہ مبارک ہے جو اپنی تنہائی میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فضائل سوچے اور بد نصیب ہے وہ جس کا وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین کے بارے سوچنے میں گزرے۔

آیت 10 ﴾ ارشاد فرمایا کہ وہ مشورہ تو شیطان ہی کی طرف سے ہے جس میں گناہ، حد سے بڑھنا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی

لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْــٴًـا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ-وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ

تاکہ وہ ایمان والوں کو غمگین کرے اور وہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان والوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا اور مسلمانوں کو تو اللہ ہی پر

الْمُؤْمِنُوْنَ ○ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا

بھروسہ کرنا چاہیے ○ اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے (کہ) مجلسوں میں جگہ کشادہ کرو تو جگہ کشادہ کرو،

یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْۚ-وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْۙ

اللہ تمہارے لئے جگہ کشادہ فرمائے گا اور جب کہا جائے: کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو، اللہ تم میں سے ایمان والوں کے

وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍؕ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا

اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جنہیں علم دیا گیا اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے ○ اے ایمان والو!

نافرمانی ہو اور شیطان اپنے دوستوں کو اس پر ابھارتا ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو غمگین کردے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

آیت 11 ﴾ شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اصحابِ بدر کی بڑی عزت کرتے تھے، ایک روز چند بدری صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایسے وقت پہنچے جب کہ مجلس شریف بھر چکی تھی، انہوں نے سلام کرکے جگہ ملنے کا انتظار کیا کہ ان کیلئے مجلس شریف میں جگہ بنائی جائے مگر کسی نے جگہ نہ دی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ چیز گراں گزری تو آپ نے اپنے قریب والوں کو اٹھا کر ان کیلئے جگہ بنادی، اُٹھنے والوں کو اٹھنا شاق ہوا تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کشادہ کرو تو جگہ کشادہ کردو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جنت میں جگہ کشادہ فرمائے گا اور جب تمہیں اپنی جگہ سے کھڑے ہونے کا کہا جائے تو کھڑے ہو جایا کرو، اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کے باعث تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے جن کو علم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت کے شانِ نزول سے معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کے لئے جگہ چھوڑنا اور ان کی تعظیم کرنا جائز بلکہ سنت ہے حتّٰی کہ مسجد میں بھی ان کی تعظیم کرسکتے ہیں کیونکہ یہ واقعہ مسجد نبوی شریف میں ہی ہوا تھا۔ (2) حدیث پاک میں بزرگانِ دین اور دینی پیشواؤں کی تعظیم و توقیر کا باقاعدہ حکم بھی دیا گیا۔ (3) مجلس کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ جو شخص پہلے آکر بیٹھ چکا ہو اسے اس کی جگہ سے نہ اٹھایا جائے سوائے کسی بڑی ضرورت کے، یا یوں کہ اہم حضرات کیلئے نمایاں جگہ بنادی جائے۔ ویسے یہ ہونا چاہیے کہ بڑے اور سمجھدار حضرات سننے کیلئے زیادہ قریب بیٹھیں۔ (4) علماءِ دین بڑے درجے والے ہیں اور دنیا و آخرت میں ان کی عزت ہے۔

آیت 12 ﴾ شانِ نزول: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں جب مالداروں نے عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور یہاں تک کہ غریب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ موقع کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! جب تم رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے تنہائی میں کوئی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو کہ

تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لَا مِنْهُمْ ۙ وَ يَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ

جنہوں نے ان لوگوں کو دوست بنایا جن پر اللہ نے غضب فرمایا۔ وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ہی ان میں سے اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی بات

وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

پر قسم کھاتے ہیں ○ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں ○

اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ لَنْ تُغْنِيَ

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے تو انہوں نے اللہ کی راہ سے روکا تو ان کے لیے رسوا کردینے والا عذاب ہے ○ ان کے

عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور ان کی اولاد اللہ کے سامنے انہیں ہرگز کچھ کام نہ دیں گے، وہ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسے تمہارے سامنے کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ

مزید فرمایا: اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسم کھاتے ہیں۔ شانِ نزول: یہ آیت عبد اللہ بن نبتل منافق کے بارے میں نازل ہوئی جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر رہتا اور یہاں کی بات یہودیوں کے پاس پہنچاتا۔ ایک روز حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: تو اور تیرے ساتھی ہمیں کیوں گالیاں دیتے ہیں؟ وہ قسم کھا گیا کہ ایسا نہیں کرتا اور اپنے یاروں کو بلا لایا، انہوں نے بھی قسم کھائی کہ ہم نے آپ کو گالی نہیں دی اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

آیت 15-17 ﴿ ان 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، بیشک وہ لوگ بہت ہی برے کام کرتے ہیں اور ان کے برے کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جھوٹی قسموں کو اپنی جان و مال کی حفاظت کیلئے ڈھال بنا لیا ہے، پھر اپنی حیلہ سازی سے دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے اور دینِ اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں، تو اس سبب سے ان کے لیے آخرت میں رسوا کر دینے والا عذاب ہے۔ ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے اور قیامت کے دن انہیں عذابِ الٰہی سے بچا نہ سکیں گے، وہ دوزخی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

آیت 18 ﴿ فرمایا کہ وہ دن یاد کریں جس دن اللہ تعالیٰ ان سب منافقوں کو اٹھائے گا تو اس کی بارگاہ میں بھی قسمیں کھائیں گے کہ ہم مخلص مومن تھے منافق نہ تھے جیسے آج تمہارے سامنے دنیا میں کھا رہے ہیں اور وہ اپنی جھوٹی قسموں کو کارآمد سمجھتے ہیں کہ ان کی بدولت بچ جائیں گے (حالانکہ ایسا ہرگز نہ ہو گا) خبردار! بیشک وہی اپنی قسموں میں جھوٹے ہیں اور ایسے جھوٹے کہ دنیا میں بھی جھوٹ بولتے رہے اور آخرت میں بھی بولیں گے۔

عَلٰی شَیْءٍؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِؕ

کسی چیز پر ہیں۔ خبردار! بیشک وہی جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان غالب آگیا تو اس نے انہیں اللہ کی یاد بھلا دی،

اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ

یہ شیطان کا گروہ ہیں، سن لو! بیشک شیطان کا گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے۔ بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے

اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓىٕكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ۝ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْؕ اِنَّ

رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔ اللہ لکھ چکا ہے کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول، بیشک

اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ

اللہ قوت والا، سب پر غالب ہے۔ تم ایسے لوگوں کو نہیں پاؤ گے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کریں

**آیت 19** فرمایا کہ منافقوں کا یہ حال اس لئے ہوا کہ ان پر شیطان غالب آ گیا ہے، شیطان انہیں جن کاموں میں چاہتا ہے لگا دیتا ہے، جب ان کی یہ حالت ہو گئی تو پھر انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کب پرواہ ہو گی اور یہ کب اپنے رب عزوجل کو یاد کریں گے۔ وہ منافق شیطان کے گروہ ہیں اور سن لو! بیشک شیطان کا گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے کہ جنت کی دائمی نعمتوں سے محروم اور جہنم کے ابدی عذاب میں گرفتار ہو گا۔ **اہم بات:** بندے پر شیطان کے غالب آنے کی علامت یہ ہے کہ شیطان اسے کھانے، پینے اور پہننے میں مشغول کر دیتا ہے، بندے کے دل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے انعامات میں غور و فکر کرنے اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے غافل کر دیتا ہے، بندے کی زبان کو رب تعالیٰ کا ذکر کرنے سے غافل کر کے جھوٹ، غیبت اور بہتان تراشی میں مصروف کر دیتا ہے اور بندے کے دل میں دنیا کی محبت اور دنیا سنوارنے کی لگن ڈال کر اسے غور و فکر کرنے اور اپنے انجام کے بارے میں سوچنے سے غافل کر دیتا ہے۔

**آیت 20** فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل لوگوں میں شامل ہیں۔ **اہم بات:** معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے کیونکہ زمانۂ رسالت کے کفار و منافقین اللہ تعالیٰ کی مخالفت نہیں کرتے تھے وہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے اور اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخالفت فرمایا ہے۔

**آیت 21** فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ لوحِ محفوظ میں لکھ چکا ہے کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول غالب آئیں گے، بیشک اللہ قوت والا ہے، کوئی اس کے ارادے سے منع نہیں کر سکتا، عزت والا اور غلبے والا ہے، کوئی اسے مغلوب نہیں کر سکتا۔ **اہم بات:** اس آیت میں رسولوں علیہم السلام کے غالب آنے سے دلیل اور حجت کے ساتھ، یا تلوار کے ساتھ غالب آنا مراد ہے۔

**آیت 22** اے پیارے حبیب! جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر سچا ایمان رکھتے ہیں آپ انہیں ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کریں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت کی، یعنی ان کا ایمان اس کو گوارا ہی نہیں کرتا کہ وہ خدا اور رسول کے دشمن سے دوستی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان والے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے

مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ

جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے ہوں۔

اُولٰٓىٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ یُدْخِلُهُمْ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور وہ انہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے

اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٢٢﴾ ع

یہ اللہ کی جماعت ہے، سن لو! اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔ ○

آیاتھا ٢٤ ۔ ٥٩ سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِیَّةٌ ١٠١ ۔ رکوعاتھا ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور وہ انہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان، اخلاص اور طاعت کے سبب ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے کرم سے راضی ہوئے، یہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہے، سن لو! اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی کامیاب ہے کہ یہ جہنم کے عذاب سے محفوظ اور جنت کی عظیم الشان دائمی نعمتیں ہمیشہ کے لئے پائیں گے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت سے معلوم ہوا کہ بد دینوں، بد مذہبوں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے قلبی محبت، دوستی اور میل جول جائز نہیں۔ (2) کافروں سے دوستی کرنا مسلمان کی شان اور اس کے ایمان کے تقاضوں کے بر خلاف ہے۔ (3) اس آیت میں مخلص ایمان والوں کا ایک وصف یہ بیان ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے دوستی نہیں کرتے اگرچہ وہ ان کے کیسے ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔ درس: اس آیت سے ان لوگوں کو درس عبرت حاصل کرنا چاہیے جو اپنے دُنیوی مفادات کی خاطر تعلقات کے قائل ہوتے ہیں اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں نبھاتے ہیں۔

**سورۂ حشر کا تعارف** ✽ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 3 رکوع اور 24 آیتیں ہیں۔ حشر کا معنی ہے لوگوں کو اکٹھا کرنا، اس سورت کی دوسری آیت میں بنو نضیر کے یہودیوں کے پہلے حشر یعنی انہیں اکٹھا کر کے مدینے سے نکال دیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ حشر" کہتے ہیں۔ فضیلت: ارشاد فرمایا: جس نے صبح کے وقت تین مرتبہ "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ هُوَ الَّذِیْۤ

اللہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور وہی بہت عزت والا، حکمت والا ہے ○ وہی ہے جس نے

اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ

ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے ان کے پہلے حشر کے وقت نکالا۔ تمہیں گمان نہ تھا کہ

اَنْ یَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ

وہ نکلیں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے تو اللہ کا حکم ان کے پاس وہاں سے آیا جہاں سے

شیطٰن رجیم" کہا اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ 70,000 فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو شام تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اگر اسی دن انتقال کر جائے تو شہید کی موت مرے گا اور جو شخص شام کے وقت اسے پڑھے تو اس کا بھی یہی مرتبہ ہے۔ (ترمذی، حدیث: 2931) خلاصہ مضامین: اس سورت میں بتایا گیا کہ انسان، حیوان، نباتات، جمادات الغرض کائنات کی ہر چیز نقص و عیب سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی، اس کی قدرت و وحدانیت کی گواہی دیتی اور اس کی عظمت کا اقرار کرتی ہے۔ بنو نضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کرنے کا سبب بیان ہوا۔ فے کے مال کے احکام بیان کئے گئے اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو کچھ انہیں عطا فرمائیں وہ لے لیں اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں۔ مہاجرین و انصار اور ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کی عظمت و شان بیان فرمائی گئی اور یہ بتایا گیا کہ جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔ منافقوں کی باطنی خباثت ذکر کی گئی اور ان منافقوں کو شیطان سے تشبیہ دی گئی۔ اور بتایا گیا کہ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں اور جنت والے ہی کامیاب ہیں۔ آخر میں قرآن مجید کی عظمت بیان کی گئی اور اسے نازل کرنے والے رب تعالیٰ کے عظیم اور جلیل اوصاف اور اس کے اسماء حسنیٰ بیان کئے گئے۔

آیت 1 ﴿ فرمایا گیا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز نے اللہ تعالیٰ کی ہر نقص و عیب سے پاکی بیان کی اور وہی اللہ بہت عزت والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ اہم بات: معلوم ہوا کہ ہر چیز زبانِ قال یا حال سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے جسے ہم نہیں سمجھتے، مگر ان کی تسبیح کی تاثیر جداگانہ ہے جیسے سبزے کی تسبیح سے عذابِ قبر دور ہوتا ہے۔

آیت 2 ﴿ شانِ نزول: مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ سورت بنو نضیر کے یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس شرط پر صلح کی کہ نہ آپ کے ساتھ ہو کر کسی سے لڑیں گے اور نہ آپ سے جنگ کریں گے۔ جب جنگ بدر میں اسلام کی فتح ہوئی تو بنو نضیر نے کہا: یہ وہی نبی ہیں جن کی صفت توریت میں ہے، پھر جب احد میں مسلمانوں کو ہزیمت کی صورت پیش آئی تو یہ شک میں پڑے اور انہوں نے جو معاہدہ تھا وہ توڑ دیا اور ان کا ایک سردار کعب بن اشرف یہودی چالیس یہودی سواروں کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ پہنچا اور کعبہ معظمہ کے پردے تھام کر قریش کے سرداروں سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف معاہدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے علم دینے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس حال پر مطلع تھے اور بنو نضیر سے ایک خیانت اور بھی ہو چکی تھی کہ انہوں نے قلعے کے اوپر سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر فاسد ارادے

لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ

انہیں گمان بھی نہ تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے

وَ اَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۲ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ

اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ویران کرتے ہیں تو اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ نے ان پر

الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۗ وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝۳ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

گھروں سے اجڑنا لکھ دیا تھا تو ضرور وہ دنیا ہی میں انہیں عذاب دے دیتا اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔ یہ (سزا) اس لیے ہے

سے ایک پتھر گرانے کا قصد کیا، اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خبر دار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ محفوظ رہے۔ غرض جب بنو نضیر کے یہودیوں نے خیانت اور عہد شکنی کی اور کفارِ قریش سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف عہد کیا تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم لشکر کے ساتھ بنو نضیر کی طرف روانہ ہوئے اور ان کا محاصرہ کر لیا، اس درمیان میں منافقین نے یہودیوں سے ہمدردی اور موافقت کے بہت معاہدے کئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ناکام کیا، یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈالا اور آخر کار انہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم سے جلاوطن ہونا پڑا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے بنو نضیر کے یہودیوں کو مدینہ منورہ میں موجود ان کے گھروں سے ان کے پہلے حشر کے وقت نکالا۔ یہ جلاوطنی ان کا پہلا حشر ہے اور ان کا دوسرا حشر یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے زمانہ خلافت میں خیبر سے شام کی طرف نکالا یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ (یہ جلاوطنی ان کا پہلا حشر ہے اور) آخری حشر روزِ قیامت کا حشر ہے۔ اس کے بعد اہلِ اسلام سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے مسلمانو! تمہیں گمان نہ تھا کہ وہ مدینہ منورہ سے نکلیں گے کیونکہ وہ قوت اور لشکر والے تھے، مضبوط قلعے رکھتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ تعالیٰ سے بچالیں گے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ان کے پاس وہاں سے آیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سردار کعب بن اشرف کے قتل سے ان کے دلوں میں رعب ڈالا جس کے بعد وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے ویران کرتے اور انہیں ڈھاتے ہیں تاکہ جو لکڑی وغیرہ اچھی معلوم ہو وہ جلاوطن ہوتے وقت اپنے ساتھ لے جائیں جبکہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان کے گھر اس طور پر ویران ہوتے ہیں کہ ان کے مکانوں کے بقیہ حصے مسلمان گرا دیتے تھے تاکہ جنگ کیلئے میدان صاف ہو جائے۔ تو اے آنکھوں والو! ان یہودیوں کے طرزِ عمل اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔

**آیت 4،3** ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کا مال اور اولاد کے ساتھ گھروں سے جلاوطن ہونا لکھ دیا تھا تو وہ دنیا ہی میں انہیں عذاب دے دیتا اور بنو قریظہ کے یہودیوں کی طرح انہیں بھی قتل اور قید میں مبتلا کر دیتا، بہر حال ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے جس سے سخت کوئی عذاب نہیں، انہیں یہ سزا اس لیے دی گئی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت کرتے رہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ اسے سخت سزا دینے والا ہے۔

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا

تاکہ وہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان (ہی) گردش کرنے والی نہ ہو جائے اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے

نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۟ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ

تمہیں منع فرمائیں تو تم باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ ان فقیر مہاجروں کے لیے

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ

جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے اس حال میں کہ اللہ کی طرف سے فضل اور رضا چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ۟ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ

مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں۔ اور وہ جنہوں نے ان (مہاجرین) سے پہلے اس شہر کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا

وقف لازم

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ہے اور ان کے ساتھ ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں (یعنی بنی ہاشم اور بنی مطلب) کیلئے اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ دولت تمہارے مالداروں کے درمیان گھومنے والی چیز نہ ہو جائے اور غریب، فقیر لوگ نقصان میں رہیں۔ مزید فرمایا: اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں تو تم باز رہو۔ اس کے دو معنی ہیں: (1) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غنیمت میں سے جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو کیونکہ وہ تمہارے لئے حلال ہے اور جو چیز لینے سے منع کریں اس سے باز رہو اور اس کا مطالبہ نہ کرو۔ (2) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں جو حکم دیں اس کی اتباع کرو کیونکہ ہر حکم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واجب ہے اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دینے والا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرے۔

آیت 8 ﴿ فرمایا گیا کہ مال غنیمت ان فقیر مہاجروں کے لیے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اور ان کے گھروں اور مالوں پر کفارِ مکہ نے قبضہ کر لیا اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی آخرت کا ثواب اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اپنے جان و مال سے دین کی حمایت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی ایمان اور اخلاص میں سچے ہیں۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مہاجر مسلمانوں کو فقراء فرمایا جو اپنے اموال وغیرہ مکہ معظمہ میں چھوڑ کر آئے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کفار مسلمانوں کے مال پر قبضہ کر لیں تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے۔ (2) حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد کرنا ہے یعنی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنا ہے۔ (3) خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت برحق ہے، کیونکہ ان خلافتوں کو سارے مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم نے حق کہا اور وہ سب سچے ہیں۔

آیت 9 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جنہوں نے مہاجرین سے پہلے یا ان کی ہجرت سے پہلے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اس شہر مدینہ کو اپنا وطن اور ایمان کو اپنا ٹھکانہ بنالیا، اسلام لائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے دو سال پہلے مسجدیں بنائیں، ان کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں، اپنے گھروں میں انہیں ٹھہراتے

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ

بی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور وہ اپنے دلوں میں اس کے متعلق کوئی حسد نہیں پاتے جو ان کو دیا گیا اور

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۫ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ

پنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود حاجت ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا

گ کامیاب ہیں ○ اور ان کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے

الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ

و ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کیلئے کوئی کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو

پنے مالوں میں نصف کا انہیں شریک کرتے ہیں اور وہ اپنے دلوں میں اس مال کے بارے میں کوئی خواہش اور طلب نہیں پاتے جو ان
اجرین کو دیا گیا اور وہ اپنے اموال اور گھر ایثار کر کے مہاجرین کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود مال کی حاجت ہو اور جس
نفس کو لالچ سے پاک کیا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔ اہم باتیں: (1) بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت کا تعلق پچھلی آیات کے ساتھ
ہے اور اس میں انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بھی اس مال کا حصہ بیان کیا گیا ہے جو بنو نضیر کے یہودیوں سے حاصل ہوا۔
(2) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت وشان اور اوصاف بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ (3) انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف
میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وہ مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ تمام مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم
سے محبت کرنا کامل ایمان کی نشانی ہے۔ (4) جن حضرات کے نفس کو لالچ سے پاک کر دیا گیا وہ حقیقی طور پر کامیاب ہیں۔

ت 10 ﴾ فرمایا کہ مہاجرین و انصار کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش
دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کیلئے کوئی کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو نہایت مہربان، رحمت
والا ہے تو اپنی مہربانی اور رحم کے صدقے ہماری اس دعا کو قبول فرما۔ اہم باتیں: (1) مہاجرین و انصار کے بعد آنے والوں میں
قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مسلمان داخل ہیں اور ان سے پہلے ایمان لانے والوں میں تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔
(2) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے دل میں کینہ نہ رکھنا ایمان کی علامت اور ان کے بارے میں بغض سے بچنے کی دعا کرنا مسلمانوں کا
طریقہ ہے۔ (3) صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس کے دل میں کسی صحابی کی طرف سے بغض یا
کدورت ہو اور وہ ان کے لیے دعائے رحمت و استغفار نہ کرے، وہ مؤمنین کی (آیت میں بیان کردہ تینوں) اقسام سے خارج ہے۔ (خزائن
العرفان) (4) معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے دل میں کسی بھی مسلمان کے بارے میں بغض اور کینہ نہیں رکھنا چاہیے۔ (5) بزرگانِ دین خصوصاً
صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے عرس، ختم، نیاز اور فاتحہ اعلیٰ چیزیں ہیں کہ ان میں ان بزرگوں کے لئے دعا ہے۔

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۠ ﴿١٠﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نہایت مہربان، بہت رحمت والا ہے○ کیا تم نے منافقوں کو نہ دیکھا کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ

سے کہتے ہیں کہ قسم ہے اگر تم نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہرگز تمہارے بارے میں کسی کا کہنا نہیں مانیں گے

وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١١﴾ لَىِٕنْ اُخْرِجُوْا

اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً وہ ضرور جھوٹے ہیں○ قسم ہے اگر وہ نکالے گئے

لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ

تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور قسم ہے اگر ان سے لڑائی کی گئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور قسم ہے اگر یہ ان کی مدد کریں گے

لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ

تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی○ بیشک ان کے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٣﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ

یہ اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں○ یہ سب (مل کر بھی) تم سے نہ لڑیں گے مگر قلعہ بند شہروں میں یا

**آیت 11** ❁ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! کیا آپ نے عبد اللہ بن ابی سلول منافق اور اس کے ساتھیوں کو نہ دیکھا کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں بنو قریظہ اور بنو نضیر سے کہتے ہیں کہ اگر تم مدینہ منورہ سے نکالے گئے تو ضرور ہم تمہارے ساتھ جائیں گے اور ہرگز تمہارے خلاف کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے ساتھ مل کر لڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ یہودیوں سے منافقین کے یہ سب وعدے جھوٹے ہیں۔ اہم باتیں: (1) معلوم ہوا منافق کافر کے بھائی ہیں مومنوں کے بھائی نہیں، اگرچہ وہ بظاہر کلمہ پڑھتے ہیں لیکن وقت پر کفار ہی کا ساتھ دیتے ہیں۔ (2) کفار کو بھائی سمجھنا اور بھائی کہنا منافقوں کا کام ہے۔

**آیت 12** ❁ ارشاد فرمایا کہ اگر وہ یہودی مدینے سے نکالے گئے تو یہ منافق ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان یہودیوں سے لڑائی کی گئی تو یہ منافق ان کی مدد نہ کریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہودیوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا اور منافقین ان کے ساتھ نہ نکلے اور یہودیوں سے لڑائی ہوئی لیکن منافقوں نے یہودیوں کی مدد نہ کی۔ مزید ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض منافق یہودیوں کی مدد کریں گے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر جب یہ مددگار بھاگ نکلیں گے تو منافقوں کی مدد نہ کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک فرما دے گا۔

**آیت 13** ❁ فرمایا کہ اے مسلمانو! بیشک ان منافقوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے کہ تمہارے سامنے تو کفر ظاہر کرنے سے ڈرتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ اللہ تعالیٰ دلوں کی چھپی باتیں جانتا ہے دل میں کفر رکھتے ہیں۔ ان کا یہ ڈر اس لیے ہے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہیں جانتے۔

**آیت 14** ❁ فرمایا کہ اے مسلمانو! سب یہودی مل کر بھی اعلانیہ تم سے نہ لڑیں گے بلکہ قلعہ بند شہروں میں یا دیواروں کے پیچھے چھپ کر

مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍؕ بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰیؕ

دیواروں کے پیچھے سے۔ ان کی آپس میں لڑائی بہت سخت ہے۔ تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں،

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَۚ(۱۴) كَمَثَلِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِیْبًا

یہ اس لیے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔ (ان کی مثال) ان لوگوں کی مثال جیسی ہے جو ابھی قریب زمانے میں ان سے پہلے ہوئے ہیں

ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْۚ-وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۚ(۱۵) كَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْۚ

انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جیسے شیطان کی مثال جب اس نے آدمی سے کہا: ”کفر کر“

لڑیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مدینہ منورہ کے اہلِ کتاب نے کبھی کھلم کھلا مسلمانوں کے مقابلے کی ہمت نہ کی، البتہ غزوۂ خندق کے بعد جب مسلمانوں نے ان کی بد عہدی کی بنا پر ان سے مقابلہ کیا تو وہ اپنے کوچہ بند محلوں میں بند ہو کر بیٹھ گئے، پھر مجبوراً نکلے تو بنو قریظہ قتل اور بنو نضیر جلا وطن کر دیئے گئے، یوں اللہ تعالیٰ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ مزید فرمایا: ان کی آپس میں لڑائی بہت سخت ہے۔ یعنی جب وہ یہودی آپس میں لڑتے ہیں تو بہت شدت اور سختی سے لڑتے ہیں لیکن مسلمانوں کے مقابلے میں بزدل اور نامرد ثابت ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا ہے۔ مزید فرمایا: تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں۔ یعنی اے سننے والے! تم انہیں ایک متحد، متفق اور ایک دوسرے سے الفت رکھنے والی جماعت سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل الگ الگ ہیں اور وہ ایک دوسرے سے کوئی الفت نہیں رکھتے اور ان کے دلوں کا الگ الگ ہونا اس لیے ہے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں جو نہ حق کو پہچانتے ہیں اور نہ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ اہم بات: کفار مسلمانوں کے مقابلے میں کسی مصلحت جیسے ملکی، قومی مفادات کی وجہ سے ایک ہو جاتے ہیں ورنہ حقیقت میں ہر کوئی اپنے مفادات کا اسیر ہوتا ہے، لہٰذا مسلمان کفار پر کسی صورت اعتماد نہ کریں بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں پر اعتماد کریں اور مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کے اعتماد پر پورا اتریں۔

آیت 15 ❁ اس آیت میں یہودیوں کی ایک مثال بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا حال مشرکین جیسا ہے جنہوں نے جنگِ بدر میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت رکھنے کا اور کفر کرنے کا وبال چکھا اور ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کئے گئے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے لیے آخرت میں جہنم کا دردناک عذاب ہے تو دنیا و آخرت میں جو حشر ان مشرکوں کا ہوا وہی ان یہودیوں کا ہوگا۔

آیت 16 ❁ اس آیت میں منافقوں اور یہودیوں کی ایک مثال بیان کی جا رہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ منافقوں کا بنو نضیر کے یہودیوں کے ساتھ سلوک ایسا ہے جیسے شیطان کی مثال کہ اس نے اپنے مکر و فریب سے آدمی کو کفر کرنے کا کہا اور جب اس نے کفر کر لیا تو اس سے کہا: میں تجھ سے بیزار ہوں اور بیشک میں اس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔ ایسے ہی منافقوں نے بنو نضیر کے یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا، جنگ پر آمادہ کیا، ان سے مدد کے وعدے کئے اور جب یہودیوں نے مسلمانوں سے جنگ کی تو منافق اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور یہودیوں کا ساتھ نہ دیا۔ اہم بات: انسانوں کو کفر اور گناہ میں مبتلا کرنے کے لئے شیطان کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ شیطان کسی کام کو بندے کے سامنے نیک بنا کر پیش کرتا ہے اور بندہ نیک سمجھتے ہوئے وہ کام کرنا شروع کر دیتا ہے، پھر شیطان اسے رفتہ رفتہ گناہ کی طرف لے جاتا ہے یہاں تک کہ بندہ گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر اس گناہ سے

فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ

پھر جب اس نے کفر کر لیا تو کہا: بیشک میں تجھ سے بیزار ہوں، بیشک میں اس اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ تو ان

عَاقِبَتَهُمَاۤ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَاؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ ع۵ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ

دونوں کا انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں آگ میں ہوں گے ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔ اے ایمان

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ

والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تمہارے اعمال سے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْؕ اُولٰٓىٕكَ هُمُ

خوب خبردار ہے۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ان کی جانیں بھلا دیں، وہی

ہونے والی رسوائی سے بندے کو خوفزدہ کرکے دوسرے گناہ پر مجبور کرتا ہے اور آخر کار بندے کو کفر کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اور جب بندہ کفر کر لیتا ہے تو شیطان اسے تنہا چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور یہ بندہ کفر کی حالت میں مر کر جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

**آیت 17** ﴿ فرمایا کہ شیطان اور کفر کرنے والے اس انسان کا اُخروی انجام یہ ہوا کہ وہ دونوں جہنم کی آگ میں ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ظالموں کی یہی سزا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں۔

**آیت 18** ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم جو کام کرتے ہو اور جو چھوڑتے ہو ہر ایک میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے حکم کی مخالفت نہ کرو، اور ہر جان دیکھے کہ اس نے قیامت کے دن کے لئے کیا اعمال کیے اور تمہیں مزید تاکید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے: لہٰذا جب گناہ کرنے لگو تو سوچ لو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس گناہ کو دیکھ رہا ہے، وہ قیامت کے دن اس کی سزا دے گا۔ درس: اپنے اعمال کے بارے میں اصلاح کے لئے سوچنا بہت افضل عمل ہے اور یہی مراقبہ ہے۔ ہر مسلمان اپنے اُخروی معاملات کے بارے میں مراقبہ کرتا رہے۔

**آیت 19** ﴿ فرمایا کہ اے ایمان والو! ان یہودیوں اور منافقوں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو بھلا دیا اور جیسی اس کی قدر کرنے کا حق تھا ویسی قدر نہ کی اور اس کے احکامات و ممنوعات کی ان کے حق کے مطابق رعایت نہ کی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی جانوں کو بھول جانے والا بنا دیا کہ وہ اس چیز کو نہیں سنتے جو انہیں نفع دے اور وہ کام نہیں کرتے جو انہیں نجات دے اور یہ بھولنے والے ہی کامل فاسق ہیں۔ اہم باتیں: (1) معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے حقوق یاد نہ رہے جیسے یہودی اور عیسائی ان جیسا بننا ممنوع ہے۔ (2) اسلام کے سوا کسی اور دین میں رہ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا قابلِ قبول نہیں، کیونکہ وہ کفار اپنے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے، لیکن ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا یعنی چھوڑ دیا۔

فٰسِقُوْنَ ۝ لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ ۝

نافرمان ہیں○ دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں، جنت والے ہی کامیاب ہیں○

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِؕ وَ تِلْكَ

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تم اسے جھکا ہوا، اللہ کے خوف سے پاش پاش دیکھتے اور ہم یہ

الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ

مثالیں لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ سوچیں○ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ

ہر غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہی نہایت مہربان، بہت رحمت والا ہے○ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،

آیت 20 ♦ فرمایا کہ جہنم والے جن کے لئے دائمی عذاب ہے اور جنت والے جن کیلئے ہمیشہ کا عیش اور راحت ہے یہ دونوں برابر نہیں بلکہ جنت والے ہی کامیاب ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا میں گزاری اور آخرت میں اس کی نعمتوں کے مستحق ہوئے جبکہ کفار دونوں جگہ نقصان میں رہے۔

آیت 21 ♦ فرمایا کہ قرآن مجید کی عظمت وشان ایسی ہے کہ اگر ہم اسے کسی پہاڑ پر اتارتے اور اسے انسان کی سی تمیز عطا کرتے تو پہاڑ مضبوط ہونے کے باوجود تم اسے ضرور جھکا ہوا اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے پاش پاش دیکھتے، ہم یہ اور اس جیسی دیگر مثالیں لوگوں کیلئے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ سوچیں کہ جب ہم اشرف المخلوقات ہیں تو چاہیے کہ ہمارے اعمال بھی اشرف واعلیٰ ہوں۔ حضرت اس آیت میں قرآن سے مراد اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اتارنے سے اس کلام کو اس کی عظمت کے ظہور کے ساتھ اتارنا مراد ہے۔ اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قلب شریف پہاڑ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہے کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا کلام اور اسرارِ الٰہی سے واقفیت کامل طریقے سے حاصل ہونے کے باوجود آپ اپنے مقام پر قائم ہیں۔

آیت 22 ♦ فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ ظاہر اور پوشیدہ نیز موجود ومعدوم سب کو جانتا ہے اور وہی بڑا مہربان رحمت والا ہے۔

آیت 23 ♦ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دس اوصاف بیان فرمائے ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (2) ملک وحکومت کا حقیقی مالک ہے۔ تمام موجودات اس کے ملک اور حکومت کے تحت ہیں۔ (3) ہر عیب سے اور تمام برائیوں سے نہایت پاک ہے۔ (4) اپنی مخلوق کو آفتوں اور نقصانات سے سلامتی دینے والا ہے۔ (5) اپنے فرمانبردار بندوں کو اپنے عذاب سے امن بخشنے والا ہے۔ (6) ہر چیز پر نگہبان اور اس کی حفاظت فرمانے والا ہے۔ (7) ایسی عزت والا ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی اور ایسے غلبے والا ہے کہ اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ (8) اپنی ذات اور تمام صفات میں عظمت والا ہے۔ (9) اپنی بڑائی کا اظہار کرنا اسی کے شایاں اور لائق

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ

بادشاہ، نہایت پاک، سلامتی دینے والا، امن بخشنے والا، حفاظت فرمانے والا، بہت عزت والا، بے حد عظمت والا، اپنی بڑائی بیان فرمانے والا

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

اللہ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے○ وہی اللہ بنانے والا، پیدا کرنے والا، ہر ایک کو صورت دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں

یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز اسی کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے○

آیاتہا ١٣ — ٦٠ سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ ٩١ — رکوعاتہا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

ہے کیونکہ اس کا ہر کمال عظیم ہے اور ہر صفت عالی ہے جبکہ مخلوق میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ تکبُّر یعنی اپنی بڑائی کا اظہار کرے۔ (10) اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔

آیت 24 ﴾ فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ بنانے والا، عدم سے وجود میں لانے والا اور ہر ایک کو جیسی چاہے ویسی صورت دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں جو کہ اس کی بلند صفات پر دلالت کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز تمام عیب ونقائص سے اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی حقیقی طور پر عزت والا، حکمت والا ہے۔ اہم بات: سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی بڑی فضیلت ہے کہ اَعُوْذُ بِاللہ کے ساتھ صبح وشام پڑھنے والے کے لئے ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں۔

٦٠ ۔ سورۂ مُمْتَحِنَہ کا تعارف ﴾ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 13 آیتیں ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سورت کا نام "مُمْتَحِنَہ" ہے، اس صورت میں اس کا معنی ہو گا عورتوں کا امتحان لینے والی سورت۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام "مُمْتَحَنَہ" ہے یعنی اس سورت میں ان عورتوں کا ذکر ہے جن کا امتحان لیا گیا ہے۔ اس سورت کا نام اس کی آیت نمبر 10 کے کلمہ "فَامْتَحِنُوْهُنَّ" سے ماخوذ ہے۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ دوستی کرنے اور محبت رکھنے سے منع کیا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ کفار کو جب بھی موقع ملے گا تو تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کریں گے اور یہ بھی بتایا گیا کہ قیامت کے دن کافر اولاد اور کافر رشتہ دار کوئی فائدہ نہیں دیں گے بلکہ اس دن ایمان اور نیک اعمال کام آئیں گے۔ اس کی مثال کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی سیرت بیان کی گئی کہ کس طرح انہوں نے اپنی مشرک قوم سے بیزاری کا اظہار کیا، یہودیوں اور مشرکوں سے تعلقات کے بارے میں اصول بیان کئے گئے اور مدینہ منورہ ہجرت کر کے پہنچنے والی مومنہ عورتوں کا امتحان لینے کا حکم دیا گیا اور ان کے بارے میں شرعی حکم بیان کیا گیا۔ آخر میں مسلمانوں کو یہودیوں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں دوستی کی وجہ سے خبریں پہنچاتے ہو

وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

حالانکہ یقیناً وہ اس حق کے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا، وہ رسول کو اور تمہیں اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر

رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۗ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ

ایمان لائے، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کیلئے نکلے تھے (تو ان سے دوستی نہ کرو) تم ان کی طرف محبت کا خفیہ

بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

پیغام بھیجتے ہو اور میں ہر اس چیز کو خوب جانتا ہوں جسے تم نے چھپایا اور جسے تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو یہ (دوستی) کرے تو بیشک

آیت 1 ﴿ شانِ نزول: بنی ہاشم کے خاندان کی ایک باندی ''سارہ'' محتاجی سے تنگ ہو کر مدینہ منورہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ حضرت عبد المطلب کی اولاد نے اس کی بہت امداد کی۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اس سے ملے تو انہوں نے اسے دس دینار دیئے، ایک چادر دی اور ایک خط اہلِ مکہ کے پاس بھیجا جس کا مضمون یہ تھا: حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تم پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، تم اپنے بچاؤ کی تدبیر کر لو۔ سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس کی خبر دی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے چند اصحاب کو جن میں حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم بھی تھے، روانہ کیا اور فرمایا: روضۂ خاخ کے مقام پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی، اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے، وہ خط اس سے لو اور اسے چھوڑ دو، اگر خط دینے سے انکار کرے تو اس کی گردن مار دو۔ یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا، اس سے خط مانگا تو اولاً اس نے انکار کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم نے تلوار کھینچ کر عورت سے فرمایا: تو خط نکال دے ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ تو اس نے اپنے جُوڑے میں سے خط نکال کر دے دیا۔ جب یہ حضرات خط لے کر واپس پہنچے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: اے حاطب! خط لکھنے کی وجہ کیا تھی؟ عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، میں جب سے اسلام لایا ہوں تب سے کبھی میں نے کفر نہیں کیا اور نہ ہی کبھی آپ سے کوئی خیانت کی، دراصل مکہ (لیکن میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں) مجھے اپنے گھر والوں کے بارے اندیشہ تھا اس لئے میں نے یہ چاہا کہ میں اہلِ مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں تاکہ وہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں اور یہ بات جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہلِ مکہ پر عذاب نازل فرمانے والا ہے، میرا خط انہیں بچا نہ سکے گا۔ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا یہ عذر قبول فرمایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، مجھے اجازت دیجئے تاکہ اس منافق کی گردن مار دوں۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر! اللہ تعالیٰ خبردار ہے جب ہی اس نے اہلِ بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ جو میرے اور تمہارے دشمن ہیں، تم انہیں دوستی کی وجہ سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پوشیدہ خبریں پہنچاتے ہو حالانکہ وہ تمہارے پاس آئے ہوئے حق یعنی اسلام اور

سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَ

وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۝ اگر وہ تمہیں پالیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں

اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ

برائی کے ساتھ دراز کریں گے اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۝ تمہارے رشتے اور تمہاری اولاد قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ

ہرگز تمہیں نفع نہ دیں گے، اللہ تمہارے درمیان جدائی کردے گا اور اللہ تمہارے کام خوب دیکھ رہا ہے۝ بیشک ابراہیم اور اس کے

اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا

ساتھیوں میں تمہارے لیے بہترین پیروی تھی جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: بیشک ہم تم سے اور ان سے بیزار ہیں جنہیں

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا

تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہم نے تمہارا انکار کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور عداوت ظاہر ہوگئی

قرآن کا انکار کرتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تمہیں اس بنا پر مکہ مکرمہ سے نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا طلب کرنے کیلئے اپنے وطن سے نکلے تھے تو ان کافروں سے دوستی نہ کرو، تم انہیں خفیہ محبت کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ میں ہر اس چیز کو خوب جانتا ہوں جسے تم نے چھپایا اور جسے تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو ان سے دوستی کرے گا تو بیشک وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ اہم باتیں: (1) کفارِ مکہ مسلمانوں کے دشمن تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا دشمن بھی فرمایا کیونکہ نیک بندوں کا دشمن اللہ تعالیٰ کا بھی دشمن ہے۔ (2) کفار کو مسلمانوں کے راز سے خبردار کرنا غداری اور دین و قوم سے بغاوت ہے۔ (3) حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے گناہ سرزد ہوا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مومن فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ کبیرہ گناہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ (4) ایمان کا دشمن جان کے دشمن سے زیادہ خطرناک ہے۔

آیت 2 ﴾ فرمایا کہ کفار کی عداوت کا یہ حال ہے کہ تم ان کے ساتھ کتنے ہی اس قسم کے سلوک کرو، لیکن انہیں جب بھی موقع ملا وہ تم سے اپنی دشمنی نکالنے میں کمی نہ کریں گے، اور ان کی تمنا یہ ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ تو ایسے لوگوں کو دوست بنانا اور ان سے بھلائی کی امید رکھنا ہرگز نہ چاہیے۔

آیت 3 ﴾ ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! جن رشتے داروں اور اولاد کی وجہ سے تم کفار سے دوستی اور موالات کرتے ہو یہ قیامت کے دن ہرگز تمہیں نفع نہ دیں گے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے اور ان کے درمیان جدائی کردے گا کہ فرمانبردار جنت میں ہوں گے اور کافر نافرمان جہنم میں اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

آیت 4 ﴾ اس آیت میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مومنین سے خطاب ہے۔ چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کی سیرت میں تمہارے لیے بہترین پیروی تھی، جب انہوں نے اپنی مشرک قوم سے کہا: بیشک

حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ

جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ مگر ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ سے یہ کہنا (پیروی کے قابل نہیں) کہ میں ضرور تیرے لئے مغفرت کی دعا مانگوں گا

وَمَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَیْكَ اَنَبْنَا

اور میں اللہ کے سامنے تیرے لئے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں۔ اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع لائے

وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَاۚ

اور تیری ہی طرف پھرنا ہے ۝ اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لئے آزمائش نہ بنا اور ہمیں بخش دے، اے ہمارے رب!

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ

بیشک تو ہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے ۝ (اے مسلمانو!) بیشک ضرور تمہارے لیے ان میں اچھی پیروی تھی، اس کیلئے جو

یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝

اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہے اور جو منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی بے نیاز، ہر حمد کے لائق ہے ۝

ہم تم سے اور ان بتوں سے بیزار ہیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو، ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم نے تمہارے دین کی مخالفت اختیار کی اور جب تک تم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تب تک ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور عداوت ظاہر ہو گئی، البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے عُرفی باپ کے لئے مغفرت کی دعا مانگنا پیروی کے قابل نہیں کیونکہ یہ ایک وعدے کی بنا پر تھا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ظاہر ہو گیا کہ وہ کفر پر ہی قائم ہے تو آپ نے اس سے بیزاری ظاہر کر دی، لہٰذا یہ کسی کیلئے جائز نہیں کہ اپنے کافر رشتہ دار کیلئے دعائے مغفرت کرے۔ آیت کے آخری حصے میں ہے: اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا۔ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور اُن مومنین کی دعا ہے جو آپ کے ساتھ تھے۔ اہم باتیں: (1) مسلمانوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی لازم ہے جبکہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی پیروی ہمارے لئے خاص اعمال میں ہے کیونکہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعت کے بہت سے احکام منسوخ بھی ہو گئے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی اجازت سے انبیاء کرام علیہم السلام گنہگار مومنوں سے عذاب دور کریں گے اور ان کی شفاعت سے عذاب دور ہو گا۔ اس پر قرآن و حدیث کے دلائل بہت واضح ہیں۔

آیت 5 ❊ یہ دعا مانگنے میں بھی مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی چاہئے کہ اے ہمارے رب! عزوجل، کافروں کو ہم پر غلبہ دے کر ہمیں ان کیلئے آزمائش نہ بنا کیونکہ وہ اپنے آپ کو حق پر اور مسلمانوں کو باطل پر گمان کرنے لگیں گے، نیز اے اللہ، ہمیں بخش دے، اے ہمارے رب! عزوجل، بیشک تو ہی عزت والا اور حکمت والا ہے۔

آیت 6 ❊ فرمایا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت! تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کی سیرت میں اچھی پیروی تھی، خاص طور پر اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت و ثواب اور آخرت کی راحت کا طالب ہو اور جو ایمان لانے سے منہ پھیرے اور کفار سے دوستی کرے تو وہ سمجھ لے کہ ہمارے دین کو اس کی ضرورت نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز اور حمد کے لائق ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةًؕ وَ اللّٰهُ قَدِیْرٌؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ اِنَّمَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ

قریب ہے کہ اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان محبت پیدا فرمادے جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں۔ اور اللہ بہت قدرت والا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا، مہربان ہے ○ اللہ تمہیں ان لوگوں سے احسان کرنے اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین میں لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے ○ اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے اور انہوں نے تمہیں

**آیت 7** ❁ شانِ نزول: جب اوپر کی آیت نازل ہوئیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے عزیز و اقارب کی دشمنی میں بہت سخت ہو گئے اور ان سے بیزار ہو گئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انہیں امید دلائی کہ ان کفار کا حال بدلنے والا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور کفارِ مکہ میں سے ان لوگوں کے درمیان جن سے تمہاری دشمنی ہوئی ہے اس طرح محبت پیدا کر دے کہ انہیں ایمان کی توفیق دیدے کیونکہ اللہ تعالیٰ حال تبدیل کرنے اور محبت کے اسباب آسان کرنے پر بہت قدرت والا ہے اور مشرکوں میں سے جو ایمان لائے اسے اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور اس پر مہربان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا اور فتحِ مکہ کے بعد ان میں سے ایک کثیر تعداد ایمان لے آئی اور ان کی ایک دوسرے سے محبت بڑھی۔

**آیت 8، 9** ❁ ان آیات کی تفسیر میں کثیر اقوال اور اختلاف ہیں، یہاں صرف ایک راجح خلاصۂ کلام پیش کیا جاتا ہے۔(1) جن کفار سے مسلمانوں کا امن و امان کا معاہدہ ہے یا جو ذمی کفار ہیں ان کے ساتھ بر یعنی اچھا سلوک کرنے اور اقساط کی ممانعت نہیں بلکہ اجازت ہے جبکہ ان کے علاوہ کے ساتھ ممانعت ہے۔(2) کفار کے ساتھ بر و صلہ کی تین صورتیں ہیں: (۱) **اعلیٰ صورت:** اپنی کسی صحیح غرض کے بغیر بالقصد محض کافر کو نفع دینا اور بھلائی پہنچانا مقصود ہو۔(۲) **درمیانی صورت:** اپنی ذاتی مصلحت جیسے کافر نے کچھ دیا تو اس کے بدلے میں اسے دینا یا رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہوئے کچھ مالی سلوک کرنا۔ یہ اس کافر کے ساتھ جائز ہے جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے اور جس سے معاہدہ نہیں اس سے ممنوع ہے۔(۳) **ادنیٰ صورت:** اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کے لئے جنگی چال کے طور پر کچھ دیا جائے۔ یہ حربی کافر یعنی جس سے معاہدہ نہیں اس کے ساتھ بھی جائز ہے۔(3) آیتِ کریمہ ”لَا یَنْهٰىكُمُ“ میں ”بر“ یعنی احسان کی درمیانی صورت مراد ہے کیونکہ اعلیٰ اس کافر سے بھی حرام ہے جس سے معاہدہ ہے اور ادنیٰ اس کافر کے ساتھ بھی جائز ہے جس سے معاہدہ نہیں۔(4) یہاں بر (نیکی کرنے) اور اقساط (انصاف کرنے) دونوں لفظوں میں یوں فرق ہو سکتا ہے کہ اقساط کا مطلب ہے کہ جتنا کافر نے دیا اتنا ہی دیا جائے تو یہ اقساط یعنی برابری کرنا ہو گیا جبکہ اگر وہ کچھ نہ دے اور مسلمان اپنی رشتے داری یا کسی مصلحت کی وجہ سے اسے دیدے یا جتنا کافر نے دیا اس سے زائد دیدے تو یہ بر یعنی احسان کرنا، نیکی کرنا کہلائے گا۔ اب زیرِ تفسیر دونوں آیات کا خلاصہ ملاحظہ ہو، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں ان کافروں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں

مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٩

ے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے پر (تمہارے مخالفین کی) مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ظالم ہیں○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ

ے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (کفرستان سے) اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو، اللہ ان کے ایمان کا حال

بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ

خوب جانتا ہے، پھر اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کی طرف واپس نہ لوٹاؤ، نہ یہ ان (کافروں) کیلئے حلال ہیں

وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ

اور نہ وہ (کافر) ان کیلئے حلال ہیں اور ان کے کافر شوہروں کو وہ (حق مہر) دیدو جو انہوں نے خرچ کیا ہو اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرو

اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا

جب ان کے مہر انہیں دو اور کافرہ عورتوں کے نکاح پر نہ جمے رہو اور وہ مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ہو اور کافر مانگ لیں

رتا جنہوں نے تم سے دین میں لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت
فرماتا ہے اور وہ تمہیں صرف ان کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے اور انہوں نے تمہیں
تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہیں نکالنے پر تمہارے مخالفین کی مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

آیت 10 ﴾ اس آیت میں ہجرت کر کے آنے والی مسلمان عورتوں کے بارے میں 7 احکام دیئے گئے ہیں: (1) اے ایمان والو! جب
کفرستان سے مسلمان عورتیں اپنے گھر چھوڑ کر تمہارے پاس آئیں تو ان کی جانچ کر لیا کرو کہ ان کی ہجرت خالص دین کیلئے ہے، ایسا تو
نہیں کہ انہوں نے شوہروں کی عداوت میں گھر چھوڑا ہو۔ ان کی جانچ کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے قسم لی جائے کہ وہ نہ شوہروں کی
عداوت میں نکلی ہیں اور نہ اور کسی دُنیوی وجہ سے بلکہ انہوں نے صرف اپنے دین و ایمان کیلئے ہجرت کی ہے۔ (2) اگر جانچ کے بعد وہ
تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں ان کے کافر شوہروں کی طرف واپس نہ لوٹاؤ کیونکہ نہ یہ مسلمان عورتیں ان کافروں کیلئے حلال
ہیں اور نہ وہ کافر مرد ان مسلمان عورتوں کیلئے حلال ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافر کی کافرہ بیوی ایمان لا کر ہجرت کر جائے تو وہ
ان کافر کے نکاح سے نکل جائے گی۔ (3) ان کے کافر شوہروں کو وہ حق مہر دیدو جو انہوں نے ان عورتوں کو دیئے تھے۔ (4) تم پر کچھ
گناہ نہیں کہ ان ہجرت کرنے والی عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کر لو اگرچہ دارالحرب میں ان کے شوہر ہوں کیونکہ اسلام لانے
سے وہ ان شوہروں پر حرام ہو گئیں۔ (5) کافرہ عورتوں کے نکاح پر نہ جمے رہو، یعنی جو عورتیں دارالحرب میں رہ گئیں یا مرتدہ ہو
کر دارالحرب میں چلی گئیں ان سے زوجیت کا علاقہ نہ رکھو۔ (6) ان عورتوں کو تم نے جو مہر دیئے تھے وہ ان کافروں سے وصول کر لو
جنہوں نے ان سے نکاح کیا۔ (7) کافروں کی جو عورتیں ہجرت کر کے دارالاسلام میں چلی آئیں، ان پر کافروں نے جو خرچ کیا وہ ان

مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۰﴾ وَ اِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ

جو انہوں نے خرچ کیا، یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا، بڑا حکمت والا ہے○ اور اگر تم مسلمانوں سے کچھ

مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ

تمہاری کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم (کافروں کو) سزا دو تو جن کی بیویاں چلی گئی تھیں انہیں (مالِ غنیمت سے) اتنا دو

مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ

جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو○ اے نبی! جب مسلمان عورتیں تمہارے حضور

الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـٴًـا وَّ لَا یَسْرِقْنَ وَ لَا یَزْنِیْنَ

اس بات پر بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی

وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ

اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان میں گھڑیں

مسلمانوں سے مانگ لیں جنہوں نے ان عورتوں سے نکاح کیا ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ یہاں جو احکام دیئے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا، حکمت والا ہے۔

آیت 11 ﴾ شانِ نزول: اس سے پہلے والی آیت نازل ہونے کے بعد مسلمانوں نے تو ہجرت کرنے والی عورتوں کے مہر ان کے کافر شوہروں کو ادا کر دیئے جبکہ کافروں نے مرتدہ عورتوں کے مہر مسلمانوں کو ادا کرنے سے انکار کر دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس سے کچھ عورتیں مرتدہ ہو کر کافروں کی طرف نکل جائیں، پھر تم کافروں کو جہاد کے ذریعے سزا دو اور ان سے غنیمت پاؤ تو جن کی عورتیں مرتدہ ہو کر دار الحرب میں چلی گئی تھیں انہیں مالِ غنیمت سے اتنا دیدو جتنا انہوں نے ان عورتوں کو مہر دینے میں خرچ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اہم بات: ان آیتوں میں جو یہ احکام دیئے گئے کہ مہاجرات کا امتحان لینا، کفار نے اپنی بیویوں پر جو خرچ کیا ہو وہ ہجرت کے بعد انہیں دینا، مسلمانوں نے اپنی بیویوں پر جو خرچ کیا ہو وہ ان کے مرتدہ ہو کر کافروں سے مل جانے کے بعد کافروں سے مانگنا، وغیرہا، یہ تمام احکام جہاد والی آیت سے یا غنیمت والی آیت سے یا احادیث سے منسوخ ہو گئے ہیں۔

آیت 12 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! جب مسلمان عورتیں آپ کی بارگاہ میں اس بات پر بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے پر قائم رہیں گی، چوری نہ کریں گی، بدکاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، کسی کے بچے کو اپنے شوہر کی طرف منسوب نہ کریں گی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی فرمانبرداری کرنے میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لیں اور اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت چاہیں بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔ اہم باتیں: (1) عورتوں سے لاج نے والی

وَلَا يَعۡصِينَكَ فِي مَعۡرُوفٍ فَبَايِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑫

اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے○

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَوَلَّوۡاْ قَوۡمًا غَضِبَ ٱللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ قَدۡ يَئِسُواْ مِنَ ٱلۡأٓخِرَةِ كَمَا يَئِسَ ٱلۡكُفَّارُ مِنۡ أَصۡحَٰبِ ٱلۡقُبُورِ ⑬

اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب کیا، بیشک وہ آخرت سے ناامید ہو چکے ہیں جیسے کافر قبر والوں (کے دنیا میں لوٹنے) سے ناامید ہو چکے ہیں (یا، قبر والوں میں سے کفار (ثوابِ آخرت سے) ناامید ہو چکے ہیں۔)○

ع ۲

## آیاتہا ۱۴ — ۶۱ سورۃ الصف مدنیۃ ۱۰۹ — رکوعاتہا ۲

بیعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے مصافحہ نہ فرمایا اور عورتوں کو اپنا دست مبارک چھونے نہ دیا۔ بیعت کی کیفیت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ پانی کے ایک بڑے برتن میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک ڈالا پھر اسی میں عورتوں نے اپنے ہاتھ ڈالے اور یہ بھی کہا گیا ہے بیعت کپڑے کے واسطے سے لی گئی تھی اور بعید نہیں ہے کہ دونوں صورتیں عمل میں آئی ہوں۔ (2) پیر کسی کو مرید کرتے وقت عمومی توبہ کے ساتھ خاص ان گناہوں سے بھی توبہ کرائے جن میں مرید گرفتار ہے، مثلاً بے نمازی کو ترکِ نماز سے خاص طور پر توبہ کرائے۔ (3) پیر کو چاہئے کہ بیعت لینے کے بعد اپنے مرید کے لئے دعائے مغفرت کرے کہ اے اللہ! اس کے گزشتہ گناہ بخش دے۔ (4) مسلمانوں کا مشائخ کے ہاتھ پر بیعت ہونا سنت ہے کیونکہ یہ مومنہ عورتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کی بیعت کرتی تھیں کہ ہم آئندہ گناہوں سے بچیں گی اور یہی مشائخ کی بیعت کا منشا ہے۔

**آیت 13** ﴾ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے ایمان والو! مشرکوں سے دوستی نہ کرو، بیشک وہ آخرت کے منکر ہونے کی وجہ سے اس کے ثواب سے ایسے ناامید ہو چکے ہیں جیسے وہ قبر والوں کے دنیا میں واپس آنے سے ناامید ہو چکے ہیں۔ (2) اے ایمان والو! یہودیوں سے دوستی نہ کرو، بیشک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو برحق نبی جاننے کے باوجود انکار کرنے کی وجہ سے آخرت کے ثواب سے ایسے ہی ناامید ہو چکے ہیں جیسے کفار مرے ہوئے لوگوں کے دنیا میں واپس آنے سے مایوس ہو چکے ہیں۔

**سورۂ صف کا تعارف** ﴾ یہ سورت مکیہ ہے جبکہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور مفسرین کے قول کے مطابق مدنیہ ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 14 آیتیں ہیں۔ صف کا معنی ہے سیدھی قطار اور اس سورت کی آیت نمبر 4 میں مذکور کلمہ "صَفًّا" کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ صف" رکھا گیا ہے۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس بیان کی گئی اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ بات نہ کہیں جو خود کرتے نہیں۔ یہ بتایا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔ مسلمانوں کو غلبۂ اسلام کی بشارت دی گئی اور ان کے سامنے اُخروی عذاب سے نجات کا راستہ بیان کیا گیا۔ آخر میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کا مددگار بننے کا حکم دیا گیا اور ان کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی ایک مثال بیان فرمائی گئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ

اللہ کی پاکی بیان کی ہر اس چیز نے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے ○ اے ایمان

اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○

والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ○ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو ○

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○

بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں ○

آیت 1 ﴿ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام اشیاء ہر اس چیز سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو اس کی بلند و بالا اور عظیم بارگاہ کے لائق نہیں، وہی عزت والا اور تمام افعال میں حکمت والا ہے۔

آیت 2، 3 ﴿ شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی ہم میں اس بات کا تذکرہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل محبوب ترین ہے اگر ہمیں معلوم ہو جاتا تو ہم اسی پر عمل کرتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں کہ اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں یعنی ایسے دعوے نہ کرو اور اپنی کہی ہوئی بات کے برعکس عمل نہ کرو کیونکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔ اس میں صحابۂ کرام کی تربیت فرمائی گئی ہے کہ ایسے دعوے کرنا درست نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت کسی وجہ سے وہ یہ دعویٰ پورا نہ کر سکیں۔ اہم باتیں: (1) معلوم ہوا کہ قول اور فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنے قول کے مطابق عمل بھی کرنا چاہئے۔ (2) اس تضاد کی بہت سی صورتیں ہیں جیسے لوگوں کو اچھی باتیں بتانا لیکن خود ان پر عمل نہ کرنا، یا کسی سے وعدہ کرنا اور اس وقت یہ خیال کرنا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا، صرف زبانی وعدہ کر لیتا ہوں، وغیرہ

آیت 4 ﴿ ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کی راہ میں جنگ کے دوران اس طرح صفیں باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں، ان میں ایک سے دوسرا ملا ہوا، ہر ایک اپنی اپنی جگہ جما ہوا اور دشمن کے مقابلے میں سب کے سب ایک چیز کی طرح ہیں۔ اہم باتیں: (1) میدانِ جنگ میں نظم و ضبط کی اہمیت انتہائی بنیادی نوعیت کی ہوتی ہے۔ اس کے بغیر جنگ جیتنا تقریباً ناممکن ہے۔ (2) جنگ کے علاوہ بھی اسلام کی ترویج و اشاعت اور تحفظ و بقا کے لئے کئے جانے والے کاموں میں نظم و ضبط اور کرنے والوں میں اتحاد و اتفاق نہایت ضروری ہے۔ آپس کی لڑائی خود کو کمزور کرتی ہے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں

فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۵﴾ وَ اِذْ قَالَ

پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کردیئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور یاد کرو جب

عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ

عیسیٰ بن مریم نے فرمایا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا

مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ

ہوں اور اس عظیم رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے پھر جب وہ ان کے پاس

بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو انہوں نے کہا: یہ کھلا جادو ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے

**آیت 5** ارشاد فرمایا: اے حبیب! اپنی قوم کے سامنے وہ واقعہ بیان کریں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! آیات کا انکار کرکے اور میرے اوپر جھوٹی تہمتیں لگا کر مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم یقین کے ساتھ جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور رسول کی تعظیم واجب ہے اور انہیں ایذا دینا سخت حرام ہے۔ پھر جب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دے کر راہِ حق سے منحرف اور ٹیڑھے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اتباعِ حق کی توفیق سے محروم کرکے ان کے دل ٹیڑھے کردیئے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اس کے علم میں نافرمان ہیں۔ اہم بات: اس آیت میں تنبیہ ہے کہ رسولوں علیہم السلام کو ایذا دینا شدید ترین جرم ہے اور اس کے وبال سے دل ٹیڑھے ہوجاتے ہیں اور آدمی ہدایت سے محروم ہوجاتا ہے۔

**آیت 6** ارشاد فرمایا: یاد کرو جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے فرمایا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق اور اللہ تعالیٰ کی دیگر کتابوں کا اقرار کرتا ہوں اور اس عظیم رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے، ان کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ "احمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کے پاس روشن نشانیاں اور معجزات لے کر تشریف لائے تو انہوں نے کہا: یہ کھلا جادو ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے جیسا کہ سابقہ انبیا اپنی قوموں کے لئے ہی نبی بن کر آتے تھے جبکہ ہمارے آقا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہان کے رسول ہیں اور سارے جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ (2) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف آپ کی بشارت دی ہے۔

**آیت 7** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کا رب عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ قدس سے دینِ اسلام کی طرف بلائے جس میں دونوں جہاں کی سعادت ہے اور وہ اس دعوت کو قبول کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی

وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا

حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ

نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْۤ

اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند ہوں۔ وہی ہے جس نے

اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ

اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرکوں کو

الْمُشْرِكُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

ناپسند ہو۔ اے ایمان والو! کیا میں ایسی تجارت پر تمہاری راہنمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ

تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو،

آیت کو جادو بتا کر اس پر جھوٹ باندھتے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم سے جانتا ہے کہ کافر ہی رہیں گے۔

**آیت 8** ﴾ فرمایا کہ ان کا ارادہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک کو جادو بتا کر اسلام کو باطل کردیں لیکن اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو ہر صورت میں غالب فرمانے گا اگرچہ کافروں کو یہ بات ناپسند ہو۔ اہم بات: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دین اور آپ کا نام چمکتا رہے گا خواہ دشمن کتنی ہی دشمنی کرلیں۔ آج بھی اس کا نظارہ ہو رہا ہے کہ کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات مبارکہ کے خلاف جتنا پروپیگنڈہ کرتے، توہین کی کوشش کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ناموس کی حفاظت اور عظمت وشان کے ذکر میں اتنا ہی اضافہ ہو جاتا ہے۔

**آیت 9** ﴾ فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ہدایت کے ذرائع قرآن اور معجزات اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرکوں کو یہ غلبہ ناپسند ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے دینِ اسلام غالب ہوا اور اس کے علاوہ تمام ادیان اسلام سے مغلوب ہوگئے۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے کروائی کہ خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت و دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ (2) دینِ اسلام اپنے دلائل کی حقانیت میں ہمیشہ سے غالب ہے اور قوت وشوکت میں بھی چودہ سو سال کی اکثر صدیوں میں غالب رہا اور آج بھی دنیا کا حقیقت میں سب سے غالب اور بڑا دین ہے کہ تعداد میں عیسائیوں کو زیادہ کہا جاتا ہے حالانکہ عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد خدا کے منکر اور دہریے ہو چکے ہیں۔

**آیت 10-12** ﴾ ان 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتادوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے، سنو، وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان رکھنے میں ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بہتر ہے اگر تم جانو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے

الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۙ﴿۱۲﴾ وَ اُخْرٰى

نہریں رواں ہیں اور پاکیزہ رہائش گاہوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک دوسری (نعمت تمہیں

تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دے گا) جسے تم پسند کرتے ہو (وہ) اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح (ہے) اور اے حبیب! مسلمانوں کو خوشخبری سنادو۔ اے ایمان والو!

كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ

اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے فرمایا تھا: کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میرے مددگار ہیں؟

مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اور جہاد کرنا تمہارے لیے جان، مال اور ہر ایک چیز سے بہتر ہے اور اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے دنیا میں کئے ہوئے گناہ بخش دے گا اور قیامت کے دن تمہیں ان باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور پاکیزہ رہائش گاہوں میں داخل فرمائے گا جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں اور یہ جزا ملنا ہی بڑی کامیابی ہے۔ اہم نکات: (1) ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے لیکن چونکہ اس وقت جہاد کی سخت ضرورت تھی اس کے لئے یہاں ایمان کے بعد جہاد کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ (2) مجاہد کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں حتّٰی کہ حقوق العباد بھی کہ رب تعالیٰ اس کے حق والے کو جنت دے کر راضی کر دے گا اور حق معاف کرادے گا لیکن دنیا میں ذمہ کے حقوق پورے کرنے ہی ہوں گے جیسے قرضہ معاف نہیں ہوتا، وہ دینا ہی پڑے گا۔

آیت 13 ♦ فرمایا کہ اے ایمان والو! اخروی نعمتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ایک اور نعمت تمہیں دے گا جسے تم پسند کرتے ہو اور وہ نعمت اللہ تعالیٰ کی مدد اور جلد آنے والی فتح ہے اور اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم، مسلمانوں کو دنیا میں فتح کی اور آخرت میں جنت کی خوشخبری سنا دیں۔ اہم نکات: اس آیت میں فتح سے یا فتح مکہ مراد ہے یا فارس اور روم کے شہروں کی فتح مراد ہے۔ دوسرے قول کے مطابق اس آیت میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافتوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انہی کے دور میں فارس اور روم کے شہر فتح ہوئے، معلوم ہوا کہ ان کی خلافتیں برحق ہیں اور ان کی فتوحات اللہ تعالیٰ کو پیاری ہیں جن کی یہاں بشارت دی جا رہی ہے۔

آیت 14 ♦ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اس وقت اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی تھی جب آپ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا تھا: کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کر میری مدد کریں؟ حواریوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا، ان دونوں میں جنگ ہوئی تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو ایمان والے غالب ہو گئے۔

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىٕفَةٌ

حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا

فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ۠ ﴿۱۴﴾

تو ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں پر مدد دی تو وہ غالب ہوگئے ۝

آیاتہا ١١ | ٦٢ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ ١١٠ | رکوعاتہا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت کے آخری حصے کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لیے گئے تو ان کی قوم میں تین فرقے ہوگئے۔ ایک فرقے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا: وہ اللہ تھا آسمان پر چلا گیا۔ دوسرے فرقے نے کہا: وہ اللہ کا بیٹا تھا اس نے اپنے پاس بلالیا۔ تیسرے فرقے نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے، اس نے اٹھالیا۔ یہ تیسرے فرقے والے مومن تھے اور ان کی ان دونوں فرقوں سے جنگ رہی پھر ہم نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تصدیق کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی مدد فرمائی، اس کی برکت سے یہ لوگ کافروں پر غالب ہوگئے۔ اہم باتیں: (1) مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی مدد کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنا ہے، کیونکہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی تھی مگر عرض کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔

**سورۂ جمعہ کا تعارف** یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔ سات دنوں میں سے ایک دن کا نام "جمعہ" ہے اور اس دن سورج ڈھلنے کے بعد جو نماز ادا کی جاتی ہے اسے نماز جمعہ کہتے ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر 9 میں لفظ "اَلْجُمُعَة" موجود ہے، اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سُوْرَةُ الْجُمُعَة" رکھا گیا ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس بیان کی گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و شان اور ان کے اوصاف بیان فرمائے گئے۔ یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر یہ بڑا فضل ہے کہ اس نے ان کی ہدایت کیلئے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ توریت کے احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یہودیوں کی مذمت کی گئی اور یہودیوں سے کہا گیا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں تو ذرا موت کی تمنا کریں۔ نیز یہ بتایا گیا کہ وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اور یہودی جس موت سے بھاگتے ہیں وہ بہر صورت انہیں آکر رہے گی۔ سورت کے آخر میں نماز جمعہ کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۱

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اس اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو بادشاہ، نہایت پاکی والا، بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے ۝

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۲ وَّاٰخَرِيْنَ

اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے ۝ اور ان میں سے (بعد والے) دوسرے لوگوں کو

آیت 1 ﴿ ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود تمام چیزیں اس اللہ تعالیٰ کی ہر نقص و عیب سے پاکی بیان کرتی ہیں جس کی شان یہ ہے کہ وہ حقیقی بادشاہ، انتہائی پاکی والا، عزت والا اور حکمت والا ہے۔ اہم بات: ہر مخلوق کی اپنی ذات کے اعتبار سے خدا کی تسبیح یہ ہے کہ ہر شے کی ذات اور اس کی پیدائش خالق و قدیر رب تعالیٰ کی قدرت، حکمت، اس کی وحدانیت اور ہر نقص و عیب سے پاک ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس کے علاوہ ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن ہم اس تسبیح کو سن اور سمجھ نہیں پاتے۔

آیت 2 ﴿ ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، وہ ان کے سامنے قرآن مجید کی آیتیں تلاوت فرماتے ہیں جن میں رسالت، حلال و حرام اور حق و باطل کا بیان ہے، انہیں باطل عقیدوں، مذموم اخلاق، دورِ جاہلیت کی خباثتوں اور قبیح اعمال سے پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت (یعنی قرآن، سنت اور فقہ یا شریعت کے احکام اور طریقت کے اسرار) کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے کہ شرک، باطل عقائد، اور خبیث اعمال میں گرفتار تھے اور انہیں کامل مرشد و ہادی و رہنما کی شدید حاجت تھی۔ اہم باتیں: (1) سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک صفت "نبی اُمّی" ہے، اس کی بہت سی وجوہات ہیں جیسے آپ اُمتِ اُمیہ کی طرف مبعوث ہوئے۔ آپ کی بعثت اُمّ القریٰ یعنی مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ یونہی حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا۔ (2) دل کی پاکی حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نگاہِ کرم سے ملتی ہے، ایمان اور اعمال پاکی کے اسباب ہیں۔ (3) قرآن و حدیث آسان نہیں کہ ہر کوئی محض اپنی عقل سے سمجھ لے ورنہ ان کی تعلیم کے لئے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نہ بھیجے جاتے۔ (4) ہدایت کے لئے حدیث کی بھی ضرورت ہے۔

آیت 3 ﴿ اس آیت کا تعلق پہلے والی آیت کے ساتھ ہے اور اس میں مزید ایسے افراد کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) "دوسروں" سے وہ تمام لوگ مراد ہیں جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے اور اگلوں سے نہ ملنے سے مراد یہ ہے کہ ان کا زمانہ نہیں پایا بلکہ ان کے بعد آئے۔ (2) حضور، ہادیِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فیض صرف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تک موقوف نہیں بلکہ تاقیامت رہے گا، لوگ ان کی نگاہ سے پاک و صاف ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے، علم سیکھتے ہیں اور سیکھتے رہیں گے۔

مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٣ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ

(بھی یہ رسول پاک کرتے اور علم دیتے ہیں) جو ان (موجودہ لوگوں) سے ابھی نہیں ملے اور وہی بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۝ یہ اللہ کا فضل ہے

يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝٤ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ

وہ اسے جسے چاہے دے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۝ جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا پھر

لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

انہوں نے اس کا بوجھ نہ اٹھایا ان لوگوں کی مثال گدھے کی مثال جیسی ہے جو کتابیں اٹھائے ہو، ان لوگوں کی کیا ہی بری مثال ہے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا

جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۝ تم فرماؤ: اے یہودیو!

اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٦

اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ صرف تم اللہ کے دوست ہو دوسرے لوگ نہیں، تو ذرا مرنے کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۝

آیت 4 ❁ فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کی امت کی فضیلت کے بارے میں جو ذکر کیا گیا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے یہ فضل عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑے فضل والا ہے۔

آیت 5 ❁ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جن پر تورات کے احکام کی پیروی کرنا لازم کیا گیا، پھر انہوں نے تورات پر عمل نہ کرکے اس ذمہ داری کا بوجھ نہ اٹھایا اور اس میں مذکور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت وصفت دیکھنے کے باوجود آپ پر ایمان نہ لائے، ان لوگوں کی مثال گدھے جیسی ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے اور بوجھ کے سوا اُن سے کچھ بھی نفع نہ پائے یہی حال ان یہودیوں کا ہے جو تورات اُٹھائے پھرتے ہیں لیکن اس سے نفع نہیں اُٹھاتے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ اُن لوگوں کی کیا ہی بری مثال ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اس کے علم میں ظالم ہیں۔ اہم بات: گدھے سے تشبیہ دی گئی، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ گدھے میں جہالت کا معنی دوسرے جانوروں کی بہ نسبت زیادہ پایا جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عرف میں بھی دوسرے جانوروں کے مقابلے میں گدھے کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ درس: قرآن مجید پڑھ کر عمل نہ کرنے والوں کے لئے بھی علماء کرام یہ آیت بیان کرتے ہیں اور یہ سخت وعید ہے۔

آیت 6 ❁ یہودی کہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت کا گھر خاص ہمارے لئے ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لئے ان سے فرمادیں: اے یہودیو! تمہیں یہ گمان ہے کہ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو، اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو مرنے کی آرزو کرو تاکہ موت تمہیں اس تک پہنچادے۔

وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

اور وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اُن اعمال کے سبب جو اُن کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے○

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ

تم فرماؤ: بیشک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں ملنے والی ہے پھر تم اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو ہر غیب

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ

اور ظاہر کا جاننے والا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال بتادے گا○ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے

**آیت 7** ﴿ فرمایا کہ یہودیوں نے جو کفر کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جھٹلایا اس کی وجہ سے یہ کبھی موت کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کافروں کو خوب جانتا ہے اور وہ انہیں سخت سزا دے گا۔ اہم بات: (1) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبر تھی جو سچی ثابت ہوئی کہ آیت میں جن یہودیوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے انہوں نے ہرگز موت کی تمنا نہیں کی۔ (2) دنیا کی مصیبتوں کی وجہ سے موت کی دعا اور تمنا کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے دعا کرنی ہی ہو تو یہ کرے کہ اے اللہ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے، مجھے زندہ رکھ اور جب موت میرے لئے بہتر ہو، مجھے موت عطا کر دے۔

**آیت 8** ﴿ ارشاد فرمایا: اے حبیب! آپ ان یہودیوں سے فرمادیں: اپنے کفر کے وبال کی وجہ سے تم جس موت سے بھاگتے ہو اس سے کسی طرح نہیں بچ سکتے، بیشک وہ ضرور تمہیں آنے والی ہے پھر مرنے کے بعد تم اس اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے جاؤ گے جو ہر غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور اس سے تمہارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں ہے، پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال بتا دے گا کہ تم نے دنیا میں کیا اعمال کئے تھے اور وہ تمہیں ان اعمال کی سزا دے گا۔ اہم بات: قیامت کے دن لوگوں کو اعمال بتا دیئے جانے کی مختلف صورتیں ہوں گی، جیسے اعمال نامے دکھا کر اعمال بتائے جائیں گے، انسان کے اعضاء اس کے اعمال کی گواہی دیں گے اور زمین لوگوں کے اعمال بیان کر دے گی۔ درس: اس آیت میں ہمارے لئے بہت عبرت ہے، پہلی بات یہ کہ موت سے فرار ممکن نہیں لہٰذا جب مرنا ہی ہے تو قبر و آخرت کی تیاری کی فکر کرنی چاہیے۔ دوسری بات کہ قیامت میں ہمارا خدا ہمارے تمام اعمال ہمارے سامنے بیان فرمائے گا اور اس وقت ساری مخلوق کے سامنے گناہوں کا بیان کس قدر شرمندگی کا باعث ہو گا، اس لئے فوراً فوراً توبہ کر لینی چاہیے۔

**آیت 9** ﴿ فرمایا: اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر یعنی خطبہ سننے کی طرف جلدی کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو بلکہ جمعہ کی تیاری و جمعہ کے لئے جانے میں رکاوٹ ہر شے ہی چھوڑ دو، خواہ وہ نیکی کی دعوت دینا ہی ہو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ جمعہ جیسی عظیم عبادت وسعادت کے لئے تھوڑی دیر کام کاج موقوف کر دینے میں تمہارا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اس آیت سے نماز جمعہ کے احکام بیان کئے جا رہے ہیں۔ یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں: (1) اس آیت میں اذان سے مراد پہلی اذان ہے نہ کہ دوسری اذان جو خطبہ سے متصل ہوتی ہے۔ (2) دوڑنے سے بھاگنا مراد نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ نماز کیلئے تیاری شروع کر دو اور ذکر اللہ سے جمہور علماء کے نزدیک خطبہ مراد ہے۔ (3) اس آیت سے نماز جمعہ کی فرضیت، خرید و فروخت وغیرہ دنیوی مشاغل کی حرمت اور سعی یعنی نماز کے اہتمام کا وجوب ثابت ہوا اور خطبہ بھی ثابت ہوا۔ (4) اس آیت میں

مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اگر تم جانو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے ۝

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو

لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا ؕ

اس امید پر کہ تم کامیاب ہوجاؤ ۝ اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ کر

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ ع

تم فرماؤ: جو اللہ کے پاس ہے وہ کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہترین روزی دینے والا ہے ۝

بہتری سے مراد اُخروی بہتری ہے یعنی دنیا کی کاروبار سے نماز جمعہ اور خطبہ وغیرہ بہتر ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حاضری واجب نہ ہو، صرف مستحب ہو۔ شرعی حکم: جمعہ فرض عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ مؤکد ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

آیت 10 ﴾ فرمایا کہ جب نماز پوری ہوجائے تو اب تمہارے لئے جائز ہے کہ معاش کے کاموں میں مشغول ہوجاؤ یا علم حاصل کرنے، مریض کی عیادت کرنے اور ان جیسے دیگر کاموں میں مشغول ہو کر نیکیاں حاصل کرو اور نماز کے علاوہ بھی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔ اہم باتیں: (1) جمعہ کی نماز کے بعد کاروبار کرنا منع نہیں۔ ممانعت صرف جمعہ کے لئے ہے البتہ جمعہ کے دن نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا اور عصر سے مغرب قبولیت دعا کا وقت ہے تو کام کاج کی بجائے عبادت میں مشغولی بہت بہتر ہے۔ (2) جمعہ تو نماز اور ذکر الٰہی کی بہت اعلیٰ صورت ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ہر حال میں کثرت سے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 11 ﴾ شانِ نزول: ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے دن کھڑے (ہو کر جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے) تھے کہ اچانک مدینہ طیبہ میں ایک تجارتی قافلہ آپہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب اس کی طرف چل دیئے حتی کہ 12 آدمیوں کے سوا مسجد میں کوئی بھی باقی نہ بچا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! جب انہوں نے کسی تجارت کے بارے میں جانا یا کھیل کے بارے میں سنا تو اس کی طرف چل دیئے اور آپ کو خطبے کی حالت میں منبر پر کھڑا چھوڑ گئے، آپ ان سے فرما دیں: جو نماز کا اجر و ثواب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر رہنے کی برکت و سعادت ہے جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ بہترین روزی دینے والا ہے اس لئے تم اسی کی طرف چلو اور اسی سے رزق طلب کرو۔ اہم باتیں: (1) جب یہ واقعہ رونما ہوا اس وقت بہت تنگی اور مہنگائی کا دور تھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس خیال سے چلے گئے تھے کہ کہیں اجناس ختم نہ ہو جائیں نیز اس آیت کے نزول سے پہلے اس طرح کے فعل سے کہیں منع بھی نہیں کیا گیا تھا تو حکم نزول سے پہلے ایسا کرنا کوئی گناہ نہیں تھا، اسی لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تربیت فرمائی ہے کہ ایسا کرنا ان کی شان کے لائق نہیں لہٰذا ان کے اس فعل پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ (2) اس سے ثابت ہوا کہ خطیب کو کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا چاہیے۔

آیاتہا ۱۱ — ۶۳ سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۴ — رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم

لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً

یقیناً اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں ○ اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا

**سورۂ منافقون کا تعارف** ✽ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی ابتدا میں منافقوں کی صفات بیان کی گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں سے متعلق ان کا موقف ذکر کیا گیا، اس مناسبت سے اس سورت کو "سورۂ منافقون" کہتے ہیں۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں بتایا گیا کہ منافق اپنے دلی عقیدے میں ضرور جھوٹے ہیں اور اپنی جان بچانے کیلئے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے اور زبان سے ایمان لانے اور دل سے کفر کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے وہ ایمان کی حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ مسلمانوں کو بتایا گیا کہ منافق لوگ تمہارے دشمن ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو۔ یہ بتایا گیا کہ منافقوں کا یہ گمان باطل ہے کہ وہ مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمانوں اور ان کے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ سے نکال دیں گے۔ آخر میں مسلمانوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرنے میں مصروف رہیں، اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مقابلے کے لئے راہِ خدا میں مال خرچ کریں اور اس میں دیر نہ کریں کیونکہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔

**آیت 1** ✽ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیارے حبیب! جب منافق آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اپنی دلی حالت کے برخلاف کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ان منافقوں کے جواب میں فرمایا ہے کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ منافق اس گواہی دینے میں ضرور جھوٹے ہیں کیونکہ ان کا باطن ظاہر کے موافق نہیں۔ اہم بات: منافق خدا کو ماننے سے نہیں کتراتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان تسلیم کرنا ان کے لئے بہت تکلیف دہ تھا اور ساری منافقت کی جڑ اور بنیاد ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا انکار تھی۔

**آیت 2** ✽ فرمایا کہ منافقوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے تاکہ وہ ان کے ذریعے قتل اور قید کئے جانے سے محفوظ رہیں، یہ زبان سے قسمیں کھاتے ہیں لیکن ان کا عمل یہ ہے کہ لوگوں کو وسوسے اور شبہے ڈال کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور جہاد سے روکتے ہیں، بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں کہ نفاق سے آپ کی بارگاہ میں آتے، دھوکے کے لئے ایمان کا اظہار کرتے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے اور کفر کو اختیار کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) جھوٹا آدمی جھوٹی قسموں کو اپنے تحفظ کے لئے استعمال کرتا ہے۔ (2) ایمان، اسلام اور نیک اعمال سے روکنا منافقوں کا طریقہ ہے۔

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا

تو انہوں نے اللہ کے راستے سے روکا بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں ○ یہ اس لیے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے

ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ۝۳ وَ اِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ

پھر (دل سے) کافر ہوگئے تو ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی تو اب وہ کچھ نہیں ○ اور جب تم انہیں دیکھتے ہو تو ان کے جسم تجھے اچھے لگتے ہیں

وَ اِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ

اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات غور سے سنو گے (حقیقتاً وہ ایسے ہیں) جیسے وہ دیوار کے سہارے کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں، وہ ہر بلند ہونے والی

صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝۴ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ

آواز کو اپنے خلاف ہی سمجھ لیتے ہیں، وہی دشمن ہیں تو ان سے محتاط رہو، اللہ انہیں مارے، یہ کہاں اوندھے جاتے ہیں؟ ○ اور جب ان سے کہا جائے

**آیت 3** ﴿ فرمایا کہ منافقوں کے یہ برے اعمال اس لیے ہیں کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر وہ دل سے کافر ہوگئے، منافقوں کی ان حرکتوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے تو اب ان کے دلوں میں ایمان کیسے داخل ہو۔ اہم بات: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت سے دل خالی ہو تو ایمان کا نور اس دل میں نہیں جا سکتا کیونکہ محبت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی ایمان کا دوسرا نام ہے۔

**آیت 4** ﴿ عبد اللہ بن ابی صحت مند، خوبرو اور خوش بیان آدمی تھا اور اس کے ساتھ والے منافقین قریب قریب ویسے ہی تھے، جب یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو خوب باتیں بناتے جو سننے والے کو اچھی معلوم ہوتی تھیں، چنانچہ اس آیت میں مسلمانوں کو ان کی حقیقت بتائی گئی کہ اے مسلمانو! جب تم منافقین کو دیکھتے ہو تو ان کے جسم تمہیں اچھے لگتے ہیں اور اگر وہ بات کریں تو تم ان کی بات غور سے سنو گے حالانکہ حقیقت میں وہ ایسے ہیں جیسے دیوار کے سہارے کھڑی کی ہوئی لکڑیاں جن میں بے جان تصویر کی طرح نہ ایمان کی روح، نہ انجام سوچنے والی عقل ہے، وہ ہر بلند ہونے والی آواز کو اپنے خلاف ہی سمجھ لیتے ہیں اور جب کوئی کسی مقصد کیلئے کوئی بات بلند آواز سے کہتا ہے تو یہ اپنے نفس کی خباثت کی وجہ سے یہی سمجھتے ہیں کہ انہیں کچھ کہا گیا اور انہیں یہ اندیشہ رہتا ہے کہ ان کے حق میں کوئی ایسا مضمون نازل ہوا ہے جس سے ان کے راز فاش ہو جائیں گے، وہ دشمن ہیں، اپنے دل میں شدید عداوت رکھتے ہیں تو ان سے بچتے رہو اور ان کے ظاہری حال سے دھوکا نہ کھاؤ، اللہ انہیں مارے، یہ کہاں الٹے پھیرے جاتے ہیں؟

**آیت 5** ﴿ شانِ نزول: ایک موقع پر مہاجرین و انصار کے کچھ افراد میں آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ اس وقت عبد اللہ بن ابی منافق نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں بہت گستاخانہ باتیں بکیں اور یہ کہا کہ مدینہ طیبہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے، اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اگر تم انہیں اپنا جوٹھا کھانا نہ دو تو یہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوں، اس کی یہ ناشائستہ گفتگو سن کر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو برداشت کی تاب نہ رہی اور انہوں نے اس سے فرمایا: خدا کی قسم! تو ہی ذلیل ہے جبکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عزت، قوت دی ہے اور آپ مسلمانوں کے محبوب ہیں۔ عبد اللہ بن ابی کہنے لگا: میں تو ہنسی مذاق کے طور پر یوں کہہ رہا تھا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ خبر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پہنچائی تو حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی سے دریافت فرمایا کہ تو نے یہ باتیں کہی تھیں؟ وہ مکر گیا اور قسم کھا گیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا، اس

تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝

جائے کہ آؤ اللہ کے رسول تمہارے لیے معافی چاہیں تو وہ اپنے سر گھمالیتے ہیں اور تم انہیں دیکھو گے کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

ان کے حق میں برابر ہے کہ تم ان کے لیے استغفار کرو یا ان کے لیے استغفار نہ کرو، اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، بیشک اللہ

لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں

حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝

یہاں تک کہ وہ ادھر ادھر ہو جائیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کی ملک ہیں مگر منافق سمجھتے نہیں۔

کے ساتھی جو مجلس شریف میں حاضر تھے وہ عرض کرنے لگے کہ عبد اللہ بن ابی ٹھیک ہی کہتا ہے، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو شاید دھوکا ہوا ہو اور بات یاد نہ رہی ہو۔ پھر جب اوپر کی آیتیں نازل ہوئیں اور عبد اللہ بن ابی کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو اس سے کہا گیا کہ جا کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے درخواست کر کہ وہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں، یہ سن کر اس نے گردن پھیر دی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب منافقوں کا جھوٹ ظاہر ہونے کے بعد نصیحت کرتے ہوئے ان سے کہا جائے کہ تم آؤ تاکہ اللہ تعالیٰ کے رسول تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اپنے لطف و کرم سے تمہارے گناہ بخش دے اور تمہارے عیبوں پر پردہ ڈال دے تو وہ اس سے اعراض کرتے ہوئے اپنے سروں کو دوسری طرف گھما لیتے ہیں (اور اے مسلمانو!) تم انہیں دیکھو گے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری سے تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

آیت 6 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا ان کیلئے استغفار کرنا اور نہ کرنا ان کے حق میں برابر ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا کیونکہ وہ نفاق میں پختہ ہو چکے ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اس کے علم میں نافرمان ہیں۔ یہ ارشاد اس وقت تھا جب منافقوں کے لئے دعائے مغفرت کرنا ممنوع نہ تھا، بعد میں اس سے منع فرما دیا گیا ہے، اب منافقوں اور کافروں کے لئے مغفرت کی دعا کرنا منع ہے بلکہ کافر کیلئے دعائے مغفرت کرنا کفر ہے۔

آیت 7 ﴿ فرمایا کہ منافقین وہی ہیں جو لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس موجود مہاجر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر خرچ نہ کرو تاکہ وہ غریبی سے پریشان ہو کر خود ہی ادھر ادھر ہو جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ نہ رہیں، حالانکہ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کا اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اور درحقیقت وہی سب کو رزق دینے والا ہے، اگر لوگ ان پر خرچ کرنا بند کر دیں تو کیا ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں رزق عطا فرمائے گا، مگر منافق یہ بات سمجھتے نہیں اسی لئے وہ ایسی واہیات بکتے ہیں۔

يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ

وہ کہتے ہیں: قسم ہے اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نہایت ذلت والے کو نکال دے گا حالانکہ عزت

وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۠ ۸ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ

تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو معلوم نہیں○ اے ایمان والو! تمہارے مال

اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۹

اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں○

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ

اور ہم نے تمہیں جو رزق دیا اس سے اس وقت سے پہلے پہلے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرلو کہ تم میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے، اے میرے رب!

آیت 8 ﴿ فرمایا کہ منافق کہتے ہیں: اگر ہم اس غزوہ سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نہایت ذلت والے کو نکال دے گا۔ منافقوں نے اپنے آپ کو عزت والا کہا اور مسلمانوں کو ذلت والا، اللہ تعالیٰ ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو معلوم نہیں، اگر وہ یہ بات جانتے تو ایسا کبھی نہ کہتے۔ منقول ہے کہ یہ آیت نازل ہونے کے چند ہی روز بعد عبد اللہ بن اُبی منافق اپنے نفاق کی حالت پر مر گیا۔ اہم باتیں: (1) ہر مومن عزت والا ہے کسی مسلم قوم کو ذلیل جاننا یا اسے کمین کہنا حرام ہے۔ (2) مومن کی عزت ایمان اور نیک اعمال سے ہے، روپیہ پیسہ سے نہیں۔ (3) جو مومن کو ذلیل سمجھے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہے۔

آیت 9 ﴿ ارشاد فرمایا: کہ اے ایمان والو! منافقوں کی طرح تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا کہ دنیا میں مشغول ہو کر دین کو فراموش کردے گا، تو ایسے لوگ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں کیونکہ انہوں نے فانی دنیا کے پیچھے آخرت کے گھر کی باقی رہنے والی نعمتوں کی پرواہ نہ کی۔ درس: اے کاش یہ نصیحت ہمارے دلوں میں بیٹھ جائے اور دنیا کا مال و دولت، بیوی بچے ہمیں خدا کی یاد سے غافل نہ کرسکیں۔ ولیوں اور نیکوں کی یہ بہت بڑی نشانی ہے کہ مال و اولاد کے باوجود ان کی زبانیں اور دل اللہ کی یاد میں مشغول رہتے ہیں۔

آیت 10 ﴿ فرمایا کہ اے ایمان والو! ہم نے تمہیں جو رزق دیا اس میں جو صدقات واجب ہیں ادا کرو اور یہ موت کی علامات ظاہر ہونے اور زبان بند ہو جانے سے پہلے کرلو کہ ایسا نہ ہو کہ تم میں کسی کو موت آئے تو وہ دل میں کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی تاکہ میں صدقہ دیتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔ درس: آیت کے الفاظ دل پر لرزہ طاری کردینے والے ہیں کہ موت کے بعد آدمی بڑی تمنا، حسرت اور کاش کاش کہتا پھرے گا لیکن کچھ کر نہیں سکے گا، اس لئے جو نیکیاں کرنی ہیں دنیا میں کریں۔

لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا

نے مجھے تھوڑی سی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالحین میں سے ہو جاتا ۝ اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا

اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

جب اس کا مقررہ وقت آجائے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے ۝

## اٰیاتہا ۱۸ — ۶۴ سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۸ — رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۚ وَهُوَ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کیلئے سب تعریف ہے اور وہ

**آیت 11** ﴿ ارشاد فرمایا: یاد رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے گا تو وہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے، وہ تمہیں ان کی جزا دے گا۔ اہم بات: یہاں آیت میں وعدے سے وہ وعدہ مراد ہے جس کا فیصلہ ہو چکا، جسے قضاء مبرم کہتے ہیں، البتہ قضاء معلق میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے۔ آئی ہوئی موت ٹل جاتی اور عمریں بڑھ جاتی ہیں۔

**سورۂ تغابن کا تعارف** ﴿ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہے اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ آیت نمبر 14 "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ" سے شروع ہونے والی تین آیتوں کے علاوہ یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 18 آیتیں ہیں۔ تغابن کا لغوی معنی ہے خرید و فروخت میں نقصان پہنچانا اور یہ قیامت کے دن کا ایک نام بھی ہے۔ اس سورت کی آیت نمبر 9 میں بتایا گیا کہ قیامت کا دن "یَوْمُ التَّغَابُنِ" یعنی نقصان اور خسارے کا دن ہے، اس مناسبت سے اسے "سورۂ تغابن" کہتے ہیں۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کی گئیں جو اس کے علم، قدرت اور عظمت پر دلالت کرتی ہیں۔ رسولوں علیہم السلام کو ان کے بشر ہونے کی وجہ سے جھٹلانے والی سابقہ امتوں کا انجام بیان کر کے غور کرایا گیا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنے والوں سے قسم کے ساتھ فرمایا گیا کہ انہیں ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ قیامت کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ دن ہارنے والوں کی ہار ظاہر ہونے کا دن ہے۔ یہ خبر دی گئی کہ تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکتے ہیں تو ان سے احتیاط رکھو۔ آخر میں تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے، اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے اس کی راہ میں مال خرچ کرنے، بخل اور لالچ سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کی خاطر اپنا مال خرچ کرنے والے نیک لوگوں کو دگنے اجر کی بشارت دی گئی ہے۔

**آیت 1** ﴿ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی چار شانیں بیان ہوئی ہیں (1) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے سب اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ (2) اسی کی بادشاہت ہے، وہ اس میں جیسے چاہے تصرف فرماتا ہے، اس میں اس کا کوئی شریک ہے نہ حصہ دار۔ (3) تمام

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ① هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَ اللّٰهُ

ہر چیز پر خوب قادر ہے ○ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی مسلمان ہے اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

تمہارے کام خوب دیکھ رہا ہے ○ اس نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے اور تمہاری صورتیں بنائیں تو تمہاری اچھی صورتیں بنائیں

وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ③ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَ اللّٰهُ

اور اسی کی طرف پھرنا ہے ○ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو، اور اللہ

عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ٘ فَذَاقُوْا وَبَالَ

دلوں کی بات خوب جانتا ہے ○ کیا تمہارے پاس تم سے پہلے لوگوں کی خبر نہ آئی جنہوں نے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال

تعریفیں اسی کے لئے ہیں کیونکہ سب نعمتیں اسی کی ہیں۔ (4) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ درس: خدا کی عظمت و شان اور تسبیح و تقدیس کی آیات کو آنکھیں بند کرکے خدا کی محبت میں ڈوب کر پڑھیں تو دل ایمان کے نور اور روحانیت سے لبریز ہو جاتا ہے۔

**آیت 2** اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے لوگو! اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور عدم سے وجود میں لا کر تم پر احسان فرمایا اور اس کا حق یہ تھا کہ تم سب اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر اور اس کی اطاعت کرکے اس کے شکر گزار ہوتے لیکن تم مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے کہ تم میں کوئی کافر ہے کوئی مسلمان، (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ کافر کے کفر اور مومن کے ایمان کو جانتا ہے اور وہ ہر ایک کو قیامت میں عمل کے مطابق جزا دے گا۔ (2) اے لوگو! وہی اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے کافر پیدا فرمایا اور کوئی ایسا ہے جسے مسلمان پیدا فرمایا ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے تو وہ تمہارے ساتھ معاملہ فرمائے گا جو تمہارے اعمال کے مناسب ہو۔

**آیت 3** ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ بنائے جن میں ہزاروں دینی اور دنیوی مصلحتیں ہیں اور اس نے تمہاری صورت بنائی تو دیگر مخلوق کے مقابلے میں تمہاری اچھی صورتیں بنائیں، اس احسان کے شکریے میں تم پر لازم ہے کہ اپنی سیرت بھی اچھی رکھو، نیز قیامت کے دن تمہیں اسی کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے۔ اہم بات: معلوم ہوا کہ انسانی صورت بہترین صورت ہے، اسے بگاڑنا حرام ہے، لہٰذا ناک کان کاٹنا، چہرے پر راکھ وغیرہ مل کر صورت بگاڑنا، مردوں کو عورت کی شکل یا عورتوں کو مردوں کی شکل بنانا حرام ہے۔

**آیت 4** فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تمہاری نیتوں، دلی ارادوں اور اعمال کو بھی جانتا ہے، تمہارے ظاہری اور پوشیدہ کاموں سے بھی خبردار ہے حتّٰی کہ جو چیزیں صرف خیال ہی میں رہیں ان کی بھی خبر رکھتا ہے، لہٰذا ہر کوئی اللہ تعالیٰ کے ڈر اور اس سے حیا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے۔ درس: اس آیت کو پڑھتے رہنا اور اس کے متعلق سوچتے رہنا زندگی کا معمول بنالیں تو گناہ چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔

**آیت 5** فرمایا کہ اے کافرو! کیا تمہیں گزری ہوئی ان امتوں کے احوال معلوم نہیں جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی، انہیں جھٹلایا اور دنیا میں بھی اپنے کفر کی سزا پائی اور ان کے لئے آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے۔ اہم بات: صحیح تاریخ کا پڑھنا مفید ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے خوف اور امید حاصل ہوتی ہے۔

اَمْرِهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا

چکھا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے تو وہ کہتے:

اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ٘ فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّ اسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

کیا آدمی ہماری رہنمائی کریں گے؟ تو انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ نے بے پروائی فرمائی اور اللہ بے پرواہ، حمد کے لائق ہے۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ

کافروں نے گمان کرلیا کہ انہیں ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ تم فرماؤ: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم، تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر

لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ

ضرور تمہارے اعمال تمہیں بتادیئے جائیں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر

آیت 6 ﴾ فرمایا کہ سابقہ کافروں پر یہ دنیوی عذاب اس لیے آئے کہ جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لاتے اور معجزے دکھاتے (جن سے ان کی حقانیت ظاہر ہو جاتی) تو وہ کہتے: کیا آدمی ہماری رہنمائی کریں گے؟ تو انہوں نے رسولوں کا انکار کرکے کفر کیا اور ایمان لانے سے پھر گئے اور اللہ تعالیٰ تو ازل سے ہی ان کے ایمان اور ان کی طاعت و عبادت سے بے پرواہ ہے کیونکہ وہ اپنی مخلوق سے بے نیاز اور اپنے تمام افعال میں حمد کے لائق ہے۔ اہم باتیں: (1) ہر رسول علیہ السلام کو معجزہ ضرور دیا گیا، کسی کو ایک اور کسی کو زیادہ معجزات عطا کئے گئے اور ہمارے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ معجزے عطا ہوئے ہیں۔ (2) کافروں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا، یہ ان کی بے عقلی اور نافہمی کی انتہا ہے۔ (3) برابری کا دعویٰ کرنے کے لئے نبی کو بشر کہنا کفر ہے اور بے ادبی کے انداز میں انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر کہہ کر پکارنا حرام ہے اور یہ طریقۂ کفار ہے۔

آیت 7 ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے یہ گمان کرلیا ہے کہ وہ مرنے کے بعد ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے، اے حبیب! آپ ان کے گمان کا رد کرتے ہوئے ان سے فرمادیں: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم! تم قیامت کے دن ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر تمہارے اعمال تمہیں بتادیئے جائیں گے تاکہ تم سے حساب لیا جائے اور تمہیں تمہارے اعمال کی سزا دی جائے اور (یاد رکھو کہ) یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے کیونکہ اس کی قدرت کامل ہے۔

آیت 8 ﴾ فرمایا کہ اے کافرو! جب تم نے سابقہ کافروں کا حال اور انجام جان لیا تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتارا ہے تاکہ تم پر وہ عذاب نازل نہ ہو جو سابقہ کافروں پر نازل ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ اہم بات: اس آیت میں نور سے مراد قرآن شریف ہے کیونکہ اس کی بدولت گمراہی کی تاریکیاں دور ہوتی ہیں اور ہدایت و ضلالت دونوں واضح ہوتی ہیں۔

الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝۸ یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ

جو ہم نے اتارا اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبر دار ہے○ جس دن وہ جمع ہونے کے دن میں تمہیں اکٹھا کرے گا۔ وہ دن (ہار نے والوں کی ہار)

یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ یَعْمَلْ صَالِحًا یُّكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ

ظاہر ہونے کا دن ہے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے اللہ اس سے اس کی برائیاں مٹادے گا اور اسے ان باغوں میں داخل کرے گا

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝۹ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی بہت بڑی کامیابی ہے○ اور جنہوں نے کفر کیا

وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۱۰ مَاۤ اَصَابَ

اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہ لوگ آگ والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے○ ہر مصیبت

مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۱۱

اللہ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیدے گا اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے○

آیت 9 ﴿ اس آیت میں جمع ہونے کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں سب اولین وآخرین جمع ہوں گے اور اس دن میں کفار کی محرومی اور مسلمانوں کی کامیابی پورے طور پر ظاہر ہوگی، کفار اپنی ہار کا اقرار کر لیں گے، نیز اس دن اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کی برائیاں مٹادی جائیں گی اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

آیت 10 ﴿ فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کا انکار کرکے کفر کیا اور ہماری ان آیتوں کو جھٹلایا جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر دلالت کرتی ہیں، وہ آگ والے ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہ ان کا کیا ہی برا انجام ہے۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنا اور سخت عذاب ہونا صرف کفار کے لئے ہے۔ گنہگار مومن خواہ کیسا ہی گنہگار ہو دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اسے رسوا نہ کرے گا۔

آیت 11 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ موت کی، مرض کی اور مال کے نقصان وغیرہ کی، الغرض ہر مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور جانے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے ارادے سے ہوتا ہے اور مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی عطا پر شکر اور بلا پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دیدے گا تاکہ وہ اور زیادہ نیکیوں اور طاعتوں میں مشغول ہو اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ اہم بات: بعض مصیبتیں ہمارے گناہوں کی شامت سے آتی ہیں مگر آتی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہیں لیکن تکلیفیں، مشکلیں گناہوں کی معافی کا ذریعہ بھی بنتی ہیں اور نیک لوگوں پر مصیبتیں امتحان کے لئے آتی ہیں جو ان کے درجات کی بلندی کا سبب بنتی ہیں۔

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝۱۲

اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو پھر اگر تم منہ پھیرو تو (جان لو کہ) ہمارے رسول پر صرف صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۳ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اے ایمان والو! بیشک

مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا

تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو

آیت 12 ﴾ اللہ تعالیٰ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم مانو، پھر اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی فرمانبرداری سے منہ پھیرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف حق پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے، چنانچہ انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا اور کامل طور پر دین کی تبلیغ فرما دی۔ اہم بات: اطاعتِ الٰہی کی طرح اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی ضروری ہے، یونہی دونوں اطاعتوں کو ایک ہی طریقہ سے بیان فرمایا گیا ہے۔

آیت 13 ﴾ اللہ وہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود ہے ہی نہیں اور ایمان والوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اہم باتیں: (1) توکل یہ ہے کہ اسباب اختیار کئے جائیں مگر بھروسہ صرف رب تعالیٰ پر کیا جائے، لہٰذا بیماری میں علاج کرنا، مصیبت میں ظاہری حکام یا باطنی حکام جیسے اولیاء اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا توکل کے خلاف نہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کی الوہیت و وحدانیت کے ساتھ توکل کے ذکر میں ایک نکتہ یہ ہے کہ توکل، حقیقت میں توحید ہی کے ثمرات میں سے ایک ہے۔ جس قدر عقیدۂ توحید مضبوط اور خدا کی وحدانیت پر یقین ہو گا، اتنا ہی توکل مضبوط ہو گا۔

آیت 14 ﴾ شانِ نزول: چند مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کے بیوی بچوں نے انہیں روکا اور کہا: ہم آپ کی جدائی پر صبر نہ کر سکیں گے اور ہم آپ کے پیچھے ہلاک ہو جائیں گے، لہٰذا وہ ٹھہر گئے۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے ہجرت کی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ دین میں بڑے ماہر اور فقیہ ہو گئے ہیں، یہ دیکھ کر انہوں نے اپنے بیوی بچوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا اور یہ قصد کیا کہ ان کا خرچ بند کر دیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دشمن ہیں کہ تمہیں نیک اعمال کرنے سے روکتے ہیں تو ان سے احتیاط رکھو اور ان کے کہنے میں آکر نیکی سے باز نہ رہو اور اگر تم انہیں معاف کر دو اور انہیں ڈانٹنے سے درگزر کرو اور ان کی خطا بخش دو تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اہم باتیں: (1) جو بیوی بچے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، نماز، حج اور ہجرت سے روکیں وہ ایک اعتبار سے ہمارے دشمن ہیں کہ ہماری آخرت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ (2) ہمارا وہ رشتہ دار جو اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جدا کر دے وہ دشمن ہے اور وہ اجنبی جو ہمیں اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک پہنچا دے وہ ہمارا عزیز ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ اور

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾

تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہی ہیں اور اللہ کے پاس بہت بڑا ثواب ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ یُّوْقَ

تو اللہ سے ڈرو جہاں تک تم سے ہوسکے اور سنو اور حکم مانو اور راہِ خدا میں خرچ کرو یہ تمہاری جانوں کے لیے بہتر ہوگا اور جسے

شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْهُ لَكُمْ

اس کے نفس کے لالچی پن سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اگر تم اللہ کو اچھا قرض دوگے تو وہ تمہارے لیے اسے کئی گنا بڑھادے گا

وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾ ع

اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ قدر فرمانے والا، بہت حلم والا ہے۔ وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، بہت عزت والا، بڑا حکمت والا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقابلے میں کسی کی اطاعت نہیں۔ (4) بیوی بچوں کے قصور معاف کردینا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

آیت 15 ﴾ فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہی ہیں کہ کبھی آدمی ان کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے اور ان میں مشغول ہو کر امورِ آخرت کو سرانجام دینے سے غافل ہوجاتا ہے حالانکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا ثواب ہے جو کہ تمہارے اموال اور اولاد سے حاصل ہونے والی منفعت سے کہیں زیادہ عظیم ہے، تو تم لحاظ رکھو تاکہ ایسا نہ ہو کہ اموال اور اولاد میں مشغول ہو کر ثواب عظیم کھو بیٹھو۔ درس: مال و دولت اور اولاد کو حاصل زندگی سمجھنے کی بجائے، خدا کی طرف سے امتحان کا پرچہ سمجھا جائے تو زندگی بامقصد گزارنا اور اطاعت الٰہی کرنا زیادہ آسان ہوجاتا ہے۔

آیت 16 ﴾ فرمایا کہ جب تم نے اس نصیحت کو سن لیا اور ثواب کے بارے میں جان لیا تو تم اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہیں جو فرمائیں اسے سنو اور حکم مانو اور اپنے فائدے کیلئے راہِ خدا میں مال خرچ کرو اور جو اپنے نفس کے لالچی پن سے بچالیا گیا اور اس نے اپنے مال کو حکم شریعت کے مطابق خرچ کیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اہم بات: نفس انسانی میں بخل اور لالچ کا عنصر عموماً غالب رہتا ہے۔ مجاہدہ و ریاضت کا ایک مقصد نفس کے ان رذائل کو ختم کرنا ہوتا ہے۔

آیت 17، 18 ﴾ اے ایمان والو! اگر تم خوش دلی سے اور نیک نیتی کے ساتھ حلال مال سے صدقہ دوگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اسے کئی گنا بڑھادے گا اور اس کی برکت سے تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ تھوڑے عمل کے بدلے بہت زیادہ عطا کرکے قدر فرمانے والا ہے جبکہ گناہوں کی کثرت کے باوجود فوری عذاب نازل نہ کر کے حلم فرمانے والا، نیز وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، عزت والا اور حکمت والا ہے۔ اہم بات: آیت نمبر 17 میں صدقہ دینے کو کرم کے طور پر قرض سے تعبیر فرمایا گیا، اس میں صدقہ دینے کی ترغیب ہے کہ صدقہ دینے والا نقصان میں نہیں ہے بلکہ بشرط قبول یقیناً اس کی جزا پائے گا۔

آیاتہا ۱۲ — ۶۵ سورۃ الطلاق مدنیۃ ۹۹ — رکوعاتہا ۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحۡصُوا الۡعِدَّةَ ۚ

اے نبی! (امت سے فرمادیں کہ) جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عدت کو شمار کرتے رہو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمۡ ۚ لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡۢ بُيُوۡتِهِنَّ وَلَا يَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ

اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ تم عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ کسی صریح برائی کا

**سورۂ طلاق کا تعارف** * یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 12 آیتیں ہیں۔ نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے، اس پابندی کے ختم کر دینے کو طلاق کہتے ہیں اور اس سورت میں چونکہ طلاق اور اس کے بعد کے یعنی عدت کے احکام بیان کیے گئے ہیں اس لئے اس سورت کا نام "سورۂ طلاق" رکھا گیا ہے۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں صحیح طریقے سے طلاق دینے کا طریقہ، عدت اور رجوع کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ شوہر کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ عدت ختم ہونے تک اپنی حیثیت کے مطابق عورت کو رہائش اور خرچ مہیا کرے اور اگر بچے کو دودھ پلانے کی اجرت دینی پڑے تو وہ اجرت دینا بھی شوہر پر لازم ہے۔ آخر میں احکام الٰہی کی مخالفت کرنے والی قوموں پر نازل ہونے والے عذاب کا ذکر کر کے شرعی احکام کی مخالفت کرنے سے ڈرایا گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی حکمت بیان کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

**آیت 1** * شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دیدی، اس کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اسے رجوع کرنے کا حکم دو تاکہ وہ ٹھہری رہے یہاں تک کہ پاک ہو جائے، پھر حیض آئے اور پاک ہو جائے، اب اگر چاہے تو روک لے اور چاہے تو اسے چھونے سے پہلے طلاق دیدے، پس یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ عورتوں کو اس طرح طلاق دی جائے۔ آیت کے ابتدائی حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! اپنی امت سے فرمادیں کہ جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت کے وقت پر یعنی پاکی کے دنوں میں انہیں طلاق دو تاکہ ان کی عدت لمبی نہ ہو۔ اس آیت میں وہ عورتیں مراد ہیں جن سے ان کے شوہروں نے حق زوجیت ادا کیا ہو اور ان کی عدت حیض سے شمار کی جائے، اگر انہیں طلاق دینی ہو تو ایسے پاکی کے دنوں میں ایک طلاق دیں جن میں ان سے جماع نہ کیا گیا ہو اور عدت گزرنے تک رجوع نہ کریں۔ اسے طلاق احسن کہتے ہیں۔ مزید فرمایا: اور عدت کو شمار کرتے رہو۔ یعنی مرد طلاق دینے کے بعد عورت کی عدت شمار کرتے رہیں یہاں تک کہ اسے تین بار حیض آجائے۔ یاد رہے کہ عدت کا شمار مرد و عورت دونوں کریں گے البتہ عورتوں میں بہت مرتبہ غفلت ہو جانے کی وجہ سے یہاں بطورِ خاص مردوں کو عدت شمار کرنے کا فرمایا گیا۔ مزید فرمایا: اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ یعنی عورتوں کی عدت دراز کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے کے معاملے میں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا حقیقی رب ہے۔ مزید فرمایا: تم عورتوں کو ان کے گھروں

مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِیْ

ارتکاب کریں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا تو بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تم نہیں جانتے

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا معاملہ پیدا فرمادے ○ تو جب عورتیں اپنی مدت تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو

اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ

یا انہیں بھلائی کے ساتھ جدا کردو اور اپنوں میں سے دو عادل گواہ بنالو اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو۔ یہ

سے نہ نکالو۔ یعنی اے لوگو! عدت میں عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ اس دوران وہ خود اپنے گھروں سے نکلیں البتہ اگر وہ کسی صریح بے حیائی کا ارتکاب کریں اور ان سے کوئی اعلانیہ فسق صادر ہو جس پر حد آتی ہے جیسے زنا اور چوری وغیرہ تو پھر تم انہیں گھر سے نکال سکتے ہو۔ یاد رہے کہ عورت کو عدت شوہر کے گھر پوری کرنی لازم ہے۔ شوہر کو جائز نہیں کہ عورت کو عدت میں گھر سے نکالے اور اگر عورت فحش بولے اور گھر والوں کو ایذا دے تو اسے نکالنا جائز ہے۔ جو عورت طلاق رجعی یا بائن کی عدت میں ہو اس کو گھر سے نکلنا بالکل جائز نہیں اور جو موت کی عدت میں ہو وہ حاجت پڑے تو دن میں نکل سکتی ہے، لیکن رات شوہر کے گھر ہی میں گزارنا ضروری ہے۔ مزید فرمایا: اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ یعنی تمہیں جو احکام دیئے گئے یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جن کے اندر رہنا بندوں پر لازم ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے آگے بڑھا تو بیشک اس نے گناہ کر کے اپنی جان پر ظلم کیا۔ آخر میں فرمایا: تم نہیں جانتے۔ یہاں طلاق دینے والے کو ترغیب دی گئی ہے کہ طلاق رجعی دے کر چھوڑ دینا ہی بہتر ہے، چنانچہ فرمایا کہ اے مخاطب! تمہیں معلوم نہیں، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ طلاق دینے کے بعد شوہر کے دل میں عورت کی طرف میلان پیدا فرمادے اور وہ رجوع کرنے کی طرف مائل ہو، اس لئے اگر رجعی طلاق دی ہو تو رجوع کرنا آسان ہو گا یا تین سے کم طلاق بائن دی ہوں تو خالی نکاح سے رجوع ہو سکتا ہے۔

آیت 2 ﴿ جب اوپر بیان کردہ طریقے کے مطابق طلاق دی جانے والی عورتیں اپنی عدت کی اختتامی مدت کے قریب تک پہنچ جائیں تو تمہیں اختیار ہے، اگر تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوئے رہنا چاہو تو رجوع کر لو اور دل میں دوبارہ طلاق دینے کا ارادہ نہ رکھو اور اگر تمہیں ان کے ساتھ اچھائی سے بسر کرنے کی امید نہ ہو تو ان کے حق، جیسے مہر وغیرہ ادا کر کے ان سے جدائی کر لو اور انہیں اس طرح نقصان نہ پہنچاؤ کہ عدت کے آخر میں رجوع کر لو پھر طلاق دے دو، یوں ان کی عدت دراز کر کے انہیں پریشانی میں ڈالو، نیز رجوع کرو یا جدائی اختیار کرو دونوں صورتوں میں تہمت دور کرنے اور جھگڑے سے بچنے کیلئے اپنوں میں سے دو ایسے مسلمانوں کو گواہ بنالو جو عادل یعنی شرعاً قابلِ قبول ہوں اور گواہ بنانے سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہو اور اس میں حق کو قائم کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے علاوہ کوئی فاسد غرض نہ ہو۔ یہ وہ حکم ہے جس سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور طلاق دے تو سنت کے مطابق دے، عدت والی کو نقصان نہ پہنچائے، نہ اسے رہائش گاہ سے نکالے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمانوں کو گواہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا جس سے وہ دنیا و آخرت کے غموں سے خلاصی پائے گا اور ہر تنگی و پریشانی سے محفوظ رہے گا۔ آیت کے آخری حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﳛ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ

...اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنادے گا۔

وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ

اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے،

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝ وَ الّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ

بیشک اللہ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ اور تمہاری عورتوں میں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تمہیں کچھ شک ہو

...کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرا بیٹا مشرکین نے قید کر لیا ہے اور اس کے ساتھ اپنی محتاجی و ناداری کی شکایت کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھو اور صبر کرو اور کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہو۔'' حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے گھر آ کر اپنی زوجہ سے یہ کہا اور دونوں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا، ابھی وہ پڑھ ہی رہے تھے کہ بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹایا، ہوا یوں کہ دشمن غافل ہو گیا تھا اور یہ موقع پا کر قید سے بھاگ آیا اور ایک روایت کے مطابق چلتے ہوئے دشمن کے سو اونٹ اور ایک روایت کے مطابق چار ہزار بکریاں بھی ساتھ لے آیا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر پوچھا کہ یہ اونٹ یا بکریاں ان کے لئے حلال ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ ...(1) جس عورت کو رجعی طلاق دی ہو، عدت کے اندر اسے پہلے نکاح پر باقی رکھنا ''رجوع'' کہلاتا ہے۔ (2) رجوع کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجوع کرے اور رجوع کرنے پر دو عادل شخصوں کو گواہ بنائے اور عورت کو بھی اس کی خبر کر دے تاکہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کر لے، اور اگر کسی لفظ سے رجوع کیا مگر گواہ نہ بنائے یا گواہ بھی بنائے مگر عورت کو خبر نہ کی تو یہ مکروہ اور خلافِ سنت ہے مگر رجوع ہو جائے گا، اور اگر فعل سے رجوع کیا مثلاً اس سے صحبت کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا اس قسم کا کوئی دوسرا کام کیا تو رجوع ہو گیا مگر مکروہ ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے رجوع کے لفظ کہے۔ (3) رجوع کرنے میں عورت کی رضا ضروری نہیں۔

آیت 3 ...ڈرنے والے کو اللہ تعالیٰ وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور اپنے تمام امور اسی کے سپرد کر دے تو وہ اسے دونوں جہان میں کافی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے (لہٰذا تم توکل کرو یا نہ کرو تمہیں وہی ملے گا جو مقدر ہے، تو توکل چھوڑ کر ثواب سے محروم نہ ہو۔) ...بات: ہر مسلمان کو تمام امور میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

آیت 4 ﴿ شانِ نزول: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی: حیض والی عورتوں کی عدت تو ہمیں معلوم ہو گئی، اب جو حیض والی نہ ہوں تو ان کی عدت کیا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ تمہاری عورتوں میں جو ...کی وجہ سے حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہوں، اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہو کہ ان کا حکم کیا ہے تو سن لو، ان کی اور جنہیں ...کم عمری کی وجہ سے حیض نہیں آیا ان کی عدت تین مہینے ہے اور حمل والیوں کی عدت کی مدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن ...اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں آسانی فرما دے گا۔ شرعی احکام: (1) لڑکی نابالغہ ہو یا اس کے بالغ ہونے

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّ الّٰٓـِٕيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ

تو ان کی اور جنہیں حیض نہیں آیا ان کی عدت تین مہینے ہے اور حمل والیوں کی عدت کی مدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن دیں

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی فرمادے گا○ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا اور جو

يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ

اللہ سے ڈرے تو اللہ اس سے اس کی برائیاں مٹادے گا اور اس کیلئے ثواب کو بڑا کردے گا○ عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو

مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ

اپنی گنجائش کے مطابق اور انہیں تکلیف نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر وہ حمل والیاں ہوں

کی عمر تو آگئی مگر ابھی حیض نہیں شروع ہوا تو ان دونوں کی عدت تین ماہ ہے۔(2) حاملہ عورتوں کی عدت وضعِ حمل ہے خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی، موت یا طلاق کے بعد جس وقت بچہ پیدا ہو عدت ختم ہو جائے گی۔ یونہی اگر حمل ساقط ہو گیا لیکن بچے کے اعضاء بن چکے ہیں تو عدت پوری ہو گئی اور بچے کے اعضاء بننے سے پہلے حمل ساقط ہو تو عدت ختم نہیں ہو گی۔

آیت 5 ﴿ ﴾ فرمایا کہ یہاں جو احکام بیان ہوئے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ کے نازل فرمائے ہوئے احکام پر عمل کرے اور اپنے اوپر واجب حقوق احتیاط کے ساتھ ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی برائیاں مٹادے گا اور اس کیلئے ثواب کو بڑا کردے گا۔ اہم بات: تقویٰ دینی، دُنیوی نعمتیں ملنے کا سبب ہے، اس سے آفتیں دور ہوتی ہیں، دنیا میں رحمتیں آتی ہیں، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کرم فرماتا ہے۔

آیت 6 ﴿ ﴾ جن عورتوں کو تم نے طلاق دی انہیں وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو، اپنی طاقت کے مطابق انہیں رہائش دو اور انہیں یوں تکلیف نہ دو کہ ان کے مکان کو گھیر کر ان کی جگہ تنگ کردو، یا کسی ناموافق کو ان کے ساتھ رہائش دے دو نیز تم انہیں کوئی ایسی ایذا دے کر تنگی نہ پہنچاؤ کہ وہ گھر سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں اور اگر طلاق والی عورتیں حمل والیاں ہوں تو ان پر شریعت کے مطابق خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بچہ پیدا کردیں، پھر اگر وہ تمہارے لیے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں ان کے کام کی اجرت دو اور اجرت سے متعلق آپس میں اچھے طریقے سے مشورہ کرلو اور نہ مرد عورت کے حق میں کوتاہی کرے، نہ عورت اس معاملہ میں سختی کرے، پھر اگر تم آپس میں یہ معاملہ طے کرنے میں دشواری سمجھو اور بچے کی ماں کسی دوسری عورت کے برابر اُجرت پر راضی نہ ہو بلکہ زیادہ اجرت طلب کرے اور باپ زیادہ دینا نہ چاہے تو قریب ہے کہ اسے کوئی اور عورت دودھ پلادے گی یعنی پھر شوہر کسی دوسری کا انتظام کرلے۔ شرعی احکام: (1) طلاق یافتہ عورت کو عدت پوری ہونے تک رہنے کیلئے اپنی حیثیت کے مطابق مکان دینا اور نفقہ یعنی اخراجات دینا بھی شوہر پر واجب ہے۔(2) نفقہ حاملہ اور غیر حاملہ دونوں کو دینا واجب ہے۔(3) بچے کو دودھ پلانا ماں پر واجب نہیں، لیکن اگر بچہ ماں کے سوا

وَ اَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ حَتّٰى یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّۚ

اور ان پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بچہ جن لیں پھر اگر وہ تمہارے لیے (بچے کو) دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو

وَ اْتَمِرُوْا بَیْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍۚ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰىؕ(۶)

اور آپس میں اچھے طریقے سے مشورہ کرلو اور اگر تم آپس میں دشواری سمجھو تو عنقریب اسے کوئی دوسری عورت دودھ پلادے گی۔

لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ

وسعت رکھنے والے کو چاہیے کہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہے تو اسے چاہیے کہ اس میں سے خرچ کرے

اللّٰهُؕ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَاؕ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا۠(۷) ع

جو اسے اللہ نے دیا ہے۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے، جلد ہی اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا۔

وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِیْدًاۙ

اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا

وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا(۸) فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا(۹)

اور انہیں برا عذاب دیا۔ تو انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ ہوا۔

کی اور عورت کا دودھ نہ پیئے یا باپ فقیر ہو تو پھر ماں پر دودھ پلانا واجب ہو جاتا ہے۔ (4) بچے کی ماں جب تک اس کے باپ کے نکاح میں ہو یا طلاقِ رجعی کی عدت میں ہو تو پھر اسے دودھ پلانے کی اجرت لینا جائز نہیں، عدت کے بعد لینا جائز ہے۔

آیت 7 ﴿ مالی وسعت رکھنے والا اپنی گنجائش کے مطابق اور تنگدستی میں مبتلا اپنی حیثیت کے مطابق طلاق والی اور دودھ پلانے والی عورتوں کو خرچہ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر جان پر اسی قابل بوجھ رکھتا ہے جتنا اسے رزق دیا ہے اور تنگدست آدمی خرچ کرنے سے نہیں، جلد ہی اللہ تعالیٰ معاش کی تنگی کے بعد اسے آسانی عطا فرمادے گا۔

آیت 8 ﴿ کتنے ہی شہر والے ایسے تھے جنہوں نے اپنے رب عزوجل کے حکم اور اس کے رسولوں علیہم السلام کے احکام سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے ان کے اعمال کا سخت حساب لیا اور انہیں برا عذاب دیا۔ یہاں سخت حساب سے مراد آخرت کا حساب ہے اور برے عذاب سے مراد جہنم کا عذاب یا دنیا میں قحط اور قتل وغیرہ بلاؤں میں مبتلا کرنا ہے۔

آیت 9 ﴿ مزید فرمایا کہ تو ان شہر والوں نے (سخت حساب اور برے عذاب کے ذریعے) اپنے کفر اور سرکشی کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ ہوا کہ وہ منافع سے محروم ہوئے اور عذاب میں مبتلا ہوئے۔ درس: کفر و سرکشی اور گناہوں کا وبال کئی مرتبہ دنیا میں بھی سامنے آجاتا ہے۔ اسی لئے مصیبتوں سے چھٹکارے کے لئے استغفار و توبہ کا حکم دیا جاتا ہے۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ۖۚ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو، اے عقل والو جو ایمان لائے ہو، بیشک اللہ نے تمہاری طرف

اِلَیْكُمْ ذِكْرًا ۙ﴿۱۰﴾ رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

نصیحت اتاری ○ (یعنی) رسول (بھیجا) جو تم پر اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے

وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ یَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ

جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو اللہ اسے ان باغوں میں داخل کرے گا

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، بیشک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی ○ اللہ ہی ہے

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ

جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں۔ حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ

**آیت 10، 11** دنیوی عذاب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اے عقل والو جو ایمان لائے ہو اور سابقہ جھٹلانے والی امتوں پر نازل ہونے والے عذاب سے عبرت حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے بچو۔ مزید فرمایا: **بیشک اللہ نے تمہاری طرف نصیحت اتاری**۔ یعنی اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت اتاری اور وہ نصیحت قرآن یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف اپنا رسول بھیجا جو تمہارے سامنے حلال و حرام کے بیان پر مشتمل اللہ تعالیٰ کی روشن آیتیں پڑھتے ہیں تاکہ وہ ان لوگوں کو کفر اور جہالت کے اندھیروں سے ایمان اور علم کے نور کی طرف لے جائیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ان باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اچھی روزی یعنی جنت رکھی ہے جس کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی۔ اہم باتیں: (1) کفر اندھیرا اور اسلام روشنی ہے۔ (2) آیت 11 میں اللہ تعالیٰ نے کفر کے لئے "ظُلُمٰت" جمع کا صیغہ ذکر فرمایا اور اسلام کے لئے "نور" واحد کا صیغہ ارشاد فرمایا، معلوم ہوا کہ کفر ہزاروں قسم کا ہے گر اسلام ایک ہی ہے۔ (3) حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کفر سے ایمان کی طرف، جہل سے علم کی طرف، فسق سے تقویٰ کی طرف نکالتے ہیں۔ (4) ایمان عمل سے مقدم ہے۔ (5) نجات کے لئے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کی بھی ضرورت ہے۔

**آیت 12** فرمایا کہ اے لوگو! اللہ وہی ہے جس نے اپنی کامل قدرت سے سات آسمان بنائے اور سات ہی زمینیں بنائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ان سب میں جاری اور نافذ ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، لہٰذا اس کے لئے مُردوں کو زندہ کرنا اور ساری مخلوق کا حساب لینا کچھ مشکل نہیں۔

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﳔ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۠ ﴿۱۲﴾

ہر شے پر خوب قادر ہے اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ○

آیاتہا ۱۲ — ۶۶ سُورَۃُ التَّحْرِیْمِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۷ — رکوعاتہا ۲

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ

اے نبی! تم اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہوئے اپنے اوپر اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے اور اللہ

**سورۂ تحریم کا تعارف:** یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 12 آیتیں ہیں۔ تحریم کا معنی ہے کسی چیز کو حرام کرنا اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت کے کلمہ "لِمَ تُحَرِّمُ" سے ماخوذ ہے۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں وہ احکام بیان ہوئے ہیں جن کا تعلق تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ بعض واقعات سے ہے۔ نیز مومنوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر کے اور اپنے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دے کر اپنی اور اپنے گھر والوں کی جانیں جہنم کی آگ سے بچائیں اور اہلِ ایمان کو گناہوں سے سچی توبہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ آخر میں کافروں کے لئے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی اور مسلمانوں کے لئے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی مثال بیان فرمائی گئی۔

**آیت 1** شانِ نزول: حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے یہاں شہد نوش فرماتے اور ان کے ہاں کچھ زیادہ دیر تشریف فرما رہتے تھے۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے باہم مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے ہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہوں تو وہ ان سے عرض کرے: کیا آپ نے مغافیر تناول فرمایا ہے؟ مجھے آپ (کے دہن مبارک) سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ (جب ایسا کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے) ارشاد فرمایا: نہیں، البتہ میں نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے یہاں شہد نوش فرمایا تھا تو ہرگز میں دوبارہ ایسا نہیں کروں گا اور میں نے اس پر قسم کھائی، تم اس بات کی کسی اور کو خبر مت دینا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے، اس نے آپ کی ان دونوں مبارک بیویوں کا یہ قصور معاف فرما دیا اور آپ کے لئے اس قسم کا کفارہ بیان فرما دیا ہے جس سے آپ کی ساری امت پر آسانی ہوگی۔ حضرت حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا شہد کو اپنے آپ پر حرام فرما لینا محض ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو راضی کرنے کے لئے تھا، نہ کہ بے علمی کی وجہ سے کیونکہ حضور کی مبارک طبیعت نہیں وہ تو محسوس ہوتی ہے۔

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ

بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے ۝ بیشک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا کھولنا مقرر فرما دیا ہے اور اللہ تمہارا مددگار ہے اور وہی

الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝۲ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ

بہت علم والا، بڑا حکمت والا ہے ۝ اور جب نبی نے اپنی ایک بیوی کو راز کی ایک بات بتائی پھر جب اس نے اس بات کی اطلاع دے دی

وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ

اور اللہ نے اس بات کو نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اس بات کا کچھ حصہ تو جتا دیا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اس بیوی کو اس کی خبر دی

قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۳ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ

تو اس نے عرض کی: آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا: مجھے بہت علم والے، بہت خبر رکھنے والے نے بتایا ۝ (اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو

آیت 2 ﴾ یہاں قسم کھولنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے قسم کا کفارہ مقرر کر دیا ہے لہٰذا آپ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو خدمت سے سرفراز فرمائیے، یا شہد نوش فرمائیے۔ یا قسم کھولنے سے مراد یہ ہے کہ قسم کے بعد ان شاء اللہ کہہ لیا جائے تاکہ اس کے برخلاف کرنے سے قسم ٹوٹنی نہ ہو۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفارہ دیا یا نہیں دیا، اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفارہ میں ایک غلام آزاد کیا، اور ایک قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ مغفور ہیں جبکہ کفارہ کا حکم امت کی تعلیم کیلئے ہے۔ مزید فرمایا کہ اے میرے حبیب اور ان کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے، اسی لئے وہ تمہارے گھر کے انتظامات خود فرماتا اور تمہارے گھر کے آداب سکھاتا ہے، وہ تمہاری مصلحتوں کا علم رکھنے والا اور اپنے افعال و احکام میں حکمت والا ہے تو وہ تمہاری طاقت کے مطابق ہی تمہیں کسی کام کا حکم دے گا اور کسی سے منع فرمائے گا۔ کسی حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا بھی قسم کی ایک قسم ہے۔ البتہ حرام کو اپنے اوپر حلال کر لینا قسم نہیں، مثلاً یوں کہا کہ اگر میں یہ کروں تو مجھ پر میری بیوی حرام، یہ قسم ہے اور یوں کہا کہ اگر فلاں کام کروں تو سور کھاؤں، یہ قسم نہیں۔

آیت 3 ﴾ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دو چیزوں پر مشتمل راز کی ایک بات بتائی اور یہ فرما دیا کہ یہ بات کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا، پھر جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہ بات بتا دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ظاہر کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ان میں سے صرف ایک چیز کا ذکر فرمایا کہ تم نے یہ بات ظاہر کر دی، یہ شان کریمی تھی کہ گرفت فرمانے میں ایک بات سے چشم پوشی فرمائی۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر دی تو انہوں نے عرض کی: آپ کو کس نے بتایا؟ فرمایا: مجھے علم والے اور خبردار اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں۔ اہم بات: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو علیم و خبیر خدا نے محض چند جزئی واقعات کا علم نہیں دیا بلکہ اولین و آخرین میں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے۔

آیت 4 ﴾ یہاں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو مخاطب کرتے فرمایا گیا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دونوں بیویو! اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا تم پر واجب ہے کیونکہ تمہارے دل ضرور حق سے کچھ ہٹ گئے ہیں کہ تمہیں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ

آدمی اور پتھر ہیں، اس پر سختی کرنے والے، طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں

مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ

جو انہیں حکم دیا جاتا ہے○ اے کافرو! آج تم بہانے نہ بناؤ، تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم

ع تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ

کرتے تھے○ اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو، قریب ہے کہ تمہارا رب

يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ

تمہاری برائیاں تم سے مٹادے اور تمہیں ان باغوں میں داخل کردے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ نبی اور ان لوگوں کو

النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ

جو ان کے ساتھ ایمان والے ہیں رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا، وہ عرض کریں گے،

[illegible] اپنے گھر والوں کو نیکی کی ہدایت اور بدی سے منع کرکے اور انہیں علم و ادب سکھا کر اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ یہاں آدمی سے کافر اور پتھر سے بت وغیرہ مراد ہیں اور معنی یہ ہے کہ جہنم کی آگ بہت ہی شدید حرارت والی ہے اور جہنم کی آگ ان چیزوں سے جلتی ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ مزید فرمایا کہ جہنم پر ایسے فرشتے مقرر ہیں کہ جو جہنمیوں پر سختی کرنے والے اور انتہائی طاقتور ہیں اور ان کی طبیعتوں میں رحم نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ درس: اپنے بیوی بچوں کی تربیت نہایت ضروری ہے۔ شرعی اعتبار سے واجب اور دنیاوی اعتبار سے سکون کا باعث ہے، لہٰذا انہیں اسلامی احکامات کی تعلیم خود دے یا دلوائے یونہی اسلامی تعلیمات کے سائے میں ان کی تربیت کرے۔ بہت سے لوگ گھر والوں کی تربیت پر توجہ نہیں دیتے، پھر پوری زندگی روتے ہیں لیکن پھر گیا وقت ہاتھ نہیں آتا۔

آیت 7 ﴿ فرمایا کہ کافر جب جہنم میں داخل ہوتے وقت اس کی آگ کی شدت اور اس کا عذاب دیکھیں گے تو اس وقت ان سے کہا جائے گا: اے کافرو! آج بہانے نہ بناؤ، کیونکہ اب تمہارے لئے عذر کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی اور نہ ہی آج کوئی عذر قبول کیا جائے گا اور تمہیں ان اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا جو تم دنیا میں کرتے تھے۔

آیت 8 ﴿ فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی سچی توبہ کرو جس کا اثر توبہ کرنے والے کے اعمال میں ظاہر ہو، زندگی عبادتوں سے معمور ہو اور بندہ گناہوں سے دور ہو جائے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب توبہ قبول فرمانے کے بعد تمہاری برائیاں تم سے مٹادے اور قیامت کے اس دن تمہیں ان باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو رسوا نہیں کرے گا۔ پل صراط پر ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا اور جب ایمان والے دیکھیں گے کہ منافقوں کا نور بجھ گیا تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! جنت میں داخل ہونے تک ہمارے

مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ

تم بھی جہنم میں جاؤ ۝ اور اللہ نے مسلمانوں کے لئے فرعون کی بیوی کو مثال بنادیا جب اس نے عرض کی: اے میرے رب!

ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ

میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا

الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

فرما ۝ اور عمران کی بیٹی مریم کو (مثال بنادیا) جس نے اپنے پارسائی کے مقام کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝ ع

اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی ۝

آیت 11 جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو مغلوب کیا تو فرعون کی بیوی آسیہ آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں۔ اس پر فرعون نے انہیں سخت سزا دی اور چار میخوں سے آپ کے ہاتھ پاؤں بندھوا دیئے، سینے پر بھاری چکی رکھ دی اور اسی حال میں انہیں سخت دھوپ میں ڈال دیا۔ جب فرعون کی سختیاں بڑھ گئیں تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا جنتی مکان ان پر ظاہر فرمایا اور اس کی خوشی میں ان پر فرعون کی سختیاں آسان ہوگئیں۔ پھر عرض کی: مجھے فرعون، اس کے کفر و شرک اور ظلم سے نجات دے اور مجھے فرعون کے دین والے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما، چنانچہ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور ان کی روح قبض فرمائی گئی۔ اہم باتیں: (1) جنت میں وہ گھر زیادہ درجے والا ہے جس میں بندے کو اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ ہو۔ (2) اللہ کی محبت میں اس سے ملاقات کے شوق میں موت کی تمنا و دعا کرنا جائز ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنا، مشکلات میں اس سے خلاصی کا سوال کرنا نیک بندوں کی سیرت ہے۔

آیت 12 اللہ تعالیٰ نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو مثال بنادیا جنہوں نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی اور کسی مرد نے آپ کو نہیں چھوا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور اس نے اپنے رب عزوجل کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔ یہاں رب عزوجل کی باتوں سے وہ شرعی احکام مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے اور کتابوں سے وہ کتابیں مراد ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہوئی تھیں۔ اہم باتیں: (1) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے سوا کسی عورت کا نام قرآن مجید میں نہیں آیا۔ (2) آپ رضی اللہ عنہا جنت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواج میں سے ہوں گی۔ (3) پھونک حضرت جبریل علیہ السلام نے ماری اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے پھونکا، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا کام درحقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ (4) فیض دینے کے لئے دم کرنا فرشتوں کی سنت ہے۔ مشائخ کے دم درود کی اصل یہ آیت کریمہ ہے نیز کثیر احادیث صحیحہ سے بھی دم کرنا ثابت ہے۔ (5) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی پیدائش روح الامین کی پھونک سے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُۙ۝ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضے میں ہی ساری بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ۝ وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا

**سورۂ ملک کا تعارف** ﴾ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 30 آیتیں ہیں۔ اس سورت کے متعدد نام ہیں جیسے اس کی پہلی آیت میں ملک یعنی سلطنت اور بادشاہت کا ذکر ہے اس مناسبت سے اسے سورۂ ملک کہتے ہیں۔ اس کی پہلی آیت کے شروع میں لفظ "تَبٰرَكَ" ہے اس مناسبت سے اسے سورۂ تبارک کہتے ہیں۔ یہ سورت عذابِ قبر سے نجات دینے والی، عذاب سے بچانے والی اور عذاب کو روکنے والی ہے اس لئے اسے سورۂ مُنْجِیَہ، سورۂ واقیہ اور سورۂ مانعہ کہتے ہیں۔ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کے بارے میں جھگڑا کرے گی اس لئے اسے سورۂ مُجادِلہ کہتے ہیں اور یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی اس لئے اسے سورۂ شافعہ کہتے ہیں۔ فضائل: (1) ارشاد فرمایا: یہ سورت عذابِ قبر کو روکنے والی اور اس سے نجات دینے والی ہے۔ (ترمذی، حدیث:2899) (2) ارشاد فرمایا: قرآنِ پاک میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے، وہ اپنی تلاوت کرنے والے کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے گا۔ وہ سورت "تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ" ہے۔ (ابوداؤد، حدیث:1400) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، وحدانیت، سلطنت اور قدرت کا بیان، حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت، قرآن کی حقانیت، حشر ونشر اور قیامت کے دن اعمال کی جزاء وسزا کو انتہائی مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ کفارِ مکہ کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ان سے پہلے کافر بھی اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرتے تھے۔ سورت کے آخر میں مومن اور کافر کا حال واضح کرنے کے لئے الٹا چلنے والے اور سیدھا چلنے والے کی ایک مثال بیان فرمائی گئی اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جھٹلانے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا۔

**آیت 1** ﴾ فرمایا: بڑی برکت والا ہے وہ خدا جس کی رحمتیں، برکتیں اور مہربانیاں تمام مخلوق پر جاری ہیں اور مخلوق کی ابتدا سے لے کر ابدالآباد تک اس کی برکتوں، رحمتوں کا فیضان جاری ہے۔ یونہی وہ بادشاہِ حقیقی اپنی ذات اور صفات میں اور افعال میں مخلوق کی فانی، جسمانی، عارضی، محدود صفات سے پاک ہے کہ خدا کی صفات ابدی ازلی، دائمی، ذاتی اور لامحدود ہیں اور اسی خدا کے قبضۂ قدرت میں ساری کائنات کی ابدی حقیقی بادشاہی ہے اور تمام کاموں میں ہر طرح کا تصرف اسی کے اختیار میں ہے، لہٰذا وہ جس چیز کا چاہے حکم دے اور جس چیز سے چاہے منع کردے، جسے چاہے زندگی دے اور جسے چاہے موت دے، جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، جسے چاہے غریب بنادے اور جسے چاہے امیر کردے، الغرض وہ ہر اس چیز پر قادر ہے جو اس کی قدرت کے تحت آنے کے لائق ہے۔

**آیت 2** ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا تاکہ دنیا کی زندگی میں وہ اپنے احکامات اور

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہی بہت عزت والا، بہت بخشش والا ہے ○ وہ جس نے ایک دوسرے کے اوپر

طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ

سات آسمان بنائے (اے بندے!) تو رحمٰن کے بنانے میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا پس تو نگاہ اٹھا کر دیکھ، کیا تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ ○ پھر

ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

دوبارہ نگاہ اٹھا کر دیکھ، نگاہ تیری طرف ناکام ہو کر تھکی ماندی پلٹ آئے گی ○ اور ضرور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے

ممنوعات کے ذریعے تمہاری آزمائش کرے کہ کون زیادہ فرمانبردار، مخلص اور شریعت کے مطابق عمل کرنے والا ہے اور خدا ہی حقیقی عزت اور سچے غلبے والا ہے، کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا اور جو توبہ کرے اسے بخشنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) موت (انسانوں اور حیوانوں میں) روح کے جسم سے جدا ہو جانے اور حواس کی طاقت زائل ہو جانے کا نام ہے جبکہ زندگی جسم میں روح کے وجود کے ساتھ حواس کی طاقت باقی رہنے کا نام ہے اور پیدا کرنے سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو وجود بخشا، اس سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے کیونکہ محض عدمی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ (2) زندگی اور موت کے نظام کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے معاملے میں ہماری جانچ ہو جائے کہ ہم میں سے کون اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور کیسی اطاعت کرتا ہے۔ درس: دنیا ختم ہونے والی اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ فانی دنیا کی خاطر دائمی آخرت کا نقصان کرنا سراسر نادانی ہے۔

آیت 3، 4 ﴾ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار میں سے یہ ہے کہ اس نے کسی سابقہ مثال کے بغیر ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان بنائے۔ اور ایک آسمان کا فاصلہ دوسرے آسمان سے کئی سو برس کی راہ ہے۔ تو اے بندے! تو اللہ تعالیٰ کے بنانے میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا بلکہ انہیں مضبوط، درست، برابر پائے گا۔ تو آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ تاکہ تو اپنی آنکھوں سے اس خبر کے درست ہونے کو دیکھ لے، پھر دوبارہ نگاہ اٹھا اور بار بار دیکھ، ہر بار نگاہ تیری طرف ناکام ہو کر تھکی ماندی پلٹ آئے گی کہ وہ ان میں کوئی خلل اور عیب نہ پا سکے گی۔ اہم بات: سائنس جس قدر ترقی کر رہی ہے، اسی قدر کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی جامعیت و کاملیت دکھ رہی ہے۔ کائنات میں زمین و آسمان، ستاروں، کہکشاؤں، ہواؤں، سمندروں، دریاؤں، بارشوں، چشموں، زیر زمین پانی کے ذخیروں، پہاڑوں، سونے چاندی اور دھاتوں کی کانوں، زیر زمین تغیرات، نہ دکھائی دینے والی لہروں، جاندار وں کی پیدائش وغیرہا کے کروڑوں نظام چل رہے ہیں جن میں معمولی سا خلل بھی آجائے تو بہت بڑی تباہی مچ جائے لیکن خالق کائنات ان تمام نظاموں کو انتہائی حکمت سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم

آیت 5 ﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک اور دلیل بیان فرمائی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے نیچے کے آسمان کو ستاروں سے آراستہ کیا اور ان ستاروں کو شیطانوں کے لیے مارنے کا ذریعہ بنایا کہ جب شیاطین آسمان کی طرف فرشتوں کی گفتگو سننے اور باتیں چرانے پہنچیں تو ستاروں سے شعلے اور چنگاریاں نکلیں جن سے انہیں مارا جائے اور اللہ تعالیٰ نے ان شیاطین کے لیے دنیا میں جلنے کے

بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُومًا لِّلشَّيٰطِينِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ۝ وَلِلَّذِينَ

زینت دی اور انہیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنایا اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے ۝ اور جنہوں نے

كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ اِذَآ اُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا

اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ۝ جب وہ کفار جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اس کی چنگھاڑ سنیں گے

شَهِيقًا وَّهِيَ تَفُورُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ

اور وہ جوش مار رہی ہوگی ۝ معلوم ہوتا ہے کہ غضب سے پھٹ جائے گی، جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا تو اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے،

خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝ قَالُوا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا

کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا؟ ۝ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، بیشک ہمارے پاس ڈر سنانے والے تشریف لائے پھر ہم نے (انہیں) جھٹلایا

وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ كَبِيرٍ ۝ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ

اور ہم نے کہا: اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو بڑی گمراہی میں ہی ہو ۝ اور وہ کہیں گے: اگر ہم سنتے یا سمجھتے

جو آخرت میں بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

آیت 6 ✽ فرمایا کہ بھڑکتی آگ کا عذاب شیطانوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ انسانوں اور جنوں میں سے جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے ہم نے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ کہ وہ جگہ بھی تکلیف دہ، وہاں کا کھانا پانی بھی تکلیف دہ، سانپ بچھو تکلیف دہ۔ غرض یہ کہ اس میں ہر تکلیف جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے معمولی سے عذاب سے بھی محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آیت 7 ✽ فرمایا کہ جب کفار جہنم میں ڈالے جائیں گے تو وہ گدھے کی آواز کی طرح جہنم کی خوفناک چنگھاڑ سنیں گے اور اس وقت جہنم ایسے جوش مارتی ہوگی جیسے پانی ہنڈیا میں جوش مارتا ہے۔ اہم بات: قیامت کے دن جنتی اگرچہ پل صراط پر سے گزریں گے لیکن ان کی حالت ان پر یہ الٰہی مہربانی ہوگی کہ وہ جہنم کی ہلکی آواز بھی نہ سنیں گے۔ دعا: اے اللہ! ہمیں بھی ان جنتیوں میں شامل کر دے۔ آمین

آیت 8-10 ✽ فرمایا کہ جہنم کفار پر غضبناک ہوگی اور یوں لگے گا جیسے غضب کی شدت کی وجہ سے جہنم ابھی پھٹ جائے گی۔ معلوم ہوا کہ جہنم میں احساس ہے اور وہ غضب بھی کرتی ہے۔ آیت میں مزید فرمایا کہ جب بھی کفار کا کوئی گروہ جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم کے داروغہ حضرت مالک علیہ السلام اور ان کے مددگار فرشتے ان سے پوچھیں گے: اے کافرو! کیا دنیا میں تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا جو تمہارے سامنے تمہارے رب عزوجل کی آیات پڑھتا، تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتا اور عذاب کا خوف دلاتا۔ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، بیشک ہمارے پاس ڈر سنانے والے خدائی احکام اور عذاب کی وعیدیں سنانے کے لئے تشریف لائے، لیکن ہم نے انہیں جھٹلایا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی پیغام نہیں اتارا، اے ہمیں ڈرانے والو! تم تو بڑی گمراہی میں ہی ہو۔ جہنم کے خازن کافروں سے کہیں گے:

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۟

یا وہ کون سا تمہارا لشکر ہے جو رحمٰن کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا؟ کافر صرف دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ۟ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ

یا وہ کون ایسا ہے جو تمہیں روزی دے اگر اللہ اپنی روزی روک لے؟ بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں ڈھیٹ بن گئے ہیں۔ تو کیا وہ جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے

اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۟ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ

وہ زیادہ راہ پر ہے یا وہ جو سیدھا سیدھی راہ پر چلے؟ تم فرماؤ: وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لئے

ہوتے ہیں۔ پرندوں میں یہ صلاحیت خدا ہی نے پیدا کی ہے۔ اسی طرح فی زمانہ ہوا میں محو پرواز ہوائی جہازوں کو مشینیں، انجن گرنے سے نہیں بچاتے بلکہ انہیں بھی حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی گرنے سے بچاتا ہے کہ اسی نے ہوا و فضا کو ایسا پیدا فرمایا ہے اور مشینیں بنانے والے دماغ بھی خدا ہی نے پیدا کئے ہیں اور ان اسباب کے پیچھے مؤثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ وہ چاہے تو ہوا اڑانے کی بجائے، گرانے والی بن جائے۔

**آیت 20** کفار دو چیزوں پر اعتماد کرتے ہوئے ایمان قبول کرنے سے انکار کرتے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی رکھتے تھے۔ (1) مال اور افرادی قوت (2) ان کا یہ عقیدہ کہ بت ان تک بھلائیاں پہنچاتے ہیں اور ان سے نقصانات دور کرتے ہیں۔ اس آیت میں پہلی چیز کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اے کافرو! اگر اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو تمہارا وہ کون سا لشکر ہے جو رحمٰن کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور تم سے عذاب دور کرے گا؟ بیشک تمہارا کوئی مددگار نہیں اور کافر صرف شیطان کے فریب میں ہیں کہ ان پر عذاب نازل نہ ہوگا۔

**آیت 21** اس آیت میں دوسری چیز کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے کافرو! اگر اللہ تعالیٰ اپنا رزق اور اس کے پہنچنے کے اسباب (جیسے بارش یا دھوپ وغیرہ) روک لے تو ایسا کون ہے جو تمہیں کھلائے اور پلائے گا؟ کفار کا حال تو یہ ہے کہ انہوں نے ان نصیحتوں سے اثر نہیں لیا بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں ڈھیٹ بن گئے ہیں اسی وجہ سے وہ حق سے قریب نہیں ہوتے۔ اہم بات: ساری مخلوق کو حقیقی طور پر رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا وہی رازقِ حقیقی عبادت کا حق دار ہے۔

**آیت 22** ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلے اور نہ آگے دیکھے نہ پیچھے، نہ دائیں دیکھے نہ بائیں، وہ زیادہ راہ پر ہے یا وہ شخص جو راستے کو دیکھتے ہوئے سیدھی راہ پر سیدھا چلے جو منزلِ مقصود تک پہنچانے والی ہے۔ اس مثال کا مقصود یہ ہے کہ کافر گمراہی کے میدان میں اس طرح جاتا ہے کہ نہ اسے منزل معلوم اور نہ وہ راستہ پہچانے جبکہ مومن آنکھیں کھولے راہِ حق دیکھتا اور پہچانتا چلتا ہے۔ یہ تو کافر اور مومن کی دنیوی مثال ہے جبکہ آخرت میں کافر کو چہرے کے بل جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

**آیت 23** فرمایا، لوگوں سے فرماؤ کہ خدا وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور اس نے تمہارے لئے کان بنائے تاکہ تم سنو اور آنکھیں

وَ قِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝۲۷ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِيَ

اور (ان سے) کہا جائے گا: یہ ہے وہ عذاب جو تم مانگتے تھے۔ تم فرماؤ: بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردے

اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۲۸ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيْهِ

یا ہم پر رحم فرمائے تو وہ کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے بچالے گا؟ تم فرماؤ: وہی رحمٰن ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے

تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۲۹ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا

اسی پر بھروسہ کیا تو تم جلد جان جاؤ گے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے؟ تم فرماؤ: بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے

فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝۳۰

تو وہ کون ہے جو تمہیں نگاہوں کے سامنے بہتا ہوا پانی لادے؟

کافروں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے اور ان کی صورتیں خراب ہو جائیں گی اور جہنم کے فرشتے ان سے کہیں گے یہ وہ عذاب ہے جو تم مذاق کے طور پر تم مانگتے تھے، دیکھ لو یہ ہے وہ عذاب جس کی تمہیں طلب تھی۔

آیت ۲۸ کفارِ مکہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات کی آرزو رکھتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! ان کفار سے فرمادیں کہ ہمارے لئے زندگی اور موت دونوں ہی بہتر ہیں کہ تمہاری آرزو کے مطابق اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو وفات دیدے تو (اس میں ہمارا فائدہ ہے کہ) ہم جنت میں چلے جائیں گے اور موت نہ دے بلکہ ہماری مدد فرما کر ہم پر رحم فرمائے اور ہماری عمریں دراز کردے تو بھی بہتر ہے۔ دونوں صورتوں میں فائدہ ہمارا ہی ہے اب تم بتاؤ کہ وہ کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب سے بچالے گا؟ تمہیں تو اپنے کفر کے سبب ضرور عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جس موت کے بعد رحمت وجنت مل جائے وہ موت بھی رحمت ہے اور جس زندگی کے بعد عذاب، جہنم میں داخلہ ہو وہ زندگی بھی مصیبت ہے۔

آیت ۲۹ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرمادیں کہ جس کی طرف ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی کی عبادت کرتے ہیں، ہم نے اسی پر تمام امور میں بھروسہ کیا اور جب تم پر عذاب نازل ہوگا تو تم جلد جان جاؤ گے کہ ہم گمراہی میں تھے یا تم؟

آیت ۳۰ فرمایا کہ اے حبیب! مشرکوں سے پوچھیں کہ اگر تمہارا پانی زمین کی گہرائی میں دھنس جائے تو کون ہے جو نگاہوں کے سامنے بہتا ہوا پانی تمہارے پاس لے آئے۔ اس کے جواب میں وہ ضرور کہیں گے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے تو اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ وہ بت جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے تم انہیں کیوں عبادت میں اس قادرِ برحق کا شریک کرتے ہو؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ۝۱ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ۝۲

نٓ، قلم اور اس کی قسم جو لکھتے ہیں ○ تم اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں ہو ○

سورۂ قلم کا تعارف: * یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں 2 رکوع اور 52 آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم ارشاد فرمائی، اس مناسبت سے اس کا نام ”سورۂ قلم“ رکھا گیا۔ اس سورت کا ایک نام ”سورۂ نون“ بھی ہے اور یہ نام اس سورت کی پہلی آیت کی ابتدا میں مذکور حرف ”ن“ کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ خلاصۂ مضامین: کافروں نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے انہیں مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے قلم اور اس کے لکھے ہوئے کی قسم ذکر کر کے کفار کے الزام کی نفی فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بے انتہا اجر و ثواب ملنے اور آپ کے عظمت و بزرگی والے اخلاق کا ذکر فرمایا۔ کفار کے سامنے ایک باغ والوں کی مثال بیان کی گئی، پھر کفار و مسلمین کا تقابل بیان کیا گیا۔ کفار کی ایذاؤں پر صبر کرنے اور حکمِ الٰہی کے تک، پیروی کرنے کی تلقین کی گئی، حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا۔ سورت کے آخر میں کفار کے حسد و عناد کا ذکر کیا گیا اور فرمایا گیا کہ قرآن یا سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام جہانوں کیلئے شرف کا باعث ہیں۔

آیت 1: * ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے لوگ لکھتے ہیں اور ”ان کے لکھے“ سے مراد لوگوں کی دینی تحریریں ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے فرشتے لکھتے ہیں اور ”ان کے لکھے“ سے بنی آدم کے اعمال کے نگہبان فرشتوں کا لکھا مراد ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس قلم سے وہ قلم مراد ہے جس سے لوحِ محفوظ پر لکھا گیا، یہ نوری قلم ہے اور ”ان کے لکھے“ سے لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا مراد ہے۔ اس قلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوحِ محفوظ پر قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ دیئے ہیں۔

آیت 2: * کفار نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں (گستاخی کرتے ہوئے) کہا تھا اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے بیشک تم مجنون ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قسم ارشاد فرما کر ان کی تردید فرمائی کہ اے حبیب! قلم اور ان کے لکھے کی قسم! آپ مجنون نہیں ہیں کیونکہ آپ پر آپ کے رب تعالیٰ کا فضل ہے، اس نے آپ کو نبوت اور حکمت عطا کی، مکمل فصاحت، کامل عقل، پاکیزہ خصائل عطا کئے، مخلوق کے جس قدر کمالات ہونا ممکن ہیں وہ سب علی وجہ الکمال عطا فرمائے اور ہر عیب سے آپ کو پاک رکھا۔ ان اوصاف و کمالات کے ہوتے ہوئے آپ مجنون کیسے ہو سکتے ہیں؟ اہم باتیں: (1) دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام سے کفار نے جاہلانہ گفتگو کی تو ان مقدس ہستیوں نے اپنے عظیم حلم اور فضل سے ان کافروں کو جوابات دیئے، لیکن حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق

وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍۚ(۳) وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ(۴) فَسَتُبْصِرُ وَ یُبْصِرُوْنَۙ(۵)

اور یقیناً تمہارے لیے ضرور بے انتہا ثواب ہے۔ اور بیشک تم یقیناً عظیم اخلاق پر ہو۔ تو جلد ہی تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔

بِاَىیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ(۶) اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ۪ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ(۷)

کہ تم میں کون مجنون تھا۔ بیشک تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے اسے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ ہدایت والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

کفار نے گستاخی کی تو خود رب العالمین نے اس کا جواب دیا۔ (2) کفار کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مجنون کہنا، ان کے بغض و عداوت کا اظہار تھا کیونکہ مجنون وہ ہوتا ہے جس کی عقل سلامت نہ رہے جبکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اقوال، افعال، تعلیمات اور دیگر امور سے عقل و دانش اور علم و حکمت کا ایسا کمال ظاہر ہوتا ہے کہ کسی بشر میں اس کی مثال ملنا ممکن نہیں۔

﴿آیت 3﴾ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! بیشک تمہارے لیے رسالت کی تبلیغ، نبوت کے اظہار، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور اس دوران ان سب ہونے والی تکلیفوں، اقوال اور طعنوں پر صبر کرنے کا بے انتہا ثواب ہے لہٰذا کفار جو آپ کی طرف جنون کی نسبت کرتے ہیں آپ اسے خاطر میں نہ لائیے اور رسالت کی تبلیغ کے اہم کام کو جاری رکھئے۔ اہم باتیں: (1) تمام مسلمانوں کی نیکیوں کا ثواب اضافے در اضافے کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا ہے۔ (2) نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی سے اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم زیادتی کرنے والوں کے عمل پر حلم اور صبر کا مظاہرہ کرتے اور ان سے درگزر فرماتے تھے۔

﴿آیت 4﴾ یہ آیت گویا کہ "مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ" کی تفسیر ہے کیونکہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قابلِ تعریف اخلاق اور پسندیدہ افعال آپ کی ذاتِ مبارکہ سے ظاہر تھے اور جس کی ایسی شان ہو اس کی طرف جنون کی نسبت کرنا درست نہیں۔ اہم باتیں: (1) اچھے اخلاق وہ خوبیاں ہیں جو انسان سے بغیر مشقت کے صادر ہوں۔ مجبوری یا مشقت سے جو اچھا کام کریں وہ اچھے تو ہے لیکن اسے اخلاق نہیں کہتے۔ (۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ میں رحمت و شفقت، جود و سخاوت، حلم و عفو، صبر و شکر، توکل، قناعت، تسلیم و رضا، اعتدالِ طبیعت، سلامتیِ فطرت، کمالِ جامعیت، نفاستِ مزاج، غلبۂ جمال، حسنِ جلال اور ہر خوبی و کمال اس قدر رعنائی و دلکشی کے ساتھ موجود ہے کہ اس سے بڑھ کر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور یہ تمام اخلاقِ حسنہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت کے مطالعہ سے روشن و واضح ہیں۔

﴿آیت 5، 6﴾ ارشاد فرمایا کہ اے پیارے حبیب! جب دنیا میں ان پر آپ کے معاملے کی حقیقت ظاہر ہوگی اور آپ کفار کو قتل کرکے اور ان کے مال بطورِ غنیمت حاصل کرکے ان پر غالب ہوں گے اور جب قیامت کے دن حق باطل سے ممتاز ہو جائے گا تو آپ بھی جان جائیں گے اور کفارِ مکہ بھی جان لیں گے کہ جنون آپ پر تھا یا وہ خود مجنون تھے۔

﴿آیت 7﴾ فرمایا، اے پیارے حبیب! آپ کا رب عزوجل ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو حقیقت میں مجنون ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو میرے راستے سے بہک گئے کیونکہ انہوں نے اپنی عقلوں سے فائدہ نہیں اٹھایا اور آپ کا رب عزوجل ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو در حقیقت عقلمند ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو میرے راستے پر ہیں۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ وَلَا تُطِعْ

تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا○ انہوں نے تو یہ خواہش رکھی کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں○ اور ہر ایسے آدمی کی بات نہ سننا

كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ

جو بہت قسمیں کھانے والا، ذلیل○ سامنے سامنے بہت طعنے دینے والا، چغلی کے ساتھ ادھر ادھر بہت پھرنے والا○ بھلائی سے بڑا روکنے والا،

آیت 9، 8 ﴿ مشرکین مکہ کی خواہش تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دین میں کچھ نرمی کریں کہ بتوں کی پوجا کرنے کو غلط نہ کہیں تو ہم بھی یہ بات مان کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معاملے میں نرمی کر لیں گے۔ اس پر فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جھٹلانے والوں کی مداہنت کے متعلق ایسی بات نہ سننا۔ اہم بات: مداہنت یہ ہے کہ اپنی دنیاوی خاطر دین کے احکام میں خلاف ورزی برتنا جیسے اپنی کی وجہ سے یا کسی کے مرتبے کی رعایت کرتے ہوئے اسے برائی سے منع نہ کرنا یا منع کرنے پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں اس کی برائی کو دل میں برا نہ جاننا۔ درس: دین کے معاملے میں پختگی اور استقامت ضروری ہے۔ خلاف شریعت کام میں رضا کی خاموشی ایمان کی کمزوری اور کئی صورتوں میں مداہنت میں داخل ہے۔ امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی میدان کربلا میں شہادت، استقامت کے اظہار اور مداہنت سے انکار کی عظیم مثال ہے۔ یونہی ائمہ دین جیسے امام اعظم ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما نے حق بیان کرنے کی خاطر شدید ترین تکلیفیں اٹھائیں اور بزرگانِ دین کا ہمیشہ یہی شیوہ رہا ہے۔

آیت 10 ﴿ کافروں کے متعدد عیوب بیان کر کے دوبارہ ان کی بات ماننے سے منع کیا گیا ہے۔ اس آیت میں دو عیب بیان کئے گئے ہیں۔ وہ "حلاف و مہین" ہے۔ یعنی حق اور باطل دونوں طرح کے معاملات میں بہت زیادہ قسمیں کھانے والا اور ذلیل ہے۔ زیادہ قسمیں اور جھوٹی قسمیں کھانے والا لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہوتا ہے۔ اہم بات: جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت سے لے کر آیت نمبر 16 تک جو مذموم اوصاف بیان کئے گئے یہ ولید بن مغیرہ کے ہیں، جبکہ بعض مفسرین نے دیگر کئی کافروں کے نام ذکر کئے ہیں۔ درس: بات بات پر اللہ تعالیٰ کی یا قرآن کی قسمیں نہیں کھانی چاہئیں۔

آیت 11-13 ﴿ ان تین آیتوں میں سات عیب بیان کئے گئے ہیں: (1) وہ "ھماز" ہے، یعنی جو لوگوں کے سامنے ان کے کثرت عیب نکالنے یا بہت طعنے دینے۔ (2) وہ چغلی کے ساتھ ادھر ادھر بہت پھرنے والا ہے۔ چغلی کی تعریف یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے کے لئے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا۔ (3) وہ بھلائی سے بڑا روکنے والا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ (ایسا) بخیل ہے کہ نہ خود نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے اور نہ دوسرے کو نیک کاموں میں خرچ کرنے دیتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بھلائی سے روکنے سے مقصود اسلام سے روکنا ہے۔ (4) لوگوں پر ظلم کرنے میں حد سے بڑھنے والا ہے۔ (5) سخت گنہگار ہے۔ (6) وہ طبعی طور پر بدمزاج اور بدزبان ہے (7) اس کا نسب وہ نہیں جو وہ بیان کرتا ہے۔ ایسے شخص سے خبیث افعال کے صادر ہونے میں کیا تعجب ہے۔ اہم بات: اس سے تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت، شان محبوبیت اور بارگاہ الٰہی میں آپ کا مقام معلوم ہوتا ہے کہ ولید نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایک جھوٹا کلمہ کہا تھا کہ (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجنون ہیں، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس کے وہ عیوب ظاہر فرما دیئے جو واقعی اس میں موجود تھے۔ یہاں تک 9

مُعْتَدٍ اَثِیْمٍۙ(۱۲) عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍۙ(۱۳) اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِیْنَؕ(۱۴) اِذَا تُتْلٰى

حد سے بڑھنے والا، بڑا گناہگار۔ سخت مزاج، اس سے بعد اس کی اصل میں خطا ہے۔ اس بنا پر (بات نہ مانو) کہ وہ مال اور بیٹوں والا ہے۔ جب

عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ(۱۵) سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ(۱۶) اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ

ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں۔ قریب ہے کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ دیں گے۔ بیشک ہم نے انہیں آزمایا

عیب بیان ہوئے جبکہ دسویں عیب کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔

**آیت 14، 15** اس آیت کا تعلق اس سورت کی آیت نمبر 10 سے بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ان عیبوں کے ہونے کے ساتھ آپ اس کافر کی بات نہ مانیں کہ وہ مالدار اور بیٹوں والا ہے۔ اور اس آیت کا تعلق اس کے بعد والی آیت سے بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا معنی یہ ہوگا کہ وہ کافر مال اور اولاد والا ہے، تو اسے چاہئے تھا کہ ان نعمتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا اور ایمان لاتا لیکن اس لعین نے شکر کرنے کی بجائے مال اور اولاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرنا شروع کر دیا اور جب اس کے سامنے قرآن پاک کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ اگلوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں۔ اس صورت میں یہ ولید بن مغیرہ کا دسواں عیب بنتا ہے جبکہ مجموعی طور پر آیت نمبر 8 سے لے کر یہاں تک سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دشمنوں کے 10 سے زیادہ عیب بیان کئے گئے ہیں۔

**آیت 16** اس آیت میں اس کافر کے لئے وعید بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم اس کی سور کی سی تھوتھنی پر داغ لگا دیں گے اور اس کی بدباطنی کی علامت اس کے چہرے پر نمودار کر دیں گے تاکہ یہ اس کیلئے عار کا سبب ہو۔ اہم بات: یہ خبر دنیا میں اس طرح پوری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے عیوب بیان کر کے اسے ایسا ذلیل و رسوا کیا کہ جس طرح داغ کبھی ختم نہیں ہوتا اور آخرت میں یہ خبر اس طرح پوری ہوگی کہ جہنم میں داخل کرنے سے پہلے اس کے چہرے کو سیاہ کر دیا جائے گا یا اللہ تعالیٰ اس کی ناک پر ایسی علامت بنا دے گا جس سے اہلِ محشر پہچان لیں گے کہ یہی وہ کافر ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عداوت رکھنے میں پیش پیش تھا۔

**آیت 17** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے کفارِ مکہ کو مال اور دولت شکر ادا کرنے کے لئے دی تھی تو جب انہوں نے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دشمنی کر کے ناشکری کا راستہ اپنایا تو ہم نے کفارِ مکہ کو بھوک اور قحط کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کر دیا جیسے باغ والوں کو کیا تھا۔ اہم بات: اس آیت میں جس باغ کی مثال دی گئی ہے اس باغ کا مرضی والا تھا جس کا مالک ایک نیک مرد تھا اور اس کی عادت تھی کہ جب باغ میں جاتا تو فقراء کو بلا لیتا اور تمام گرے پڑے پھل فقراء لے لیتے۔ پھر باغ میں بستر بچھا دیئے جاتے اور جب پھل توڑے جاتے تو جتنے پھل بستر پر گرتے وہ بھی فقراء کو دے دیئے جاتے اور جو خالص اپنا حصہ ہوتا اس سے بھی دسواں حصہ فقراء کو دے دیتا۔ اسی طرح کھیتی کاٹتے وقت بھی اس نے فقراء کے حقوق مقرر کئے ہوئے تھے۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے تین بیٹے وارث ہوئے۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ مال قلیل ہے اور کنبہ بہت زیادہ ہے اس لئے اگر ہم بھی خیرات جاری رکھیں گے تو تنگ دست ہو جائیں گے۔ اس پر انہوں نے آپس میں مل کر قسمیں کھائیں کہ صبح لوگوں کے اٹھنے سے پہلے ہی باغ میں چل کر پھل توڑ لیں گے تاکہ مسکینوں کو خبر نہ ہو۔

كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿١٧﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾

جیسے باغ والوں کو جانچا تھا جب انہوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے اس باغ کو کاٹ لیں گے○ اور ان شاء اللہ نہیں کہہ رہے تھے○

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾

تو اس باغ پر تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا پھیری کر گیا جبکہ وہ سو رہے تھے○ تو صبح کے وقت وہ باغ سیاہ رات کی طرح ہو گیا○

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَانْطَلَقُوْا

پھر انہوں نے صبح ہوتے ایک دوسرے کو پکارا○ کہ اگر تم کاٹنا چاہتے ہو تو صبح سویرے اپنی کھیتی پر چلو○ تو وہ چلے

وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى

اور آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے○ کہ ہرگز آج کوئی مسکین تمہارے پاس باغ میں آنے نہ پائے○ اور وہ خود کو روکنے پر

حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾

قادر سمجھتے ہوئے صبح سویرے چلے○ پھر جب انہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے: بیشک ہم ضرور راستہ بھٹک گئے ہیں○ بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں○

قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾

ان میں جو بہتر تھا اس نے کہا: کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟○ انہوں نے کہا: ہمارا رب پاک ہے، بیشک ہم ظالم تھے○

**آیت 18-32** ﴾ ان 15 آیات میں اس واقعے کا بقیہ حصہ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے صبح سویرے پھل توڑنے کی قسم کھائی اور ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ پھر یہ لوگ تو قسمیں کھا کر سو گئے اور اس باغ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے رات میں ایک آگ آئی جو اسے تباہ کر گئی اور صبح کے وقت تک وہ باغ جل کر سیاہ رات کی طرح ہو گیا۔ یہ صبح سویرے اٹھے اور ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اگر تم باغ کا پھل کاٹنا چاہتے ہو تو صبح منہ اندھیرے اپنے باغ کی طرف چلو۔ چنانچہ وہ اپنے باغ کی طرف چلے اور اس دوران آپس میں آہستہ آہستہ کہتے جاتے تھے کہ آج کوئی مسکین تمہارے باغ میں نہ آنے پائے اور وہ خود کو اس ارادے پر قادر سمجھتے ہوئے صبح سویرے باغ کی طرف روانہ ہوئے لیکن جب باغ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ باغ تو سارا جل چکا ہے اور اس میں پھل کا نام و نشان تک نہیں۔ یہ دیکھ کر کہنے لگے: یقیناً ہم کسی اور باغ پر پہنچ گئے ہیں کیونکہ ہمارا باغ تو بہت پھل دار ہے لیکن جب غور کیا تو پہچان لیا کہ یہ ان کا اپنا باغ ہے۔ پھر سمجھ آئی کہ یہ تو خدا کی طرف سے سزا ہے۔ اس پر شرمندہ ہو کر کہنے لگے: ہم راستہ نہیں بھولے بلکہ حق دار مسکینوں کو روکنے کی نیت کر کے ہم خود اس کے پھل سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان میں سے جو عقلمند تھا اس نے کہا: کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے یعنی مسکینوں کا حق مارنے کا نہ سوچو اور خدا کو یاد کرو اور ایسے برے منصوبے نہ بناؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرو!؟ اس پر سب نے کہا: ہمارا رب عزوجل پاک ہے، بیشک ہم ظالم تھے، اور اس وقت وہ ملامت کرتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور آخر کار ان سب نے اعتراف کیا کہ ہم حد سے تجاوز کرتے تھے، کہنے لگے: ہائے ہماری خرابی،

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِیْنَ ۝ عَسٰى رَبُّنَاۤ

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف ملامت کرتے ہوئے متوجہ ہوئے ۝ بولے: ہائے ہماری خرابی! بیشک ہم سرکش تھے ۝ امید ہے کہ ہمارا رب

اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

ہمیں اس سے بہتر بدل دے، یقیناً (اب) ہم اپنے رب کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں ۝ سزا ایسی ہی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی سزا

اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝

سب سے بڑی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر لوگ جانتے ۝ بیشک ڈر والوں کے لیے ان کے رب کے پاس چین کے باغ ہیں ۝

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ۝ مَا لَكُمْ ۫ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ

تو کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کردیں ۝ تمہیں کیا ہوا؟ کیسا حکم لگاتے ہو؟ ۝ کیا تمہارے لیے کوئی کتاب ہے جس میں

بے شک ہم سرکش تھے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر نہ کیا اور اپنے باپ دادا کے نیک طریقے کو چھوڑ دیا، امید ہے کہ ہمارا رب عزوجل ہمیں اس سے بہتر بدل دے، اب ہم اپنے رب عزوجل کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔ ان لوگوں نے سچے دل سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے بدلے اس سے بہتر باغ عطا فرما دیا جس میں کثیر پیداوار ہوتی۔

آیت 33 ﴿ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو اپنے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا کہ اے کفار مکہ! جس طرح ہم نے باغ والوں کے ساتھ کیا اسی طرح جو ہماری حدوں سے تجاوز کرے اور ہمارے حکم کی مخالفت کرے اس کے لئے بھی ہماری سزا ایسی ہی ہوتی ہے، لہٰذا ہوش میں آؤ اور اپنا انجام خود سوچ لو کہ یہ تو دنیا کی سزا ہے اور بیشک آخرت کی سزا سب سے بڑی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر لوگ آخرت کے عذاب کو جانتے اور ہمارے حکم کی فرمانبرداری کرتے۔

آیت 34 ﴿ ارشاد فرمایا کہ متقیوں یعنی کفر اور گناہوں سے بچنے والوں کے لئے آخرت میں ان کے رب عزوجل کے پاس ایسے باغات ہیں جن میں صرف نعمتیں ہی ہیں اور وہ دنیا کی نعمتوں کی طرح بدمزہ ہونے اور زائل ہونے کے خوف سے پاک ہیں۔

آیت 35، 36 ﴿ شانِ نزول: جب اوپر والی آیت نازل ہوئی تو مشرکین نے مسلمانوں سے کہا کہ جس طرح ہمیں دنیا میں آسائش حاصل ہے اسی طرح اگر ہم مرنے کے بعد پھر اٹھائے بھی گئے تو آخرت میں بھی ہم تم سے اچھے رہیں گے اور ہمارا ہی درجہ بلند ہوگا، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا کہ کیا ہم قیامت کی نجات اور جنت کے درجات کے معاملے میں مسلمانوں کو کافروں جیسا کردیں گے؟ ہرگز نہیں، نجات اور جنت صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔ تمہیں کیا ہوا کہ ایسی بات کہتے ہو اور قیامت کی جزا و سزا پر ایسے خود ساختہ فیصلے کررہے ہو۔ اہم بات: اس سے معلوم ہوا کہ کافر اور مسلمان برابر نہیں بلکہ یہ دو الگ الگ قومیں ہیں۔

آیت 37، 38 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کے انعامات میں مسلمانوں اور کافروں کو برابر سمجھنے والو! کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فرشتہ تمہارے پاس ایسی کتاب لے کر نازل ہوا ہے جس میں لکھا ہو کہ تمہارے لئے (قیامت کے دن) وہ سب کچھ ہے جو تم پسند کرو اور اس میں سے پڑھ کر تم یہ بات کہتے ہو؟ مراد یہ کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔

وَ قَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَ هُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِیْ وَ مَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

اور بیشک انہیں (دنیا میں) سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جبکہ وہ تندرست تھے ○ تو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اسے مجھ پر چھوڑ دو،

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِیْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾

عنقریب ہم انہیں آہستہ آہستہ وہاں سے لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی ○ اور میں انہیں ڈھیل دوں گا، بیشک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے ○

اَمْ تَسْـٴَـلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾

یا کیا تم ان سے اجرت مانگتے ہو کہ وہ تاوان کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں ○ یا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ لکھ رہے ہیں ○

اگرچہ کفار اور منافقین کے لئے ہے کہ قیامت میں سجدے کی طاقت نہیں رکھیں گے کیونکہ دنیا میں اس سے انکار کرتے تھے، لیکن اس میں مسلمانوں کے لئے بھی عبرت ہے جو دنیا میں نماز اور سجدے سے محروم ہیں۔

آیت 44 ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! جب آخرت میں کفار کا حال یہ ہوگا تو جو اس قرآن مجید کو جھٹلاتا ہے اس کے معاملے کو مجھ پر چھوڑ دیں میں اسے سزا دوں گا، قریب ہے کہ ہم کفار کو آہستہ آہستہ اپنے عذاب کی طرف وہاں سے لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر بھی نہ ہوگی کہ گناہوں اور نافرمانیوں کے باوجود انہیں صحت اور رزق سب کچھ ملتا رہے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے رزق کو گناہوں میں زیادتی کا ذریعہ بنا لیں گے اور ہم انہیں توبہ کرنا بھلا دیں گے۔ درس: اس سے معلوم ہوا کہ نافرمانیوں کے باوجود دنیا کی نعمتیں ملتی رہنا بلکہ ان میں مزید اضافہ ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل کی بجائے اس کی کوئی خفیہ تدبیر بھی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اسے جب بھی کوئی نعمت ملے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ میں دیر نہ کرے۔

آیت 45 ﴿ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) میں ان کفار کو ان کی موت آنے تک ڈھیل دوں گا اس لئے انہیں جلد سزا نہیں دوں گا، بیشک میرا عذاب بہت سخت ہے۔ (2) میں ان کفار کو لمبی عمر عطا کر کے اور ان کی موت میں تاخیر کر کے انہیں ڈھیل دوں گا تاکہ وہ اور گناہ کر لیں لیکن وہ لوگ سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کی عمر لمبی ہونا ان کے حق میں بہتر ہے، بیشک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔

اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرنا منع ہے کہ بندہ رحمت سے ہی مایوس ہو جائے اور ایسی امید بھی منع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر بے باک ہو جائے۔ (2) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جیسے عظیم حضرات اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بہت خوف زدہ رہتے تھے، جب ان کا یہ حال ہے تو ہم جیسوں کو خود ہی غور کر لینا چاہئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے کس قدر ڈرنا چاہئے۔

آیت 46 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! کیا آپ رسالت کی تبلیغ پر ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ادا کرنا انہیں بھاری پڑ رہا ہے اور وہ اس تاوان کے بوجھ تلے دبے ہونے کی وجہ سے ایمان نہیں لا رہے اور جب ایسا بھی نہیں ہے تو پھر ایمان قبول نہ کرنے کا ان کے پاس کیا عذر رہ گیا؟ اہم بات: بغیر معاوضے کے خدا کا پیغام پہنچانا اور جنت کی طرف بلانا، لوگوں کی نظر میں اخلاص پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔

آیت 47 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! کیا ان کفار کے پاس لوحِ محفوظ ہے جس میں یہ لوگ موجود باتیں لکھ رہے ہیں اور اس بنا پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ کفر کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان والوں سے اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلۡحَآقَّۃُ ۙ﴿۱﴾ مَا الۡحَآقَّۃُ ۚ﴿۲﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحَآقَّۃُ ؕ﴿۳﴾ کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَ عَادٌۢ

یقینی طور پر واقع ہونے والی ○ یقینی طور پر واقع ہونے والی کیا ہے؟ ○ اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ یقینی طور پر واقع ہونے والی کیا ہے؟ ○ ثمود اور عاد نے

نظر لگا کر تمہیں اپنی جگہ سے گرا دیں گے اور قرآن سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مجنون کہتے ہیں حالانکہ قرآن تو جنوں اور انسانوں کے لئے نصیحت ہے، لہٰذا وہ شخصیت مجنون کس طرح ہو سکتی ہے جو قرآن جیسی کتاب لے کر آئی ہو۔ اہم بات: نظر واقعی لگ جاتی ہے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ "نظر کا لگ جانا درست ہے۔" (بخاری، حدیث: 5740) آیت 51 پڑھ کر دم کرنا نظر بد دور کرنے کے لئے بہت مفید ہے۔

**سورۂ حاقہ کا تعارف** ✿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 52 آیتیں ہیں۔ حاقہ قیامت کا ایک نام ہے اور اس کا معنی ہے یقینی طور پر واقع ہونے والی، اور چونکہ اس سورت کو اسی نام کے سوال کے ساتھ شروع کیا گیا ہے اس لئے اسے "سورۂ حاقہ" کہتے ہیں۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں بتایا گیا کہ قیامت کا واقع ہونا یقینی ہے اور اس کی دہشت اور ہولناکی کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ کفارِ مکہ کو نصیحت کرنے کے لئے قوم عاد اور قوم ثمود کا انجام بیان ہوا اور یہ بیان ہوا کہ وہ دیگر جرائم کے علاوہ قیامت کو بھی جھٹلاتے تھے، نیز فرعون اور اس سے پہلے الٹنے والی بستیوں کا ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زیادہ سخت گرفت سے پکڑ لیا۔ یہ بتایا گیا کہ جو لوگ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے انہیں اللہ تعالیٰ نے کشتی میں سوار کر کے طوفان سے بچا لیا اور نسلِ انسانی کو باقی رکھا۔ قیامت کی چند ہولناکیاں ذکر ہوئیں اور سعادت مندوں اور بدبختوں کا حال بیان ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے قسم یاد فرما کر بتایا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وحی ہے کسی شاعر کا کلام یا کاہن کا قول نہیں ہے۔ سورت کے آخر میں دلیل کے ساتھ بیان ہوا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سچے رسول ہیں۔

**آیت 1 - 3** ✿ فرمایا: یقینی طور پر واقع ہونے والی۔ اس سے مراد قیامت ہے کیونکہ قیامت کا آنا درست و ثابت ہے، اس کے آنے میں کوئی شک نہیں بلکہ اس کا واقع ہونا یقینی اور قطعی ہے۔ مزید فرمایا: یقینی طور پر واقع ہونے والی کیا ہے؟ یہ سوال قیامت کی عظمت اور بڑائی بیان کرنے کے طور پر ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت انتہائی عجیب اور عظیم الشان ہے۔ پھر فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم یعنی تم قیامت کی حقیقت کو نہیں جانتے کیونکہ تم نے اس کی ہولناکیوں کو ابھی دیکھا نہیں ہے، ورنہ اس کی دہشت، ہولناکی اور شدت ایسی ہے کہ انسان کسی طرح اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا اور نہ ہی کسی کی سوچ اس تک رسائی حاصل کر سکتی ہے۔ درس: گرمی کا موسم آنے سے پہلے گرمی سے بچنے کا اہتمام کرنے والے قیامت کی ہولناکی سے پہلے اس کی بھی تیاری کر لیں۔

**آیت 4 - 6** ✿ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود نے اور حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد نے اس قیامت کو جھٹلایا جو اپنی دہشتوں اور

بِالْقَارِعَةِ ۝٤ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝٥ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ

اور دہلا دینے والی کو جھٹلایا○ تو قوم ثمود کے لوگ تو حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے ہلاک کیے گئے○ اور عاد کے لوگ تو وہ نہایت سخت

صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝٦ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى

گرجتی آندھی سے ہلاک کیے گئے○ اللہ نے وہ آندھی ان پر لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن پوری قوت کے ساتھ مسلط کردی تو تم ان

الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝٧ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ

لوگوں کو ان دنوں اور راتوں میں یوں پچھاڑے ہوئے دیکھتے گویا کہ وہ گری ہوئی کھجوروں کے سوکھے تنے ہیں○ تو کیا تم ان میں کسی کو بچا ہوا

بَاقِيَةٍ ۝٨ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝٩ فَعَصَوْا

دیکھتے ہو؟○ اور فرعون اور اس سے پہلے والے اور الٹنے والی بستیوں نے خطاؤں کا ارتکاب کیا○ تو انہوں نے اپنے رب کے

رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝١٠ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝١١

رسول کا حکم نہ مانا تو اللہ نے انہیں زیادہ سخت گرفت سے پکڑ لیا○ بیشک جب پانی نے سر اٹھایا تھا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا○

ہولناکیوں سے دلوں کو دہلا دینے والی ہے، تو دونوں قومیں عذاب کا شکار ہوگئیں۔ ان میں قوم ثمود کے لوگ تو شدت میں حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ یعنی سخت ہولناک آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عاد کے لوگ انتہائی سخت گرجتی آندھی سے ہلاک کر دیئے گئے اور وہ لوگ اپنی طاقت اور قوت کے باوجود بھی اس آندھی کو روک نہ سکے اور نہ ہی کوئی عذابِ الٰہی کو روک سکتا ہے۔

**آیت 7، 8** ﴿ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر ماہِ شوال کے آخر میں، شدید سردی کے موسم میں ایک بدھ سے دوسرے بدھ تک لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن وہ آندھی پوری قوت کے ساتھ مسلط کر دی اور ان کی جیسی حالت ہوئی، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مخاطب! اگر تم اس واقعے کے وقت وہاں موجود ہوتے تو ان لوگوں کو ان دنوں اور راتوں میں پچھاڑے ہوئے دیکھتے اور ہلاک ہونے کے بعد وہ لوگ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے وہ کھجور کے گرے ہوئے سوکھے تنے ہیں تو کیا تم ایمان والوں کے علاوہ ان میں سے کسی چھوٹے بڑے، مرد یا عورت کو بچا ہوا دیکھتے ہو؟ کہا گیا ہے کہ آٹھویں روز جب صبح کو وہ سب لوگ ہلاک ہو گئے تو ہواؤں نے انہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہا۔

**آیت 9، 10** ﴿ فرعون اور اس سے بھی پہلی امتوں کے کفار اور نافرمانوں کی شامت سے الٹنے والی بستیوں کے لوگ جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کے لوگ، یہ سب قبیح افعال، گناہوں اور شرک کے مرتکب ہوئے اور ہر امت نے منع کیے جانے کے باوجود شرک اور گناہوں سے رکنے میں اپنے اس رسول کی نافرمانی کی جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی طرف بھیجے گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر قوم کی انتہائی سخت گرفت فرمائی۔

**آیت 11، 12** ﴿ جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے توحید و آخرت و رسالت کا انکار کرنے اور گناہوں پر قائم رہنے کی وجہ سے

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝ فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝

تاکہ اسے تمہارے لیے یادگار بنادیں اور اسے یاد رکھنے والے کان اس واقعہ کو یاد رکھیں ○ پھر جب صور میں (پہلی مرتبہ) ایک پھونک ماری جائے گی ○

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝

اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر ایک دم پورا چورا کر دیئے جائیں گے ○ تو اس دن واقع ہونے والی واقع ہوجائے گی ○

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ

اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن وہ بہت کمزور ہوگا ○ اور فرشتے اس کے کناروں پر (کھڑے) ہوں گے اور اس دن آٹھ فرشتے

رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝

تمہارے رب کا عرش اپنے اوپر اٹھائیں گے ○ اس دن تم سب اس حال میں پیش کیے جاؤ گے کہ تم میں سے کسی کی کوئی پوشیدہ حالت چھپی نہ رہے گی ○

طوفان کے پانی نے سر اٹھایا اور وہ درختوں، عمارتوں، پہاڑوں اور ہر چیز سے بلند ہو گیا تو اے لوگو! ہم نے تمہیں اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار کیا جب کہ تم اپنے باپ دادا کی پشتوں میں تھے تاکہ ہم مومنوں کو نجات اور کافروں کی ہلاکت و بربادی کے واقعہ کو تمہارے لیے یادگار بنادیں کہ یہ واقعہ لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت کا سبب ہو اور سن کر یاد رکھنے والے لوگ اس واقعہ کی باتوں کو یاد رکھیں اور اپنی اصلاح کریں۔ یہ بات یاد رہے کہ یہاں آباء سے حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے سام، حام اور یافث مراد ہیں اور سابقہ امتوں کے واقعات اور ان پر آنے والے عذابات اس لئے ذکر فرمائے تاکہ اس امت کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے میں ان لوگوں کی پیروی کرنے سے ڈریں۔

آیت 13-15 ● یہاں سے قیامت کے احوال تفصیلاً بیان کئے جا رہے ہیں، ان تمام آیات کو دل کے کانوں سے سنیں اور غور کریں کہ کیسا ہولناک دن آنے والا ہے لیکن ہم کس غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ پھر جب صور میں پہلی مرتبہ ایک پھونک ماری جائے گی اور زمین اور پہاڑ اپنی جگہوں سے اٹھا کر ایک دم چورا چورا کر دیئے جائیں گے تو اس دن وہ قیامت قائم ہو جائے گی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

آیت 16-17 ● قیامت کے دن کی ہولناکی سے آسمان پھٹ جائے گا تو ابھی اس قدر مضبوط ہونے کے باوجود اس دن آسمان انتہائی کمزور ہو گا اور جن فرشتوں کا مسکن آسمان ہے وہ اس کے پھٹنے کے بعد اس کے کناروں پر کھڑے ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اتر کر زمین کا احاطہ کر لیں گے اور اس دن آٹھ فرشتے تمہارے رب عزوجل کا عرش اپنے سروں کے اوپر اٹھائیں گے۔ اہم بات: عرش اٹھانے والے فرشتے ابھی چار ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد کیلئے چار کا اور اضافہ کیا جائے گا تو اس طرح آٹھ ہو جائیں گے۔ یا آٹھ فرشتوں سے فرشتوں کی آٹھ صفیں مراد ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

آیت 18 ● اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں تمہاری جو حالت پوشیدہ تھی قیامت کے دن وہ پوشیدہ نہیں رہے گی کیونکہ قیامت، تمام مخلوق کے احوال ظاہر کر دے گی تو نیک لوگ اپنی نیکیوں کی وجہ سے خوش ہوں گے اور گنہگار اپنے گناہوں کی وجہ سے غمزدہ ہوں گے۔
دعا: اللہ تعالیٰ ہمارے عیبوں کو اپنی رحمت سے دنیا و آخرت میں چھپائے رکھے اور ہمیں دونوں جہان کی رسوائی سے محفوظ رکھے۔ آمین

الْقَاضِيَةَ ۝ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۝ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝

کردینے والی ہوجاتی ○ میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا ○ میرا سب زور جاتا رہا ○ (فرشتوں کو حکم ہوگا) اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو ○

ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ

پھر اسے بھڑکتی آگ میں داخل کرو ○ پھر ایسی زنجیر میں جکڑ دو جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے ○ بیشک وہ

لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ۝ وَ لَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۝ فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ

عظمت والے اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا ○ اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا تھا ○ تو آج یہاں اس کا

هٰهُنَا حَمِیْمٌ ۝ وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ۝ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِــٴُـوْنَ ۝ فَلَاۤ اُقْسِمُ

کوئی دوست نہیں ○ اور نہ دوزخیوں کے پیپ کے سوا کچھ کھانے کو ہے ○ اسے خطاکار لوگ ہی کھائیں گے ○ تو مجھے ان چیزوں کی قسم ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ جہنم کے خازنوں کو حکم دے گا کہ تم اپنے رب عزوجل کے اس نافرمان کو پکڑلو، پھر اس کے ہاتھ اس کی گردن سے ملا کر طوق میں باندھ دو، پھر اسے بھڑکتی آگ میں داخل کردو تاکہ اس کی جزا اس کے گناہ کے مطابق ہو، پھر ایسی زنجیر کو جس کی لمبائی فرشتوں کے ہاتھ سے ستر ہاتھ ہے اس میں اس طرح داخل کردو جیسے کسی چیز میں ڈوری داخل کی جاتی ہے۔

اسے یہ شدید عذاب اس لئے دیا جائے گا کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا تھا اور اس کی عظمت و وحدانیت کا اعتقاد نہ رکھتا تھا اور وہ اپنے کفر کے ساتھ ساتھ نہ اپنے نفس کو، نہ اپنے اہلِ خانہ کو اور نہ دوسروں کو مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب دیتا تھا۔ (1) اس میں اشارہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا قائل نہ تھا کیونکہ مسکین کو کھانا دینے والا محض رضائے الٰہی اور ثوابِ آخرت کی امید پر مسکین کو دیتا ہے اور قیامت کے منکر کو ایسی کوئی امید نہیں۔ (2) مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور اس کے لئے سوال کرنا حلال ہے۔ (3) مسکین کو کھانا کھلانے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ (4) فی زمانہ ہر بھکاری اور مانگنے والے کو نہیں دینا چاہئے بلکہ جسے شرعی طور پر سوال کرنا جائز ہو جائے صرف اسے مانگنے پر دینا چاہئے۔

قیامت کے دن پکڑنے اور طوق ڈالے جانے کی جگہ پر کافر کا کوئی دوست نہیں جو اسے کچھ نفع پہنچائے یا اس کی شفاعت کرے اور نہ (اس کے لئے) دوزخیوں کے پیپ کے سوا کچھ کھانے کو ہے اور اس پیپ کو کفار ہی کھائیں گے جو کہ خطاکار ہیں۔

آیت 38-39: یہاں سے قرآن پاک کی شان بیان کی گئی ہے، چنانچہ فرمایا کہ مشرکین قرآن پاک کے بارے میں جو کہتے ہیں وہ ہرگز درست نہیں، مجھے ان چیزوں کی قسم ہے جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی قسم ہے جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ یہاں مَا تُبْصِرُوْنَ سے مراد وہ مخلوقات جنہیں تم دیکھ سکتے ہو اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے مراد وہ مخلوقات جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے یا مَا تُبْصِرُوْنَ سے دنیا اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے آخرت یا مَا تُبْصِرُوْنَ سے زمین کے اوپر موجود چیزیں اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے زمین کے اندر موجود چیزیں یا مَا تُبْصِرُوْنَ

تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ

ہو تم دیکھتے ہو○ اور ان چیزوں کی جنہیں تم نہیں دیکھتے○ بیشک یہ قرآن ضرور ایک معزز رسول سے باتیں ہیں○ اور وہ کسی شاعر کی

شَاعِرٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنْ

بات نہیں ہے۔ تم بہت کم یقین رکھتے ہو○ اور نہ کسی کاہن کی بات ہے تم بہت کم نصیحت مانتے ہو○ یہ قرآن سارے جہانوں کے

رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۳﴾ وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ﴿۴۵﴾

رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے○ اور اگر وہ ایک بات بھی خود بنا کر ہمارے اوپر لگا دیتے○ تو ضرور ہم ان سے قوت کے ساتھ بدلہ لیتے○

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ﴿۴۶﴾ ؗ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ

پھر ان کے دل کی رگ کاٹ دیتے○ پھر تم میں کوئی ان سے روکنے والا نہ ہوتا○ اور بیشک یہ قرآن ڈر والوں کے لئے

...کے اجسام اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے روحیں یا مَا تُبْصِرُوْنَ سے ظاہری نعمتیں اور مَا لَا تُبْصِرُوْنَ سے باطنی نعمتیں مراد ہیں۔ ان کی تفسیر میں اور بھی قول ہیں اور ممکن ہے کہ سارے ہی معانی مراد ہوں۔

آیت 40-43 ﴾ دیکھی جانے والی اور نہ دیکھی جانے والی چیزوں کی قسم ذکر فرما کر فرمایا گیا کہ بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے وہ باتیں ہیں جو ان کے رب عزوجل نے فرمائیں اور قرآن کسی شاعر کی بات نہیں ہے جیسا کہ کفار کہتے ہیں، ...تم بہت کم ایمان رکھتے ہو اور اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ قرآن نہ شعر ہے نہ اس میں شعریت کی کوئی بات پائی جاتی ہے اور قرآن نہ کسی کاہن کی بات ہے جیسا کہ تم میں سے بعض کافر اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں۔ تم بہت کم نصیحت مانتے ہو، نہ اس کتاب کی ہدایت کو دیکھتے ہو نہ اس کی تعلیموں پر غور کرتے ہو کہ اس میں کیسی روحانی تعلیم ہے اور نہ اس کی فصاحت و بلاغت اور بے مثال اعجاز پر غور کرتے ہو جو یہ سمجھ سکو کہ یہ کلام سارے جہانوں کے رب عزوجل کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔

آیت 44-47 ﴾ سارا قرآن اپنی طرف سے بنالینا تو دور کی بات ہے اگر بالفرض میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک بات بھی خود سے بنا کر ہمارے اوپر لگا دیتے جو ہم نے نہ فرمائی ہوتی یا ہم نے وہ بات کہنے کی انہیں اجازت نہ دی ہوتی تو ضرور ہم ان سے قوت کے ساتھ بدلہ لیتے پھر ان کے دل کی رگ کاٹ دیتے جس کے کاٹتے ہی موت واقع ہو جاتی ہے، پھر تم میں سے کوئی ہمیں ان سے بدلہ لینے سے روکنے والا نہ ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب نہیں کر سکتے۔ یہ آیت مبارکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کمال صدق اور بارگاہِ الٰہی میں نہایت درجے قابلِ اعتماد ہونے کی دلیل ہیں۔

آیت 48 ﴾ بیشک یہ قرآن ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرائض کی بجا آوری کرکے اور اس کی نافرمانیاں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ یہی لوگ اس کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِیْنَ ﴿۴۹﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۰﴾

ضرور نصیحت ہے○ اور بیشک ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ جھٹلانے والے ہیں○ اور بیشک وہ کافروں پر ضرور حسرت ہے○

وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ الْیَقِیْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۵۲﴾

اور بیشک وہ ضرور یقینی حق ہے○ تو (اے محبوب!) تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بیان کرو○

آیاتہا ۴۴ — سورۃ المعارج ۷۰ — رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سَاَلَ سَآىٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ

ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگا جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے، اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں○ اللہ کی طرف سے ہوگا

آیت 49 ﴿ فرمایا کہ اے لوگو! ضرور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ قرآن کو جھٹلاتے ہیں تو ہم انہیں ان کے جھٹلانے پر سزا دیں گے۔

آیت 50 ﴿ بیشک وہ قرآن کافروں پر حسرت کا سبب ہوگا کہ جب وہ قیامت کے دن قرآن پر ایمان لانے والوں کا ثواب اور اس کا انکار کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کا عذاب دیکھیں گے تو اپنے ایمان نہ لانے پر افسوس کریں گے اور حسرت و ندامت میں گرفتار ہوں گے۔

آیت 51 ﴿ آیت کا معنی یہ ہے کہ بیشک (قیامت کے دن) کافروں کی ندامت یقینی حق ہے یا بیشک قرآن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا یقینی حق ہے یا بیشک قرآن یقینی حق ہے کہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

آیت 52 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنے عظمت والے رب عزوجل کو ہر طرح کے نقص و عیب سے پاک بیان کریں اور اس کا شکر ادا کریں کہ اس نے تمہاری طرف اپنے اس جلیل کلام کی وحی فرمائی۔

سورۂ معارج کا تعارف ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 44 آیتیں ہیں۔ معارج کا معنی ہے بلندیاں اور اس سورت کی تیسری آیت میں مذکور لفظ "المعارج" کی مناسبت سے اس کا نام سورۂ معارج رکھا گیا ہے۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں بتایا گیا کہ کفارِ مکہ جس عذاب کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس کے جلد نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ عذاب ان پر واقع ہونے والا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔ قیامت، جہنم اور اس کے عذاب کی ہولناکیاں بیان کی گئیں اور کافروں کا اُخروی حال بتایا گیا۔ یہ بتایا گیا کہ عام انسان کو جب کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو وہ اس پر صبر نہیں کرتا اور جب اسے مال ملتا ہے تو وہ اسے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتا۔ مسلمانوں کے آٹھ وہ اوصاف بیان ہوئے جن کی وجہ سے وہ مشرکین سے ممتاز ہیں۔ آخر میں کفارِ مکہ کی سرزنش کی گئی اور کفار کا اُخروی انجام بیان کیا گیا۔

آیت 1 ﴿ کفارِ مکہ نے پوچھا کہ عذابِ الٰہی کا شکار کون ہوگا؟ تو فرمایا گیا ہے کہ یہ عذاب کافروں پر نازل ہونے والا ہے، اس عذاب کو

ذِی الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ

بلندیوں کا مالک ہے ○ فرشتے اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف چڑھتے ہیں، (وہ عذاب) اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس

اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا ﴿۶﴾ وَّ نَرٰىهُ قَرِیْبًا ﴿۷﴾ یَوْمَ

ہزار سال ہے ○ تو تم اچھی طرح صبر کرو ○ بیشک وہ اسے دور سمجھ رہے ہیں ○ اور ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں ○ جس دن

تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾ وَ لَا یَسْــٴَـلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ﴿۱۰﴾

آسمان پگھلی ہوئی چاندی جیسا ہو جائے گا ○ اور پہاڑ اون کی طرح ہلکے ہو جائیں گے ○ اور کوئی دوست کسی دوست سے حال نہ پوچھے گا ○

یُّبَصَّرُوْنَهُمْ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِىٕذٍۭ بِبَنِیْهِ ﴿۱۱﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ

(حالانکہ) وہ انہیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم آرزو کرے گا، کاش! اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے بدلے میں اپنے بیٹے دیدے ○ اور اپنی بیوی

کوئی ٹال نہیں سکتا اور یہ عذاب اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوگا جو ساتوں آسمانوں کا مالک ہے۔

آیت 4 ﴿ مزید فرمایا کہ فرشتے اور حضرت جبریل علیہ السلام قرب کے اس مقام کی طرف چڑھتے ہیں جو آسمان میں اللہ تعالیٰ کے احکام

نازل ہونے کی جگہ ہے اور عالَم میں تصرُّف کرنے والے فرشتے وہاں سے احکام وصول کرتے ہیں۔ یہاں حضرت جبریل علیہ السلام کے

اعلیٰ مقام کی وجہ سے بطورِ خاص ان کا ذکر ہوا اگرچہ وہ جملہ فرشتوں میں داخل ہیں۔ مزید فرمایا: اس دن میں ہوگا۔ اس کا ایک معنی یہ

ہے کہ اگر فرشتوں کے علاوہ کوئی انسان ساتویں زمین کے نیچے سے اس مقام تک چڑھے جہاں سے اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے ہیں

تو وہ پچاس ہزار سال سے پہلے وہاں تک نہیں پہنچ سکتا جبکہ فرشتہ ایک لمحے میں یہ فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کفار پر وہ

عذاب قیامت کے دن ہوگا جس کی مقدار دُنیوی سالوں کے حساب سے پچاس ہزار سال ہے۔ قیامت کی سختیوں کی وجہ سے

بعض کفار کو وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر لگے گا جیسا کہ یہاں ذکر ہوا اور بعض کو دوسرے اعتبار سے ایک ہزار سال جتنا لگے گا

جبکہ مومن کیلئے وہ دن دنیا میں ادا کی جانے والی ایک فرض نماز سے بھی کم ہوگا۔

آیت 5-7 ﴿ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! آپ اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی

تکلیفوں پر صبرِ جمیل فرمائیں اور کفار کی سختی پر تنگدل نہ ہوں کیونکہ کفارِ مکہ اس عذاب کو

مذاق کے طور پر عذاب کا مطالبہ کرنے پر

اپنے گمان میں بعید، بہت دور یعنی ناممکن سمجھ رہے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ واقع ہونے والا ہی نہیں اور اسی وجہ سے عذاب کا

مطالبہ کرتے ہیں جبکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ہماری قدرت سے کوئی بعید نہیں اور نہ ہی ان پر عذاب نازل کرنا ہمارے لئے کوئی مشکل ہے۔

آیت 8، 9 ﴿ فرمایا: ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگا ہے جو اس دن واقع ہوگا جس دن آسمان پگھلی ہوئی چاندی جیسا ہو جائے گا اور پہاڑ

اون کی طرح ہلکے ہو جائیں گے اور ہوا میں اڑتے پھریں گے۔ اس دن کی دہشت اور ہولناکی تصوُّر سے بالاتر ہے۔

آیت 10-14 ﴿ قیامت کے دن کی ہولناکی کی وجہ سے کوئی دوست کسی دوست سے یہ نہیں پوچھے گا کہ تیرا حال کیا ہے اور نہ ہی اس

سے کوئی بات کرے گا حالانکہ وہ دوست ان دوسرے دوستوں کو دکھائے جا رہے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے لیکن

وَ اَخِیْهِۙ(۱۲) وَ فَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـٔوِیْهِۙ(۱۳) وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاۙ-ثُمَّ یُنْجِیْهِۙ(۱۴)

اور اپنا بھائی ○ اور اپنا وہ کنبہ جو اسے پناہ دیتا ہے ○ اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب، پھر یہ (بدلہ دینا) اسے بچالے ○

كَلَّاؕ-اِنَّهَا لَظٰىۙ(۱۵) نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰىۚۖ(۱۶) تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰىۙ(۱۷) وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى(۱۸)

ہرگز نہیں، وہ تو بھڑکتی آگ ہے ○ کھال کھینچ لینے والی ○ بلا رہی ہے اسے جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا ○ اور جوڑ کر رکھ چھوڑا (اسے محفوظ کرلیا) ○

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًاۙ(۱۹) اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًاۙ(۲۰) وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ

بیشک آدمی بڑا بے صبرا حریص پیدا کیا گیا ہے ○ جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا ہو جاتا ہے ○ اور جب اسے بھلائی پہنچے

اپنے حال میں ایسے مبتلا ہوں گے کہ نہ ان سے حال پوچھیں گے اور نہ بات کرسکیں گے۔ اس دن کافر یہ آرزو کرے گا: کاش! قیامت کے دن کے عذاب سے چھوٹنے کے بدلے میں مجھ سے میرے (محبوب ترین) بیٹے لے لئے جائیں، اور (زندگی بھر) میرا ساتھ نبھانے والی بیوی لے لی جائے اور دنیا میں میری مدد کرنے والے میرے بھائی لے لئے جائیں اور میرا وہ کنبہ لے لیا جائے جو مجھے اپنے پاس جگہ دیتا تھا، حتی کہ وہ یہ تمنا کرے گا کہ جتنے لوگ زمین میں ہیں سب اس کے ماتحت ہوں اور وہ ان سب کو فدیے میں دیدے اور پھر یہ بدلہ دینا اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے۔ درس: جن بیوی بچوں کی خاطر بندہ حرام کماتا اور گناہ کرتا ہے، قیامت میں وہ کام نہیں آئیں گے۔ اس لئے ان کی خاطر آخرت برباد نہ کی جائے۔

**آیت 15-16** ﴾ یہاں کافر کی تمنا کارد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ سب کچھ فدیے میں دے دینا ہرگز اس کے کام نہ آئے گا اور نہ اسے کسی طرح عذاب سے بچا سکے گا۔ وہ جہنم تو کافروں پر بھڑکتی آگ ہے اور وہ ان (کے جسم) کی کھال کھینچ لے گی یہاں تک کہ ان کے جسم پر گوشت اور کھال (کا نشان تک) باقی نہ رہے گا۔ اہم بات: ایک بار کھال جل جانے کے بعد سزا ختم نہ ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ دوبارہ ان کے جسم پر کھال پیدا کردے گا تاکہ یہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔

**آیت 17-18** ﴾ جہنم نام لے لے کر کہ اے کافر میرے پاس آ، اے منافق میرے پاس آ، اسے اپنی طرف بلائے گی جس نے حق قبول کرنے سے پیٹھ پھیری اور ایمان لانے سے اعراض کیا اور اپنا مال جوڑ کر رکھا پھر اسے محفوظ کرلیا اور اس مال کے واجب حقوق ادا نہ کئے۔ جہنم کا یہ بلانا یا تو زبانِ حال سے ہوگا یا اللہ تعالیٰ آگ میں کلام کرنے کی صلاحیت پیدا کردے گا اور وہ کلام کرے گی یا جہنم پر مامور فرشتے بلائیں گے۔ درس: دنیا کی محبت، مال کی حرص اور نفسانی خواہشات، آخرت کے خسارے کا سبب ہیں۔

**آیت 19-21** ﴾ بیشک انسان بڑا بے صبرا اور حریص پیدا کیا گیا ہے کہ جب اسے تنگدستی اور بیماری وغیرہ کی صورت میں کوئی برائی پہنچتی ہے تو وہ سخت گھبرانے والا ہو جاتا ہے یعنی وہ اس پر صبر نہیں کرتا اور جب اسے مال و دولت کی صورت میں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ اسے اپنے پاس روک رکھنے والا ہو جاتا ہے۔ درس: غربت، تنگدستی اور ناداری کا سامنا ہو یا کسی بیماری وغیرہ میں مبتلا ہو جائے تو اس پر بے صبری اور شکوہ شکایت سے بچنا اور رضائے الٰہی پر راضی رہنا چاہیے۔ البتہ تنگدستی دور کرنے کے لئے محنت اور جدوجہد کرے، مرض کا علاج کروائے اور بارگاہِ الٰہی میں آسانی اور شفا کی دعا بھی کرتا رہے اور جب اللہ تعالیٰ اسے فراخ دستی اور شفا عطا فرمادے تو شکر ادا کرے، اطاعت میں مصروف رہے اور خدا کا دیا ہوا مال اسی کی راہ میں خرچ کرتا رہے۔

مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ

سے روکنے والا ہو جاتا ہے○ مگر وہ نمازی○ جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں○ اور وہ جن کے مال میں

حَقٌّ مَعْلُومٌ ۝ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝

ایک معلوم حق ہے○ اس کے لیے جو مانگے اور اس کے لیے جو محروم رہے○ اور وہ لوگ جو انصاف کے دن کی تصدیق کرتے ہیں○

وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ

اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں○ بیشک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے○ اور وہ جو

آیت 23،22 ﴾ یہاں سے ان لوگوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جن میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اوپر فرض پانچوں نمازیں ان کے اوقات میں پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ مومن بندے کو خشوع و خضوع والی نماز کی برکت سے دُنیوی عیوب مثلاً حرص اور ہوس وغیرہ سے بچالے گا۔

آیت 25،24 ﴾ ان لوگوں میں بھی حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی جن کے مال میں سائل اور محروم کے لئے ایک معلوم حق ہے۔ معلوم حق سے مراد زکوٰۃ ہے جس کی مقدار معلوم ہے یا وہ صدقہ مراد ہے جو آدمی اپنے آپ پر معین کرلے اور اسے معین اوقات میں ادا کیا کرے۔ اہم بات: (1) مستحب صدقات کیلئے اپنی طرف سے وقت معین کرنا شریعت میں جائز اور قابل تعریف ہے۔ (2) سائل سے مراد وہ شخص ہے جو حاجت کے وقت سوال کرے اور محروم سے مراد وہ شخص ہے جو حاجت کے باوجود حیا کی وجہ سے نہیں مانگتا اور اس کی محتاجی ظاہر نہیں ہوتی۔ درس: فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں کا خیال رکھنا چاہئے اور انہیں اپنے مالوں میں سے کچھ نہ کچھ مال دیتے رہنا چاہئے۔

آیت 26 ﴾ اس آیت میں تیسرا وصف بیان کیا گیا کہ ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی جو اخروی ثواب کی امید میں اپنی جانوں کو بدنی و مالی عبادتوں میں مصروف رکھ کر اپنے اعمال کے ذریعے انصاف کے دن کی تصدیق کرتے ہیں اور مرنے کے بعد اٹھنے، حشر و نشر، جزاء اور قیامت ان سب چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

آیت 27 ﴾ یہاں چوتھا وصف بیان کیا گیا کہ ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی جو فرض عبادات کے علاوہ بھی نیک اعمال بکثرت کرنے کے باوجود اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے عذابِ الٰہی سے ڈر رہے ہیں کہ نجانے ان کے وہ اعمال قبول ہوتے بھی ہیں یا نہیں۔ درس: نیک بندے گناہوں سے بچتے رہنے اور بکثرت نیک اعمال کرنے کے باوجود عذابِ الٰہی کا خوف اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اور انہیں اپنے اعمال رد ہو جانے کا خدشہ رہتا ہے۔

آیت 28 ﴾ اس کا معنی یہ ہے کہ انسان چاہے کتنا ہی نیک، پارسا اور عبادت و اطاعت کی کثرت کرنے والا ہو لیکن اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔ یا یہ معنی ہے کہ انسان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ فرض عبادات اسی طرح ادا کرتا رہے جس طرح ادا کرنی چاہئیں اور تمام ممنوعات سے اسی طرح بچتا رہے جیسا بچنے کا حق ہے بلکہ کبھی دونوں طرف سے اس سے خطا واقع ہو جاتی ہے لہٰذا اسے چاہئے کہ وہ خوف اور امید کے درمیان رہے۔

آیت 30،29 ﴾ ان دو آیات میں پانچواں وصف بیان کیا گیا۔ ان لوگوں میں حرص اور بے صبری نہیں پائی جاتی جو اپنی بیویوں یا اپنی

وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا

دائیں جانب سے ○ کیا ان میں ہر شخص یہ طمع کرتا ہے کہ اسے چین کے باغ میں داخل کیا جائے گا ○ ہرگز نہیں، بیشک ہم نے

خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَ الْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰۤى اَنْ

انہیں اس چیز سے پیدا کیا جسے جانتے ہیں ○ تو مجھے تمام مشرقوں اور تمام مغربوں کے رب کی قسم، بیشک ہم ضرور قادر ہیں ○ اس بات پر کہ

نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا

ان سے بہتر لوگ بدل دیں اور کوئی ہم سے نکل کر نہیں جا سکتا ○ تو انہیں اپنی بیہودگیوں میں پڑے اور کھیلتے ہوئے چھوڑ دو یہاں تک کہ اپنے

يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ

اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے ○ جس دن قبروں سے جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ نشانوں کی طرف

يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ ع

دوڑ رہے ہیں ○ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چڑھ رہی ہوگی، یہ وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا ○

گروہ جمع ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک کلام سن کر اسے جھٹلاتے، مذاق اڑاتے اور کہتے تھے کہ اگر یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں تو ہم ضرور ان سے پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا: اے حبیب! ان کافروں کا کیا حال ہے جو آپ کے پاس بیٹھتے اور گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے بھی ہیں لیکن کچھ بھی جو آپ سے سنتے ہیں اس سے نفع نہیں اٹھاتے۔ کیا ان میں سے ہر کوئی یہ طمع کرتا ہے کہ اسے ایمان والوں کی طرح چین کے باغ میں داخل کیا جائے گا، ہرگز ایسا نہیں، انہیں ہرگز اس میں داخل نہیں کیا جائے گا (کیونکہ) ہم نے سب آدمیوں کی طرح انہیں بھی منی سے پیدا کیا ہے اور صرف منی سے پیدا ہو جانا جنتی ہونے کا سبب نہیں بلکہ جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ تو ایمان اور نیک اعمال ہیں اور جب وہ ایمان ہی نہیں لائے تو رب تعالیٰ کی یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ انہیں جنت میں داخل کر دے۔

آیت 41،40 ﴿ جب معاملہ یہ ہے کہ ہم نے انہیں منی سے پیدا کر دیا تو مجھے سورج کے طلوع اور غروب ہونے کی تمام جگہوں کے مالک رب کی قسم! بیشک ہم اس بات پر ضرور قادر ہیں کہ انہیں ان کے جرموں کی وجہ سے ہلاک کر دیں اور ان کی بجائے وہ لوگ پیدا کریں جو ان جیسے نہ ہوں بلکہ وہ ہمارے فرمانبردار ہوں اور ہم انہیں ہلاک کرنے اور دوسرے لوگ پیدا کرنے سے عاجز نہیں لیکن ہماری حکمت اور مشیت کا تقاضا ہے کہ ان کی سزا کو مؤخر کیا جائے۔

آیت 44-42 ﴿ اے حبیب! جو مشرکین آپ کے دائیں بائیں بیٹھ کر آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کے ایمان قبول نہ کرنے پر غمزدہ نہ ہوں بلکہ انہیں چھوڑ دیں کہ یہ اپنی بیہودگیوں میں پڑے رہیں اور اپنی دنیا میں کھیلتے رہیں یہاں تک کہ اپنے عذاب کے اس دن سے ملیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے اور یہ وہ دن ہے جس دن یہ قبروں سے جلدی کرتے ہوئے محشر کی طرف اس طرح نکلیں گے گویا

سورۃ نوح مکیۃ — اٰیاتھا ۲۸ — رکوعاتھا ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝

بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اس وقت سے پہلے اپنی قوم کو ڈرا کہ ان پر دردناک عذاب آئے ۝

قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۝ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اتَّقُوۡہُ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ۝

اس نے فرمایا: اے میری قوم! بیشک میں تمہارے لیے کھلا ڈر سنانے والا ہوں ۝ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو ۝

یَغۡفِرۡ لَکُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ وَ یُؤَخِّرۡکُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ

وقف لازم

وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے گا بیشک اللہ کی مقررہ مدت جب آجائے تو اسے پیچھے نہیں کیا جاتا۔

وہ اپنے مقررہ نشانوں کی طرف ایسے لپک رہے ہیں جیسے جھنڈے کا رخ کرنے والے اپنے جھنڈے کی طرف دوڑتے ہیں اور اس وقت ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چڑھ رہی ہوگی اور قیامت کا دن ان کا وہ دن ہے جس کا ان سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا اور وہ سے جھٹلاتے تھے۔

**سورۂ نوح کا تعارف** ✽ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 28 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں چونکہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ نوح" کہتے ہیں۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

**آیت 1** ✽ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم بتوں کی پجاری تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو پہلے سے ہی ڈرا دیں کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان پر دنیا و آخرت کا دردناک عذاب آئے گا تاکہ ان کے لئے اصلاً کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اہم بات: حضرت نوح علیہ السلام وہ سب سے پہلے رسول ہیں جنہوں نے کفار کو تبلیغ کی اور سب سے پہلے آپ علیہ السلام کی قوم پر ہی دُنیوی عذاب آیا۔

**آیت 2-4** ✽ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کھلا ڈر سنانے والا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور اس کی نافرمانیوں سے بچ کر اس سے ڈرو اور ان تمام باتوں میں میرا حکم مانو جنہیں کرنے کا کہوں اور جنہیں کرنے سے منع کروں۔ اگر تم نے میرے احکامات کی تعمیل کی اور جو چیزیں دے کر میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں، تم نے ان کی تصدیق کی تو اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ وہ گناہ بخش دے گا جو تم سے ایمان لانے تک

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۝۵ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ

بہت اچھا ہوتا اگر تم جانتے۔ نوح نے عرض کی: اے میرے رب! بیشک میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی۔ تو میرے بلانے سے ان کے بھاگنے میں ہی

اِلَّا فِرَارًا ۝۶ وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ

اضافہ ہوا۔ اور بیشک میں نے جتنی بار انہیں بلایا تاکہ تو انہیں بخش دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈال دیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے

وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝۷ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝۸ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ

اور ضد پر ڈٹ گئے اور بڑا تکبر کیا۔ پھر یقیناً میں نے انہیں بلند آواز سے دعوت دی۔ پھر یقیناً میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا

وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝۹ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ یُّرْسِلِ

اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔ تو میں نے کہا: (اے لوگو!) اپنے رب سے معافی مانگو، بیشک وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔ وہ تم پر

سار ہوئے ہوں گے یا وہ گناہ بخش دے گا جو بندوں کے حقوق سے متعلق نہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ موت کے وقت تک تمہیں مہلت دے گا۔ اس دوران تم پر قحط وغیرہ کی صورت میں کوئی عذاب نہ فرمائے گا لہٰذا تم عذاب آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں جلدی کر لو کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجاتا ہے تو اسے مؤخر نہیں کیا جاتا، اگر تم اس بات کو جانتے تو ضرور ایمان لے آتے۔

آیت 5-9 ﴿ جب قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات نہ مانی تو آپ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! (تو جانتا ہے کہ) میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری توحید اور تیری عبادت کی طرف بلایا، تیرے عذاب اور تیری قدرت سے ڈرایا لیکن میرے بلانے سے ان کے بھاگنے میں ہی اضافہ ہوا اور میں نے جتنی بار انہیں تیری وحدانیت کا اقرار کرنے، تیرے احکامات پر عمل کرنے کی طرف بلایا تاکہ تو انہیں بخش دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں تاکہ میری دعوت کو سن نہ سکیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور منہ چھپا لیے تاکہ مجھے دیکھ نہ سکیں کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف نصیحت کرنے والے کو دیکھنا بھی گوارا نہ تھا، اور وہ اپنے شرک و کفر پر ڈٹ گئے اور بڑا تکبر کیا اور میری دعوت کو قبول کرنا اپنی شان کے خلاف جانا۔ پھر میں نے انہیں محفلوں میں اس طرف بلند آواز سے اعلانیہ بلایا جس طرف بلانے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا، پھر میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا اور اعلانیہ دعوت دینے کی تکرار بھی کی اور ایک ایک سے آہستہ اور خفیہ بھی کہا۔

آیت 10-12 ﴿ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم لمبے عرصے تک آپ علیہ السلام کو جھٹلاتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک دی اور چالیس سال تک ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیا۔ ان کے مال ہلاک ہو گئے اور جانور مر گئے، تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اے لوگو! تم اپنے رب سے جس کے ساتھ کفر و شرک کرنے پر اس سے معافی مانگو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس سے مغفرت طلب کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے، بیشک اللہ تعالیٰ اسے بڑا معاف فرمانے والا ہے جو (سچے دل سے) اس کی بارگاہ میں رجوع کرے۔ اگر تم توبہ کر لو گے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر کے صرف اسی کی عبادت کرو گے تو وہ تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا اور مال اور بیٹوں میں اضافے سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا تاکہ ان سے تم

السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ

موسلا دھار بارش بھیجے گا○ اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغات بنادے گا اور

يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝

تمہارے لیے نہریں بنادے گا○ تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ سے عزت کی امید نہیں رکھتے○ حالانکہ اس نے تمہیں کئی حالتوں سے گزار کر بنایا○

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے ایک دوسرے کے اوپر کیسے سات آسمان بنائے؟○ اور ان میں چاند کو روشن کیا اور

جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَ

سورج کو چراغ بنایا○ اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اگایا○ پھر تمہیں اسی میں لوٹائے گا اور

يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۠ ع

تمہیں دوبارہ نکالے گا○ اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا○ تاکہ تم اس کے وسیع راستوں میں چلو○

اپنے باغات اور کھیتیوں کو سیراب کرو۔ اہم باتیں: (1) بارگاہِ الٰہی میں توبہ و استغفار کرنے سے بے شمار دینی اور دُنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ (2) اولاد کے حصول، بارش کی طلب، تنگدستی سے نجات اور پیداوار کی کثرت کے لئے استغفار کرنا بہت مُجرّب قرآنی عمل ہے۔

آیت 14،13 ﴿ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تمہیں کئی حالتوں سے گزار کر بنایا کہ پہلے تم نطفہ کی صورت میں ہوئے، پھر تمہیں خون کا لوتھڑا بنایا، پھر گوشت کا ٹکڑا بنایا یہاں تک کہ اس نے تمہاری خلقت کامل کی، اور تمہارا اپنی تخلیق میں نظر کرنا اللہ تعالیٰ کی خالقیت، قدرت اور اس کی وحدانیت پر ایمان لانے کو واجب کرتا ہے۔

آیت 16،15 ﴿ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے اوپر کیسے سات آسمان بنائے اور ان آسمانوں میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ بنایا کہ وہ دنیا کو روشن کرتا ہے اور دنیا والے اس کی روشنی میں ایسے ہی دیکھتے ہیں جیسے گھر والے چراغ کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ درس: آسمان و زمین کے عظیم الشان نظام کی پیچیدگیوں اور حقائق کی دریافت سے سائنس کی نظر کائنات کی عظمت دیکھتی ہے جبکہ مومن کی نظر خالقِ کائنات کی عظمت کو دیکھتی ہے۔

آیت 18،17 ﴿ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا اور تم انہی کی اولاد ہو، پھر اللہ تعالیٰ تمہیں موت کے بعد اسی میں لوٹائے گا اور تمہیں قیامت کے دن اس سے دوبارہ نکالے گا۔

آیت 20،19 ﴿ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو رب تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا تاکہ تم اس کے وسیع راستوں میں اس طرح (بآسانی) چلو جس طرح آدمی اپنے بستر پر چلتا ہے۔ درس: دل میں خدا کی یاد اور شوق

مِمَّا خَطِيٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَ

وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ڈبو دیے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اپنے لیے اللہ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پائے ○ اور

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا

نوح نے عرض کی: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ ○ بیشک اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو

عِبَادَكَ وَ لَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ

گمراہ کردیں گے اور یہ اولاد بھی ایسی ہی جنیں گے جو بدکار، بڑی ناشکری ہوگی ○ اے میرے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور میرے گھر میں

بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

النصف · ع

حالت ایمان میں داخل ہونے والے کو اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو بخش دے اور کافروں کی تباہی میں اضافہ فرمادے ○

آیت 25 ﴿ حضرت نوح علیہ السلام کا کلام مکمل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ اپنی خطاؤں کی وجہ سے طوفان میں ڈبو دیے گئے، پھر غرق ہونے کے بعد آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پائے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت سے ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب برحق ہے کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم غرق ہونے کے بعد ہی آگ میں داخل کردی گئی اور یہ جہنم کی آگ نہیں ہو سکتی کیونکہ اس آگ میں کفار قیامت کے دن ہی داخل کیے جائیں گے اور ابھی قیامت واقع نہیں ہوئی۔ (2) جس انسان کو عذاب ہونا ہے وہ جہاں بھی مرے اور مرنے کے بعد اس کا جسم کہیں بھی ہو اسے عذاب ہوگا کیونکہ عذاب قبر سے مراد وہ عذاب ہے جو مرنے کے بعد ہو چاہے مردہ زمین میں دفن ہو یا نہ ہو اور اسے عذاب قبر اس لئے کہتے ہیں کہ زیادہ تر مردے زمین میں ہی دفن کئے جاتے ہیں۔

آیت 27,26 ﴿ جب کئی صدیوں تک تبلیغ کرنے کے باوجود قوم کے غرور اور تکبر کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ہدایت پر آنے والے نہیں تو آپ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے پروردگار! زمین پر ان لوگوں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ جنہوں نے تیرے ساتھ کفر کیا اور تیری طرف سے آنے والے احکامات کا انکار کیا۔ بیشک اگر تو ان سب کو یا ان میں سے بعض کو زمین پر چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو راہِ حق سے گمراہ کردیں گے اور یہ اولاد بھی ایسی ہی جنیں گے جو بدکار اور بڑی ناشکری ہوگی۔

آیت 28 ﴿ کفار کے خلاف دعا کرنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لئے، اپنے والدین اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور میرے گھر میں ایمان کی حالت میں داخل ہونے والے کو اور قیامت تک آنے والے سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو بخش دے اور کافروں کی تباہی میں اضافہ فرمادے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کی قوم کے تمام کفار کو عذاب سے ہلاک کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے جو دعا مسلمانوں کے بارے میں فرمائی اسے اللہ تعالیٰ قبول نہ فرمائے۔ اہم بات: حضرت نوح علیہ السلام کے والدین مومن تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انتقال کر جانے والے مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے کہ اس سے انہیں فائدہ ہوتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾

اے حبیب! تم فرماؤ: میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے (میری تلاوت کو) غور سے سنا تو انہوں نے کہا: بیشک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا

جو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے،

**سورۂ جن کا تعارف** ✽ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 28 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں چونکہ جنات کے احوال اور ان کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ جن" رکھا گیا۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں بیان فرمایا گیا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبانِ اقدس سے قرآن مجید کی تلاوت سن کر جنات کا ایک گروہ ان پر ایمان لے آیا۔ جنات کا انسانوں کے متعلق گمان اور ان کے ساتھ تعلق بیان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ جنات فرشتوں کی باتیں چوری چھپے سننے کے لئے آسمانوں کی طرف جاتے تھے اور سیدُ المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد آسمانوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے۔ جنات بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ان میں بھی انسانوں کی طرح متعدد فرقے ہیں اور ان میں مسلمان اور کافر، نیک اور بد ہر طرح کے جنات ہیں۔ آخر میں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کا علم عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی طرف جو وحی نازل فرماتا ہے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

**آیت 1، 2** ✽ فرمایا: اے حبیب! آپ لوگوں سے فرمادیں: میری طرف وحی کی گئی ہے کہ نصیبین کے کچھ جنوں نے فجر کی نماز میں میری تلاوت کو غور سے سنا تو انہوں نے اپنی قوم میں جا کر کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو اپنی فصاحت و بلاغت، مضامین کی خوبی وغیرہ میں ایسا ہے کہ مخلوق کا کوئی کلام اس سے نسبت نہیں رکھتا اور وہ توحید اور ایمان کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو ہم اس قرآن پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب عزوجل کا شریک نہ کریں گے۔ **اہم بات:** اس میں کافر انسانوں کے لئے درس ہے کہ عموماً انسان جنوں کو اپنے سے بہت طاقتور سمجھتے ہیں حتی کہ بہت سے لوگوں نے انہیں خدا مان رکھا ہے تو جب وہ جنات قرآن سن کر ایمان لے آئے تو تم بھی ایمان لے آؤ۔

**آیت 3-5** ✽ جنات نے قوم کے سامنے بغرضِ تبلیغ کہا کہ ہمارے رب عزوجل کی شان بہت بلند ہے اور اس نے اپنے لئے کوئی بیوی اور بچہ نہیں بنایا کیونکہ بیوی اور بچے حاجت اور ضرورت کے لئے بنائے جاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ تو ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے اور ہم میں سے کوئی بیوقوف ہی اللہ تعالیٰ پر حد سے بڑھ کر جھوٹی بات کہتا تھا اور اس کیلئے شریک، اولاد اور بیوی بتاکر

مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ

اس نے کوئی بیوی اور بچہ نہ بنایا۔ اور یہ کہ ہم میں سے کوئی بیوقوف ہی اللہ پر حد سے بڑھ کر بات کہتا تھا۔ اور یہ کہ ہم نے یہ خیال کیا تھا

اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ

کہ آدمی اور جن ہرگز اللہ پر جھوٹ نہ باندھیں گے۔ اور یہ کہ آدمیوں میں سے کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے

يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ

تو انہوں نے ان جنوں کی سرکشی کو مزید بڑھا دیا۔ اور یہ کہ انہوں نے بھی ایسے ہی گمان کیا جیسا (اے جنو) تم نے گمان کیا کہ اللہ ہرگز کسی

اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا

رسول کو نہیں بھیجے گا یا کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔ اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے

بے ادبی کرتا تھا اور ہم نے تو یہ خیال کیا تھا کہ آدمی اور جن ہرگز اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھیں گے اور اس پر بہتان نہیں لگائیں گے۔
**اہم باتیں:** (1) مذکورہ جنات اس سے پہلے مشرک تھے، آقا کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے قرآن سن کر مومن ہوئے۔ (2) جیسے انسانوں میں آقا کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حالت ایمان میں زیارت کرنے والے صحابیت کے مرتبے پر فائز ہوئے، ایسے ہی یہ جنات بھی صحابی بن گئے۔ (3) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم انسانوں اور جنوں سب کے لئے رسول اور سب کے سردار ہیں۔ قصیدہ بردہ میں ہے: محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم۔ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم دونوں جہانوں اور جنوں اور انسانوں کے سردار ہیں اور عرب و عجم کے دونوں گروہوں کے سردار ہیں۔

**آیت 6** ❁ دورِ جاہلیت میں عرب کے لوگ جب سفر کرتے اور کسی چٹیل میدان میں انہیں شام ہو جاتی تو وہ کہتے کہ ہم اس جگہ کے شریر جنات سے ان کے سردار کی پناہ چاہتے ہیں، اس طرح ان کی رات امن سے گزر جاتی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان جنات نے اپنی قوم سے کہا کہ آدمیوں میں سے کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے اور جب جنات نے انسانوں کی یہ حالت دیکھی تو وہ سمجھے کہ ہم میں بہت قدرت ہے کیونکہ انسان بھی ہمارے حاجت مند ہیں، اسی وجہ سے جنات میں سرکشی بڑھ گئی اور وہ شیطانوں کی پیروی کرنے میں زیادہ راغب ہو گئے۔ **اہم بات:** آیت الکرسی، سورۂ فلق، سورۂ ناس اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ یہ وظائف ہر وظیفے سے مستغنی کر دینے والے ہیں۔

**آیت 7** ❁ اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) ایمان قبول کرنے والے جنات نے اپنی قوم سے کہا کہ اے جنو! انسانوں نے بھی ویسے ہی گمان کیا تھا جیسا کہ تم نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے آخری نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیجا تو وہ ان پر ایمان لائے، لہٰذا اے جنات کے گروہ! تم بھی انسانوں کی طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ (2) اے کفارِ قریش! جنات بھی تمہاری طرح یہی گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کو مرنے کے بعد نہیں اٹھائے گا، پھر جب انہوں نے قرآن سنا تو وہ مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا اقرار کرنے لگے تو تم جنات کی طرح اقرار کیوں نہیں کرتے؟

**آیت 8، 9** ❁ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنات نے کہا: ہم نے اپنی عادت کے مطابق آسمان والوں کا کلام سننے کیلئے آسمان کو چھوا

وَّشُهُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾ وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآىٕقَ قِدَدًا ۙ﴿۱۱﴾

...بھرا ہوا پایا ○ اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کے لیے کچھ بیٹھنے کی جگہوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے، پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ کا شعلہ پائے گا ○ اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ کیا زمین میں رہنے والوں سے کسی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے ○ اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف راہوں میں بٹے ہوئے ہیں ○

...یوں پایا کہ فرشتوں کے سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھرا ہوا پایا تاکہ جنات کو آسمان والوں کی باتیں سننے کے لیے آسمان تک پہنچنے سے روکا جائے حالانکہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے آسمان میں پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے خالی کچھ جگہوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد وہ جگہیں بھر دی گئی ہیں لہٰذا اب جو کوئی سننے کی کوشش کرے گا تو وہ اپنی تاک میں ستارے کی صورت میں آگ کا شعلہ پائے گا جس سے اس کو مارا جائے۔

**اہم بات:** آسمانوں کا نظام خالقِ کائنات کیسے چلاتا ہے؟ اس کی کچھ تفصیلات ہمیں قرآن و حدیث کے ذریعے بتائی گئیں اور اکثر کا ہمیں علم نہیں۔ ہم قرآن و حدیث کے ہر فرمان پر ایمان رکھتے ہیں، سائنس کا ان حقائق کو دریافت نہ کر سکنا، سائنس کی کمزوری ہے نہ کہ حقیقت کے موجود نہ ہونے کی دلیل۔

**آیت 10:** اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے والے جنات کو یہ ڈر ہوا کہ زمین پر رہنے والے بہت سارے لوگ ایمان نہیں لائیں گے، اس پر انہوں نے اپنی قوم سے کہا ”ہم نہیں جانتے کہ جس قرآن پر ہم ایمان لائے ہیں زمین پر رہنے والے اس کا انکار کرتے ہیں یا اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جنات نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تلاوت سننے سے پہلے آپس میں کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو انسانوں کی طرف بھیج کر ان کے ساتھ برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کی بھلائی چاہی گئی ہے کہ اگر لوگ انہیں جھٹلائیں گے تو وہ سابقہ امتوں کی طرح ہلاک کر دیئے جائیں گے اور اگر ایمان لے آئیں گے تو ہدایت پاجائیں گے۔

**آیت 11:** اس آیت کی دو تفسیریں یہ ہیں: (1) ایمان قبول کرنے والے جنات نے اپنے ساتھیوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دینے کے بعد ایک دوسرے سے کہا کہ قرآن کریم سننے کے بعد ہم میں کچھ مخلص مومن، متقی اور ابرار ہیں اور کچھ کامل نیک نہیں ہیں اور ہم مختلف مذاہب کی طرح مختلف احوال میں بٹے ہوئے ہیں۔ (2) جنات نے کہا کہ قرآنِ کریم سننے سے پہلے ہم میں سے کچھ جنات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے ہیں اور کچھ کافر ہیں اور ہم مختلف دینوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًاۙ(۱۲) وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا

اور یہ کہ ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ ہم ہرگز زمین میں اللہ کو بے بس نہیں کرسکتے اور نہ (زمین سے) بھاگ کر اسے بے بس کرسکتے ہیں○ اور یہ کہ ہم نے جب

الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖؕ-فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًاۙ(۱۳) وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ

ہدایت (قرآن) کو سنا تو اس پر ایمان لائے تو جو اپنے رب پر ایمان لائے اسے نہ کسی کمی کا خوف ہوگا اور نہ کسی زیادتی کا○ اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں

وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَؕ-فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا(۱۴) وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ

اور کچھ ظالم تو جو اسلام لائے تو وہی ہیں جنہوں نے ہدایت کا قصد کیا○ اور بہرحال جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کے ایندھن

حَطَبًاۙ(۱۵) وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًاۙ(۱۶) لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِؕ-

ہوگئے○ اور یہ کہ اگر وہ راستے پر سیدھے ہوجاتے تو ضرور ہم انہیں وافر مقدار میں پانی دیتے○ تاکہ اس بارے میں ہم انہیں آزمائیں

**آیت 12** جنات نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور و فکر کرنے کے بعد ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ ہم زمین کے کسی کنارے میں بھی ہو کر اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کرسکتے اور نہ زمین سے بھاگ کر اسے بے بس کرسکتے ہیں۔

**آیت 13** ایمان قبول کرنے والے جنات نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ہم نے جب اس قرآن پاک کو سنا جو سب سے سیدھی راہ دکھاتا ہے تو ہم فوراً اس پر اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کردی تو جو اپنے رب عزوجل اور قرآن پر ایمان لائے تو اسے نیکیوں یا ثواب کی کسی کمی کا خوف ہے اور نہ بدیوں کی کسی زیادتی کا ڈر ہے تو ساتھیو! تم بھی ہماری طرح قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آؤ۔ اہم بات: ایمان سے بڑی دولت کوئی نہیں اور کفر سے بڑی بربادی کوئی نہیں۔

**آیت 14، 15** ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنات نے کہا: قرآن سننے کے بعد ہم مختلف ہوگئے کہ ہم میں سے کچھ جنوں نے اسلام قبول کرلیا اور کچھ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا اور راہ حق سے پھر گئے تو جنہوں نے اسلام قبول کرلیا انہوں نے تو ہدایت کا قصد کیا، اور جو کافر اور راہِ حق سے پھرنے والے ہیں وہ قیامت کے دن جہنم کے ایندھن ہوں گے۔ اہم باتیں: (1) کافر جن جہنم کی آگ کے عذاب میں گرفتار کئے جائیں گے۔ (2) جنات اگرچہ آگ سے پیدا کئے گئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ آگ کو آگ کے ذریعے عذاب میں مبتلا کرے یا جنات کی ہیئت تبدیل کرکے انہیں عذاب دے۔

**آیت 16** اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے حبیب! آپ اپنی امت سے فرمادیں کہ اگر انسان اسلام کے راستے پر سیدھے ہوجاتے اور ایمان لے آتے تو ضرور ہم دنیا میں ان پر رزق وسیع کرتے اور انہیں کثیر پانی عنایت فرماتے۔ (2) اے حبیب! آپ فرمادیں کہ اگر کافر اپنی گمراہی کے راستے پر قائم رہتے تو ہم ان پر اپنا رزق وسیع کردیتے۔ اہم بات: مسلمانوں کو رزق کی وسعت خدا کے انعام کے طور پر بھی ہوتی ہے اور امتحان کے طور پر بھی کہ شکر کرتے ہیں یا ناشکری؟ جبکہ کافر کے رزق میں وسعت اس کے لئے مہلت ہے یا اس کا امتحان۔

**آیت 17** فرمایا کہ ہم ایمان لانے والوں پر رزق اس لئے وسیع کردیتے تاکہ اس بارے میں ہم انہیں آزمائیں کہ وہ اس پر ہمارا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں خرچ کرتے ہیں یا شیطان کی مرضی کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔

وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا

اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے تو وہ اسے چڑھ جانے والے عذاب میں ڈال دے گا ○ اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ

مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ قُلْ

کسی کی عبادت نہ کرو ○ اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کرنے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر ہجوم کر دیتے ○ تم فرماؤ:

مزید فرمایا: اور جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے۔ یعنی جو قرآن پاک سے یا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے سے یا اس کی عبادت کرنے سے منہ پھیرے تو اللہ تعالیٰ اسے چڑھ جانے والے عذاب میں ڈال دے گا جس کی شدت دم بدم بڑھتی ہی جائے گی۔ اہم بات: مسلمانوں کو وسیع رزق دیا جانا بھی آزمائش کے لئے ہے کہ وہ اس کا استعمال کیسا کرتے ہیں۔

آیت 18 ﴾ اور میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو مکان (بطورِ خاص) نماز ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں ان کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا اے مسلمانو! جب تم ان مسجدوں میں جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو جیسے مشرک مسجد حرام میں بتوں کی عبادت کرتے اور عیسائی گرجوں میں جا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر عبادت کرتے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت سے مسجدوں میں درود و سلام اور ندائے یا رسول اللہ کی ممانعت پر استدلال کرنا نہایت بے علمی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تو مسجد میں عین حالت نماز میں پکارا جاتا ہے جب التحیات میں ہر نمازی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہتا ہے۔ اسی طرح مسجد نبوی شریف میں نبی کریم کے سامنے کھڑے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مخاطب کر کے درود و سلام پڑھنا تو ہمیشہ سے پوری امت کا معمول ہے۔ درود و سلام خطاب و ندا کے الفاظ کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور عین مسجد میں ہوتا ہے۔ (2) آیت میں پکارنے سے مراد معبود بنا کر پکارنا ہے نہ کہ کسی بھی طرح کسی کو بھی پکارنا منع ہو جائے۔ (3) مسجد خاص اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کے علاوہ کسی کی ملک ہے نہ ہو سکتی ہے۔

آیت 19 ﴾ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے بندے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نخلہ کے مقام پر فجر کے وقت کی نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو قریب تھا کہ وہ جن قرآن سننے کیلئے رش کرنے کی وجہ سے ایک دوسرے کے اوپر چڑھ جائیں کیونکہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عبادت، تلاوت اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قیام، رکوع اور سجود میں آپ کی اقتدا انتہائی عجیب معلوم ہوئی، اس سے پہلے انہوں نے کبھی ایسا منظر نہ دیکھا تھا اور نہ ہی ایسا بے مثل کلام سنا تھا۔ اہم بات: جنوں کا تلاوت سننے کے لئے رش کرنا تو اپنی جگہ مرحبا لیکن اگر آج محبوب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تلاوت سننے کی سعادت مل جائے تو لوگوں کی ایک تعداد اس سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک آواز سننے کے لئے اپنی جان بھی قربان کر دے۔

آیت 20 ﴾ کفار مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ بیشک آپ پوری قوم اور ان کے باپ دادا کے دینِ شرک کے مقابلے میں دین توحید کا بہت بڑا حکم لے کر آئے ہیں جس کی وجہ سے ساری قوم آپ کی دشمن بن گئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہے۔ اگر آپ اس نئے دین سے رجوع کر لیں تو ہم آپ کو لوگوں کے غیظ و غضب سے بچا لیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیارے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ میں تو اپنے رب عزوجل ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا یعنی یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے تم میرے دشمن بن جاؤ کیونکہ کفار مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾

میں تو اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا○ تم فرماؤ: بیشک میں تمہارے لئے کسی نقصان اور نفع کا مالک نہیں ہوں○

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ

تم فرماؤ: یقیناً ہرگز مجھے اللہ سے کوئی نہ بچائے گا اور ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا○ مگر (میرا کام) اللہ کی طرف سے تبلیغ

وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾

اور اس کے پیغامات (پہنچانا ہے) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بیشک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے○

حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾

یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھیں گے جس کی انہیں وعید سنائی جاتی تھی تو جلد جان جائیں گے کہ کس کا مددگار کمزور ہے اور کس کی تعداد کم ہے○

کو مانتے تھے جن کا یہی دین یعنی دینِ توحید تھا اور جو شرک سے دور تھے۔

آیت 21 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! جو مشرک آپ کی دعوتِ حق کو مسترد کر رہے ہیں، ان سے فرما دیں کہ میں تمہارے لیے کسی نفع نقصان کا مالک نہیں کیونکہ ان چیزوں کا (حقیقی) مالک وہ اللہ عزوجل ہے جو ہر چیز کا مالک ہے۔ اہم بات: حقیقی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کے بعد وہ جسے چاہے بادشاہت، عزت، دولت، مرتبہ، طاقت، معجزہ، کرامت دے، یہ اس کی مرضی ہے۔

آیت 22 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکین سے فرما دیں کہ بالفرض اگر میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں تو ہرگز مجھے مخلوق میں سے کوئی اللہ عزوجل کے عذاب سے نہ بچا سکے گا اور نہ ہی کوئی میری مدد کرے گا اور میں سختیوں کے وقت ہرگز اس کے سوا کوئی پناہ نہ پاؤں گا۔ اہم بات: حقیقت میں پناہ دینے والی صرف خدا کی ذات ہے، باقی قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے مطابق فرشتوں کا دنیا و آخرت میں مدد یا حفاظت کرنا یا انبیاء علیہم السلام کا معجزوں کے ذریعے دنیا میں مشکلات سے نجات جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور شفاعت کے ذریعے آخرت میں جہنم سے پناہ کا ذریعہ بننا یہ سب خدا کی مرضی سے ہے۔

آیت 23 ﴿ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ مشرکین سے فرما دیں کہ میرا کام یہ ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں کی تبلیغ کروں جن کی تبلیغ کرنے کا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور تم تک اللہ تعالیٰ کے وہ پیغامات پہنچا دوں جو اس نے مجھے دے کر تمہاری طرف بھیجا ہے اور جو توحید کے معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی یوں نافرمانی کرے گا کہ انہوں نے جس چیز کا حکم دیا اور جس چیز کی طرف بلایا اس پر عمل کرنے کی بجائے شرک کرنے لگے تو بیشک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

آیت 24 ﴿ فرمایا کہ وہ اپنے کفر پر رہیں گے یہاں تک کہ جب (قیامت کے دن) اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے تو جان جائیں گے کہ کافر کے مددگار کمزور ہیں نیز یہ کہ اسکے مددگاروں کی تعداد کم ہے یا مومن کے؟ مراد یہ ہے کہ اس دن کافر کا کوئی مددگار نہ ہو گا اور جبکہ مومن کے مددگار ہوں گے کہ انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء عظام، شہداء ذی شان، حفاظ قرآن، حاجی صاحبان اور دیگر بہت سے لوگ شفاعت کے ذریعے مدد کریں گے۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ

تم فرماؤ: میں نہیں جانتا کہ جس کی تمہیں وعید سنائی جاتی ہے وہ نزدیک ہے یا میرا رب اس کے لئے ایک وقفہ کرے گا ○ غیب کا جاننے والا

فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ

تو اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا ○ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرے دار

وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ

مقرر کردیتا ہے ○ تاکہ اللہ دیکھ لے کہ بیشک انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچادیے ہیں اور اللہ نے وہ سب کچھ گھیر رکھا ہے جو ان کے پاس ہے

وَ اَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کررکھی ہے ○

**آیت 25** ﴾ شانِ نزول: جب مشرکین نے اوپر والی آیت میں دی گئی وعید کو سنا تو نضر بن حارث نے کہا کہ جس عذاب کی آپ ہمیں وعید سنا رہے ہیں یہ کب پورا ہوگا؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے حبیب! آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ (قیامت کے دن) اس عذاب کا واقع ہونا تو یقینی ہے البتہ میں اپنے اندازے اور سوچ بچار سے یہ نہیں جانتا کہ وہ نزدیک ہے یا میرا رب اس کی مدت دراز کرنے کے لئے ایک وقفہ کرے گا۔ اہم بات: آیت میں درایت سے جاننے کی نفی ہے اور درایت اپنے اندازے، تخمینے سے جاننے کو کہتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قیامت کا وقت جاننا اپنے اندازوں یا سوچ بچار سے نہیں تھا بلکہ خدا کے بتانے سے تھا اور اس کی دلیل وہ تمام احادیث ہیں جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قیامت کی علامات اور نشانیاں بیان فرمائیں۔

**آیت 27،26** ﴾ فرمایا: اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے خاص غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے علاوہ کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا جس سے حقیقت حال مکمل طور پر منکشف ہو جائے اور اس کے ساتھ یقین کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو (اور رسولوں کو) ان میں سے بعض غیوب کا علم، کامل اطلاع اور کشف تام کے ساتھ اس لئے دیتا ہے کہ وہ علم غیب ان کے لئے معجزہ ہو اور اللہ تعالیٰ ان رسولوں کے آگے پیچھے پہرے دار فرشتے مقرر کردیتا ہے جو شیطان کے اختلاط سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اہم بات: معتزلہ فرقے نے اس آیت سے اولیاء کے لئے علم غیب ماننے سے انکار کیا ہے اور یہ انکار غلط و باطل ہے کیونکہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ رسولوں کے سوا کسی کو غیب کا پتہ بھی معلوم نہیں، بلکہ یہاں غیب کی خاص قسم مراد ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ کچھ غیب ایسے ہیں جو صرف رسولوں ہی کو معلوم ہوتے ہیں، غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے۔ معتزلہ کو دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں غیب سے خاص قیامت کا وقت مع تفصیلات مراد ہے کہ اس خاص غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دی جاتی اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں قیامت ہی کے غیب کا ذکر ہے اور اس خاص علم قیامت میں بھی بحث وقت کے تفصیلی علم مراد ہے ورنہ اکابر اولیاء کو علم قیامت بھی حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا آیت سے صرف اتنا مطلب نکلا کہ بعض غیوب یا خاص قیامت کے وقت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے۔

**آیت 28** ﴾ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ رسولوں کے ہر طرف فرشتوں کا یہ پہرہ اس لئے لگایا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ

اے چادر اوڑھنے والے○ رات کے تھوڑے سے حصے کے سوا قیام کرو○ آدھی رات (قیام کرو) یا اس سے کچھ کم کرلو○ یا اس پر کچھ اضافہ کرو

انہوں نے اپنے رب کے پیغامات اختلاط سے محفوظ رکھ کر پہنچا دیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو وہ سب کچھ معلوم ہے جو ان رسولوں اور فرشتوں کے پاس ہے اور اس نے اپنی پیدا کی ہوئی ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔

سورۂ مزمل کا تعارف ✽ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 20 آیتیں ہیں۔ مزمل کا معنی ہے چادر اوڑھنے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو "یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ" فرما کر ندا کی ہے، اس مناسبت سے اسے "سورۂ مزمل" کہتے ہیں۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بڑے لطف و کرم والے انداز میں خطاب فرمایا اور انہیں رات کے کچھ حصے میں اپنی عبادت کرنے، خوب ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا حکم دیا اور انہیں بتایا کہ ہم عنقریب آپ پر ایک انتہائی عظمت، جلالت اور قدر والا کلام نازل فرمائیں گے۔ یہ بتایا گیا کہ دن کے مقابلے میں رات کے وقت عبادت کرنے میں زیادہ دل جمعی حاصل ہوتی ہے۔ کافروں کی گستاخیوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو صبر کرنے کی تلقین کی گئی اور آپ سے فرمایا گیا کہ جو لوگ آپ کو اور قرآن مجید کو جھٹلا رہے ہیں آپ کی طرف سے انہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ قیامت کے دن کفار کے عذاب کی کیفیت بیان کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈرانے والی آیات مخلوق کے لئے نصیحت ہیں اور جو چاہے ان سے نصیحت حاصل کرے۔ آخر میں امت سے تہجد کی فرضیت منسوخ کر دی گئی اور عبادت کے معاملے میں آسانی فرما دی گئی۔

آیت 1 ✽ شانِ نزول: (1) وحی نازل ہونے کے ابتدائی زمانے میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم خوف سے اپنے کپڑوں میں لپٹ جاتے تھے، ایسی حالت میں حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو "یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ" کہہ کر ندا کی۔ اہم باتیں: (1) قرآن پاک میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے اسمائے مبارکہ یعنی ناموں سے پکارا گیا جبکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نام سے نہیں بلکہ حالات و صفات و شان سے ندا کی گئی ہے۔ (2) ندا کے اس انداز سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہر ادا پیاری ہے۔

اپنا عزیز وہ ہے جسے تو عزیز ہے ہم کو ہے وہ پسند جسے آئے تو پسند

آیت 2-4 ✽ فرمایا: اے چادر اوڑھنے والے حبیب! رات کے تھوڑے حصے میں آرام فرمایئے اور باقی رات نماز اور عبادت کے ساتھ قیام میں گزاریئے اور وہ باقی آدھی رات ہو یا اس سے کچھ کم کرلو یا اس پر کچھ اضافہ کرلو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اسی مقدار کے مطابق رات کو قیام فرماتے اور ان میں سے جو حضرات قیام کی مقدار نہیں جانتے تھے تو وہ ساری رات قیام میں رہتے کہ کہیں قیام واجب مقدار سے کم نہ ہو جائے یہاں تک کہ ان حضرات کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ پھر تخفیف

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ

اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو○ بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے○ بیشک رات کو قیام کرنا

هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ؕ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

زیادہ موافقت کا سبب ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے○ بیشک دن میں تو تمہیں بہت سے کام ہیں○ اور اپنے رب کا نام یاد کرو

ہوئی اور بعض مفسرین کے نزدیک ایک سال کے بعد اسی سورت کی آخری آیت کے اس حصے "فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ" سے یہ حکم منسوخ ہو گیا اور بعض مفسرین کے نزدیک پانچ نمازوں کی فرضیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ اہم بات: (1) اس آیت میں قیام سے مراد تہجد کی نماز ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز تہجد کی فرضیت باقی رہی جبکہ امت کے حق میں منسوخ ہوئی۔ (2) ترتیل کا معنی یہ ہے کہ اطمینان کے ساتھ اس طرح قرآن پڑھا جائے کہ حروف جدا جدا رہیں، جن مقامات پر وقف کرنا ہے ان کا اور تمام حرکات (اور مدات) کی ادائیگی کا خاص خیال رکھا جائے۔ درس: قرآن مجید صحیح پڑھنا ضروری ہے لہٰذا تجوید کے مطابق قرآن پڑھنا سیکھا جائے تاکہ ترتیل کے قرآنی حکم پر عمل ہو سکے۔

آیت 5 ﴾ فرمایا: اے حبیب! ہم عنقریب آپ پر ایک عظمت اور قدر والا کلام نازل فرمائیں گے جو اس طور پر بھاری ہے کہ وہ رب العالمین کا کلام ہے اور اس طرح بھی بھاری ہے کہ اسے اپنے اندر سمونے اور لوگوں تک پہنچانے کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، لہٰذا آپ خود کو وہ عظیم بات قبول کرنے کے لئے تیار رکھیں۔

آیت 6 ﴾ فرمایا کہ رات سونے کے بعد اٹھ کر عبادت کرنا دن کی نماز کے مقابلے میں زبان اور دل کے درمیان زیادہ موافقت کا سبب ہے اور اس وقت قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور سمجھنے میں زیادہ دل جمعی حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ وقت اطمینان کا ہے، کامل اخلاص نصیب ہوتا ہے، ریاکاری کا اندیشہ کم ہوتا ہے۔ درس: تہجد گزاروں کی خوش نصیبی ہے جنہیں یہ عظیم دولت نصیب ہوتی ہے۔ اب تو دنیا بھر میں غیر مسلم بھی ذہنی سکون اور نفسیاتی علاج کے لئے رات کے آخری پہر میں اٹھنے کی مشقیں کرواتے ہیں۔

آیت 7 ﴾ ارشاد فرمایا: اے حبیب! بیشک دن میں تو آپ بہت سے کاموں میں مصروف رہتے ہیں اس لئے پوری یکسوئی کے ساتھ عبادت نہیں ہو پاتی لہٰذا آپ رات کے اوقات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور مناجات کرنے کے لئے خاص رکھیں۔

گراں بہا ہے ترا گریۂ سحر گاہی ۔۔۔ اسی سے ہے ترے نخل کہن کی شادابی

آیت 8 ﴾ ارشاد فرمایا: اور اپنے رب کا نام یاد کرو۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! آپ رات اور دن کے تمام اوقات میں اپنے رب عزوجل کا نام یاد کرتے رہیں چاہے وہ تسبیح اور کلمہ طیبہ پڑھنے سے ہو، نماز ادا کرنے، قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور علم کا درس دینے کے ساتھ ہو۔ مزید فرمایا: اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے بنے رہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی ہو کہ دل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کی یاد میں مشغول نہ ہو، اس کی عبادت کے وقت سب سے تعلق ختم ہو جائے۔ اہم بات: خدا کا نام یاد کرنا سب سے بڑی عبادت ہے بلکہ عبادت کی اصل روح، خدا کی یاد ہے، پھر یادِ الٰہی میں ایسی مشغولی کہ بدن کسی کام میں بھی لگا ہو لیکن دل خدا کی یاد ہی میں رہے، یہ عظیم تر سعادت ہے اور یہی راہِ ولایت ہے۔ دل کی یادِ الٰہی میں ایسی مشغولیت کو تصوف کی اصطلاح میں "نسبت" کہتے ہیں۔

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝

اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے بنے رہو○ وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ○

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ

اور کافروں کی باتوں پر صبر کرو اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو○ اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو مجھ پر چھوڑ دو

وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۝ يَوْمَ

اور انہیں تھوڑی مہلت دو○ بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے○ اور گلے میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے○ جس دن

**آیت 9** فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مشرق و مغرب اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کا رب اور ان کا خالق و مالک ہے، اس کے علاوہ اور کوئی معبود حق نہیں لہٰذا تم اپنے دینی اور دنیوی تمام امور میں اسی کو اپنا کارساز بناؤ اور اسی پر بھروسہ کرو۔ اہم بات: حقیقی کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے اور سب کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے، یعنی بندہ اسباب اختیار کرے لیکن ان اسباب کے بجائے حقیقی بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھے۔ توکل کے حصول میں مفید طریقہ یہ ہے کہ اہلِ توکل بزرگوں کے واقعات پڑھے اور خود اپنی زندگی میں خدائی مہربانیوں پر غور کرتا رہے۔

**آیت 10** فرمایا، اے حبیب! کفارِ قریش اللہ تعالیٰ کے شریک مانتے اور بیوی اور اولاد ثابت کرکے خرافات بکتے ہیں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جادوگر، شاعر، کاہن اور مجنون کہہ کر آپ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور قرآن کو سابقہ لوگوں کی کہانیاں بتا کر اس کے بارے میں نازیبا کلمات کہتے ہیں، آپ کافروں کی ان باتوں پر صبر فرمائیں اور انہیں بدنی، زبانی، قلبی ہر اعتبار سے چھوڑ دیں اور ان کا معاملہ ان کے رب عزوجل کے سپرد کر دیں۔ دینی زندگی میں ہر شے کا جواب مقابلے میں بول کر یا لکھ کر ہی نہیں دیا جاتا، بہت سی جگہوں پر صبر اور خاموشی سب سے بڑا جواب ہوتی ہے۔

**آیت 11** فرمایا کہ اے حبیب! آپ اور قرآن کو جھٹلانے والے ان مالداروں کو مجھ پر چھوڑ دیں، میں آپ کی طرف سے انہیں کافی ہوں اور انہیں بدر کے دن تک تھوڑی مہلت دیں۔ چنانچہ تھوڑی مدت بعد یہ لوگ بدر کی جنگ میں قتل کر دیئے گئے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں تھوڑی مہلت دینے سے مراد قیامت کے دن تک مہلت دینا ہے۔

**آیت 12، 13** فرمایا کہ جنہوں نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا ان کے لئے ہمارے پاس آخرت میں لوہے کی بھاری بیڑیاں ہیں جو کہ عذاب دینے کے لئے ان کے پاؤں میں ڈالی جائیں گی اور بھڑکتی آگ ہے اور گلے میں پھنسنے والا کھانا ہے جو نہ حلق سے نیچے اترے گا اور نہ حلق سے باہر آ سکے گا اور اس کے علاوہ ان کے لئے ایسا دردناک عذاب ہے جس کی حقیقت کوئی نہیں جان سکتا۔ درس: قیامت کے دن کفار کے لئے تیار کئے گئے عذاب کے بارے میں پڑھ یا سن کر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا اور خدا سے ڈرنا ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے۔

**آیت 14** ارشاد فرمایا کہ جس دن زمین اور پہاڑ اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور جلال سے تھرتھرائیں گے اور پہاڑ اپنی سختی اور بلندی کے باوجود تھرتھراہٹ کی شدت کی وجہ سے ریت کا بہتا ہوا ٹیلہ ہو جائیں گے وہ قیامت کا دن ہوگا۔

تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ وَ كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ

زمین اور پہاڑ تھر تھرائیں گے اور پہاڑ ریت کا بہتا ہوا ٹیلہ ہو جائیں گے ۝ بیشک ہم نے تمہاری طرف

رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ

ایک رسول بھیجے جو تم پر گواہ ہیں جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجے ۝ تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا

فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ۝

تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا ۝ پھر اگر تم کفر کرو تو اس دن سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کردے گا ۝

السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ

آسمان اس کی وجہ سے پھٹ جائے گا۔ اللہ کا وعدہ ہو کر رہتا ہے ۝ بیشک یہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف

اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ

راستہ اختیار کرے ۝ بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کبھی دو تہائی رات کے قریب قیام کرتی ہے

آیت 15، 16 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اے اہلِ مکہ! بیشک ہم نے اسی طرح محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا جو کہ مومن کے ایمان اور کافر کے کفر کو جانتے ہیں جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرکے اور ان پر ایمان نہ لا کر ان کا حکم نہ مانا تو ہم نے اس کی نافرمانی کی وجہ سے دریا میں ڈبو کر اسے سخت گرفت سے پکڑا، لہٰذا تم بھی اس بات سے ڈرو کہ کہیں میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جھٹلانے کی وجہ سے تم پر بھی فرعون کی طرح دنیا میں عذاب نہ آجائے۔

آیت 17، 18 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے کفر کے باوجود تم سے فرعون کی طرح دنیا میں ہی مؤاخذہ نہ ہوا تو تم قیامت کے اس دن کے عذاب سے کیسے بچو گے جو انتہائی ہولناک ہو گا اور وہ اپنی دہشت سے بچوں کو بوڑھا کردے گا اور آسمان اس دن کی شدت کی وجہ سے پھٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت قائم ہونے کا جو وعدہ دیا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ درس: اس آیت میں قیامت کی ہولناکی کو بہت دل دہلا دینے والے انداز میں بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن کی شدت و سختی بچے کو بوڑھا کردے۔ اس دن کو یاد رکھنا زندگی کا حصہ بنالیں، یہ یاد قیامت کے لئے بہت مفید ثابت ہو گی۔

آیت 19 ﴾ فرمایا کہ بیشک دنیا و آخرت کے عذاب سے ڈرانے والی یہ آیات مخلوق کے لئے نصیحت ہیں، تو اب جو چاہے ایمان اور طاعت قبول کر کے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔

آیت 20 ﴾ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے صحابہ میں سے ایک جماعت آپ کی پیروی کرتے ہوئے کبھی دو تہائی رات کے قریب قیام کرتی ہے اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات قیام میں گزارتی

وَ طَآىٕفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ

اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے، اسے معلوم ہے کہ (اے مسلمانو!) تم ساری رات قیام

فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ

نہیں کر سکو گے تو اس نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمایا اب قرآن میں سے جتنا آسان ہو اتنا پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ بیمار

اٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۖ

ہوں گے اور کچھ زمین میں اللہ کا فضل تلاش کرنے کیلئے سفر کریں گے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ

تو جتنا قرآن آسان ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو

وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ

اور اپنے لیے جو بھلائی تم آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۠﴿۲۰﴾ ع

بیشک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ۝

ہے اور اللہ تعالیٰ رات اور دن کے اجزا اور ان کی گھڑیوں کی مقدار جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تم پر رجوع فرمایا اور تم سے مشقت دور کر دی لہٰذا اب نماز کے دوران قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو اور رات کا لمبا قیام تمہیں معاف ہے۔ اس تخفیف کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ تجارت کے ذریعے زمین میں اللہ عزوجل کا فضل تلاش کرنے یا علم حاصل کرنے کیلئے سفر کریں گے اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار سے لڑتے ہوں گے، اس وجہ سے ان پر رات کا قیام دشوار ہو گا تو تم پر جتنا قرآن آسان ہو اتنا پڑھو اور فرض نماز قائم رکھو اور جو زکوٰۃ تم پر واجب ہو اسے ادا کرو اور نفلی صدقات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی تم آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ عزوجل سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگو، بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت "فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" سے نماز میں مطلقاً قراءت کی فرضیت ثابت ہوئی۔ (2) اس آیت سے رات میں قیام کی مقدار منسوخ ہوئی، پھر (ایک قول کے مطابق) پانچ نمازوں کی فرضیت سے امت کے حق میں تہجد کا اصل وجوب بھی منسوخ ہو گیا۔ (4) اچھے قرض سے مراد زکوٰۃ کے علاوہ راہِ خدا میں خرچ کرنا ہے جیسے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے میں اور مہمان نوازی کرنے میں خرچ کرنا۔

آیاتہا ۵۶ — سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّیَّةٌ ۴ — رکوعاتہا ۲

سورۂ مدثر مکیہ ہے، اس میں چھپن آیتیں اور دو رکوع ہیں

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

## یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ(۱) قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ(۲) وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ(۳) وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ(۴)

اے چادر اوڑھنے والے ○ کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ ○ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بیان کرو ○ اور اپنے کپڑے پاک رکھو ○

**سورۂ مدثر کا تعارف** ✤ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 56 آیتیں ہیں۔ مدثر کا معنی ہے چادر اوڑھنے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس وصف سے مخاطب کیا گیا اس مناسبت سے اسے ''سورۂ مدثر'' کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت کی ابتدائی آیات میں تبلیغِ دین کے حوالے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تربیت فرمائی گئی اور کافروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔ قیامت کے دن کی ہولناکی اور ولید بن مغیرہ مخزومی کی مذمت اور اس کا انجام بیان کیا گیا۔ جہنم کے اوصاف بیان کئے گئے اور اس کے محافظوں کی تعداد بیان کی گئی۔ چاند، رات اور صبح کی قسم ذکر کرکے فرمایا کہ دوزخ بہت بڑی چیز ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے، نیز جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان ہونے والی گفتگو بیان کی گئی۔ مشرکین کی نادانی اور بیوقوفی بیان کی گئی کہ جس طرح شیر سے خوفزدہ ہو کر گدھا بھاگتا ہے اسی طرح یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تلاوت قرآن سن کر ان سے بھاگتے ہیں۔ اس سورت کے آخر میں بتایا گیا کہ قرآن مجید عظیم نصیحت ہے تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔

**آیت 1** ✤ شانِ نزول: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں حرا پہاڑ پر تھا کہ مجھے ندا کی گئی ''یَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ'' میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو کچھ نہ پایا اور جب اوپر دیکھا تو ایک شخص (یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی) آسمان اور زمین کے درمیان بیٹھا ہے، یہ دیکھ کر مجھ پر رعب طاری ہوا اور میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور میں نے انہیں کہا کہ مجھے چادر اوڑھاؤ، انہوں نے چادر اڑھا دی، اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا ''یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ'' اے چادر اوڑھنے والے۔

**آیت 2** ✤ ارشاد فرمایا: اے چادر اوڑھنے والے (نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم) آپ اپنی خواب گاہ سے کھڑے ہو جائیں پھر تمام لوگوں کو ایمان نہ لانے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں کیونکہ آپ تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

**آیت 3** ✤ اور بت پرست لوگوں نے ہماری اللہ تعالیٰ کی شان میں جو بکواس کرتے ہیں آپ اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی بیان کریں۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ اکبر فرمایا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی تکبیر کہی اور خوش ہوئیں اور یقین کیا کہ یہ وحی ہے۔

**آیت 4** ✤ فرمایا: اے حبیب! آپ اپنے کپڑے ہر طرح کی نجاست سے پاک رکھیں کیونکہ نماز کیلئے طہارت ضروری ہے اور نماز کے علاوہ دوسری حالتوں میں بھی کپڑے پاک رکھنا بہتر ہے۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷ فَإِذَا نُقِرَ فِي

اور گندگی سے دور رہو۔ اور زیادہ لینے کی غرض سے کسی پر احسان نہ کرو۔ اور اپنے رب کے لیے ہی صبر کرتے رہو۔ پھر جب صور میں

النَّاقُورِ ۝۸ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝۹ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝۱۰ ذَرْنِي

پھونکا جائے گا۔ تو وہ دن بڑا سخت دن ہوگا۔ کافروں پر آسان نہیں ہوگا۔ اسے مجھ پر چھوڑ دو

وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۝۱۱ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ۝۱۲ وَبَنِينَ شُهُودًا ۝۱۳ وَمَهَّدْتُ لَهُ

جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور اسے وسیع مال دیا۔ اور سامنے حاضر رہنے والے بیٹے دیئے۔ اور میں نے اس کے لیے (نعمتوں کو)

آیت 5 ✽ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو (بت وغیرہ) بتوں کی عبادت سے دور رہنے پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے لہٰذا جس طرح مسلمانوں کے اس قول "اِهْدِنَا" کا یہ معنی نہیں کہ اے اللہ ہم ہدایت پر نہیں اس لئے ہمیں ہدایت عطا فرما بلکہ معنی یہ ہے کہ ہمیں ہدایت پر ثابت قدم رکھ تو اسی طرح اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اب منع کیا جا رہا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ پہلے بتوں کی پوجا کرنے سے دور تھے اسی طرح ہمیشہ اس سے دور ہی رہئے۔

آیت 6 ✽ فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنا مال کسی کو اس نیت سے ہدیئے کے طور پر نہ دینا کہ وہ آپ کو اس سے زیادہ دے گا۔ اہم بات: دنیا میں تحفے اور نیوتے دینے کے معاملے میں دستور ہے کہ دینے والا یہ خیال کرتا ہے کہ جس کو میں نے دیا ہے وہ موقع آنے پر مجھے اس سے زیادہ دیدے گا، اس قسم کے نیوتے اور ہدیے اگرچہ جائز ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس سے منع فرمایا گیا کیونکہ اس منصب عالی کے لائق یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جس کو جو کچھ دیں وہ محض کرم کے طور پر ہو اور جسے دیا اس سے نفع حاصل کرنے کی نیت نہ ہو اور عام مسلمانوں کو بھی اس اخلاقی بلندی کی پیروی کرنی چاہیے۔

آیت 7 ✽ فرمایا کہ اے حبیب! آپ اپنے رب عزوجل کی رضا کے لئے اس کی اطاعت، اس کے احکامات، اس کے ممنوعات اور ان ایذاؤں پر صبر کرتے رہیں جو دین کی خاطر آپ کو (کفار کی طرف سے) برداشت کرنی پڑیں۔

آیت 8-10 ✽ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دوسری بار صور میں پھونک ماری جائے گی تو وہ دن عذاب اور برے حساب کے اعتبار سے سخت دن ہوگا اور وہ کافروں پر آسان نہیں ہوگا کیونکہ ان سے سخت حساب لیا جائے گا اور ان کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور وہ محشر میں سب لوگوں کے سامنے رسوا ہوں گے، جبکہ وہ دن اللہ تعالیٰ کے فضل سے مومنین پر آسان ہوگا۔

آیت 11-17 ✽ شانِ نزول: ولید بن مغیرہ مخزومی اپنی قوم میں وحید یعنی یکتا کے لقب سے مشہور تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا کہ اے حبیب! آپ کی طرف سے اس سے انتقام لینے کے لئے میں کافی ہوں جسے میں نے اس کی ماں کے پیٹ سے مال اور اولاد کے بغیر اکیلا پیدا کیا، پھر اس پر انعام کیا کہ اسے وسیع مال دیا اور اسے ایسے دس بیٹے دیئے جنہیں مالدار ہونے کی وجہ سے مال کمانے کیلئے سفر کرنے کی حاجت نہ تھی اس لئے وہ سب باپ کے سامنے رہتے اور میں نے اس کے لیے دنیوی نعمتوں کو خوب بچھا دیا کہ

يُّؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٧﴾

جو منقول چلا آرہا ہے۔ ○ یہ آدمی ہی کا کلام ہے ○ جلد ہی میں اسے دوزخ میں دھنساؤں گا ○ اور تمہیں کیا معلوم کہ دوزخ کیا ہے؟ ○

لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿٢٨﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَاۤ اَصْحٰبَ النَّارِ

نہ باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی ○ آدمی کی کھال جلا دینے والی ہے ○ اس پر انیس داروغہ ہیں ○ اور ہم نے دوزخ کے داروغے

اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

فرشتے ہی بنائے اور ہم نے ان کی یہ گنتی کافروں کی آزمائش ہی کے لیے رکھی اس لیے کہ کتاب والوں کو یقین ہوجائے

وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ

اور ایمان والوں کا ایمان بڑھے اور اہلِ کتاب اور مسلمان شک نہ کریں اور تاکہ جن کے دلوں میں

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ

مرض ہے وہ اور کافر کہیں: اس عجیب و غریب بات سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ یونہی اللہ گمراہ

اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ

کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جہنم تو

لعنت ہو، اس نے اپنے دل میں کیسی عجیب بات ٹھہرائی ہے۔ پھر اس پر لعنت ہو، اس نے اپنے دل میں کیسی حیرت انگیز بات ٹھہرالی ہے۔ پھر اس نے نظر اٹھا کر اپنی قوم کے چہروں کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے کسی چیز میں غور کرنے والے کی طرح تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا۔ پھر اس نے ایمان لانے سے پیٹھ پھیری اور تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرنے کو اپنی بڑائی کے خلاف سمجھا۔ پھر قرآن مجید کے بارے میں بولا: یہ تو وہی جادو ہے جو جادوگروں سے منقول چلا آرہا ہے اور یہ کسی آدمی ہی کا کلام ہے۔ جلد ہی اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں دھنسادے گا۔

آیت 27-30 ﴾ فرمایا: اے مخاطب! تمہیں کیا معلوم کہ دوزخ کیا ہے؟ وہ ایسی جگہ ہے کہ عقل اس کی شدت اور سختی کا اندازہ نہیں لگا سکتی، وہ نہ کسی عذاب کے مستحق کو چھوڑے گی اور نہ کسی کے جسم پر کھال لگی رہنے دے گی، بلکہ عذاب کے مستحق کو جلائے گی اور لوگ جل جانے کے بعد پھر ویسے ہی کر دیئے جائیں گے اور جہنم پھر انہیں جلائے گی۔ اور اس پر انیس فرشتے حضرت مالک علیہ السلام اور ان کے اٹھارہ ساتھی داروغہ کے طور پر مقرر ہیں۔ دعا: اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی حالت میں ایمان کے ساتھ موت نصیب فرمائے اور جہنم کے عذاب سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین۔

آیت 31 ﴾ شانِ نزول: "جب یہ آیت نازل ہوئی (جس میں دوزخ پر مقرر فرشتوں کی تعداد 19 بتائی گئی) تو ابو جہل نے قریش سے کہا:

إِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝٣١ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝٣٢ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ۝٣٣ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ۝٣٤

...لیے نصیحت ہی ہے ○ خبردار! چاند کی قسم ○ اور رات کی جب پیٹھ پھیرے ○ اور صبح کی جب وہ خوب روشن ہو جائے ○

إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۝٣٥ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝٣٦ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝٣٧

بیشک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے ○ آدمیوں کو ڈرانے والی ہے ○ اسے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا چاہے ○

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝٣٨ إِلَّا أَصْحٰبَ الْيَمِينِ ۝٣٩ فِي جَنّٰتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝٤٠

ہر جان اپنے کمائے ہوئے اعمال میں گروی رکھی ہے ○ مگر دائیں طرف والے ○ باغوں میں ہوں گے۔ وہ پوچھ رہے ہوں گے ○

تمہاری ماں تم پر روئے، محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خبر دی ہے کہ دوزخ کے داروغہ انیس ہیں اور تم انتہائی بہادر اور تعداد میں کثیر ہو تو کیا تم میں سے دس مرد دوزخ کے ایک داروغہ کو نہیں پکڑ سکتے؟ ابو الاشد بن اسید نے کہا: میں اکیلا ان میں سے سترہ کو کافی ہوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے داروغے انسانوں سے نہیں بنائے جن پر تم غالب آجاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بنائے ہیں لہٰذا ان میں سے ایسا کون ہے جو فرشتوں پر غالب آسکے اور اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ قلیل تعداد کافروں کی اس آزمائش کیلئے رکھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر اعتماد نہ کرکے اس تعداد میں کلام کریں اور کہیں کہ انیس کیوں ہوئے نیز تورات اور انجیل میں لکھا ہوا تھا دوزخ کے داروغے انیس ہیں، قرآن پاک میں بھی یہی تعداد بیان کی تاکہ اپنی کتابوں کے موافق دیکھ کر یہودیوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا یقین حاصل ہو۔ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اعتقاد اور زیادہ ہو جائے اور اہل کتاب اور مسلمان اس گنتی میں شک نہ کریں۔ جن کے دلوں میں منافقت کا مرض ہے وہ اور کافر کہیں: اس عجیب و غریب بات سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ اللہ یونہی جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تمہارے رب عزوجل کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جہنم اور اس کی صفت تو انسان کیلئے نصیحت ہی ہے۔

**آیت 32-37** ﴿ اللہ تعالیٰ نے چاند، رات اور صبح کی قسم ارشاد فرمائی کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات ظاہر ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ بیشک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے اور یہ دوزخ آدمیوں میں سے اس کو ڈرانے والی ہے جو تم میں سے ایمان اور بھلائی کی طرف یا جنت کی طرف آگے بڑھنا چاہے یا کفر اختیار کرکے جنت سے پیچھے ہٹنا چاہے اور جہنم کے عذاب میں گرفتار ہونا چاہے۔

**آیت 38، 39** ﴿ جنوں اور انسانوں میں سے ہر جان اپنے کئے ہوئے اعمال کی وجہ سے ایسے قید ہے جیسے وہ چیز جسے گروی رکھا ہوا ہے، البتہ کافر دائمی طور پر اور ایمان والے عارضی طور پر قید ہیں۔

**آیت 40-47** ﴿ فرمایا: ایمان والے آخرت میں باغوں میں ہوں گے اور جب جہنم میں داخل ہونے والے مومن اس سے نکل جائیں گے تو جنتی، کافروں سے ان کا حال پوچھیں گے کہ تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے: ہم دنیا میں نماز پڑھنے والوں میں

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۙ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۙ وَلَمْ نَكُ

مجرموں سے ○ کون سی چیز تمہیں دوزخ میں لے گئی؟ ○ وہ کہیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے ○ اور مسکین کو

نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۙ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۙ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۙ

کھانا نہیں کھلاتے تھے ○ اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ بیہودہ باتیں سوچتے تھے ○ اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے ○

حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ۗ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۗ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ

یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی ○ تو انہیں سفارشیوں کی سفارش کام نہ دے گی ○ تو انہیں کیا ہوا نصیحت سے

مُعْرِضِيْنَ ۙ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۙ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۗ بَلْ يُرِيْدُ

منہ پھیرے ہوئے ہیں ○ گویا وہ بدکے ہوئے گدھے ہوں ○ جو شیر سے بھاگے ہوں ○ بلکہ ان میں سے

كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۙ كَلَّا ۗ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۗ

ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلے صحیفے ہاتھ میں دیے جائیں ○ ہرگز نہیں بلکہ وہ آخرت سے ڈرتے نہیں ○

سے نہیں تھے کیونکہ ہم نماز کے فرض ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے، اور مسکین کو صدقہ نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں بیہودہ فکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ کر بیہودہ باتیں سوچتے تھے اور ان کے بارے میں جھوٹی باتیں بولتے تھے اور ہم انصاف کے اس دن کو جھٹلاتے رہے، یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی اور ہم ان مذموم افعال کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل ہو گئے۔
درس: آیت میں جہنم میں داخلے کے اسباب یہ بیان ہوئے، نماز نہ پڑھنا، مسکین کو کھانا نہ کھلانا، بیہودہ باتیں کرنا، سوچنا، قیامت کو جھٹلانا، ان میں آخری تو واضح کفر کی صورت ہے جبکہ اس سے پہلے والے افعال میں اعتقادی صورت بھی ہے جو کفر یقینی ہے اور عملی صورت بھی جو حسب حال حرام یقینی ہے۔ ہم غور کریں کہ ان میں سے ہم کس عملی کوتاہی کا شکار ہیں؟

آیت 48 ✽ انبیاء کرام علیہم السلام، فرشتے، شہداء اور صالحین جنہیں اللہ تعالیٰ نے شفاعت کرنے کا اذن دیا ہے وہ ایمانداروں کی شفاعت کریں گے اور کافروں کی شفاعت نہیں کریں گے، لہٰذا کافروں کو قیامت کے دن شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

آیت 51-49 ✽ فرمایا کہ مشرک لوگ نادانی اور بے وقوفی میں گدھے کی طرح ہیں کہ جس طرح شیر کو دیکھ کر خوف زدہ ہو کر گدھا بھاگتا ہے اسی طرح یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت قرآن سن کر ان سے بھاگتے ہیں اور قرآن کی نصیحتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ درس: قرآن پڑھنے، سننے میں دل لگنا ایمان کی نشانی ہے اور تلاوت سے اس کا تنگ اور دور ہونا ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔

آیت 53، 52 ✽ کفار قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم اس وقت تک ہرگز آپ کی پیروی نہیں کریں گے جب تک کہ ہم میں ہر ایک کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب نہ آئے جس میں لکھا ہوا ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور فلاں بن فلاں کے نام ہے ہم اس میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے اس کے نام پر نازل کئے ہوئے کھلے صحیفے ہاتھ میں دیے جائیں، ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ صحیفے ان کے ہاتھ میں دیے جائیں بلکہ وہ

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰى قٰدِرِيۡنَ عَلٰۤى اَنۡ نُّسَوِّىَ

کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہ فرمائیں گے○ کیوں نہیں ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کے انگلیوں کے پوروں (تک) کو

بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلۡ يُرِيۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِيَفۡجُرَ اَمَامَهٗ ۚ﴿۵﴾ يَسۡـئَلُ اَيَّانَ يَوۡمُ الۡقِيٰمَةِ ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ

ٹھیک کردیں○ بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ وہ اپنے آگے کو جھٹلائے○ پوچھتا ہے: قیامت کا دن کب ہوگا؟○ تو جس دن آنکھ

مجھے قیامت کے دن کی قسم ہے اور مجھے اس جان کی قسم ہے جو کثرت نیکیاں کرنے والی ہونے کے باوجود اپنے اوپر اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ملامت کرے کہ تم مرنے کے بعد ضرور اٹھائے جاؤ گے۔

آیت 3 { شانِ نزول: یہ آیت عدی بن ربیعہ کے بارے میں نازل ہوئی، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: قیامت کب واقع ہوگی اور اس کے احوال کیسے ہوں گے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بتایا تو اس نے کہا: اگر میں قیامت کا دن دیکھ بھی لوں تو بھی نہ مانوں اور آپ پر ایمان نہ لاؤں، کیا اللہ تعالیٰ بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کردے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے معنی یہ ہیں کہ کیا اس کافر کا یہ گمان ہے کہ ہڈیاں بکھرنے، گلنے، ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں ملنے اور ہواؤں کے ساتھ اڑ کر دور دراز مقامات میں منتشر ہوجانے سے ایسی ہوجاتی ہیں کہ ان کو جمع کرنا ہماری قدرت سے باہر ہے۔ یہ فاسد خیال اس کے دل میں کیوں آیا اور اس نے یہ کیوں نہیں جانا کہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے۔

آیت 4 { فرمایا کہ کیا کافر یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کرسکتے؟ کیوں نہیں، ہم اس کی ہڈیوں کو جمع کرسکتے ہیں اور ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس آدمی کی انگلیاں جیسی تھیں کسی فرق کے بغیر ویسی ہی کردیں اور ان کی ہڈیاں ان کے مقام پر پہنچا دیں، جب ہم چھوٹی چھوٹی ہڈیاں اس طرح ترتیب دے سکتے ہیں تو بڑی ہڈیوں کا کیا کہنا، انہیں تو بدرجہ اولیٰ ترتیب دے سکتے ہیں۔

آیت 5، 6 { ان دو آیات کے بیان کردہ مختلف معنی میں سے 2 یہ ہیں: (1) انسان کا مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنا کسی شبہے اور دلیل نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وہ سوال کرنے کے باوجود بھی اپنی بدی پر قائم رہنا چاہتا ہے کہ وہ مذاق اڑانے کے طور پر پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا۔ (2) آدمی گناہ کو مقدم اور توبہ کو مؤخر کرتا ہے اور یہی کہتا رہتا ہے کہ اب توبہ کروں گا، اب عمل کروں گا یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے اور وہ اپنی بدیوں میں ہی مبتلا ہوتا ہے۔ اہم بات: بہت سے مسلمانوں کو جب گناہوں سے رک جانے، ان سے توبہ کرنے اور شریعت کے احکامات پر عمل کرنے کا کہا جائے تو ان کا یہ جواب ملتا ہے کہ ابھی تو بہت عمر پڑی ہے، جب بڑھاپا آئے گا تو گناہوں سے توبہ اور نیک اعمال کرلیں گے۔ اور بعض مسلمانوں تو ایسے بھی ہیں کہ اگر ان کی اولاد جوانی میں گناہوں سے دور اور نیکیوں کی طرف راغب ہونے لگے تو اسے عمر لمبی ہونے کا کہہ کر ان چیزوں سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا دُنیوی نتیجہ تو یہ ہے کہ مسلمان دنیا بھر میں مغلوب نظر آرہے ہیں اور کفار مسلم ممالک پر حملے کرکے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا رہے ہیں جبکہ اس کا اخروی انجام اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 7 - 9 { ان تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے کافر کے قیامت کے وقوع کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے قیامت کی تین علامات بیان فرمائی ہیں۔ اس دن کی ہولناکی دیکھ کر آنکھ دہشت اور حیرت زدہ ہوجائے گی۔ چاند کی روشنی زائل ہوجائے گی جس سے وہ

الْبَصَرُ ۙ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ ۙ وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ۙ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۚ

آنکھ دہشت زدہ ہو جائے گی ○ اور چاند تاریک ہو جائے گا ○ اور سورج اور چاند کو ملا دیا جائے گا ○ اس دن آدمی کہے گا: بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ○

كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ اِلٰى رَبِّكَ یَوْمَىٕذِ ﹰالْمُسْتَقَرُّ ؕ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَىٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ؕ

ہرگز نہیں، کوئی پناہ نہیں ہوگی ○ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر ٹھہرنا ہے ○ اس دن آدمی کو اس کا سب اگلا پچھلا بتا دیا جائے گا ○

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۙ وَّ لَوْ اَلْقٰى مَعَاذِیْرَهٗ ؕ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ

بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھنے والا ہوگا ○ اگرچہ اپنی سب معذرتیں لا ڈالے ○ تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ

لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۚۖ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ

اپنی زبان کو حرکت نہ دو ○ بیشک اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے ○ تو جب ہم اسے پڑھ چکیں تو اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو ○

تاریک ہو جائے گا۔ سورج اور چاند کو ملا دیا جائے گا۔ یہ ملا دینا طلوع ہونے میں ہوگا کہ دونوں مغرب سے طلوع ہوں گے یا بے نور ہونے میں ہوگا کہ دونوں کی روشنی ختم ہو جائے گی۔

آیت 11،10 ﴾ قیامت کا انکار کرنے والا انسان جب قیامت کے ان احوال کو دیکھے گا تو کہے گا: میں اس نازل ہونے والی ہولناکی سے بچنے کے لئے کس طرف بھاگ کر جاؤں؟ فرمایا کہ وہاں بھاگ جانا اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ اس طرح اسے نجات نہیں مل جائے گی اور اس دن نہ ہی پہاڑ یا قلعہ وغیرہ والی کوئی پناہ ہوگی جہاں جا کر وہ اللہ تعالیٰ کے آجانے والے حکم سے بچ سکے۔

آیت 12 ﴾ فرمایا کہ جس دن یہ کام ہوں گے جن کا اوپر ذکر ہوا اس دن تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگی اور ان کے اعمال کا حساب کیا جائے گا اور انہیں جزا دی جائے گی، اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا اور جسے چاہے گا اسے اپنے عدل سے جہنم میں ڈالے گا۔

آیت 13-15 ﴾ قیامت کے دن آدمی کو بارگاہِ الٰہی میں پیش ہو کر محاسبہ کئے جانے اور اعمال کا وزن کئے جانے کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے سب اگلے پچھلے اور اچھے برے عمل بتا دیئے جائیں گے بلکہ آدمی تو خبر دیئے جانے کا محتاج ہی نہ ہوگا کیونکہ وہ خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھنے والا ہوگا کہ اس کے نفس نے کون کون سے برے عمل کئے اور ممکن ہے کہ وہ اپنی طرف سے ان برے اعمال پر کوئی معذرت پیش کرے لیکن اگرچہ وہ اپنی سب معذرتیں پیش کر ڈالے جب بھی اسے نجات نہیں ملے گی۔

آیت 16-19 ﴾ شانِ نزول: جب حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس وحی لے کر آتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام کے (پڑھنے کے) ساتھ اپنی زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیا کرتے تھے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تکلیف ہوتی جو کہ دوسروں کو بھی معلوم ہو جاتی تھی (اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی یہ مشقت گوارا نہ فرمائی اور) یہ آیت نازل کیں اور فرمایا: اے حبیب! آپ یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، بیشک اس کو آپ کے سینہ پاک میں محفوظ کر دینا اور آپ کی زبان پر اس کا پڑھنا جاری کر دینا ہمارے ذمہ ہے، لہٰذا جب ہماری جانب سے پڑھا جا چکے تو اس

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝۱۹ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝۲۰ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝۲۱

پھر بیشک اسے بیان فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ (اے کافرو!) تم جلد جانے والی کو پسند کرتے ہو۔ اور آخرت کو چھوڑتے ہو۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝۲۲ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝۲۳ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝۲۴

کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے۔ اور کچھ چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔

تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝۲۵ كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝۲۶ وَ قِيْلَ مَنْ ٚ

سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ پیٹھ توڑ دینے والا سلوک کیا جائے گا۔ ہاں ہاں، جب جان گلے کو پہنچ جائے گی۔ اور کہہ دیا جائے گا کہ کون ہے جھاڑ پھونک

وقت اس پڑھنے ہونے کی اتباع کرو اور جب ہماری طرف سے کچھ نازل ہو تو اسے غور سے سنیں پھر اس کو بیان کرنا ہماری ذمہ داری ہے کہ اسے آپ کی زبان سے بیان کرا دیں اور قرآن کے معانی اور احکام میں سے جو چیز سمجھنا آپ کو مشکل لگے تو اسے بیان کرنا، اس کی باریکیوں کو ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔ اس کے بعد جب حضرت جبریل علیہ السلام آتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنا سر انور جھکا لیتے اور جب وہ چلے جاتے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسی طرح پڑھتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا۔ اہم باتیں: (1) حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کے حافظ، قاری، عالم اور صاحب اسرار ہیں کسی مخلوق کے شاگرد نہیں۔ (2) آیت 18 میں اللہ تعالیٰ کا حضرت جبریل علیہ السلام کے پڑھنے کو اپنی طرف منسوب کرنا ان کی عظمت کی دلیل ہے۔ (3) حضرت جبریل علیہ السلام صرف قرآن کے الفاظ لاتے تھے اور قرآن کے معانی، اس کے احکام اور اسرار بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطا ہوتے تھے۔ (4) حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے سیکھنے والے ہیں لہٰذا دنیا میں کوئی آپ جیسا عالم نہیں۔

**آیت 20، 21** اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والے کافروں سے فرمایا کہ اصل بات وہ نہیں جو تم گمان کرتے ہو بلکہ تم جلد جانے والی دنیا اور اس کی زندگی کو پسند کرتے ہو اور تم پر دُنْیوی خواہشات کی محبت غالب آچکی ہے حتّٰی کہ تم آخرت کے گھر اور اس کی نعمتوں کو چھوڑ رہے ہو، یہی وجہ ہے کہ تم انہیں پانے کے لئے عمل نہیں کرتے بلکہ ان کا انکار کرتے ہو۔

**آیت 22، 23** یہاں مخلص مومنین کے بارے میں فرمایا گیا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو اس دن کچھ چہرے ایسے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی نعمت و کرم پر مسرور ہوں گے اور ان سے انوار پھوٹ رہے ہوں گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نعمت سے سرفراز کیا جائے گا۔ اہم بات: آیت 23 سے ثابت ہوا کہ آخرت میں مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے اور اس پر کثیر دلائل موجود ہیں اور یہ دیدار کسی کیفیت اور جہت کے بغیر ہوگا۔

**آیت 24** اس آیت سے کفار اور منافقین کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ چہرے ایسے ہوں گے کہ جب وہ اپنی بدبختی کے آثار دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے تو ان کا رنگ سیاہ ہو جائے گا اور ان سے خوشی کے آثار ختم ہو جائیں گے۔

**آیت 25** فرمایا کہ جب وہ یہ احوال دیکھیں گے تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ اب وہ عذاب کی شدت اور ہولناک مصائب میں گرفتار کئے جائیں گے۔

**آیت 26 - 28** جب موت کے وقت کسی کی جان گلے کو پہنچ جائے گی اور اس کے پاس موجود لوگ کہیں گے کہ کوئی طبیب یا جھاڑ

رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ

کرنے والا کون ہے؟○ اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جدائی کا وقت ہے○ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی○ اس دن تیرے رب ہی کی طرف

الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ

چلنا ہوگا○ تو کافر نے نہ تو تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی○ ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا○ پھر اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا

يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ

چلا گیا○ تیرے لئے خرابی ہے پھر خرابی ہے○ پھر تیرے لئے خرابی ہے پھر خرابی ہے○ کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ اسے آزاد

پھونک کرنے والا ہے جو اس کا علاج یا دم وغیرہ کرے تاکہ اسے شفا حاصل ہو جائے لیکن وہ اس پر آنے والے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ٹال نہیں سکیں گے اور اس وقت مرنے والے کو یقین ہو جائے گا کہ اب یہ مال، اولاد اور اہلِ خانہ سے جدائی اور اس کی محبوب دنیا سے نکل جانے کی گھڑی ہے۔

آیت 29 ﴿ اس آیت کے تین معنی ہیں: (1) موت کی سختی اور کرب سے انسان کے پاؤں ایک دوسرے سے لپٹ جائیں گے۔ (2) دونوں پاؤں کفن میں لپیٹ دیئے جائیں گے۔ (3) ایک سختی کے ساتھ دوسری سختی جمع ہو جائے گی یعنی ایک تو دنیا سے جدائی کی سختی اور اس کے ساتھ موت کی سختی بھی ہوگی یا ایک تو موت کی سختی اور اس کے ساتھ آخرت کی سختیاں بھی مل جائیں گی۔

آیت 30 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! بندوں کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے اور قیامت کے دن بندوں کو آپ کے رب عزوجل کی طرف ہی چلنا ہوگا اور وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

آیت 31-33 ﴿ ابوجہل نے نہ تو قرآن کی تصدیق کی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھی، ہاں اس نے قرآن کو جھٹلایا اور ایمان لانے سے منہ پھیرا، پھر اپنے گھر کو اکڑتا ہوا متکبرانہ شان سے چلا گیا۔ اہم بات: کفار اسلام کے فروعی احکام پر عمل کرنے کے اس اعتبار سے مکلف ہیں کہ قیامت کے دن ان احکام پر عمل نہ کرنے کا بھی ان سے مؤاخذہ ہوگا یعنی جس طرح کافر کو ایمان نہ لانے پر سزا دی جائے گی اسی طرح نماز چھوڑنے پر بھی اسے سزا دی جائے گی اور اس کی مذمت کی جائے گی اگرچہ دنیا میں کافر پر (ایمان قبول کرنے کے بعد سابقہ) نماز کی قضا واجب نہیں۔

آیت 34، 35 ﴿ یہاں ابوجہل کو مخاطب کرکے فرمایا گیا کہ تیرے لئے بے ایمانی کی حالت میں ذلت کی موت کی صورت میں خرابی ہے، پھر قبر کی سختیوں کی صورت میں خرابی ہے، پھر تیرے لئے مرنے کے بعد اٹھنے کے وقت مصائب میں گرفتار ہونے کی صورت میں خرابی ہے، پھر جہنم کے عذاب کی صورت میں خرابی ہے۔ اہم بات: قرآن کی خبر پوری ہوئی اور جنگِ بدر میں ابوجہل ذلت کے ساتھ مارا گیا۔

آیت 36 ﴿ فرمایا: کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ اسے یوں آزاد چھوڑ دیا جائے گا کہ نہ اسے کسی چیز کا حکم دیا جائے اور نہ اسے کسی چیز سے منع کیا جائے، نہ وہ مرنے کے بعد اٹھایا جائے، نہ اس سے اعمال کا حساب لیا جائے اور نہ اسے آخرت میں جزا دی جائے۔ ایسا نہیں

سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾

چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ اس منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے؟ پھر وہ خون کا لوتھڑا ہوگیا تو پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا۔

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِﭯ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ ع ۱۸

تو اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔ کیا جس نے یہ سب کچھ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟

## (۷۶) سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدَنِيَّةٌ (۹۸)

آیاتہا ۳۱ — رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

ہو گا بلکہ اسے دنیا میں امر و نہی کا پابند کیا جائے گا، مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا، اس سے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور آخرت میں اسے اس کے اعمال کی جزا بھی دی جائے گی۔ درس: ہمیں بالکل آزاد نہیں چھوڑا گیا بلکہ ہمیں دنیوی زندگی میں بہت سے احکام کا پابند کیا گیا ہے، مرنے کے بعد ہمیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اور اعمال کے مطابق جزا بھی ملے گی، لہٰذا عقلمندی یہی ہے کہ آزادی کے نام پر آوارگی کی زندگی نہ گزاری جائے بلکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و اتباع کی پابندی کر کے جہنم سے آزادی حاصل کی جائے۔

**آیت 37-39** ﴿ [illegible] انسان کی یہ اوقات بیان کی ہے کہ وہ تکبر کرے اور اپنے پیدا کرنے والے کی نافرمانی کرے جو منی کا وہ گندہ قطرہ تھا جسے عورت کے رحم میں گرایا جاتا ہے، پھر وہ چالیس دن کے بعد منی سے خون کا لوتھڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے انسان کو بنایا، پھر اس کے اعضاء کو کامل کیا اور اس میں روح ڈالی تو اس منی سے اس نے مرد اور عورت کی صورت میں دو قسمیں بنائیں۔

**آیت 40** ﴿ فرمایا کہ جس نے یہ سب کچھ کر دیا تو کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے حالانکہ یہ پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس آیتِ کریمہ کی تلاوت فرماتے تو کہتے "سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ بَلٰى" یعنی اے اللہ! تو (ہر نقص و عیب سے) پاک ہے، کیوں نہیں (تو مردوں کو زندہ کرنے پر ضرور قادر ہے)۔

**سورۂ دہر کا تعارف** ﴿ جمہور مفسرین کے نزدیک سورۂ دہر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی، بعض مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکہ مکرمہ میں اور بعض مفسرین کے نزدیک اس سورت کی کچھ آیتیں مکہ مکرمہ میں اور کچھ آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس سورت میں 2 رکوع اور 31 آیتیں ہیں۔ لمبے زمانے کو عربی میں دہر کہتے ہیں، نیز سورۂ دہر کا ایک نام سورۂ انسان بھی ہے اور یہ دونوں نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں انسان کی تخلیق کی ابتداء کے بارے میں بیان ہوا اور یہ بتایا گیا کہ اس کا امتحان لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے سننے والا اور دیکھنے والا بنایا ہے۔ انسانوں کی دو قسمیں بیان کی گئیں کہ بعض شکر گزار اور بعض ناشکرے ہیں۔ نیک مسلمانوں کی جزا جنت کے اوصاف بیان کئے گئے اور ان کے وہ اعمال بتائے گئے جس کی وجہ سے وہ اس جزا کے مستحق ہوئے۔ یہ بتایا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کی ایذاؤں

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

بیشک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ وہ کوئی ذکر کے قابل چیز نہ تھا۝ بیشک ہم نے آدمی کو ملی ہوئی

مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ

منی سے پیدا کیا تاکہ ہم اس کا امتحان لیں تو ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا۝ بیشک ہم نے اسے راستہ دکھا دیا،

اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا ۝

(اب) یا شکر گزار ہے اور یا ناشکری کرنے والا ہے۝ بیشک ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۝

پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔ دنیا کی فانی نعمتوں سے محبت کرنے اور آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کو ترک کرنے کی مذمت کی گئی۔ آخر میں بتایا گیا کہ قرآنِ مجید تمام انسانوں کے لئے نصیحت ہے تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے اپنے رب عزوجل کی طرف راہ اختیار کرے۔

آیت 1 ❁ اس آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ روح پھونکے جانے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام پر چالیس سال کا وقت ایسا گزرا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھے کیونکہ وہ ایک مٹی کا خمیر تھے، نہ کہیں ان کا ذکر تھا، نہ ان کو کوئی جانتا تھا اور نہ کسی کو ان کی پیدائش کی حکمتیں معلوم تھیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں انسان سے اس کی جنس یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد مراد ہے اور ہر انسان پیدائش سے پہلے آباؤ اجداد کے وجود میں جس صورت میں موجود ہوتا ہے وہ کوئی قابلِ ذکر حالت نہیں ہوتی۔

آیت 2 ❁ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مرد و عورت کی ملی ہوئی منی سے پیدا کیا جبکہ قدرتِ الٰہی انسان کی پیدائش کے سلسلے میں اس ذریعے کی محتاج نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر، حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو بغیر ماں کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا۔ مزید فرمایا کہ جب ہم نے انسان کو پیدا کیا تو اس وقت یہ ارادہ کیا کہ ہم اسے مکلف کر کے اپنے احکامات اور ممنوعات سے اس کا امتحان لیں تو ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا تاکہ وہ دلائل کا مشاہدہ کر سکے اور آیات کو غور سے سن سکے۔

آیت 3 ❁ فرمایا کہ بیشک ہم نے ظاہری اور باطنی حواس عطا کرنے کے بعد انسان کو دلائل قائم کر کے، رسول بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر ہدایت کا راستہ دکھا دیا، اب چاہے وہ ایمان قبول کر کے شکر گزار بنے یا کفر کر کے ناشکری کرنے والا بنے۔ درس: قرآن و حدیث کی روشن تعلیمات کی صورت میں اب راہِ ہدایت واضح ہے، آگے بندے کی مرضی ہے کہ شکر کے راستے پر چلتا ہے یا ناشکری پر۔

آیت 4 ❁ فرمایا کہ بیشک ہم نے آخرت میں کافروں کے لیے زنجیریں تیار کر رکھی ہیں جن سے باندھ کر انہیں دوزخ میں گھسیٹا جائے گا اور ان کے لئے طوق تیار کر رکھے ہیں جو ان کے گلوں میں ڈالے جائیں گے اور ان کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں انہیں جلایا جائے گا۔ اہم بات: ناشکری کی انتہا کفر و شرک ہے اور ایسی ناشکری کی سزا جہنم کی بھڑکتی آگ اور زنجیریں اور طوق ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًاۚ(۵) عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ

بیشک نیک لوگ اس جام سے پئیں گے جس میں کافور ملا ہوا ہوگا ۞ وہ کافور ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے۔

یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا(۶) یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا(۷)

وہ اسے (جہاں چاہیں گے) بہا کر لے جائیں گے ۞ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہوگی ۞

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا(۸) اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ

اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ۞ ہم تمہیں خاص اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔

لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا(۹) اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا(۱۰)

ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ ۞ بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش، نہایت سخت ہے ۞

آیت 5، 6 ﴿ ان دو آیات میں ایمان والوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ بیشک نیک لوگ جنت میں اس جام میں سے پئیں گے جس میں کافور ملا ہوا ہوگا، وہ کافور جنت میں ایک چشمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اور وہ اپنے مکانات اور محلوں میں اسے آسانی کے ساتھ جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے، نیز کافور کا جام پینے سے انہیں کوئی نقصان نہ ہوگا کیونکہ جنتی لوگ جنت سے جو کچھ کھائیں پئیں گے اس سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ سبحان اللہ۔ دعا: اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے نیکیوں کا شوق اور عمل عطا کرے، ابرار (نیکوں) کے گروہ میں شامل فرمائے اور جنت میں داخلہ عطا فرمائے۔ آمین

آیت 7 ﴿ یہاں نیک بندوں کے وہ اعمال ذکر فرمائے جا رہے ہیں جن کی وجہ سے انہیں یہ ثواب حاصل ہوا۔ پہلا عمل: اللہ تعالیٰ کے نیک بندے طاعت و عبادت اور شریعت کے واجبات پر عمل کرتے ہیں حتّٰی کہ وہ عبادات جو واجب نہیں لیکن منت مان کر انہیں اپنے اوپر واجب کر لیا تو انہیں بھی ادا کرتے ہیں۔ دوسرا عمل: اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی شدت اور سختی پھیلی ہوئی ہوگی۔

آیت 8 ﴿ اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ایسی حالت میں بھی مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت اور خواہش ہوتی ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے نیک بندے مسکین، یتیم اور قیدی کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کھانا کھلاتے ہیں۔ اہم بات: مسکین اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ وہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس بات کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور یتیم اس نابالغ بچے کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو چکا ہو۔ درس: اعمال کا اعلیٰ درجہ وہ ہے جو محبت الٰہی کی وجہ سے کر انجام دیا جائے، نماز صرف ذمہ داری سمجھ کر پڑھی تو ثواب اور خدا کی محبت کی وجہ سے پڑھی تو زیادہ ثواب ہے۔

آیت 9، 10 ﴿ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اس لئے کھانا کھلاتے ہیں تاکہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور ہم تم سے کوئی جزا یا شکر گزاری نہیں چاہتے اور اس لئے کھانا کھلاتے ہیں کہ بیشک ہمیں اپنے رب عزوجل سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے

وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾

اور ان کے آس پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے (خدمت کیلئے) پھریں گے جب تو انہیں دیکھے گا تو تو انہیں بکھرے ہوئے موتی سمجھے گا۔

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ۫

اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا۔ ان پر باریک اور موٹے ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے

وَّ حُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً

اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (ان سے فرمایا جائے گا) بیشک یہ تمہارے لیے صلہ ہے

جسے جنتی فرشتے سلسبیل کہتے ہیں کیونکہ اس کا پانی رواں اور آسانی سے حلق میں اتر جانے والا ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے خالص اسی چشمے سے پئیں گے جبکہ ان سے کم درجے والے نیک بندوں کی شرابوں میں اس چشمے کا پانی ملایا جائے گا اور یہ چشمہ عرش کے نیچے سے جنّتِ عدن سے ہوتا ہوا تمام جنتوں میں گزرتا ہے۔

آیت 19 ﴾ ارشاد فرمایا کہ اور ان نیک بندوں کے آس پاس ہمیشہ رہنے والے لڑکے خدمت کیلئے پھریں گے، وہ لڑکے نہ کبھی مریں گے، نہ بوڑھے ہوں گے، نہ ان میں کوئی تبدیلی آئے گی اور نہ وہ خدمت کرنے سے اُکتائیں گے اور ان کے حُسن کا یہ عالم ہو گا کہ جب تو انہیں دیکھے گا تو تو انہیں ایسے سمجھے گا جس طرح صاف شفاف فرش پر چمکیلے موتی بکھرے ہوئے ہوں۔ اس حسن اور پاکیزگی کے ساتھ جنتی لڑکے خدمت میں مشغول ہوں گے۔

آیت 20 ﴾ ارشاد فرمایا: اے جنت میں داخل ہونے والے! جب تو جنت میں نظر اٹھائے گا تو وہاں ایسی نعمتیں دیکھے گا جن کا وصف بیان نہیں کیا جا سکتا اور تو وہاں بہت بڑی سلطنت دیکھے گا جس کی حد اور انتہا نہیں، نہ اسے زوال آئے گا، نہ جنتی کو وہاں سے منتقل کیا جائے گا اور اس سلطنت کی وُسعت کا یہ عالم ہے کہ ادنیٰ مرتبے کا جنتی جب اپنے ملک کو دیکھے گا تو ایک ہزار برس کی راہ تک ایسے ہی دیکھے گا جیسے اپنے قریب کی جگہ دیکھتا ہو اور قوت و دبدبے کا یہ حال ہو گا کہ فرشتے بھی اجازت کے بغیر نہیں آئیں گے۔

آیت 21 ﴾ ان جنتیوں کے بدن پر باریک اور موٹے ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے (بھی) کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب عزوجل انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا جو کہ انتہائی پاک صاف ہو گی، نہ اسے کسی کا ہاتھ لگا ہو گا، نہ کسی نے اسے چھوا ہو گا اور نہ وہ پینے کے بعد دنیا کی شراب کی طرح جسم کے اندر سڑ کر پیشاب بنے گی بلکہ اس شراب کی صفائی کا یہ عالم ہے کہ جسم کے اندر اتر کر پاکیزہ خوشبو بن کر جسم سے نکلتی ہے اور جنت میں رہنے والوں کو کھانے کے بعد شراب پیش کی جائے گی، اسے پینے سے ان کے پیٹ صاف ہو جائیں گے اور جو کچھ انہوں نے کھایا ہو گا وہ پاکیزہ خوشبو بن کر ان کے جسموں سے نکلے گا اور ان کی خواہشیں اور رغبتیں پھر تازہ ہو جائیں گی۔

آیت 22 ﴾ جب جنت میں داخل ہونے کے بعد جنتی اس کی نعمتوں کا مشاہدہ کریں گے تو ان سے فرمایا جائے گا: بیشک یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری کا صلہ ہے اور تمہاری محنت کی قدر کی گئی ہے کہ تم سے تمہارا رب عزوجل راضی ہوا اور اس نے تمہیں ثوابِ عظیم عطا فرمایا۔

وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ

اور تمہاری محنت کی قدر کی گئی ہے۔○ (اے حبیب!) بیشک ہم نے تم پر تھوڑا تھوڑا کرکے قرآن اتارا○ تو اپنے رب کے حکم پر

رَبِّكَ وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ

ڈٹے رہو اور ان میں کسی گناہگار یا ناشکری کرنے والے کی بات نہ سنو○ اور صبح و شام اپنے رب کا نام یاد کرو○ اور رات کے کچھ حصے میں

فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ يَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ

اسے سجدہ کرو اور لمبی رات میں اس کی پاکی بیان کرو○ بیشک یہ لوگ جلد جانے والی سے محبت کرتے ہیں اور اپنے آگے ایک بھاری دن کو

آیت 23 ﴾ فرمایا: اے پیارے حبیب! ہم نے آپ پر ایک ہی مرتبہ پورا قرآن نازل نہیں کیا بلکہ آیت آیت کر کے تھوڑا تھوڑا نازل کیا اور
اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں۔ اس سے مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دل کو تقویت دینا ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا: اے پیارے حبیب! یہ کافر اگرچہ قرآن کو کہانت اور جادو کہتے ہیں لیکن میں تاکید کے ساتھ فرماتا ہوں کہ یہ قرآن میری طرف سے
ہی ہے، حق ہے اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا ہے لہٰذا آپ کافروں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ آپ سچے نبی ہیں۔

آیت 24 ﴾ شانِ نزول: عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ یہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ
عورتیں اور مال حاصل کرنے کے لئے اپنے دین کی تبلیغ کر رہے ہیں تو اس کام سے باز آجائیے اور عتبہ نے کہا کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو
میں اپنی بیٹی سے آپ کی شادی کر دوں گا اور مہر کے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا اور ولید نے کہا کہ میں آپ کو اتنا مال دے
دوں گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا: اے پیارے
حبیب! آپ رسالت کی تبلیغ فرما کر اور اس میں مشقتیں اٹھا کر اور دین کے دشمنوں کی ایذائیں برداشت کرکے اپنے رب عزوجل کے
حکم پر ڈٹے رہیں اور ان میں کسی گنہگار یا ناشکری کرنے والے کی بات نہ سنیں۔

آیت 26،25 ﴾ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں ذکر سے نماز مراد ہے، چنانچہ صبح کے ذکر سے فجر اور شام کے ذکر سے ظہر اور عصر کی
نمازیں جبکہ رات کے کچھ حصے میں سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں اور باقی لمبی رات میں اللہ تعالیٰ کی
پاکی بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل پڑھتے رہیں، یوں اس میں تہجد کی نماز بھی شامل ہو گئی، اور بعض
مفسرین کے نزدیک یہاں ذکر سے مراد زبان سے ذکر کرنا ہے اور مقصود یہ ہے کہ دن رات کے تمام اوقات میں دل اور زبان سے
ذکرِ الٰہی میں مشغول رہیں۔

آیت 27 ﴾ فرمایا کہ بیشک یہ کفارِ مکہ جلد جانے والی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں اور اسے آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اپنے آگے قیامت
کے اس دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں جس کی شدتیں اور سختیاں کفار پر بھاری ہوں گی، یہ لوگ نہ اس دن پر ایمان لاتے ہیں اور نہ اس دن کے
لئے عمل کرتے ہیں۔ اہم بات: جب دین کو چھوڑ کر دنیا سے محبت کی جائے تو یہ بُری ہے اور کفار کا طریقہ ہے اور اگر دنیا کو دین کے
لئے وسیلہ بنایا جائے تو اس سے محبت اچھی ہے۔

يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ أَسْرَهُمْ ۚ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾

چھوڑ بیٹھے ہیں ○ ہم نے انہیں پیدا کیا اور ان کے اعضا اور جوڑ مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں ان جیسے اور بدل دیں ○

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ

بیشک یہ ایک نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے ○ اور تم کچھ نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِي رَحْمَتِهٖ ۚ وَالظّٰلِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ

بیشک اللہ خوب علم والا، بڑا حکمت والا ہے ○ وہ اپنی رحمت میں جسے چاہتا ہے داخل فرماتا ہے اور ظالموں کے لیے اس نے

عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾

دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○

ع ٢

آیاتہا ٥٠ | سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ ٣٣ | رکوعاتہا ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 28 ﴿ ہم نے انہیں مٹی سے پیدا کیا اور ان کے اعضاء اور جوڑ مضبوط کئے تاکہ ان کے لئے کھڑے ہونا، بیٹھنا، پکڑنا اور حرکت کرنا ممکن ہو جائے اور خالق کا حق یہ ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی ناشکری نہ کی جائے اور ہم جب چاہیں انہیں ہلاک کر دیں اور ان کی بجائے تخلیق میں ان جیسے اور لوگ لے آئیں جو کہ اطاعت شعار ہوں۔

آیت 29 ﴿ فرمایا کہ بیشک یہ سورت مخلوق کے لئے نصیحت ہے تو جو چاہے دنیا میں اپنی ذات کے لئے اپنے رب عزوجل کی عبادت کر کے اور اس کے رسول کی پیروی کر کے اپنے رب عزوجل کی طرف راہ اختیار کرے۔

آیت 30 ﴿ تم کچھ نہیں چاہتے مگر تب ہی کچھ ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ چاہے کیونکہ سب کچھ اسی کی مشیت سے ہوتا ہے، بیشک وہ اپنی مخلوق کے احوال جانتا ہے اور انہیں پیدا کرنے میں حکمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) انسان پتھر کی طرح بے اختیار نہیں بلکہ اسے اختیار اور ارادہ ملا ہے۔ (2) انسان اپنے ارادے میں بالکل مستقل اور اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں بلکہ اس کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ماتحت ہے۔ لہٰذا انسان مختار مطلق نہیں، اسی عقیدے پر مدار ایمان ہے۔

آیت 31 ﴿ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے اپنے فضل واحسان سے ایمان عطا فرما کر اپنی جنت میں داخل فرماتا ہے اور کافروں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ ظالم اس لئے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی بجائے بتوں وغیرہ کی عبادت کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔

سورۂ مرسلات کا تعارف ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 50 آیتیں ہیں۔ جنہیں لگاتار بھیجا جائے انہیں

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ

قسم ان کی جو لگاتار بھیجی جاتی ہیں ○ پھر ان کی جو نہایت تیز چلنے والی ہیں ○ اور خوب پھیلانے والیوں کی ○ پھر خوب جدا کرنے والیوں کی ○

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۭ

پھر ذکر کا القا کرنے والیوں کی ○ عذر کی گنجائش نہ چھوڑنے کے لیے یا ڈرانے کے لیے ○ بیشک جس بات کا تم سے وعدہ دیا جارہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے ○

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ وَاِذَا السَّمَاۗءُ فُرِجَتْ ۙ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۙ وَاِذَا الرُّسُلُ

پھر جب تارے مٹا دیے جائیں گے ○ اور جب آسمان پھاڑ دیے جائیں گے ○ اور جب پہاڑ غبار بنا کے اڑا دیے جائیں گے ○ اور جب رسولوں کو

دلی میں مرسلات کہتے ہیں جیسے ہوائیں، فرشتے اور گھوڑے وغیرہ، اور اس سورت کی پہلی آیت میں مذکور لفظ ''وَالْمُرْسَلٰتِ'' کی مناسبت سے اسے ''سورۂ مرسلات'' کہتے ہیں۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر کلام کیا گیا ہے اور آخرت کے احوال بیان ہوئے ہیں۔ آخر میں کفار کے بعض اعمال پر ان کی سرزنش کی گئی اور فرمایا گیا کہ اگر قرآن مجید پر ایمان نہ لائے تو پھر کس کتاب پر ایمان لائیں گے۔

آیت 1-5 ♦ ان 5 آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ صفات کی قسم ارشاد فرمائی اور جن چیزوں کی یہ صفات ہیں ان چیزوں کی تفسیر میں بہت سی وجوہات ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے 2 یہ ہیں۔ (1) یہ پانچوں صفتیں ہواؤں کی ہیں۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ان ہواؤں کی قسم جو لگاتار بھیجی جاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو زور سے جھونکے دیتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو بادلوں کو ابھار کر اٹھاتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جو بادلوں کو جدا کرتی ہیں۔ پھر ان ہواؤں کی قسم جن کے زوردار جھونکوں سے درخت اکھڑ جاتے، شہر ویران ہو جاتے اور ان کے آثار مٹ جاتے ہیں تو اس سے بندوں کے دلوں میں خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے التجائیں کرتے اور اس کا ذکر کرتے ہیں تو گویا کہ ان ہواؤں نے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا ذکر القا کر دیا۔ (2) یہ پانچوں صفتیں فرشتوں کی ہیں۔ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ان فرشتوں کی قسم جو اللہ تعالیٰ کے احکامات لے کر لگاتار بھیجے جاتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو ہواؤں کی طرح تیز چلنے والے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو زمین پر اتر کر اپنے پروں کو پھیلا دیتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز لاتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو رسولوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی لا کر انہیں القا کرتے ہیں۔

آیت 6 ♦ فرمایا کہ ذکر کا القا کرنا اس لئے ہے کہ مخلوق میں سے کسی کے لئے عذر بیان کرنے کی کوئی گنجائش نہ رہے یا انہیں (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈرانے کے لئے ہے۔

آیت 7 ♦ اللہ تعالیٰ نے پانچ صفات کی قسم ذکر کرکے فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! مرنے کے بعد اٹھائے جانے، عذاب دیئے جانے اور قیامت کے آنے کا جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے یہ بات ضرور واقع ہونے والی ہے اور اس کے ہونے میں کچھ بھی شک نہیں۔

آیت 8-10 ♦ ان 3 آیات میں قیامت واقع ہونے کی علامات بیان کی جا رہی ہیں۔ اس کی ایک علامت یہ ہے کہ اس دن ستاروں کو بے نور کر کے مٹا دیا جائے گا۔ دوسری یہ ہے کہ اس دن آسمان اللہ تعالیٰ کے خوف سے پھٹ جائیں گے اور ان میں سوراخ ہو جائیں گے۔ تیسری یہ ہے کہ اس دن پہاڑ غبار بنا کے اڑا دیئے جائیں گے۔

آیت 11 ♦ اس سے وہ وقت مراد ہو سکتا ہے جس میں رسول اپنی امتوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر ہوں گے۔ اس سے وہ وقت مراد

أُقِّتَتْ ۝ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۝

ایک خاص وقت پر جمع کیا جائے گا○ کس بڑے دن کے لیے انہیں ٹھہرایا گیا تھا○ فیصلے کے دن کے لیے○ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ فیصلے کا دن کیا ہے!○

وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ۝ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ۝ كَذٰلِكَ

اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے○ کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہ فرمایا○ پھر بعد والوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے○ مجرموں کے ساتھ

نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝

ہم ایسا ہی کرتے ہیں○ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے○ کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر پانی سے پیدا نہ فرمایا؟○

فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝

پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا○ ایک معلوم اندازے تک○ تو ہم قادر ہیں تو ہم کیا ہی اچھے قدرت رکھنے والے ہیں○

ہو سکتا ہے جس میں رسول ثواب پاکر کامیابی حاصل کرنے کے لئے جمع ہوں گے۔ اس سے وہ وقت مراد ہو سکتا ہے جس میں رسولوں [illegible] سے پوچھا جائے گا کہ (جب انہوں نے تبلیغ کی تو ان کی امتوں کی طرف سے) انہیں کیا جواب دیا گیا اور امتوں سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو (ان کی دعوت کا) کیا جواب دیا۔

**آیت [illegible]** جھٹلانے والوں کو عذاب دینا، ایمان لانے والوں کی تعظیم کرنا اور ان چیزوں کو ظاہر کرنا جن پر ایمان لانے کی مخلوق کو دعوت دی جاتی تھی، جیسے قیامت کا قائم ہونا، بارگاہِ الٰہی میں حاضری کی کیفیت وغیرہ یہ تمام امور کس بڑے دن کے لئے مؤخر کئے گئے تھے! اس دن کے لئے مؤخر کئے گئے تھے جس میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور تو کیا جانے کہ وہ فیصلے کا دن کیا ہے اور اس کی ہولناکی اور شدت کا کیا عالم ہے۔

**آیت 15** قیامت کے اس ہولناک دن میں ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے، قیامت قائم ہونے اور اعمال کا حساب لئے جانے کے منکر تھے۔ اہم بات: یہ آیت لوگوں کو ایمان لانے کی مزید ترغیب دینے اور ایمان نہ لانے پر عذاب سے مزید ڈرانے کے لئے اس سورت میں 10 بار ذکر کی گئی ہے۔

**آیت 16-18** فرمایا کہ جب سابقہ امتوں جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، قومِ عاد اور قومِ ثمود نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تو کیا ہم نے ان پر دنیا میں عذاب نازل کرکے انہیں ہلاک نہ فرمایا اور تم میں سے جو لوگ پچھلی امتوں میں سے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والوں کے راستے پر چل کر میرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلا رہے ہیں، ہم انہیں بھی سابقہ لوگوں کی طرح ہلاک فرما دیں گے اور مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں کہ انہیں کفر کرنے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک فرما دیتے ہیں۔

**آیت 19** جب اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والوں پر دنیا میں عذاب آئے گا تو اس دن ان کے لئے خرابی ہے۔

**آیت 20-23** اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک بے قدر پانی یعنی نطفہ سے پیدا فرمایا، پھر اس پانی کو ایک محفوظ جگہ یعنی ماں کے

وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْیَآءً وَّ اَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّ

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے○ کیا ہم نے زمین کو جمع کرنے والی نہ بنایا○ زندوں اور مردوں کو○ اور

جَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۸﴾

ہم نے اس میں اونچے اونچے مضبوط پہاڑ بنادیئے اور ہم نے خوب میٹھے پانی سے تمہیں سیراب کیا○ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے○

اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾

اس کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے○ اس دھوئیں کے سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں○

لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾

جو نہ سایہ دے اور نہ وہ شعلے سے بچائے○ بیشک دوزخ محل جیسی چنگاریاں پھینکتی ہے○ گویا وہ (چنگاریاں) زرد رنگ کے اونٹ ہیں○

رحم میں رکھا اور اس پانی کو ماں کے رحم میں ایک معلوم اندازے تک رکھا اور وہ معلوم اندازہ ولادت کا وقت ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہ نو مہینے ہے یا اس سے کم زیادہ تو اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے ماں کے رحم میں تمہاری تخلیق کے مراحل کا (حتمی) اندازہ فرمایا اور وہ (حتمی) اندازہ فرمانے پر کیا ہی اچھا قادر ہے۔

آیت 24 ✽ قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے خرابی ہے جنہوں نے اپنے پہلی بار پیدا کئے جانے کو دیکھنے کے باوجود دوسری بار پیدا کئے جانے کا انکار کر دیا۔

آیت 25-27 ✽ ہم نے زمین کو تمام زندہ اور مردہ لوگوں کو جمع کرنے والی بنایا ہے کہ زندہ لوگ اس کی پشت پر مکانات اور محلات میں رہتے ہیں اور مردہ لوگ اس کے اندر اپنی قبروں میں رہتے ہیں اور ہم نے زمین میں اونچے اونچے پہاڑ بنا دیئے اور ہم نے زمین میں چشمے اور پانی نکلنے کے مقامات پیدا کر کے خوب میٹھے پانی سے تمہیں سیراب کیا اور یہ تمام باتیں مُردوں کو زندہ کرنے سے زیادہ عجیب ہیں لہٰذا جو ان چیزوں پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

آیت 28 ✽ قیامت کے دن ان لوگوں کی خرابی ہے جنہوں نے ان چیزوں کا مشاہدہ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور مُردوں کے زندہ ہونے کا انکار کیا۔

آیت 29 ✽ قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا کہ اس آگ اور اس عذاب کی طرف چلو جسے تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔

آیت 30 ✽ اس دھوئیں سے جہنم کا دھواں مراد ہے، یہ دھواں اونچا ہو کر تین شاخوں میں تقسیم ہو جائے گا اور اس کی ایک شاخ کفار کے سروں پر، ایک ان کے دائیں طرف اور ایک ان کے بائیں طرف ہو گی اور حساب سے فارغ ہونے تک انہیں اسی دھوئیں میں رہنے کا حکم ہو گا جب کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے اس کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔

آیت 31-33 ✽ جہنم کا وہ دھواں ایسا ہے کہ نہ سایہ دے جس سے کفار اس دن کی گرمی سے کچھ امن پائیں اور نہ وہ کفار کو جہنم کی آگ کے شعلے سے بچائے گا۔ بیشک دوزخ اونچے محل جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکتی ہے اور ان چنگاریوں کا رنگ ایسا ہے گویا کہ وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝ هٰذَا يَوۡمُ لَا يَنۡطِقُوۡنَ ۝ وَلَا يُؤۡذَنُ لَهُمۡ فَيَعۡتَذِرُوۡنَ ۝

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے۔ یہ وہ دن ہے جس میں وہ بول نہ سکیں گے۔ اور نہ انہیں اجازت ملے گی کہ معذرت کریں۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝ هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ ۚ جَمَعۡنٰكُمۡ وَالۡاَوَّلِيۡنَ ۝ فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ

اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔ یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمہیں اور سب اگلوں کو جمع کردیا۔ اب اگر تمہارا

كَيۡدٌ فَكِيۡدُوۡنِ ۝ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝ اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِيۡ ظِلٰلٍ وَّعُيُوۡنٍ ۝ وَّفَوَاكِهَ

کوئی داؤ ہو تو مجھ پر چلا لو۔ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔ بیشک ڈرنے والے سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اور میووں

آیت [illegible] ﴿ فرمایا: قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو اس دن کی ہولناکیوں اور اس دن میں گناہگاروں کے احوال کو جھٹلاتے ہیں۔

آیت [illegible] ﴿ فرمایا کہ قیامت کا دن وہ دن ہے جس میں کافر نہ بول سکیں گے اور نہ کوئی ایسی حجت پیش کر سکیں گے جو ان کے کام آئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قیامت کے دن بہت سے مواقع ہوں گے جن میں سے بعض مواقع پر کفار کلام کریں گے اور بعض میں کچھ بول نہ سکیں گے۔

آیت [illegible] ﴿ قیامت کے دن کفار کو معذرت کرنے کی اجازت نہیں ملے گی اور اس بات کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے پاس کوئی عذر موجود ہوگا لیکن عذر بیان کرنے کی اجازت نہ ہوگی بلکہ درحقیقت ان کے پاس کوئی عذر ہی نہ ہوگا کیونکہ دنیا میں حجتیں تمام کر دی گئیں اور آخرت کیلئے کسی عذر کی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی، البتہ انہیں یہ فاسد خیال آئے گا کہ کچھ حیلے بہانے بنائیں، یہ حیلے پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

آیت [illegible] ﴿ فرمایا کہ قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جنہوں نے ان خبروں کو اور اپنے پاس آنے والی ان حق باتوں کو جھٹلایا جو یقینی طور پر واقع ہوں گی۔

آیت 39،38 ﴿ یہ قیامت کا دن جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان فیصلے کا دن ہے اور اے میرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والو! ہم نے تمہیں اور ان لوگوں کو جمع کر دیا جو تم سے پہلے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو جھٹلاتے تھے، تمہارا اور ان کا سب کا حساب کیا جائے گا اور تمہیں اور انہیں سب کو عذاب دیا جائے گا، اب اگر عذاب سے بچنے کے لئے تمہارے پاس کوئی داؤ ہو تو مجھ پر چلا لو اور کسی طرح اپنے آپ کو عذاب سے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔ یہ انتہا درجے کی ڈانٹ ہے کیونکہ یہ بات تو وہ بھی یقینی طور پر جانتے ہوں گے کہ نہ آج کوئی داؤ چل سکتا ہے اور نہ کوئی حیلہ کام دے سکتا ہے۔

آیت 40 ﴿ فرمایا کہ قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت، مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور قیامت کے دن جمع کئے جانے کا انکار کریں۔

آیت 44-41 ﴿ بے شک وہ لوگ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے تھے وہ آخرت میں جنتی درختوں کے سایوں اور جنت میں جاری چشموں میں ہوں گے اور جن پھلوں سے ان کا جی چاہے گا ان سے لذت اٹھائیں گے اور جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اپنے ان نیک

مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٤٢﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

میں سے جو وہ چاہیں گے ۔ اپنے اعمال کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو ۔ بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾

ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ۔ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے ۔ (اے کافرو!) تم (بھی دنیا میں) چند دن کھالو اور فائدہ اٹھالو، بیشک تم مجرم ہو ۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے ۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے ۔ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾

خرابی ہے ۔ پھر اس کے بعد وہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے؟ ۔

ان کے بدلے میں جو تم نے دنیا میں کئے تھے مزے سے ایسی لذیذ اور خالص چیزیں کھاؤ اور پیو جن میں ذرا سا بھی طبعی طور پر نقصان کا شائبہ نہیں۔ بیشک نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں لہٰذا تم بھی نیکیاں کرو تا کہ ایسی جزا حاصل کر سکو۔ البتہ اہلِ جنت کو ان کی مرضی کے مطابق جنتی نعمتیں ملیں گی جبکہ دنیا میں آدمی کو جو میسر ہوتا ہے اسی پر اسے راضی ہونا پڑتا ہے۔

آیت 45 ﴿ قیامت کے دن مومن انتہائی عزت و کرامت کے ساتھ ہو گا جبکہ کافر انتہائی ذلت و رسوائی کی آفت میں ہو گا۔ جب وہ مومن کو انتہائی عزت و کرامت میں دیکھے گا تو اس کی حسرت بڑھ جائے گی اور اس کے غم اور زیادہ ہو جائیں گے اور یہ بھی ایک روحانی عذاب ہے، اس لئے یہاں فرمایا گیا کہ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے۔

آیت 46 ﴿ اللہ تعالیٰ نے سرزنش کرنے کے طور پر کفار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے دنیا میں جھٹلانے والو! تم دنیا میں کچھ دن کھاؤ اور اپنی موت کے وقت تک فائدہ اٹھا لو، بیشک تم مجرم اور کافر ہو اور دائمی عذاب کے حقدار ہو۔

آیت 47 ﴿ قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے کیونکہ انہوں نے عارضی چیزوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی جانوں کو دائمی عذاب کے لئے پیش کر دیا۔

آیت 48 ﴿ قیامت کے دن جب کفار کو سجدے کے لئے بلایا جائے گا اور وہ سجدہ نہ کر سکیں گے تو کہا جائے گا کہ جب دنیا میں ان سے کہا جاتا کہ (ایمان لا کر) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھو تو یہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اسی سبب سے آج یہ سجدہ کرنے سے محروم کر دیئے گئے۔

آیت 49 ﴿ فرمایا کہ قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے خرابی ہے جنہوں نے دنیا میں رکوع اور سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اسلام قبول کر کے شرف حاصل نہ کیا۔

آیت 50 ﴿ فرمایا کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سب سے آخری کتاب اور بہت ظاہر معجزہ ہے، جب یہ لوگ اس پر ایمان نہ لائے تو پھر اس کے بعد وہ کس کتاب پر ایمان لائیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۚ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ؕ﴿۳﴾ کَلَّا

لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں؟○ بڑی خبر کے متعلق○ جس میں انہیں اختلاف ہے○ خبردار!

سَیَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾ وَّ الۡجِبَالَ اَوۡتَادًا ﴿۷﴾

وہ جلد جان جائیں گے○ پھر خبردار! وہ جلد جان جائیں گے○ کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ بنایا؟○ اور پہاڑوں کو میخیں○

**سورۂ نبا کا تعارف** یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 40 آیتیں ہیں۔ عربی میں خبر کو "نبا" کہتے ہیں اور اس سورت کی دوسری آیت میں یہ لفظ موجود ہے جس کی مناسبت سے اسے "سورۂ نبا" کہتے ہیں۔ نیز اس سورت کو سورۂ تساؤل اور سورۂ عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ بھی کہتے ہیں، اور یہ دونوں نام اس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہیں۔ مضامین: اس سورت میں مختلف دلائل سے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو ثابت کیا گیا ہے، نیز قیامت کے بارے میں مشرکین کی باہمی گفتگو، قیامت قائم ہونے کی خبر دے کر اس کے واقع ہونے پر دلائل، قدرتِ الٰہی کے چند آثار، دوبارہ زندہ کئے جانے اور مخلوق کے درمیان فیصلہ کئے جانے کا وقت اور یہ بتایا گیا کہ جہنم کافروں کے انتظار میں ہے۔

**آیت 1-3** جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کفارِ مکہ کو توحید کی دعوت اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کی خبر دی اور قرآن کریم کی تلاوت فرما کر انہیں سنایا تو انہوں نے ایک دوسرے سے گفتگو کرنا شروع کر دی اور پوچھنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کیسا دین لائے ہیں؟ ان کی اس باہمی گفتگو کو یہاں بیان کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہ کیا عظیم الشان بات ہے جس میں کفارِ قریش ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں؟ وہ اس بڑی خبر کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جس میں انہیں اختلاف ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں حقیقتاً سوال نہیں کیا گیا بلکہ اس بات کے عظیم الشان ہونے کی وجہ سے اسے استفہام کے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ (2) بڑی خبر سے قرآن پاک مراد ہے اور اس میں اختلاف سے مراد یہ ہے کہ کفار میں سے کوئی تو قرآن پاک کو جادو، کوئی شعر، کوئی کہانت اور کوئی اور کچھ کہتا ہے۔ یا بڑی خبر سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت اور آپ کا دین مراد ہے اور اس میں اختلاف سے مراد یہ ہے کہ کفار میں سے کوئی سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جادوگر، کوئی شاعر اور کوئی کاہن کہتا ہے۔ یا بڑی خبر سے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا مسئلہ مراد ہے اور اس میں اختلاف سے مراد یہ ہے کہ بعض کافر تو اس کا قطعی طور پر انکار کرتے ہیں اور بعض اس کے بارے میں شک میں ہیں۔

**آیت 4، 5** فرمایا کہ کفار جیسی باتیں کر رہے ہیں در حقیقت ویسا ہے نہیں اور قیامت کے دن یہ اپنے انکار کا انجام جلد جان جائیں گے، پھر خبردار ہو جائیں کہ اس وقت وہ اپنے انکار کا انجام جان جائیں گے۔

**آیت 6-16** فرمایا: کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ بنایا تا کہ تم اس پر رہو اور وہ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ ہو، اور کیا ہم نے پہاڑوں کو میخیں

خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ

ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا○ اور تمہاری نیند کو آرام کا ذریعہ بنایا○ اور رات کو ڈھانپ دینے والی بنایا○ اور دن کو روزی کمانے کا

مَعَاشًا ۠ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۠ وَّاَنْزَلْنَا

وقت بنایا○ اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے○ اور ایک نہایت چمکتا چراغ (سورج) بنایا○ اور بدلیوں سے

مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۙ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۭ اِنَّ يَوْمَ

زور دار پانی اتارا○ تاکہ اس کے ذریعے اناج اور سبزہ نکالیں○ اور گھنے باغات○ بیشک فیصلے کا

الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۙ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۙ وَّفُتِحَتِ

دن ایک مقرر وقت ہے○ جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے○ اور آسمان کھول دیا

السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۙ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۭ

جائے گا تو وہ دروازے بن جائے گا○ اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ ایسے ہوجائیں گے جیسے باریک چمکتی ہوئی ریت جو دور سے پانی کا دھوکا دیتی ہے○

بنایا تاکہ ان سے زمین ثابت اور قائم رہے، اور کیا ہم نے تمہیں مرد اور عورت کے جوڑے نہ بنایا تاکہ تم ایک دوسرے سے سکون حاصل کرو، اور کیا ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے جسموں کے لئے آرام کا ذریعہ نہ بنایا تاکہ اس سے تمہاری تھکن دور ہو اور تمہیں راحت و آرام حاصل ہو، اور کیا ہم نے رات کو ڈھانپ دینے والی نہ بنایا جو کہ اپنی تاریکی سے ہر چیز کو چھپا دیتی ہے تاکہ تمہارے معاملات پوشیدہ رہیں، اور کیا ہم نے دن کو روزگار کمانے کا وقت نہ بنایا تاکہ تم اس میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اپنی روزی تلاش کرو، اور کیا ہم نے تمہارے اوپر ایسے سات مضبوط آسمان نہ بنائے جن پر زمانہ گزرنے کا اثر نہیں ہوتا اور کیا ہم نے ان آسمانوں میں ایک نہایت چمکتا چراغ سورج نہ بنایا جس میں روشنی بھی ہے اور گرمی بھی، اور کیا ہم نے بدلیوں سے زور دار پانی نہ اتارا تاکہ اس کے ذریعے زمین سے انسانوں کے کھانے کے لئے اناج، جانوروں کے کھانے کے لئے سبزہ اور گھنے باغات نکالیں؟ جس نے اتنی چیزیں پیدا کردیں وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کردے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

آیت 17 ♦ فرمایا کہ بیشک وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ مخلوق کا فیصلہ فرمائے گا وہ اس کے علم میں ایک مقرر وقت ہے۔

آیت 18 ♦ فرمایا کہ فیصلے کا دن وہ ہوگا جس دن صور میں دوسری بار پھونک ماری جائے گی تو تم اپنی قبروں سے حساب کیلئے حساب کی جگہ کی طرف فوج در فوج چلے آؤ گے۔

آیت 19 ♦ فرمایا کہ قیامت کے دن آسمان کھول دیا جائے گا تو وہ کثیر دروازوں والا ہو جائے گا اور اس میں ایسے راستے بن جائیں گے جن سے فرشتے اتریں گے۔

آیت 20 ♦ فرمایا کہ پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ دیکھنے والے کی نظر میں ایسے ہوجائیں گے جیسے باریک چمکتی ہوئی ریت جسے دور سے دیکھا جائے تو یوں لگتا ہے جیسے پانی ہے حالانکہ وہ پانی نہیں ہوتی۔

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا

بیشک جہنم تاک میں ہے○ سرکشوں کے لئے ٹھکانہ ہے○ اس میں مدتوں رہیں گے○ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا مزہ

بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَاءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ

نہ چکھیں گے اور نہ کچھ پینے کو○ مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کی پیپ○ برابر بدلہ ہوگا○ بیشک وہ حساب کا خوف

حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا

نہ رکھتے تھے○ اور انہوں نے ہماری آیتوں کو بہت زیادہ جھٹلایا○ اور ہم نے ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے○ تو اب چکھو

ع فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾

تو ہم تمہارے عذاب ہی کو بڑھائیں گے○ بیشک ڈر والوں کے لئے کامیابی کی جگہ ہے○ باغات اور انگور ہیں○

وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَّا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾

اور اٹھتے جوبن والیاں جو ایک عمر کی ہیں○ اور چھلکتا جام ہے○ وہ جنت میں نہ کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ ایک دوسرے کو جھٹلانا○

آیت 21-26 ﴾ جہنم کفار اور مشرکین کا ٹھکانہ ہے لہٰذا وہ اس میں داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور جہنم میں وہ کسی طرح کی ایسی ٹھنڈک محسوس نہ کریں گے جس سے انہیں راحت اور جہنم کی گرمی سے سکون ملے اور نہ جہنم کے کھولتے ہوئے پانی اور جہنمیوں کی پیپ کے علاوہ انہیں کچھ پینے کو ملے گا۔ جیسے عمل ہوں گے ویسی جزا ملے گی اور چونکہ کفر بدترین جرم ہے اس لئے سب سے سخت عذاب بھی کفار کو ہوگا۔ اہم بات: جو مسلمان اپنے گناہوں کی سزا پانے جہنم میں جائیں گے انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ انہیں شفاعت یا محض فضلِ الٰہی سے یا سزا پوری ہو جانے پر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

آیت 27-28 ﴾ کفار اس سزا کے حقدار اس وجہ سے ہوئے ہیں کہ وہ آخرت میں اپنے اعمال کا حساب ہونے کا خوف نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرتے تھے اور انہوں نے ہماری وحدانیت اور ہمارے انبیاء کرام علیہم السلام کی صداقت کے دلائل پر مشتمل آیتوں کو بہت زیادہ جھٹلایا تھا۔

آیت 29-30 ﴾ ہم نے لوحِ محفوظ میں ہر چیز لکھ کر شمار کر رکھی ہے اور کفار کے تمام نیک و بد اعمال ہمارے علم میں ہیں، ہم انہیں ان کے اعمال کے مطابق جزا دیں گے اور آخرت میں جب کفار کو عذاب دیا جائے گا تو اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنی سزا کے طور پر جہنم کا عذاب چکھو اور ہم تمہارے عذاب پر عذاب ہی کو بڑھائیں گے۔

آیت 31-35 ﴾ وہ لوگ جو کفر اور دیگر برے اعمال سے بچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے جنت میں کامیابی کی جگہ ہے اور ایسے باغات ہیں جن میں طرح طرح کے نفیس پھلوں والے درخت ہیں اور ان کے لئے انگور ہیں اور ان کے لئے اٹھتے جوبن والی ایک عمر کی بیویاں ہیں اور ان کے لئے جنت کی نفیس شراب سے چھلکتا جام ہے اور جنت میں شراب پینے کی وجہ سے انہیں نہ کوئی بیہودہ بات سننے میں آئے گی اور نہ وہاں کوئی کسی کو جھٹلائے گا۔ درس: عظیم الشان کامیابی یہی ہے کہ بندہ ہمیشہ کی جنت میں جگہ پانے میں کامیاب ہو جائے۔

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا

(یہ) بدلہ ہے تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطا۔ وہ جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے،

الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ صَفًّا ۙۗ

نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ لوگ اس سے بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے۔ جس دن جبریل اور سب فرشتے صفیں بنائے کھڑے ہوں گے۔

لَّا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ

کوئی نہ بول سکے گا مگر وہی جسے رحمٰن نے اجازت دی ہو اور اس نے ٹھیک بات کہی ہو۔ وہ سچا دن ہے، اب جو

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا ۚۖ یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ

چاہے اپنے رب کی طرف راہ بنالے۔ بیشک ہم تمہیں ایک قریب آئے ہوئے عذاب سے ڈراچکے جس دن آدمی وہ دیکھے گا

مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ وَ یَقُوْلُ الْكٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا: اے کاش کہ میں کسی طرح مٹی ہوجاتا۔

آیت 38-36 ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت گزار بندوں سے جو وعدہ فرمایا ہے یہ اس وعدے کے مطابق تمہارے اعمال کے بدلے کے طور پر تمہارے رب کی طرف سے نہایت کافی عطا ہے اور تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اور وہ نہایت رحم فرمانے والا ہے اور جس دن حضرت جبریل علیہ السلام اور سب فرشتے صفیں بنائے کھڑے ہوں گے تو اس دن کی اللہ تعالیٰ کے رعب و جلال اور خوف کی وجہ سے اس سے مصیبت دور کرنے اور عذاب اٹھا دینے کی بات کرنے کا اختیار نہ رکھیں گے البتہ جسے رحمٰن عزوجل نے کلام کرنے یا شفاعت کرنے کی اجازت دی ہو اور اس نے دنیا میں ٹھیک بات کہی ہو اور اسی کے مطابق عمل کیا ہو تو وہ بارگاہِ الٰہی میں کلام کر سکے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ ٹھیک بات سے کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ مراد ہے۔ اہم بات: نبیوں، فرشتوں اور دوسرے نیک لوگوں کی شفاعت برحق ہے۔

آیت 39 ﴾ فرمایا کہ قیامت کا واقع ہونا برحق ہے، اب جو چاہے نیک اعمال کرکے اپنے رب عزوجل کی طرف راہ بنالے تاکہ اس دن میں عذاب سے محفوظ رہ سکے۔

آیت 40 ﴾ فرمایا کہ اے کفارِ مکہ! ہم دنیا میں تمہیں اپنی آیات کے ذریعے قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرا چکے ہیں جو کہ قریب آگیا ہے اور یہ عذاب اس دن ہوگا جس دن ہر شخص اپنے تمام اچھے برے اعمال اپنے نامۂ اعمال میں لکھے ہوئے دیکھے گا اور کافر کہے گا: اے کاش کہ میں کسی طرح مٹی ہو جاتا تاکہ عذاب سے محفوظ رہتا۔ اہم بات: قیامت کے دن جب جانوروں اور چوپایوں کو اٹھایا جائے گا اور کسی ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا، اس کے بعد وہ سب خاک کردیئے جائیں گے، یہ دیکھ کر کافر تمنا کرے گا کہ کاش! میں بھی ان کی طرح خاک کر دیا جاتا۔

آیاتہا ۴۶ ۷۹ سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۸۱ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ﴿۳﴾

سختی سے جان کھینچنے والوں کی قسم○ اور نرمی سے بند کھولنے والوں کی○ اور آسانی سے تیرنے والوں کی○

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿۶﴾

پھر آگے بڑھنے والوں کی○ پھر کائنات کا نظام چلانے والوں کی (اے کافرو! تم پر قیامت ضرور آئے گی)○ جس دن تھرتھرانے والی تھرتھرائے گی○

[illegible] یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 46 آیتیں ہیں۔ انسانوں کی روحیں قبض کرنے والے فرشتوں کو نازعات کہتے ہیں اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں ان فرشتوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی، اس مناسبت سے اسے "سورۂ نازعات" کہتے ہیں۔ [illegible] اس سورت کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں توحید، نبوت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا بیان ہے اور اس کے علاوہ اس سورت میں قیامت کے دن کفار کو دوبارہ زندہ کیا جانے کا ذکر، قیامت کے دن کی دہشت سے کفار کا حال، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے میں کفار کے اقوال کا بیان اور ان کفار کا رد، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ بیان ہوا اور یہ بتایا گیا کہ آخرت میں انسان کو اعمال نامے دیکھ کر اپنے تمام دُنیوی اعمال یاد آ جائیں گے اور جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو اپنے رب عزوجل کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور اس نے اپنے نفس کو خواہش کی پیروی کرنے سے روکا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

آیت 1 ﴾ فرمایا کہ ان فرشتوں کی قسم! جو کافروں کے جسموں سے ان کی روح سختی سے کھینچ کر نکالتے ہیں۔

آیت 2 ﴾ فرمایا کہ ان فرشتوں کی قسم! جو مومنوں کے جسموں سے ان کی روحیں نرمی سے قبض کرتے ہیں۔

آیت 3 ﴾ فرمایا کہ اور ان فرشتوں کی قسم! جو زمین اور آسمان کے درمیان مومنین کی روحیں لے کر آسانی سے تیرنے والے ہیں۔

آیت 4 ﴾ فرمایا کہ پھر ان فرشتوں کی قسم! جو اپنی اس خدمت پر جلد پہنچتے ہیں جس پر وہ مقرر ہیں۔

آیت 5 ﴾ فرمایا کہ پھر ان فرشتوں کی قسم! جو دنیا کے کاموں کا انتظام کرنے پر مقرر ہیں اور ان کاموں کو سرانجام دیتے ہیں، ان تمام قسموں کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ اے کفارِ مکہ! تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور ضرور تم سے حساب لیا جائے گا۔ اہم باتیں: (1) قدرتِ الٰہی تو یہ ہے کہ ہر چھوٹا بڑا کام کسی وسیلے کے بغیر خود اسی کے حکم سے ہو جائے، لیکن قانون یہ ہے کہ کام وسیلے کے ذریعے ہو کیونکہ دنیا کا ہر کام کائنات کا نظام چلانے پر مقرر فرشتوں کے سپرد ہے۔ (2) بعض نام اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان مشترک ہیں، جیسے علی، سمیع، بصیر، انہیں میں سے مُدَبِّر بھی ہے کہ رب عزوجل بھی مدبر ہے اور فرشتے بھی مدبرات امر یعنی کاموں کی تدبیر کرنے والے ہیں۔

آیت 6، 7 ﴾ اے کافرو! تم اس دن ضرور زندہ کئے جاؤ گے جس دن (ایک سینگ میں) پہلی پھونک ماری جائے گی تو اس دن زمین اور پہاڑ

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ یَّوْمَىٕذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿۹﴾ یَقُوْلُوْنَ

اس کے پیچھے آنے کی پیچھے آنے والی○ دل اس دن خوفزدہ ہوں گے○ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی○ کافر کہتے ہیں:

ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ

کیا بیشک ہم ضرور پھر الٹے پاؤں پلٹیں گے○ کیا اس وقت جب ہم گلی ہڈیاں ہو جائیں گے؟○ کہنے لگے: جب تو یہ

وقف لازم

اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾

پلٹنا نقصان کا پلٹنا ہے○ تو وہ (پھونک) تو ایک جھڑکنا ہی ہے○ تو فوراً وہ کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے○

وقف لازم

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ

کیا تمہیں موسیٰ کی خبر آئی○ جب اسے اس کے رب نے پاک جنگل طوی میں ندا فرمائی○ (فرمایا) کہ فرعون کے

وقف لازم

اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ اَهْدِیَكَ

پاس جا، بیشک وہ سرکش ہو گیا ہے○ تو اس سے کہہ: کیا تجھے اس بات کی طرف کوئی رغبت ہے کہ تو پاکیزہ ہو جائے؟○ اور یہ کہ میں تجھے

شدید حرکت کرنے لگیں گے اور انتہائی سخت زلزلہ آجائے گا اور تمام مخلوق مر جائے گی، پھر اس پہلی پھونک کے بعد دوسری پھونک ماری جائے گی جس سے ہر چیز باذن اللہ زندہ کر دی جائے گی۔ درس: قیامت قریب ہے، جو کرنا ہے کر لیا جائے اور موت سر پہ کھڑی ہے، اس لئے نیک اعمال کرنے میں جلدی کر لی جائے۔

آیت 8، 9 ✽ جس دن (صور میں) پھونک ماری جائے گی تو اس دن مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے والے کفار کا حال یہ ہوگا کہ برے اعمال کی وجہ سے ان کے دل خوفزدہ ہوں گے اور اس دن کی دہشت سے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

آیت 10-14 ✽ جب کفار سے کہا جاتا ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم موت کے بعد پھر زندگی کی طرف واپس کر دیئے جائیں گے؟ کیا جب ہماری ہڈیاں گل کر بکھر چکی ہوں گی تو پھر بھی ہم زندہ کئے جائیں گے؟ پھر مذاق اڑانے کے طور پر وہ کہنے لگے کہ اگر ہم مرنے کے بعد اٹھائے گئے تو اس میں ہمارا بڑا نقصان ہے کیونکہ ہم دنیا میں اس بات کو جھٹلاتے رہے۔ اس پر انہیں بتایا گیا کہ تم مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کام کچھ دشوار ہے، کیونکہ اس پر کچھ بھی دشوار نہیں، وہ (دوسری) پھونک ایک ہولناک آواز ہوگی اور اس کے بعد فوراً وہ زندہ ہو کر کھلے میدان میں آپڑے ہوں گے۔

آیت 15-20 ✽ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! مشرکوں کے جھٹلانے سے غمگین نہ ہوں کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کو کفار کی طرف سے ایسی باتیں پیش آتی رہتی ہیں، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہی دیکھ لیں، جب انہیں ان کے رب عزوجل نے ملک شام میں طور پہاڑ کے قریب واقع پاک جنگل طویٰ میں ندا فرمائی کہ اے موسیٰ! تم فرعون کے پاس جاؤ، بیشک وہ سرکش ہو گیا ہے اور وہ کفر و فساد میں حد سے گزر گیا ہے اور اس سے کہو کہ کیا تجھے اس بات کی طرف کوئی رغبت ہے کہ تو ایمان قبول کر کے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں

اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ

تیرے رب کی طرف راہ بتاؤں تو تو ڈرے○ پھر موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی○ تو اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی○ پھر اس نے

اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ

(مقابلے کی) کوشش کرتے ہوئے پیٹھ پھیر دی○ تو (لوگوں کو) جمع کیا پھر پکارا○ پھر بولا: میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں○ تو اللہ نے

نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ع ءَاَنْتُمْ

اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا○ بیشک اس میں ڈرنے والے کے لئے عبرت ہے○ کیا (تمہاری سمجھ کے مطابق) تمہارا

اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ

بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسے اللہ نے بنایا○ اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا○ اور اس کی رات کو تاریک کیا اور اس کے دن کو

ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ

ظاہر کیا○ اور اس کے بعد زمین پھیلائی○ اس میں سے اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا○ اور پہاڑوں کو

مشغول ہو کر کفر، شرک، معصیت اور نافرمانی سے پاکیزہ ہو جائے؟ اور کیا تو اس بات کی طرف رغبت رکھتا ہے کہ میں تجھے تیرے رب عزّوجلّ کی ذات و صفات کی معرفت کی طرف راہ بتاؤں تاکہ تو اس کے عذاب سے ڈرے؟ کیونکہ اس کے عذاب سے ڈر اسی وقت ہو گا جب اس کی تمہیں معرفت ہو گی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے اور انہوں نے فرعون کو روشن ہاتھ اور عصا کی بہت بڑی نشانی دکھائی تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس نشانی کو جادو کہنے لگا، پھر اس نے مقابلے اور فساد انگیزی کی کوشش کرتے ہوئے ایمان قبول کرنے سے منہ موڑ لیا اور اس نے جادوگروں کو اور اپنے لشکروں کو جمع کیا، جب وہ جمع ہو گئے تو فرعون نے انہیں پکارا اور ان سے کہا: میں تمہارا سب سے اعلیٰ رب ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں اس طرح پکڑا کہ دنیا میں اسے غرق کر دیا اور آخرت میں جہنم میں داخل فرمائے گا۔ بیشک فرعون کے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے عبرت ہے۔

**آیت 27** ﴿...﴾ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں سے فرمایا گیا کہ کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے لئے تمہیں دوبارہ بنانا مشکل ہے یا آسمان کو بنانا؟ تم یہی کہو گے کہ آسمان کے مقابلے میں انسان کو پیدا کرنا زیادہ آسان ہے کیونکہ وہ آسمان سے بہت چھوٹا اور کمزور ہے۔ تو تمہاری سمجھ کے مطابق تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ پر زیادہ آسان ہے تو پھر تم اس کا انکار کیوں کرتے ہو؟ درحقیقت خدا کی قدرت ہر چھوٹی بڑی چیز کے لئے برابر ہے، یہاں کلام لوگوں کی سمجھ کے مطابق کیا گیا ہے۔

**آیت 28 تا 33** ﴿...﴾ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بنایا اور کسی ستون کے بغیر اس کی چھت اونچی کی، پھر اسے ایسا ٹھیک کیا کہ اس میں کہیں کوئی خلل نہیں اور اس کی رات کو تاریک کیا اور سورج کے نور کو ظاہر فرما کر اس کی روشنی چمکائی اور اس کے بعد زمین پھیلائی جو پیدا تو آسمان سے پہلے فرمائی گئی تھی مگر پھیلائی نہ گئی تھی اور ان میں سے چشمے جاری فرما کر اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا جسے جاندار کھاتے ہیں

اَرْسٰىهَا ۙ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿ؕ۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۫ۖ۳۴﴾ یَوْمَ

دیا۔ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدہ کے لئے۔ پھر جب وہ عام سب سے بڑی مصیبت آئے گی۔ اس دن

یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۙ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۙ﴿۳۷﴾

آدمی یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی تھی۔ اور جہنم ہر دیکھنے والے کے لئے ظاہر کردی جائے گی۔ تو بہرحال وہ جس نے سرکشی کی۔

وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۙ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰى ﴿ؕ۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ

اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ تو بیشک جہنم ہی (اس کا) ٹھکانہ ہے۔ اور رہا وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى ﴿ؕ۴۱﴾ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ

اور نفس کو خواہش سے روکا۔ تو بیشک جنت ہی (اس کا) ٹھکانہ ہے۔ تم سے قیامت کے بارے پوچھتے ہیں کہ وہ

اور پہاڑوں کو روئے زمین پر جمایا تاکہ اس کو سکون ہو اور جو کچھ زمین سے نکالا ہے وہ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کیلئے ہے۔ درس: آسمان و زمین، دریا، پہاڑ، پانی وغیرہ خدا کی قدرت کی دلیلیں بھی ہیں اور اس کے فضل و احسان کا ثبوت بھی، لہٰذا ان سے خدا کی عظمت پر ایمان میں اضافہ بھی کریں اور ان نعمتوں پر خدا کا شکر بھی کریں۔

آیت 34-41 ﴾ جب دوسری بار صور میں پھونک ماری جائے گی اور اس وقت مردے زندہ کردیئے جائیں گے تو اس دن آدمی کو اپنے اعمال نامے دیکھ کر وہ تمام اچھے برے اعمال یاد آجائیں گے جو اس نے دنیا میں کئے تھے اور اس دن جہنم ظاہر کردی جائے گی اور تمام مخلوق اسے دیکھے گی تو جس نے سرکشی کی اور کفر اختیار کیا اور دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دی تو بیشک جہنم ہی اس شخص کا دائمی ٹھکانہ ہے، اور وہ جو اپنے رب عزوجل کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور اس نے جانا کہ اسے اپنے رب عزوجل کے حضور حساب کے لئے حاضر ہونا ہے اور اپنے نفس کو حرام چیزوں کی خواہش سے روکا تو بیشک ثواب کا گھر جنت ہی اس شخص کا ٹھکانہ ہے۔ درس: یہ آیات بہت سبق آموز ہیں کہ بندہ قیامت میں اپنے اعمال کو یاد کرے گا، نیک اعمال ہوئے تو خوش ہوگا ورنہ پچھتائے گا، پھر جہنم سامنے ہوگی تو دنیا کا سارا کروفر اور شان و شوکت بھول جائے گا۔ اس کے بعد سرکش و کافر ہوا تو جہنم ٹھکانہ ہوگا اور گناہ گار ہوا تو بھی جہنم کا خطرہ موجود ہوگا لیکن اگر دنیا میں خدا سے ڈرتا، گناہوں سے بچتا اور نفس کو حرام خواہشوں سے روک کر رکھتا تھا تو مرحبا مرحبا کہ پھر جنت ٹھکانہ ہوگا۔

آیت 42-46 ﴾ مشرکین نے مذاق کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اے پیارے حبیب! کفارِ مکہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب ظاہر ہوگی اور کس وقت قائم ہوگی؟ آپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ آپ انہیں یہ بتائیں بلکہ قیامت کے واقع ہونے کے علم کی انتہا آپ کے رب عزوجل تک ہے۔ آپ کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں کو قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرائیں جو ڈرانے سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ کافر جس قیامت کا انکار کررہے ہیں عنقریب اسے دیکھ لیں گے اور گویا کہ جس دن کافر قیامت کو دیکھیں گے تو اس کی ہولناکی اور دہشت کی وجہ سے اپنی زندگی کی مدت بھول جائیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ وہ دنیا میں صرف ایک رات یا ایک دن چڑھے کے وقت برابر ہی

اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ

کب کے لیے ٹھہری ہوئی ہے؟ تمہارا اس کے بیان سے کیا تعلق؟ تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔ تم تو فقط اسے ڈرانے والے ہو

مَنْ یَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾ ع

جو اس سے ڈرے۔ گویا جس دن وہ اسے دیکھیں گے (تو سمجھیں گے کہ) وہ صرف ایک شام یا ایک دن چڑھے کے وقت برابر ہی ٹھہرے تھے۔

آیاتہا ۴۲ | ۸۰ سورۃ عبس مکیۃ ۲۴ | رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤى ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿۲﴾ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤى ﴿۳﴾ اَوْ یَذَّكَّرُ

تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا۔ اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا۔ اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ پاکیزہ ہو جائے۔ یا نصیحت حاصل کرے

...قیامت سے متعلق یہ جواب یا تو اس وقت کے اعتبار سے ہے جب قیامت کے وقت کا علم آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطا نہیں فرمایا گیا تھا، پھر بعد میں عطا کر دیا گیا یا یہ جواب اس لئے اس انداز میں ہے کہ اس علم کو بتانے کی اجازت نہیں تھی۔

**سورۂ عبس کا تعارف:** یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 42 آیتیں ہیں۔ عبس کا معنی ہے تیوری چڑھانا اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ عبس" کہتے ہیں۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و شان ظاہر فرمائی اور حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان فرمایا۔ یہ بتایا گیا کہ قرآن مجید کی آیات تمام مخلوق کے لئے نصیحت ہیں، جو چاہے ان سے نصیحت حاصل کرے اور جو چاہے ان سے اعراض کرے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے پر کافر کی سرزنش کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و قدرت کے دلائل بیان کئے گئے۔ آخر میں قیامت کے دہشت ناک مناظر بیان فرمائے گئے نیز نیک مسلمانوں کا ثواب اور کافروں، فاجروں کا عذاب بیان کیا گیا۔

**آیت 1 - 11:** شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایک مرتبہ قریش کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے، اسی دوران حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے جو کہ نابینا تھے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بار بار ندا کر کے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو سکھایا ہے وہ مجھے تعلیم فرمائیے۔ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے یہ نہ سمجھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم دوسروں سے گفتگو فرما رہے ہیں اور میرے ندا کرنے سے قطع کلامی ہوگی۔ یہ بات حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو گراں گزری اور ناگواری کے آثار چہرۂ اقدس پر نمایاں ہوئے یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے دولت سرائے اقدس کی طرف واپس تشریف لے آئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور ان دس آیات میں فرمایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس بات پر اپنے

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝۴ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝۵ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝۶ وَمَا عَلَيْكَ

تو نصیحت اسے فائدہ دے ۝ بہرحال وہ شخص جو بے پروا بنا ۝ تو تم اس کے پیچھے پڑتے ہو ۝ اور تم پر اس بات کا کوئی الزام نہیں کہ

اَلَّا يَزَّكّٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝۸ وَهُوَ يَخْشٰى ۝۹ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝۱۰

وہ (کافر) پاکیزہ نہ ہو ۝ اور رہا وہ جو تمہارے حضور دوڑتا ہوا آیا ۝ اور وہ ڈر رہا ہے ۝ تو تم اسے چھوڑ کر (دوسری طرف) مشغول ہوتے ہو ۝

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۱ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝۱۲ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۳ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۴

یوں نہیں، بیشک یہ باتیں نصیحت ہیں ۝ تو جو چاہے اسے یاد کرے ۝ ان عزت والے صحیفوں میں ۝ جو بلندی والے پاکی والے ہیں ۝

وقف لازم

ماتھے پر شکن چڑھائی اور منہ پھیرا کہ ان کے پاس ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور اے پیارے حبیب! آپ کو کیا معلوم کہ شاید وہ آپ کا ارشاد سن کر پاکیزہ ہو جائے یا آپ کے کلام سے نصیحت حاصل کرے تو وہ نصیحت اسے فائدہ دے۔ جبکہ دوسرا وہ شخص جو اپنے مال کے تکبر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے اور ایمان لانے سے بے پروا ہوا تو آپ اس کے پیچھے پڑتے ہیں اور اس کے ایمان لانے کی امید میں اس پر کوشش کرتے ہیں (تاکہ دینِ اسلام کی قوت میں اضافہ ہو اور ان کے پیچھے چلنے والے اور لوگ بھی ایمان لے آئیں) حالانکہ آپ پر اس بات کا کوئی الزام نہیں کہ وہ کافر ایمان لا کر اور ہدایت پا کر پاکیزہ نہ ہو کیونکہ آپ کے ذمہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور وہ ابن اُمِّ مکتوم جو بھلائی کی طلب میں تمہارے حضور دوڑتا ہوا آیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا بھی ہے تو آپ اسے چھوڑ کر دوسری طرف مشغول ہوتے ہیں، ایسا کرنا آپ کی شان کے لائق ہرگز نہیں۔ اہم بات: مالدار کفار ہر وقت تبلیغ کے لئے میسر نہیں ہوتے تھے اور اس خاص وقت کے علاوہ دوسرے وقت ان کا ایمان کی بات سننے کیلئے آنا یقینی نہیں تھا جبکہ صحابی ہر وقت حاضر رہتے اور اس خاص وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں ان کا آنا یقینی تھا۔ دوسرا پہلو یہ تھا کہ کفار سے بات ایمانیات کے متعلق ہو رہی تھی جبکہ صحابی سے بات ایمان کی تکمیل یا عمل وغیرہ کے متعلق ہونی تھی۔ تیسرا پہلو یہ تھا کہ کفار کا ایمان لانا یقینی نہیں تھا جبکہ صحابی کا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان پر عمل نسبتاً یقینی تھا۔ پہلے دو پہلوؤں کا تقاضا یہ تھا کہ کفار سے بات کرنے کو ترجیح دی جائے جبکہ تیسرے پہلو کا تقاضا تھا کہ صحابی سے بات کرنے کو ترجیح دی جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پہلے دو پہلوؤں کو کثرتِ فوائد کے پیشِ نظر اپنے اجتہاد سے ترجیح دی جبکہ حکمِ الٰہی میں بتا دیا گیا کہ تیسرا پہلو جو یقینی تھا اسے پہلے والے دو غیر یقینی پہلوؤں پر ترجیح دی جانی چاہیے تھی چنانچہ اسی کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تربیت فرما دی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو آپ کے تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونے والی شان کے مطابق انداز اپنانے کا بھی فرما دیا گیا کہ اس طرح کے معاملات میں چہرے پر تیوری نہ چڑھائی جائے۔

**آیت 11-16** ﴿ بیشک قرآن کی آیات مخلوق کے لئے نصیحت ہیں تو بندوں میں سے جو چاہے ان آیات کو یاد کرکے ان سے نصیحت حاصل کرے اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرے اور جو چاہے ان سے اعراض کرے اور یہ آیات ان صحیفوں میں لکھی ہوئی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والے، بلند قدر والے اور پاکی والے ہیں کہ انہیں پاکوں کے سوا کوئی نہیں چھوتا اور یہ صحیفے ان لکھنے والوں کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے ہیں جو کرم والے، نیکی والے اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں اور وہ فرشتے ہیں جو ان کو لوحِ محفوظ سے نقل کرتے

بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ؕ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ؕ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ

ان لکھنے والوں کے ہاتھوں سے (لکھے ہوئے) ○ جو معزز نیکی والے ہیں ○ آدمی مارا جائے، کتنا ناشکرا ہے وہ ○ اللہ نے اسے کس چیز سے

خَلَقَهٗ ؕ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ

پیدا کیا ہے؟ ○ ایک بوند سے اسے پیدا فرمایا، پھر اسے طرح طرح کی حالتوں میں رکھا ○ پھر راستہ آسان کر دیا اسے ○ پھر اسے موت دی

فَاَقْبَرَهٗ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ؕ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ؕ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ

پھر اسے قبر میں رکھوایا ○ پھر جب چاہے گا اسے باہر نکالے گا ○ یقیناً اس نے اب تک پورا نہ کیا جو اللہ نے اسے حکم دیا تھا ○ تو آدمی کو چاہیے

اِلٰى طَعَامِهٖۤ ۙ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ﴿۲۷﴾

اپنے کھانوں کو دیکھے ○ کہ ہم نے اچھی طرح پانی ڈالا ○ پھر زمین کو خوب چیرا ○ تو اس میں اناج اگایا ○

ہیں۔ اہم باتیں: (1) جن کاغذوں پر قرآن لکھا جائے، جن قلموں سے لکھا جائے اور جو لوگ لکھیں سب حرمت والے ہیں۔ (2) قرآن پاک کو سب سے اونچا رکھا جائے، ادھر پاؤں یا پیٹھ نہ کی جائے اور ناپاک آدمی اسے نہ چھوئے۔ (3) قرآن پاک کو حفظ کرنا چاہیے۔

آیت 17-22 ﴾ کافر آدمی مارا جائے، وہ کتنا ناشکرا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کثیر نعمتوں اور بے انتہا احسانات کے باوجود اس کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ کیا اس نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس حقیر چیز سے پیدا کیا ہے؟ وہ حقیر چیز منی کے پانی کی بوند ہے، تو اس کی یہ اوقات کہاں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے سے تکبر کرے اور اس کے ساتھ کفر کرے۔ اس نے انسان کو ماں کے پیٹ میں کچھ عرصہ نطفے کی شکل میں، کچھ عرصہ جمے ہوئے خون کی صورت میں اور کچھ عرصہ گوشت کے ٹکڑے کی شان میں رکھا، پھر اس کے ہاتھ، پاؤں آنکھیں اور دیگر اعضاء بنائے یہاں تک کہ اسے انسانی صورت کا جامہ پہنا دیا۔ پھر اس کیلئے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کا راستہ آسان کر دیا۔ پھر اسے دُنیوی زندگی کی مدت پوری ہونے کے بعد موت دی پھر اسے قبر میں رکھوایا تاکہ وہ موت کے بعد درندوں کی خوراک نہ بنے۔ پھر اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اسے حساب و جزا کے لئے قبر سے باہر نکالے گا۔ اہم بات: قرآن مجید نے عقل کو بہت اہمیت دی ہے اور بار بار تفکر و تدبر کا حکم دیا ہے کیونکہ عقلمند انسان کائنات اور نظام زندگی میں غور کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرنے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی طرف مائل ہو گا۔

آیت 23 ﴾ کافر انسان کو تکبر سے، کفر سے، توحید اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرنے پر اصرار کرنے سے روکا گیا تھا لیکن اس کافر نے اب تک اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے ایمان قبول کیا ہے اور نہ ہی وہ اپنے تکبر سے باز آیا ہے۔

آیت 24 تا 32 ﴾ آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے کی ان چیزوں کو غور سے دیکھ لے جنہیں وہ کھاتا ہے اور وہ چیزیں اس کی زندگی کا سبب ہیں کہ ان میں بھی اس کے رب عزوجل کی قدرت ظاہر ہے۔ انسان غور کرے کہ کس طرح وہ کھانے کی چیزیں اس کے بدن کا حصہ بنتی ہیں اور کس طرح رب عزوجل وہ چیزیں عطا فرماتا ہے۔ کھانے کی یہ چیزیں ملنے کا قدرتی نظام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادل سے زمین پر اچھی طرح بارش کا پانی ڈالا، پھر اس نے زمین کو خوب چیرا جس سے دانے کا کمزور پودا نمودار ہوتا ہے، اگر رب تعالیٰ زمین کو چیر نہ دیتا تو

وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ

اور انگور اور چارہ ○ اور زیتون اور کھجور ○ اور گھنے باغیچے ○ اور پھل اور گھاس ○ تمہارے فائدے کے

وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ

اور تمہارے چوپایوں کے لئے ○ پھر جب وہ کان پھاڑنے والی چنگھاڑ آئے گی ○ اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا ○ اور اپنی ماں

وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ

اور اپنے باپ ○ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے ○ ان میں سے ہر شخص کو اس دن ایک ایسی فکر ہوگی جو اسے (دوسروں سے)

يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

بے پرواہ کردے گی ○ بہت سے چہرے اس دن روشن ہوں گے ○ ہنستے ہوئے خوشیاں مناتے ہوں گے ○ اور بہت سے چہروں پر

غور و فکر یہ ہے کہ کھیتی، اور تمہارے فائدے کے لئے اس زمین سے اللہ تعالیٰ نے گندم اور جو وغیرہ دانا اُگایا جس سے غذا حاصل کی جاتی ہے اور زمین سے انگور، چارہ، زیتون، کھجور، گھنے باغیچے اور پھل پیدا کئے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کے لئے گھاس پیدا کی، تو جس رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسی عظیم نعمتیں عطا کی ہیں اس کی عبادت سے منہ پھیرنا اور اس پر ایمان لانے سے تکبر کرنا کسی عقلمند انسان کے شایانِ شان کس طرح ہو سکتا ہے۔ درس: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

دن لہو میں کھونا تجھے، شب صبح تک سونا تجھے — شرمِ نبی خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
رزقِ خدا کھایا کیا، فرمانِ حق ٹالا کیا — شکرِ کرم ترسِ سزا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

**آیت 33-37** ﴿ جب دوسری بار صور پھونکنے کی کان پھاڑ دینے والی آواز آئے گی تو اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا اور ان کی طرف توجہ نہیں کرے گا تاکہ ان میں کوئی اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرے اور ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایک ایسی فکر ہوگی جو اسے دوسروں سے بے پرواہ کردے گی۔ درس: افسوس کہ ہم عمل سے غافل، نیکیوں سے دور اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، اور اس کا سبب یہی دنیا کی لذت، بیوی بچوں اور ماں باپ کی محبت ہوتی ہے جبکہ قیامت میں سب ایک دوسرے سے بھاگ رہے ہوں گے۔

**آیت 38-42** ﴿ مخلوق لوگوں کی دو قسمیں بیان کی جارہی ہیں۔ (1) سعادت مند۔ (2) بدبخت۔ قیامت کے دن سعادت مندوں کے چہرے ایمان کے نور سے یا رات کی عبادتوں سے یا وضو کے آثار سے روشن ہوں گے اور حساب سے فارغ ہونے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت، اس کے کرم اور اس کی رضا پر ہنستے ہوئے خوشیاں منارہے ہوں گے اور قیامت کے دن بدبختوں (کی بدعملیوں کی وجہ سے ان) کے چہروں پر گرد پڑی ہوگی اور (ان کے کفر کی وجہ سے) ان پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی، یہ وہی کافر بدکار ہیں جن کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا۔ دعا: اے اللہ! ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے قیامت کے دن روشن چہرے والوں میں شامل کرنا اور رسوائی سے بچانا۔ آمین

عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝٤٠ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝٤١ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝٤٢ ع

اس دن گرد پڑی ہوگی ○ ان پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی ○ یہ لوگ وہی کافر بدکار ہیں ○

آیاتہا ۲۹ — ۸۱ سُورَةُ التَّكْوِيرِ مَكِّيَّةٌ ۷ — رکوعہا ۱

سورۂ تکویر مکیہ ہے، اس میں انتیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝١ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝٢ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝٣ وَإِذَا

جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا○ اور جب تارے جھڑ پڑیں گے○ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے○ اور جب

الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝٤ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝٥ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝٦ وَإِذَا

دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوٹی پھریں گی○ اور جب وحشی جانور جمع کئے جائیں گے○ اور جب سمندر سلگائے جائیں گے○ اور جب

**سورۂ تکویر کا تعارف** یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 29 آیتیں ہیں۔ تکویر کا معنی ہے لپیٹنا اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ "کُوِّرَتْ" سے ماخوذ ہے۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت کی ابتدائی 13 آیات میں قیامت کے چند ہولناک اُمور بیان کرکے فرمایا گیا کہ جب یہ چیزیں واقع ہوں گی تو اس وقت ہر جان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون سی نیکی یا بدی اپنے ساتھ لے کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئی ہے۔ الٹے اور سیدھے چلنے والوں، ستاروں، رات کے آخری حصے اور صبح کی قسم ارشاد فرما کر فرمایا گیا کہ بیشک قرآن مجید حضرت جبریل علیہ السلام کا پہنچایا ہوا کلام ہے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید پر کئے گئے کفار کے اعتراضات کا جواب دیا اور یہ بتایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کی باتیں بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔

**آیت 1-14** ﴿ ان 14 آیات میں 12 چیزیں ذکر کی گئیں ہیں: (1) جب سورج کا نور زائل کر دیا جائے گا۔ (2) جب ستارے جھڑ کر بارش کی طرح آسمان سے زمین پر گر پڑیں گے۔ (3) جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور غبار کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں گے۔ (4) جب وہ اونٹنیاں جن کے حمل کو دس مہینے گزر چکے ہوں گے، آزاد پھریں گی کہ ان کو نہ کوئی چرانے والا ہوگا اور نہ ان کا کوئی نگران ہوگا۔ (5) جب قیامت کے دن دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد وحشی جانور جمع کیے جائیں گے تاکہ وہ ایک دوسرے سے بدلہ لیں، پھر خاک کر دیئے جائیں۔ (6) جب سمندر سلگائے جائیں گے، پھر وہ خاک ہو جائیں گے۔ (7) جب جانوں کے جوڑ بنیں گے۔ یعنی نیک نیکوں کے ساتھ اور برے لوگ بروں کے ساتھ کر دیئے جائیں گے۔ یا یہ معنی ہیں کہ جانیں اپنے جسموں کے ساتھ یا اپنے عملوں کے ساتھ ملا دی جائیں گی۔ (8) جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس خطا کی وجہ سے اسے قتل کیا گیا؟ یہ سوال قاتل کی سرزنش کے لئے ہوگا تاکہ وہ لڑکی جواب دے کہ میں بے گناہ ماری گئی تھی۔ (9) جب نامۂ اعمال حساب کے لئے کھولے جائیں گے۔ (10) جب

النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ وَ اِذَا

جانوں کو جوڑا جائے گا○ اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا○ کس خطا کی وجہ سے اسے قتل کیا گیا؟○ اور جب

الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وَ اِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَ اِذَا الْجَنَّةُ

نامۂ اعمال کھولے جائیں گے○ اور جب آسمان کھینچ لیا جائے گا○ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی○ اور جب جنت

اُزْلِفَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ۝ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝

قریب لائی جائے گی○ ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو حاضر لائی○ تو ان ستاروں کی قسم جو الٹے چلیں○ جو سیدھے چلیں، چھپ جائیں○

وَ الَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝ وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ۝ ذِیْ قُوَّةٍ

اور رات کی جب پیٹھ پھیر کر جائے○ اور صبح کی جب سانس لے○ بیشک یہ ضرور عزت والے رسول کا کلام ہے○ جو قوت والا ہے،

آسمان اپنی جگہ سے ایسے کھینچ لیا جائے گا جیسے ذبح کی ہوئی بکری کے جسم سے کھال کھینچ لی جاتی ہے۔ (11) جب جہنم کو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لئے بھڑکایا جائے گا۔ یعنی بروز قیامت جہنم کی بھڑک میں مزید اضافہ کیا جائے گا۔ (12) جب جنت کو اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے قریب لایا جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب یہ 12 چیزیں واقع ہوں گی تو اس وقت ہر جان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون سی نیکی یا بدی اپنے ساتھ لے کر حاضر ہوئی ہے۔ اہم بات: یہ دین اسلام کا ہی عظیم کارنامہ ہے جس نے بیٹیوں کو زمین میں زندہ دفن کرنے والے لوگوں کو اس ظلم کا احساس دلایا اور ان لوگوں کی نظروں میں بچی کی عزت اور وقار قائم کیا اور بیٹیوں کے فضائل بیان کر کے معاشرے میں برسوں سے جاری اس دردناک عمل کا خاتمہ کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام عورتوں کو ہر طرح کے ظلم سے بچاتا ہے۔ درس: ان آیات میں خوب غور کرنا چاہئے تاکہ دل میں خوفِ خدا پیدا ہو۔

آیت 15 - 21 ﴾ اے کافرو! تمہارا یہ گمان کہ قرآن جادو یا شعر یا اگلے لوگوں کی کہانیاں ہے، ہرگز درست نہیں، مجھے ان ستاروں کی قسم! جو الٹے چلیں اور سیدھے چلیں اور اپنے چھپنے کی جگہوں پر چھپ جائیں، اور رات کی قسم! جب وہ جانے لگے اور اس کی تاریکی ہلکی پڑ جائے، اور صبح کی قسم! جب وہ ظاہر ہو جائے اور اس کی روشنی خوب پھیل جائے، بیشک یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت والے رسول حضرت جبریل علیہ السلام کا پہنچایا ہوا کلام ہے جو کہ قوت والا ہے، عرش کے مالک کے حضور عزت و مرتبے والا ہے اور آسمانوں میں فرشتے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور وہ انبیاء کرام علیہم السلام تک اللہ تعالیٰ کی وحی پہنچانے پر امانت دار ہے۔ اہم باتیں: (1) ستاروں سے متعلق جو مختلف چالوں کا بیان ہے، یہ ستاروں کی مختلف اوقات میں مختلف حالتوں کا بیان ہے۔ (2) حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وحی انبیاء کرام علیہم السلام تک پہنچانے میں امانت دار ہیں اور تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس وحی کو مخلوق تک پہنچانے میں اور اللہ تعالیٰ کے اسرار و رموز میں امانت دار ہیں۔

عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴿۲۱﴾ وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾

عرش کے مالک کے حضور عزت والا ہے ○ وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے، امانت دار ہے ○ اور تمہارے صاحب ہرگز مجنون نہیں ○

وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ﴿۲۳﴾ وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ﴿۲۴﴾ وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ

اور یقینا بیشک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا ○ اور یہ نبی غیب بتانے پر ہرگز بخیل نہیں ○ اور وہ (قرآن) ہرگز مردود

شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ﴿۲۵﴾ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ

شیطان کا پڑھا ہوا نہیں ○ پھر تم کدھر جاتے ہو؟ ○ وہ تو سارے جہانوں کے لیے نصیحت ہی ہے ○ اس کے لیے جو تم میں سے

اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ﴿۲۸﴾ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۹﴾

ع ۲۹

سیدھا ہونا چاہے ○ اور تم کچھ نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو سارے جہانوں کا رب ہے ○

آیت 22 ﴿ یہ بھی ان سے پچھلی آیات میں مذکور قسم کا جواب ہے کہ کفارِ مکہ جو میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مجنون کہتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اس سے بارگاہِ الٰہی میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مقام معلوم ہوا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں گستاخی کفار نے کی اور ان کی گستاخی کا جواب خود رب تعالیٰ نے دیا۔

آیت 23 ﴿ اس کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔

آیت 24 ﴿ تفسیر بغوی میں ہے: یعنی میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو علمِ غیب آتا ہے، وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تمہیں بھی بتاتے ہیں۔ تفسیر بیضاوی میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جو غیب کی باتیں بتائی جاتی ہیں انہیں بتانے میں وہ بخل نہیں کرتے۔ اہم بات: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علمِ غیب عطا فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سینکڑوں احادیث میں ہزاروں غیبی باتیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بتائی تھیں۔

آیت 25، 26 ﴿ کفارِ مکہ یہ کہتے تھے کہ کوئی جن یا شیطان حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ کلام سنا جاتا ہے، ان کا رد کرتے ہوئے ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن، مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں ہے، پھر تم قرآن کو چھوڑ کر کدھر جاتے ہو اور کیوں قرآن سے اعراض کرتے ہو، حالانکہ اس میں شفا اور ہدایت ہے۔

آیت 27، 28 ﴿ قرآنِ عظیم تمام جنوں اور انسانوں کے لئے نصیحت ہے اور اس سے وہی نصیحت حاصل کر سکتا ہے جسے حق کی پیروی کرنا، اس پر قائم رہنا اور اس سے نفع حاصل کرنا منظور ہو۔ اہم بات: قرآن سے نصیحت پانے کے لئے بندے کی اپنی خواہش اور میلان ہونا بھی ضروری ہے۔ نصیحت کے طلب گار بن کر جو قرآن پڑھتے سنتے ہیں، ان کے ایمان و عمل میں پاکیزگی بڑھتی رہتی ہے۔

آیت 29 ﴿ فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے چاہے بغیر کچھ چاہ بھی نہیں سکتے، تمہارا ارادہ اور چاہنا اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تابع ہے۔ اہم باتیں: (1) انسان اپنے اختیاری کام میں مختار ہے، لیکن بندے کا عمل اور ارادہ دونوں ہی ارادۂ الٰہیہ کے تابع ہیں۔ (2) دنیا کا ہر کام اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے سے ہے مگر اس کی پسندیدگی سے نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا

جب آسمان پھٹ جائے گا ○ اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے ○ اور جب سمندر بہا دیے جائیں گے ○ اور جب

الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ

قبریں کریدی جائیں گی ○ ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا ○ اے انسان! تجھے کس چیز نے

مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ

اپنے کرم والے رب کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا ○ جس نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر اعتدال والا کیا ○ جس صورت میں

**سورۂ انفطار کا تعارف** ✽ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 19 آیتیں ہیں۔ انفطار کا معنی ہے پھٹ جانا اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت میں مذکور لفظ "انفطرت" سے ماخوذ ہے۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں قیامت قائم ہوتے وقت کائنات میں ہونے والی ہیبت ناک تبدیلیاں بیان کر کے فرمایا گیا کہ اس وقت ہر جان کو وہ سب پتہ معلوم ہو جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو اس نے پیچھے چھوڑا۔ انسان کو عطا کی جانے والی نعمتیں بیان کر کے اسے جھنجوڑا گیا کہ کس چیز نے تجھے اپنے رب عزوجل کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا اور تو نے اس کی نافرمانی شروع کر دی۔ یہ بتایا گیا کہ ہر انسان پر کراماً کاتبین دو فرشتے مقرر ہیں جو اس کے اعمال اور اقوال کے نگہبان ہیں۔ اس سورت کے آخر میں نیکوں اور بدکاروں کا انجام اور احوالِ قیامت بیان کئے گئے ہیں۔

**آیت 1-5** ✽ جب آسمان فرشتوں کے نازل ہونے کے لئے پھٹ جائے گا اور جب ستارے اپنی جگہوں سے اس طرح جھڑ کر گر پڑیں گے جس طرح پروئے ہوئے موتی ڈوری سے گرتے ہیں اور جب سمندر وں میں قائم آڑ دور کر کے انہیں بہا دیا جائے گا اور میٹھے اور کھاری سمندر مل کر ایک ہو جائیں گے اور جب قبریں کریدی جائیں گی اور ان کے مردے زندہ کر کے نکال دیئے جائیں گے تو اس دن ہر جان کو معلوم ہو جائے گا جو اس نے نیک یا برا عمل آگے بھیجا اور جو نیکی بدی پیچھے چھوڑی۔ درس: یہی وہ کڑا وقت ہے جس کی تیاری ضروری ہے اور اسی کی فکر کرنے کا قرآن مجید میں بیسیوں جگہ حکم دیا ہے۔ اے کاش کہ ہم قیامت کی فکر کرنے والے بن جائیں۔

**آیت 6-9** ✽ اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے کرم والے رب عزوجل کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا کہ تو نے اس کی نعمت اور کرم کے باوجود اس کا حق نہ پہچانا اور اس کی نافرمانی کی جو تجھے عدم سے وجود میں لے کر آیا، پھر اس نے تمہارے اعضاء کو ٹھیک بنایا، پھر ان اعضاء میں مناسبت رکھی کہ ایک ہاتھ یا پاؤں دوسرے ہاتھ یا پاؤں سے چھوٹا یا لمبا نہیں، پھر تمہیں لمبے قد والا یا چھوٹے قد والا، خوب صورت یا بدصورت، گورا یا کالا، مرد یا عورت جس صورت میں چاہا جوڑ دیا، اور تم اللہ تعالیٰ کی ان کرم نوازیوں کو دیکھ کر بھی اس کی نافرمانی سے نہیں

مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا

چاہا تجھے جوڑ دیا○ ہرگز نہیں، بلکہ تم انصاف ہونے کو جھٹلاتے ہو○ اور بیشک تم پر ضرور کچھ نگہبان مقرر ہیں○ معزز

كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ

لکھنے والے○ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو○ بیشک نیک لوگ ضرور چین میں (جانے والے) ہیں○ اور بیشک بدکار

لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ

ضرور دوزخ میں ہیں○ انصاف کے دن اس میں جائیں گے○ اور اس سے کہیں چھپ نہ سکیں گے○ اور تجھے کیا معلوم کہ

مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا

انصاف کا دن کیا ہے؟○ پھر تجھے کیا معلوم کہ انصاف کا دن کیا ہے؟○ جس دن کوئی جان کسی جان کے لئے کچھ اختیار نہ رکھے گی

وَ الْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝

اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہوگا○

رکے بعد تم انصاف کے دن کو جھٹلانے لگے۔ درس: اگرچہ اللہ تعالیٰ کرم فرمانے والا ہے لیکن اس کے کرم کو پیشِ نظر رکھ کر اس کی نافرمانی کرنے کی جرأت نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کی پکڑ اور اس کے عذاب کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے اس کی نافرمانی سے ہر دم بچتے رہنا چاہئے۔

[illegible] اے لوگو! بیشک ہماری جانب سے تم پر کچھ فرشتے مقرر ہیں جو تمہارے اعمال اور اقوال کے نگہبان ہیں، وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز ہیں اور تمہارے اقوال اور اعمال لکھ رہے ہیں تاکہ تمہیں ان کی جزا دی جائے، وہ تمہارے ساتھ رہنے کی وجہ سے تمہارا ہر نیک اور برا عمل جانتے ہیں۔ [illegible]: (1) فرشتے صرف انسانوں پر مقرر ہیں، دیگر مخلوق پر نہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کے کام اس کے بندوں کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں کیونکہ حافظ و ناصر رب تعالیٰ ہے، مگر فرمایا کہ فرشتے حفاظت کرتے ہیں۔ (3) فرشتے بارگاہِ الٰہی میں عزت والے کریم ہیں۔ (4) ان پر ہمارے چھپے اور ظاہر کوئی عمل پوشیدہ نہیں، تب ہی تو وہ ہر عمل کو لکھ لیتے ہیں۔ درس: ہم دنیا میں معزز لوگوں کے سامنے گناہ کرنے میں شرم کرتے ہیں جبکہ عزت والے فرشتے ہر وقت ہمارے ساتھ ہوتے ہیں، ان سے تو زیادہ شرم کرنی چاہیے۔

آیت 13 تا 19: بیشک وہ لوگ جنہوں نے فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کے ذریعے اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا، یہ ضرور نعمتوں سے بھرپور جنت میں جانے والے ہیں اور بیشک کافر لوگ ضرور جلا کر رکھ دینے والی دوزخ میں جانے والے ہیں اور وہ انصاف کے دن اس جہنم میں جائیں گے جسے وہ دنیا میں جھٹلاتے رہے، اور اس جہنم سے کہیں چھپ نہ سکیں گے اور اے بندے! تجھے کیا معلوم کہ انصاف کا دن کیا ہے؟ پھر تجھے کیا معلوم کہ انصاف کا دن کیا ہے؟ انصاف کا دن وہ ہے جس دن کوئی کافر جان کسی کافر جان کیلئے کچھ اختیار نہ رکھے گی اور اس دن سارا حکم اللہ تعالیٰ کا ہوگا اور وہی ان کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا۔ اہم بات: آیت 19 میں اگرچہ کفار کا حال بیان ہوا ہے، البتہ اس دن کی سختیوں، ہولناکیوں کے پیشِ نظر مسلمانوں کو بھی اس سے ڈرنا چاہئے کہ ایک تو ایمان پر خاتمے کا علم نہیں، اور دوسری بات یہ کہ بزرگانِ دین ایسی آیتیں پڑھ کر ہی رویا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوْهُمْ

کم تولنے والوں کے لئے خرابی ہے ○ وہ لوگ کہ جب دوسرے لوگوں سے ناپ لیں تو پورا وصول کریں ○ اور جب انہیں ناپ

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵

یا تول کر دیں تو کم کر دیں ○ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ انہیں (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھایا جائے گا ○ ایک عظمت والے دن کے لیے ○

**سورۂ مطففین کا تعارف:** یہ سورت مکیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مدنیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت ہجرت کے زمانے میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی۔ اس میں 1 رکوع اور 36 آیتیں ہیں۔ مُطَفِّفِیْن کا معنی ہے: ناپ تول میں کمی کرنے والے، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے، اسی مناسبت سے اسے "سورۂ مُطَفِّفِیْن" کہتے ہیں۔ اس سورت کی ابتدا میں ناپ تول میں کمی کرنے کے بارے میں وعید بیان کی گئی۔ یہ بتایا گیا کہ کفار کا اعمال نامہ سب سے نیچی جگہ سِجِّین میں لکھا ہوا ہے اور جس دن وہ اعمال نامہ نکالا جائے گا تو اس دن قیامت کے منکروں کے لئے خرابی ہے۔ نیز یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے بڑھنے والا اور گناہگار ہے۔ قرآن مجید کو سابقہ لوگوں کی کہانیوں پر مشتمل کتاب کہنے والوں کا رد کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ جس طرح وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے سے محروم رہے اسی طرح بروزِ قیامت دیدارِ الٰہی سے محروم رہیں گے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ نیکوں کے نامۂ اعمال کی جگہ اور ان کی جزائیں بیان ہوئیں۔ آخر میں بیان ہوا کہ دنیا میں جو کافر مسلمانوں پر ہنستے تھے بروزِ قیامت ان کا انجام دیکھ کر مسلمان ان پر ہنسیں گے۔

**آیت 1-5:** جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف آوری ہوئی تو اس وقت یہاں کے لوگ اور بالخصوص جُہینہ ناپ تول میں خیانت کرتے تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں اور ان 5 آیات میں فرمایا گیا کہ کم تولنے والوں کیلئے خرابی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب دوسرے لوگوں سے ناپ لیں تو پورا وصول کریں اور جب انہیں ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں، یہ جو لوگ یہ کام کرتے ہیں وہ یقین نہیں رکھتے کہ انہیں ایک عظمت والے دن کے لیے اٹھایا جائے گا اور اس دن ان سے ذرے ذرے کا حساب کیا جائے گا، اور عظمت والا دن وہ ہے جس دن سب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر ربُّ العالمین کے حضور حساب اور جزا کے لئے کھڑے ہوں گے۔ اہم بات: ناپ تول میں کمی کرنے کی تمام صورتیں اس آیت میں داخل ہیں، جیسے کپڑا ناپتے وقت ڈھیلا ناپنا، بیچتے وقت کھینچ کر ناپنا، اسٹیل کو کھینچ کر ناپنا، باٹ کم رکھنا، باٹ تو پورا ہو لیکن تولتے میں ڈنڈی مار دینا، چیز کو زور سے ترازو میں رکھ کر فوراً اٹھا لینا، ترازو کے پلڑوں میں فرق رکھنا، ترازو کے جس حصے میں باٹ رکھے جاتے ہیں اس کے نیچے کوئی چیز لگا دینا، وزن کرنے والی مشین اور دیگر آلات کی سیٹنگ میں یا میٹر میں تبدیلی کرکے کم تول کر دینا وغیرہ۔ یہ سب طریقے حرام ہیں۔

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ

جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے ○ یقیناً بیشک بدکاروں کا نامہ اعمال ضرور سجین میں ہے ○ اور تجھے کیا معلوم

مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ

سجین کیا ہے؟ ○ (وہ) مہر لگائی ہوئی ایک کتاب ہے ○ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے ○ جو انصاف کے دن کو

الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ

جھٹلاتے ہیں ○ اور اسے نہیں جھٹلائے گا مگر ہر سرکش، بڑا گنا ہگار ○ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے (یہ قرآن)

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ

اگلوں کی کہانیاں ہیں ○ (یہ) ہرگز نہیں (ہے) بلکہ ان کے کمائے ہوئے اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھادیا ہے ○ یقیناً بیشک وہ

عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ

اس دن اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے ○ پھر بیشک وہ ضرور جہنم میں داخل ہونے والے ہیں ○ پھر کہا جائے گا:

آیت 7-13 ﴾ بیشک وہ کتاب جس میں کافروں کے اعمال لکھے ہوئے ہیں سب سے نیچی جگہ سجین میں ہے اور تم اس جگہ کی حقیقت نہیں جان سکتے کہ وہ کتنی ہولناک مقام ہے، اور کافروں کا اعمال نامہ مُہر لگائی ہوئی ایک کتاب ہے جو نہ مٹ سکتی ہے نہ بدل سکتی ہے یہاں تک کہ ان سے اُن اعمال کا حساب لے لیا جائے اور اُن اعمال پر انہیں سزا دے دی جائے اور جس دن اعمال نامے کی وہ کتاب نکالی جائے گی تو اس دن ان جھٹلانے والوں کیلئے خرابی ہے جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے تھے اور اس دن کو وہی جھٹلاتا ہے جس میں یہ باتیں پائی جاتی ہوں کہ وہ حق سے تجاوز کرنے والا ہو اور مخلوق کے ساتھ معاملات کرنے میں ان پر ظلم کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے گناہوں میں منہمک ہو۔ جب اس کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی نہیں بلکہ سابقہ لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ اہم بات: سجین کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ ساتویں زمین کے نیچے ایک مقام ہے اور یہ مقام ابلیس اور اس کے لشکروں کا محل ہے۔

آیت 14 ﴾ اس سرکش اور گناہگار کا یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن تو سابقہ لوگوں کے قصوں کی بات ہے، تو اصل بات یہ ہے کہ ان کے کفر و شرک جیسے برے اعمال کی شامت سے ان کے دل زنگ آلود اور سیاہ ہو گئے ہیں اسی وجہ سے وہ حق کو پہچان نہیں سکتے۔ اہم بات: گناہ دل کو میلا کرتے ہیں اور گناہوں کی زیادتی دل کے زنگ کا باعث ہے۔ دلوں کا زنگ دور کرنے کا طریقہ، نیک لوگوں کی صحبت، ذکرِ الٰہی کی کثرت اور موت کی یاد ہے۔

آیت 15 ﴾ فرمایا کہ یقیناً بیشک وہ کفار قیامت کے دن اپنے رب عزوجل کے دیدار سے محروم ہوں گے۔ اہم بات: ثابت ہوا کہ مومنین کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا، کیونکہ دیدار سے محرومی کفار کے لئے وعید کے طور پر ذکر کی گئی ہے اور جو چیز کفار کے لئے وعید اور تہدید ہو وہ مسلمان کے حق میں ثابت نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار آخرت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

آیت 16، 17 ﴾ کفار اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم ہونے کے بعد جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے، پھر ان سے جہنم کے خازن کہیں

هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ﴿۱۸﴾

یہ وہ ہے جسے تم جھٹلاتے تھے○ یقیناً بیشک نیک لوگوں کا نامہ اعمال ضرور علیین میں ہے○

وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّیُّوْنَ ﴿۱۹﴾ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ﴿۲۰﴾ یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ

اور تجھے کیا معلوم کہ علیین کیا ہے؟○ (وہ) مہر لگائی ہوئی ایک کتاب ہے○ قرب والے اس کی زیارت کرتے ہیں○ بیشک نیک لوگ

لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۲۲﴾ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ یَنْظُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ﴿۲۴﴾

ضرور چین میں ہوں گے○ تختوں پر نظارے کررہے ہوں گے○ تم ان کے چہروں میں نعمتوں کی تروتازگی پہچان لوگے○

یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ

انہیں صاف ستھری خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مہر لگائی ہوئی ہوگی○ اس کی مہر مشک (کی) ہے اور للچانے والوں کو

الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ ﴿۲۷﴾ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾

تو اسی پر للچانا چاہئے○ اور اس کی ملاوٹ تسنیم سے ہے○ ایک چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے○

ے کہ یہ وہ عذاب ہے جسے تم دنیا میں جھٹلاتے اور اس کے واقع ہونے کا انکار کرتے تھے۔

**آیت 18-21** بیشک یقیناً وہ کتاب جس میں سچے دل سے ایمان لانے والے نیک لوگوں کے اعمال لکھے ہیں ساتویں آسمان میں عرش کے نیچے سب سے اونچے مقام علّیین میں ہے اور تجھے کیا معلوم کہ علّیین کی شان کتنی عجیب ہے اور وہ کیسی عظمت والی ہے اور وہ اعمال نامے علّیین میں مہر لگائی ہوئی ایک کتاب ہے جس میں ان نیک لوگوں کے اعمال لکھے ہیں اور جب وہ کتاب علّیین تک پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اس کی زیارت کرتے ہیں۔

**آیت 22-28** بیشک نیک لوگ ضرور جنت کی نعمتوں میں ہوں گے، وہ جنت میں تختوں پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے اکرام اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ جب تم ان کی طرف دیکھو گے تو تم ان کے چہروں میں نعمتوں کی تروتازگی پہچان لوگے کہ وہ خوشی سے چمکتے ہوں گے اور دل کی خوشی کے آثار ان چہروں پر نمایاں ہوں گے اور جنت میں انہیں صاف ستھری خالص شراب پلائی جائے گی جس کے برتنوں پر مُہر لگائی ہوئی ہوگی اور ابرار ہی ان کی مہر توڑیں گے، ان برتنوں پر لگی مہر مشک کی بنی ہوئی ہے اور للچانے والوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف سبقت کرنے اور برائیوں سے باز رہ کر اسی پر للچانا چاہئے تاکہ انہیں مشک کی مہر لگی یہ شراب حاصل ہو اور اس میں تسنیم ملی ہوئی ہے جو جنت کی سب سے اعلیٰ شراب ہے اور تسنیم شراب کا وہ چشمہ ہے جس سے صرف اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے پئیں گے اور باقی جنتیوں کی شرابوں میں شراب تسنیم کے چند قطرے ملائے جائیں گے۔ درس: سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نے کتنی خوب صورت بات بیان فرمائی کہ للچانے والوں کو جنت کی ان نعمتوں پر للچانا چاہیے۔ دنیا کی فانی لذتوں پر کیا مرنا! جنت کی نعمتوں کے حصول میں جان توڑ کوشش کرنی چاہیے۔

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٢٩﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٠﴾ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿٣٢﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿٣٥﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾

بیشک مجرم لوگ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے○ اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو یہ آپس میں (ان پر) آنکھوں سے اشارے کرتے تھے○ اور جب یہ کافر اپنے گھروں کی طرف لوٹتے تو خوش ہو کر لوٹتے○ اور جب مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے: بیشک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں○ حالانکہ ان کافروں کو مسلمانوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا○ تو آج ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے○ تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے○ کیا بدلہ دیا گیا کافروں کو اس کا جو وہ کام کرتے تھے○

ع ۸

آیت 29-36 ﴾ بیشک مجرم لوگ جیسے ابوجہل، ولید بن مغیرہ وغیرہ کفار کے سردار، ایمان والوں جیسے حضرت عمار، حضرت خباب اور حضرت بلال وغیرہ غریب مؤمنین پر ہنسا کرتے تھے اور جب وہ غریب مومنین ان مالدار کافر سرداروں کے پاس سے گزرتے تو یہ سردار آپس میں طعن کے طور پر ان مومنین پر آنکھوں سے اشارے کرتے تھے اور جب یہ کافر اپنے گھروں کو لوٹتے تو مسلمانوں کو برا کہہ کر آپس میں اُن کی ہنسی بناتے اور خوش ہوتے ہوئے لوٹتے اور جب مسلمانوں کو دیکھتے تو کہتے: بیشک یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آئے اور دنیا کی لذتوں کو آخرت کی امیدوں پر چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کافروں کو مسلمانوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا کہ وہ ان کے احوال اور اعمال پر گرفت کریں بلکہ ان کفار کو اپنی اصلاح کا حکم دیا گیا ہے، تو جس طرح کافر دنیا میں مسلمانوں کی غربت اور محنت پر ہنستے ہیں اسی طرح قیامت کے دن ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے، جب جہنم کا دروازہ کھولا جائے گا تو کافر جہنم سے نکلنے کے لئے دروازے کی طرف دوڑیں گے اور جب وہ دروازے کے قریب پہنچیں گے تو دروازہ بند ہو جائے گا اور بار بار ایسا ہی ہوگا اور مسلمان جنت میں تختوں پر بیٹھ کر کفار کی رسوائی اور عذاب کی شدت کو دیکھ رہے ہوں گے اور اس پر ہنستے ہوں گے اور کافروں کو ان کے کئے ہوئے ان اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا جو انہوں نے دنیا میں کئے تھے کہ مسلمانوں پر ہنستے تھے۔ درس: کسی غریب کی غربت کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے اور خصوصاً یہ حرکت مال دار کافر، غریب مسلمانوں کے ساتھ کریں یا امیر مسلمان ہی غریب مسلمانوں یا دین داروں کے ساتھ کریں تو اس کی برائی اور بڑھ جاتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ۙ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡاَرۡضُ مُدَّتۡ ۙ﴿۳﴾

جب آسمان پھٹ جائے گا ○ اور وہ اپنے رب کا حکم سنے گا اور اسے یہی لائق ہے ○ اور جب زمین کو دراز کر دیا جائے گا ○

وَ اَلۡقَتۡ مَا فِیۡہَا وَ تَخَلَّتۡ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتۡ لِرَبِّہَا وَ حُقَّتۡ ؕ﴿۵﴾ یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ

اور جو کچھ اس میں ہے زمین اسے (باہر) ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی ○ اور وہ اپنے رب کا حکم سنے گی اور اسے یہی لائق ہے ○ اے انسان!

**سورۂ انشقاق کا تعارف:** یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 25 آیتیں ہیں۔ انشقاق کا معنی ہے پھٹنا، اور اس سورت کا یہ نام اس کی پہلی آیت میں موجود لفظ "اِنْشَقَّتْ" سے ماخوذ ہے۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں قیامت قائم ہوتے وقت کائنات میں ہونے والی بعض تبدیلیاں بیان کی گئیں۔ یہ بتایا گیا کہ ہر انسان مرنے کے بعد بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب ضرور دے گا اور اپنے اعمال کے مطابق جزا یا سزا پائے گا۔ یہ بیان ہوا کہ بروزِ قیامت جنہیں اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو ان سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے جنتی گھر والوں کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا اور جنہیں اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ عذاب سے چھٹکارا پانے کے لئے موت مانگیں گے اور انہیں جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ شفق، رات اور چاند کی قسم ذکر کرکے فرمایا گیا کہ بروزِ قیامت مشرکین ہولناک اُمور اور مشکل ترین احوال کا سامنا کریں گے۔ آخر میں کفار و مشرکین اور ملحدین وغیرہ کو دردناک عذاب سے ڈرایا گیا اور جو ایمان لائے اور نیک کام کئے تو انہیں دائمی ثواب کا مژدہ سنایا گیا ہے۔

**آیت 1 - 5:** قیامت قائم ہونے کے وقت جب آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اپنے پھٹنے کے بارے میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا حکم سنے گا اور اس کی اطاعت کرے گا اور اسے یہی لائق ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا حکم سنے اور جب زمین کو برابر کرکے دراز کر دیا جائے گا اور اس پر کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ باقی نہ رہے گا اور زمین اپنے اندر موجود سب خزانے اور مردے باہر ڈال دے گی اور خزانوں اور مردوں سے خالی ہو جائے گی اور وہ اپنے اندر کی چیزیں باہر پھینک دینے کے بارے میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا حکم سنے گی اور اس کی اطاعت کرے گی اور اسے یہی لائق ہے کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا حکم سنے تو اس وقت انسان اپنے عمل کا نتیجہ ثواب اور عذاب کی صورت میں دیکھ لے گا۔ اہم بات: یہ پانچ آیات بچے کی ولادت میں آسانی کے لئے پڑھنا اور لکھ کر عورت کو تعویذ پہنا دینا بہت ہی مجرب ہے۔

**آیت 6:** اے انسان! تو اپنی موت آنے تک اچھے یا برے عمل کرنے میں محنت و مشقت کر رہا ہے، پھر مرنے کے بعد تجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ضرور حاضر ہونا ہے اور تمہیں اپنے اعمال کے مطابق اس کی بارگاہ سے جزا ملے گی۔ درس: ہر انسان کو اس آیت میں غور اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہئے۔ آج کا محاسبہ، قیامت کے حساب میں آسانی کا سبب بنے گا جبکہ آج کی غفلت، وہاں سختی میں ڈال سکتی ہے۔

اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ۟ۚ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۟ۙ

بیشک تو اپنے رب کی طرف دوڑنے والا ہے پھر اس سے ملنے والا ہے○ تو بہرحال جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا○

فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۟ۙ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۟ؕ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ

تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا○ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی پلٹے گا○ اور رہا وہ جسے اس کا نامۂ اعمال

وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۟ۙ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۟ۙ وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًا ۟ؕ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ

اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا○ تو وہ عنقریب موت مانگے گا○ اور وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا○ بیشک وہ اپنے گھر والوں میں

مَسْرُوْرًا ۟ؕ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۟ۚۛ بَلٰۤى ۛۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ۟ؕ فَلَاۤ اُقْسِمُ

خوش تھا○ بیشک اس نے سمجھا کہ وہ ہرگز واپس نہیں لوٹے گا○ ہاں، کیوں نہیں! بیشک اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے○ تو مجھے شام کے

معانقة

**آیت 7-9** قیامت کے دن جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو عنقریب اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ حساب کے بعد اپنے جنتی گھر والوں کی طرف اپنی اس کامیابی پر خوشی خوشی پلٹے گا۔ **اہم بات:** قیامت کے دن بعض اہلِ ایمان کو اعمال نامہ دیا ہی نہیں جائے گا اور وہ بغیر حساب کتاب کے سیدھے جنت میں چلے جائیں گے اور بعض اہلِ ایمان جب بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے تو ان سے تحقیق اور جرح والا حساب نہیں ہوگا بلکہ صرف ان کے اعمال ان پر پیش کئے جائیں گے، وہ اپنی نیکیوں اور گناہوں کو پہچانیں گے، پھر انہیں نیکیوں پر ثواب دیا جائے گا اور ان کے گناہوں سے درگزر کیا جائے گا۔ یہ وہ آسان حساب ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے کہ نہ شدید اعتراضات کرکے اعمال کی تفتیش ہو، نہ یہ کہا جائے کہ ایسا کیوں کیا، نہ عذر طلب کیا جائے، نہ اس پر حجت قائم کی جائے۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیامت کے دن آسان حساب لئے جانے کی دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

**آیت 10-12** قیامت کے دن کافر کا دایاں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ ملا کر طوق میں باندھ دیا جائے گا اور بایاں ہاتھ پسِ پشت کر دیا جائے گا اور اس میں اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا، اس حال کو دیکھ کر وہ جان لے گا کہ وہ جہنم میں جانے والوں میں سے ہے تو اس وقت وہ موت کی دعا مانگے گا اور یَا ثُبُوْرَاہ یعنی ہائے موت کہے گا تاکہ موت کے ذریعے عذاب سے چھٹکارا پا جائے، لیکن اسے موت نہ آئے گی اور اسے بھڑکتی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔

**آیت 13-15** قیامت کے دن کافر کا یہ حال اس لئے ہوگا کہ وہ دنیا میں اپنے گھر میں اپنی خواہشوں، شہوتوں اور تکبر میں خوش تھا، اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف نہیں لوٹے گا، بلکہ وہ ضرور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لوٹے گا اور اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا، بیشک اس کا رب عَزَّوَجَلَّ اس کے کفر اور تمام گناہوں کو دیکھ رہا ہے اور اس کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ **اہم بات:** جو شخص دنیوی رنگینیوں میں مشغول ہو کر اپنی آخرت سے غافل ہو جائے، وہ آخرت میں نقصان میں ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ یہی غفلت بندے کو مرواتی ہے۔

**آیت 16** اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی ہوئی چند چیزوں کی قسم ارشاد فرمائی ہے تاکہ لوگ ان میں غور و فکر کرکے عبرت حاصل کرنے کی طرف مائل ہوں۔

بِالشَّفَقِ ۝ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا

ڈوبنے کی قسم ہے۔ اور رات کی اور ان چیزوں کی جنہیں رات جمع کردے۔ اور چاند کی جب اس کا نور پورا ہو جائے۔ ضرور تم

عَنْ طَبَقٍ ۝ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ

ایک حالت کے بعد دوسری حالت کی طرف چڑھو گے۔ تو انہیں کیا ہوا کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے

لَا يَسْجُدُوْنَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝

تو سجدہ نہیں کرتے۔ بلکہ کافر جھٹلا رہے ہیں۔ اور اللہ اسے خوب جانتا ہے جو وہ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔

آیت 17 ◆ فرمایا: رات کی قسم اور ان چیزوں کی قسم، جنہیں رات جمع کر دیتی ہے۔ ان چیزوں سے مراد یا تو جانور ہیں جو کہ دن میں منتشر ہوتے ہیں اور رات میں اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے آتے ہیں یا ان سے مراد وہ اعمال ہیں جو رات میں کئے جاتے ہیں، جیسے تہجد کی نماز یا ان سے مراد تاریکی اور ستارے ہیں کہ یہ رات میں جمع ہوتے ہیں۔

آیت 18 ◆ فرمایا کہ چاند کی قسم! جب وہ پورا ہو جائے اور اس کا نور کامل ہو جائے۔ چاند کا نور ایامِ بیض یعنی قمری مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ میں کامل ہوتا ہے۔

آیت 19 ◆ یہ اس سے اوپر آیت میں مذکور قسموں کا جواب ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں عام انسانوں سے خطاب ہے اور ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف چڑھنے سے مراد یہ ہے کہ اے لوگو! تمہیں ایک حال کے بعد دوسرا حال پیش آئے گا۔ ان حوال سے پہلے موت کی سختیوں اور ہولناکیوں میں مبتلا ہونا، پھر مرنے کے بعد اٹھنا اور پھر حساب کی جگہ میں پیش ہونا مراد ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے اور ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف چڑھنے سے مراد یہ ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف چڑھیں گے اور آپ معراج کی رات ایک آسمان پر تشریف لے گئے، پھر دوسرے آسمان پر اسی طرح درجہ بدرجہ اور مرتبہ بمرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قرب کی منازل میں پہنچے۔

آیت 20 ◆ اس سے پہلی آیات میں جن چیزوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہیں اور ان چیزوں کو دیکھ کر کسی عقلمند کے لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تو اب کفار کے پاس اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں کیا عذر باقی رہ گیا ہے اور وہ دلائل ظاہر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ پر کیوں ایمان نہیں لاتے۔

آیت 21 ◆ شانِ نزول: جب "سورۂ اقرا" میں آیت "وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ" نازل ہوئی تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا، مومنین نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا البتہ کفارِ قریش نے سجدہ نہ کیا تو ان کے اس فعل کی برائی میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جب کفار کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدۂ تلاوت نہیں کرتے۔ اہم بات: اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت کی آیت سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے اور پڑھنے والے پر بھی واجب ہوتا ہے۔

آیت 22-25 ◆ جن دلائل کی وجہ سے ایمان لانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہتا وہ اگرچہ ظاہر ہیں لیکن کفار قرآن کی آیات کو اور

ع فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

تو تم انہیں دردناک عذاب کی بشارت سنادو○ مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے ان کے لیے وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا○

آیاتھا ۲۲ | ۸۵ سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ ۲۷ | رکوعھا ۱

سورۂ بروج مکیہ ہے، اس میں بائیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کو اپنے باپ دادا کی پیروی کی وجہ سے یا حسد کی وجہ سے یا اس خوف کی وجہ سے جھٹلا رہے ہیں کہ اگر انہوں نے ایمان قبول کر لیا تو ان کا دُنیوی منصب اور دنیا کے فوائد ختم ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے تو اے حبیب! تم انہیں ان کے کفر اور عناد پر دردناک عذاب کی بشارت سنادو مگر ان میں سے جو لوگ کفر سے توبہ کر کے سچے دل سے ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے تو ان کے لیے آخرت میں وہ ثواب ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا بلکہ ہمیشہ رہے گا۔ درس: ان مسلمانوں کو بھی اپنی حالت پر غور کرنا چاہئے جو دنیا کی عزت، وجاہت، دولت، ور مرتبے ختم ہونے کے خوف سے اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکامات پر عمل کرنے سے خود بھی دور بھاگتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی دور رکھتے ہیں اور فقط کبھی کبھار نماز پڑھ لینا یا تھوڑا بہت اللہ اللہ کر لینا اپنی اُخروی نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

**سورۂ بروج کا تعارف** یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 22 آیتیں ہیں۔ ستاروں کی منزلوں کو بُروج کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بُرجوں والے آسمان کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ بروج'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں آسمان، قیامت کے دن، جمعہ اور عرفہ کے دن کی قسمیں ذکر کر کے فرمایا گیا کہ کفار قریش بھی اسی طرح ملعون ہیں جس طرح بھڑکتی آگ والی کھائی والوں پر لعنت کی گئی تھی۔ سابقہ امتوں جیسے اصحاب الاُخدود، فرعون اور ثمود کے واقعات بیان کئے گئے اور بتایا گیا کہ جنہوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو آزمائش میں مبتلا کیا اور وہ کفر پر مر گئے تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی ظالم کی پکڑ فرماتا ہے تو اس کی پکڑ بہت شدید ہوتی ہے اور وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے، توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا، نیک بندوں سے محبت فرمانے والا، عزت والے عرش کا مالک اور ہمیشہ جو چاہے کرنے والا ہے۔ آخر میں بتایا گیا کہ کفارِ مکہ سابقہ امتوں کے انجام سے نصیحت حاصل کرنے کی بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن مجید کو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں، قرآن کو شاعری اور کہانت کی کتاب کہتے ہیں حالانکہ وہ تو بہت بزرگی والا قرآن ہے اور لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ؕ﴿۳﴾

برجوں والے آسمان کی قسم○ اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے○ اور گواہ دن کی اور اس دن کی جس میں (لوگ) حاضر ہوتے ہیں○

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى

کھائی والوں پر لعنت ہو○ بھڑکتی آگ والے○ جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے ہوئے تھے○ اور وہ خود اس پر

آیت 1 ﴾ فرمایا: برجوں والے آسمان کی قسم۔ آسمان میں موجود برجوں کی تعداد بارہ ہے اور ان کی قسم اس لئے ارشاد فرمائی گئی کہ ان
میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے عجائبات نمودار ہیں۔

آیت 2، 3 ﴾ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وعدے کے دن سے قیامت کا دن، حاضر ہونے کے دن سے عرفہ کا دن اور گواہ
دن سے جمعہ کا دن مراد ہے۔ (ترمذی، حدیث: 3350) چنانچہ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اور قیامت کے اس دن کی قسم! جس میں تمام
زمین اور آسمان والوں کو جمع کرنے کا وعدہ ہے اور جمعہ کے اس دن کی قسم! جو کہ بندوں کے اعمال کا گواہ ہے اور عرفہ کے اس دن کی
قسم! جس میں آدمی اور فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

آیت 4-7 ﴾ ان چار آیات میں فرمایا کہ کفارِ قریش بھی اسی طرح ملعون ہیں جس طرح بھڑکتی آگ والی کھائی والوں پر اس وقت لعنت کی
گئی جب وہ اس کھائی کے کناروں پر کرسیاں بچھائے بیٹھے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو آگ میں ڈال رہے تھے اور شاہی لوگ بادشاہ کے
پاس آکر ایک دوسرے کے لئے گواہی دیتے تھے کہ انہوں نے حکم کی تعمیل کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور ایمانداروں کو آگ میں ڈال
دیا۔ یہاں کھائی والوں کا جو واقعہ ذکر کیا گیا اس سے متعلق مزید کچھ تفصیل یہ ہے کہ پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر
تھا، جب وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں، آپ میرے پاس ایک لڑکا بھیج دیں تاکہ میں اسے جادو
سکھا دوں۔ بادشاہ نے اس کے پاس جادو سیکھنے کے لئے ایک لڑکا بھیج دیا، وہ لڑکا جس راستے سے گزر کر جادوگر کے پاس جاتا اس راستے میں
ایک راہب رہتا تھا، وہ لڑکا (روزانہ) اس راہب کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سننے لگا اور اس راہب کا کلام اس لڑکے کے دل میں اترتا جارہا
تھا۔ ایک مرتبہ ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ بند کردیا، لڑکے نے سوچا: آج میں آزماؤں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب؟
چنانچہ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اگر تجھے راہب کے کام جادوگر سے زیادہ پسند ہیں تو اس پتھر سے جانور کو ہلاک کر
دے تاکہ لوگ راستے سے گزر سکیں۔ چنانچہ جب لڑکے نے پتھر مارا تو وہ جانور اس کے پتھر سے مرگیا۔ پھر اس نے راہب کے پاس جاکر
اسے اس واقعے کی خبر دی تو اس نے کہا: اے بیٹے! آج تم مجھ سے افضل ہوگئے ہو، تمہارا مرتبہ وہاں تک پہنچ گیا ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں۔
عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہوگے اور جب تم مصیبت میں گرفتار ہو تو کسی کو میرا پتا نہ دینا۔ اس کے بعد اس لڑکے کی دعائیں قبول
ہونے لگیں اور اس کی دعا سے مادر زاد اندھے اور برص کے مریض اچھے ہونے لگ گئے۔ بادشاہ کو اس کے بارے میں علم ہوا تو اس سے
کہا: اے بیٹے! تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تم مادر زاد اندھوں کو ٹھیک کردیتے ہو، برص کے مریضوں کو تندرست کردیتے ہو اور
اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ کرتے ہو۔ اس لڑکے نے کہا: میں شفا نہیں دیتا بلکہ شفا تو میرا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اسے گرفتار کرلیا
اور اس وقت تک اذیت دیتا رہا جب تک اس نے راہب کا پتا نہ بتا دیا۔ پھر راہب کو لایا گیا اور دین سے نہ پھرنے کے سبب اسے قتل کر

مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

گواہ ہیں جو وہ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے۔ اور انہیں مسلمانوں کی طرف سے صرف یہی بات بری لگی کہ وہ اس اللہ پر ایمان لے آئے

الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

جو بہت عزت والا، ہر تعریف کے لائق ہے۔ وہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ

بے شک جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو آزمائش میں مبتلا کیا پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے

دیا گیا۔ پھر اس لڑکے کو بلایا اور کہا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ۔ اس لڑکے نے انکار کیا تو بادشاہ نے اسے قتل کرنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر اس نے بادشاہ کو ایک طریقہ بتایا تو اس کے مطابق عمل کرنے پر وہ لڑکا انتقال کر گیا۔ یہ دیکھ کر تمام لوگوں نے کہا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کو اس واقعے کی خبر دی گئی تو اس نے گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ کھدائی مکمل ہوئی تو ان میں آگ جلوائی گئی، پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ جو اپنے دین سے نہ پھرے اسے آگ میں ڈال دو۔ چنانچہ لوگ اس آگ میں ڈالے جانے لگے۔ اہم باتیں: (1) اس واقعہ میں اہلِ ایمان کو صبر کرنے اور کفارِ مکہ کی ایذا رسانیوں پر تحمل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے اولیا کی کرامات برحق ہیں۔ (3) بزرگوں کی صحبت کا فیض عبادات سے زیادہ ہے۔

آیت 8، 9 ﴿ بادشاہ اور مسلمانوں کو آگ میں جلانے والے اس کے ساتھیوں کو مسلمانوں کی طرف سے صرف یہی بات بری لگی کہ وہ اس اللہ عزوجل پر ایمان لے آئے جو عزت والا اور ہر حال میں تعریف کے لائق ہے اور اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اس سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے اور اس سے مخلوق کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں بلکہ وہ ان کے تمام اعمال کو جانتا ہے۔ اہم باتیں: (1) کافر، مومن کے ایمان کی وجہ سے اس کا دشمن ہے اور کوئی مومن، مومن رہتے ہوئے کفار کو خوش نہیں کر سکتا۔ (2) مومن کو چاہیے کہ اہلِ ایمان اس سے خوش رہیں، کافروں کی خوشی کی طلب بربادی ہے۔ جو کفار کو خوش کرنے کی کوشش میں مصروف ہو وہ دین میں مُداہنت کرنے والا ہے۔ درس: مسلمانوں کو ایسا ہونا چاہیے کہ کفار اپنے کفر کی وجہ سے ان کے ایمان پر تو باطل اعتراض کر سکیں لیکن ان کے اخلاق و کردار پر انگلی نہ اٹھا سکیں۔ اس سے ان مسلمانوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے جن کے برے اخلاق کو پیش کر کے دنیا بھر میں مسلمانوں اور اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔

آیت 10 ﴿ فرمایا: بیشک وہ جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو آگ میں جلا کر آزمائش میں مبتلا کیا، پھر اس سے توبہ نہ کی اور اپنے کفر سے باز نہ آئے تو ان کے لئے آخرت میں جہنم کا عذاب ہے اور دنیا میں آگ کا عذاب ہے کہ اسی آگ نے انہیں جلا ڈالا اور یہ مسلمانوں کو آگ میں ڈالنے کا بدلہ ہے یا آگ کے عذاب کا معنی ہے کہ توبہ نہ کرنے والوں کے لئے آخرت میں جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے (قبر میں بھی) آگ کا عذاب ہے۔

وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ

اور ان کے لئے آگ کا عذاب ہے ○ بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کے لئے ایسے باغ ہیں

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ؕ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ

جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے ○ بے شک تیرے رب کی پکڑ

لَشَدِیْدٌ ؕ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ ۚ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ

بہت سخت ہے ○ بیشک وہی پہلے پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا ○ اور وہی بہت بخشنے والا ہے، نہایت محبت فرمانے والا ہے ○

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ ۙ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ؕ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ ۙ

عرش کا مالک بڑی عظمت والا ہے ○ (ہمیشہ) جو چاہے کرنے والا ہے ○ کیا تمہارے پاس لشکروں کی بات آئی ○

آیت 11 ❁ فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کیے، ان کے لیے اس ایمان و نیک اعمال کے سبب ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ یہی جنتی باغوں کا حصول بڑی کامیابی ہے۔

آیت 12 ❁ فرمایا کہ اے حبیب! بیشک آپ کا رب عزوجل جب ظالموں و اپنے عذاب میں پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے اگرچہ یہ پکڑ ظالموں کو مہلت دینے کے بعد ہو کیونکہ انہیں مہلت دینا حکمت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ درس: اس آیت میں ہر ظالم شخص کے لئے نصیحت ہے کہ اگرچہ ابھی اللہ تعالیٰ نے اس کی پکڑ نہیں فرمائی لیکن جب بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی پکڑ فرمائی تو وہ بہت سخت ہوگی اور یہ گرفت دنیا اور آخرت کہیں بھی ہو سکتی ہے۔

آیت 13 ❁ بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کو پہلے دنیا میں پیدا کرتا ہے پھر ان کی موت کے بعد قیامت کے دن انہیں دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے اور جو پہلی بار پیدا کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے جب وہ کسی کی پکڑ فرمائے گا تو وہ پکڑ بھی انتہائی سخت ہوگی۔

آیت 14 ❁ جو کافر اپنے کفر سے توبہ کرکے ایمان لے آئے، اسی طرح جو گناہگار مسلمان اپنے گناہوں سے توبہ کرلے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا ہے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو گناہگار مسلمان کو توبہ کے بغیر ہی بخش سکتا ہے اور وہی اپنے نیک بندوں سے محبت فرمانے والا ہے۔

آیت 15 ❁ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ عرش کا مالک اور اپنی ذات و افعال میں بڑی عظمت والا ہے۔

آیت 16 ❁ مزید فرمایا کہ وہ ہمیشہ جو چاہے کرنے والا ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔

آیت 18،17 ❁ فرمایا: اے حبیب! بیشک آپ کے پاس فرعون اور اس کی قوم اور ثمود کے ان لشکروں کی خبر آئی ہے جنہیں کافر لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابلے میں لائے تھے اور وہ لشکر اپنے کفر کے سبب ہلاک کر دیئے گئے لہٰذا آپ اپنی قوم کو سابقہ کفار کے حالات اور ان کا انجام سنا کر ڈرائیں کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی انہی جیسا ہوگا۔ اہم بات: عبرت حاصل کرنے کے لئے کفار کے عذاب کی خبریں بتانا، پڑھنا، سننا ثواب اور مطلوبِ قرآن ہے، دوسری طرف انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی سیرت و حالات سے متعلق سچی تاریخی خبریں پڑھنا، سننا اور سنانا تاکہ ان کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا شوق

فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ۝١٨ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝١٩ وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ ۝٢٠

فرعون اور ثمود ○ بلکہ کافر جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں ○ اور اللہ ان کے پیچھے سے انہیں گھیرے ہوئے ہے ○

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝٢١ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝٢٢

ع

بلکہ وہ بہت بزرگی والا قرآن ہے ○ لوحِ محفوظ میں ○

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

پیدا ہو، یہ بھی ثواب اور مطلوب قرآن ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں کفار کے افعال بد اور انجام بد کے علاوہ نیکوں کے افعال خیر اور انجام خیر کا بشارت ذکر ہے، لہٰذا پچھلی امتوں کے واقعات کا بیان ہو یا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اولیاء و صالحین کے واقعات کا بیان، دونوں ہی بہت عمدہ ہیں اور یہ تلقین و نصیحت عرس کے نام پر ہو یا سیمینار کے نام پر، دونوں ہی مقصد قرآنی کو پورا کرنے والے ہیں، البتہ خلاف شریعت کاموں سے بچنا بہر حال ضروری ہے۔

آیت 17 تا 20 ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! کفار نہ صرف سابقہ امتوں کے کفار کے حالات سن کر نصیحت حاصل نہ کی بلکہ وہ اس کے ساتھ ساتھ پچھلی امتوں کی طرح آپ کو اور قرآن پاک کو بھی جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں حالانکہ قرآن پاک کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا معاملہ واضح ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے انہیں گھیرے ہوئے ہے اور وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان کفار پر بھی ویسا ہی عذاب نازل کر دے جیسا ان سے پہلے کفار پر نازل کیا گیا تھا۔

آیت 21، 22 قرآن مجید کے بارے میں کفار کا جو گمان ہے کہ یہ شعر اور کہانت ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ تو بہت بزرگی والا قرآن ہے اور اس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام کتابوں سے ثواب کے اعتبار سے بڑا ہے اور وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اہم بات: قرآن پاک خود ایسا عظمت والا ہے کہ جس پر غسل فرض ہو اسے پاک ہوئے بغیر قرآن پاک کو پڑھنا حرام ہے، وضو کے بغیر اسے چھونا منع ہے اور قرآن پاک دوسروں کو ایسی عزت دیتا ہے کہ اس کو لانے والا فرشتہ سب فرشتوں سے افضل، جس مہینے میں آیا وہ مہینہ سب مہینوں سے افضل، جس رات میں نازل ہوا وہ رات سب راتوں سے افضل، جس زبان میں آیا وہ زبان تمام زبانوں سے افضل اور جس محترم نبی پر نازل ہوا وہ نبی تمام نبیوں اور رسولوں علیہم السلام سے افضل ہیں۔

سورۂ طارق کا تعارف یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 17 آیتیں ہیں۔ اس ستارے کو طارق کہتے ہیں جو رات میں خوب چمکتا ہے نیز رات میں آنے والے شخص کو بھی طارق کہتے ہیں، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس ستارے کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس لئے اسے "سورۂ طارق" کہتے ہیں۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں آسمان اور رات کے وقت خوب چمکنے والے ستارے کی قسم ذکر کر کے یہ فرمایا گیا ہے کہ ہر انسان پر حفاظت کرنے والا ایک فرشتہ مقرر ہے۔ انسان کو اپنی تخلیق کی ابتدا میں غور کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ بتایا گیا

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ﴿۳﴾

آسمان کی اور رات کو آنے والے کی قسم ○ اور تمہیں کیا معلوم کہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ ○ خوب چمکنے والا ستارا ہے ○

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿۴﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ

کوئی جان نہیں مگر اس پر نگہبان موجود ہے ○ انسان کو غور کرنا چاہئے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ○ اچھل کر نکلنے والے پانی سے

دَافِقٍ ۙ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ﴿۸﴾

پیدا کیا گیا ○ جو پیٹھ اور سینوں کے درمیان سے نکلتا ہے ○ بیشک اللہ اس کے واپس کرنے پر ضرور قادر ہے ○

کہ جب قیامت کے دن عقائد، اعمال اور نیتیں ظاہر کردی جائیں گی تو اس وقت مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے کے پاس کوئی طاقت اور کوئی مددگار نہ ہوگا جو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔ آسمان اور زمین کی قسم ذکر کرکے فرمایا گیا کہ قرآن مجید کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں بلکہ یہ حق اور باطل میں فیصلہ کر دینے والا کلام ہے۔ آخر میں بتایا گیا کہ کفار اللہ تعالیٰ کے دین کو مٹانے کے لئے طرح طرح کی چالیں چلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہے جس کی انہیں خبر نہیں۔

**آیت 1-4** ✽ شانِ نزول: ایک رات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں ابو طالب کچھ ہدیہ لائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسے تناول فرما رہے تھے کہ اسی دوران ایک ستارہ ٹوٹا اور پوری فضا آگ سے بھر گئی۔ ابو طالب گھبرا کر کہنے لگا کہ یہ کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: یہ ستارہ ہے جس سے شیاطین مارے جاتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ ابو طالب کو اس سے تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تصدیق میں) یہ آیات نازل فرمائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی اور رات میں خوب چمکنے والے ستارے کی قسم ذکر کرکے فرمایا کہ ہر جان پر اس کے رب عزوجل کی طرف سے ایک نگہبان مقرر ہے جو اس کے اعمال کی نگہبانی کرتا اور اس کی نیکی بدی سب لکھ لیتا ہے۔ یہاں نگہبان سے مراد فرشتے ہیں۔ اہم بات: رب تعالیٰ کے بعض نام اس کے بندوں کو دے سکتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ایک نام حافظ ہے اور یہاں آیت میں فرشتوں کو حافظ بتایا گیا، لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمارے حافظ و ناصر ہیں اور قیامت میں شفاعت کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہماری حفاظت و نصرت فرمانا تو ہر مسلمان کو معلوم ہے۔

**آیت 5** ✽ یہاں انسان کو اپنی تخلیق کی ابتدا میں غور کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تاکہ وہ جان لے کہ جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا ہے وہ اس انسان کی موت کے بعد جزا دینے کے لئے اسے دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ اس دن کے لئے عمل کرے جس دن اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسے جزا دی جائے گی۔

**آیت 7،6** ✽ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھل کر نکلنے والے پانی یعنی مرد اور عورت کے نطفوں سے پیدا کیا جو کہ عورت کے رحم میں مل کر ایک ہو جاتے ہیں اور یہ نطفہ مردوں کی پیٹھ اور عورتوں کے سینوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

**آیت 8** ✽ فرمایا گیا کہ انسان کا اپنی تخلیق میں غور کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ جس رب تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پہلی بار پیدا کر دیا تو وہ انسان کی موت کے بعد اسے دوبارہ زندگی کی طرف لوٹا دینے پر خاص طور پر قادر ہے۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴿٩﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ﴿١٠﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿١١﴾

جس دن چھپی باتوں کو جانچا جائے گا○ تو آدمی کے پاس نہ کچھ قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار○ اس آسمان کی قسم جو لوٹ لوٹ کر برستا ہے○

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿١٣﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿١٤﴾ اِنَّهُمْ

اور پھاڑی جانے والی زمین کی○ بیشک قرآن ضرور فیصلہ کر دینے والا کلام ہے○ اور وہ کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے○ بیشک کافر

يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿١٥﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾ ع

اپنی چالیں چل رہے ہیں○ اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں○ تو تم کافروں کو ڈھیل دو، انہیں کچھ تھوڑی سی مہلت دو○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 10،9 ﴿ جس دن چھپی باتوں کو ظاہر کر دیا جائے گا تو اس دن مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والے آدمی کے پاس نہ کوئی ایسی قوت ہوگی جس سے وہ عذاب کو روک سکے اور نہ اس کا کوئی ایسا مددگار ہوگا جو اُسے عذاب سے بچا سکے۔ اہم بات: چھپی باتوں سے مراد عقائد، نیتیں اور وہ اعمال ہیں جن کو آدمی چھپاتا ہے۔ درس: بندے کے عقائد، نیتیں اور اعمال اگرچہ دنیا میں پوشیدہ ہوں، لیکن قیامت کے دن سب سامنے آجائے گا۔

آیت 11-14 ﴿ اس آسمان کی قسم جس سے بار بار بارش اترتی ہے اور اس زمین کی قسم جسے سبزہ نکالنے کیلئے پھاڑا جاتا ہے، بیشک قرآن ضرور فیصلہ کر دینے والا کلام ہے کہ یہ حق اور باطل میں فرق کر دیتا ہے اور قرآن کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے جو نکمی اور بے کار ہو۔ اہم بات: آسمان جس سے بار بار بارش اترتی ہے اور پھاڑی جانے والی زمین ان دونوں میں قدرتِ الٰہی کے بے شمار آثار نمودار ہیں جن میں غور کرنے سے آدمی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے بہت سے دلائل ملتے ہیں۔

آیت 15-17 ﴿ خدا فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو مٹانے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کے لئے کفارِ مکہ طرح طرح کی چالیں چل رہے ہیں اور میں اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہوں جس کی انہیں خبر نہیں تو اے حبیب! کفار کی ہلاکت کی دعا نہ کریں بلکہ انہیں ڈھیل دیں اور انہیں چند روز کے لئے کچھ تھوڑی سی مہلت دیں کیونکہ وہ عنقریب ہلاک کر دیئے جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور غزوۂ بدر میں انہیں عذابِ الٰہی نے اپنی گرفت میں لے لیا۔

سورۂ اعلیٰ کا تعارف ﴿ یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 19 آیتیں ہیں۔ اعلیٰ کا معنی ہے سب سے بلند، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے، اسی مناسبت سے اسے "سورۂ اعلیٰ" کہتے ہیں۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا حکم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت، وحدانیت اور علم و حکمت پر دلالت کرنے والے آثار ذکر کئے گئے۔ یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ﴿١﴾ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۪ۙ﴿٢﴾ وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۪ۙ﴿٣﴾

اپنے رب کے نام کی پاکی بیان کرو جو سب سے بلند ہے○ جس نے پیدا کرکے ٹھیک بنایا○ اور جس نے اندازے پر رکھ کر راہ دکھائی○

وَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۪ۙ﴿٤﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ؕ﴿٥﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۙ﴿٦﴾

اور جس نے چارہ نکالا○ پھر اسے خشک سیاہ کردیا○ (اے حبیب!) اب ہم تمہیں پڑھائیں گے تو تم نہ بھولو گے○

یہ بتایا گیا کہ تمہارے لئے قرآن مجید یاد کرنا آسان کردیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ قرآن مجید کے ذریعے نصیحت فرمائیں اور یہ بتایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اپنے برے انجام سے ڈرتا ہے وہ نصیحت مانے گا اور جو بڑا بدبخت ہے وہ آپ کی نصیحت قبول کرنے سے دور رہے گا۔ یہ فرمایا گیا کہ جس نے خود کو پاک کرلیا، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نماز ادا کی اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح نہ دی تو وہ کامیاب ہوگیا۔ آخر میں بتایا گیا کہ خود کو پاک کرنے والوں کا اپنی مراد کو پہنچنا اور آخرت کا بہتر ہونا قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں بھی لکھا ہوا ہے۔

**آیت 1** ✽ فرمایا کہ اے حبیب! آپ اس بات کو بیان فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں، صفات میں، اسماء میں، افعال میں اور احکام میں ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے اور پاک جگہوں میں عزت واحترام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے اپنے سجدے میں داخل کرو۔ یعنی سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہو۔

**آیت 2** ✽ اپنے اس رب عزوجل کی پاکی بیان کرو جس نے ہر چیز کی پیدائش ایسی مناسب فرمائی جو پیدا کرنے والے کے علم و حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ اہم بات: چھوٹی بڑی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ اور ہر چیز کو پیدا فرمانے میں کوئی حکمت ضرور ہے اور قرآن پاک میں کئی مقامات پر مختلف چیزوں کو پیدا کرنے کی حکمت بیان بھی ہوئی ہے۔

**آیت 3** ✽ اس رب عزوجل کے نام کی پاکی بیان کرو جس نے تمام مخلوقات میں سے ہر مخلوق کو اس کی ذات اور صفت میں صحیح اندازے پر رکھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، ستاروں، عناصر، معدن، نباتات، حیوانات اور انسانوں کو مخصوص جسامت عطا کی اور ان میں سے ہر ایک کے باقی رہنے کی مدت معین اندازے پر رکھی اور ان کی صفات، رنگ، ذائقے، بو، حسن، قباحت، سعادت، بدبختی، ہدایت اور گمراہی کی مقدار خاص اندازے پر رکھی، اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھائی برائی اور سعادت و بدبختی کے راستے دکھادیئے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے انسان کو راستے دکھادیئے ہیں اور ان راستوں میں سے کسی ایک کو چن لینے پر اسے ایک طرح کا اختیار بھی دے دیا ہے اب اس کی مرضی ہے کہ وہ جس راستے کو چاہے اختیار کرے۔

**آیت 4، 5** ✽ اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت کے ساتھ زمین سے مختلف اقسام کی نباتات اور طرح طرح کی گھاس پیدا کی جسے جانور چرتے ہیں، پھر اس کا سرسبز ہونا ختم کرکے اسے خشک سیاہ کردیا۔ درس: دنیا اور اس کی نعمتوں کا حال بھی سرسبز چارے کی مانند ہے کہ یہ اگرچہ سبزے کی طرح خوشنما نظر آتی ہیں لیکن یہ بہت جلد فنا ہونے والی ہیں، لہٰذا بندہ دنیا کی قلیل زندگی میں کھو کر اور فانی نعمتوں میں مست ہو کر آخرت کو بھولنے سے بچے۔

**آیت 6** ✽ جب حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوتے تو وہ ابھی آیت کا آخری حصہ پڑھ کر فارغ نہیں ہوتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اندیشے سے اس آیت کا ابتدائی حصہ پڑھنا شروع کردیتے کہ کہیں بھول نہ جائیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا یَخْفٰی ؕ﴿۷﴾ وَ نُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰی ۚ﴿۸﴾ فَذَكِّرْ

مگر جو اللہ چاہے بیشک وہ ہر کھلی اور چھپی بات کو جانتا ہے ○ اور ہم تمہارے لئے آسانی کا سامان کردیں گے ○ تو تم نصیحت فرماؤ

اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی ؕ﴿۹﴾ سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰی ۙ﴿۱۰﴾ وَ یَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِیْ

اگر نصیحت فائدہ دے ○ عنقریب وہ نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے ○ اور نصیحت سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا ○ جو

پیارے حبیب! ہم حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے تمہیں قرآن پڑھائیں گے تو جو کچھ آپ کے سامنے پڑھا جائے گا آپ اسے نہیں بھولیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بشارت ہے کہ آپ کو قرآن پاک حفظ کرنے کی نعمت کسی محنت کے بغیر عطا ہوئی ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا معجزہ بھی ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت جبریل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے استاد نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں پہنچانے پر مامور ہیں۔ (2) حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا علم سب سے اعلیٰ ہے کہ خدا کے سکھانے سے ہے۔ (3) انبیاء کرام علیہم السلام سے ہونے والی بھول بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں اور اس میں ہزارہا حکمتیں ہوتی ہیں، لہٰذا ہماری اور انبیاء کرام علیہم السلام کی بھول میں بڑا فرق ہے۔

آیت 7 ﴿ فرمایا: مگر جو اللہ چاہے۔ اس استثناء کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (1) اگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کوئی چیز بھلانا چاہے تو وہ اس پر قدرت رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا یعنی جو قرآن امت کے لئے محفوظ رکھنا تھا اس کا کوئی ایک غلط بھی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نہ بھولے بلکہ پورا پورا امت تک پہنچایا۔ (2) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! آپ (قرآن مجید میں سے) جو کچھ پڑھیں گے اس میں سے کچھ نہ بھولیں گے البتہ جس آیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود چاہے گا وہ آپ کو بھلا دے گا اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ فرما دے گا۔ مزید فرمایا: **بیشک وہ ہر کھلی اور چھپی بات کو جانتا ہے۔** یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کے ظاہری افعال اور اقوال جانتا ہے اور ان کے پوشیدہ اقوال اور افعال سے بھی خبردار ہے۔ درس: ایمان کا یہ حصہ ہماری فکر اور عملی زندگی کا حصہ بن جائے تو سب گناہ چھوٹ جائیں۔

آیت 8 ﴿ اس آیت کے متعدد معانی ہیں: (1) اے پیارے حبیب! ہم آپ کو اس طریقے کی توفیق دیں گے جس سے وحی کو یاد کرنا آسان ہو جائے۔ (2) ہم آپ کو ایسے اعمال کرنے کی توفیق عطا کریں گے جس سے جنت کا راستہ آسان ہو جائے گا۔ (3) ہم آپ پر آسان شرعی احکام نازل کریں گے اور ان پر عمل کرنا لوگوں کے لئے دشوار نہ ہوگا۔

آیت 9 ﴿ فرمایا: اے حبیب! اگر نصیحت فائدہ دے اور کچھ لوگ اس سے فائدہ حاصل کریں تو آپ اس قرآن مجید سے نصیحت فرمائیں۔ اہم بات: یہاں نصیحت کرنے میں جو نصیحت فائدہ دینے کی شرط لگائی گئی، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر نصیحت فائدہ نہ دے تو نصیحت نہ کی جائے بلکہ نصیحت فائدہ دے یا نہ دے، دونوں صورتوں میں نصیحت کرنے کا حکم ہے کیونکہ قرآن پاک کی آیت میں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ سامنے والے کو نصیحت سے فائدہ نہ بھی ہو، تب بھی نصیحت کرنے والے کو تو ثواب کا فائدہ مل ہی جائے گا، نیز بہت مرتبہ سامنے والا تو نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھاتا لیکن کسی دوسرے شخص کو فائدہ ہو جاتا ہے اور تیسری بات یہ کہ ہم عام لوگوں کو تو معلوم ہی نہیں کہ نصیحت فائدہ دے گی یا نہیں؟ لہٰذا ہمیں تو نصیحت کرنے ہی کا حکم ہے۔

آیت 10-13 ﴿ اے حبیب! عنقریب آپ کی نصیحت وہ مانے گا جو اللہ تعالیٰ سے اور اپنے برے انجام سے ڈرتا ہے اور آپ کی نصیحت سے وہ دور ہوگا جو آپ کا دشمن بن کر بڑا بدبخت کافر ہے، اور وہ بدبخت کافر جہنم کی سب سے بڑی آگ میں جائے گا، پھر وہ نہ اس میں

يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۟ۚ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۟ؕ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۟ۙ وَذَكَرَ

سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔ پھر وہ نہ اس میں مرے گا اور نہ جئے گا۔ بیشک جس نے خود کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا۔ اور اس نے

اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۟ؕ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۟ؗۖ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۟

اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۟ۙ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۟۠

بیشک یہ بات ضرور اگلے صحیفوں میں ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔

اٰیاتہا ۲۶ | ۸۸ سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۸ | رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

مرے گا کہ مر کر ہی عذاب سے چھوٹ سکے اور نہ ایسا جینا جئے گا جس سے پھر کبھی آرام پاسکے۔ البتہ دل میں خشیتِ الٰہی رکھنے والے پر نصیحت ضرور اثر کرتی ہے۔

**آیت 14** اس آیت میں لفظ "تَزَكّٰى" کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد خود کو کفر و شرک اور گناہوں سے پاک کرنا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز کے لئے طہارت حاصل کرنا ہے۔ اس صورت میں اس آیت سے نماز کے لئے وضو اور غسل کرنا ثابت ہوتا ہے۔

**آیت 15** اس کا معنی یہ ہے کہ اور اس نے نماز شروع کرنے کی تکبیر کہہ کر پانچوں نمازیں پڑھیں۔ اس معنی سے نماز شروع کرنے کی تکبیر ثابت ہوئی۔ بعض مفسرین کے نزدیک "تَزَكّٰى" سے صدقۂ فطر دینا اور رب کا نام لینے سے عیدگاہ کے راستے میں تکبیریں کہنا اور نماز سے نمازِ عید مراد ہے۔

**آیت 16-19** دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے اور باقی رہنے والی چیز فانی سے بہتر ہے، تم دنیا کی فانی زندگی کو آخرت کی باقی رہنے والی زندگی پر ترجیح دیتے ہو اسی لئے تم وہ عمل نہیں کرتے جو وہاں کام آئیں گے۔ بیشک پاکی حاصل کرنے والوں کے کامیاب ہونے اور آخرت کے بہتر ہونے کی بات قرآن پاک سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔ اہم بات: آخرت کی زندگی، دنیوی زندگی سے بہتر ہے کہ وہاں کی نعمتیں بہ اعتبار دنیا کی نعمتوں سے افضل ہیں اور ان کے حصول میں کوئی مشقت نہ ہوگی۔

**سورۂ غاشیہ کا تعارف** یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 26 آیتیں ہیں۔ غاشیہ کا معنی ہے چھا جانے والی چیز۔ یہ قیامت کا ایک نام ہے اور سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اسی مناسبت سے اسے "سورۂ غاشیہ" کہتے ہیں۔ خلاصہ مضمون: اس

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۟ؕ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۟ۙ عَامِلَةٌ

بیشک تمہارے پاس چھا جانے والی مصیبت کی خبر آچکی ○ بہت سے چہرے اس دن ذلیل و رسوا ہوں گے ○ کام کرنے والے،

نَّاصِبَةٌ ۟ۙ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۟ۙ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۟ؕ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا

مشقتیں برداشت کرنے والے ○ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے ○ انہیں شدید گرم چشمے سے پلایا جائے گا ○ ان کے لیے کانٹے دار

سورت میں قیامت کی ہولناکیاں، کفار کی بدبختی، مسلمانوں کی خوش بختی، اہل جنت اور اہل جہنم کے اوصاف بیان کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، قدرت اور علم و حکمت پر اونٹ کی تخلیق، آسمان کی بلندی، پہاڑوں کو زمین میں نصب کرنے اور زمین کو بچھانے کے ذریعے استدلال کیا گیا اور آخر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ کی ذمہ داری صرف نصیحت کر دینا ہے اور یہ بتایا گیا کہ جو کفر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بڑا عذاب دے گا اور قیامت کے دن سب لوگ حساب اور جزا کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔

آیت 1 ﴿ یہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ آپ کے پاس ایسی مصیبت کی خبر آچکی جو چھا جانے والی ہے۔ اس سے مراد قیامت ہے جس کی ہولناکیاں ہر چیز پر چھا جائیں گی؛ یونہی اس دن کفار کے دلوں پر غشی اور چہروں پر سیاہی چھا جائے گی جبکہ فرمانبردار مسلمانوں کے دلوں پر خوشی اور چہروں پر روشنی چھا جائے گی۔

آیت 2 ﴿ بہت سے چہرے جو دنیا میں اللہ والوں کے روبرو اکڑتے تھے، وہاں ہر طرح ذلیل ہوں گے، قبروں سے سر کے بل چل کر محشر میں پہنچیں گے، وہاں منہ کالے، دونوں ہاتھ بندھے ہوئے اور گلے میں طوق ہوگا، ہر دروازے پر بھیک مانگیں گے مگر دھتکارے جائیں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کر رہے ہوں گے۔

آیت 3، 4 ﴿ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو اسلام پر نہ تھے، بت پرست تھے یا کتابی کافر جیسے راہب اور پجاری کہ انہوں نے اپنی طرف سے عبادت کے نام پر محنتیں بھی اٹھائیں، مشقتیں بھی جھیلیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم میں جائیں گے۔ یونہی بدمذہبوں کی اپنے باطل عقائد کے تحفظ و ترویج میں کوششیں کرنا اور کتابیں لکھنا وغیرہا سب بے فائدہ رہیں گی کیونکہ آخرت میں ثواب اور نجات کا مدار دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی اور صحیح عقیدے پر ہے اور وہ انہیں نصیب نہیں۔ اگر آیت میں مشقت سے مراد آخرت کی مشقت ہے تو یہ مشقت اس لئے اٹھائیں گے کیونکہ دنیا میں ایمان و عبادات کی مشقت اٹھانا گوارا نہیں کیا اور مشقت کی صورت قیامت کے دن اس طرح ہوگی کہ وہ آگ کے پہاڑ پر چڑھیں گے، اتریں گے، اس کے علاوہ نجانے وہ لوگ کیسی کیسی مشقت اٹھائیں گے۔ درس: ایمان اور عقیدے کی حفاظت، سب سے اہم چیز ہے۔ ہر اس قول، فعل اور فرد سے دور رہیں جس سے ایمان کی بربادی کا خدشہ ہو۔

آیت 5-7 ﴿ جہنمیوں کو جب پیاس لگے گی تو انہیں گرم چشموں کا پانی پلایا جائے گا جو ان کے اندرونی حصوں کو جلا کر رکھ دے گا اور کھانے میں انہیں کانٹوں کی خوراک دی جائے گی جو پیٹ میں آگ لگا دے گی اور ان سے غذا کا نفع حاصل نہ ہوگا کیونکہ غذا کے دو ہی فائدے ہیں ایک یہ کہ بھوک کی تکلیف دور کرے، دوسرا یہ کہ بدن کو طاقت پہنچائے اور فربہ کرے تو یہ دونوں وصف جہنمیوں کے کھانے میں نہیں بلکہ وہ کھانا تو حقیقت میں شدید عذاب کی ایک قسم ہے۔ اہم باتیں: (1) قیامت کے دن عذاب مختلف طرح کا ہوگا اور

مِنْ ضَرِیْعٍ ۙ﴿۶﴾ لَّا یُسْمِنُ وَ لَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ ؕ﴿۷﴾ وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ﴿۸﴾

خاردار گھاس کے سوا کوئی کھانا نہیں ○ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے نجات دے گا ○ بہت سے چہرے اس دن چین سے ہوں گے ○

لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ ۙ﴿۹﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۙ﴿۱۰﴾ لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً ؕ﴿۱۱﴾ فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ ۘ﴿۱۲﴾

وقف لازم

اپنی کوشش پر راضی ہوں گے ○ بلند باغ میں ○ اس میں کوئی بیہودہ بات نہ سنیں گے ○ اس میں جاری چشمے ہوں گے ○

جن لوگوں کو عذاب دیا جائے گا ان کے بہت سے طبقے ہوں گے، انہی مختلف اقسام کی وجہ سے قرآن پاک میں مختلف مقامات پر جہنمیوں کے کھانے کیلئے مختلف اشیاء بیان کی گئی ہیں۔(2) آیت نمبر 6 میں ضریع کا لفظ ہے۔ ضریع عرب میں ایک خاردار زہریلی گھاس ہے، جو جانور کے پیٹ میں آگ سی لگا دیتی ہے، نہایت بدمزہ اور سخت نقصان دہ ہوتی ہے۔

آیت 8 ♦ یہاں سے مومنین کے احوال بیان فرمائے کہ بروز قیامت بہت سے چہرے عیش و خوشی میں اور نعمت و کرامت میں ہوں گے۔ مراد یہ ہے کہ قیامت میں پرہیزگار مومنین چین میں ہوں گے، نہ انہیں سورج کی گرمی ستائے گی، نہ زمین کی تپش، نہ انہیں خوف ہو گا نہ غم، نہ رب عزوجل کا عتاب ہو، نہ فرشتوں کی لعن طعن، نہ قیامت کی گھبراہٹ، کیونکہ یہ دنیا میں خوف خدا سے بے چین رہے اور دنیا میں خوف خدا کی بے چینی قیامت کے چین کا ذریعہ ہے، لیکن یہ حال جنت میں تو ہر مومن کا اور حساب کتاب میں کامیابی کے بعد ہر کامیاب کا ہو گا، جبکہ حساب سے پہلے یہ راحت و چین نہایت نیک لوگوں ہی کا ہو گا ورنہ میدان قیامت میں مسلمان بھی گرمی اور تکلیف سے دوچار ہوں گے۔

آیت 9 ♦ فرمایا کہ قیامت میں جب مسلمان اپنا مرتبہ اور ثواب دیکھیں گے تو وہ دنیا میں کئے جانے والے اپنے نیک اعمال پر راضی اور خوش ہوں گے اور حقیقتاً نیکیوں پر خوش ہونے کا وقت بھی قیامت ہی ہے کیونکہ ابھی اپنے انجام کی خبر نہیں، لہٰذا جب محشر میں اعمال کی مقبولیت دیکھیں گے تو خوش ہوں گے، یونہی مومنوں کے نیک اعمال نہایت اچھی شکلوں میں ان کے ساتھ ہوں گے، جنہیں دیکھ کر انہیں دلی شادمانی ہو گی۔

آیت 10 ♦ نیک اعمال کرنے والے جنت میں ہوں گے جو کہ شان کے لحاظ سے بھی بلند ہے اور مکان و جگہ کے لحاظ سے بھی اونچی ہے۔ مومنوں اور بلند جنت میں مناسبت یہ ہے کہ چونکہ مومن دنیا میں عاجز و مسکین بن کر رہے، تکبر اور غرور سے دور رہے، اس کے عوض رب تعالیٰ انہیں بلندی اور شان عطا فرما دے گا۔

آیت 11 ♦ جنتی جنت میں نہ تو ناجائز بات سنیں گے جیسے جھوٹ، غیبت اور نہ ہی تکلیف دہ باتیں جیسے لعن طعن اور تشنیع۔ یونہی جنتی نہ کوئی بے فائدہ بات سنیں گے اور نہ کوئی بیہودہ بات اور نہ دوزخیوں کی چیخ پکار جس سے ان کے عیش و آرام میں خلل آئے۔ اس آیت سے اشارتاً یہ بھی سمجھایا گیا کہ بیہودہ باتوں سے بچنا نیک لوگوں کا شیوہ ہے۔ درس: آخرت میں لوگوں کو منہ کے بل جہنم میں گرانے میں زبان کے برے استعمال کا بہت دخل ہے اور بخشش و نجات میں زبان کے اچھے استعمال کا بہت اثر ہے۔

آیت 12 ♦ جنت میں بہت سے چشمے ہوں گے جن کا پانی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاری ہے۔

فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿۱۵﴾

اس میں بلند تخت ہوں گے○ اور رکھے ہوئے گلاس ہوں گے○ اور صف در صف گاؤ تکیے لگے ہوئے ہوں گے○

وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿۱۶﴾ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ

اور عمدہ قالین بچھے ہوئے ہوں گے○ تو کیا وہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسا بنایا گیا ہے○ اور آسمان کو،

كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

کیسا اونچا کیا گیا ہے○ اور پہاڑوں کو، کیسے قائم کیا گیا ہے○ اور زمین کو، کیسے بچھائی گئی ہے○

آیت 13 ❁ جنت میں ایسے بلند تخت ہوں گے جن کی بلندی سو برس ہوگی مگر جب جنتی ان پر چڑھنا یا ان سے اترنا چاہیں گے تو وہ تخت خود بخود اوپر یا نیچے آ جائیں گے۔

آیت 14-15 ❁ چشموں کے کناروں پر ترتیب سے گلاس رکھے ہوئے ہوں گے جن کی ترتیب کا حسن اور صفائی دیکھنے سے بھی لذت حاصل ہوگی۔ جنتی جب ان گلاسوں سے دودھ، شہد، شراب وغیرہ پینا چاہیں گے تو وہ انہیں خود ہی بھرے ہوئے ملیں گے۔ ان کے حجروں میں قالین بچھے ہوں گے جو بہت آرام دہ اور نہایت ہی خوشنما ہوں گے اور صف در صف گاؤ تکیے لگے ہوئے ہوں گے۔ اہم بات: جنت کی اشیاء میں نفاست اور حسن ترتیب ہوگی اور یہ چیزیں اسلام میں پسندیدہ ہیں، لہٰذا گھر کی اشیا نفاست و صفائی اور ترتیب سے رکھنی چاہئیں۔

آیت 17 ❁ جنت کی نعمتوں کا ذکر سن کر کفار نے تعجب کیا اور انہیں جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عجائبات عالم میں نظر کرنے کی ہدایت فرمائی کہ وہ دیکھیں، غور کریں اور سمجھیں کہ جس قادر حکیم نے دنیا میں ایسی عجیب و غریب چیزیں پیدا کی ہیں اس کی قدرت سے جنتی نعمتوں کا پیدا فرمانا کس طرح قابل تعجب اور اس کا انکار ہو سکتا ہے، چنانچہ فرمایا کہ کیا یہ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسا بنایا گیا ہے؟ اونٹ قدرت کی عجیب صنعت ہے اور اس میں چند چیزیں بہت عجیب ہیں، جانور زینت کے لئے پالے جاتے ہیں، یا کھیتی باڑی کے لئے، یا بوجھ ڈھونے یا سواری کے لئے، یا دودھ یا گوشت کے لئے، اونٹ میں یہ ساری باتیں موجود ہیں۔ یہ کانٹے اور معمولی چیزوں کو کھا کر گزارہ کر لیتا ہے اور دس پندرہ دن بغیر کھانے پانی کے نکال لیتا ہے۔

آیت 18 ❁ فرمایا: کیا کفار مکہ نے آسمان کو اس طور پر نہیں دیکھا جس کا وہ دن رات مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ ستونوں اور کسی سہارے کے بغیر کیسا اونچا کیا گیا ہے۔

آیت 19 ❁ فرمایا کہ کیا کفار نے ان پہاڑوں کو نہیں دیکھا جنہیں زمین میں نصب کر دیا گیا کہ نہ وہ ہوا سے اڑتے ہیں اور نہ زلزلہ سے گرتے ہیں بلکہ زمین کیلئے سہارا اور اس کیلئے میخوں کے قائم مقام ہیں اور انسانوں کیلئے ہزارہا فوائد پر مشتمل ہیں، چنانچہ ان میں سے لعل، ہیرے، معدنیات، چشمے، دریا وغیرہ ہزارہا قسم کی چیزیں نکلتی ہیں۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کے اولیاء رحمۃ اللہ علیہم روحانی پہاڑ ہیں جو کبھی راہِ حق سے نہیں بھٹکتے، اپنے معتقدین کو قائم رکھتے ہیں، ایمان و عرفان کے سرچشمے ہیں، اسرارِ الٰہیہ کے خزانے ان سے برآمد ہوتے ہیں جن کا سلسلہ تاقیامت قائم رہے گا۔

آیت 20 ❁ فرمایا کہ جس زمین پر کافر چلتے پھرتے ہیں، کیا اس کی طرف انہوں نے یوں نہیں دیکھا کہ یہ کیسے بچھائی گئی ہے۔ اگر یہ

فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ﴿۲۱﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ﴿۲۲﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۙ﴿۲۳﴾

تو تم نصیحت کرو تم تو نصیحت کرنے والے ہی ہو○ تم کچھ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو○ ہاں جس نے منہ پھیرا اور کفر کیا○

فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ ۙ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿۲۶﴾

تو اسے اللہ بہت بڑا عذاب دے گا○ بیشک ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے○ پھر بیشک ہم پر ہی ان کا حساب (لینا) ہے○

۱۹ سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۰

آیاتہا ۳۰ | رکوعہا ۱

سورۂ فجر مکیہ ہے، اس میں تیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

انصاف کی نگاہ سے ان شاہکاروں کو دیکھتے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنے کی طرف کوئی راہ نہ پاتے۔ اہم بات: تنہا زمین کے متعلق ہی جدید علوم کی تعداد سینکڑوں میں ہے، جیسے علم جغرافیہ اور علم ارضیات کی مختلف شاخیں۔ بظاہر ساری زمین یکساں ہے مگر اس میں بے حد تنوع ہے۔ زمین، آسمان، جانور، پہاڑ، وغیرہ کے متعلق جتنے علوم دریافت کئے جاتے رہیں، خدا کی عظمتیں اور قدرتیں اتنی ہی آشکار ہوتی جائیں گی۔ اس لئے جدید علوم کا حاصل کرنا نہایت نفع بخش ہے لیکن ایمان کے ساتھ ہو، الحاد و دہریت کے ساتھ نہیں۔

**آیت 21** ❁ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی قدرت کے دلائل بیان فرما کر لوگوں کو سمجھاؤ اور نصیحت کرو۔

**آیت 22** ❁ فرمایا: اے حبیب! آپ کی یہ ذمہ داری نہیں کہ آپ انہیں مسلمان کر کے ہی چھوڑیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام احسن طریقے سے پہنچا دینا آپ کا کام ہے۔ اس کے بعد اگر سارے لوگ کافر رہیں تو آپ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ یہ یہ معنی ہے کہ آپ انہیں جبراً مسلمان نہ کریں بلکہ اسلام کی تعلیمات پہنچا کر قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ان پر چھوڑ دیں۔

**آیت 23-26** ❁ اے حبیب! انہیں مسلمان کر کے چھوڑنا یا مجبور کر کے مسلمان بنانا آپ کی ذمہ داری نہیں بلکہ پیغام پہنچانا آپ کی ذمہ داری تھی تو آپ کے سمجھانے اور نصیحت فرمانے کے بعد جو ایمان لانے سے منہ پھیرے اور کفر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں بڑا عذاب دے گا کہ اسے جہنم میں داخل کرے گا کیونکہ مرنے کے بعد انہیں ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور حشر کے میدان میں ان کا حساب بھی ہم نے ہی لینا ہے۔ اہم بات: کفار کے لئے بہت سے عذاب ہیں: نزع کے وقت، قبر میں، محشر میں اور جہنم میں، ان سب میں بڑا عذاب دوزخ کا ہے، کیونکہ دوزخ کا عذاب دائمی ہے، اس میں سخت رسوائی بھی ہے، اس میں ہر طرح کا عذاب ہے، ان وجوہات سے اسے بڑا عذاب کہا گیا۔

**سورۂ فجر کا تعارف** ❁ سورۂ فجر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں 1 رکوع اور 30 آیتیں ہیں۔ فجر کا معنی ہے صبح، اور اس سورت کی پہلی آیت میں فجر کی قسم ارشاد فرمائی گئی اس مناسبت سے اسے "سورۂ فجر" کہتے ہیں۔ خلاصہ مضامین: اس سورۂ مبارکہ کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ اس میں پانچ عظمت والی اشیاء کی قسم بیان کر کے کفار کو سمجھایا گیا ہے اور سمجھانے کے لئے گزشتہ اقوام کے اپنی قوت و طاقت کے باوجود عذابِ الٰہی کا شکار ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز اس سورت میں یہ مضامین بیان ہوئے ہیں: غافلوں کی غفلت،

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ

صبح کی قسم ○ اور دس راتوں کی ○ اور جفت اور طاق کی ○ اور رات کی جب وہ چل پڑے ○ کیا اس قسم میں

قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝

عقلمند کے لیے قسم ہے؟ ○ کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا؟ ○ ارم (کے لوگ)، ستونوں (جیسے قد) والے ○

ان کی فطرت اور کردار کا بیان ہے۔ برائیوں کی جڑ یعنی مال کی محبت اور اس کے اثرات کا تذکرہ ہے۔ پھر قیامت کی ہولناکیوں اور عذاب الٰہی کی شدت کا بیان ہے۔ آخر میں مخلصین و مومنین کے انعام و اکرام کا ذکر ہے۔

آیت 1 ❋ فرمایا: صبح کی قسم! اس صبح سے مراد یا تو یکم محرم کی صبح ہے جس سے سال شروع ہوتا ہے، یا یکم ذی الحجہ کی جس سے دس راتیں ملی ہوئی ہیں جن میں بطور خاص ایام حج آتے ہیں، یا عید الاضحی کی صبح مراد ہے کہ یہ وہ صبح ہے جس میں حج کے اہم رکن طواف زیارت کا وقت شروع ہوتا ہے، یا اس سے مراد ہر دن کی صبح ہے کیونکہ وہ رات کے گزرنے، روشنی کے ظاہر ہونے اور تمام جانداروں کے رزق کی طلب کے لئے منتشر ہونے کا وقت ہے اور یہ وقت مُردوں کے قبروں سے اُٹھنے کے وقت کے ساتھ مشابہت و مناسبت رکھتا ہے۔

آیت 2 ❋ فرمایا: اور دس راتوں کی۔ ان سے مراد ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں کیونکہ یہ زمانہ حج کے اعمال میں مشغول ہونے کا زمانہ ہے۔ یا ان راتوں سے رمضان کے آخری عشرے کی راتیں مراد ہیں کیونکہ ان میں (اعتکاف مسنون ہے اور انہی راتوں میں) لیلۃ القدر آتی ہے۔ یا ان راتوں سے مراد محرم کے پہلے عشرے کی دس راتیں ہیں (کہ ان دس دنوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کے بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے) اور اس عشرے میں عاشورا کا دن بھی ہے۔ اہم بات: جو عاشورا کا روزہ رکھنا چاہے تو اسے 9 یا 11 محرم کا روزہ بھی رکھنا چاہئے۔

آیت 3 ❋ یہاں جفت اور طاق کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ (1) جفت سے مراد ذوالحجہ کی 10 تاریخ جس دن حج کے اہم افعال سر انجام دیئے جاتے ہیں اور طاق سے مراد 9 تاریخ جس دن میدان عرفات میں حج ہوتا ہے۔ (2) جفت سے مراد مخلوق اور طاق سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (3) ہر چیز کے جفت اور طاق کی قسم ہے گویا جملہ مخلوقات الٰہی کی قسم ہے۔ یا جفت سے 2 اور 4 رکعت والی نمازیں اور طاق سے 3 رکعت والی نماز یعنی مغرب مراد ہے۔

آیت 4 ❋ فرمایا: اور رات کی جب وہ چل پڑے۔ رات کے چلنے سے مراد ہے کہ گزرنے لگے۔ اس رات سے خاص مزدلفہ کی رات مراد ہے جس میں بندگان خدا اطاعت الٰہی کے لئے جمع ہوتے ہیں بلکہ اس رات اور مقام مزدلفہ کی فضیلت میں قرآن مجید کی آیت موجود ہے۔ یا اس سے شب قدر مراد ہے جس میں رحمت کا نزول ہوتا ہے اور جو ثواب کی کثرت کے لئے مخصوص ہے اور جس کے بارے میں خود قرآن پاک کی پوری سورت موجود ہے۔ نیز ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے ہر رات مراد ہے کہ رات بذات خود بہت سے عجائبات و اسرار پر مشتمل ہے۔

آیت 5 ❋ گزشتہ آیات میں پانچ قسمیں ارشاد ہوئیں اور ان کے بارے میں فرمایا کہ بیشک یہ مذکورہ بالا چیزیں عقل والوں کے نزدیک ایسی عظمت رکھتی ہیں کہ خبروں کو اُن کے ساتھ مؤکد کرنا بہت مناسب ہے۔ ان ساری قسموں کا جواب یہ ہے کہ کافر کو ضرور عذاب دیا جائے گا۔ اس جواب قسم پر اگلی آیتیں دلالت کرتی ہیں۔

آیت 7،6 ❋ متعدد قسموں کے بعد جواب قسم یہ تھا کہ کافروں کو عذاب دیا جائے گا۔ کافروں کا آخرت کا عذاب تو قطعی ہے البتہ بارہا

الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ۪ۙ(۸) وَ ثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۪ۙ(۹)

کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہ ہوا○ اور ثمود (کے ساتھ) جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں○

وَ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ۪ۙ(۱۰) الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ ۪ۙ(۱۱) فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا

اور فرعون (کے ساتھ) جو میخوں والا تھا○ جنہوں نے شہروں میں سرکشی کی○ پھر ان میں بہت

الْفَسَادَ ۪ۙ(۱۲) فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۚۙ(۱۳) اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ؕ(۱۴)

فساد پھیلایا○ تو ان پر تمہارے رب نے عذاب کا کوڑا برسایا○ بیشک تمہارا رب یقینا دیکھ رہا ہے○

دنیا میں انہیں عذاب دیا گیا چنانچہ اسی کی مثالوں کے طور پر یہاں سے متعدد قوموں کے عذابات کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ کیا تم نے قوم عاد کو نہیں دیکھا؟ قوم عاد کی دو قسمیں ہیں: (1) عاد اولیٰ (2) عاد اخریٰ۔ یہاں عاد اولیٰ مراد ہے جن کے قد بہت دراز تھے، انہیں عاد ارم بھی کہتے ہیں۔ کفار کو سمجھایا گیا کہ عاد اولیٰ جن کی عمریں بہت زیادہ اور قد بہت طویل تھے اور وہ خود نہایت قوی تھے. انہیں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا تو یہ کافر اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں اور عذاب الٰہی سے کیوں بے خوف ہیں۔

**آیت 8** ﴿ قوم عاد کی طاقت اور قد و قامت کے بارے میں بہت کچھ مروی ہے جس میں بہت کچھ اسرائیلی روایت میں سے ہے لیکن یہ بات قطعی ہے جو قرآن میں بیان کی گئی کہ وہ غیر معمولی قوت و طاقت اور قد کاٹھ والے تھے۔

**آیت 9** ﴿ فرمایا کہ کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب عزوجل نے قوم ثمود کے ساتھ کیا کیا جنہوں نے اپنی قوت و طاقت سے پہاڑ کاٹ کر مضبوط مکانات تعمیر کئے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ہلاک کر دیا۔ اہم بات: قوم ثمود نے حجر سے وادیٔ قریٰ تک بہت سے بڑے بڑے شہر آباد کئے تھے، سنگ تراشی میں استاذ تھے، بہت قد آور اور مالدار تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام ان میں نبی ہو کر تشریف لائے اور آپ کی مخالفت کی وجہ سے کفار ثمود ہلاک ہوئے۔

**آیت 10** ﴿ فرمایا: کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب عزوجل نے فرعون کے ساتھ کیا کیا جو میخوں میں گاڑ کر سزائیں دینے والا تھا۔ فرعون نے جس کو سزا دینی ہوتی اس کے ہاتھ پاؤں میخوں سے باندھ دیتا یا ہاتھ پاؤں میں ہی میخیں گاڑ دیتا تھا۔

**آیت 11-13** ﴿ ان تین آیات میں اوپر بیان کردہ قوم عاد، قوم ثمود اور فرعون کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے شہروں میں سرکشی کی اور گمراہی میں انتہا کو پہنچے اور فرعون نے تو بندگی کی حد سے گزر کر خدائی کا دعویٰ کر دیا نیز انہوں نے کفر، قتل اور ظلم کے ذریعے زمین میں فساد برپا کیا تو ان کا جو انجام ہوا وہ اگلی آیت میں مذکور ہوا کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے عذاب کا کوڑا برسایا اور مختلف طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا جنہوں نے انہیں ہلاک کر دیا۔ درس: خدا کا نظام یہ ہے کہ سرکشوں کو بالآخر ہلاک کرکے دوسری قوموں کو ان کی جگہ لے آتا ہے۔ ظالموں کو کبھی دائمی حکومت نہیں ملتی۔

**آیت 14** ﴿ یہاں گزشتہ قوموں کا احوال مراد ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ تھے، ان کا ہر حال اللہ تعالیٰ پر کھلا ہوا تھا اور انہیں ان کی حرکات کی وجہ سے ہی عذاب دیا گیا۔ یونہی موجودہ اور آئندہ کے سارے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی نگہبانی میں ہیں کہ کوئی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں اور ہر ایک کا ہر عمل، ہر حال، ہر حرکت اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے۔

فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكۡرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ ۙ۬ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِ ؕ﴿۱۵﴾

تو بہر حال آدمی کو جب اس کا رب آزمائے کہ اس کو عزت اور نعمت دے تو اس وقت وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دی۔

وَ اَمَّاۤ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ ۙ۬ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَهَانَنِ ۚ﴿۱۶﴾ كَلَّا بَلْ

اور بہر حال جب (اللہ) بندے کو آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کردے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا۔ ہرگز نہیں بلکہ

لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَ ۙ﴿۱۷﴾ وَ لَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ ۙ﴿۱۸﴾ وَ تَاۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ

تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ اور تم ایک دوسرے کو مسکین کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔ اور میراث کا سارا مال جمع کرکے

آیت 15، 16 ﴿ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو مال و دولت اور نعمت و عزت دے کر بھی آزماتا ہے اور واپس لے کر بھی آزماتا ہے۔ اس میں مومن اور مطیع تو ہر حال میں رضائے الٰہی پر راضی رہتا ہے کہ نعمت پر شکر کرتا ہے اور مصیبت پر صبر، لیکن غافل اور جاہل کو اگر نعمت و عزت کے ذریعے آزمایا جائے تو وہ خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ کا فضل قرار دینے کی بجائے اپنا حق سمجھتا ہے اور اپنا کمال قرار دیتا ہے اور اس دُنیوی مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل قرار دیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ اُسے رزق کی تنگی میں مبتلا کرکے آزماتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے شکوہ و شکایت کرتا ہے اور ہر ایک کے سامنے جا کر واویلا کرتا ہے اور مال و دولت کی اس کمی کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مردودیت کی علامت سمجھتا ہے۔ یہ تمام کا تمام طرزِ عمل حقیقی مسلمان کی شان کے برخلاف ہے، سچے مسلمان کے نزدیک مقبولیت کا معیار تقویٰ ہے اور مردودیت کا سبب نافرمانی ہے۔ اہم بات: ان آیات مبارکہ میں جو طرزِ عمل بیان کیا گیا ہے یہ حقیقتاً کفار کا ہے لیکن افسوس کہ آج کل کے بہت سے نام نہاد مسلمان بھی ایسی سوچ بنا لیتے ہیں کہ اگر کفار مردود ہیں تو اتنی نعمت و ترقی میں کیوں ہیں اور اگر مسلمان مقبول ہیں تو اتنی ذلت و پستی میں کیوں ہیں حالانکہ مسلمان کی موجودہ پستی اسلام کی وجہ سے نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات چھوڑنے کی وجہ سے ہے اور کفار کی ترقی ان کے کفر کی وجہ سے نہیں بلکہ زندگی گزارنے کی جو حقیقی اسلامی تعلیمات ہیں ان میں بہت ساری چیزوں پر عمل کی وجہ سے ہے۔

آیت 17 ﴿ فرمایا کہ عزت و ذلت کا معیار وہ ہرگز نہیں جو تم نے سمجھا ہے کہ عزت، دولت کی وجہ سے اور ذلت، غربت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اصل عزت و ذلت کا معیار طاعت و معصیت پر ہے لیکن کفار اور ان کے جاہل مُقلّد اس حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری ذلت کا سبب یہ ہے کہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور دولت مند ہونے کے باوجود اُن کے ساتھ اچھے سلوک نہیں کرتے اور ان کے حقوق نہیں دیتے جن کے وہ وارث ہیں۔

آیت 18 ﴿ مزید فرمایا: تمہاری ذلت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تم خود بھی کھانے کی خیرات نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی رغبت نہیں دیتے بلکہ اس سے روکتے ہو۔

آیت 19 ﴿ ذلت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ تم میراث کا مال کھا جاتے ہو اور حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتے اور عورتوں اور بچوں کے وراثت کے حصے خود کھا جاتے ہو، جاہلیت میں یہی دستور تھا۔ اس بیان کردہ ظلم میں بہت سی صورتیں داخل ہیں اور فی زمانہ جو چچا، تایا، قسم کے لوگ یتیم بھتیجوں کے مال پر قبضہ کرلیتے ہیں یا روئے زمین میں جو بہنوں، بیٹیوں یا پوتیوں کو وراثت نہیں دی جاتی وہ بھی اسی میں داخل ہے کہ شدید حرام ہے۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّ لَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ

تو اس دن اللہ کے عذاب کی طرح کوئی عذاب نہیں دے گا۔ اور اس کے باندھنے کی طرح کوئی نہ باندھے گا۔ اے اطمینان والی

الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾

جان۔ اپنے رب کی طرف اس حال میں واپس آ کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا۔

وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾

اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

**آیت 26،25** اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا سخت عذاب کوئی نہ دے سکے گا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گرفت اور قید کی طرح کوئی باندھ سکے گا کہ اللہ تعالیٰ آگ کی بیڑیوں میں باندھ کر، آگ کے گھر میں، آگ کے کوڑوں اور دیگر چیزوں کا عذاب دے گا۔

**آیت 27** جن کی زندگی اللہ تعالیٰ پر سچے ایمان اور اطاعت و عبادت میں گزری، ذکرِ خدا سے جن کے دلوں کو سکون ملتا تھا، جو ایمان اور یقین پر ثابت قدم رہے، ان حضرات سے موت کے وقت کہا جائے گا: اے اطمینان والی جان! اور ایک قول کے مطابق یہ کلام آخرت میں ہوگا۔

**آیت 28** مخلص مومن سے کہا جائے گا کہ اپنے رب عزوجل کی طرف اس حال میں واپس آ کہ تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے راضی ہو، پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ اہم بات: رب عزوجل کی طرف لوٹنے سے مراد اس کی رحمت، قرب اور حضوری میں حاضر ہونا ہے۔ درس: جو دنیا میں خدا کے ہر فیصلے پر راضی ہے اور تسلیم و تفویض کو اپنا شیوہ بنائے، اسے یہ بشارت ان شاء اللہ ضرور ملے گی۔

**آیت 30،29** نفسِ مُطْمَئِنّہ کو خاص بندگانِ خدا کے گروہ میں شامل ہو کر جنت میں داخل ہونے کا فرمایا جائے گا۔ اہم بات: آیت 29 سے نیکوں کی معیت کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اسے نیک بندوں کی معیت میں جانے کا فرمایا اور پھر جنت میں جانے کا فرمایا۔ واقعی نیکوں کی صحبت اصلاحِ قلب اور دخولِ جنت کا ذریعہ ہے۔

**سورۂ بلد کا تعارف** یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 20 آیتیں ہیں۔ بلد کا معنی ہے شہر، اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے شہر مکہ کی قسم یاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ بلد" کہتے ہیں۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے شہرِ مکہ کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قسم ذکر کر کے فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا ہے۔ بری جِدّ اور بری نیت سے مال خرچ کرنے والے کی مذمت بیان ہوئی۔ یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ
مجھے اس شہر کی قسم ○ جبکہ تم اس شہر میں تشریف فرما ہو ○ اور باپ کی قسم اور اس کی اولاد کی ○ یقیناً بیشک
خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ؕ﴿۴﴾ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۘ﴿۵﴾ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا
ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا ○ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہرگز اس پر کوئی قدرت نہیں پائے گا ○ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال

نے انسان کو دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ دیئے ہیں اور اس کے سامنے اچھائی اور برائی دونوں کے راستے واضح کر دیئے ہیں اب اسے اختیار ہے کہ وہ اپنے لئے جس راستے کو چاہے چن لے۔ اس سورت کے آخر میں مال خرچ کرنے کے مصارف بیان کئے گئے ہیں۔

آیت 2،1 ◆ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی فضیلت کی وجہ سے اس کی قسم ذکر فرمائی اور دوسری آیت میں گویا فرمایا کہ اے پیارے حبیب! مکہ مکرمہ کو یہ عظمت آپ کے وہاں تشریف فرما ہونے کی وجہ سے ملی ہے۔

آیت 3 ◆ یہاں باپ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی بالواسطہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اس لئے اولاد کی قسم میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی داخل ہیں۔ یا یہاں باپ سے حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد سے آپ علیہ السلام کی ذریت مراد ہے، یا یہاں والد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اولاد سے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت مراد ہے۔

آیت 4 ◆ اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قسم یاد کرکے فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا کہ وہ حمل کے دوران ایک تنگ و تاریک مکان میں رہے، ولادت کے وقت تکلیف اٹھائے، دودھ پینے، دودھ چھوڑنے، معاش کے حصول اور زندگی و موت کی مشقتوں کو برداشت کرے۔ اہم بات: ان مصائب اور تکالیف میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں۔ مصیبت کے وقت بندہ خدا کو زیادہ یاد کرتا ہے، دوسروں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے اور اپنی اوقات بھی یاد رہتی ہے۔

آیت 5 ◆ شانِ نزول: یہ آیت اُسید بن کلدہ کے بارے میں نازل ہوئی، یہ انتہائی مضبوط اور طاقتور شخص تھا اور اس کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ چمڑہ پاؤں کے نیچے دبالیتا اور اعلان کرتا کہ کون اس چمڑے کو میرے پاؤں کے نیچے سے نکالے گا، چنانچہ دس دس آدمی اس چمڑے کو کھینچتے رہتے یہاں تک کہ وہ چمڑہ تو پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا لیکن جتنا اس کے پاؤں کے نیچے ہوتا وہ ہرگز نہ نکل سکتا تھا اور ایک یہ قول ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ کافر اپنی قوت پر غرور کرتا اور مسلمانوں کو کمزور سمجھتا ہے، یہ کس گمان میں پڑا ہوا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں جانتا جو کہ قادر برحق ہے۔

آیت 7،6 ◆ یہاں سے اس کافر کا قول ذکر کیا گیا، وہ کافر کہتا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دشمنی میں (لوگوں کو دے دے کر) ڈھیروں مال ختم کر دیا (تاکہ وہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تکلیف پہنچائیں۔) کیا اس کافر کا یہ گمان ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ اس سے نہیں پوچھے گا کہ اس نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا اور کس کام پر خرچ کیا، ایسا ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ اس کی خبیث نیت اور باطنی فساد سے باخبر ہے اور وہ اسے اس کی سزا دے گا۔ درس: بری نیت سے اور بری جگہ پر مال خرچ کرنے کا

لُّبَدًا ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝

ختم کر دیا ۝ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی نے نہ دیکھا ۝ کیا ہم نے اس کی دو آنکھیں نہ بنائیں ۝ اور ایک زبان اور دو ہونٹ ۝

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ

اور ہم نے اسے دو راستے دکھائے ۝ پھر بغیر سوچے سمجھے کیوں نہ گھاٹی میں کود پڑا ۝ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ ۝ کسی بندے

رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝

کی گردن چھڑانا ۝ یا بھوک کے دن میں کھانا دینا ۝ رشتہ دار یتیم کو ۝ یا خاک نشین مسکین کو ۝

انجام بہت سخت ہے۔ گناہ کے کاموں، فلمیں اور سینما بنانے، نیز شادی کی ناجائز رسمیں پوری کرنے کے لئے مال خرچ کرنے والوں کے لئے عبرت ہے کہ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں خدا دیکھ نہیں رہا؟ ہرگز نہیں، ان کا ایک ایک لمحہ اور حرکت خدا کو معلوم ہے۔

آیت 8-10 ﴾ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی چند نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے تاکہ اس کافر کو عبرت حاصل کرنے کا موقع ملے، چنانچہ فرمایا کہ کیا ہم نے اس کافر کی دو آنکھیں نہ بنائیں جن سے وہ دیکھتا ہے اور کیا ہم نے اسے زبان نہ دی جس سے وہ بولتا ہے اور اپنے دل کی بات بیان میں لاتا ہے اور کیا ہم نے اسے دو ہونٹ نہ دیئے جن سے وہ اپنے منہ کو بند کرتا ہے اور بات کرنے، کھانے پینے اور پھونکنے میں ان سے کام لیتا ہے اور کیا ہم نے اسے ماں کے دودھ سے بھرے پستانوں کی راہ نہ بتائی کہ پیدا ہونے کے بعد وہ اُن سے دودھ پیتا اور غذا حاصل کرتا رہا۔ یہاں "نَجْدَیْن" کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے اچھائی اور برائی کے دو راستے مراد ہیں جو جنت یا جہنم تک پہنچاتے ہیں۔ درس: اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان عطا کی، جس سے زندگی کے معاملات میں نہایت آسانی ہے، ورنہ اشاروں سے زندگی بسر کرنا بہت مشکل ہے، لہٰذا بندہ زبان کا صحیح استعمال کر کے خدا کا شکر ادا کرے اور اچھی اور نیک باتوں کے علاوہ انسان کم کلام کیا کرے اور فضول و بے فائدہ کلام نہ کرے۔

آیت 11 ﴾ جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ظاہر اور وافر ہیں تو اس پر لازم تھا کہ وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرے لیکن اس نے نیک اعمال کر کے ان عظیم نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا۔ اہم بات: جس طرح گھاٹی میں چلنا اس پر دشوار ہے اسی طرح نیکیوں کے راستے پر چلنا نفس پر دشوار ہے، اس لئے نیک اعمال کرنے کو گھاٹی میں کودنے سے تعبیر کیا گیا۔

آیت 12-16 ﴾ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے اور اس میں کودنا کیا ہے، وہ گھاٹی اور اس میں کودنا یہ ہے: (1) کسی بندے کی گردن غلامی سے چھڑانا۔ یہ عمل خواہ اس طرح ہو کہ کسی غلام کو آزاد کر دے یا اس طرح ہو کہ مکاتب غلام کو اتنا مال دیدے جس سے وہ آزادی حاصل کر سکے یا کسی غلام کو آزاد کرانے میں مدد کرے یا کسی قیدی یا قرض دار کو رہا کرانے میں ان کی مدد کرے۔ (2) قحط اور تنگی کے دن رشتہ دار یتیم کو یا خاک نشین مسکین کو کھانا دینا جو کہ انتہائی تنگ دست اور مصیبت زدہ ہو، نہ اس کے پاس اوڑھنے کے لئے کچھ ہو اور نہ بچھانے کے لئے کچھ ہو، کیونکہ قحط کے دنوں میں مال نکالنا نفس پر بہت شاق اور اجر عظیم ملنے کا سبب ہوتا ہے۔ درس: مشکل میں پھنسے لوگوں کو رہائی دلانا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، بے گھروں کو گھر دینا، مقروضوں کے قرضے ادا کرنا، یتیموں کا سہارا بننا یہ سب اعمال زندگی میں شامل کرنے چاہئیں تاکہ عمل کی ان گھاٹیوں کو عبور کرنے کے وسیلے سے قیامت کی گھاٹی سے پار گزرنا آسان ہو جائے۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

پھر یہ ان میں سے ہو جو ایمان لائے اور انہوں نے آپس میں صبر کی نصیحتیں کیں اور آپس میں مہربانی کی تاکیدیں کیں۔ یہی لوگ دائیں طرف

الْمَيْمَنَةِ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝

والے ہیں۔ اور جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا وہی بائیں طرف والے ہیں۔ ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی آگ ہوگی۔

## ایاتھا ۱۵ ۔ ۹۱ سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ ۲۶ ۔ رکوعھا ۱

سورۂ شمس مکیہ ہے، اس میں پندرہ آیتیں، ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

**آیت 17** ❁ فرمایا گیا کہ یہ تمام عمل اس وقت مقبول ہیں جب یہ اعمال کرنے والا صاحبِ ایمان ہو اور ان لوگوں کے گروہ میں شامل ہو جو ایک دوسرے کو گناہوں سے باز رہنے، عبادات بجالانے اور مشکلات پر صبر کی نصیحتیں کرتے ہیں اور آپس میں مہربانی کی تاکیدیں کرتے ہیں کہ مومن ایک دوسرے کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کریں۔ جو ایمان سے محروم ہے اس کے سب عمل بیکار ہیں۔

**آیت 18** ❁ جن میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں یہ دائیں طرف والے ہیں جنہیں ان کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ عرش کی دائیں جانب سے جنت میں داخل ہوں گے۔ اہم بات: آپس میں صبر کی نصیحتیں اور مہربانی کی تاکیدیں کرنے والے مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام، رتبہ اور درجہ بہت بلند ہے۔

**آیت 19، 20** ❁ جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا وہ بائیں طرف والے ہیں کہ انہیں ان کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور وہ عرش کے بائیں جانب سے جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور ان پر ہر طرف سے بند کی ہوئی آگ ہوگی کہ نہ اس میں باہر سے ہوا آسکے گی اور نہ اندر سے دھواں باہر جاسکے گا۔

**سورۂ شمس کا تعارف** ❁ یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 15 آیتیں ہیں۔ سورج کو عربی میں شمس کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں سورج کی قسم ذکر فرمائی گئی اس مناسبت سے اسے "سورۂ شمس" کہتے ہیں۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند، دن، رات، آسمان، زمین، انسانوں کے نفس اور اپنی ذات کی قسم ذکر کرکے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرلیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے نفس کو گناہوں میں چھپا دیا وہ ناکام ہو گیا۔ کفارِ مکہ کے سامنے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی نافرمانی کرنے والوں کا حال بیان کیا تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ جس طرح حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے ان لوگوں کو ہلاک کیا گیا تو اسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے انہیں بھی ہلاک کیا جا سکتا ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝١ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝٢ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝٣ وَالَّيْلِ

سورج اور اس کی روشنی کی قسم○ اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے○ اور دن کی جب وہ سورج کو چمکائے○ اور رات کی جب

اِذَا يَغْشٰىهَا ۝٤ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝٥ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝٦ وَ

وہ سورج کو چھپادے○ اور آسمان کی اور اس کے بنانے والے کی قسم○ اور زمین کی اور اس کے پھیلانے والے کی قسم○ اور

نَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝٧ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝٨ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ

جان کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا○ پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری کی سمجھ اس کے دل میں ڈالی○ بیشک جس نے نفس کو پاک کرلیا

**آیت 1** ﴿ چمکتی سورج کی قسم جبکہ اس کی روشنی ظاہر ہو۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی عظمت اور معبود ہونے میں اپنی وحدانیت کا اظہار کرنے کے لئے متعدد چیزوں کی قسم ذکر فرمائی ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے ساتھ مخلوق کے عظیم منافع وابستہ ہیں اور ان میں غور وفکر کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت کے بارے میں جان سکتا ہے۔

**آیت 2** ﴿ فرمایا کہ چاند کی قسم جب وہ سورج غروب ہونے کے بعد نکل آئے۔

**آیت 3** ﴿ اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) دن کی قسم جب وہ سورج کو خوب واضح کردے۔ کیونکہ دن سورج کے نور کا نام ہے تو جتنا دن زیادہ روشن ہوگا اتنا ہی سورج کا ظہور زیادہ ہوگا کیونکہ اثر کی قوت اور کمال اثر کرنے والے کی قوت اور کمال پر دلالت کرتا ہے۔
(2) دن کی قسم جب دن دنیا کو یا زمین کو روشن کردے یا رات کی تاریکی کو دور کردے۔

**آیت 4** ﴿ اس آیت کے بھی دو معنی ہیں: (1) رات کی قسم جب وہ سورج کو چھپادے اور آسمان کے کنارے تاریکی سے بھر جائیں۔
(2) رات کی قسم کہ جب رات دنیا کو چھپائے۔ یہاں تک جو چار چیزیں بیان ہوئیں سب درحقیقت سورج کے چار اوصاف ہیں، کیونکہ سورج کے وجود سے ہی دن ہوتا ہے اور سورج کے غروب ہونے سے ہی رات ہوتی ہے اور جو شخص سورج میں تھوڑا سا بھی غور کرے گا تو وہ اس کے خالق کی عظمت کو جان لے گا۔

**آیت 5** ﴿ فرمایا کہ آسمان کی قسم اور اس کی قسم جس نے سے انتہائی بڑا اور نہایت بلند بنایا ہے اور اسے بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

**آیت 6** ﴿ فرمایا کہ زمین کی قسم اور اس کی قسم جس نے اسے پانی پر پھیلایا تاکہ زمین پر موجود جانداروں کے لئے اس پر زندگی گزارنا ممکن ہو۔

**آیت 7،8** ﴿ فرمایا کہ جان کی اور اس کی قسم جس نے اسے ٹھیک بنایا اور اسے کثیر قوتیں عطا فرمائیں جیسے بولنے، سننے، دیکھنے کی قوت اور فکر، خیال، علم، فہم سب کچھ عطا فرمایا پھر اس کی نافرمانی اور اس کی پرہیزگاری کی سمجھ اس کے دل میں ڈالی اور اچھائی برائی سے اسے باخبر کردیا اور نیک و بد کے بارے میں بتادیا۔ اہم بات: ہر انسان کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے خیر وشر کی بنیادیں رکھی ہیں کہ ان میں سے جسے اختیار کرنا چاہے، اپنی مرضی سے اختیار کرلے، کیونکہ یہ زندگی ہی امتحان کے لئے ہے، اس لئے کامیاب اور ناکام ہونے کے دونوں آپشن رکھے گئے ہیں۔

**آیت 9،10** ﴿ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیات میں چند چیزوں کی قسمیں ذکر کرکے ان دو آیات میں فرمایا کہ بیشک جس نے اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کرلیا وہ کامیاب ہوگیا اور بیشک جس نے اپنے نفس کو گناہوں میں چھپادیا وہ ناکام ہوگیا۔ درس: نفس کی پاکیزگی

زَكّٰىهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿۱۱﴾ اِذِ انْۢبَعَثَ

کامیاب ہو گیا۔ اور بیشک جس نے نفس کو گناہوں میں چھپا دیا وہ ناکام ہو گیا۔ قوم ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ جس وقت ان کا سب

اَشْقٰىهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ

سے بڑا بدبخت آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ تو اللہ کے رسول نے ان سے فرمایا: اللہ کی اونٹنی اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر

فَعَقَرُوْهَا ۙ۬ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾ ع

اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر ان کی بستی کو برابر کر دیا۔ اور اسے ان کے پیچھا کرنے کا خوف نہیں۔

آیاتہا ۲ — ۹۲ سُوْرَةُ الَّیْلِ مَکِّیَّةٌ ۹ — رکوعہا ۱

سورۂ لیل مکیہ ہے، اس میں اکیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

کے لئے اچھی صحبت، علمِ دین، باطنی امراض کی پہچان، قلبی خرابیوں کے ازالے کی عملی کوشش، کسی کامل مرشد کی رہنمائی، ذکرِ الٰہی کی کثرت، قبر و آخرت کی فکر اور اپنے اعمال کا محاسبہ وغیرہ اعمال کرنا نہایت موثر و مفید ہے۔ دوسری طرف بری صحبت، علمِ دین سے جہالت اور عبادت سے دوری نفس کو برباد کر دیتی ہے۔

**آیت 11-15** ♦ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک رسول اور ان کی نافرمانی کرنے والوں کا حال بیان کیا ہے کہ قوم ثمود نے اپنی سرکشی سے اپنے رسول حضرت صالح علیہ السلام کو اس وقت جھٹلایا جب ان کا سب سے بڑا بدبخت آدمی قدار بن سالف ان سب کی مرضی سے اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کے درپے ہونے سے بچو اور جو دن اس کے پانی پینے کا مقرر ہے اس دن پانی نہ لو تاکہ تم پر عذاب نہ آئے۔ تو انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا، پھر اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو ان پر ان کے رب عزوجل نے ان کے اس گناہ کے سبب تباہی ڈال کر اور ان کی بستی کو برابر کر کے سب کو ہلاک کر دیا اور ان میں سے کوئی باقی نہ بچا اور اللہ تعالیٰ کو ان کے پیچھا کرنے کا خوف نہیں جیسا بادشاہوں کو ہوتا ہے، وہ جو چاہے کرے اور کسی کو اس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں۔

**سورۂ لیل کا تعارف** ♦ یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 21 آیتیں ہیں۔ رات کو عربی میں لیل کہتے ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ لیل" کہتے ہیں۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں رات، دن اور نر و مونث کو پیدا کرنے والے رب تعالیٰ کی قسم ذکر کر کے بتایا گیا کہ لوگوں کے اعمال جداگانہ ہیں۔ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والے، متقی، حرام کاموں سے بچنے والے اور دینِ اسلام کو سچا ماننے والے کی فضیلت بیان کی گئی اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنے میں بخل کرنے

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝۱ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝۳ اِنَّ سَعْيَكُمْ

رات کی قسم جب وہ چھا جائے○ اور دن کی جب وہ روشن ہو○ اور مذکر اور مؤنث کو پیدا کرنے والے کی○ بیشک تمہاری کوشش

لَشَتّٰى ۝۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝۷

ضرور مختلف قسم کی ہے○ تو بہر حال وہ جس نے دیا اور پرہیزگار بنا○ اور سب سے اچھی راہ کو سچا مانا○ تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے○

والے، ثواب اور آخرت سے بے پرواہ بننے والے اور دین اسلام کو جھٹلانے والے کے بارے میں وعید بیان کی گئی ہے۔ یہ بتایا گیا کہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے اور وہی دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نارِ جہنم کے عذاب سے ڈرایا اور بتایا کہ یہ عذاب اسے ملے گا جس نے قرآنِ مجید اور رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ آخر میں یہ بیان کیا گیا کہ جس نے کسی کا بدلہ اتارنے اور ریاکاری کے طور پر مال خرچ نہیں کیا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پاکیزگی حاصل کرنے کے ارادے سے مال خرچ کیا تو اسے اُس آگ سے دور رکھا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے بے پناہ انعامات پر خوش ہو جائے گا۔ ان آیات کا مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

آیت 1 ﴾ فرمایا کہ رات کی قسم جب وہ جہان پر اپنی تاریکی سے چھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم اس لئے ذکر فرمائی کہ وہ ساری مخلوق کے سکون کا وقت ہے اور رات میں ہر جاندار اپنے ٹھکانے پر آتا ہے اور اس میں مخلوق حرکت و بے قراری سے پُرسکون ہوتی ہے اور ان پر نیند چھا جاتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے بدنوں کے لئے راحت اور ان کی ارواح کے لئے غذا بنایا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے مناجات میں مشغول ہوتے ہیں۔

آیت 2 ﴾ فرمایا کہ اور دن کی قسم جب وہ چمکے اور رات کے اندھیرے کو دور کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے دن کی قسم اس لئے ذکر فرمائی کہ وہ رات کی تاریکی دور ہونے کا، سونے والوں کے بیدار ہونے کا، جانداروں کے حرکت کرنے کا اور معاش کی طلب میں مشغول ہونے کا وقت ہے۔ اہم بات: رات اور دن اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں اور اس کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں جن میں غور و فکر ایمان میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

آیت 3 ﴾ فرمایا کہ اس عظیم قدرت والے قادر کی قسم! جو ایک ہی پانی سے مذکر اور مؤنث پیدا کرنے پر قادر ہے۔

آیت 4 - 10 ﴾ شانِ نزول: اُمیہ بن خلف، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو کہ اس کی غلامی میں تھے، دین سے منحرف کرنے کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں دیتا اور انتہائی ظلم کرتا تھا۔ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اُمیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو گرم زمین پر ڈال کر تپتے ہوئے پتھر ان کے سینے پر رکھے ہیں اور اس حال میں بھی ایمان کا کلمہ اُن کی زبان پر جاری ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُمیہ سے فرمایا: اے بدنصیب! تو ایک خدا پرست پر ایسی سختیاں کر رہا ہے۔ اُس نے کہا: آپ کو اس کی تکلیف ناگوار ہے تو اسے خرید لیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مہنگی قیمت پر اُن کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے رات، دن اور اپنی ذات کی قسم ذکر فرما کر فرمایا کہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رضائے الٰہی کے طالب ہیں اور امیہ حق کی دشمنی میں اندھا ہے۔ اس سورت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے، البتہ اس کے معانی تمام لوگوں کو عام ہیں۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک تمہارے اعمال جداگانہ ہیں کہ کوئی اطاعت کر کے جنت کے لئے اور کوئی نافرمانی کر کے جہنم کے لئے عمل کرتا ہے تو وہ شخص جس نے اپنا مال راہِ خدا میں دیا اور اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کیا اور ممنوع و حرام چیزوں سے بچ کر پرہیزگار بنا اور سب سے اچھی اسلام کی

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰىۙ ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰىۙ ﴿۹﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰىؕ ﴿۱۰﴾ وَمَا یُغْنِیْ

اور رہا وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا○ اور سب سے اچھی راہ کو جھٹلایا○ تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کردیں گے○ اور جب وہ ہلاکت میں

عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰىؕ ﴿۱۱﴾ اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰى٘ۖ ﴿۱۲﴾ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿۱۳﴾

پڑے گا تو اس کا مال اسے کام نہ آئے گا○ بیشک ہدایت فرمانا ہمارے ہی ذمہ ہے○ اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں○

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰىۚ ﴿۱۴﴾ لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَىۙ ﴿۱۵﴾ الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰىؕ ﴿۱۶﴾ وَسَیُجَنَّبُهَا

تو میں تمہیں اس آگ سے ڈراچکا جو بھڑک رہی ہے○ اس میں بڑا بدبخت ہی داخل ہوگا○ جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا○ اور عنقریب

راہ کو سچا مانا تو بہت جلد ہم اسے جنت کے لئے آسانی مہیا کردیں گے اور اسے ایسی خصلت کی توفیق دیں گے جو اس کے لئے آسانی اور راحت کا سبب ہو اور وہ ایسے عمل کرے جن سے اس کا رب عزوجل راضی ہو، اور وہ شخص جس نے بخل کیا اور اپنا مال نیک کاموں میں خرچ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے حق ادا نہ کئے اور ثواب اور آخرت کی نعمت سے بے پروا بنا اور سب سے اچھی اسلام کی راہ کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے ایسی خصلت مہیا کردیں گے جو اس کے لئے دشواری اور شدت کا سبب ہو اور اسے جہنم میں پہنچادے۔ اہم باتیں: (1) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ برحق مومن، صحابی اور بڑے متقی ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے کفار سے مختلف قرار دیا۔ (2) تمام انسان یکساں نہیں ہیں بلکہ مومن اور کافر، متقی اور فاسق، دنیادار اور دیندار مختلف ہیں، ان کے اعمال اور ان کی کوششیں جداگانہ ہیں۔

**آیت 11** ❖ فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بخل کر رہا ہے وہ جب مر کر قبر میں جائے گا یا جہنم کی گہرائی میں پہنچے گا تو اس کا مال اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں اسے کچھ کام نہ آئے گا۔

**آیت 12** ❖ اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) حق اور باطل کی راہوں کو واضح کردینا، حق پر دلائل قائم کرنا اور احکام بیان فرمانا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ (2) جو ہم سے ہدایت طلب کرے اور ہدایت طلب کرنے میں کوشش کرے تو اسے ہدایت دینا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

**آیت 13** ❖ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) بیشک تم جانتے ہو کہ آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں اور پتھروں اور دیگر چیزوں سے بنے ہوئے جن بتوں کو تم پوجتے ہو وہ آخرت اور دنیا کے مالک نہیں تو تم آخرت اور دنیا کے مالک کی عبادت چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت کیسے کرنے لگ گئے جو آخرت اور دنیا میں سے کسی چیز کے مالک نہیں حالانکہ تمہیں یہ بات معلوم بھی ہے۔ (2) بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں اور ہم ان میں سے جو چیز جسے چاہیں عطا کریں لہٰذا دنیا اور آخرت کی سعادتیں ہم سے ہی طلب کی جائیں۔

**آیت 14-16** ❖ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے اہلِ مکہ! میں تمہیں اس قرآن کے ذریعے اس آگ سے ڈراتا ہوں جو بھڑک رہی ہے، اس میں بڑا بدبخت ہی ہمیشہ کے لئے لازمی طور پر داخل ہوگا اور بڑا بدبخت وہ ہے جس نے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا اور ان پر ایمان لانے سے اس نے منہ پھیرا۔

**آیت 17، 18** ❖ اور سب سے بڑے پرہیزگار کو اس بھڑکتی آگ سے دور رکھا جائے گا اور سب سے بڑا پرہیزگار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال ریاکاری اور نمائش کے طور پر خرچ نہیں کرتا بلکہ اس لئے خرچ کرتا ہے تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پاکیزگی ملے۔ تمام مفسرین کے نزدیک اس آیت میں سب سے بڑے پرہیزگار سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اہم بات: اس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بہت سے فضائل معلوم ہوئے: (1) دنیا میں ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوگا کہ متقی گناہوں سے

الْاَتْقَىۙ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰىۚ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ

سب سے بڑے پرہیزگار کو اس آگ سے دور رکھا جائے گا○ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ اسے پاکیزگی ملے○ اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں

تُجْزٰۤىۙ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰىۚ وَ لَسَوْفَ یَرْضٰى ع

جس کا بدلہ دیا جانا ہو○ صرف اپنے سب سے بلند شان والے رب کی رضا تلاش کرنے کے لئے○ اور بیشک قریب ہے کہ وہ خوش ہو جائے گا○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

بچنے والے کو کہتے ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے بڑے متقی ہیں۔ (2) انہیں جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا تو یقیناً یہ ان کے لئے جنتی ہونے کی بشارت ہے۔ (3) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سب سے بڑے متقی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (4) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام صدقات، خیرات قبول ہیں۔ (5) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہر صدقے میں اعلیٰ درجے کا اخلاص ہے جس کی گواہی رب تعالیٰ دے رہا ہے۔

آیت 19، 20 ﴿ شانِ نزول: جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت مہنگی قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا؟ شاید حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ان پر کوئی احسان ہوگا جو انہوں نے اتنی مہنگی قیمت دے کر انہیں خریدا اور آزاد کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان دو آیات میں ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض رضائے الٰہی کے لئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ ان پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔

آیت 21 ﴿ فرمایا کہ بیشک قریب ہے کہ وہ اس نعمت و کرم سے خوش ہو جائے گا جو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں عطا فرمائے گا۔ اہم بات: اس سے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان اور بارگاہ خداوندی میں ان کا مقام معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: ”وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى“ ترجمہ: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا: ”وَلَسَوْفَ یَرْضٰى“ ترجمہ: اور بیشک قریب ہے کہ وہ خوش ہو جائے گا۔ طرزِ کلام دونوں مقبولوں سے یکساں ہے۔ سبحان اللہ۔

سورۃ والضحیٰ کا تعارف ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔ چاشت کے وقت کو عربی میں ”ضُحٰی“ کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے چاشت کے وقت کی قسم ارشاد فرمائی اس مناسبت سے اسے ”سورۃ والضحیٰ“ کہتے ہیں۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے چڑھتے دن اور رات کی قسم ذکر کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کئے گئے کفار کے اعتراض کا جواب دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ کے لئے ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن میں اللہ تعالیٰ نے جو انعامات فرمائے وہ

وَ الضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَ الَّیْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى ؕ﴿۳﴾ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ﴿۴﴾ وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ﴿۵﴾

ترجمہ: دن کے اٹھتے وقت کی قسم ○ اور رات کی جب وہ ڈھانپ دے ○ تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ ناپسند کیا ○ اور بیشک تمہارے لئے ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے ○ اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے ○

بیان کئے گئے۔ آخر میں یتیم پر سختی کرنے اور سائل کو جھڑکنے سے منع کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا خوب چرچا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 1 ﴿ شانِ نزول: ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز یا کچھ عرصہ وحی نہ آئی تو کفار نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور ناپسند جانا ہے اس پر سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی اور بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نہ تو چھوڑا ہے اور نہ ہی ناپسند قرار دیا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں "ضُحیٰ" سے وہ وقت مراد ہے جس وقت سورج بلند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی قسم اس لئے ارشاد فرمائی کہ یہ وقت وہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام سے مشرف کیا اور بعض مفسرین کے نزدیک یہاں "ضُحیٰ" سے پورا دن مراد ہے۔

آیت 2 ﴿ فرمایا کہ رات کی قسم جب وہ اپنی تاریکی سے ہر چیز کو ڈھانپ دے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چاشت سے مراد وہ چاشت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور رات سے معراج کی رات مراد ہے اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ چاشت سے جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نور کی طرف اشارہ ہے اور رات سے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عنبرین گیسو کی طرف اشارہ ہے۔

آیت 3 ﴿ یہ کفار کے اس اعتراض کا جواب تھا جو انہوں نے کیا تھا، ان کے جواب میں قسموں کے ساتھ فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ ناپسند کیا۔ اہم بات: یہ شانِ نبوت کا بہت اعلیٰ بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر وقت خدا کی رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں ہیں۔

آیت 4 ﴿ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، بیشک تمہارے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے کیونکہ وہاں آپ کے لئے مقامِ محمود، حوضِ کوثر اور وہ بھلائی ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا تمام انبیاء و رُسُل علیہم السلام پر مُقدَّم ہونا، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمت کا تمام اُمتوں پر گواہ ہونا، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت سے مومنین کے درجے بلند ہونا اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں۔

آیت 5 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! بیشک قریب ہے کہ آپ کا رب عزوجل آپ کو دنیا اور آخرت میں اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یہ وعدۂ کریمہ اُن نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عطا فرمائیں جیسے کمالِ نفس، اوّلین و آخرین کے علوم، دین کی سربلندی اور وہ فتوحات جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عہدِ مبارک میں ہوئیں، اسلام کا مشرق و مغرب میں پھیل جانا، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اُمت کا تمام اُمتوں سے بہترین ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وہ کرامات و کمالات جن کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور یہ وعدہ آخرت کی عزت و تکریم کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو شفاعتِ عامہ و خاصہ اور مقامِ محمود وغیرہ جلیل نعمتیں عطا فرمائیں۔

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى ۪ۚ۝۶ وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۪ۚ۝۷ وَ وَجَدَكَ

کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۝ اور اس نے تمہیں اپنی محبت میں گم پایا تو اپنی طرف راہ دی۝ اور اس نے تمہیں

عَآىٕلًا فَاَغْنٰى ؕ۝۸ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ۝۹ وَ اَمَّا السَّآىٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰

حاجت مند پایا تو غنی کردیا۝ تو کسی بھی صورت یتیم پر سختی نہ کرو۝ اور کسی بھی صورت مانگنے والے کو نہ جھڑکو۝

(2) یہ آیت کریمہ صاف دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں رسول راضی ہوں اور احادیث شفاعت سے ثابت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگاران اُمت بخش دیئے جائیں تو آیت و احادیث سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت مقبول اور حسب مرضیٔ مبارک گنہگاران اُمت بخشے جائیں گے۔

آیت 6 ❊ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ ولادت نبوی سے پہلے ہی انتقال فرما گئے تھے اور عموماً یتیم کی زندگی تکلیف میں گزرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یتیموں کا سہارا بننے والے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچپن ہی سے اپنی رحمتوں سے ٹھکانہ عطا فرمایا کہ پہلے سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے پرورش کی، پھر ابو طالب کے گھر جوانی تک کا عرصہ گزارا۔

آیت 7 ❊ فرمایا کہ اے حبیب! اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت میں گم پایا تو اپنی طرف راہ دی اور غیب کے اسرار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھول دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماکان وما یکون کے علوم عطا کئے اور اپنی ذات و صفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔ اہم بات: تمام انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے اور بعد میں بھی شرک، کفر اور تمام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات کی ہمیشہ سے معرفت رکھتے ہیں۔

آیت 8 ❊ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاجت مند پایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال (پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مال) اور پھر غنیمت کے مال کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غنی کردیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاجت مند پایا تو قناعت کی دولت سے غنی کردیا۔ اہم بات: حقیقی مالدار وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قناعت کی دولت سے نوازا ہے۔

آیت 9 ❊ دورِ جاہلیت میں اہل عرب یتیموں کے مالوں پر قبضہ کرلیتے اور ان کے حقوق کے معاملے میں ان پر زیادتی کیا کرتے تھے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! آپ کسی بھی صورت یتیم پر سختی نہ فرمائیے گا۔ اہم بات: دین اسلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے یتیموں کے حقوق واضح کئے، ان پر جاری ظلم و ستم کا خاتمہ کیا اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم ارشاد فرمائی۔

آیت 10 ❊ فرمایا کہ اے حبیب! جب کوئی سوالی آکر کچھ مانگے تو اسے کسی بھی صورت جھڑکیں نہیں بلکہ اسے کچھ دے دیں یا حسن اخلاق اور نرمی کے ساتھ اس کے سامنے نہ دینے کا عذر بیان کردیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں سائل سے طالب علم مراد ہے، لہٰذا اس کا اکرام کرنا چاہیے اور جو اس کی حاجت ہو اسے پورا کرنا چاہیے اور اس کے ساتھ ترش روئی اور بد خلقی سے نہیں پیش آنا چاہیے۔

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

ایاتھا ۸ | ۹۴ سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ ۱۲ | رکوعھا ۱

سورۂ الم نشرح مکیہ ہے، اس میں آٹھ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿۲﴾ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ

کیا ہم نے تمہاری خاطر تمہارا سینہ کشادہ نہ کر دیا؟ اور ہم نے تمہارے اوپر سے تمہارا بوجھ اتار دیا۔ جس نے تمہاری پیٹھ

آیت 11 ﴾ یہاں نعمت سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطا فرمائیں اور وہ نعمتیں بھی مراد ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے اور نعمتوں کا چرچا کرنے کا اس لئے حکم فرمایا کہ نعمت کو بیان کرنا شکر گزاری ہے۔ اہم باتیں: (1) حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کے صدقے ایمان، قرآن اور خدا کا عرفان ملا، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کے صدقے بہترین امت ہونے کا شرف ملا اور قیامت میں شفاعت نصیب ہوگی، ہذا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر کرنا، آپ کی عظمت و شان اور مقام و مرتبہ کا چرچا کرنا مطلوب دین ہے۔

سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ کا تعارف ﴾ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔ سورت کا نام سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ، سورت کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطا کی گئی نعمتوں کا بیان مشکلات، مصائب کے بعد آسانیاں عطا کرنے کا وعدہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو آخرت کے لئے دعا کرنے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت 1 ﴾ فرمایا: اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہم نے تمہارا سینہ کشادہ اور رحمت و کرم والا بنا دیا، جس میں ایمان کامل، وحی ثقیل، کلام الٰہی، علوم و معارف اور اولین و آخرین کے علوم سب سما گئے۔ یونہی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سینہ مبارک ظاہری طور پر بھی کھولا گیا کہ احادیث میں مذکور ہے کہ ظاہری طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سینۂ مبارک کا کھلنا بھی بارہا ہوا، جیسے عمر مبارک کی ابتدا میں سینۂ اقدس کھلا، نزول وحی کی ابتدا کے وقت اور شب معراج سینہ مبارک کھلا اور اس کی شکل یہ تھی کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے سینۂ پاک کو چاک کرکے قلب مبارک نکالا اور زریں طشت میں آب زمزم سے غسل دیا اور نور و حکمت سے بھر کر اس کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

آیت 3،2 ﴾ آیت 2 میں بوجھ سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس سے وہ غم مراد ہے جو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کفار کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے رہتا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس بوجھ سے اُمت کے گناہوں کا غم مراد ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قلب مبارک مشغول رہتا تھا۔ مراد یہ ہے کہ اے حبیب! ہم نے آپ کو شفاعت قبول کئے جانے والا بنا کر غم کا وہ بوجھ دور کر دیا جس نے آپ کی پیٹھ توڑ دی تھی۔

ظَهْرَكَ ۟ۙ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۟ؕ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۟ۙ

توڑی تھی○ اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کردیا○ تو بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے○

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۟ؕ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۟ۙ وَاِلٰى رَبِّكَ

بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے○ تو جب تم فارغ ہو تو خوب کوشش کرو○ اور اپنے رب ہی کی طرف

آیت 4 ﴿ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر بلند ہونے کی کئی صورتیں ہیں: (1) ذکر کی بلندی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا مخلوق پر لازم کر دیا ہے حتّٰی کہ کسی کا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، عبادت کرنا اس وقت تک مقبول نہیں جب تک وہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان نہ لے آئے۔ (2) حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اذان میں، اقامت میں، نماز میں، تشہد میں، خطبے میں اور کثیر مقامات پر اپنے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کیا ہے اور قیامت تک اسے باقی رکھا اور انسانوں کی پیدائش سے پہلے سے یہ ذکر جاری ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میدانِ قیامت میں ساری مخلوق کے درمیان مقامِ محمود پر فائز ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کا ذکر زبانوں پر جاری ہوگا۔

آیت 5 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! جو شدت اور سختی آپ کفار کے مقابلے میں برداشت فرما رہے ہیں، اس کے ساتھ ہی آسانی ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ان پر غلبہ عطا فرمائیں گے نیز عنقریب مسلمانوں کی تنگدستی کی یہ دشواری ختم ہوجائے گی جس کا کفار مذاق اڑاتے ہیں۔ اہم بات: کسی مشکل، مصیبت یا دشواری کے آجانے کی وجہ سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ سے مشکل دور ہونے اور دشواری آسان ہو جانے کی امید رکھتے ہوئے دعا کرنی چاہئے اور یہ آیت پڑھتے رہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو بہت جلد آسانی مل جائے گی۔

آیت 6 ﴿ اس آیت کو دوبارہ ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک تنگی کے بعد دو سہولتیں اور آسانیاں ہیں۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم خوشی کی حالت میں مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ایک تنگی دو آسانیوں پر ہرگز غالب نہیں آئے گی، تو بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ (مستدرک، حدیث: 4004)

آیت 7 ﴿ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں: (1) اے حبیب! جب آپ نماز سے فارغ ہو جائیں تو آخرت کے لئے دعا کرنے میں محنت کریں کیونکہ نماز کے بعد دعا مقبول ہوتی ہے۔ نماز کے آخر میں سلام سے پہلے بھی دعا مانگی جاتی ہے اور نماز کے بعد بھی دعا مانگنا سنت ہے۔ (2) اے حبیب! جب آپ مخلوق کو دین کی دعوت دینے سے فارغ ہو جائیں تو اپنے رب عزوجل کی عبادت کرنے میں مشغول ہو جائیں۔ اہم باتیں: (1) نماز کے بعد خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نماز کے بعد کی گئی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ (2) بندے کو فارغ نہیں رہنا چاہئے اور نہ ہی کسی ایسے کام میں مشغول ہونا چاہئے جس کا کوئی دینی یا دُنیوی فائدہ نہ ہو۔ درس: جو واعظ اور مبلغ حضرات رات گئے تک محافل میں عوامُ النّاس کے سامنے بیان کرتے ہیں، انہیں بھی چاہئے کہ وہ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی کوشش کریں اور فجر کی نماز باجماعت ادا کریں۔

آیت 8 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! آپ خاص طور پر اپنے رب عزوجل کی طرف رغبت رکھیں، اسی کے فضل کے طالب رہیں اور اسی پر توکل کریں۔

فَارْغَبْ ⑧

رغبت رکھو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ① وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ② وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۙ③

انجیر کی قسم اور زیتون کی۔ اور طور سینا کی۔ اور اس امن والے شہر کی۔

درس: اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت عظیم سعادت ہے۔ اگر دل کریم پروردگار عزوجل کی طرف شوق و محبت میں راغب ہو جائیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے؟

**سورۂ تین کا تعارف** ✽ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں ١ رکوع اور ٨ آیتیں ہیں۔ انجیر کو عربی میں تِیْن کہتے ہیں اور اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے انجیر کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ تین" کہتے ہیں۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے انجیر، زیتون، مبارک پہاڑ طور سینا اور امن والے شہر مکہ مکرمہ کی قسم ذکر کر کے ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔ یہ بتایا گیا کہ اگر آدمی نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار نہیں کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق نہ کی تو اسے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ڈال دیا جائے گا اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو واحد معبود مانا، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی اور نیک اعمال کئے تو ان کیلئے بے انتہا ثواب ہے۔ آخر میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب و جزا کا انکار کرنے والے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

**آیت 1** ✽ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انجیر اور زیتون کی قسم ارشاد فرمائی کیونکہ ان چیزوں میں ایسے فوائد اور منافع موجود ہیں جو ان کے خالق، رب تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں، جیسے انجیر انتہائی عمدہ میوہ ہے۔ یونہی زیتون ایک مبارک درخت ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں انجیر اور زیتون سے مراد ان پھلوں کا علاقہ یعنی فلسطین ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ ہے اور جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ گویا اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت رکھنے والے مقام کی قسم ہے، اگلی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت والے مقام اور اس سے اگلی آیت میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والے شہر مکہ کی قسم ہے۔ اہم بات: جس جگہ اور مقام کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے ساتھ نسبت حاصل ہو جائے وہ جگہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عظمت والی ہو جاتی ہے۔

**آیت 2** ✽ ارشاد فرمایا: اور طور سینا کی۔ طور وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ کلام کرنے سے مشرف فرمایا اور سینا اس جگہ کا نام ہے جہاں یہ پہاڑ واقع ہے اور اس جگہ کو سینا اس کے خوش منظر ہونے یا مبارک ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک ہر اس پہاڑ کو طور سینا کہتے ہیں جہاں کثرت سے پھل دار درخت ہوں۔

**آیت 3** ✽ فرمایا کہ اور اس امن والے شہر مکہ مکرمہ کی قسم۔ اہم بات: انجیر، زیتون، طور سینا اور مکہ مکرمہ کی قسم ذکر فرمانے سے ان کی عظمت

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ④ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ⑤

بیشک یقیناً ہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا○ پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا○

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ⑥ فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ

مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کے لئے بے انتہاء ثواب ہے○ تو اب کون سی چیز تجھے انصاف کے جھٹلانے پر

مقامات کی عظمت وشرافت ظاہر ہوئی اور انبیاء علیہم السلام کے ان مقامات پر رہنے کی وجہ سے ظاہر ہونے والی خیر وبرکت واضح ہوئی۔

آیت 4 ﴿ ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے آدمی کو سب سے اچھی شکل وصورت میں پیدا کیا، اس کے اعضاء میں مناسبت رکھی، اسے جانوروں کی طرح جھکا ہوا نہیں بلکہ سیدھی قامت والا بنایا، اسے جانوروں کی طرح منہ سے پکڑ کر نہیں بلکہ اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھانے والا بنایا اور اسے علم، فہم، عقل، تمیز اور باتیں کرنے کی صلاحیت سے مزین کیا۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوقات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی تخلیق میں غور کرے تو واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حسنِ صوری اور حسنِ معنوی کی کیسی کیسی عظیم نعمتیں عطا کی ہیں اور اس میں جتنا غور کیا جائے اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کی معرفت حاصل ہوتی جائے گی۔

آیت 5 ﴿ اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) انسان کو سب سے اچھی صورت پر پیدا کرنے کے بعد اسے بڑھاپے کی طرف پھیر دیا اور اس وقت بدن کمزور، اعضاء ناکارہ، عقل ناقص، پشت خم اور بال سفید ہو جاتے ہیں، جلد میں جھریاں پڑ جاتی ہیں اور وہ اپنی ضروریات انجام دینے میں مجبور ہو جاتا ہے۔ (2) جب اس نے اچھی شکل وصورت کی شکر گزاری نہ کی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر جما رہا اور ایمان نہ لایا تو اس کا انجام یہ ہوا کہ ہم نے جہنم کے سب سے نچلے درکات کو اس کا ٹھکانہ کر دیا۔ ہم یت: پیدائش کے بعد طاقت اور قوت دینا اور اس کے بعد کمزوری کی طرف لوٹا دینا اس بات کی دلیل ہے کہ جو ذات اس چیز پر قادر ہے وہ ہماری موت کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ درس: اللہ تعالیٰ کی عبادت پر کمربستہ ہونے کے لئے بڑھاپے کو منتخب کرنا عقلمندی نہیں کیونکہ بڑھاپے میں عبادت کے لئے اعضاء میں وہ طاقت باقی نہیں رہتی جو جوانی میں ہوتی ہے۔

ریاضت کے یہی دن ہیں بڑھاپے میں کہاں ہمت جو کچھ کرنا ہے اب کر لو ابھی نوری جواں تم ہو

آیت 6 ﴿ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ان کیلئے بے انتہا ثواب ہے اگرچہ بڑھاپے کی کمزوری کے باعث وہ جوانی کی طرح کثیر عبادات بجانہ لا سکیں اور ان کے عمل کم ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم سے انہیں وہی اجر ملے گا جو جوانی کے زمانہ میں عمل کرنے سے ملتا تھا۔ اہم بات ہیں: (1) ایمان، اعمال پر مقدم ہے اور ایمان کے بغیر کوئی نیکی درست نہیں۔ (2) لمبی عمر ملنا اور اعمال کا نیک ہونا بہت بڑی نعمت ہے۔

آیت 7 ﴿ فرمایا کہ اے کافر انسان! کیا تو نے اپنی صورت میں، اپنی تخلیق کی ابتداء میں، اپنی جوانی اور بڑھاپے میں غور نہیں کیا تاکہ تو یہ کہہ دیتا کہ جو ذات ان چیزوں پر قادر ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مجھے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے اور مجھ سے میرے اعمال کا حساب لے اور اس قطعی دلیل کے بعد اب کونسی چیز تجھے انصاف کے دن کو جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے اور تو اللہ تعالیٰ کی یہ قدرتیں دیکھنے کے باوجود کیوں مرنے کے بعد اٹھائے جانے، قیامت کے دن حساب ہونے اور اعمال کی جزا ملنے کا انکار کرتا ہے۔

بِالدِّيْنِ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝

آمادہ کرتی ہے ۝ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں؟ ۝

آیاتہا ۱۹ ۹۶ سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۱ رکوعہا ۱

سورۂ علق مکیہ ہے، اس میں انیس آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝

اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا ۝ انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا ۝

آیت 8 ﴿ ارشاد فرمایا: کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں؟ حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو سورۂ "وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ" پڑھتے ہوئے "اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ" پڑھے تو اسے چاہئے کہ وہ یہ کہے "بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ" یعنی کیوں نہیں، یقیناً ہے اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں۔ (ترمذی، حدیث: ۳۳۵۸)

سورۂ علق کا تعارف ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورت سب سے پہلے نازل ہوئی اور اس کی پہلی پانچ آیتیں "مَا لَمْ يَعْلَمْ" تک غارِ حرا میں نازل ہوئیں۔ اس میں 1 رکوع اور 19 آیتیں ہیں۔ خون کے لوتھڑے کو عربی میں "علق" کہتے ہیں، اور اس سورت کی دوسری آیت میں یہ لفظ موجود ہے، اس کی مناسبت سے اسے "سورۂ علق" کہتے ہیں۔ اس سورت کا ایک نام "سورۂ اقراء" بھی ہے اور یہ نام اس کی پہلی آیت کے شروع میں موجود لفظ "اِقْرَاْ" کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں انسان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت، قراءت اور کتابت کی فضیلت، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر انسان کی ناشکری، مال و دولت کی وجہ سے تکبر، اطاعت الٰہی اور نماز پڑھنے سے روکنے والے کے لیے وعید اور ابو جہل کی مذمت بیان کی گئی اور اس کی دھمکیوں کا جواب دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اس کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کریں۔

آیت 1، 2 ﴿ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم غار حرا میں تھے، فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا: پڑھئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پکڑ کر زور سے دبایا، پھر چھوڑتے ہوئے کہا: پڑھئے۔ ارشاد فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے پکڑ کر دوبارہ زور سے دبایا، پھر چھوڑ دیا اور کہا: پڑھئے۔ ارشاد فرمایا: میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے پکڑا اور تیسری بار دبایا، پھر چھوڑ کر کہا: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝" اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان آیات مبارکہ کو پڑھا۔ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ اپنے رب عزوجل کے نام کا ذکر کرو جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! آپ کی طرف جو قرآن نازل کیا گیا اسے اپنے اس رب عزوجل کے نام سے شروع کرتے ہوئے پڑھو جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ اہم باتیں: (1) یہ قرآن مجید کی سب سے پہلی وحی ہے جو غار حرا میں جبریل امین علیہ السلام لے کر آئے۔ (2) سورت کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا سنت، ورنہ مستحب ہے۔

اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ؕ

پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے○ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا○ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا○

كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤى ۝ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ؕ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝ؕ

ہاں ہاں، بیشک آدمی ضرور سرکشی کرتا ہے○ اس بنا پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا○ بیشک تیرے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے○

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰى ۝ۙ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝ؕ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤى ۝ۙ اَوْ اَمَرَ

کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے○ بندے کو جب وہ نماز پڑھے○ بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا○ یا پرہیزگاری کا حکم

**آیت 3** ﴾ دوبارہ پڑھنے کا حکم تاکید کے لئے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوبارہ قراءت کے حکم سے مراد یہ ہے کہ تبلیغ اور امت کی تعلیم کے لئے پڑھئے۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! آپ کا رب عَزَّوَجَلَّ سب کریموں سے زیادہ کرم والا ہے، وہ اپنے بندوں کو نعمتیں عطا کرتا اور ان کی نافرمانیوں پر حلم فرماتا ہے، وہ اپنی نعمتوں کا انکار کرنے اور اپنے ساتھ کفر کرنے کے باوجود انہیں عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا۔

**آیت 4** ﴾ فرمایا کہ وہ رب عَزَّوَجَلَّ بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا جس کے ذریعے غائب اُمور کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ اہم بات: اس آیت سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی اور درحقیقت کتابت میں بڑے منافع اور فوائد ہیں، کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں، گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں، ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں۔

**آیت 5** ﴾ یہاں آیت میں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور جو انہیں سکھایا اس سے مراد اشیاء کے ناموں کا علم ہے۔ یا انسان سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم مراد ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے۔

**آیت 6-8** ﴾ ابوجہل کو کچھ مال ہاتھ آگیا تو اس نے لباس، سواری اور کھانے پینے میں تکلفات شروع کر دیئے اور اس کا غرور و تکبر بہت بڑھ گیا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان تین آیات میں فرمایا کہ ہاں ہاں، بیشک آدمی اس بنا پر سرکشی کرتا ہے کہ مال و دولت کی وجہ سے اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے بے پرواہ سمجھ لیا، اے انسان! تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے تو تیری سرکشی و نافرمانی اور غرور و تکبر کا انجام عذاب ہوگا۔ اہم باتیں: (1) مخلوق میں سے کوئی لمحہ بھر کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں اور پوری مخلوق اپنی ہر حرکت اور سکون میں اپنے خالق و مالک کی محتاج ہے۔ (2) دنیا کی محبت اور مال پر تکبر غفلت کا سبب ہے۔ (3) مال و دولت اور منصب پر تکبر و غرور کرتے ہوئے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہیں کرتے ان کا انجام بہت برا ہے۔

**آیت 9، 10** ﴾ شانِ نزول: یہ آیتیں بھی ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئیں، ابوجہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نماز پڑھنے سے منع کیا اور لوگوں سے کہا تھا کہ اگر میں انہیں ایسا کرتا دیکھوں گا تو (معاذاللہ) گردن پاؤں سے کچل ڈالوں گا اور چہرہ خاک میں ملا دوں گا۔ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو میرے کامل بندے کو نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ اہم بات: اس وعید میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور نماز پڑھنے سے کسی شرعی وجہ کے بغیر روکے۔

**آیت 11، 12** ﴾ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! ذرا دیکھو تو اگر نماز سے روکنے والا وہ کافر ہدایت پر ہوتا اور دوسروں کو پرہیزگاری کا حکم دیتا تو وہ کتنے بلند مراتب حاصل کرتا۔ اگر ابوجہل ایمان قبول کر لیتا تو اسے یہ مراتب ملتے کہ وہ مومن ہوتا، صحابی بن

بِالتَّقْوٰى ﴿۱۲﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿۱۴﴾ كَلَّا

دیتا (تو کیسا اچھا تھا) ○ بھلا دیکھو تو اگر اس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا (تو کیا حال ہوگا) ○ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے ○ ہاں ہاں

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾

یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے ○ وہ پیشانی جو جھوٹی خطاکار ہے ○ تو اسے چاہیے کہ اپنی مجلس کو پکارے ○

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾

ہم (بھی) جلد ہی دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے ○ خبردار! تم اس کی بات نہ مانو اور سجدہ کرو اور (ہم سے) قریب ہو جاؤ ○

جاتا، قرب نبوی سے اللہ تعالیٰ کا پیارا بن جاتا لیکن اس کی بد قسمتی کہ اس شرف سے محروم رہا۔ اہم باتیں: (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ والوں کو ایمان کے ذریعہ جو اجر نصیب ہو سکتے تھے وہ بعد والوں کے لئے ممکن نہیں۔ (۲) بڑا بد نصیب وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اچھا موقع دے اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔

آیت 13-16 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! ذرا دیکھو تو، اگر اس کافر نے (مرتے دم تک) آپ کو جھٹلایا اور آپ پر ایمان لانے سے منہ پھیرا تو کیا حال ہوگا؟ کیا ابو جہل کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس فعل کو دیکھ رہا ہے تو وہ اسے اس کی جزا دے گا، ہاں ہاں اگر وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایذا دینے اور انہیں جھٹلانے سے باز نہ آیا تو ضرور ہم اسے پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے اور جہنم میں ڈالیں گے اور وہ جھوٹے اور خطاکار شخص کی پیشانی ہے۔

آیت 17-18 ﴾ شانِ نزول: جب ابو جہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نماز سے منع کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کو سختی سے جھڑک دیا، اس پر اس نے کہا کہ آپ مجھے جھڑکتے ہیں، خدا کی قسم! میں آپ کے مقابلے میں نوجوان، سواروں اور پیدلوں سے اس جنگل کو بھر دوں گا، مکہ مکرمہ میں مجھ سے زیادہ بڑے جتھے اور مجلس والا کوئی نہیں ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، جن کا مفہوم یہ ہے کہ ابو جہل اپنی مجلس والوں کو پکار لینے کی دھمکی لگا رہا ہے تو اسے چاہیے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقابلے میں اپنی مدد کیلئے اپنی مجلس کو پکارے، اگر اس نے ایسا کیا تو ہم بھی جلد ہی دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے جن کا مقابلہ کرنے کی طاقت ان میں سے کسی کے پاس نہیں ہے۔ اہم باتیں: (1) حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان ظاہر کرنے کے لئے فرشتوں کی فوج آنے کا بیان فرمایا ورنہ کفار کی ہلاکت کے لئے تو ایک ہی فرشتہ کافی ہے۔

آیت 19 ﴾ فرمایا کہ اے حبیب! آپ نماز کے معاملے میں اس کافر کی بات نہ مانیں اور نماز پڑھتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جائیں۔ اہم باتیں: (1) حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عبادتیں سیئات کی معافی کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے ہیں۔ (2) سجدہ بہترین عبادت ہے کہ اس میں بندہ زمین پر اپنا سر رکھ کر اپنے عجز کا اظہار کرتا ہے اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار کرتا ہے۔ (3) سجدے میں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ (4) یہ آیت آیاتِ سجدہ میں سے ہے، اسے پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت کرنا لازم ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝۱ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝۲ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ۬ خَیْرٌ مِّنْ

بیشک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا○ اور تجھے کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟○ شب قدر ہزار مہینوں سے

سورۂ قدر کا تعارف ٭ یہ سورت مدنیہ اور ایک قول کے مطابق مکیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 5 آیتیں ہیں۔ قدر کے بہت سے معنی ہیں البتہ یہاں قدر سے عظمت، شرافت مراد ہے، اور چونکہ اس سورت میں لیلۃ القدر کی شان بیان کی گئی ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ قدر" کہتے ہیں۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں قرآن مجید نازل ہونے کے ابتدائی زمانے کے بارے میں بتایا گیا اور جس رات میں قرآن مجید نازل ہوا اس کی فضیلت بیان کی گئی کہ یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس رات میں فرشتے اور حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اترتے ہیں اور یہ رات صبح طلوع ہونے تک سراسر سلامتی والی ہے۔

آیت 1 ٭ فرمایا کہ بیشک ہم نے اس قرآن مجید کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف یکبارگی شب قدر میں نازل کیا۔ اہم باتیں: (1) اس رات کو شب قدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کئے جاتے ہیں اور فرشتوں کو سال بھر کے کاموں اور خدمات پر مامور کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس رات کی دیگر راتوں پر شرافت و قدر کے باعث اس کو شب قدر کہتے ہیں۔ (2) سال بھر میں شب قدر ایک مرتبہ آتی ہے اور کثیر روایات سے ثابت ہے کہ وہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے اور اکثر اس کی بھی طاق راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہوتی ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شب قدر ہوتی ہے اور یہی حضرتِ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

آیت 3،2 ٭ ان دو آیت میں فرمایا کہ اور تجھے کیا معلوم شب قدر کیا ہے؟ اس کی ایک فضیلت یہ ہے کہ شب قدر ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شب قدر سے خالی ہوں اور اس ایک رات میں نیک عمل کرنا ہزار راتوں کے عمل سے بہتر ہے۔ اہم باتیں: (1) یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر کرم ہے کہ آپ کے امتی شب قدر کی ایک رات عبادت کریں تو ان کا ثواب پچھلی امت کے ہزار ماہ عبادت کرنے والوں سے زیادہ ہو۔ (2) بزرگ چیزوں سے نسبت بڑی ہی مفید ہے کہ شب قدر کی یہ فضیلت قرآن کی نسبت سے ہے، اصحاب کہف کے کتے کو ان بزرگوں سے منسوب ہو کر دائمی زندگی اور عزت نصیب ہوئی۔ (3) تمام آسمانی کتابوں سے قرآن شریف افضل ہے کہ قرآن مجید پڑھنے کا ثواب دیگر کتابوں سے زیادہ ہے۔

اَلْفِ شَهْرٍ ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿۴﴾

بہتر ہے ○ اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے اترتے ہیں ○

سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾

یہ رات صبح طلوع ہونے تک سلامتی ہے ○

۹۸ سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

کتابی کافر اور مشرک (اپنا دین) چھوڑنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس

آیت 4 ✽ شب قدر کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس رات میں فرشتے اور حضرت جبریل علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے حکم سے ہر اس کام کے لیے جو اللہ تعالیٰ نے اس سال کے لئے مقرر فرمایا ہے آسمان سے زمین کی طرف اترتے ہیں اور جو بندہ کھڑا یا بیٹھا اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے اسے سلام کرتے ہیں اور اسکے لیے دعا و استغفار کرتے ہیں۔

آیت 5 ✽ شب قدر کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ یہ رات صبح طلوع ہونے تک بلاؤں اور آفتوں سے سلامتی والی ہے۔ دوسرا یہ رات سلامتی والی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے اس رات اپنی، اپنے اہل خانہ اور اسلامی ملک و مسلمان قوم کی سلامتی کی دعا مانگنی چاہیے اور یہ ہزار مہینوں سے افضل ہے تو اس رات میں کثرت سے عبادت، نوافل، ذکر و درود کا معمول رکھنا چاہیے اور یہ نزول قرآن کی رات ہے تو اس میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنی چاہیے۔

سورۂ بیّنہ کا تعارف ✽ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے۔ اس سورت میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔ بینہ کا معنی ہے روشن اور بہت واضح دلیل، اس سورت کی پہلی آیت کے آخر میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ بیّنہ" کہتے ہیں۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کے مذہب کا باطل ہونا بیان فرمایا گیا۔ یہ بتایا گیا کہ اہل کتاب میں دین کے معاملے میں پھوٹ کس وقت پڑی اور تورات و انجیل میں انہیں دیئے گئے احکام بیان کئے گئے۔ کافروں کا انجام نیز یہ تمام مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔ اس بات کو بیان کیا گیا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو وہی تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں، اس کے بعد ان کی جزا بیان کی گئی۔

آیت 1 ✽ فرمایا کہ کتابی کافر یہودی اور عیسائی اور مشرک بت پرست اپنا دین چھوڑنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم جلوہ افروز نہ ہوں کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یہ تمام لوگ یہی کہتے تھے کہ ہم

الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝٢ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝٣

روشن دلیل نہ آئے ○ (یعنی) اللہ کا رسول جو پاک صحیفوں کی تلاوت فرماتا ہے ○ ان صحیفوں میں سیدھی باتیں لکھی ہوئی ہیں ○

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝٤ وَمَآ أُمِرُوٓا

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے (آپس میں) تفرقہ نہ ڈالا مگر اس کے بعد کہ وہ روشن دلیل ان کے پاس آچکی تھی ○ اور ان لوگوں کو تو

إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ

یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے، ہر باطل سے جدا ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں

وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝٥ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ

اور یہ سیدھا دین ہے ○ بیشک اہل کتاب میں جو کافر ہوئے وہ اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں

اپنا دین چھوڑنے والے نہیں جب تک کہ وہ نبی تشریف فرما نہ ہوں جن کا ذکر تورات اور انجیل میں ہے اور جب وہ نبی تشریف لائے اور انہوں نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو ان میں سے کچھ لوگ ان پر ایمان لائے اور کچھ نے ان کے ساتھ کفر کیا۔ اہم بات: (1) حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایسی قوم کو درست فرمایا کہ جس کی اصلاح بظاہر ناممکن تھی۔ (2) آسمانی کتابوں پر عمل ان کے منسوخ ہونے سے پہلے ہدایت تھا اور احکام کے منسوخ ہونے کے بعد ان پر عمل گمراہی ہو گیا۔

آیت 2 ✽ فرمایا کہ وہ روشن دلیل اللہ تعالیٰ کے انتہائی شاندار رسول ہیں جو کہ سب صحیفوں کے مضامین کی جامع پاک کتاب قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ اہم بات: قرآن مجید ہر طرح سے پاک ہے کہ پاک جگہ سے پاک فرشتوں کے ذریعے پاک نبی پر آیا، پھر ہمیشہ پاک زبانوں، پاک سینوں، پاک ہاتھوں میں رہے گا، نیز ملاوٹ سے محفوظ ہے۔

آیت 3 ✽ فرمایا کہ ان صحیفوں میں حق اور عدل کی سیدھی باتیں لکھی ہوئی ہیں جو درستی پر دلالت کرتی ہیں۔

آیت 4 ✽ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ پہلے تو سب اس بات پر متفق تھے کہ جب وہ نبی تشریف لائیں گے جن کی بشارت دی گئی ہے تو ہم ان پر ایمان لائیں گے لیکن جب وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جلوہ افروز ہوئے تو ان میں پھوٹ پڑ گئی اور ان میں سے بعض ایمان لائے جبکہ بعض نے حسد اور عناد کی وجہ سے کفر اختیار کیا۔

آیت 5 ✽ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کو تورات اور انجیل میں تو یہی حکم ہوا کہ تمام دینوں کو چھوڑ کر خالص اسلام کے پیروکار ہو کر اور شرک و نفاق سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور فرض نماز کو اس کے اوقات میں قائم کریں اور ان کے مالوں میں جو زکوٰۃ فرض ہو اسے دیں یہ سیدھا دین ہے۔ اہم باتیں: (1) کفار اس بات کے پابند ہیں کہ وہ اسلام قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ (2) دین میں عقائد اور اعمال دونوں ہی ضروری ہیں۔ (3) وہی عمل مقبول ہے جس میں خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت کی گئی ہو۔

آیت 6 ✽ یہاں کافروں کا اُخروی حال بیان فرمایا اور اہل کتاب کے ساتھ مشرکوں کا ذکر کیا گیا تاکہ انہیں یہ وہم نہ ہو کہ آیت میں بیان

خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ-اُولٰٓىٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِؕ(۶) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِۙ

ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہی تمام مخلوق میں سب سے بدتر ہیں ۝ بیشک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

اُولٰٓىٕكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِؕ(۷) جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

وہی تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں ۝ ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ-رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُؕ-ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ۠(۸)

ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہ صلہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے ۝

آیاتہا ۸ | ۹۹ سُوْرَۃُ الزِّلْزَالِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۳ | رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

کیا گیا حکم صرف اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے۔ اہم باتیں: (1) اہل کتاب میں سے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو مانتے اور اس کی عبادت تو کرتے تھے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کو نہ مانا اور ان کی عزت، توقیر نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا۔ (2) کافر چاہے کتابی ہو یا مشرک جہنم میں ہمیشہ رہے گا اگرچہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کے عذاب کی نوعیت جدا ہو۔ (3) کفر جہنم میں داخل ہونے کا یقینی سبب ہے۔ (4) کافر اگرچہ کتنی ہی بڑی کوئی خدمت انجام دے رہا ہو وہ بدترین ہے۔

آیت 7 ❊ معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو وہ فرشتوں سے بھی افضل ہیں کیونکہ تمام مخلوق میں فرشتے بھی داخل ہیں، تفصیل یہ ہے کہ انسانوں میں سے جو حضرات نبوت و رسالت سے متصف ہوئے وہ تمام فرشتوں سے افضل ہیں جبکہ فرشتوں میں جو رسول ہیں وہ اولیا اور علما سے افضل ہیں (اور اولیا و علما عام فرشتوں سے افضل ہیں) جبکہ عام فرشتے گناہگار مومنین سے افضل ہیں کیونکہ فرشتے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

آیت 8 ❊ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کا صلہ ان کے رب عزوجل کے پاس بسنے کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ عزوجل ان کی اطاعت اور اخلاص سے راضی ہوا اور وہ اس کے کرم اور اس کی عطا سے راضی ہوئے، یہ عظیم بشارت اس کے لیے ہے جو دنیا میں اپنے رب عزوجل سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے۔ اہم باتیں: (1) دنیاوی نعمتیں نیک لوگوں کی حقیقی جزا نہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ نیکیوں کے صدقے ان سے بھی نواز دے۔ (2) جزا کے لئے جنت میں داخل ہونے کے بعد نہ وہاں سے نکلنا ہے اور نہ موت کا آنا ہے۔ (3) ہر ولی اور بزرگ کو رضی اللہ عنہ کہہ سکتے ہیں، یہ لفظ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص نہیں۔ اس آیت میں یہ مضمون صاف موجود ہے۔

سورۂ زلزال کا تعارف ❊ یہ سورت مکیہ اور ایک قول کے مطابق مدنیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔ زلزال کا معنی ہے ہلا دینا،

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ

جب زمین تھرتھرا دی جائے گی جیسے اس کا تھرتھرانا طے ہے○ اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے گی○ اور آدمی کہے گا:

مَا لَهَا ۝۳ یَوْمَىٕذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝۴ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝۵ یَوْمَىٕذٍ یَّصْدُرُ

اسے کیا ہوا؟○ اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی○ اس لیے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا○ اس دن لوگ مختلف حالتوں میں

اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ زلزال" کہتے ہیں۔ فضیلت: ارشاد فرمایا"سورۂ"اِذَا زُلْزِلَتْ" آدھے قرآن کے برابر ہے اور سورۂ"قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورۂ"قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی، حدیث 2903) خلاصہ مضامین: اس سورت میں قیامت قائم ہوتے وقت کی چند علامات بیان کرنے کے بعد بتایا گیا کہ قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کا وہ سب کچھ بیان کر دے گی جو اس پر انہوں نے کیا ہو گا۔ یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن لوگ مختلف حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور جس نے ذرہ بھر نیکی یا گناہ کیا ہو گا تو وہ اسے دیکھے گا۔

آیت 1 ﴿ ارشاد فرمایا کہ جب زمین اپنے زلزلے کے ساتھ تھرتھرا دی جائے گی اور زمین پر کوئی درخت، کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ باقی نہ رہے گا حتّٰی کہ زلزلے کی شدت سے ہر چیز ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ زمین کا یہ تھرتھرانا اس وقت ہو گا جب قیامت نزدیک ہو گی یا قیامت کے دن زمین تھرتھرائے گی۔

آیت 2 ﴿ فرمایا کہ جب زمین اپنے اندر موجود خزانے اور مردے سب نکال کر باہر پھینک دے گی۔ اہم بات: انسانوں اور جنّات کو ثَقَلَین کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مردہ ہوں یا زندہ زمین ان کا بوجھ اٹھاتی ہے۔

آیت 3 ﴿ اس زلزلے کے وقت جو لوگ موجود ہوں گے وہ حیرت سے کہیں گے: زمین کو کیا ہوا کہ ایسی مضطرب ہوئی اور اتنا شدید زلزلہ آیا کہ جو کچھ اس کے اندر تھا اس نے سب باہر پھینک دیا۔

آیت 5،4 ﴿ ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ اُمور واقع ہوں گے تو اس دن زمین اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کو اپنی خبریں بتائے گی اور جو نیکی بدی اس پر کی گئی وہ سب بیان کرے گی اور اس سے مقصود یہ ہو گا کہ زمین نافرمانوں سے شکوہ کر سکے اور فرمانبرداروں کا شکریہ ادا کر سکے، چنانچہ وہ یہ کہے گی کہ فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی، فلاں نے زکوٰۃ دی، فلاں نے روزے رکھے اور فلاں نے حج کیا جبکہ فلاں نے کفر کیا، فلاں نے زنا کیا، فلاں نے چوری کی، فلاں نے ظلم کیا حتّٰی کہ کافر تمنا کرے گا کہ اسے جہنم میں پھینک دیا جائے۔

درس: زمین ہمارے اعمال پر گواہ ہے اور قیامت کے دن یہ ہمارے سامنے ہمارے اعمال بیان کر دے گی۔

آیت 6 ﴿ اس آیت کے دو معنی ہیں: (1) قیامت کے دن لوگ حساب کی جگہ پر پیش ہونے کے بعد وہاں سے کئی راہیں ہو کر لوٹیں گے،

النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ۶ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ۷

وہیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں ۝ تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے وہ اسے دیکھے گا ۝

وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۠۸

اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ اسے دیکھے گا ۝

سورۂ عدیت مکیہ ہے، اس میں گیارہ آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

کوئی دائیں طرف سے ہو کر جنت جائے گا اور کوئی بائیں جانب سے ہو کر دوزخ جائے گا تاکہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دکھائی جائے۔ (2) جس دن وہ امور واقع ہوں گے جن کا ذکر کیا گیا تو لوگ اپنی قبروں سے حساب کی جگہ مختلف حالتوں میں لوٹیں گے کہ کسی کا چہرہ سفید تو کسی کا چہرہ سیاہ ہوگا، کوئی سوار ہوگا اور کوئی زنجیروں میں جکڑا ہوا پیدل ہوگا، کوئی امن کی حالت میں تو کوئی خوفزدہ ہوگا تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔

آیت 7، 8 ﴿ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مومن اور کافر کو قیامت کے دن اس کے نیک اور برے اعمال دکھائے جائیں گے، کافر نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو وہ اس کی جزا دنیا ہی میں دیکھ لے گا یہاں تک کہ جب دنیا سے نکلے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی اور مومن اپنی برائیوں کی سزا دنیا میں پائے گا تو آخرت میں اس کے ساتھ کوئی برائی نہ ہوگی۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ پہلی آیت مومنین کے بارے میں اور دوسری آیت کفار کے بارے میں ہے۔ ... نیکی تھوڑی سی بھی کارآمد ہے اور گناہ چھوٹا سا بھی وبال ہے۔

سورۂ عادیات کا تعارف ﴿ ایک قول کے مطابق یہ سورت مکیہ جبکہ ایک قول کے مطابق مدنیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔ مجاہدین کے ان گھوڑوں کو عادیات کہتے ہیں جنہیں وہ دشمن کا پیچھا کرنے کیلئے تیزی سے دوڑاتے ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان گھوڑوں کی قسم ارشاد فرمائی ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ عادیات" کہتے ہیں۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم یاد کر کے فرمایا کہ انسان اپنے رب عزوجل کی نعمتوں کی ناشکری اور انکار کرتا ہے اور وہ اس پر خود بھی گواہ ہے۔ مال کی محبت میں مضبوط اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں کمزور انسان کی مذمت بیان کی گئی اور وہ اعمال کرنے کی ترغیب دی گئی جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب دیتے وقت کام آئیں گے۔

وَ الْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِیْرٰتِ

ان گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں ○ پھر سم مار کر پتھروں سے چنگاریاں نکالنے والوں کی ○ پھر صبح کے وقت غارت

صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ

کر دینے والوں کی ○ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں ○ پھر اسی وقت دشمن کے لشکر میں گھس جاتے ہیں ○ بیشک انسان ضرور اپنے رب کا

لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ؕ﴿۸﴾

بڑا ناشکرا ہے ○ اور بیشک وہ اس بات پر ضرور خود گواہ ہے ○ اور بیشک وہ مال کی محبت میں ضرور بہت شدید ہے ○

آیت 1 ﴾ اس آیت میں جن گھوڑوں کی قسم ارشاد فرمائی گئی ان سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں جو جہاد میں دوڑتے ہیں تو ان کے سینوں سے آوازیں نکلتی ہیں۔ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت سے معلوم ہوا: (1) غازیوں کی شان بہت اعلیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گھوڑوں کی قسم ارشاد فرمائی۔ (2) جب غازی کے گھوڑے نے اپنی پشت پر غازی کو لیا تو اس گھوڑے کی شان اونچی ہوگئی، تو جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی رات سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنے کندھے پر لیا، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو صہباء کے مقام میں اپنے زانو پر سلایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سر مبارک اپنے سینہ پر لیا بلکہ وہ آمنہ خاتون اور حلیمہ دائی جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی گودوں میں کھلایا ان کی کیا شان ہوگی۔ (3) یہ کہ جب غازی کے گھوڑے کی سانس برکت والی ہے کہ اس کی قسم ارشاد ہوئی، تو ذاکر کی سانس بھی برکت والی ہے، جس سے شفا ہوتی ہے۔

آیت 2 ﴾ یہاں مراد وہ گھوڑے ہیں جو پتھریلی زمین پر چلتے ہیں تو ان کے سُموں کی رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ اہم بات: غازی کے گھوڑے کے سم سے اس پتھر اور شعلے کو نسبت ہوئی تو یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنا پیارا ہو گیا کہ اس کا بھی قسم میں ذکر فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ مقبولوں سے دور کی نسبت بھی عزت کا سبب ہے۔

آیت 3-5 ﴾ ان 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان گھوڑوں کی قسم جو صبح کے وقت اسلام کے دشمنوں پر حملہ کر دیتے ہیں، پھر اس وقت دوڑتے ہوئے غبار اڑاتے ہیں، پھر اسی وقت دشمن کے لشکر میں بے خوف گھس جاتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) صبح کے وقت عموماً جہاد بابرکت ہے بلکہ اس وقت کئے جانے والے ہر دینی اور دُنیوی کام میں برکت ہوتی ہے۔ (2) جہاد کے وقت گھوڑوں کے دوڑنے سے جو غبار اڑتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اڑنے والا غبار ہے۔ (3) دشمن کے لشکر میں بے خوف گھس جانا بھی اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے۔

آیت 6 ﴾ اللہ تعالیٰ نے غازیوں کے گھوڑوں کی قسمیں ذکر کر کے فرمایا: بیشک انسان اپنے رب عزوجل کا بڑا ناشکرا ہے۔ ناشکرے سے مراد وہ انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے مکر جاتا ہے یا اس سے مراد گناہگار انسان ہے یا وہ ہے جو مصیبتوں کو یاد رکھے اور نعمتوں کو بھول جائے۔

آیت 7 ﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ بیشک وہ انسان ناشکرا ہونے پر خود اپنے عمل سے گواہ ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے ناشکرے ہونے پر خود گواہ ہے۔

آیت 8-11 ﴾ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک انسان مال کی محبت اور طلب میں تو بہت مضبوط ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے

اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ﴿۹﴾ وَ حُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ﴿۱۰﴾ اِنَّ

تو کیا وہ نہیں جانتا جب وہ اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں؟ ۝ اور جو سینوں میں ہے وہ کھول دی جائے گی ۝ بیشک

رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَىٕذٍ لَّخَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾

ان کا رب اس دن ان کی یقیناً خوب خبر رکھنے والا ہے ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلْقَارِعَةُ ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ﴿۳﴾

وہ دل دہلا دینے والی ۝ وہ دل دہلا دینے والی کیا ہے؟ ۝ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ دل دہلا دینے والی کیا ہے؟ ۝

اور نعمتوں کا شکر ادا کرنے کیلئے کمزور ہے تو کیا مال کی محبت میں مبتلا انسان نہیں جانتا کہ جب وہ مردے اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اور جو حقیقت سینوں میں ہے وہ کھول دی جائے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ انہیں ان کے نیک اور برے اعمال کا بدلہ دے گا، بیشک ان کا رب اس دن قیامت کے دن ان کے اعمال، ان کی نیتوں اور ان کی اطاعت و نافرمانی کی خوب خبر رکھنے والا ہے جیسا کہ ہمیشہ سے ہے۔ اہم بات: چونکہ مال بہت خیر کا ذریعہ ہے، اسی لئے اسے خیر فرمایا گیا۔ درس: مال کی چاہت اور طلب اگر خدا کے لئے ہے جیسے حج و زکوٰۃ و خیرات، اہل خانہ کی دیکھ بھال کے لئے تو منع نہیں بلکہ مطلوب ہے اور اگر صرف آرام و راحت کے لئے ہے تو مباح لیکن ناپسندیدہ ہے اور اگر گناہوں میں خرچ کے لئے ہے تو حرام و گناہ ہے۔

سورۂ قارعہ کا تعارف ✽ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 11 آیتیں ہیں۔ قارعہ کا معنی ہے دل دہلا دینے والی، اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ قارعہ" کہتے ہیں۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں بتایا گیا کہ قیامت کی دہشت اور سختی سے تمام لوگوں کے دل دہل جائیں گے اور میدان قیامت میں لوگ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر دھنی ہوئی اون کے ریزوں کی طرح اڑیں گے۔ یہ بتایا گیا کہ جس کی نیکیوں کا ترازو بھاری ہو گا وہ تو جنت کی پسندیدہ زندگی میں ہو گا اور جس کی نیکیوں کا ترازو ہلکا پڑے گا تو اس کا ٹھکانا شعلے مارتی آگ ہاویہ ہو گا جس میں انتہائی سوزش اور تیزی ہے۔

آیت 1، 2 ✽ قارعہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس کی دہشت، ہولناکی اور سختی سے (انسانوں کے) دل دہل جائیں گے اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز کی وجہ سے قیامت کو "قارعہ" کہتے ہیں کیونکہ جب وہ صور میں پھونک ماریں گے تو شدت سے تمام مخلوق مر جائے گی۔

آیت 3 ✽ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب! آپ قیامت کی ہولناکی اور دہشت کو ہماری طرف سے آنے والی وحی کے ذریعے ہی جان سکتے ہیں کیونکہ اپنی عقل سے کوئی بھی قیامت کی ہولناکی کو نہیں جان سکتا۔

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝

جس دن آدمی پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے ○ اور پہاڑ رنگ برنگی دھنکی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے ○

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝

تو بہر حال جس کے ترازو بھاری ہوں گے ○ وہ تو پسندیدہ زندگی میں ہوگا ○ اور بہر حال جس کے ترازو ہلکے پڑیں گے ○

فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ ع

تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا ○ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے؟ ○ ایک شعلے مارتی آگ ہے ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 4: جس طرح پروانے شعلے پر گرتے وقت منتشر ہوتے ہیں اور ان کے لئے کوئی ایک جہت معین نہیں ہوتی، یہی حال قیامت کے دن مخلوق کے انتشار کا ہوگا کہ جب انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا تو وہ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح منتشر ہوں گے۔

آیت 5: قیامت کی ہولناکی اور دہشت سے مضبوط ترین پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اس طرح اڑتے پھریں گے جس طرح رنگ برنگی اون کے ریزے دھنکتے وقت ہوا میں اڑتے ہیں تو اس وقت کمزور انسان کا حال کیا ہوگا!

آیت 6-11: ان 6 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن حق کی پیروی کرنے کی وجہ سے جس کی نیکیوں کے ترازو بھاری ہوں گے اور اس کے وزن دار نیک عمل زیادہ ہوں گے وہ تو جنت کی پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کی نیکیوں کے ترازو اس وجہ سے ہلکے پڑیں گے کہ وہ باطل کی پیروی کیا کرتا تھا تو اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور تجھے کیا معلوم کہ وہ کیا ہے؟ وہ ایک شعلے مارتی آگ ہے جس میں انتہا کی سوزش اور تیزی ہے۔ اہم باتیں: (1) اعمال کا وزن کئے جانے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن مومن کی نیکیاں اچھی صورت میں لا کر میزان میں رکھی جائیں گی، اگر وہ غالب ہوئیں تو اس کے لئے جنت ہے اور کافر کی برائیاں بدترین صورت میں لا کر میزان میں رکھی جائیں گی اور اس کی تول ہلکی پڑے گی کیونکہ کفار کے اعمال باطل ہیں ان کا کچھ وزن نہیں تو انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ اور جن کافروں کو اللہ تعالیٰ جلد دوزخ میں ڈالنا چاہے گا انہیں اعمال کے وزن کے بغیر دوزخ میں ڈال دے گا اور بقیہ کافروں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا، اسی طرح بعض مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اعمال کا وزن کئے بغیر بے حساب جنت میں داخل کر دے گا۔ (2) قیامت کے دن میزان قائم کیا جانا اور اعمال کا وزن ہونا حق ہے۔

سورۂ تکاثر کا تعارف: سورۂ تکاثر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 8 آیتیں ہیں۔ تکاثر کا معنی ہے مال، اولاد اور خادموں کی کثرت پر فخر کرنا۔ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ تکاثر" کہتے ہیں۔ فضیلت: ارشاد

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا

زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے تمہیں غافل کردیا○ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا○ ہاں ہاں اب جلد جان جاؤگے○ پھر یقینا

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ

تم جلد جان جاؤگے○ یقیناً اگر تم یقینی علم کے ساتھ جانتے (تو مال سے محبت نہ رکھتے)○ بیشک تم ضرور جہنم کو دیکھوگے○ پھر

لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾

بیشک تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھوگے○ پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا○

فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ روزانہ ایک ہزار آیتوں کی تلاوت کرے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟ ارشاد فرمایا: کیا تم میں کوئی (روزانہ) ''اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ'' پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ (یعنی یہ سورت پڑھنا ثواب میں ایک ہزار آیتیں پڑھنے کے برابر ہے)۔ (مستدرک، حدیث:2127) خلاصہ مضامین: اس سورت میں بتایا گیا کہ زیادہ مال جمع کرنے کی حرص نے لوگوں کو آخرت کی تیاری سے غافل کر دیا ہے اور یہ حرص ان کی دلوں میں رہی یہاں تک کہ انہیں موت آگئی۔ یہ بیان کیا گیا کہ نزع کے وقت زیادہ مال جمع کرنے کی حرص رکھنے والوں کو اس کا انجام معلوم ہو جائے گا اور اگر وہ اس کا انجام یقینی علم کے ساتھ جانتے تو مال سے کبھی محبت نہ رکھتے۔ آخر میں یہ بتایا گیا کہ مرنے کے بعد مال کی حرص رکھنے والے ضرور جہنم کو دیکھیں گے اور قیامت کے دن لوگوں سے نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

آیت 1 ﴾ ارشاد فرمایا کہ زیادہ مال جمع کرنے کی طلب نے اور اپنے مال اور اولاد پر فخر کرنے نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادات سے غافل کر دیا۔ درس: کثرتِ مال کی حرص اور اس پر اور اولاد پر فخر کا اظہار کرنا مذموم ہے اور اس میں مبتلا ہو کر آدمی اخروی سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔

آیت 2 ﴾ فرمایا کہ کثرتِ مال کی حرص تمہارے دل میں رہی یہاں تک کہ تمہیں موت آ گئی اور تم قبروں میں دفن ہو گئے۔ درس: مال اور اولاد کی حقیقت یہ ہے کہ یہ اس وقت تک انسان کے ساتھ رہتے ہیں جب تک اس کے جسم میں روح باقی ہے۔ قبر میں دفن ہوتے ہی مال اور اولاد اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور قبر میں اس کے ساتھ صرف اس کا عمل جاتا ہے۔

آیت 3-8 ﴾ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! ہاں ہاں اب نزع کے وقت کثرتِ مال کی حرص اور اولاد پر فخر و غرور کرنے کے برے نتیجے کو جلد جان جاؤ گے، پھر یقینا تم قبروں میں جلد جان جاؤ گے، یقیناً اگر تم مال کی حرص کا انجام یقینی علم کے ساتھ جانتے تو مال کی حرص میں مبتلا ہو کر آخرت سے غافل نہ ہوتے۔ بیشک تم مرنے کے بعد ضرور جہنم کو دیکھو گے، پھر بیشک تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھو گے، پھر بیشک ضرور قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جیسے صحت، فراغت، امن، عیش اور مال وغیرہ جن سے تم دنیا میں لذتیں اٹھاتے تھے اور یہ پوچھا جائے گا کہ یہ چیزیں کس کام میں خرچ کیں؟ ان کا کیا شکر ادا کیا؟ اور ان نعمتوں کا شکر ترک کرنے پر انہیں عذاب کیا جائے گا۔ درس: قیامت کے دن ہر نعمت کے بارے میں سوال ہو گا چاہے وہ نعمت جسمانی ہو یا روحانی، ضرورت کی ہو یا عیش و راحت کی حتّٰی کہ ٹھنڈے پانی، درخت کے سائے اور راحت کی نیند کے بارے میں بھی سوال ہو گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

زمانے کی قسم ○ بیشک آدمی ضرور خسارے میں ہے ○ مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

سورۂ عصر کا تعارف ﴾ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکیہ اور ایک قول کے مطابق مدنیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 3 آیتیں ہیں۔ عربی میں زمانے کو عصر کہتے ہیں اور سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم ارشاد فرمائی، اس مناسبت سے اسے "سورۂ عصر" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں زمانے کی قسم فرما کر بتایا گیا کہ اسلام قبول کرکے نیک اعمال کرنے والے، ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی تاکید کرنے اور صبر کی وصیت کرنے والے کے علاوہ آدمی ضرور نقصان میں ہے کیونکہ اس کی عمر ہر لمحہ کم ہوتی جارہی ہے۔

آیت 1 ﴾ اس آیت میں مذکور لفظ "عصر" کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے زمانہ مراد ہے اور زمانہ چونکہ عجائبات پر مشتمل ہے اور اس میں احوال کا تبدیل ہونا دیکھنے والے کے لئے عبرت کا سبب ہوتا ہے اور یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہاں آیت میں زمانے کی قسم مراد ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ "عصر" اس وقت کو بھی کہتے ہیں جو سورج غروب سے پہلے ہوتا ہے، اس لئے ہو سکتا ہے کہ نقصان اٹھانے والے کے بارے میں اس وقت کی قسم یاد فرمائی گئی ہو جیسا کہ نفع اٹھانے والے کے بارے میں "ضُحٰی" یعنی چاشت کے وقت کی قسم ذکر فرمائی گئی۔ تیسرا قول یہ ہے اور اسی کی طرف دل جھکتا ہے کہ یہاں زمانے سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مخصوص زمانہ مراد ہے جو کہ بڑی خیر و برکت کا زمانہ ہے، تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے "لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ" میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مسکن و مکان کی قسم یاد فرمائی ہے تو اسی طرح یہاں "وَالْعَصْرِ" فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقدس زمانے کی قسم ارشاد فرمائی۔ اہم بات: معلوم ہوا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا زمانہ سب زمانوں سے افضل اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا شہر سب شہروں سے افضل ہے۔

آیت 3،2 ﴾ اللہ تعالیٰ نے قسم ذکر کرکے فرمایا کہ بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے کہ اس کی عمر جو اس کا سرمایہ اور اصل پونجی ہے وہ ہر دم کم ہو رہی ہے مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو ایمان اور نیک عمل کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو ان تکلیفوں اور مشقتوں پر صبر کرنے کی وصیت کی جو دین کی راہ میں انہیں پیش آئیں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خسارے میں نہیں بلکہ نفع پانے والے ہیں کیونکہ ان کی جتنی عمر گزری وہ نیکی اور طاعت میں گزری ہے۔ اہم باتیں: (1) انسان کی زندگی کا جو حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزرے وہ سب سے بہتر ہے۔ (2) اس آیت سے کئی مسئلے معلوم ہوئے کہ خود نیک بنے، پھر دوسروں کو ہدایت کرے جیسا کہ آیت میں ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا یہ کہ ہمیشہ تبلیغ کرے۔ تیسرا یہ کہ ہر مسلمان کو مبلغ ہونا چاہیے۔ جسے جو مسئلہ صحیح طور پر

## وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۝

## (١٠٤) سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّة (٣٢)

آیاتہا ٩ — رکوعہا ١

سورۂ ہمزہ مکیہ ہے، اس میں نو آیتیں اور ایک رکوع ہے

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحمت والا ہے۔

## وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝

اس کے لیے خرابی ہے جو لوگوں کے منہ پر عیب نکالے، پیٹھ پیچھے برائی کرے۝ جس نے مال جوڑا اور اسے گن گن کر رکھا۝

معلوم ہو، وہ لوگوں کو بتادے۔ صرف علماء پر تبلیغ نہیں۔ یونہی یہ کہ ہر حال میں تبلیغ کرے، صرف جلسہ یا اسٹیج پر موقوف نہ ہو۔ پانچواں یہ کہ عوام دل و زبان سے اور علماء زبان و قلم سے جبکہ حکام زور و طاقت سے تبلیغ کریں اور اصل یہ کہ ہر کوئی اپنی حسب استطاعت نیکی کی دعوت عام کرنے کی کوشش کرے۔ نیز انسان کی زندگی قیمتی ترین سرمایہ ہے، اسے گناہوں اور غفلت میں برباد نہ کریں۔

**سورۂ ہمزہ کا تعارف:** سورۂ ہمزہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 9 آیتیں ہیں۔ ہُمَزَہ کا معنی ہے لوگوں کے منہ پر عیب نکالنے والا، اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ ہمزہ" کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں غیبت کرنے والے اور عیب نکالنے والے کے لئے آخرت میں شدید عذاب کی خبر دی گئی اور ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو دنیا کا مال جمع کرنے کے حریص ہیں گویا انہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور یہ کہ انہیں جہنم کے اس درجہ (طبقے) میں پھینکا جائے گا جہاں آگ ان کی ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالے گی۔

**آیت 1:** شانِ نزول: یہ آیتیں ان کفار کے بارے میں نازل ہوئیں جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراضات کرتے تھے اور ان حضرات کی غیبت کرتے تھے، اور اس آیت میں مذکور حکم ہر غیبت کرنے والے کے لئے عام ہے۔ غیبت و عیب جوئی کی مذمت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات میں کچھ عورتوں اور مردوں کے پاس سے گزرا جو اپنی چھاتیوں کے ساتھ لٹک رہے تھے، تو میں نے پوچھا: اے جبرئیل! علیہ السلام، یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ منہ پر عیب لگانے والے اور پیٹھ پیچھے برائی کرنے والے ہیں اور ان کے بارے میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ" اس کے لیے خرابی ہے جو لوگوں کے منہ پر عیب نکالے، پیٹھ پیچھے برائی کرے۔ (شعب الایمان، حدیث: 6750)

**آیت 2:** اس آیت سے واضح ہوا کہ مال جوڑنا اور گن گن کر رکھنا لوگوں کے منہ پر عیب نکالنے اور پیٹھ پیچھے برائی کرنے کے مذموم اوصاف پیدا ہونے کا ایک سبب ہے، ہمارے معاشرے میں مالدار لوگوں کی ایک تعداد ایسی ہے جو اس مرض میں بری طرح مبتلا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ اہم بات: مال جمع کرنا اور گن گن کر رکھنا چند صورتوں میں برا ہے: (1) حرام ذرائع سے مال جمع کیا جائے۔ (2) جمع شدہ مال سے شرعی حقوق ادا نہ کئے جائیں۔ (3) مال جمع کرنے میں ایسا مشغول ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کو بھول جائے۔

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝٣ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ

وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے (دنیا میں) ہمیشہ رکھے گا○ ہرگز نہیں، وہ ضرور ضرور چوراچورا کر دینے والی میں پھینکا جائے گا○ اور تجھے کیا معلوم

مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝٧ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ

کہ وہ چوراچورا کر دینے والی کیا ہے؟○ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے○ وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی○ بیشک وہ ان پر

مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩

بند کر دی جائے گی○ لمبے لمبے ستونوں میں○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

**آیت 3-9** ﴾ ان 7 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے منہ پر عیب نکالنے، پیٹھ پیچھے برائی کرنے، مال جوڑنے اور گن گن کر رکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا اور مرنے نہیں دے گا جس کی وجہ سے وہ مال کی محبت میں مست ہے اور نیک عمل کی طرف مائل نہیں ہوتا، ایسا ہرگز نہیں ہو گا بلکہ وہ ضرور ضرور جہنم کے چوراچورا کر دینے والے طبقے میں پھینکا جائے گا جہاں آگ اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالے گی اور تجھے کیا معلوم کہ وہ چوراچورا کر دینے والی کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو کبھی سرد نہیں ہوتی اور اس کا وصف یہ ہے کہ وہ جسم کے ظاہری حصے کو بھی جلائے گی اور جسم کے اندر بھی پہنچے گی اور دلوں کو بھی جلائے گی۔ بیشک انہیں آگ میں ڈال کر دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور دروازوں کی بندش آتشیں لوہے کے ستونوں سے مضبوط کر دی جائے گی تاکہ کبھی دروازہ نہ کھلے۔ درس: دل میں ذرا سی گرمی برداشت کرنے کی تاب نہیں تو جب جہنم کی آگ ان پر چڑھ جائے گی اور موت آنے کی نہیں تو اس وقت کیا حال ہو گا اور دلوں کو جلانا اس لئے ہے کہ وہ کفر، باطل عقائد اور فاسد نیتوں کے مقام ہیں۔

**سورۂ فیل کا تعارف** ﴾ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 5 آیتیں ہیں۔ عربی میں ہاتھی کو فیل کہتے ہیں، اور اس سورت میں ہاتھی والوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ فیل" کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں یمن کے بادشاہ ابرہہ کا واقعہ بیان کیا گیا کہ اس نے اپنی قوت اور مال پر بھروسہ کرتے ہوئے خانہ کعبہ پر حملہ کیا تو اس کی فوج پر اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندے بھیجے جنہوں نے ان پر کنکر کے پتھر برسائے اور انہیں جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ○ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ○

کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا؟○ کیا اس نے ان کے مکر و فریب کو تباہی میں نہ ڈالا○

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ○ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ○ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ○

اور ان پر فوج در فوج پرندے بھیجے○ جو انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے تھے○ تو انہیں جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کردیا○

## ایاتها ۴ | ۱۰۶ سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَّكِّيَّةٌ ۲۹ | رکوعها ۱

آیت 1-5 ﴿ اس سورت میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: ابرہہ بادشاہ نے جب حج کے موسم میں لوگوں کو بیت اللہ کا حج کرنے کی تیاری کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے اس غرض سے صنعاء میں ایک کنیسہ (عبادت خانہ) بنایا کہ حج کرنے والے مکہ مکرمہ جانے کے بجائے یہیں آئیں اور اسی کنیسہ کا طواف کریں۔ عرب کے لوگوں کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور ایک شخص نے موقع پاکر اس کنیسہ میں قضائے حاجت کی اور اس کو نجاست سے آلودہ کر دیا۔ جب ابرہہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ کعبۂ معظمہ کو گرادے گا، چنانچہ وہ اس ارادے سے اپنا لشکر لے کر چلا۔ اس لشکر میں بہت سے ہاتھی بھی تھے اور ان کا پیشرو ایک بڑے جسم والا ہاتھی تھا جس کا نام محمود تھا۔ ابرہہ جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو اس نے اہلِ مکہ کے جانور قید کر لئے اور ان میں حضرت عبد المطلب کے ۲۰۰ اونٹ بھی تھے۔ حضرت عبد المطلب ابرہہ کے پاس آئے تو اس نے ان کی تعظیم کی اور پوچھا کہ آپ کس مقصد سے یہاں آئے ہیں اور آپ کا کیا مطالبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا مطالبہ یہ ہے کہ میرے اونٹ مجھے واپس کر دیئے جائیں۔ ابرہہ نے کہا: مجھے تعجب ہے کہ میں اس خانۂ کعبہ کو ڈھانے کے لئے یہاں آیا ہوں جو آپ کا اور آپ کے باپ دادا کا معظم، محترم مقام ہے، آپ اس کے لئے تو کچھ نہیں کہتے اور اپنے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں! آپ نے فرمایا: میں اونٹوں ہی کا مالک ہوں اس لئے انہی کے بارے میں کہتا ہوں اور کعبہ کا جو مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ یہ سن کر ابرہہ نے آپ کے اونٹ واپس کر دیئے۔ حضرت عبد المطلب نے واپس آکر قریش کو مشورہ دیا کہ وہ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چوٹیوں میں پناہ گزین ہو جائیں، چنانچہ قریش نے ایسا ہی کیا اور حضرت عبد المطلب نے کعبہ کے دروازے پر پہنچ کر بارگاہِ الٰہی میں کعبہ کی حفاظت کی دعا کی اور دعا سے فارغ ہو کر قوم کی طرف چلے گئے۔ ابرہہ نے صبح تڑکے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا تو اس وقت محمود نامی ہاتھی کی حالت یہ تھی کہ جب اسے کسی اور طرف چلاتے تو چلتا تھا لیکن جب کعبہ کی طرف اس کا رخ کرتے تو وہ بیٹھ جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر پر سمندر کی جانب سے پرندوں کی فوجیں بھیجیں اور ان میں سے ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں، دو دونوں پاؤں میں اور ایک چونچ میں تھی، وہ پرندے آئے اور کنکر کے پتھروں سے انہیں مارنے لگے، چنانچہ جس شخص پر وہ پرندہ سنگریزہ چھوڑتا تو وہ سنگریزہ اس کے خود کو توڑ کر سر سے نکلتا ہوا، جسم کو چیر کر ہاتھی میں سے گزرتا ہوا زمین پر پہنچ جاتا اور ہر سنگریزے پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس سنگریزے سے اسے ہلاک کیا گیا۔ اس طرح ان پرندوں نے ابرہہ کے لشکریوں کو جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ جس سال یہ واقعہ رونما ہوا اسی سال سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔

اہم باتیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خانۂ کعبہ کی بہت عظمت ہے۔ (۲) خانۂ کعبہ کو نقصان پہنچانے والوں کو خدا تباہ کر دیتا ہے، سوائے قربِ قیامت کے۔ (۳) خدا کی قدرت بہت عظیم ہے۔ وہ چاہے تو چھوٹے سے پرندوں کے ذریعے ہاتھیوں کو ہلاک کر دے۔

سورۂ قریش کا تعارف ﴿ صحیح ترین قول کے مطابق یہ سورت مکیہ ہے۔ اس میں ۱ رکوع اور ۴ آیتیں ہیں۔ قریش ایک قبیلے کا نام ہے اور اس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِ ﴿۲﴾ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴿۳﴾ الَّذِيْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

قریش کو مانوس کرنے کی وجہ سے ﴿۱﴾ انہیں سردی اور گرمی دونوں کے سفر سے مانوس کرنے کی وجہ سے ﴿۲﴾ تو انہیں اس گھر کے رب کی عبادت کرنی چاہیے ﴿۳﴾ جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں خوف سے امن بخشا ﴿۴﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ''سورۂ قریش'' کہا جاتا ہے۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو تجارت کے لئے ہر سال میں دو سفر کرنے کی طرف رغبت دلائی اور ان کی محبت ان کے دل میں ڈال دی اس لئے انہیں چاہئے کہ بتوں کی بجائے اس رب تعالیٰ کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور انہیں کئی قسم کے خوف سے امن عطا کیا۔

**آیت 1 - 4:** اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ظاہری نعمت یہ بھی ہے کہ اُس نے قریش کو ہر سال میں دو سفروں کی طرف رغبت دلائی اور ان کی محبت ان کے دل میں ڈالی، چنانچہ قریش تجارت کے لئے سردی کے موسم میں یمن کا اور گرمی کے موسم میں شام کا سفر کرتے تھے اور ہر جگہ کے لوگ ان کی عزت و حرمت کرتے تھے۔ یہ امن کے ساتھ تجارتیں کرتے، ان تجارتوں سے فائدے اٹھاتے اور مکہ مکرمہ جہاں نہ کھیتی ہے اور نہ معاش کے اسباب، وہاں رہائش رکھنے کیلئے مسلسل سرمایہ پہنچاتے، ان پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت ظاہر ہے، تو چاہئے کہ وہ اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے کعبہ معظمہ کے رب کی عبادت کریں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ خوف سے امن بخشنے سے مراد یہ ہے کہ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے انہیں خوف سے امان عطا فرمائی۔ **اہم باتیں:** (1) قریش اس قبیلے کا نام ہے جس میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ (2) کفار بھی شرعی عبادات کے مکلف ہیں کہ ایمان لائیں اور عبادت کریں۔ (3) کفر کی حالت میں کوئی نیکی، صحیح عبادت نہیں کیونکہ کفارِ مکہ طواف، حج، عمرہ اور حاجیوں کی خدمت کرتے تھے، مگر انہیں کالعدم قرار دیا گیا۔ (4) بھوک اور خوف دو ایسی چیزیں ہیں جو معاشرے میں گناہوں اور بدکاریوں کی تعداد میں اضافہ کرنے، جرائم کی شرح بڑھانے، بے امنی پھیلانے میں انتہائی اہم ادا کرتی ہیں جبکہ ان چیزوں کا دور ہو جانا معاشرے میں پاکیزہ ماحول اور امن قائم کرنے میں بہت معاون ہیں اور دینِ اسلام کے احکامات اور تعلیمات پر نظر کی جائے تو واضح ہو جائے گا کہ لوگوں کی بھوک کو ختم کرنا، انہیں سہولیات فراہم کرنا، پاکیزہ معاشرے کا قیام اور امن قائم کرنا اسلام کی بنیادی ترجیحات میں سے ہے۔

**سورۂ ماعون کا تعارف:** یہ سورت مکیہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سورت آدھی عاص بن وائل کے بارے میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِؕ ﴿۱﴾ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَۙ ﴿۲﴾ وَ لَا یَحُضُّ

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے○ پھر وہ ایسا ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے○ اور مسکین کو کھانا

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِؕ ﴿۳﴾ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَۙ ﴿۴﴾ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَۙ ﴿۵﴾

دینے کی ترغیب نہیں دیتا○ تو ان نمازیوں کے لئے خرابی ہے○ جو اپنی نماز سے غافل ہیں○

اور آدھی عبداللہ بن ابی سلول منافق کے بارے میں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 1 رکوع اور 7 آیتیں ہیں۔ ماعون کا معنی ہے استعمال کی معمولی چیز، اور اس سورت کی آخری آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے ”سورۂ ماعون“ کہتے ہیں۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں ان کافروں کی مذمت کی گئی جو حساب اور جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں، یتیم کو دھکے دیتے ہیں اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے۔ آخری آیات میں ان منافقوں کی مذمت کی گئی جو لوگوں کے سامنے نمازی بنتے اور تنہائی میں نمازیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کے سامنے بھی جو نمازیں ادا کرتے ان سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے لوگوں کو نمازی دکھانا مقصود ہوتا تھا اور ان کی ایک بری خصلت یہ تھی کہ اگر ان سے کوئی استعمال کی معمولی چیز مانگتا تو وہ منع کر دیتے تھے۔

آیت 1-3 ❁ شانِ نزول: اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق مختلف اقوال ہیں: (1) یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوئی، وہ قیامت کے دن کا انکار کرتا تھا اور برے کام بھی کیا کرتا تھا۔ (2) یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی، مروی ہے کہ ابوجہل نے ایک یتیم کی پرورش کی ذمہ داری لی، ایک دن وہ یتیم ننگے بدن اس کے پاس آیا اور اپنے مال میں سے کچھ طلب کیا، اس نے اسے دھکے دے کر نکال دیا۔ قریش کے سرداروں نے اس سے کہا کہ تم محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤ وہ تمہاری سفارش کر دیں گے۔ اس سے ان لوگوں کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑانا تھا، چنانچہ وہ یتیم تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی فریاد پیش کی اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس یتیم کے ساتھ ابوجہل کے پاس گئے، اس نے فوراً یتیم کا مال اس کے حوالے کر دیا۔ یہ دیکھ کر قبیلہ قریش کے لوگوں نے اسے عار دلائی اور کہا کہ تو اپنے دین سے پھر گیا ہے۔ ابوجہل نے جواب دیا: خدا کی قسم! میں اپنے دین سے پھرا نہیں، اصل بات یہ ہے کہ میں نے ان کی دائیں اور بائیں طرف ایک نیزہ دیکھا اور مجھے یہ ڈر لگا کہ اگر میں نے ان کی بات نہ مانی تو یہ نیزہ مجھے چیر ڈالے گا۔ (3) یہ آیت کسی خاص آدمی کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو قیامت کے دن کا انکار کرتا ہے۔ ان 3 آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے انسان! کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو جو دلائل واضح ہونے کے باوجود حساب اور جزا کا انکار کرتا ہے، اگر نہیں پہچانتے تو سنو! یہ وہ شخص ہے جو اپنے غرور کی وجہ سے یتیم کو دھکے دیتا، ڈانٹتا اور مارتا ہے اور ظلم کرتے ہوئے اس کا حق اور اس کا مال اسے نہیں دیتا اور اپنے انتہا درجے کے بخل اور دل کی سختی کی وجہ سے مسکین کو کھانا نہیں دیتا اور نہ ہی دوسروں کو یتیم کو کھانا دینے کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ وہ اس عمل پر ثواب ملنے کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ اہم بات: یتیموں اور مسکینوں کے بارے میں اسلام کی تعلیمات بہت شاندار ہیں اور بچوں کے حقوق کی حفاظت اور معاشرے سے غربت و مسکینی ختم کرنے کے لئے جو اقدامات دینِ اسلام نے کئے اور جو احکامات دینِ اسلام نے دیئے ان کی مثال کسی اور دین میں نہیں مل سکتی۔

آیت 5،4 ❁ فرمایا کہ ان نمازیوں کیلئے خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ اس سے مراد منافقین ہیں کہ جب وہ لوگ تنہا ہوتے ہیں تو نماز نہیں پڑھتے کیونکہ وہ اس کے فرض ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے اور جب وہ لوگوں کے سامنے ہوتے ہیں تو نمازی بنتے، اپنے آپ کو

الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۙ وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۠ ع

وہ جو دکھاوا کرتے ہیں○ اور برتنے کی معمولی چیزیں بھی نہیں دیتے○

## ١٠٨ سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ ١٥

اٰیاتها ۳ | رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

نمازی ظاہر کرتے اور انہیں دکھانے کے لئے اٹھ بیٹھ لیتے ہیں اور حقیقت میں یہ لوگ نماز سے غافل ہیں۔ اہم باتیں: (1) نماز سے غفلت کرنے یعنی کبھی نماز پڑھتے اور کبھی چھوڑ دینے سے بھی پناہ مانگنی ہے اور یہ حقیقی منافقوں کا وصف ہے اور نماز میں غفلت کرنا یعنی نماز کے دوران دیگر کاموں کے بارے میں سوچتے رہنا جبکہ شیطان کے وسوسوں کو قبول کر لینا وغیرہ، اس سے بھی بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اگرچہ اس کی شدت منافقین والی نہیں ہے۔ (2) نماز سے غفلت کی چند صورتیں ہیں، جیسے پابندی سے نہ پڑھنا، صحیح وقت پر نہ پڑھنا، فرائض وواجبات کو صحیح طریقے سے ادا نہ کرنا، شرعی عذر کے بغیر باجماعت نہ پڑھنا، نماز کی پرواہ نہ کرنا، تنہائی میں قضا کر دینا اور لوگوں کے سامنے پڑھ لینا وغیرہ۔ یہ سب صورتیں وعید میں داخل ہیں جبکہ شوق سے نہ پڑھنا، سمجھ بوجھ کر ادا نہ کرنا، توجہ سے نہ پڑھنا بھی نماز سے غفلت میں داخل ہے مگر یہ صورتیں اس وعید میں داخل نہیں جو ماقبل آیت میں بیان ہوئی ہے۔

**آیت 6** ❖ منافقین فرائض کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) ریاکاری کی تعریف یہ ہے کہ اپنے عمل کو اس ارادے سے ظاہر کرنا کہ لوگ اسے دیکھ کر اس کی عبادت گزاری کی تعریف کریں۔ (2) نیت کی درستی کے ساتھ فرض عبادات اعلانیہ کرنی چاہئیں تاکہ لوگ فرض عبادات چھوڑنے کی اس پر تہمت نہ لگائیں اور نفلی عبادات پوشیدہ کرنی چاہئیں کیونکہ ان میں تہمت کا اندیشہ نہیں۔

**آیت 7** ❖ فرمایا کہ اور برتنے کی معمولی چیز جیسے سوئی، ہنڈیا، پیالہ وغیرہ مانگے تو بخل کرتے ہوئے اسے نہیں دیتے۔ علماء فرماتے ہیں: مستحب ہے کہ آدمی اپنے گھر میں ایسی چیزیں اپنی حاجت سے زیادہ رکھے جن کی ہمسایوں کو حاجت ہوتی ہے اور انہیں عاریۃً دیا کرے۔

**سورۂ کوثر کا تعارف** ❖ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکیہ اور بعض مفسرین کے نزدیک مدنیہ ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 3 آیتیں ہیں۔ کوثر سے دنیا اور آخرت کی بے شمار خوبیاں مراد ہیں اور جنت کی ایک نہر کا نام بھی کوثر ہے۔ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ کوثر" کہتے ہیں۔ **خلاصۂ مضامین:** اس سورت کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس فضل واحسان کا بیان ہے جو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر فرمایا۔ دوسری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان کے شکریے میں نماز پڑھتے رہیں اور قربانی کریں۔ تیسری آیت میں فرمایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ(۱) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْؕ(۲) اِنَّ شَانِئَكَ

اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بیشک جو تمہارا دشمن ہے

هُوَ الْاَبْتَرُ۠(۳)

وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

| رکوعھا ۱ | ۱۰۹ سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۱۸ | اٰیاتھا ۶ |
|---|---|---|

سورۂ کافرون مکیہ ہے، اس میں چھ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 1 ﴿ کوثر کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں اور کثیر فضائل عنایت کرکے تمہیں تمام مخلوق پر افضل کیا، آپ کو حسنِ ظاہر بھی دیا حسنِ باطن بھی عطا کیا، نسبِ عالی بھی، نبوت بھی، کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی، شفاعت بھی، حوضِ کوثر بھی، مقامِ محمود بھی، امت کی کثرت بھی، دین کے دشمنوں پر غلبہ بھی، فتوحات کی کثرت بھی اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں عطا کیں جن کی انتہا نہیں۔ اہم باتیں: (1) تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر یہ عطا کسی عبادت اور ریاضت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان پر یہ عطا اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل اور احسان کی وجہ سے ہے کیونکہ یہاں عطا کا ذکر پہلے ہوا اور عبادت کا ذکر بعد میں ہوا۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر کا مالک بنا دیا ہے تو آپ جسے چاہیں جو چاہیں عطا کر سکتے ہیں۔

آیت 2 ﴿ فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تو آپ اپنے اس رب عزوجل کے لیے نماز پڑھتے رہیں جس نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو، کوثر عطا کر کے عزت و شرافت دی تاکہ بتوں کے پجاری ذلیل ہوں اور بتوں کے نام پر ذبح کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے رب عزوجل کے لئے اور اس کے نام پر قربانی کریں۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ نماز سے نمازِ عید مراد ہے۔

آیت 3 ﴿ شانِ نزول: جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرزند حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو کفار نے آپ کو ابتر یعنی نسل ختم ہو جانے والا کہا اور یہ کہا کہ اب اُن کی نسل نہیں رہی، ان کے بعد اب ان کا ذکر بھی نہ رہے گا اور یہ سب چرچا ختم ہو جائے گا۔ اس پر یہ سورۂ کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کفار کا بلیغ رد فرمایا اور اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، بیشک تمہارا دشمن ہی ہر بھلائی سے محروم ہے نہ کہ آپ، کیونکہ آپ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، آپ کی اولاد میں بھی کثرت ہو گی اور آپ کی پیروی کرنے والوں سے دنیا بھر جائے گی، آپ کا ذکر منبروں پر بلند ہو گا اور آخرت میں بھی آپ کے لئے وہ کچھ ہے جس کا کوئی وصف بیان ہی نہیں کر سکتا تو جس کی یہ شان ہے وہ ابتر کہاں ہوا؟ بے نام و نشان اور ہر بھلائی سے محروم تو آپ کے دشمن ہیں۔ اہم بات: حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام اتنا بلند ہے کہ ان کے گستاخ و ان کی گستاخی کا جواب خود رب تعالیٰ دیتا ہے۔

سورۂ کافرون کا تعارف ﴿ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں ۱ رکوع اور ۶ آیتیں ہیں۔ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ کافرون" کہتے ہیں۔ فضائل: (1) حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت نوفل رضی اللہ عنہ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۵

تم فرماؤ! اے کافرو!○ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جنہیں تم پوجتے ہو○ اور تم اس کی عبادت کرنے والے نہیں جس کی میں عبادت کرتا ہوں○ اور نہ میں اس کی عبادت کروں گا جسے تم نے پوجا○ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں○

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶

تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے○

## ۱۱۰ سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۴

آیاتہا ۳ | رکوعہا ۱

سورۂ نصر مدنیہ ہے، اس میں تین آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سے ارشاد فرمایا: تم "قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" پڑھ کر سویا کرو، کیونکہ یہ سورت شرک سے بری کرتی ہے۔ (ابوداؤد، حدیث: 5055) (2) ارشاد فرمایا: جس نے سورت "قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ" پڑھی تو گویا کہ اس نے قرآن مجید کے چوتھائی حصے کی تلاوت کی۔ (معجم صغیر، حدیث: 1065)

خلاصہ مضامین: اس سورۂ مبارکہ میں مشرکوں کے عمل سے بیزاری کا اظہار کیا گیا اور کافروں کی اس امید کو ختم کر دیا گیا ہے کہ مسلمان اپنے دین اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معاملے میں کبھی ان سے سمجھوتا کریں گے۔

**آیت 1-6** ﴿ شانِ نزول: قریش کی ایک جماعت نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے دین کی پیروی کیجئے ہم آپ کے دین کی پیروی کریں گے۔ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں، ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں اس کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کروں۔ اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لے گئے، وہاں قریش کی وہ جماعت موجود تھی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یہ گفتگو کی تھی۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ سورت انہیں پڑھ کر سنائی تو وہ مایوس ہوگئے اور انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اذیتیں پہنچانا شروع کر دیں۔ اہم باتیں: (1) یاد رہے کہ پہلی آیت میں وہ کفار مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ایمان سے محروم تھے اور کفر پر ہی مرنے والے تھے۔ (2) کفار سے دینی صلح حرام بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔ (3) مومن کے دل میں کفار کی ہیبت نہیں ہونی چاہیے۔ (4) کافر کو بوقتِ ضرورت موقع محل کی مناسبت سے کافر کہنا درست بلکہ اسلوبِ قرآنی کے موافق ہے۔ (5) انسان دُنیوی معاملات میں نرم ہو، مگر دین میں انتہائی مضبوط ہو، تاکہ کفار اس سے مایوس ہوں۔

**سورۂ نصر کا تعارف** ﴿ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 3 آیتیں ہیں۔ عربی میں مدد کو نصر کہتے ہیں اور اس

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۙ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی ○ اور تم لوگوں کو دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں ○

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۠

تو اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور اس سے بخشش چاہو، بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے ○

سورۃ اللہب مکیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ نصر" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ خلاصہ مضامین: اس سورۂ مبارکہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ کی بشارت دی گئی اور یہ بتایا گیا کہ عنقریب لوگ گروہ در گروہ دین اسلام میں داخل ہوں گے اور آخری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی تعریف اور پاکی بیان کرتے رہنے اور امت کے لئے مغفرت کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

**آیت 1 تا 3:** اس سورت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! جب آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آئے اور تم لوگوں کو دیکھو کہ پہلے وہ ایک ایک، دو دو کرکے اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور اب وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو اس وقت اپنے رب عزوجل کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرنا اور اس سے اپنی امت کے لئے بخشش چاہنا، بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ مسائل: (1) پہلی آیت میں فتح سے اسلام کی عام فتوحات مراد ہیں یا خاص فتح مکہ مراد ہے۔ (2) اس آیت میں غیبی خبر دی گئی ہے۔ یہ غیبی خبر فتح مکہ کے موقع پر پوری ہوئی اور لوگ مختلف جگہوں سے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں گروہ در گروہ آتے اور شرف اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ (3) اس سورت کے نازل ہونے کے بعد تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ" کی بہت کثرت فرمائی۔

**سورۂ لہب کا تعارف:** یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 5 آیتیں ہیں۔ لہب کا معنی ہے آگ کا شعلہ، عبد المطلب کا ایک بیٹا عبد العزیٰ جو کہ بہت ہی گورا اور خوبصورت آدمی تھا اس کی کنیت ابو لہب ہے۔ اور اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ "لَهَبٍ" موجود ہے اس مناسبت سے اسے سورۂ ابی لہب یا سورۂ لہب کہتے ہیں۔ خلاصہ مضامین: اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی رکھنے اور انہیں ایذا پہنچانے کی وجہ سے ابو لہب دنیا میں ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک ہوگا اور آخرت میں اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اسی طرح اس کی بیوی بھی اس عذاب میں اس کے ساتھ ہوگی کیونکہ وہ اس دشمنی میں اس کی مددگار تھی۔

تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝۱ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا

ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ تباہ ہو ہی گیا ○ اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہ آئی ○ اب وہ شعلوں والی آگ

ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳ وَّ امْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵ ع

میں داخل ہو گا ○ اور اس کی بیوی لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی ہے ○ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہے ○

آیت 1 ﴿ شانِ نزول: صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بطحا میں جا کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور اونچی آواز سے "یَا صَبَاحَاهُ، یَا صَبَاحَاهُ" کہنے لگے، قریش سب جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "اگر میں تم سے کہوں کہ صبح یا شام دشمن تم پر چھاپہ مارنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟" سب نے جواب دیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: "سنو! میں تمہیں اللہ کے سخت عذاب کے آنے کی خبر دے رہا ہوں"، تو ابولہب نے کہا: تجھے ہلاکت ہو، کیا اسی لیے تو نے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر یہ سورت اتری۔ (بخاری، حدیث: 4972) اس پر یہ سورت شریف نازل ہوئی اور فرمایا: ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ یہاں دونوں ہاتھ تباہ ہونے سے مراد ابولہب کی ذات کی ہلاکت ہے اور آیت مبارکہ میں ابولہب کی ہلاکت کی پیشین گوئی کی گئی ہے، چنانچہ وہ جنگ بدر کے ایک ہفتے بعد کالے دانے کی بیماری سے بدترین موت مر گیا۔ اہم باتیں: (1) ابولہب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چچا تھا، بہت ہی گورا اور خوبصورت آدمی تھا، اسی لئے اس کی کنیت ابولہب ہے۔ (2) حضور پُرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گستاخوں کو اللہ تعالیٰ نے خود جواب دیے۔ (3) سب سے بڑا مجرم اور سخت سزا کا مستحق حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا گستاخ ہے۔

آیت 2 ﴿ ابولہب نے جب پہلی آیت سنی تو کہا کہ جو کچھ میرے بھتیجے کہتے ہیں اگر سچ ہے تو میں اپنی جان کے لئے اپنے مال و اولاد کو فدیہ کر دوں گا۔ اس آیت میں اس کا رد فرمایا گیا کہ اس وقت کوئی چیز اس کے کام آنے والی نہیں۔

آیت 3 ﴿ ابولہب قیامت کے بعد دوزخ میں داخل ہو کر آگ کا عذاب پائے گا، معلوم ہوا کہ ابولہب کا دوزخی ہونا یقینی ہے۔

آیت 4 ﴿ اُمِّ جمیل بنت حرب بن اُمیہ جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نہایت عناد و عداوت رکھتی تھی اور بہت دولت مند عورت ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عداوت کی انتہا میں خود اپنے سر پر کانٹوں کا گٹھا لا کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے راستہ میں تکلیف کی غرض سے ڈالتی تھی۔

آیت 5 ﴿ اُمِّ جمیل کے گلے میں کھجور کی چھال سے بنی ہوئی رسی ہوتی جس سے وہ کانٹوں کا گٹھا باندھتی تھی۔ ایک دن یہ بوجھ اٹھا کر لا رہی تھی کہ آرام لینے کے لئے ایک پتھر پر بیٹھ گئی، ایک فرشتے نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے پیچھے سے اس گٹھے کو کھینچا، وہ گرا اور اُمِّ جمیل کو رسی سے گلے میں پھانسی لگ گئی اور وہ مر گئی۔ اس گستاخ، خبیثہ نے دنیا میں بھی عذاب کا مزہ چکھا اور آخرت میں بھی عذاب میں جائے گی اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ چونکہ یہ عورت اپنے خاوند کی سرکشی و دشمنی میں اس کے ساتھ تھی، اس لیے قیامت کے دن عذاب میں بھی اس کے ساتھ ہوگی اور اس کے گلے میں آگ کی رسی ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳**

تم فرماؤ: وہ اللہ ایک ہے ○ اللہ بے نیاز ہے ○ نہ اس نے کسی کو جنم دیا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ○

**سورۂ اخلاص کا تعارف** ✽ ایک قول کے مطابق یہ سورت مکی اور ایک قول کے مطابق مدنی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 4 آیتیں ہیں۔ اس سورت کے تقریباً 20 نام ہیں، ان میں سے دو نام یہ ہیں: (1) اس میں اللہ تعالیٰ کی خالص توحید کے بیان کی وجہ سے اسے "سورۂ اخلاص" کہتے ہیں۔ (2) اس میں اللہ تعالیٰ کی شان صمدیت یعنی بے نیازی کی وجہ سے اسے "سورۂ تنزیہ" کہتے ہیں۔ **فضیلت:** ایک شخص نے سیدِ عالَم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی: مجھے اس سورت سے بہت محبت ہے۔ ارشاد فرمایا: اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔ (ترمذی، حدیث: 2901) **خلاصۂ مضامین:** اس سورت میں اسلام کے سب سے اہم عقیدے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے صفاتِ کمال کے ساتھ متّصف ہونے کا ذکر اور عیسائیوں اور مشرکوں کا رد کیا گیا ہے۔

**آیت 1** ✽ **شانِ نزول:** کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے سوال کئے، مثلاً یہ کہ اللہ عزوجل کا نسب کیا ہے؟ وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا لوہے کا ہے یا لکڑی کا ہے؟ وہ کیا کھاتا ہے؟ کیا پیتا ہے؟ ربوبیت اس نے کس سے ورثہ میں پائی؟ اور اس کا کون وارث ہوگا؟ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی اور اپنی ذات و صفات کا بیان فرما کر معرفت کی راہ واضح فرمائی کہ وہ اللہ ایک ہے یعنی ربوبیت و الوہیت میں یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ **اہم بات:** عرب میں کفار کی بہت سی قسمیں تھیں، دہریے، مشرک، اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر اور اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ماننے والے وغیرہ۔ اس سورت میں ان سب کی تردید ہے، "هُوَ اللّٰهُ" فرمانے میں دہریوں کی تردید ہے۔ "اَحَدٌ" فرمانے میں مشرکین کا مکمل رد ہے اور اگلی آیات میں بقیہ کفار کا رد ہے۔

**آیت 2** ✽ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے، نہ کھائے نہ پیئے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ خود بے نیاز ہے لیکن ساری کائنات اس کی محتاج ہے اور تمام مخلوق کو دے کر بھی اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ بخاری شریف کی حدیث ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ اسے رات دن کی بخشش بھی کم نہیں کرتی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب اس نے آسمان و زمین پیدا کئے ہیں اس نے کتنا خرچ کیا ہے، اس نے بھی اس میں کوئی کمی نہیں پیدا کی جو اس کے ہاتھ میں ہے۔ (بخاری، حدیث: 7411) **اہم بات:** اس آیت کا وظیفہ بہت زیادہ روحانیت والا ہوتا ہے لیکن کسی کامل کی اجازت لینا ضروری ہے۔

**آیت 3** ✽ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے کیونکہ اولاد باپ کی جنس سے ہوتی ہے، لہٰذا خدا کی اولاد بھی خدا ہوتی حالانکہ اللہ تعالیٰ

وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

اور کوئی اس کے برابر نہیں ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

شرک سے پاک ہے، لہٰذا وہ اولاد سے بھی پاک ہے۔ یونہی اللہ تعالیٰ کسی سے پیدا نہیں ہوا کیونکہ وہ واجب الوجود، قدیم اور ہمیشہ سے ہے اور پیدا ہونا اس چیز کی صفت ہوتی ہے جو پہلے نہ ہو اور پھر وجود میں آئے۔ اس میں مشرکین اور یہود و نصاریٰ سب کی تردید ہے۔ مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں کہتے تھے، یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو جبکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے۔

**آیت 4** ﴾ فرمایا کہ ذات و صفات میں کوئی اس کے برابر نہیں، کیونکہ وہ واجب الوجود ہے، خالق ہے، باقی سب ممکن، مخلوق اور حادث ہیں، اس کی صفات ذاتی قدیم، غیر محدود ہیں جبکہ مخلوق کی صفات ایسی نہیں۔ جن صفات کے الفاظ میں ظاہری شرکت ہے جیسے علیم و قادر خدا کی بھی صفات ہیں اور مخلوق کے لئے بھی یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں، ان صفات میں بھی لامتناہی فرق ہے۔ تمام مخلوق فرشتے ہوں یا انبیا علیہم السلام سب خدا کے بندے ہیں۔

**سورۂ فلق کا تعارف** ﴾ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور یہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کے شان نزول سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ اس سورت میں 1 رکوع اور 5 آیتیں ہیں۔ فلق کے کئی معنی ہیں اور یہاں اس سے مراد "صبح" ہے، اور چونکہ اس سورت کی پہلی آیت میں یہ لفظ موجود ہے اس مناسبت سے اسے "سورۂ فلق" کہتے ہیں۔ فضیلت: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنات سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ سورۂ فلق اور سورۂ والناس نازل ہوئیں، پھر آپ نے ان سورتوں کو پڑھنا شروع کر دیا اور ان کے علاوہ (دیگر وظائف) کو چھوڑ دیا۔ (ترمذی، حدیث: 2065) خلاصۂ مضامین: اس سورۂ مبارکہ میں تمام مخلوق کے شر سے، رات کے اندھیرے کے شر سے، جادوگروں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنْ

تم فرماؤ: میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں ○ اس کی تمام مخلوق کے شر سے ○ اور سخت اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے ○ اور ان

آیت 1 ✽ شانِ نزول: یہ سورت اور سورۃُ النّاس جو اس کے بعد ہے اس وقت نازل ہوئی جب لبید بن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری اعضاء پر اس کا اثر ہوا، البتہ دل، عقل اور اعتقاد پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چند دنوں بعد حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے عرض کی: ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا ہے اور جادو کا جو کچھ سامان ہے وہ فلاں کنوئیں میں ایک پتھر کے نیچے دبایا ہوا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھیجا اور انہوں نے کنوئیں کا پانی نکالنے کے بعد پتھر اٹھایا تو اس کے نیچے سے کھجور کے درخت کے نرم حصے سے بنی ہوئی تھیلی برآمد ہوئی جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ موئے مبارک جو کنگھی سے برآمد ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنگھی کے چند دندانے اور ایک ڈورا یا کمان کا چلّہ جس میں گیارہ گرہیں لگی تھیں اور ایک موم کا پتلا تھا جس میں گیارہ سوئیاں چبھی ہوئی تھیں۔ یہ سب سامان حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں سورتیں نازل فرمائیں، ان دونوں سورتوں کی کل گیارہ آیتیں ہیں ہر ایک آیت کے پڑھنے کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھی یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل تندرست ہو گئے۔ اس آیت میں پناہ مانگنے میں اللہ تعالیٰ کا اس وصف "صبح کے رب" کے ساتھ ذکر اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ صبح پیدا کر کے رات کی تاریکی دور فرماتا ہے تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ پناہ چاہنے والے سے وہ حالات دور فرما دے جن سے اسے خوف ہو، نیز جس طرح تاریک رات میں آدمی صبح طلوع ہونے کا انتظار کرتا ہے اسی طرح خوف زدہ آدمی امن اور راحت کا منتظر رہتا ہے۔ اس کے علاوہ صبح مجبور و لاچار لوگوں کی دعاؤں کا اور ان کے قبول ہونے کا وقت ہے تو اس آیت سے مراد یہ ہوئی کہ جس وقت کرب اور غم والوں کو آسانیاں دی جاتی ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں، میں اس وقت کو پیدا کرنے والے کی پناہ چاہتا ہوں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ "فلق" جہنم میں ایک وادی ہے۔ اہم باتیں: (1) وہ تعویذ اور عملیات جن میں کفر یا شرک کا کوئی کلمہ نہ ہو جائز ہیں، خاص کر وہ عمل جو آیاتِ قرآنیہ سے کئے جائیں یا احادیث میں وارد ہوئے ہوں۔ (2) جادو اور اس کی تاثیر حق ہے۔ (3) نبی کے جسم پر جادو کا اثر ہو سکتا ہے، جیسے تلوار، تیر وغیرہ کا، یہ اثر شانِ نبوت کے خلاف نہیں، ہاں ایسا اثر نہیں ہو سکتا کہ جس سے نبوت کے متعلقہ امور میں خلل آئے۔ (4) جادو کو دور کرنے میں سورۂ فلق اور سورۂ ناس میں خصوصی تاثیر ہے۔ جادو، ٹونے اور عملیات و اثرات اور بیماریوں کو ختم کرنے کیلئے قرآن پاک کی سورتوں اور آیتوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

آیت 2 ✽ اس آیت میں ہر مخلوق کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے، خواہ جاندار ہو یا بے جان، مکلّف ہو یا غیر مکلف اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں مخلوق سے مراد خاص ابلیس ہے جو سب سے بدتر ہے۔

آیت 3 ✽ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاند کی طرف نظر کر کے ان سے فرمایا: اے عائشہ! اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ یہ جب ڈوب جائے تو اندھیرا ہو جاتا ہے اس سے مراد مہینے کی آخری راتیں ہیں جن میں چاند چھپ جاتا ہے اور جادو کے عمل جو بیمار کرنے کے لئے ہیں اسی وقت میں کئے جاتے ہیں۔

آیت 4 ✽ مزید فرمایا کہ ہو کہ میں جادوگر عورتوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو ڈوروں میں گرہ لگا کر ان میں جادو کے منتر پڑھ کر پھونکتی ہیں، جیسے کہ لبید کی لڑکیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کرنے کیلئے کیا تھا۔ اہم بات: ناجائز کاموں کیلئے تعویذ گنڈے ناجائز و حرام ہیں جبکہ جائز مقصد کیلئے قرآن مجید کی آیات یا اللہ تعالیٰ کے اسماء پڑھ کر دم کرنا اور تعویذ بنانا، جائز ہے۔ جمہور صحابۂ کرام اور

شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝۴ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵

عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکیں مارتی ہیں ۝ اور حسد والے کے شر سے جب وہ حسد کرے ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳

تم کہو: میں تمام لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں ۝ تمام لوگوں کا بادشاہ ۝ تمام لوگوں کا معبود ۝

تابعین رضی اللہ عنہم اسے جائز سمجھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل مبارک سے بھی عملیات کے کئی طریقے ثابت ہیں۔

آیت 5 ﴿ حسد والا وہ ہے جو دوسرے کی نعمت چھن جانے کی تمنا کرے۔ آیت کے شان نزول کے اعتبار یہاں حاسد سے بطور خاص یہودی مراد ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کرتے تھے یا خاص لبید بن اعصم یہودی ہے اور عمومی طور پر ہر حاسد سے پناہ کیلئے یہ آیت مبارکہ کافی ہے۔ اہم بات: اس سے معلوم ہوا کہ جادو اور حسد بدترین جرائم ہیں کہ شر کی عام صورتوں کے بعد ان کا ذکر خاص طور پر فرمایا گیا۔ حسد بدترین صفت ہے اور یہی سب سے پہلا گناہ ہے جو آسمان میں ابلیس سے سرزد ہوا اور زمین میں قابیل سے۔

سورۃ الناس کا تعارف ﴿ سورۃ الناس زیادہ صحیح قول کے مطابق مدنی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 6 آیتیں ہیں۔ عربی میں انسانوں کو ''اَلنَّاس'' کہتے ہیں، اور اس سورت کی پہلی اور بعد کی آیتوں میں یہ لفظ موجود ہے۔ خلاصۂ مضامین: اس سورۂ مبارکہ میں ان جنات اور انسانوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

آیت 1 ﴿ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا رب ہے مگر چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے، اس لئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ اہم بات: اس سورت میں پانچ مرتبہ لفظ ''اَلنَّاس'' آیا ہے، اس میں حکمت یہ ہے کہ چونکہ انسان بچپن میں صرف پرورش ہی پاتا ہے، اس لئے سب سے پہلے ''رَبِّ النَّاسِ'' یعنی ربوبیت والی صفت کا ذکر فرمایا۔ جبکہ انسان جوانی میں مست ہو کر بے راہ ہو جاتا ہے، اس وقت اس پر قانونی گرفت کی ضرورت ہے، اس لئے یہاں ''مَلِكِ النَّاسِ'' یعنی لوگوں کا بادشاہ فرمایا، اور چونکہ انسان بڑھاپے میں عبادت میں مشغول ہوتا ہے، اس لئے تیسری جگہ اللہ تعالیٰ کی صفت اُلوہیت اور معبودیت کا ذکر فرمایا یعنی ''اِلٰهِ النَّاسِ''۔ چوتھی جگہ اَلنَّاس سے صالحین مراد ہو سکتے ہیں کہ شیطان عموماً انہیں ہی وسوسوں کے ذریعے عبادت سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے اور پانچویں جگہ اَلنَّاسِ سے مراد شر پسند اور فسادی لوگ ہو سکتے ہیں کہ وہاں لوگوں کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔

آیت 2 ﴿ فرمایا گیا: تمام لوگوں کا بادشاہ۔ یعنی ان کے کاموں کی تدبیر فرمانے والا ہے اور سب کا حقیقی حاکم و مالک کہ دنیا میں بھی کسی کو حکومت و ملکیت ملے تو اسی کی عطا سے ملتی ہے۔

آیت 3 ﴿ معبود ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے اور سارے لوگوں کا حقیقی معبود وہی ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿۵﴾

باربار وسوسے ڈالنے والے، چھپ جانے والے کے شر سے (پناہ لیتا ہوں)○ وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے○

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

جنوں اور انسانوں میں سے○

آیت 4 ﴾ باربار وسوسے ڈالنے والے اور چھپ جانے والے سے مراد شیطان ہے اور یہ اس کی عادت ہے کہ انسان جب غافل ہوتا ہے تو اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان دبک رہتا ہے اور ہٹ جاتا ہے۔ اہم باتیں: (1) برے خیال کو وسوسہ جبکہ اچھے خیالات کو الہام کہا جاتا ہے۔ (2) وسوسہ شیطان کی طرف سے ہے، اس پر لاحول پڑھنی چاہیے، اور الہام فرشتے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے۔

آیت 5 ﴾ فرمایا گیا کہ وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ یعنی شیطان عموی طور پر زبان و آواز سے نہیں بہکاتا، بلکہ براہ راست دل میں اثر ڈالتا ہے، بری چیز کو اچھی کر دکھاتا ہے لیکن بعض اوقات مختلف اقوال و افعال سے بھی وسوسے ڈالتا ہے جیسے راہِ باطن کے مسافروں کو رنگ برنگے کرشمے دکھا کر بہکانے کی کوشش کرتا ہے، غزوہ بدر میں سراقہ کی صورت میں آکر لشکر کفار کو برانگیختہ کیا، ہجرت مدینہ سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف کفار قریش کے مشورے میں نجدی شیخ بن کر آیا، وغیرہا، لیکن عموی طور پر شیطان کا بہکانا دل میں وسوسے ڈالنے ہی سے ہوتا ہے۔

آیت 6 ﴾ وسوسے ڈالنے والا شیطان، جنوں میں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں میں سے بھی جیسے شیاطین جن انسانوں کو وسوسے میں ڈالتے ہیں ایسے ہی انسانی شیاطین بھی واعظ و خیر خواہ بن کر آدمی کے دل میں وسوسے ڈالتے ہیں پھر اگر آدمی ان وسوسوں کو مانتا ہے تو اس کا سلسلہ بڑھ جاتا ہے اور وہ خوب گمراہ کرتے ہیں اور اگر اس سے متنفر ہوتا ہے تو ہٹ جاتے ہیں اور دبک رہتے ہیں۔ درس: جنوں کے شیاطین کے شر سے بھی پناہ مانگیے اور انسانوں کے شیاطین کے شر سے بھی۔ جنوں کے شیاطین کے وسوسے سے بچنے کے لئے نیک صحبت، ذکرِ الٰہی اور اعوذ باللہ پڑھنا مفید ہے جبکہ انسانی شیطانوں کے وسوسوں سے بچنے کے لئے ایسوں کی صحبت سے بچنا، ان کی باتیں سننے اور پڑھنے سے بچنا ضروری ہے۔

الحمد للہ یہ تفسیر ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۴۴ھ بمطابق 16 جون 2023ء بروز جمعہ، بعد نماز جمعہ چار بجے مکمل ہوئی اور آخری تین سورتوں (سورۂ اخلاص، فلق اور ناس) کی تفسیر عین مسجد نبوی شریف میں گنبد خضری کی زیارت کرتے ہوئے تحریر کی۔ الحمد للہ علی احسانہ۔

دعا: اے اللہ! اس تفسیر کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، اس میں ہونے والی خطاؤں کو معاف فرما، اسے میرے لیے اور بطور خاص میرے والدین، اساتذۂ کرام، معاونین اور پڑھنے والوں کے لیے ایمان کی سلامتی، بے حساب بخشش، اپنی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں قرب کا سبب بنا اور مجھے قیامت میں صالحین کے گروہ میں شامل فرما کر جنت میں داخلہ عطا فرما۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

# سورتوں کی فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم
محمد صلى الله عليه وسلم
محمد
احمد
حامد
محمود
قاسم
عاقب
فاتح
خاتم
شاهد
حاشر
رشید
مشهود
بشیر
نذیر
داع
شاف
هاد
مهد
ماح
منج
ناه
رسول
مختار
نبی
امی
هاشمی
عزیز
رءوف
رحیم
مجتبی
مرتضی
مصطفی
منتقی
اولی
مزمل
مدثر
مصدق
مصدق
طیب
متین
ولی
ناصر
منصور
ناصح
مصباح
امر
قرشی
حافظ
کامل
ذوقوة
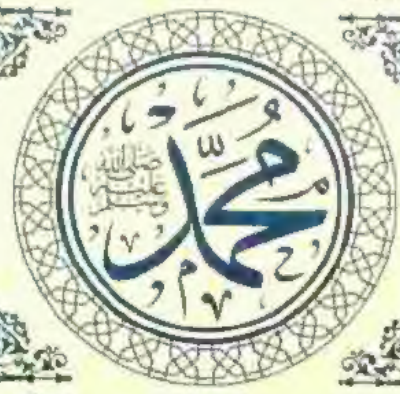
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
جامع
صادق
سابق
فاضل
خاشع
امین
حبیب
خاتم الانبیاء
حسیب
مجیب
مقتصد
قوی
حفی
مامون
مبین
مطیع
اول
آخر
ظاہر
باطن
کریم
حکیم
خاتم الرسل
سید
سراج
منیر
فصیح
نور
محرم
مکرم
شفیع
مشفع
مبشر
مبلغ
معلم
مذکر
طاہر
مطہر
قریب
وکیل
کفیل
مدعو
جواد
عادل
شہیر
شہید
سید المرسلین
امام المتقین
سید الابرار
سید الناس

# حدیث پاک

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کا فرمانِ معظَّم ہے:

## جس سینے میں کچھ بھی قرآن مجید نہ ہو تو وہ ویران گھر کی مثل ہے۔

(ترمذی، 4/419، حدیث: 2922)

ISBN
9 788197 407161
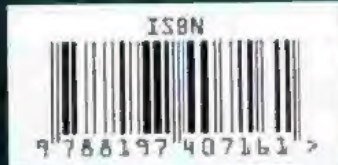
**Delhi** : 421, Urdu Market, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006 ✆ +91-8178862570

**Mumbai** : 19/20, Mohammad Ali Road, Opp. Mandavi Post Office, Mumbai-400003 ✆ +91-9320558372

**Ahmedabad** : Faizane Madina, Tinkonia Bagicha, Mirzapur, Ahmedabad-380001 ✆ +91-9327168200

**Nagpur** : Opp. Garib Nawaz Masjid, Saifi Nagar Road, Mominpura, Nagpur-440018 ✆ +91-9326310099

www.maktabatulmadina.in feedbackmmhind@gmail.com

For Home Delivery of Books Please Contact on (T&C Apply) ✆ +91-9978626025